احسن التعبیر

ترجمہ و تعبیر

قرآن مجید

(مع تحت لفظ ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی)

جلد ۳/۳

مترجم و مُفسّر

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّ ثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ساٹھ (۶۰) آیتیں اور تین (۳) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝۱

قسم ہے ان باؤنکی کہ جداکرتی ہیں بخار کو زمین سے جدا کرنے کر

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝۲ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۝۳

پھر ان باؤں کی کہ اٹھاتی ہیں بادل بوجھ والے کو پھر چلنے والیوں کی ساتھ آہستگی کے

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝۴ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

پھر بانٹنے والوں کی ایک چیز کو یعنی پانی کو تحقیق جو وعدے دئے جاتے ہو تم

لَصَادِقٌ ۝۵ وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ ۝۷

البتہ سچ ہے اور تحقیق جزا البتہ ہونے والی ہے قسم ہے آسمان راہوں والے کی

اِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ یُّؤْفَکُ عَنْہُ

تحقیق تم البتہ بیچ بات مختلف کے ہو پھیرا جاتا ہے اس سے جو کوئی کہ پھیرا گیا

(۱) قسم ہے جلدی جلدی بلند کرنے والیوں کی جو جلد سے جلد بلند کر دیتی ہیں ۔ (۲) پھر ان کی قسم جو وقار و توقیر کی حامل ہیں (۳) پھر ان کی قسم جو سبک رفتاری سے خراماں خراماں چلتی ہیں ۔ (۴) پھر ان کی قسم جو احکام کی تقسیم کرتی ہیں ۔ (۵) کہ یہ رسولؐ تم سے جو بھی وعدہ کرتا ہے ان میں سچا ہے (۶) اور یقیناً دین مکمل (اَلدِّیْنَ) صورت میں نافذ ہو کر رہے گا۔ (۷)اور ان آسمانوں کی قسم جن میں راستے بنائے گئے ہیں کہ (۸) تم نے اللہ و رسولؐ سے مختلف رہنے کی بات طے کرلی ہے ۔ (۹) اللہ و رسولؐ کے طریقہ سے مختلف تباہ کن پالیسی ان ہی کو تباہ کرتی ہے جو اللہ و رسولؐ کے خلاف تباہ کن پالیسی بناتا ہے ۔

تشریحات سورۃ الذاریات :

ا۔ آیات (۵ تا ۱ / ۵۱) ہماری قوتِ فہم و برداشت پر تازیانۂ تحقیق لگاتی ہیں۔

ان پانچوں آیات (۵ تا ۱ / ۵۱) کے لئے حضرت حجت امام العصروالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کی احتیاج ہمیشہ برقرار رہے گی۔یہ سمجھ لینا چاہئے کہ لفظ ذاریات کے معنی ہوائیں ہرگز نہیں ہیں ۔ چونکہ اس لفظ کا مادہ ۔ذ۔ر۔و اور ذ۔ر۔ی دونوں ہیں ۔اور اس مادہ اور مصدر ذَرْوًا اور ذَرْیًا سے بننے والے الفاظ کے معنی "بلند کرنا" "بکھیرنا" "جلدی کرنا" "پھینکنا "ہمیشہ موجود رہتے ہیں ۔ تو پہلی آیت کے معنی کچھ یوں ہوں گے ۔

(۱) "قسم ہے جلدی جلدی بلند کرنے والیوں کی جو جلد سے جلد بلند کر دیتی ہیں "

(۲) "قسم ہے جلدی جلدی بکھیرنے والیوں کی جو جلدی سے بکھیر دیتی ہیں "

(۳) "قسم ہے جلدی جلدی پھینکنے والیوں کی جو جلدی سے پھینک دیتی ہیں "

ان معنی کی وجہ سے اوپر سے نیچے تک سب نے ذاریات سے ہوائیں مراد لیا ہے ۔ میں ازراہِ ادب خاموش رہنے پر مامور ہوں ۔ اور بہت سی دوسری آیات کی طرح یہاں بھی معصومؑ احادیث کی پابندی کے ساتھ زبان کھول سکتا ہوں ۔ یعنی میں بے لگام و آزاد نہیں ہوں ۔

(۱۰) اجتہاد کرنے والے قتل و تباہ ہو چکے ۔ (۱۱) ہاں ہاں وہی لوگ قتل و تباہ ہوئے جو اغوا کے لئے نفرت انگیز آڑیں بنانے میں حق فراموش ہو گئے ہیں ۔ (۱۲) جو مکمل دین کے یکلخت نافذ ہو سکنے کے زمانے اور دن کا سوال بطور اعتراض اٹھاتے ہیں ۔ (۱۳) ان سے کہہ دو کہ مکمل دین اسی روز نافذ ہو گا جس روز تمہیں آگ کے سامنے آزمائشی الجھاؤ سے دو چار کیا جائے گا اور (۱۴) کہا جائے گا کہ اب تم اپنے پیدا کردہ آزمائشی الجھاؤ کا مزا چکھو۔ یہی وہ مقابلہ کی اور دین کی تنفیذ ہوگی جس کی تم جلدی مچا کر لوگوں کو دین سے دور رکھا کرتے تھے ۔ (۱۵) یقیناً اس زمانہ میں پرہیز گار لوگ جنتوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے ۔ (۱۶) اور اپنے پروردگار کے عطیات سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے یقیناً وہ لوگ اس روز سے پہلے کی زندگی میں رات کو بہت کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے والے احسان پیشہ لوگ تھے ۔ (۱۸) اور وہ منہ اندھیرے تحفظ کی دعائیں مانگتے تھے ۔ (۱۹) اور ان کے اموال و سامان زندگی میں ہر ضرورتمند اور سوالی کا اور ہر محروم انسان کا حق بطورِ قانون تسلیم اور ادا کیا جاتا تھا۔

مَنْ اُفِكَ ۝٩ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ
بھلائی سے مارے گئے اٹکل مارنے والے وہ جو بیچ غفلت کے
سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى
بھولے ہیں پوچھتے ہیں کب ہو گا دن قیامت کا جس دن کہ وہ اوپر
النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ
آگ کے گرفتار کئے جاویں گے چکھو تم گمراہی اپنی کو یہ وہ چیز ہے کہ تھے تم
بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝١٥
ساتھ اس کے جلدی کرتے تحقیق پرہیز گار بیچ بہشتوں کے اور چشموں کے
اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
لینے والے اس چیز کے کہ دیا ان کو پروردگار ان کے نے تحقیق وہ تھے پہلے
ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝١٦ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝١٧
اس سے نیکی کرنے والے کہ وہ تھوڑی رات سوتے تھے
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝١٨ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
اور وقت صبح کے وہ استغفار کرتے ہیں اور بیچ مالوں ان کے کے حق ہے

۲۔ آیات (۱۹تا۵ / ۵۱) میں حقیقی اسلام اور قریشی نظام کی تمام تفصیلات کا نچوڑ دنیا سے رجعت تک کا بیان ہوا ہے۔

قارئین پانچویں آیت سے انیسویں آیت تک جو کچھ فرمایا گیا ہے ۔ وہ بالکل واضح ہے ۔ اور اسی حقیقت کی اہمیت و واقعیت پیش کرنے کے لئے سورۂ ذاریات کو قسموں سے شروع کیا گیا ہے ۔ اس میں سب سے پہلی حقیقت اور واقعہ تو یہ ہے کہ رسوؐل اللہ جو کچھ بھی فرماتے ہیں اور جو بھی وعدہ کرتے ہیں اس میں وہؐ معیارِ خداوندی کے مطابق صادق القول ہیں ۔ ان کی کوئی بات اور کوئی خیال غلط ہونا ممکن نہیں ہے ۔ دوسری حقیقت وہ ہے جس کو قریش ناممکن سمجھتے تھے یعنی مکمل دین کا یک لخت نفاذ ۔جس میں قرآن کے ہر ہر حکم کو بیک وقت عملی صورت دی جا سکے اور کسی تدریج یا مرحلہ واریت اور مصلحت کی گنجائش و رعایت باقی نہ رہے ۔ جیسے قرآن کریم میں یوں بھی بیان کیا ہے کہ :

(۲۔ الف) مکمل دین (اَلدِّیۡنَ) کی تعریف و ترجمہ مودودی کے قلم سے بھی دیکھ لیں۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٣٣ (۳۳/۹توبہ)

اس آیت کا ترجمہ علامہ مودودی نے یہ کیا ہے : ’’وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔خواہ مشرکوں کو یہ (غلبہ۔احسن) کتنا ہی ناگوار ہو۔ ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱)
علامہ کی تشریح : ’’متن میں ’’اَلدِّین‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔جس کا ترجمہ ہم نے ’’جنس دین‘‘ کیا ہے ۔ دین کا لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کرچکے ہیں عربی زبان میں ’’اس نظام زندگی‘‘ یا ’’طریق زندگی‘‘ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کرکے اس کا اتباع کیا جائے ۔ پس بعثت رسوؐل کی غرض اِس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ

لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ⑲ وَ فِی الْاَرْضِ

واسطے سوال کرنے والے کے اور بغیر سوال کرنے والے کے اور بیچ زمین کے

اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ⑳ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑

نشانیاں ہیں واسطے یقین لانے والوں کے اور بیچ جانوں تمہاری کے کیا پس نہیں دیکھتے ہو تم

(۲۰) اور یقین حاصل کرنے والوں کے لئے یہاں زمین ہی میں معجزات موجود ہیں ۔ (۲۱) اور معجزات تو خود تمہارے اپنے نفوس کے اندر بھی بھرے پڑے ہیں کیا تم کبھی خود پر تبصرہ نہیں کرتے ہو۔

جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے ۔ دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی ہے کہ جو نظام زندگی لے کروہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع (ماتحت۔احسنؔ) اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کررہے۔ بلکہ وہ بادشاہِ ارض و سما کا نمائندہ بن کر آتاہے اور اپنے بادشاہ کے نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتاہے ۔ اگر کوئی دوسرا نظام زندگی دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کررہنا چاہیئے ۔"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

(۲۔ب) رسولؐ اللہ کو ذاتی و شخصی طور پر تمام اقوامِ عالم اور ادیان و نظام ہائے عالم پر غلبہ ملنے کا دن ہی یومُ الدّین ہے۔

یہ مذکورہ بالا غلبہ ظلم و جبر و فوج کشی سے نہیں بلکہ اسلامی یا قرآنی قوانین (مائدہ ۸، ۲ / ۵) پر اور قربانی و ایثار و مساوات اور کائناتی علوم کی قیادت میں حاصل ہونا چاہیئے ۔ فوجکشی اور فوجی یلغار اور قوت و تلوار سے لوگوں کو مطیع کرلینا اسلام میں حرام ہے ۔ پبلک کا امن و چین بر قرار رکھنے کے لئے دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی ہے ۔ اور اس اجازت میں بھی یہ پابندی ہے کہ سربراہِ اسلام یا ایسا حکم دینے والا معصومؑ مطلق امامؑ ہو۔ ورنہ ایسی جنگ کو جہاد نہ کہا جائے گا۔ اس آیت میں مذکور غلبہ آنحضرتؐ کو صرف ظہورِ حضرت حجتؑ امامؑ آخر الزمان کے عہد میں حاصل ہوگا ۔ جب کہ تمام حق پسند انسان خوشی خوشی اسلام اختیار کریں گے اور تمام جرائم پیشہ اور مجرم ذہنیت کے لوگوں کو میدانِ رجعت میں حاضر کیا جائے گا۔ اور جن جرائم کی سزا سے وہ بچ نکلے تھے انہیں وہ سزائیں دی جائیں گی۔ اور وہ سب مجبور و مقہور قیدیوں کی طرح سرجھکائے حاضر رہیں گے ۔ اور ان کے ستائے ہوئے لوگوں کو ان کی مادی جزادی جائے گی ۔ وہی لوگ ہوں گے جن کا ذکر یہاں (۱۹ تا ۱۵ / ۵۱) میں ہوا ہے ۔ اور دین میں اجتہادی تبدیلیاں اور تحریف کرنے والوں کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو آیات (۱۴ تا ۷ / ۵۱) میں مذکور ہے ۔ ان میں ہر رسولؐ کے زمانہ کے وہ تمام مذہبی لیڈر ہوں گے جنہوں نے کتب ہائے خداوندی کے مفاہیم کو اپنی مصلحتوں پر ڈھال کر اللہ و رسولؐ کی منشاء سے مختلف طریق زندگی اور طرز حکومت جاری کیا تھا ان کا خصوصی تذکرہ یہاں (۱۲ تا ۷ / ۵۱) میں ہوا ہے ۔

(۲۔ج) نظامِ اجتہاد اور عہدِ رسولؐ کے مجتہدین آیات (۱۲ تا ۷ / ۵۱) میں دیکھے جاسکتے ہیں ۔

اور آیات (۱۲ تا ۷ / ۵۱) کے الفاظ بتاتے ہیں کہ ان میں مذکور لوگ قریش کے علما اوربزرگ حضرات تھے جنہوں نے اپنے اپنے خرص اور اِفْكٌ اور غمرات کے زور سے نظامِ مصطفٰی کے خلاف ایک مختلف طرز حکومت کا قول و قرار و عہد کرلیا تھا۔ اور حکومت الٰہیہ کی آمریت و شخصی اور مطلق العنان حکومت کو قومی حکومت بنا لیا تھا۔ ہم اس تمام کارروائی کو اجتہاد کہتے ہیں ۔جس میں حکم کو مع الفاظ بر قرار رکھ کر حکم کا منشاء و مقصد تبدیل کرلیا جائے اور یہ کام صرف علما کرسکتے ہیں جیسا کہ آج قرآن ایک ہی ہے اس کے الفاظ بھی وہی اور ایک ہی ہیں۔ مگر مسلمانوں کے کم از کم آج چھ سات فرقے موجود ہیں ۔ جو اپنی اپنی جگہ خود کو حق پر سمجھتے اور کہتے و لکھتے ہیں۔ اور سب نے قرآن کو مُنَزَّلٌ مِنَ اللہ کتاب مانا ہے لٰہذا یہ مجتہدانہ کرشمہ تھا جس نے عہد رسولؐ ہی میں ایک مختلف دین تیار کرلیا تھا (۸ / ۵۱) اور یہ تیاری تین الفاظ کے محور پر گھومتی ہے ۔چونکہ قرآن نے لفظ اجتہاد اور مجتہد کو مردود رکھا اور قرآن میں استعمال نہیں کیا اس لئے اجتہاد کے تمام متعلقات کو الفاظ خرص و اِفْكٌ و غمرات سے ظاہر کیا ہے ۔

(۲۲) اور تمہارا سامان بقا و ترقی اور ہر وعدہ کی ہوئی چیز آسمانوں میں فراہم اور موجود ہے۔ (۲۳) خدائے ارض وسما کی قسم کہ مکمل دین کا قائم ہونا بلاشک وشبہ صحیح بات ہے اتنی صحیح کہ جیسا تمہارا باتیں بنانا صحیح ہے۔ (۲۴) اے رسولؐ کیا آپؐ کے پاس ابراہیمؑ کے مفید مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟ (۲۵) جس وقت وہ مہمان ابراہیمؑ کی نشست گاہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا ابراہیمؑ نے بھی سلام کے جواب میں سلام کیا اور کہا کہ میں تم لوگوں سے ناواقف ہوں

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ

اور بیچ آسمان کے ہے رزق تمہارا اور جو کچھ وعدہ دئے جاتے ہو تم پس قسم ہے

السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع

ع ۲۳ / ۱۸

پروردگار آسمان کی اور زمین کی تحقیق وہ قرآن حق ہے مانند اس کی کہ بولتے ہو تم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ

(وقف لازم)

کیا آئی ہے تیرے پاس بات مہمانوں ابراہیم حرمت کئے گیوں کی جس وقت کہ

دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ ج قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ج

داخل ہوئے اوپر اس کے پس کہا انہوں نے سلام ہے کہا سلام ہے تم قوم ہو ناپہچان

(۲-د) خرص وإِفْكٌ اور غمرات کے معنی کی فہرستیں اور معنی کا انتخاب: قارئین لفظ خرص اپنی پہلی یا ابتدائی صورت میں ہے۔ عربی میں ہر لفظ کی اوّلین شکل میں صرف تین حروف ہوتے ہیں پھر ضرورت اور قانون کے مطابق حروف کی تعداد بڑھتی جاتی ہے مگر وہ تینوں حروف ہر حال میں ہر لفظ میں برابر موجود رہتے ہیں۔ یوں مستقلاً موجود رہنے والے حروف ہی کو مادہ کہتے ہیں۔ مادہ پر قانونی تعمیر کرنے سے لفظ میں حروف کی تعداد بڑھتی ہے اور اس کی صورت میں تبدیلی آتی ہے مگر نہ وہ تین حروف بدلتے ہیں اور نہ بنیادی معنی تبدیل ہوتے ہیں۔ لہٰذا دیکھئے کہ پہلے لفظ خرص کے مادہ خ۔ر۔ص سے بننے والے الفاظ کے معنی قریشی طرز تحریر کے مطابق جمع کیجئے:

(۱)	خرص	To lie	جھوٹ بولنا۔ حالانکہ جھوٹ کے لئے لفظ کذب موجود ہے
(۲)	خرص	To guess	اندازہ لگانا۔ جانچنا۔ تخمینہ کرنا۔ تخمین موجود ہے۔
(۳)	خرص	To appraise any thing	کسی چیز کی قیمت آنکنا۔
(۴)	خرص	To repair any thing	کسی چیز کی اصلاح یا مرمت کرنا۔ عیب دور کرنا۔
(۵)	خرص	To be hungry and cold	بھوکا اور ٹھنڈا۔
(۶)	خرص	To barter any thing	کسی چیز کو کسی چیز سے بدلنا۔
(۷)	خرص	To forge a lie against any one	کسی کے خلاف جھوٹ گھڑنا۔ (الفرائد الدریہ صفحہ ۱۶۲)

بڑی ڈکشنریوں سے اس سے بڑی فہرست بنائی جا سکتی ہے لیکن یہ سب بکواس مبین ہے۔ عربی زبان میں ہرگز ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نہیں ہوسکتے اس لئے کہ ان دوسرے معنی کے لئے عربی زبان میں مستقل الفاظ موجود ہیں۔ جیسا کہ نمبر ایک کے لئے کذب موجود ہے نمبر ۲ کے لئے تخمین مقرر ہے۔ نمبر ۶ کے لئے مبادلہ ہے۔ نمبر ۴ کے لیے اصلاح ہے۔ نمبر ۵ کے لئے جَائِعٌ اور بَارِدٌ ہے اور ان سب کو لفظ خرص میں گھسا دینا یا لفظ خرص میں سے نکالنا یہ قریشی سازش ہے جو قرآن کو تبدیل کرنے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کرکے اور کروڑوں جانیں لے کر دنیا میں پھیلائی گئی تھی۔ خرص کے معنی ہیں خیراد کرنا کسی چیز کی صورت بدل کر خوشنما بنا کر پیش کرنا۔ اور دین کے سلسلے میں اجتہادی مصلحت کو موزوں کرنا۔

(۲) لفظ اِفکٌ کے قریشی معنی۔

(۱)	اِفْكٌ	To lie	جھوٹ بولنا۔
(۲)	اِفْكٌ	To deter any one from	کسی شخص کو کسی راہ سے ہٹا کر کسی غلط راہ پر ڈالنا۔
(۳)	اِفْكٌ	To be weak minded	فیصلہ میں کمزور دل کا ہونا۔
(۴)	اِفْكٌ	To be in want of rain	بارش کا ضرورت مند ہونا
(۵)	اِفْكٌ	Lie , false hood	جھوٹ۔ دروغ بافی کی عادت

قارئین دیکھیں کہ تقریباً وہ تمام معنی یہاں بھی بھر دیئے گئے جو لفظ خرص کی ذیل میں لکھے تھے۔ بہرحال اِفکٌ کے معنی تباہ کن اسکیم بنانے کے ہیں۔ خواہ جھوٹی ہو خواہ سچی ہو۔

(۳) لفظ غمر یا غمرۃ کے قریشی معنی۔

(۱)	غمر	To overeflow to Cover a thing or any one.	کناروں سے اوپر بہہ نکلنا اور کسی کو آڑ میں چھپا دینا
(۲)		To overwhelm any thing	کسی چیز پر چھا جانا مسلط ہونا
(۳)		To surpass ,to clasp any one	حدود پار کر جانا کسی کو لپیٹ جانا
(۴)		To seduce any one	کسی کو فریب دینا گمراہ کرنا۔
(۵)		To engage in a desperate struggle with any one	کسی کے ساتھ کسی مایوس کن مہم میں مبتلا رہنا۔
(۶)		To plunge into water.	پانی میں چھلانگ یا غوطہ لگانا
(۷)		To be drowned.	ڈوب جانا
(۸)		To submerge, to ingulf to over flow any thing	پانی یا کسی چیز میں اتر جانا۔
(۹)		Rancour, secret harted, etc.	بغض و عناد اور پوشیدہ نفرت وغیرہ۔

قارئین یہ ہیں وہ تین الفاظ جن کو لا کر اللہ نے قریشی منصوبے کی پوزیشن واضح کی ہے۔ آپ ان تینوں آیتوں (۱۱، ۱۰، ۹ / ۵۱) کا ترجمہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے ان تینوں الفاظ کو ان کی پوری وسعت تک استعمال کیا ہے۔ اور قریش کی مجتہدانہ کوششوں کو واضح کر دیا ہے قریشی اسکیم کے ماتحت پہلے ایک ایک لفظ کے ساتھ بیسیوں معنی چپکائے گئے۔ اور بار بار ایک ہی لفظ کو مختلف معنی میں استعمال کیا گیا۔ پھر وہ تمام معنی لغت میں ڈھیر کر دیئے گئے اب جہاں جو معنی انہیں درکار ہوں فٹ کر لینا سہل ہو گیا۔ یوں قرآن کو مہجور کیا گیا (فرقان ۳۰ / ۲۵)

(۲۔ ہ) اس سورہ کی کلیدی آیات (۱۱ تا ۸ / ۵۱) کے متعلق ایک حدیث بھی سن لیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہاں ایک حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سن کر آگے بڑھیں چنانچہ ابی حمزہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ:

(٢٦) پھر وہ چپکے سے اپنے متعلقین کے پاس گیا اور ایک تازہ بچھڑا پکوا کر لایا۔ (٢٧) چنانچہ مہمانوں کے سامنے اسے پیش کیا اور جب دیکھا کہ مہمان اسے کھا نہیں رہے ہیں تو ان سے پوچھا کہ کیا تم کھانا نہیں کھایا کرتے؟ (٢٨) ساتھ ہی ان کے ھیئت سے دل میں گھبرا رہا تھا

فَرَاغَ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِيۡنٍ ﴿٢٦﴾

پس پھر آیا طرف لوگوں اپنے کی پس لے آیا گائے کا بچہ گھی میں تلا ہوا

فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيۡهِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوۡجَسَ

پس نزدیک کیا اس کو طرف ان کی کہا کہ کیا نہیں کھاتے تم پس چھپایا جی میں

"تم نے اللہ و رسوؐل سے مختلف رہنے کی بات طے کرلی ہے اللہ و رسوؐل کے طریقے سے مختلف تباہ کن پالیسی ان کو تباہ کرتی ہے جو اللہ و رسوؐل کے خلاف تباہ کن پالیسی بناتا ہے۔" فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے خلاف تباہ کن پالیسی بناتا ہے وہ جنت کے خلاف تباہ کن پالیسی بناتا ہے"

عَنۡ اَبِیۡ حمزہ عَنۡ اَبِیۡ جعفر علیہ السلام فِیۡ قَوۡلِهٖ تعالیٰ، اِنَّكُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ، قَالَ مَنۡ اُفِكَ عَنِ الۡوِلَايَةِ اُفِكَ عَنِ الۡجَنَّةِ۔ (کافی کتاب الحجة باب نکت و نتف)

ایک انتباہ۔ قارئین سے پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ ہم خواہ مخواہ لفظی بحث میں نہیں الجھتے اور عموماً عمومی ترجمہ اور مفہوم لکھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن جب دیکھتے ہیں کہ منشائے آیت کو بالکل الٹ لیا گیا ہے تو الفاظ کے حقیقی اور بنیادی معنی لاکر مترجمین کی غلطی نوٹ کرانا لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عمومی ترجمہ حقیقت کے قریب قریب ہوتا ہے تو لفظی بحث سے بچ کر گزر جاتے ہیں۔

٣۔ آیات (١٤۔١٣ / ٥١) میں رجعت میں عملی و مادی جزا کا اسی دنیا میں ملنا ثابت ہے۔

چنانچہ آپ نے آیات (١٤۔١٣ / ٥١) میں علامہ رفیع الدین کا ترجمہ دیکھا ہے ان دو آیتوں میں لفظ۔ يُفۡتَنُوۡنَ اور فِتۡنَتَكُمۡ استعمال ہوئے ہیں۔ اور اتنا قریب قریب ہوتے ہوئے بھی علامہ ایسے بے لاگ بات لکھنے والے عالم نے بھی مختلف معنی کر دیئے ہیں۔ لفظ دونوں جگہ ایک ہی ہے اور ایسا لفظ ہے جو اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے اور لفظ فساد سے پہلے بولا جاتا ہے یعنی "فتنہ و فساد" چونکہ اس لفظ کے حقیقی معنی و مفہوم کو اختیار کرنے سے مسئلہ رجعت ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں مجبوراً یہاں بھی رکنا پڑے گا اور رجعت کا مفہوم قارئین کے سامنے لانا ہوگا۔ لہٰذا ہمیں مترجمین کی کھنچائی کرنے پر معافی دی جائے اور سب سے پہلے مودودی کا ترجمہ سامنے رکھ لیا جائے۔ ہم دونوں آیتوں کے متعلقہ جملے عربی میں لکھیں گے اور پھر مترجم کا ترجمہ دکھائیں گے۔ زیر بحث آیات۔

(٣۔الف) لفظ کے معنی بدلنے اور مفہوم الٹنے کی مثال؟

عَلَى ٱلنَّارِ يُفۡتَنُونَ ﴿١٣﴾ ذُوقُواْ فِتۡنَتَكُمۡ ﴿١٤﴾ (الذاریات: ١٣۔١٤ / ٥١)

(١) علامہ کا ترجمہ: آگ پر تپائے جائیں گے۔ اب چکھو مزا اپنے فتنے کا" (تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ١٣٥)
(٢) رفیع الدین: "اوپر آگ کے گرفتار کئے جائیں گے۔ چکھو تم گمراہی اپنی کو" (ترجمہ)
(٣) عبدالقادرؒ: "آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے چکھو مزہ اپنی شرارت کا"
(٤) شاہ ولی اللہ: "در آتش عذاب کردہ شوند۔ بچشید ایں عقوبت خود را"
(٥) شیعہ ترجمہ مقبول احمد: "جہنم میں عذاب دیا جائے گا (اور یہ کہا جائے گا) اپنے عذاب کا مزہ چکھو"

قارئین نوٹ کرلیں کہ ترجمے تو صرف پانچ عدد ہیں مگر ایک ہی لفظ کے معنی ۔١۔تپائے جانا ۔٢۔ گرفتار کرنا ۔٣۔ گمراہی پھیلانا۔ ٤۔ الٹے سیدھے کرنا ۔٥۔ شرارت کرنا ۔٦۔ عذاب۔٧۔ عقوبت۔ سات عدد ہیں۔ اس کی وجہ بھی سن لیں۔

قرآن کے غلط معنی پر اطمینان دلانے والی قریشی اصول پر تیار کردہ لغات۔ علامہ سید عبدالدائم الجلالی لکھتے ہیں

کہ "قرآن مجید میں لفظ فتنہ اور اس کے مُشتقّات (اس سے بننے والے الفاظ) کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ١۔ آزمائش۔ اور آزمائش کرنا۔٢۔ آفت، مصیبت۔٣۔ فساد۔٤۔ فساد انگیزی۔ فساد ڈالنا۔٥۔ باہم فساد۔ خانہ جنگی۔٦۔ کفر۔ ٧۔ بدنظمی۔٨۔ تختہ مشق، عبرت مسلط ہونا۔ دکھ دینا۔ مقام آزمائش۔٩۔ ایذا۔١٠۔ عذاب۔١١۔ عذر۔ ١٢۔ مصیبت سے

مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ

ان سے ڈر کہا انہوں نے مت ڈر اور خوشخبری دی اس کو ساتھ ایک لڑکے

عَلِيمٍ ﴿۲۸﴾ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

علم والے کے پس آئی بی بی اس کی بیچ حیرت کے پس ہاتھ مارا منہ اپنے کو

اور خوفزدہ بھی تھا مہمانوں نے دیکھا تو کہا کہ تم ڈرو نہیں اور ابراہیمؑ کو ایک پڑھے پڑھائے علیم لڑکے کی خوشخبری بھی سنا دی۔(۲۹) یہ سنا تو ابراہیمؑ کی زوجہ حیران وششدر ہو کر سامنے آ گئی اپنے منہ کو پیٹ کر کہا کہ ارے صاحبو

بچانا۔۱۳۔ سزا دینا (لغات القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۰۔۴۱)

قارئین دیکھیں کہ الفاظ کے معنی کا میدان یا جنگل اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ عام اردو دان تو بہت چھوٹی چیز ہے۔ اس جنگل میں تو بڑے بڑے دین کے سیاح اور محقق گم ہو کر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اور اس سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ سستی شہرت اور دولت کمانے والے جہلاء بڑی آسانی سے مترجم بن سکتے ہیں۔ اور ان سینکڑوں مختلف معنی میں سے جو معنی پسند آئیں قرآن میں سے بھر سکتے ہیں اور اعتراض کرنے والوں کو قریشی لغات دکھا کر خاموش کر سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ کسی ایک لفظ کی ذیل میں جتنے معنی ملیں گے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک عربی میں لفظ موجود ملے گا۔ لہٰذا وہ معنی اس لفظ کے نہیں ہوتے جو اُس کے نیچے ان سازشی لوگوں نے لکھے ہوتے ہیں۔ اور اس اعتراض کا جواب ان سے کبھی بھی بن نہ پڑے گا۔ اب آئیے آپ جناب احسن اعظمی کی تیار کردہ عربی۔ اردو لغت سے بھی لفظ فتنہ کے معنی دیکھتے چلیں لکھا ہے:

”فَتَنَ۔ فَتْناً وَفُتُوناً۔ وَفَتَّنَ، وَاَفْتَن) تعجب میں ڈالنا۔۲۔ مائل کرنا۔ فریفتہ کرنا۔ لبھا لینا۔۳۔ دھوکا دینا۔۴۔ ورغلانا۔ ۵۔ عورتوں سے بدکاری کا ارادہ کرنا۔۶۔ گمراہ کرنا۔۷۔ آزمائش کرنا۔ آزمائش میں ڈالنا۔۸۔ مصیبت میں ڈالنا۔ تکلیف میں پھانسنا۔۹۔ کسی کو اس کی رائے یا فیصلے سے ہٹا دینا۔۱۰۔ جلانا۔ پگھلانا۔ آگ کے ذریعہ جانچ کرنا۔ پرکھنا۔ ۱۱۔ روک دینا۔ پھیر دینا۔۱۲۔ نقصان سے مال یا عقل کا جاتے رہنا۔۱۳۔ اعراض کرنا۔ روگردانی کرنا۔۱۴۔ دین سے پھرا دینا، اپنا مذہب ترک کرنا۔ اپنے دین کو چھوڑ دینا۔۱۵۔ فریفتہ کیا جانا۔۱۶۔ غلطی کی طرف لے جانا“

<u>یہ فہرست لکھنے کے بعد اب لفظ فتنہ کو الگ سے لا کر معنی لکھتے ہیں:</u> ” الفتنة مصدر ہے۔ اس کی جمع فِتَنٌ (معنی) ۱۔ آزمائش۔۲۔ گمراہی غلطی۔۳۔ بے اعتقادی۔۴۔ کفو (ہمسر ہونا)۔۵۔ رسوائی۔۶۔ جلن۔۷۔ رنج۔۸۔ دیوانگی۔۹۔ غیرت۔ ۱۰۔ عذاب۔۱۱۔ مرض۔۱۲۔ مال و اولاد۔۱۳۔ اختلاف آراء و قوع جنگ و جدال۔۱۴۔ تجربہ۔۱۵۔ سازش۔۱۶۔ بغاوت۔ ۱۷۔ شرمندگی۔۱۸۔ میلان (طبیعت کا جھکاؤ)۔۱۹۔ محنت۔۲۰۔ عبرت۔۲۱۔ فجور (یعنی بدمعاشی)۔۲۲۔ گناہ۔۲۳۔ سزا۔ ۲۴۔ مال و دولت“ (المعجم الاعظم جلد ۴ صفحہ ۲۰۸۳ تا ۲۰۸۴)

ابھی تو معنی بدستور چل رہے تھے ہم نے رک جانا مناسب سمجھا۔ قارئین ہمیں اپنے مزاج کا حال بتائیں کہ وہ کون سے معنی اختیار کریں یا انہیں اس انبار میں سے کون سے معنی پسند ہیں۔ یاد رکھیں کہ جس لغت میں جتنے زیادہ معنی ہوں گے وہ اتنی ہی بڑی اور قیمتی و عمدہ و مستند لغت مانی جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لغت بکواس کا سب سے بڑا انبار اور فریب سازی کا سب سے بڑا شاہکار ہوتا ہے۔ بہرحال ہم یہ کیوں نہ کہیں کہ:

”جس روز مکمل دین نافذ ہوگا تو سب سے پہلے تمام قریش گرفتار ہو کر آگ کے سامنے لائے جائیں گے اور انہوں نے جن انسانوں کو دھوکہ دیا تھا، دین سے ہٹایا یا روکا تھا، جن کو مختلف نقصانات پہنچائے تھے، سزائیں دی تھیں، روپیہ پیسہ دے کر یا دباؤ اور خوف سے اپنے خود ساختہ نظام کی طرف مائل کیا تھا، جن جن کو رسوا و بے عزت کیا تھا، جن کے حقوق غصب کئے تھے، جن کا قتل عام کیا تھا، ان سب کو بھی زندہ کر کے حاضر کیا جائے گا۔ اور اس طرح قریشی مجرموں کے ساتھ بالکل وہی سلوک کرایا جائے گا جو انہوں نے کیا تھا۔ تاکہ قرآن کے وعدے اس دنیا میں پورے ہوں مثلاً اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۱) ”اعمال کے مطابق درجات دیئے جائیں گے اور بلا کسی کمی زیادتی کے سب کے اعمال مکمل کئے جائیں گے اور یہ اسی روز ہو گا جب کہ حق پوش لوگوں کو آگ کے سامنے لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے تو اس دنیا میں ہماری

وَ قَالَتۡ عَجُوۡزٌ عَقِیۡمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوۡا کَذٰلِکِ ۙ

اور کہا میں بوڑھی ہوں بانجھ کہا فرشتوں نے اسی طرح کہا ہے

قَالَ رَبُّکِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۰﴾

پروردگار تیرے نے تحقیق وہ حکمت والا جاننے والا ہے

میں تو ایک ضعیفہ مایوس اور بانجھ عورت ہوں مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہوسکتا ہے ؟ (۳۰) فرشتوں نے کہا کہ جیسے تم نے کہا وہ تو صحیح ہے مگر تمہارے پروردگار نے یہی کہا ہے اور وہ تو حکمت اور علمیت کا خالق ہے ۔

نعمتوں اور سہولتوں سے خوب فائدہ اٹھایا چنانچہ آج اس کے بدلے میں رسوا اور توہین کرنے والا عذاب دیا جانے والا ہے تم ناحق بڑے لوگ بن بیٹھے تھے اور تم نے لاقانونیت اختیار کرر کھی تھی ‘‘ (احقاف ۲۰۔۱۹ / ۴۶)

رسوؐل سے جنگ کرنے والوں اور فساد کرنے والوں کی اس دنیا میں سزائیں پوری کرکے عذابِ عظیم کا وعدہ ۔

یہ نوٹ کر لیں کہ رسوؐل اور جانشینانِ رسوؐل صلوٰۃ اللہ علیہم سے بر سر جنگ رہنے والے لوگ لاکھوں ایسے گزرے ہیں کہ جنہیں اس دنیا میں کوئی سزا نہیں ملی اور وہ شاندار زندگی گزارتے اور بادشاہی کرتے ہوئے مر گئے ان کے لئے فرمایا گیا تھا کہ :
’’جو لوگ رسوؐل سے برسرپیکار رہے اور کوشش و جدوجہد کرکے دنیا میں فساد پھیلاتے رہے ان لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں یہ سزائیں ملنا طے شدہ ہیں ۔۱۔ان کو قتل کیا جائے گا ۔۲۔سولی دے کر مارا جائے گا ۔۳۔ ان کے ہاتھ پیر الٹ کر کاٹ دیئے جائیں گے اور انہیں ایک دفعہ دنیا سے نیست و نابود کر دیاجائے گا ۔ اسی قسم کی رسوا کرنے والی سزائیں دی جائیں گی ۔اور آخر کار قیامت میں بھی انہیں عذاب عظیم میں مبتلا رکھا جائے گا ‘‘(مائدہ ۳۳ / ۵)
قارئین یہ نوٹ کریں کہ جن آیات میں اعمال کو وفا (پورا) کرنے کے الفاظ ہوتے ہیں جیسا کہ ابھی ابھی(احقاف (۱۹ / ۴۶) گزرا ہے وہاں نامکمل رہ جانے والے اعمال کی تکمیل کرانا مقصود ہوتا ہے اور جن اعمال کا نتیجہ نہ نکلا ہو ان کے نتیجہ اور ثمرہ سے بہرہ ور کرنا مطلوب ہوتا ہے ۔ مثلاً کربلا والوں نے نظامِ باطل کو مٹانے کے لئے اپنی جان و مال و اولاد کو قربان کردیا لیکن نظامِ باطل برابر آج تک برقرار ہے ۔ لہٰذا شہدائے کربلا اور، محمدؐ و علیؑ کو زندہ کیا جائے گا اور نظامِ باطل کو بھی واپس سامنے لایا جائے گا ۔ تاکہ اسے مٹا کر اور مٹوا کر دکھایا جائے ۔ بعض لوگ مسئلہ رجعت سے بچنے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ: وَلِیُوَفِّیَهُمۡ أَعۡمَـٰلَهُمۡ ﴿۱۹﴾ (الأحقاف: ۱۹ / ۴۶) کا مطلب ’’اعمال کی جزا یا ثواب پورا کرنا ہے ‘‘
ایسے فریب سازوں کو ایسی آیت دکھا دیں جس میں ان کا بیان کردہ مطلب الگ سے موجود ہو مثلاً :

لِیُوَفِّیَهُمۡ أُجُورَهُمۡ وَیَزِیدَهُم مِّن فَضۡلِهِۦۤ ﴿۳۰﴾ (فاطر ۳۰ / ۳۵)

’’تاکہ اللہ ان کے اجر کو پورا کردے اور اپنے فضل سے اور اضافہ بھی کردے ‘‘
لہٰذا یہ دو صورتیں ہیں اجر میں کمی کا پورا کرنا اورہے اور اعمال کا پورا کرنا دوسری بات ہے ۔ اجر جنت کی صورت میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور مادی صورت میں بھی ۔ مگر اعمال تو کرنے کی چیز ہیں جو کرا کے پورے کئے جاسکتے ہیں۔ جنت دے کر عمل پورے نہیں ہوتے ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ :

اولیا اللہ کو دنیا میں ہی غالب کرکے دکھانے کا وعدہ ہے

وَمَن یَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِینَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡغَـٰلِبُونَ ﴿۵۶﴾ (مائدہ ۵۶ / ۵)

’’اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسوؐل کو اور مومنین کو اپنا ولی بنائے تو یقیناً اللہ کا یہ گروہ ہی غالب رہے گا ‘‘اور یہ بھی فرمایا کہ :

أَلَاۤ إِنَّ أَوۡلِیَاۤءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُونَ ﴿۶۲﴾ ٱلَّذِینَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ یَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ ٱلۡبُشۡرَىٰ فِی ٱلۡحَیَوٰةِ ٱلدُّنۡیَا وَفِی ٱلۡأٓخِرَةِۚ لَا تَبۡدِیلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِۚ ذَ ٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِیمُ ﴿۶۴﴾ (یونس ۶۴ تا ۶۲ / ۱۰)

یہاں آپ ولایت حقہ کے دشمن کا ترجمہ بھی سن ہی لیں ۔

علامہ کا ترجمہ ولایتِ اور ولیؑ سے یارانہ گانٹھنے کی کوشش:

’’سنو! جو اللہ کے دوست (اولیا اللہ کا منافقانہ ترجمہ کیاہے۔احسنؔ) ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لئے کسی خوف اور

رنج کا موقع نہیں ہے ۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے ۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

امام حسینؑ خاندانِ رسولؐ ، انصارانِ حسینؑ اور رسولؐ کی بیٹیوں کے سلسلے میں کیا یہ آیات صحیح ہیں ؟

قارئین ہمیں بتائیں کہ آیا یہ آیات (مائدہ ۵۶ / ۵) (اور یونس ۶۴ تا ۶۲ / ۱۰) تمام اولیاءُ اللہ کی ذمہ داری لیتی ہیں یا کوئی خاص قسم کے اولیاءُ اللہ مقصود ہیں؟ اور کیا امام حسین علیہ السلام کو آپ اولیاءُ اللہ سے خارج کرتے ہیں؟ اگر یہ آیات تمام اولیاءُ اللہ کے لئے ہیں اور اگر امام حسینؑ بھی اولیاءُ اللہ میں شامل ہیں ؟ تو سنو اور غور سے سن کر سوچیں کہ اگر مسئلہ رجعت غلط ہے؟ تو یہ تمام آیات اور اسی قسم کی سینکڑوں آیات غلط ہیں ۔ باطل ہیں جھوٹ ہیں اور اللہ نے غلط دعوٰی کیا ہے کہ اس کے فیصلے (کلمات) بدلا نہیں کرتے اس لئے کہ حسینؑ اور شہدائے کربلا اور انصارانِ کربلا پر جن صدمات اور غم و رنج کا مینہ برسا وہ آج تک اُمت کو خون کے آنسو بہانے پر مجبور کررہا ہے ۔ انہیں نہ کوئی خوشخبری ملی نہ مسرت و اطمینان سے سابقہ پڑا انہیں چوڑے میدان اور دن کی روشنی میں مغلوب ہونا پڑا ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بڑھے ، جوان اور بچے قتل ہوئے خود ان کے اجسام کی دھجیاں اڑا دی گئیں پھر ان کے اہل و عیال کو جن میں رسولؐ زادیاں شامل تھیں لوٹا گیا۔ قید و بند میں رکھا گیا بازاروں میں ذلیل و خوار کرنے کے لئے جلوس نکالے گئے ۔ ان کی لاشوں کو بے گور و کفن پڑا رہنے دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو تازیانوں سے مارا جاتا رہا۔ انہیں دکھا دکھا کر پانی زمین پر بہایا جاتا رہا۔ اپنے باپ اور بھائیوں پر رونے کی سزا میں مارا پیٹا گیا۔ بتاؤ خدا کے لئے بتاؤ کہ کیا اللہ کے قرآن میں وعدے بکواس بن کر نہیں رہ گئے؟ اور سنو اسی قسم کے مظالم ہیں جن پر اللہ کو خاموش و بے بس دیکھ کر کروڑوں انسان بے دین رہے ۔ الہامی کتابوں کو بکواس کا پلندہ سمجھتے رہے اور آج سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب ایک گالی ہے ۔ ناقابلِ برداشت گالی۔ اس صورتِ حال کا اور ایسے لاکھوں سوالات کا جواب ہے مسئلہ رجعت میں ۔ اور قرآن کی ان آیات میں جو اعمال کو پورا کرنے ، مادی اجر فراہم کرنے اور دنیا و آخرت میں ظالموں کو ذلیل و خوار کرنے (توبہ ۴۷ / ۹) کے وعدے کئے ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں اسی زمین پر اور اسی آسمان کے نیچے پورے کئے جائیں گے، لیکن قریشی منصوبہ ساز وں نے قرآن کے مفاہیم و مقاصد کو الٹا کر ایسا مذہب پیش کیا جو چیخ پکار کر اپنے جھوٹا ہونے کا اعلان کرتا ہے ۔ جسے تمام دانشور ڈھکوسلا اور گالی سمجھنے پر مجبور ہیں۔ کوئی انہیں بتائے کہ اگر مجرم کو دورانِ جرم ہی ماخوذ کرلیا جائے تو وہ ، وہ کچھ نہ کر سکے گا جو اس کے دماغ میں ابھی باقی ہے۔ اس نے قتل کیا ، تم نے اسے پکڑ کر پھانسی چڑھا دیا قصہ ختم ہو گیا۔ لیکن اگر اسے قتل نہ کیا گیا ہوتا تو وہ ابھی مقتول کی جامہ تلاشی لیتا۔ گھڑی اتارتا ۔ قیمتی چیزیں اکٹھی کرتا ۔ انگوٹھی نہ اترتی تو انگلیاں کاٹتا ۔ بُندوں کے لئے کان اور کنگنوں کے لئے ہاتھ کاٹتا ۔ پھر گھر والوں کی خبر لیتا ۔ انہیں مارتا ۔ چابیاں لیتا، نہ دینے پر انہیں بھی موت کی نیند سلاتا ۔ تجوری کھولتا۔ نہ کھلتی تو لوہار کو لاتا نہ آتا تو اسے بھی قتل کرتا اور اس کے اوزار لے کر آتا مزاحمت کرنے والوں کا صفایا کرتا اور کرتا چلا جاتا ۔ تم نے پہلے ہی قدم پر اسے روک کراس کے منصوبے کو تباہ کردیا ۔ اللہ ایسا نہیں کرتا وہ آدمی کے پورے کردار کو آزادانہ برسرِکار رہنے دیتا ہے ۔ لوگ اسے پکڑیں تو پکڑیں اللہ نہیں پکڑتا۔ وہ کیوں پکڑے ؟ تم نے اگر کسی کو پکڑ کرمار ڈالا اور اسے اس کے اعمال پورے نہ کرنے دیئے تو اللہ جانتا ہے وہ اس سے ناکردہ اعمال پورے کرا کر رہے گا اور اس کو انتہا تک پہنچا کر انتہائی سزا دے گا ۔ چنانچہ اس نے قریش کو پورا موقع دیا۔ ان کے سامنے سے تمام مزاحمت کرنے والوں کو ہٹا کر صبر و استقامت و عبادت میں لگا دیا۔ اُنہوں نے پورا پورا تعاون کیا سرکشی اور بغاوت کی جگہ نصیحت و ہدایت اورتنبیہات تک خود کو محدود رکھا ۔ اِنہوں نے خانوادۂ رسولؐ کے ساتھ ہر ممکن ظلم و زیادتی، کی حتّٰی کہ پورے خاندان کا قتل عام کردیا۔ایک بیمار زین العابدین اور ایک بچہ محمدؑ باقر زندہ چھوڑے گئے ۔ اس کے بعد بھی برابر اس خاندان کی سات نسلوں کے سربراہوں کو قتل کیا گیا۔ اور آخری سربراہ حضرت امامؑ مہدی ان کی دست برد سے الگ ہوگئے ۔ اب قریش کے لئے اللہ کا انتظام برسرِکار آنا ہے اور رجعت کے زمانہ میں ان کے ساتھ وہ سب کچھ کیا اور کرایا جائے گا جو انہوں نے کیا تھا ۔چنانچہ ان کو دنیا ہی کی زندگی میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا ۔اور آخر کار قیامت کا عذاب اور زیادہ شاق گزرنے والا ہو گا (رعد ۳۴ / ۱۳) اور اس زمانہ میں ان کو بچانے والا بھی کوئی نہ ہو گا (۳۴ / ۱۳) ۔

(۳۱) ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اے فرستادگان خداوندی تمہارا آنا کس مقصد کے لئے ہے؟ (۳۲) انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ (۳۳) تاکہ ہم ان پر طین سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش بھیج کر انہیں تباہ کر ڈالیں۔ (۳۴) وہ پتھر جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں لگائی ہوئی ہیں جو صرف حد سے زیادہ نقصان کرنے والوں کے لئے مقرر ہیں۔ (۳۵) چنانچہ اس مجرم قوم میں جتنے مومنین تھے ان کو وہاں سے محفوظ نکال لیا تھا۔ (۳۶) چنانچہ عذاب کے بعد اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ کوئی گھر نہ پایا گیا۔ (۳۷) اور اس مجرم قوم کو تباہ کرکے ہم نے ان کی بستیوں میں عذاب الیم سے ڈرنے والوں کے لئے اپنا معجزہ باقی رہنے دیا۔ (۳۸) اور اسی طرح موسیٰؑ کا معاملہ ہے کہ جب ہم نے موسیٰؑ کو فرعون کی طرف کھلے معجزات کے ساتھ ارسال کیا تھا

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ

کہا پس کیا مہم ہے تمہاری اے بھیجے ہوؤ کہا انہوں نے تحقیق ہم بھیجے گئے ہیں

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾

طرف قوم گناہگار کی تاکہ بھیجیں ہم اوپر ان کے پتھر مٹی سے یعنی کنکر

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

نشان کئے ہوئے نزدیک رب تیرے کے واسطے حد سے نکل جانے والوں کے

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾

پس نکال دیا ہم نے اس شخص کو کہ تھا بیچ اس کے ایمان والوں سے

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ تَرَكْنَا

پس نہ پایا ہم نے بیچ اس کے سوائے ایک گھر کے مسلمانوں سے اور چھوڑ دی ہم نے

فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

بیچ اس کے نشانی واسطے ان لوگوں کے کہ ڈرتے ہیں عذاب درد دینے والے سے

وَ فِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

اور نشانیاں ہیں بیچ موسیٰ کے جس وقت بھیجا ہم نے اس کو طرف فرعون کی ساتھ معجزے ظاہر کے

(۳۔ب) قریش کو وہ تمام سزائیں بھی ملیں گی جن کا تذکرہ دوسری اقوام سے عبرت حاصل کرنے کے لئے قریش سے کیا گیا ہے۔

قریش کو زمانۂ رجعت میں وہ سزائیں تو ملیں گی ہی جو اُن کے جرائم کا بدل ہو سکیں۔ ان کے علاوہ ان پر وہ پتھر بھی برسائے جائیں گے۔ جو اسی سورۂ میں لوطؑ کی قوم پر برسے تھے۔ اور اس قوم کا یا دیگر اقوام کا حال سن کر بھی قریش نے سبق حاصل نہ کیا تھا(۳۴ تا ۳۲ / ۵۱) پھر قریش کو اسی سورہ (ذاریات) میں فرعون کی قوم سے عبرت حاصل کرنے کو کہا گیا اور قوم عاد و ثمود کی مثالیں دے کر سمجھایا لیکن قریش کی حالت نہ بدلی لہٰذا ان پر بجلیاں بھی گرائی جائیں گی۔ انہیں خشک ہوا میں سکھایا بھی جائے گا(۴۶ تا ۳۹ / ۵۱) چونکہ قریش سے بڑی فاسق باغی اور بے رحم دوسری کوئی قوم نہیں گزری۔ اور قریش سے زیادہ طویل موقع بھی کسی کو نہیں دیا گیا اور ان کو بار بار بتادیا گیا تھا کہ اے رسولؐ یہ قریشی مومنین "خدا کی قسمیں کھا کر یقین دلانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے (حکومت الٰہیہ کے انکار والی) وہ بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ (وَلَقَدْ قَالُواْ كَلِمَةَ ٱلْكُفْرِ وَكَفَرُواْ بَعْدَ إِسْلَٰمِهِمْ وَهَمُّواْ بِمَا لَمْ يَنَالُواْ ﴿٧٤﴾ التوبۃ) اعلان کیا تھا اور انکارِ حکومت الٰہیہ کرکے اسلام لانے کے بعد پھر حقائق کو چھپانے میں لگ گئے اور انہوں نے (رسولؐ کی حکومت کا تختہ الٹنے کی) وہ تمام کوششیں کیں جو وہ کرسکتے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکے اور یہ سب کچھ انہوں نے اس بات کا انتقام لینے کے لئے کیا کہ اللہ و رسولؐ نے اپنے فضل سے انہیں غنی و مالدار بنا دیا تھا (وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنْ أَغْنَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضْلِهِۦ ﴿٧٤﴾ التوبۃ) چنانچہ اگر یہ قریشی مومنین توبہ کرکے اپنی تخریب کاری سے باز آ جائیں تو ان ہی کے لئے بہتر ہو گا اور اگر انہوں نے برابر رسولؐ سے اقتدار چھین لینے اور اپنی ولایت قائم کر لینے کی کوشش جاری رکھی تو پھر وَإِن يَتَوَلَّوْاْ يُعَذِّبْهُمُ ٱللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ (۷۴ / ۹ توبہ)

فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

پس پھر گیا ساتھ قوت اپنی کے اور کہا کہ جادو گر ہے یا دیوانہ ہے

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ

پس پکڑا ہم نے اس کو اور لشکروں اس کے کو پس پھینک دیا ہم نے ان کو بیچ

وَ هُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

دریا کے اور وہ برے حال تھا اور نشانیاں ہیں بیچ عاد کے جس وقت کہ بھیجی ہم نے

عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ

اوپر ان کے باؤ باج یعنی بے نفع نہیں چھوڑتی تھی کوئی چیز کہ آتی تھی اوپر اس کے

اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ

مگر کر ڈالتی تھی اس کو مانند ہڈی گلی ہوئی کے اور بیچ ثمود کے نشانیاں ہیں جس وقت

قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ

کہا گیا واسطے ان کے فائدہ اٹھاؤ ایک مدت تک پس سرکشی کی انہوں نے حکم

رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

رب اپنے کے سے پس پکڑا ان کو کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے پس نہ کر سکے

مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ

کھڑا رہنا اور نہ ہوئے بدلہ لینے والے اور ہلاک کیا قوم نوحؑ کی کو پہلے اس سے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ

تحقیق وہ تھے قوم فاسق اور آسمان کہ بنایا ہم نے اس کو ساتھ قوت کے

وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا

اور تحقیق ہم البتہ کشادہ کرنے والے ہیں اور زمین کو بچھایا ہم نے اس کو

فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ

پس اچھا بچھونا کرنے والے ہیں ہم اور ہر چیز سے پیدا کی ہم نے دو قسمیں تو کہ

(۳۹) تو اس نے اپنی ولایت وحکومت کا تحفظ بنیاد بنالیا تھا اور یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ موسیٰؑ یا تو خود جادوگر ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے۔ (۴۰) چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو گرفت میں لے کر سمندر میں پھینک دیا اور وہاں وہ ملامت کا مارا ہوا تھا۔ (۴۱) قوم لوطؑ اور موسیٰؑ ہی کی طرح عاد کے معاملے میں بھی معجزات تھے جب ہم نے ان پر روکھی سوکھی ہوا مسلط کر دی تھی تو (۴۲) اُس ہوا نے جدھر بھی رخ کیا تو جو سامنے آیا اسے منتشر کر کے جلی اور گلی ہوئی ہڈیوں کے مانند بنائے بغیر نہ چھوڑا۔ (۴۳) اور قوم ثمود کے معاملے میں بھی ہمارے معجزات موجود ہیں جس وقت انہیں ایک مدت کی مہلت دے کر کہا گیا کہ اس دوران تم تمام فوائد اٹھاؤ اور اطاعت شعار ہو جاؤ۔ (۴۴) مگر انہوں نے آمریت خداوندی کے خلاف برابر سرکشی وبغاوت جاری رکھی تو انہیں بھی بجلی نے کڑک کڑک کر ختم کر دیا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ (۴۵) وہ لوگ اٹھ کر کھڑے بھی نہ ہو سکے اور نہ انہیں بچ نکلنے کا سامان ہی مل سکا اور تباہ ہو کر رہ گئے۔(۴۶) اور ان ہی اقوام کی طرح ہم نے نوحؑ کی قوم کو بھی ہلاک کر دیا تھا یہ قوم بھی حد سے زیادہ نقصان کرنے والی بے لگام تھی۔ (۴۷) اور ہم ہی نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور ہم اس میں وسعتیں کرنے والے ہیں۔ (۴۸) زمین کو بھی ہم ہی نے بطور فرش بچھا دیا ہے اور ہم ہی اچھا بستر بچھانے والے ہیں۔ (۴۹) اور ہم نے ہر قسم کی چیزوں میں جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ

علامہ کا ترجمہ قریش کو دنیا ہی میں عذاب الیم دیئے جانے کا اور رجعت کا ثبوت ہے۔

”اب اگر یہ اپنی (ولایت کی۔احسن) اس روش سے باز آجائیں تو ان ہی کے لئے بہتر ہے اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک (عذاب کی) سزا دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی،اور زمیں میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔“(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۷) یہ تو نہایت واضح الفاظ میں قریش کے اسی دنیا میں عذاب الیم میں مبتلا ہونے پر اللہ کا

تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۹ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ

نصیحت پکڑو تم پس بھاگو طرف اللہ کی تحقیق میں واسطے تمہارے اس سے

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ ۚ وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّىْ

ڈرانے والا ہوں ظاہر اور مت مقرر کرو ساتھ اللہ کے معبود دوسرا تحقیق میں

لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۱ ۚ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ

واسطے تمہارے اس سے ڈرانے والا ہوں ظاہر اسی طرح نہیں آیا تھا ان لوگوں کو

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۵۲ ۚ

کہ پہلے ان سے تھے کوئی پیغمبرؑ مگر کہا انہوں نے جادوگر ہے یا دیوانہ

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

کیا ایک دوسرے کو نصیحت کرتے آئے ہیں ساتھ اس کے؟ بلکہ وہ ایک قوم ہیں

طَاغُوْنَ ۝۵۳ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۵۴ ۫ وَّ ذَكِّرْ

سرکش پس منہ پھیر لے ان سے پس نہیں تو ملامت کیا گیا اور نصیحت دے

فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

پس تحقیق نصیحت فائدہ دیتی ہے ایمان والوں کو اور نہیں پیدا کیا میں نے جنّ کو

وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ

اور آدمی کو مگر تو کہ عبادت کریں مجھ کو نہیں چاہتا میں ان سے کچھ رزق اور نہیں

اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝۵۷ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝۵۸

چاہتا یہ کہ کھلاویں مجھ کو تحقیق اللہ وہ ہے رزق دینے والا زور آور استوار

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ

پس تحقیق واسطے ان لوگوں کے کہ ظلم کیا انہوں نے ایک ڈول ہے مانند ڈول

اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۵۹ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

یاروں ان کے کے پس نہ جلدی مانگیں مجھ سے پس وائے ہے واسطے ان لوگوں

تم لوگ اس حقیقت کا پتہ لگانے میں مصروف رہو۔ (۵۰) چنانچہ تم اس سلسلے میں بھی اللہ کی طرف دوڑو یعنی اللہ کے مشہود جانشین سے مربوط ہو جاؤ یقیناً میں تمہیں اللہ کی طرف سے خبردار کرنے والا واضح فرد ہوں۔ (۵۱) اور دیکھو تم لوگ اللہ کی حکومت میں کوئی اور قابلِ اطاعت و بندگی فرد اپنی طرف سے مقرر نہ کرلینا یقیناً میں تمہیں اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں بہت واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں (۵۲) قریش سے پہلے والے لوگوں کے پاس بھی کوئی ایسا پیغمبرؑ نہیں آیا جسے انہوں نے جادوگر یا دیوانہ قرار نہ دیا ہوتا۔ (۵۳) کیا ایسا کرتے رہنے کے لئے یہ سب اقوام آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتی رہی ہیں؟ یہ ہی نہیں بلکہ وہ تمام اقوام طاغوت کی یعنی نظام اجتہاد کی پیرو تھیں۔ (۵۴) اے رسولؐ تم ان کے نظام کے خلاف ولایت قائم کرنے میں لگے رہو تم پر کوئی بھی ملامت نہیں ہے۔ (۵۵) اور برابر تذکرہ جاری رکھو تذکرہ ہمیشہ حقیقی مومنین کے لئے سود مند چیز ہے۔ (۵۶) اور ہم نے تو جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ مستقلاً اور ہر لمحہ بندگی و عبادت کریں۔ (۵۷) نہ تو ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم ان سے رزق حاصل کریں اور نہ یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ ہمیں کھلایا پلایا کریں۔ (۵۸) ہر قسم کا سامان بقا و ترقی فراہم کرنے والا تو ہر حال میں اللہ ہی ہے جو قوتوں کا مالک اور نہایت سنجیدہ ہے۔ (۵۹) چنانچہ جن لوگوں نے قرآن کو مہجور و تبدیل کیا (مائدہ ۔ ۴۵ / ۵، فرقان ۔ ۳۰ / ۲۵) ان کے لئے ویسا ہی عذاب ہے جیسا کہ ان کے یاروں یا اصحاب کے لئے تیار کیا ہوا ہے لہٰذا وہ عذاب کے لئے جلدی نہ کریں۔

فیصلہ ہے اور یہ اب رجعت کے زمانہ ہی میں ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ رجعت کو نہ مانیں وہ بتائیں کہ قریش کو کب عذاب الیم دیا گیا اور کب قریش کے حمایتی اور مددگار بالکل موجود نہ تھے؟ اور قرآن سے ثابت ہے کہ عہد رسولؐ میں قریش کو نہ عذاب دیا جانا تھا اور نہ عذاب دیا گیا (انفال ۳۳ / ۸) اور قریش کی اپنی تیار کردہ تاریخ سے نیز قرآن سے بھی ثابت ہے کہ بعد وفات رسولؐ قریش نے رسولؐ کی حکومت پر قبضہ کرلیا تھا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ حاکم رہے اب انہیں عذاب کون

(۶۰) ان حق پوشوں پر افسوس ہے جن کو عذاب سے ڈرایا بھی جارہاہے اور وہ اپنے عذاب کے مستحق بھی ہیں۔	كَفَرُوۡا مِنۡ يَّوۡمِهِمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ۝٦٠
	کے کہ کافر ہوئے دن ان کے سے وہ جو وعدہ دئے جاتے ہیں

دیتا وہ آج تک عذاب الیم سے دوچار نہیں ہوئے لہٰذا یہ ماننا ہی پڑے گا کہ ظہورِ قائم آل محمدؑ امام آخر الزمان علیہ السلام کے وقت جو کروڑوں قریشی لوگ اور ان کے ہمنوا و ہم مذہب موجود ہوں گے اماؑم ان کو ماخوذ کریں گے اور جو قریش موت کی آڑ میں رجعت کا انتظار کر رہے ہوں گے ان کو حاضری کا حکم دیں گے زمین پھٹنا شروع کرے گی اور تمام مطلوبہ قریشی اور متعلقہ مردے قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی حاضر ہوں گے (قٓ ۴۴ تا ۴۱ / ۵۰) اور رجعت کے زمانہ میں ان پر دنیاوی عذابِ الیم نافذ ہوگا۔ لہٰذا اے رسولؐ تم حقیقی مومنین کے روبرو ولایت حقّہ کا تذکرہ کرتے اور اس کے قیام پر زور دیتے رہو تمہیں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں ہونا چاہیئے یہ لوگ تو باقی سابقہ اقوام کی طرح اجتہاد اور طاغوتی حکومت کے عادی ہیں ان کو بار بار خبردار کرتے رہو اس سے حقیقی مومنین پورا پورا فائدہ اٹھاتے چلے جائیں گے۔(۵۵ تا ۵۰ / ۵۱)

سُوۡرَةُ الطُّوۡرِ

سُوۡرَةُ الطُّوۡرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِىَ تِسۡعٌ وَ اَرۡبَعُوۡنَ اٰيَةً وَّ فِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اُنچاس (۴۹) آیتیں اور دو (۲) رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) قسم ہے طور کی (۲) اور سطروں میں لکھی ہوئی کتاب کی (۳) جو جھلی پر لکھ کر عام کی گئی ہے۔ (۴) اور قسم ہے مخصوص تعمیر شدہ مکان کی۔ (۵) اور اس چھت کی جو بلند تر رکھی گئی ہے۔ (۶) اور موجزن رہنے والے سمندر کی (۷) کہ تیرے پروردگار کا عذاب قریش پر ضرور بالضرور واقع ہوکررہے گا۔ (۸) اور اس عذاب کو ہٹا دینے والا کوئی نہیں ہے۔	وَالطُّوۡرِ ۝١ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۝٢ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۝٣ وَّالۡبَيۡتِ قسم ہے طور کی اور کتاب لکھی ہوئی کی بیچ جھلی لکھی ہوئی کے اور بیت الۡمَعۡمُوۡرِ ۝٤ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۝٥ وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۝٦ اِنَّ المعمور کی اور چھت بلند کی ہوئی کی اور دریا جھوکے ہوئے کی تحقیق عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝٧ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ ۝٨ عذاب پروردگار تیرے کا البتہ ہونے والا ہے نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا

تشریحات سورۂ الطور:

۱۔ آیات (۵ تا ۱ / ۵۲) طور، کتاب مسطور، بیت المعمور سقف اور بحر مسجور کا بیان۔

(۱) طور اس پہاڑ کا نام ہے جس پر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی ابتدا فرمائی تھی اور جہاں انہیں توریت عطا کی گئی تھی۔ اور جس پہاڑ پر بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) منتخب علما اور بزرگوں کو صاعقہ کے ذریعہ موت دی گئی تھی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کرکے دنیا میں رہنے کا دوبارہ موقع دیا گیا تھا۔

(۲) کتاب مسطور سے مع قرآن تمام الہامی ریکارڈ مراد ہے۔ جو خانوادۂ نبوت میں ہمیشہ قلمی طور پر لکھا ہوا موجود رہتا چلا آرہا تھا۔ اور آج بھی موجود ہے۔ اس ریکارڈ کو ایسی جھلی کے ورقوں پر لکھا جایا کرتا تھا جو کتابیں لکھنے کے لئے تیار کی جاتی تھی اور

(۹) وہ اس روز واقع ہو گا کہ جس دن آسمان خوب خوب ڈگمگائے گا۔ (۱۰) اور پہاڑ اڑے اڑے پھریں گے (۱۱) اس روز قرآن کے حقائق کو جھٹلانے والوں کا برا حال ہو گا۔ (۱۲) ان لوگوں کا حال جنہوں نے قرآن کی تعبیرات اور تاویلات کو آج کھیل بنا رکھا ہے۔ (۱۳) اسی دن ان قریشیوں کو دھکے مار مار کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾

جس دن کہ پھٹ جائے گا آسمان پھٹ جانے کر اور چلیں گے پہاڑ چلنے کر

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ

پس وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے وہ جو بیچ جھگڑے کے

يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾

کھیلتے ہیں جس دن کہ دھکے دئے جائیں گے طرف آگ دوزخ کی دھکے دینے کر

جس پر مدت دراز تک سطروں اور الفاظ کے مٹ جانے یا غائب ہوجانے کا اندیشہ نہ رہتا تھا۔ اس جھلی کو رَقّ اس لئے کہتے تھے کہ وہ نہایت ملائم ہوا کرتی تھی اور بار بار مڑنے سے سخت نہ ہوتی تھی۔ منشور اس لئے فرمایا گیا کہ الہامی ریکارڈ کی باقاعدہ نشر و اشاعت ہوتی چلی آ رہی تھی یوں ہی خواہ مخواہ دعوٰی نہ کر دیا جاتا تھا۔ یہ عرب تھے جن کو اس لئے پوری کتاب نہ دی گئی کہ وہ تحریف نہ کر سکیں۔ قرآن کی عربی عبارت مناسب مقام سے تھوڑی تھوڑی سنائی جاتی رہی کہ مختلف لوگ زبانی یاد کرلیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ لہٰذا سیاسی لیڈروں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ قرآن کے الفاظ کو لوگوں کے دماغوں کے اندر تبدیل کر سکتے یا لوگوں کے لکھے ہوئے یا مرکزی ریکارڈ میں کمی یا زیادتی کر سکیں۔ اور یہی مجبوری تھی جس کی وجہ سے قریشی علما نے معنوی تحریف کی طرح ڈالی تھی۔

(۱۔الف) تحریفِ قرآن کرنے والوں پر عذاب کی اطلاع۔

وہ آپس میں بیٹھ کر آیاتِ خداوندی کو پڑھتے اور آیات کے مفاہیم کو قومی و ملکی تقاضوں اور مصلحتوں پر ڈھالنے میں کوشاں رہتے تھے۔ اسی کوشش اور جدوجہد کا دوسرا علمی نام اجتہاد رکھا گیا ہے اور آیت (۱۲ / ۵۲) میں قریشی علما کی اسی تگ و دو کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اسی گروہ کے باطل ہونے کے ثبوت میں یہ پانچ مقدس چیزوں کی قسم کھا کر عذاب کی پیش گوئی کی گئی ہے۔(۸۔۷ / ۵۲)

(۱۔ب) بیت المعمور عالم بالا کے لوگوں کے لئے قبلہ و کعبہ ہے۔

بیت المعمور وہ عبادت گاہ ہے جس میں عالم بالا کے لوگ، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام عبادت کرتے ہیں۔ اور اسی کی چھت کو وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ۔ بلند ترین چھت فرمایا گیا ہے۔ اس لئے کہ نہ بیت المعمور سے بلندتر کوئی اور مکان ہے نہ چھت ہے۔ اور وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ سے مراد تمام سمندر اور پانی کے ذخائر ہیں۔

(۱۔ج) قریش نے اعلانِ نبوت و خلافت و وزارت کے فوراً بعد ادارۂ اجتہاد قائم کر دیا تھا۔

آیات (۱۲۔۱۱ / ۵۲) نے نہایت کلیدی الفاظ میں یہ بتا دیا ہے کہ قریشی مفکرین قرآنی تعلیمات میں غورو خوض وفکر و تدبر جاری رکھتے تھے۔ اور جو مفاہیم آیات قرآنی سے برآمد کرتے تھے ان سے ادھر ان مفکرین کا مقصد برآمد ہوجاتا تھا اور ادھر قرآن کی تکذیب ہوجاتی تھی۔ یعنی یہ حضرات قرآن کو اپنی قومی و ملکی مصلحتوں اور تقاضوں کے مطابق ڈھالنے میں ماہر تھے اور تاویلات وتعبیرات کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے تھے۔ قریش کا یہ ادارۂ اجتہاد دعوتِ ذوی العشیرہ کے فوراً بعد قائم ہوگیا تھا۔ اوّل اس لئے کہ سورۂ طور کی تلاوت اسی زمانہ میں کی گئی تھی دوئم اس لئے کہ اس دعوت میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو خلیفہ ووزیر اور اپنا دست وبازو بنا کر ان کی اطاعت تمام اُمت پر واجب کردی تھی۔ اور قریش کو ظاہر ہے کہ شخصی آمریت منظور نہ تھی۔ اس لئے وہ ہر ایک آیت میں جمہوریت و پنچایت ومشورہ و مشاورت کی تلاش میں لگے رہتے تھے۔ تاکہ علیؑ تو علیؑ تھے خود رسولؐ کا تنہا و ذاتی حکم نہ ماننے کی راہیں نکالی جائیں۔

(۱۴) اور بتایا جائے گا کہ وہ آگ یہی ہے تم جس کو جھٹلایا کرتے تھے ۔ (۱۵) اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے ۔یا تمہاری نظر ہی کام نہیں کرتی ۔(۱۶) خود کو اس آگ میں جلنے پر آمادہ کرو اب تم صبر کرو یا بے صبری کرو تمہارے لئے دونوں مساوی ہیں اس لئے کہ تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جارہا ہے جیسے تم عمل کررہے تھے ۔ یعنی جیسا تم نے کیا ویسا تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے ۔ (۱۷) متقی و پرہیزگار جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے (۱۸) اور ان چیزوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جو انہیں ان کے پروردگار نے دینا ہیں اور انہیں ان کا پروردگار جحیم کے عذاب سے بچالے گا ۔ (۱۹) ان سے کہا جائے گا کہ تم مزے سے کھاؤ پیؤ اپنے ان اعمال کے لئے جو تم کرتے رہے تھے۔ (۲۰) وہ اپنے اپنے صف بہ صف بچھے ہوئے تختوں اور مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم ان کی شادیاں خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے ۔

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ

یہ ہے وہ آگ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے کیا پس جادو ہے یہ یا تم

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ

نہیں دیکھتے داخل ہو اس میں پس صبر کرو یا نہ صبر کرو برابر ہے اوپر تمہارے

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ

سوائے اس کے نہیں کہ جزا دیئے جاؤ گے تم جو کچھ کہ تھے تم کرتے تحقیق

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ

پرہیزگار بیچ بہشتوں کے اور نعمت کے ہیں خوشی کی باتیں کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے

رَبُّهُمْ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

کہ دی ہے ان کو رب ان کے نے اور بچا لیا ان کو پروردگار ان کے نے عذاب

الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

دوزخ کے سے کھاؤ اور پیؤ سہتا بدلے اس چیز کے کہ تھے تم کرتے تکیہ لگائے ہوئے

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ

اوپر تختوں صف باندھے ہوؤں کے اور بیاہ دیا ہے ہم نے ان کو ساتھ گوریوں

(ا۔د) قریش قرآن کا انکار نہ کرتے تھے نہ ان کی تکذیب کا مطلب انکار تھا وہ اپنی بصیرت پر نازاں تھے ۔

قریش کے اس ادارہ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ وہ اللہ کے احکام کا انکار کردیں یا خدا کو اور اس کے احکام کو جھوٹا و باطل قرار دے دیں ۔ وہ نہایت دیانتداری سے آیات میں غوروفکر کرکے منشائے خداوندی جاننے میں کوشاں رہتے تھے اور جو کچھ ان کی بصیرت اور تجربہ اخذ کرتا تھا اسے اللہ کا حکم سمجھتے تھے بری بات یہ تھی کہ وہ نبیؐ کی تنہا عقل و بصیرت کو ایک آدمی کی بصیرت سمجھتے تھے جس میں غلطی اور غلط فہمی کا امکان ہوتا ہے ۔

قریش کے نزدیک رسولؐ کی تنہا بصیرت میں غلطی وغلط فہمی کا امکان موجود تھا۔

چنانچہ مودودی صاحب قرآن کی آیتوں سے اسی مطلب کو یوں لکھتے ہیں کہ: ”یہ جملہ معترضہ (۱۹۔۱۵ / ۷۵) اپنے موقع و محل سے بھی اور روایات کی رو سے بھی اس بنا پر دورانِ کلام (وحی۔احسن) میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت جبرائیلؑ یہ سورہ (قیامۃ۔احسنؔ) حضورؐ کو سنا رہے تھے اس وقت آپؐ اس اندیشہ سے کہ کہیں بعد میں بھول نہ جائیں، اس کے الفاظ اپنی زبان مبارک سے دھراتے جارہے تھے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کا نیا نیا تجربہ ہو رہا تھا۔ اور ابھی آپ کو وحی اخذ کرنے کی عادت اچھی طرح نہیں پڑی تھی... بعد میں جب حضورؐ کو وحی اخذ کرنے کی اچھی طرح مشق ہو گئی تو اس طرح کی ہدایات کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی “(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۰)

اسی قسم کے حالات کو قریش نے سامنے رکھا اور دین کو اپنی عقل و بصیرت و اجتہاد سے اختیار کیا تھا۔ لیکن اللہ نے احکام بھی دیئے تاکیدیں بھی کیں کہ رسولؐ کی ہربات لفظ بلفظ مانو اور اطاعت کرو مگر قریش اس معاملے میں ہمیشہ محتاط رہے ۔ اور کبھی

(۲۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے بھی ان کی ایمانی پیروی کی اس ذریت کو بھی ہم ان مومنین کے ساتھ جنت میں اکٹھا کردیں گے اوران کے اعمال یا درجوں میں کسی قسم کی کٹوتی و کمی نہ ہونے دیں گے یہ سمجھو کہ ہر ہر آدمی اپنے اپنے اعمال وکردار کے بالعیوض رہن پڑا ہوا ہے ۔ (۲۲) اور جنتیوں کو ہم پھلوں اور گوشت سے اور تمام ضرورت کی چیزوں سے اور جن جن چیزوں یالذتوں کی انہیں خواہش ہوگی سب کی سب فراہم کرنے میں ان کی مدد کریں گے۔ (۲۳) وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب کی چھینا جھپٹی اور چھیڑ خانی کرتے ہوئے بھی ناشائستہ بات یا گنہگاری نہ کریں گے۔ (۲۴) ان کی خدمت میں ان کے لئے مخصوص کئے ہوئے لڑکے چاروں طرف چکر لگا رہے ہوں گے جو جگمگاتے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے ۔ (۲۵) وہ ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر گزشتہ حالات پر تبصرہ کیا کریں گے وہ کہیں گے کہ دیکھو (۲۶) یہاں آنے سے پہلے تو ہم اپنے اہل وعیال میں سہمے ہوئے دن گزارتے تھے۔ (۲۷) چنانچہ اللہ نے ہمیں جھلس دینے والے عذاب سے محفوظ کرکے ہم پر ہماری مرادوں کے مطابق احسان کیا ہے ۔ (۲۸) گزشتہ زمانہ میں ہم اس سے ایسی ہی دعائیں مانگتے تھے واقعی وہ تو نیک پسند اور مہربان ہے ۔ (۲۹) بہرحال اے نبیؐ تم یہ تذکرہ جاری رکھو تم تو اپنے رب کی نعمتوں سے سرفراز ہو

عِيْنٌ ۝٢٠ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ

اچھی آنکھوں والیوں کے اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور پیروی کی ان کی

ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اولاد ان کی نے ساتھ ایمان کے ملادیا ہم نے ساتھ ان کے اولاد ان کی کو

وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیءٍۢ بِمَا

اور نہ کم دیا ہم نے ان کو عملوں ان کے سے کچھ ہر آدمی بیچ اس چیز کے کہ

كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝٢١ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ

کمایا ہے گرفتار ہے اور مدد دیں گے ہم ان کو ساتھ میووں کے اور گوشت کے

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٢٢ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا

اس چیز سے کہ چاہتے ہیں ایک دوسرے سے چھین لیویں گے بیچ اس کے پیالہ

لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ ۝٢٣ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ

کہ نہ بیہودہ بکنا بیچ اس کے اور نہ گنہگاری اور پھریں گے اوپر ان کے غلام ان کے

لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝٢٤ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

گویا کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے اور منہ کریں گے بعضے ان کے اوپر بعض کے

يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝٢٥ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝٢٦

پوچھتے ہوئے کہیں گے تحقیق تھے ہم پہلے بیچ لوگوں اپنے کے ڈرتے ہوئے

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝٢٧

پس احسان کیا اللہ نے اوپر ہمارے اور بچایا ہم کو عذاب باؤ گرم کے سے

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝٢٨ ع

تحقیق تھے ہم پہلے اس سے پکارتے اس کو تحقیق وہ ہے احسان کرنے والا مہربان

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ

پس نصیحت کر پس نہیں تو ساتھ نعمت پروردگار اپنے کے جنوں سے خبر لینے والا

رسولؐ کو خطا اور غلطی سے مُبرّا نہ سمجھا۔ اور کبھی بھی اپنی اجتماعی بصیرت کے خلاف کوئی حکم نہ مانا۔ اس عمل درآمد کو اللہ نے قرآن کی تکذیب قرار دیا ہے لیکن قریش نے تکذیب کرنے کے خیال سے کوئی کام نہیں کیا بلکہ اپنے اخذ کردہ اور سمجھے ہوئے مطالب ہی کو اللہ کا منشاء و مدعا سمجھتے رہے۔ انہیں بالکل یہ خیال نہ تھا کہ انہیں ان کے مجتہدانہ عمل درآمد کے لئے جہنم میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اللہ ان کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم دے رہا ہے۔ اور ان

اس لئے نہ تم دیوانے ہو سکتے ہو اور نہ فال کھولنے والے ہو۔ (۳۰) کیا یہ لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص تو ایک شاعر ہے جس کے حق میں ہم احسان کرنے میں بھی پس و پیش اور موقع کی تاک میں ہیں۔(۳۱) ان سے کہہ دو تم بھی تاک میں رہو اور میں بھی موقع کی تلاش میں رہنے والوں کے ساتھ ہوں۔ (۳۲) کیا یہ سب کچھ جو وہ کر رہے ہیں ان کی عقل وبصیرت و اجتہاد کا فیصلہ ہے یا یہ کہیں کہ وہ ہیں ہی سرکش لوگ؟ (۳۳) یا ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ قرآن خود اسی کا اپنا جچا تلا قول ہے؟ اصل بات یہ نہیں بلکہ وہ تو قرآن کو ماننا ہی نہیں چاہتے۔ (۳۴) اگر قرآن کو انسان بنا سکتا ہے تو انہیں اپنے سچا ہونے کے ثبوت میں قرآن ایسی ایک بات بنا کر دکھانا چاہیئے۔ (۳۵) کیا یہ لوگ اور یہ دنیا بلاکسی خالق اور سامانِ کے خود ہی پیدا ہوئے ہیں یا وہ خود ہی خالق بھی ہیں؟ (۳۶) یا ان آسمانوں اور زمین کو انہوں نے ہی پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس سامانِ یقین نہیں ہے۔ (۳۷) کیا تیرے پروردگار کے خزانے ان ہی کے پاس ہیں یا یہ لوگ خود ہی ان پر داروغہ ہیں؟ (۳۸) کیا ان کے پاس ایسی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ یہ عالم بالا کی خبریں سنتے ہوں؟ ایسا ہے تو سن لینے والا کوئی

وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ

اور نہ دیوانہ کیا کہتے ہیں کہ شاعر ہے انتظار رکھتے ہیں ہم ساتھ اس کے

رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ

حادثہ موت کے کہہ منتظر رہو پس تحقیق میں بھی ساتھ تمہارے

مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

انتظار کرنے والوں سے ہوں کیا حکم کرتی ہیں ان کو عقلیں ان کی ساتھ اس کے

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا

کیا یہ قوم سرکش ہیں کیا کہتے ہیں اس نے بنایا ہے اس قرآن کو بلکہ نہیں

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾

ایمان لاتے پس چاہیئے کہ لے آویں ایک بات مانند اس کی اگر ہیں سچے

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا

کیا پیدا کئے گئے ہیں بلاکسی چیز کے یا وہی ہیں پیدا کرنے والے کیا پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ

انہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو بلکہ نہیں یقین لاتے کیا نزدیک ان کے

خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ

خزانے ہیں پروردگار تیرے کے کیا یہ داروغہ ہیں کیا واسطے ان کے

سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

سیڑھی ہے کہ سن لیتے ہیں بیچ اس کے پس چاہیئے کہ لے آوے سننے والا ان کا

پر جہنم کے داخلہ کو جھٹلانے کا جرم عائد کر رہا ہے (۱۶۔۱۳ / ۵۲) بہرحال قریش کو یہ یقین دلانے کے لئے پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں (۵ تا ۱ / ۵۲) کہ تمہارے اختیار کردہ مذہب کے نتیجے میں جہنم واجب ہے۔ اور آنکھیں کھول کے اس کو دیکھ لو آیا یہ جہنم ہی ہے یا کوئی جادو یا نظر بندی ہے؟ یہ ہے تمہارے نظامِ مشاورت اور مجتہدانہ فیصلوں کا بدلہ تم یہاں جلتے پٹختے رہو۔

(۲)۔ آیات (۳۴ تا ۳۰ / ۵۲) قریشی علما اور لیڈروں پر عقلی تنقید سے انہیں بہانہ باز ثابت کیا ہے۔

آیت (۳۰ / ۵۲) قریشی لیڈروں کے ایک گھسے پٹے اعتراض کو بیان کرتی ہے چونکہ قرآن کریم کی حیران کن عبارتیں اور آنحضرتؐ کی دلفریب تلاوت سننے والوں کو محو و مبہوت کر دیا کرتی تھی اور لوگ اسلام لانے میں جلدی کرتے تھے۔ ان کو روکنے کے لئے لیڈر حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شاعر اور جادوگر کہا کرتے تھے۔ اور چونکہ آپ کی دی ہوئی اطلاعات قطعاً صحیح نکلتی تھیں اس لئے یہ ماننے کے بجائے کہ وہ اطلاعات اللہ نے اپنے نبیؐ کو دی ہیں۔ یہ چالاکی کرتے تھے کہ عوام کو یہ بتاتے تھے کہ یہ تو ایک فال دیکھنے والا کاہن ہے جو تُک بندیاں کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی صحیح تُکا بھی لگ جاتا

سلطانی دلیل واضح کرکے دکھائے۔ (۳۹) کیا اللہ کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے طے شدہ ہیں؟ (۴۰) کیا تم ان سے کوئی معاوضہ طلب کررہے ہو؟ کہ جس سے یہ جرمانہ کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔ (۴۱) کیا ان کے پاس غیبی حقائق کا عِلم ہے کہ وہاں سے یہ بکواس لکھ لیتے ہوں۔ (۴۲) یا یہ کوئی خطرناک چال چلنا طے کرچکے ہیں تو سمجھ لو کہ حق پوش لوگ اپنی ہرچال میں خود الجھ جایا کرتے ہیں۔ (۴۳) یا یہ کہ ان کا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے؟ اللہ پاک ہے ان تمام چیزوں اور تصورات سے جن کو یہ لوگ اللہ کے اقتدار میں شریک کرتے ہیں۔ (۴۴) اور اگر یہ لوگ آسمان سے کوئی کالا سا ٹکڑا ٹوٹ کر گرتا ہوا دیکھیں تو اسے بھی اُمنڈ کرچلے آنے والا بادل قراردیں گے۔ (۴۵) چنانچہ اے نبیؐ ان کو منتشر ہی رہنے دو یہاں تک کہ یہ قریش اپنے اُس دن سے ملاقات کریں جِس دن انہیں بار بار موت سے دوچار کیا جائے گا۔ (۴۶) جس روز ان کی ساری مکاریاں، فریب اور پالیسیاں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی

بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ؕ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ ؕ﴿۳۹﴾ اَمْ

دلیل ظاہر کیا واسطے اس کے بیٹیاں ہیں اور واسطے تمہارے بیٹے کیا

تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ؕ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ

مانگتا ہے تو ان سے بدلا پس وہ تاوان سے بوجھل ہیں کیا نزدیک ان کے

الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ؕ﴿۴۱﴾ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ

علم غیب ہے پس وہ لکھ لیتے ہیں یا ارادہ کرتے ہیں مکر کا پس جو لوگ کہ

كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ؕ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ

کافر ہیں وہی مکر کئے گئے ہیں کیا واسطے ان کے معبود ہیں سوائے اللہ کے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا

پاک ہے اللہ اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں اور اگر دیکھیں ایک ٹکڑا

مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى

آسمان سے گرتا ہوا کہیں بادل ہے تہہ بہ تہہ پس چھوڑ دے ان کو یہاں تک کہ

یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ۙ﴿۴۵﴾ یَوْمَ لَا

ملاقات کریں اس دن کی کہ بیچ اس کے بے ہوش کئے جاویں گے جس دن کہ نہ

ہے۔ اور جب لوگ رسوؐل اللہ سے کسی آیت کی تشریح و تفصیل کے لئے جمع ہو جاتے تھے تو انہیں منتشر کرنے کے لئے حضوؐر کو پاگل یا مجنوں (۲۹ / ۵۲) بتا کر لوگوں کو متنفر کردیا کرتے تھے۔ یہاں آیت (۳۲ / ۵۲) میں ان لیڈروں پر طنز کیا گیاہے کہ اگر تم یہ تمام الزامات عقل کی رو سے لگاتے ہو تو یقیناً تمہاری باتوں میں اتنا تضاد اور بے تکا پن ہے کہ ایک عقل مند آدمی تو تمہیں ہی دیوانہ اور پاگل کہے گا۔ اس لئے کہ ایک پاگل شاعر نہیں ہوسکتا۔ نہ پاگل کاہن ہوتا ہے اور نہ علم غیب کی خبریں دے سکتا ہے۔ نہ وہ قرآن جیسی عبارت نثر میں تیار کرسکتا ہے۔ اور اس آیت میں انہیں قَوْمٌ طَاغُوْنَ کہا گیا ہے یعنی تمہاری یہ باتیں عقل کی رو سے نہیں بلکہ سرکشی کے ماتحت طاغوتی حربے ہیں (۳۲ / ۵۲) یہیں (۳۳ / ۵۲) یہ بتا دیا کہ قرآن کو من گھڑت بھی وہ دل سے نہیں کہتے بلکہ ایمان لانے اور ماتحتی اختیار کرنے سے بچنے کے لئے سیاسی بہانے کرتے ہیں تاکہ اور لوگ بھی ایمان نہ لائیں۔

(۳)۔ آیات (۴۷۔۴۵ / ۵۲) کو دیکھنے ولا ہر شخص رجعت پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔

قرآن کریم کی تفہیم تیار کرنے کے دوران یہی وہ مقام ہے جہاں علامہ مودودی سے قریشی منصوبے کے خلاف بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ یعنی آیات (۴۷ تا ۴۵ / ۵۲) کا ترجمہ لاشعوری طور پر صحیح کردیا۔ لہٰذا پہلے آپ وہ ترجمہ اور اس ترجمے کا ماحول اپنے سامنے رکھ لیں تاکہ آپ بھی مسئلہ رجعت کا زور دیکھ سکیں کہ اللہ نے قریش کے فی زمانہ سب سے بڑے محافظ اور پیروکار عالم کے قلم سے حق کو ثابت کرا لیاہے۔ اور ہمیں موقع دیا ہے کہ علامہ کو مسئلہ رجعت کی تائید کرنے والوں کی فہرست میں داخلہ کا نمبر دے سکیں۔ ملاحظہ ہو علامہ لکھتے ہیں کہ:

علامہ کا ترجمہ یعنی احقاق الحق: "پس اے نبیؐ، انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن کو پہنچ جائیں جس میں

يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ

کفایت کرے گا ان سے مکر ان کا کچھ اور نہ وہ مدد دیئے جاویں گے اور تحقیق

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ

واسطے ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے ہیں عذاب سے ورے اس کے ولیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ

بہت ان کے نہیں جانتے اور صبر کرو واسطے حکم پروردگار اپنے کے پس تحقیق تو

بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ

بیچ آنکھوں ہماری کے ہے اور پاکی بیان کر ساتھ تعریف رب اپنے کے جس وقت

تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

کھڑا ہو تو اور رات کو پس تسبیح کیا کر اس کو اور پیچھے جانے تاروں کے

اور نہ ہی ان کو نصرت حاصل ہوسکے گی (۴۷) اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خالص احکامِ قرآن کو نافذ نہ کرنے والوں (مائدہ ۴۵ / ۵) کے لئے موت سے دوچار رہنے کے علاوہ بھی ایک اور عذاب ہے ولیکن قریش کی کثرت اس سے لاعلم ہے۔(۴۸) اے نبیؐ آپ اپنے پروردگار کے حکم کی خاطر صبر کرلیں آپؐ سو فیصد ہماری نگاہ کا مرکز ہیں آپ جب بھی کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمدوثنا ہمہ گیر بنانے کا انتظام کیاکرو۔ (۴۹) اور رات میں بھی اس کی حمدوثنا عام کرو اور ستاروں کے غروب ہوجانے کے بعد بھی جاری رکھو۔

یہ مار گرائے جائیں گے، جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کسی کام آئے گی نہ کوئی ان کی مدد کو آئے گا۔اور اس وقت کے آنے سے پہلے بھی ظالموں کے لئے ایک عذاب ہے، مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔"(طور ۴۵ تا ۴۷ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۸۳)

علامہ مودودی آخر علامۂ دوران ہیں انہیں قرآن کی عربی عبارات کی اصلاح کرنے اور جہاں ضرورت ہو اضافہ کرتے **علامہ نے حسب عادت ایک جملہ خود بڑھا دیا ہے۔** رہنے کا اختیار تو ہونا ہی چاہیئے۔ چنانچہ اس ترجمہ کے آخری جملہ میں علامہ نے صرف یہ اضافہ فرمایاہے کہ "اس وقت کے آنے سے پہلے بھی"علامہ کی اس اردو کے لئے آیت میں کوئی لفظ یا الفاظ نہیں آیت یہ ہے۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ اس عربی میں کہیں بھی لفظ "مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ" نہیں آیا کہ اس کے معنی "اس سے پہلے "کئے جاسکتے۔اس آیت میں تو یہ فرمایا ہے کہ:

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ ﴿۴۷﴾ (الطور: ۴۷ / ۵۲)

"ظالموں کے لئے اس کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے "(۴۷ / ۵۲) اس میں "پہلے" اور "پیچھے" کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے بات یہ ہے کہ علامہ کو اس کی ضرورت تھی کہ ان کو "مار گرانے"سے پہلے پہلے عذاب ہو جانا چاہیئے۔ اس لئے علامہ نے لفظ "دُونَ ذَٰلِكَ" کا ترجمہ "اس وقت کے آنے سے پہلے" کر دیا ہے۔ اور یہی ترجمہ باقی پوری کمپنی کے مترجمین نے کیا ہے سوائے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم کے۔ دیکھیئے۔

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ: وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ ﴿۴۷﴾ (الطور: ۴۷ / ۵۲)

"وہر آیند ستمگاران راعذابیست غیر ایں ولیکن اکثر ایشان نمیدانند (۴۷ / ۵۲)

علامہ اینڈ کمپنی کی جانب داری دکھانے کے لئے بڑی محنت درکار ہوتی رہی ہے۔ اب ہم علامہ کی تفہیم کی تلاشی لے کر آپ کو دکھاتے ہیں کہ لفظ "دُونَ ذَٰلِكَ" کے عمداً سوچ سمجھ کر غلط معنی کئے گئے تھے۔ ذرا سا صبر و زحمت گوارا فرمالیں۔

(۱)"اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے ہیں" (تفہیم ۳ صفحہ ۱۷۷) اور دیکھیئے۔ (۱) وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ (۸۲ / ۲۱ انبیاء) (۲) وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّن دُونِ ذَٰلِكَ (مومنون ۶۳ / ۲۳) (۳) مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ (اعراف ۱۶۸ / ۷) (۴) إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ (النساء ۴۸ / ۴)

(۲) ”اور ان کے اعمال بھی اس طریقے سے (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) مختلف ہیں“(تفہیم القرآن جِلد ۳صفحہ ۲۸۸)
(۳) ”کچھ لوگ ان میں نیک تھے اور کچھ اس سے مختلف“(تفہیم القرآن جِلد ۲صفحہ ۹۳) (۴) ”اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتاہے۔“(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۳۵۸)

چار مقامات پر علامہ نے بلا خطر ”دُونَ ذَلِكَ“ کے صحیح معنی کئے ہیں اب تنہا دون کو دیکھیں۔

معلوم ہو گیا کہ علامہ کو لفظ دُونَ کے صحیح معنی معلوم تھے۔اس علم و دانش کے باوجود آیت(۵۲/۴۷) میں غلط معنی کرکے صورت حال کو چھپانا چاہا تھا لیکن قرآن مجرموں کو پکڑوانے کا انتظام رکھتا ہے۔بہرحال اب چند مثالیں لفظ ”دُونَ“ کی اور دیکھ کر بات آگے بڑھائیں۔

(۵) ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ﴾ (نساء ۴/۱۱۶) (۶) ﴿تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ ”(عنکبوت ۲۹/۱۷) (۷) ﴿ٱتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ ”(مائدہ ۵/۱۱۶)

(۵) ”اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔(تفہیم جلد اوّل صفحہ ۳۹۷)
(۶) ”اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو“(تفہیم القرآن جِلد ۳صفحہ ۶۸۷) (۷) ”خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو؟“(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۵۱۵) (۸) مندرجہ ذیل مقامات پر لفظ دُونِ کے معنی ”سوائے“ ملیں گے۔
(الف) فرقان ۲۵/۱۸ تفہیم جلد ۳صفحہ ۴۴۳۔(ب) یونس ۱۰/۶۶، تفہیم القرآن صفحہ ۲۹۶ جلد ۲(ج) توبہ ۹/۳۱ تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۱۸۹ (د) زمر ۳۹/۳۶ تفہیم القرآن جِلد ۴ صفحہ ۳۷۳ (وغیرھا)
یہاں تک بار بار ثابت ہوا کہ لفظ دُونِ کے معنی ”پہلے“ کرنا غلط تھے اور یہ کہ اس کے معنی ”سوائے“ یا ”علاوہ“ ہیں۔لہٰذا اب زیر بحث آیات کو دوبارہ لکھیں اور علامہ مودودی کی مندرجہ بالا سندات کی روشنی میں صحیح معنی کر لیں تو کسی قاری کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

(۳۔الف) علامہ مودودی کی سند کے ماتحت آیت (۵۲/۴۷) کا صحیح ترجمہ کر لیں۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

”﴿فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَـٰقُوا۟ يَوْمَهُمُ ٱلَّذِى فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝٤٥ يَوْمَ لَا يُغْنِى عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝٤٦ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝٤٧﴾ (الطور: ۴۵ تا ۵۲/۴۷)

علامہ کا سو فیصد ترجمہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔”پس اے نبیؐ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے۔جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کسی کام آئے گی نہ کوئی ان کی مدد کو آئے گا۔اس کے سوائے ان ظالموں کے لئے ایک اور عذاب ہے۔مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں“(تفہیم القرآن جِلد ۵صفحہ ۱۸۳)

(۳۔ب) آیات (۴۵ تا ۵۲/۴۷)کے الفاظ اور علامہ کے پہلے اور اصلاح شدہ ترجمہ کے نتائج:

ان تینوں آیات (۴۵، ۴۶، ۵۲/۴۷) اور ترجمہ کو سامنے رکھیں اور مندرجہ ذیل نتائج کو دیکھیں۔
اوّل۔یہ آیات تمام اہل مکہ اور قریش کو مخاطب کرتی ہیں۔ ان میں کوئی خاص گروہ یا چند لوگ مخاطب نہیں ہیں۔
دوم۔آنحضرتؐ کو ان کی طرف سے تمام توجہات اور تبلیغات و تعلقات کو منقطع کرکے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔
سوم۔اس ترک تعلق کی مدت اس دن کے آنے تک ہے جب تمام مخاطبین بیک وقت مار دیئے جائیں گے۔
چہارم۔اس روز تمام قریش کے مکرو فریب غیر موثر ہو کر رہ جائیں گے اور ان کی مدد کرنے والے مدد نہ کر سکیں گے۔
پنجم۔آیت (۵۲/۴۷) کی رو سے قریش کی اجتماعی موت عذاب قرار پاتی ہے اور جس کے سوا ایک اور عذاب کی خبر دی گئی ہے۔یعنی
ششم۔عربوں کی اجتماعی موت کے بعد دوسرے عذاب کے لئے انہیں پھر زندہ کیا جائے گا۔یا زندہ ہونا چاہیئے ورنہ عذاب ناممکن ہے۔

(۳۔ج)ان آیات(۴۵تا۵۲/۴۷)میں مذکور تمام نتائج قیامت ورجعت میں ممکن ہیں۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ رسولؐ اللہ کے مخاطب اہل

مکہ و قریش باری باری اپنی اپنی فطری موت مرتے رہے اور آج ہی نہیں بلکہ وہ مدت دراز سے مردہ ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اب وہ بھی باقی پوری نوع انسان کے ساتھ ہی اس دوسرے صور سے زندہ ہوں گے ۔ جو قیامِ قیامت کے لئے پھونکا جائے گا ۔ اور اگر یہ لوگ اس صور سے زندہ کئے گئے تو اس کے بعد نہ موت ہے اور نہ ان کو آیت (۴۵ / ۵۲) کی رو سے اجتماعی موت دینا ممکن رہے گا ۔ نہ آیت (۴۷ / ۵۲)والا عذاب دیا جاسکے گا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان تمام لوگوں کوا مامؑ زمانہ علیہ السلام رجعت والی زندگی عطا کریں گے۔ پھر ان کو رجعت کے دوران ان تمام مظالم و جرائم کی سزائیں دی جائیں گی جن کی سزا سے یہ لوگ مشیتِ خداوندی کے تسلسل کی آڑ میں بچ نکلے تھے ۔ ان سزاؤں کے اور زمانۂ رجعت کے ختم ہونے کے بعد وہ صور پھونکا جائے گا۔ جس سے قربِ قیامت کے تمام زندگی بسر کرنے والے انسان مر جائیں گے اِلّاماشاء اللہ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ : (علامہ کا ترجمہ دیکھیں :)

(۳۔د) قیامِ قیامت والا صور جو تمام زندہ لوگوں کو مار دے گا ۔

وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾ (زمر ۶۸ / ۳۹)

”اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے ۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے “

اس ترجمہ کی وضاحت بھی علامہ ہی سے سن لیں ارشاد ہے :

”یہاں صرف دو مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر ہے ۔ ان کے علاوہ سورۂ نمل (۸۷ / ۲۷) میں ان دونوں سے پہلے ایک اور نفخِ صور کا ذکر بھی آیا ہے ۔ جسے سن کر زمین و آسمان کی ساری مخلوق دہشت زدہ ہو جائے گی (إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ) اسی بنا پر احادیث میں تین مرتبہ نفخِ صور واقع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ایک نفخة الفَزَع، یعنی گھبرا دینے والا صور۔ دوسرا نَفْخَةُ الصَّعق،یعنی مارگرانے والا صور۔ تیسرا نَفخة القیام لِرَبّ العالمین،یعنی وہ صور جسے پھونکتے ہی تمام انسان جی اٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے اپنے مرقدوں سے نکل آئیں گے۔ “(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۳۸۳ حاشیہ ۷۹)

(۳۔ہ) قریش کا زمانۂ رجعت میں سزایاب ہونا اور امام عصرؑ اور ان کے انصار کا زندہ رہنا ۔

یہاں تک رجعت کا وقوع میں آنا اور قریش کو رجعت میں ان کے جرائم کی سزا دینے کے لئے دنیا میں طویل ڈھیل دے دیا جانا ثابت ہو گیا ۔ اور جس دوسرے عذاب کا ذکر آیت(۴۷ / ۵۲) میں ہواہے وہ آخری عذاب ہے جس میں تمام مجرمین ہمیشہ مبتلا رہیں گے اور وہ جہنم ہے جس تک پہنچنے کے لئے مجرموں کو وہ تمام سزائیں مل چکی ہوں گی جو حقوق العباد اور مظالم علی العباد اورفسق و فجور سے تعلق رکھتی ہیں ۔ اور کچھ ان آیات (۴۷ تا ۴۵ / ۵۲) ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ دو مرتبہ عذاب دیا جانا (توبہ ۱۰۱ / ۹) اور دو دو مرتبہ اجر دیا جانا (قصص ۵۴ / ۲۸) (احزاب ۳۱ / ۳۳) قرآن میں طرح طرح سے ثابت ہے ۔ اور یہ رجعت ہی کی بات ہے ۔

(۳۔و) آیات (۴۹۔۴۸ / ۵۲) میں حقیقی سربراہانِ اسلام کو سورۂ قٓ کی آیت (۴۵ / ۵۰) کی طرح یہاں بھی طویل صبر و تسبیح کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ قارئین نے سورۂ قٓ کی آیت (۴۵ / ۵۰) میں دیکھا تھا کہ طویل ترین تخریب دین کی مہلت دی گئی اور رسولؐ اللہ کو قیامت تک صبر و تسبیح اور عبادت کا حکم دیا گیاہے ۔ یہاں بھی سورۂ طور یہ اپیل کرتی ہوئی ختم ہوتی ہے کہ اے رسولؐ تم قریش سے اس دن تک انقطاع کرلو جس دن انہیں موت سے دوچار کیا جائے گااور اللہ کے حکم کی خاطر صبر و تسبیح اختیار کرلو۔ ظاہر ہے کہ اس حکم میں محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی بارہ محمدؐ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے قریش کو قطعی آزادی سے رکھا۔ اور صبر و تسبیح و عبادت تو ایسی کرکے دکھائی کہ اُمت آج تک ان کے صبر و استقامت پر مہینوں روتی ہے ۔ اور قیامت تک ہر محرم میں صفِ ماتم بچھاتی چلی جائے گی ۔

سُوْرَۃُ النَّجْمِ

سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ اثْنَانَ وَسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّ ثَلٰثُ رُکُوْعَات

سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی اس میں باسٹھ (۶۲) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَ النَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی ۝۲

قسم ہے تارے کی جب گرے نہیں بہک گیا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝۳ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝۴ عَلَّمَہٗ

اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے سکھایا اس کو

شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝۵ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ۝۶ وَ ھُوَ بِالْاُفُقِ

سخت قوتوں والے نے صاحب قوت ہے پس پورا نظر آیا اور وہ بیچ کنارے

(۱) اس خاص ستارے کی قسم جو اترا تھا۔ (۲) کہ تمہارا مالک نہ تو گمراہ ہی ہوا ہے اور نہ اس کو اغوا ہی کیا جاسکا ہے۔ (۳) اور نہ ہی وہ میلانِ طبع سے بولتا ہے۔ (۴) وہ جو کچھ بولتا ہے وہ تو وہی وحی ہوتی ہے جو اسے برابر بھیجی جاتی ہے۔ (۵) اسے شدید ترین اور زبردست طاقتوں کے مالک نے تعلیم دی ہے۔ (۶) وہ قدامت اور عظمت والا ہے مساویانہ انداز میں متوجہ رہا ہے۔ (۷) اور وہ بلند ترین

تشریحات سورۂ نجم:

ا۔اس سورہ میں مقامِ نبوت و امامت و ولایت کے فراہم کردہ عملی ثبوت اور مباحثہ کی طرف چند اشارات ہیں۔

قارئین یہاں تک بار بار قریشی تخریب و تحریف کے شاہکار دیکھتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا یہاں یہ کہنا کہ سورۂ و النجم میں بھی قریشی علما نے الٹ پلٹ کی ہے کوئی بڑی اور تعجب انگیز بات نہیں رہی ہے۔ یہ تو ان پر لازم ہی تھا۔ اس کے بغیر وہ دنیا میں موجود ہی نہ رہ سکتے تھے۔ انہیں ابلیس سے بدتر دین پر رہنے کے لئے وہ سب کچھ کرنا ہی چاہیئے تھا جو انہیں دنیا میں عزت سے دن بسر کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی تحریف سے اپنا ایک نیا اللہ اور معبود تیار کر کے پیش کیا۔ اپنی ضرورتوں کے مطابق ایک نیا رسولؐ تیار کیا اور ان دونوں اللہ و رسولؐ کے لئے ایسی روایات اور تاریخ تیار کی جو دونوں کی الگ الگ پوزیشن بیان کر کے لوگوں کو اطمینان دلائے کہ قریش نے قرآن سے جیسا اللہ اور جیسا رسولؐ سمجھا ہے واقعات و حالات سے ویسا ہی ثابت بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں اس سورۂ میں بھی انہوں نے اپنے عقائد کو پختہ کرنے کے لئے وہ تمام کوششیں کی ہیں جو پبلک کو حقیقتِ حال سے دور رکھیں اور اسے شبہ تک نہ ہونے پائے کہ یہاں اللہ نے مقامِ محمدیؐ و علویؑ کی معراجِ کمال بیان کی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کی ہے کہ پہلی آیت میں اس ستارہ کے نزول کو غائب اور غروب کر دیا۔ جس کی قسم کھا کر اللہ نے اس سورہ میں باقی بیانات دیئے ہیں۔ حالانکہ قدیم تفاسیر میں اس ستارہ کے حضرت علی علیہ السلام کے مکان پر اترنے کی تفصیل اور وجوہات اور رسولؐ کی پیشنگوئی اور حضرت علیؑ کی نیابت و خلافت و لایت پر اللہ کے اس قہری معجزہ کا اقرار کیا گیا ہے۔ مگر مودودی اینڈ کمپنی ان حقیقتوں کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کرتی اور چونکہ ہماری تصنیفات میں مکمل حالات لکھے جاچکے ہیں۔ اس لئے ہم بھی ان واقعات و تفصیلات کو یہاں دہرانے اور طول دینے سے بچ کر گزریں گے اور صرف قرآن کے الفاظ پر توجہ مبذول کرائیں گے تاکہ یہ معلوم ہوتا چلا جائے کہ کون سے لفظ کے معنی کو بدل کر کس مطلب کو قرآن کے سر چپکایا گیا ہے اور یہ کہ حقیقی معنی کر لینے سے قریشی منصوبے کو کیا نقصان پہنچتا تھا۔

۲۔ آیت (۳۔اور ۱ / ۵۳) میں ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی کیوں کئے گئے ہیں؟ قارئین نے خود دیکھا ہے کہ آیات (۱ / ۵۳) اور (۳ / ۵۳) میں دو الفاظ ھَوٰی اور اَلْھَوٰی آئے ہیں ۔ ساری لغات اور قانون کی کتابیں دیکھ جائیں تو آپ کو ان دونوں الفاظ کا مادہ ۔ ہ ۔و ۔ی اور مصدر ھَوٰی ملے گا ۔ چنانچہ ان دونوں الفاظ کے استعمال میں ان آیات میں صرف اتنا فرق ہوا ہے کہ پہلی آیت میں یہ لفظ ھَوٰی ماضی واحد مذکر غائب کی حیثیت سے استعمال کیا گیا ہے ۔ یعنی وہ اکیلا مذکر ستارہ ماضی میں کچھ کر چکا جس کو ھَوٰی کہا گیا ہے ۔ اور آیت نمبر ۳ میں اس کو مصدر کی حیثیت سے لایا گیا ہے یعنی رسوؐل جو کچھ بھی بولتے ہیں اس میں اَلْھَوٰی کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کی ہربات اللہ کی ارسال کردہ وحی ہوتی ہے ۔ لہٰذا ھَوٰی کے جو بھی معنی ہوں ان دونوں آیات میں ایک اور یکساں طور پر آنا چاہئیں ۔یعنی اگر یوں کہا جائے کہ :

(۱) ’’رسوؐل خواہشِ نفس سے نہیں بولتا‘‘ تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ :

(۲) قسم ہے اس ستارے کی جس نے اپنی خواہش نفس پوری کی تھی ‘‘

اور اگر علامہ کے بقول یہ کہاجائے گا کہ :

(۳) ’’قسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہوا ‘‘ تو تیسری آیت میں یہ کہا جائے گا کہ:

(۴) ’’وہ رسوؐل غروب ہو جانے والی بات نہیں بولتا ‘‘

قارئین یہ سمجھ لیں کہ عربی کے الفاظ مستقل معنی کرنے سے قریشی مذہب دو قدم بھی نہیں چلتا اور سازش کھل کر سامنے آ جاتی ہے پھر یہ نوٹ کرلیں کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی لفظ ھَوٰی یا اَلْھَوٰی آیا ہے وہاں علامہ نے اس کے معنی کہیں بھی غروب ہونا نہیں کئے صرف ایک جگہ (طٰہٰ۔ ۸۱ / ۲۰) ھَوٰی کے معنی گرنا کئے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۱۲) باقی تمام مقامات پر ’’خواہشِ نفس‘‘یا ’’اپنی خواہش ‘‘ یا’’ بری خواہش‘‘ کئے ہیں ۔ بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ جس ستارہ کی قسم کھائی گئی ہے اس نے درِ دولتِ مرتضویؐ پر اترنے کی خواہش یا تمنا کی تھی اور اس مقدس تمنا کی بنا پر وہ قابلِ قسم و عظمت ہو گیا تھا اور یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہرگز کوئی ایسی بات بولتے ہی نہ تھے جو وحیٔ خداوندی نہ ہو یا وحیٔ خداوندی کے معیار سے گری ہوئی یا حقیقت کے خلاف طبعی میلان و خواہش کا پہلو رکھتی ہو ۔ لیکن مودودی اپنے قریشی بزرگوں کی پیروی میں رسوؐل کو بھی قریشی مجتہدین میں کا ایک مجتہد اور خطا کار شخص قرار دیتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ:

(۲ ۔ الف) مودودی اینڈ کمپنی نے اپنے اجتہاد سے آنحضرؐت کو بھی مجتہد اور خطا کار لکھاہے ۔

’’بسا اوقات آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ بھی لیا ہے ۔ ۲۔ اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے بھی مانی ہے ۔۳۔ ان کے دریافت کرنے پر کبھی کبھی یہ صراحت بھی فرمائی ہے کہ یہ بات میں خدا کے حکم سے نہیں بلکہ اپنی رائے کے طور پر کہہ رہاہوں۔۴۔ اور متعدد بار ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے کوئی بات کی ہے اور بعد میں اللہ کی طرف سے اس (اجتہاد۔احسن) کے خلاف ہدایت آ گئی ہے۔ ‘‘(تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۱۹۴)

(۲ ۔ ب) رسوؐل اللہ نے وحی کے بغیر کون کون سی باتیں کی تھیں ان کی تفصیل ؟

’’رہا یہ سوال کہ کیا وہ وحی پر مبنی تھیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بجز ان باتوں کے جن میں آپؐ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ : ۱۔ یہ اللہ کے حکم سے نہیں ہیں یا ۔۲۔ جن میں آپؐ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا ہے اور ان کی رائے قبول فرمائی ہے۔ ۳۔ یا جن میں آپؐ سے کوئی قول و فعل صادر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف ہدایت نازل فرمادی ہے، باقی تمام باتیں اسی طرح وحی خفی پر مبنی تھیں جس طرح پہلی نوعیت کی باتیں۔‘‘(تفہیم القرآن جِلد ۵صفحہ ۱۹۴)

(۲ ۔ ج) قریش نے رسوؐل اللہ کو ہمیشہ عام انسانوں کی طرح خطا کار و غلط کار سمجھا تھا ۔

علامہ جس مقام پر یہ بیانات دے رہے ہیں وہاں عوام سے خوفزدہ ہونے کی بنا پربڑے پر تکلف انداز میں گزرے ہیں۔ اور سب کچھ کہہ دینے کے باوجود باتوں کو پردوں اور فریب میں لپیٹتے گئے ہیں۔ مگر ہم تو ان پردوں کو ہٹا کر حقیقت سامنے رکھیں گے ۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ :

"مُسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عاص کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے محفوظ کرلوں ۔ قریش کے لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے، "تم ہر بات لکھتے چلے جاتے ہو حالانکہ رسوؐل اللہ ۔ا۔ انسان ہیں ۔۲۔ کبھی غصہ میں کوئی بات فرما دیتے ہیں۔" اس پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔

قریش نے بطور سازش عبداللہ سے لکھنا بند کرایا تاکہ حقیقت چھپ جائے۔ بعد میں اس بات کا ذکر میں نے حضوؐر سے کیا تو آپؐ نے فرمایا:

اُکْتُبْ فوالّذِیْ نفسی بیدہٖ ما خرج مِنِّیْ اِلاَّ الْحَقُّ " تم لکھے جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی ہے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۱۹۵)

(۲ ۔ د) قریش نے اپنے اجتہاد سے کیسا رسوؐل تیار کیا ؟ اور خود کو کیا مقام دیا ؟

ا۔ اکثر معاملات کا حل اور تدارک (معاذاللہ۔احسن) رسوؐل اللہ کو نہ آتا تھا وہ قریش کے لیڈروں سے معلوم کرکے لوگوں کو بتاتے تھے ۔۲۔ رسوؐل کی اکثر باتیں اور رائے غلط ہوتی تھی۔ مگر قریشی مجتہدین کی رائے بہتر اور رسوؐل کے لئے قابل پیروی ہوتی تھی۔۳۔ آپؐ خدا کے حکم کے بغیر بھی اپنی رائے سے احکام دے دیا کرتے تھے ۔۴۔ قریش کے لیڈر بھی مجتہد تھے اور (معاذاللہ۔احسن) رسوؐل بھی ایک مجتہد تھا ۔۵۔ اور رسوؐل کے اجتہادی فیصلے اکثر اللہ کی منشاء و پسند کے خلاف ہوا کرتے تھے ۔ ۶۔ چنانچہ اللہ رسوؐل کے احکام کو رد کرکے خود احکام نازل کرتا تھا ۔۷۔ قریش حضوؐر کو عام انسان سمجھتے تھے اور ۔۸۔ ان کو غصے ، مذاق ، ہنسی و رنج و غم سے متاثر ہونے والا سمجھ کر ان حالات میں دی ہوئی ہدایات یا کہی ہوئی باتوں کو ناقابلِ عمل، اعتبار و اعتنا سمجھتے تھے ۔۹۔ اور قریش رسوؐل کے اقوال و اعمال کا مکمل ریکارڈ تیار کرکے رکھنے کے مخالف تھے۔ ۱۰۔ یہ سب کچھ رسوؐل اللہ کے بیانات و ہدایات کے باوجود بھی کرتے رہے۔ (تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۱۹۴ صفحہ ۱۹۵)

(۲ ۔ ہ) قریش نے کیسا اللہ تیار کیا تھا ؟

قریش کا پسندیدہ اللہ وہ ہے جو ایسے شخص کو رسوؐل بنا دیتا ہے جو اللہ کی پسند اور مرضی کے خلاف احکام و ہدایات دے سکے ۔۲۔ جس کے ماحول میں اس سے زیادہ سوجھ بوجھ اور بصیرت رکھنے والے دانشور موجود ہوں ۔ کہ اس کا رسوؐل ان سے مشورہ لینے اور اپنی اصلاح کرنے کا محتاج رہے ۔ اور وہ رسوؐل جب چاہے اللہ کی اجازت کے بغیر ہی اپنی مذکورہ ناقص رائے سے احکام و ہدایات جاری کرتا رہے ۔

(ا) قارئین دیکھ لیں کہ رسوؐل اللہ کو قرآن کے بیانات کا مخالف دکھایا گیا ہے ۔

اللہ قرآن میں رسوؐل سے کہلواتا ہے کہ :

"قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ ۖ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ (یونس ۱۵ / ۱۰)

علامہ کا ترجمہ: "اے محمدؐ"، ان سے کہو "میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کرلوں ۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے ۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۲ صفحہ ۲۷۱۔۲۷۲) اللہ گواہ ہے کہ رسوؐل اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے صرف وحی کی پیروی کرتے ہیں ۔ مگر کمپنی انہیں اجتہادی احکام دینے اور بلا کسی وحی وغیرہ کے ہدایات نافذ کرنے والا بتاتی ہے ۔

(۲) اللہ کا حکم تھا کہ وحی آنے تک حکم دینے میں صبر کریں بلا وحی حکم نہ دیا کریں۔

اللہ نے رسوؐل کو حکم دیا تھا کہ:

وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَٱصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿١٠٩﴾ (یونس ۱۰۹ / ۱۰)

علامہ کا ترجمہ: "اور اے نبیؐ تم اس ہدایت کی پیروی کئے جاؤ جو تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۲ صفحہ ۳۱۸) لیکن علامہ نے کہا ہے کہ رسوؐل اللہ ، اللہ کی وحی کے بغیر ہی اپنے ظن و قیاس اور اپنی رائے سے غلط سلط احکام دیتے رہتے تھے ۔

علامہ اینڈ کمپنی کو چیلنج کریں۔

آپ علامہ کو چیلنج کردیں کہ اپنی لکھی ہوئی مندرجہ ذیل باتوں کو قرآن سے دکھاؤ: مثلاً
(۱) رسوؐل اللہ نے اپنی رائے چھوڑ کر صحابہ کی رائے اختیار کی تھی۔"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۴)
(۲) رسوؐل اللہ نے یہ کہا کہ :"یہ خدا کے حکم سے نہیں بلکہ میں اپنی ذاتی رائے سے کہہ رہا ہوں۔"(ایضاً صفحہ ۱۹۴)
(۳) ان باتوں میں سے کوئی ایک بات جن میں آنحضرتؐ نے صحابہ سے مشورہ لے کر عمل کیا تھا۔"(صفحہ ۱۹۴)
قارئین نوٹ کریں کہ یہ ملاعین قیامت تک ایسی آیات نہیں دکھا سکتے۔ یہ سب باتیں ان کی روایات و تاریخ میں گھڑی گئی تھیں۔ اور ان ہی لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے یہ اصول پیش کیا گیا کہ رسوؐل وحی کے علاوہ اور کچھ بولتا ہی نہیں ہے۔ یعنی ان کی ہر بات وحی ہوتی ہے (۳ / ۵۳) مگر ان مشرکین نے اس فرمان کو آج تک تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور برابر اپنے جیسا آدمی اور مجتہد مانتے ہیں۔

۳۔اس سورۃ النجم میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو قریشی مسلمان کرتے تھے اور حقیقت واضح کی گئی ہے۔

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معراج کو قریشی علما کی طرف سے ایک خواب قرار دیا جاتا رہا ہے۔ اور بڑے بحث و مباحثوں کے بعد رفتہ رفتہ یہ منوایا گیا تھا کہ یہ جسمانی معراج تھی۔ اور اس محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ خواب اور روحانی معراج کہنے والے لوگ کم ہوتے گئے۔ اور گو آج بھی ایسے علما موجود ہیں لیکن اب وہ ڈرتے ہوئے اپنے بہت سے باطل عقائد کو چھپاتے ہیں۔ عہدِ رسوؐل میں خود ان کی ایک زوجہ نے کہا تھا کہ رسوؐل اللہ تو رات بھر میرے پاس تھے۔ جسمانی معراج کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی منکر وہی عورت رہی ہے۔ اور منکرین نے اسی کی پیروی کی ہے۔ بہرحال معراجِ رسوؐل منوانے کے لئے آئمہ اہلِ بیتؑ کی کوششیں اس حد تک مسلمانوں کو لا چکی ہیں کہ اب یہ عیسائیوں، یہودیوں اور بے دینوں کے آسمان پر جانے اور فضاؤں میں پیدل سفر کرنے کو ماننے لگے ہیں۔ یا وہ وقت تھا کہ ان کے ملعون بزرگ قصۂ معراجِ سن کر رسوؐل کو گمراہ، اغوا شدہ اور اوہام میں مبتلا ہوجانے والا کہتے تھے اور برملا کہتے تھے۔ چنانچہ سورہ کی ابتدا ہی میں یہ پہلو صاف کردیا گیا اور ثابت ہو گیا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے کسی حالت میں بھی لفظ "ضل" گمراہی اور صراط مستقیم سے ہٹ جانے کے معنی میں نہیں بولا جا سکتا (۲ / ۵۳) اور نہ حضوؐر کسی حالت میں "اغوا" کئے جا سکتے ہیں (۲ / ۵۳) اور نہ کبھی آپ کے منہ سے مرضئ خداوندی اور وحئ خداوندی کے خلاف کوئی لفظ یا بات نکل سکتی ہے۔ اور ایک علیم و حکیم و بصیراللہ کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کہ وہ اپنا نمائندہ اپنا جانشین اور اپنی صفات و کمالات کا ظہور ایسا بنائے جو ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ کی نمائندگی کرے اور ہرگز مشیتِ الہٰیہ و رضائے خداوندی کے خلاف وہم تک پیدا نہ ہونے دے۔

(۳۔الف) کوئی ایسی بات قابلِ قبول نہیں ہوسکتی جو قرآن میں اللہ کے بیان کردہ اصولوں کے خلاف ہو۔ ملائکہ ہرگز انبیاؑ کے معلم نہیں ہوسکتے۔

اُدھر اللہ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو خود اس کے مقرر کردہ رسوؐل کے خلاف ہو۔ تمام ملائکہ علم و فضیلت میں سب سے پہلے نبیؐ کے سامنے شاگردی و اطاعت کا مقام رکھتے ہیں اور انہیں سجدہ کرنے پر مامور ہیں (بقرہ ۳۴۔۳۲ / ۲) وہ کیسے کسی رسوؐل کے معلم ہو سکتے ہیں؟ یہ کھلے طور پر قریشی علما کی سازش ہے جنہوں نے لفظ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے جبرائیل مراد لے کر اسے حضوؐر کا معلم بنا دیا ہے تاکہ کسی طرح آنحضرتؐ کی بزرگی کم کی جائے اور ان کو قرآن کا دوسرے درجہ کا عالم قرار دیا جائے۔ حالانکہ جبرائیل کو صحیح احادیث میں حضرت علیؑ کے شاگرد ہونے اور خادمِ اہلؑ بیت ہونے پر فخر رہا ہے۔ اور قریشی علما نے یہ جسارت ایسے عالم میں بھی کر ڈالی جب کہ دوسرے مفسرین شَدِيْدُ الْقُوٰى سے خود اللہ کی ذات پاک مراد لیتے رہے ہیں۔ اور خود علامہ نے اقرار کیا ہے مگر کثرت کی پیروی کو اختیار کرکے گمراہ رہنا طے کیا ہوا ہے۔ وہ لفظ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ :

شدید القویٰ سے صحیح و غلط مراد لینے والے علما کی مثال:

"زبردست قوت" والے سے مراد بعض لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن مفسرین کی عظیم اکثریت اس

پر متفق ہے کہ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۵)
یہاں صرف یہ غور طلب ہے کہ "شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ" سے جبرائیل مراد لینے والوں کو تو علامہ "مفسرین" کا ٹائٹل دیتے ہیں اور جنہوں نے اس سے "اللہ" مراد لیاہے انہیں "لوگوں" لکھ کر ان کی اہمیت ضائع کرتے ہیں۔ اور ہمارے لئے اسی قدر کافی ہے۔ہم اسی سے علامہ پر جانبداری کا جرم عائد کرتے ہیں اور وہ دلیل جاننا چاہتے ہیں جس سے یہاں "شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ" سے جبرائیل مراد لینا لازم ہو جائے۔یہاں سے وہاں تک اس سورہ میں لفظ جبرائیل مذکور نہیں ہے۔ رہ گیا لفظ "شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ" اس کے معنی جبرائیل ہو نہیں سکتے۔ رہ گئے اس لفظ کے معنی "شدید قوت والا" تو وہ اللہ کے مقابلہ میں جبرائیل کے لئے راس ہی نہیں آسکتے۔ اور کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ نے جبرائیل ہی کو "شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ" فرمایا ہے لہٰذا قرآن سے یہ ثابت ہے کہ اللہ نے تمام انبیاؑ کو عموماً اور رسوؐل اللہ کو خصوصاً تعلیم دی ہے (نساء ۱۱۳ / ۴) اور یہ کہ جبرائیل ایک فرشتہ ہے اور تمام فرشتے آدمؑ سے سیکھنے کے محتاج تھے (بقرہ ۳۴ تا ۳۲ / ۲) اور وہ انبیاؑ کے مقابلہ میں اتنا ہی فرق رکھتے تھے جو ایک ساجد و مسجود میں ہوتا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کا معلم جبرائیل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بنا پر وہ شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معلم ہو۔ اور وہ صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔

عوام فریبی کے لئے آیات کو استعمال کرنا جرمِ عظیم ہے۔جبرائیل ہرگز رسوؐلِ کریم اور مطاع نہیں۔

علامہ نے اپنی اور اپنی قسم کے قریشی مفسرین کے ثبوت میں سورۂ تکویر کی آیات پیش کر کے دھوکا دینا چاہا ہے لکھتے ہیں کہ:
"صحیح بات یہ ہے کہ خود قرآن مجید کی دوسری تصریحات سے بھی یہی ثابت ہے۔سورۂ تکویر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِى قُوَّةٍ عِندَ ذِى ٱلْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَءَاهُ بِٱلْأُفُقِ ٱلْمُبِينِ ۝ (التکویر: ۱۹۔۲۳)

علاوہ کا خود ساختہ ترجمہ: "درحقیقت یہ ایک بزرگ فرشتے (رسوؐل کا ترجمہ۔احسنؔ) کا بیان (قول کا ترجمہ۔احسنؔ) ہے جو زبردست (یہ اضافہ ہے۔احسنؔ) قوت والا ہے، مالکِ عرش کے ہاں بڑا درجہ رکھتا ہے، اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہاں وہ معتبر ہے۔ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ہے، وہ اس فرشتے (یہ اضافہ ہے۔احسنؔ) کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھ چکا ہے"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۶)
اس ترجمہ پر اپنے اعتراضات فی الحال محفوظ رکھ کر ان ہی آیات کا وہ ترجمہ دیکھ لیں جو علامہ نے چھٹی جلد میں سورۂ تکویر کے نمبر پر کیا ہے تاکہ بات ذرا زیادہ واضح ہو جائے:

علامہ کی فریب کارانہ ترجمانی وہی آیات مگر ترجمہ وہ نہیں ہے۔

"یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغامبر (تقریباً صحیح ترجمہ۔احسنؔ) کا قول ہے (بیان ترجمہ نہیں کیا۔احسنؔ) جو بڑی توانائی (زبردست قوت ایک فریب تھا۔احسنؔ) رکھتا ہے، عرش والے (مالک غائب ہو گیا۔احسنؔ) کے ہاں بلند مرتبہ ہے، وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے، وہ با اعتماد ہے۔ اور (اے اہل مکہ) تمہارا رفیق مجنوں نہیں ہے، اُس نے اُس پیغامبر کو روشن افق پر دیکھا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۶۸۔۲۶۹)(آیات ۲۳ تا ۱۹ / ۸۱)
قارئین اس متضاد و مختلف ترجمہ کو بھی محفوظ کر لیں اور علامہ کا ایک اور ترجمہ دیکھیں تاکہ علامہ کے ہاتھ سے علامہ کی دلیل خود ہی پٹ کر رہ جائے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٤٣﴾ (حاقہ ۴۳ تا ۴۰ / ۶۹)

علامہ کو رسوؐل کریم کی آڑ سے نکال کر میدان میں کھڑا کر کے بات کریں گے؟

علامہ کا ترجمہ رسوؐل کریم: "یہ ایک رسوؐل کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۸۔۷۹)

علامہ کے فریب کی مرحلہ وار نقاب کشائی کر دیں۔

(۱) علامہ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم سے یہ ثابت فرمائیں کہ اللہ نے جبرائیل کو شدید القویٰ فرمایا ہے۔ اور یہ دعویٰ کر کے چلے تھے کہ:

خود قرآن کریم کی دوسری تصریحات سے بھی یہی ثابت ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۶)
قارئین ان آیات کے ترجموں کو صحیح مان کر بتائیں کہ کس جگہ یہ تصریح کی گئی ہے کہ "شدید القویٰ ہم نے جبرائیل کو کہا ہے "؟معمولی لکھے پڑھے اور دانا و بینا آدمی کو ان کی پیش کردہ آیات (تکویر ۲۳ تا ۱۹ / ۸۱) میں ہرگز ایسی کوئی تصریح یعنی وضاحت نہیں ملتی۔ بہرحال
(۲) علامہ نے تصریح کی آڑ میں جو آیات (۲۳ تا ۱۹ / ۸۱) پیش کی ہیں ان میں ہرگزشدید القویٰ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ جبرائیل کا تذکرہ ہوا ہے۔ لیکن علامہ نے آیات کو مجبور کرنے کے لئے اپنی طرف سے چند کھلی کھلی خیانتیں کی ہیں۔ جوان کے اپنے دوسرے ترجمہ سے بھی خیانتیں ثابت ہیں۔ اگر پانچویں جلد لکھتے وقت سورۂ تکویر کی ان آیات (۲۳ تا ۱۹ / ۸۱) کا یہ ترجمہ سوچ سمجھ کر صحیح کیا گیا تھا تو جب سورۂ تکویر چھٹی جلد میں آئی تھی تو وہاں بھی اسی ترجمہ کو بحال رکھا ہوتا۔ لیکن علامہ کوچھ سوستانویں (۶۹۷) صفحات لکھتے لکھتے یا تو "دروغ گو را حافظہ نہ باشد "کے اصول پر یہ فراموش ہوگیا کہ میں نے مہینوں پہلے کیا ترجمہ کیا تھا؟ یا یہ کہ میرے عقیدت مندوں میں ایسا کون بدعقیدہ باقی رہ سکتا ہے جو اتنا یاد رکھے اور اس قدر باریک چھان پھچوڑ کر مجھ پر اعتراض کی ہمت کرے گا۔ چنانچہ آپ نے پہلے ترجمہ میں جبرائیل کو فٹ کرنے کے لئے لفظ رسولؐ کا ترجمہ "فرشتہ" کردیا۔ اگلی آیت کا رخ نہ سہی جبرائیل کی طرف، فرشتوں کی طرف تو مڑ جائے۔ پھر چونکہ انہیں یہ فکر تھی کہ کسی طرح آیت میں کوئی ایسا لفظ آ جائے جس کے معنی "زبردست قوت والا" ہو سکیں اور ایسا لفظ ان آیات میں کوئی تھا نہیں۔ اس لئے علامہ نے بفضلِ شیطان اپنی زنبیل سے لے کر لفظ "زبردست" کا اضافہ فرما دیا اور قوت والے (ذی قوۃ) کو "زبردست قوت والا "بنا دیا۔ پھر علامہ کو یہ دکھانا تھا کہ یہ سارا قصہ جبرائیل ہی کا ہے۔ اس لئے پھر ایک دفعہ لفظ "فرشتے" کا خالص اضافہ کرکے، کوئی مانے یا نہ مانے اسے افق الاعلیٰ پر ملنے والا فرشتہ بنا دیا۔ اور یوں علامہ نے آیات کو مار پیٹ کر اپنے خیال میں اپنا اُلو سیدھا کرلیا۔ لیکن پہلے تو علامہ کے اس ترجمہ اور کھینچ تان کی تردید و ابطال ان کا اپنا اور ان ہی آیات کا ترجمہ کرتا ہے۔ پھر ہم نے خود علامہ کے قلم سے دکھا دیا کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کو قرآن میں "رسولِ کریم " کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اور جبرائیل کے لئے کسی طرح ثابت نہیں ہے کہ اللہ نے اسے کہیں بھی "رسولِ کریم" کا لقب دیا تھا۔ البتہ لفظ امین اس کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بس۔ کریم و کرم وفضل کا جبرائیل سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے چنانچہ ہم نے سورۂ حاقہ کی آیات (۴۳ تا ۴۰ / ۶۹) سامنے رکھیں اورعلامہ کا ترجمہ پیش کیا۔ یہاں علامہ "رسولِ کریم" کا ترجمہ نہیں کرتے اس لئے کہ ناموں اور القاب کے ترجموں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ "رسولِ کریم " کہتے اور سنتے ہی مسلمان تو مسلمان ہیں کافروبے دین و عیسائی و یہود سب سمجھ جاتے ہیں کہ محمدؐ مصطفیٰ کا ذکر ہورہا ہے۔ چونکہ یہ لفظ یالقب جبرائیل کے لئے ہے ہی نہیں اس لئے علامہ کو اس کا ترجمہ اور اپنے کرتب دکھانا پڑے۔ پھر علامہ نے سورۂ حاقہ کا صحیح ترجمہ کرکے یہ تصریح کی ہے کہ :
(۳) "یہاں رسولِ کریم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سورۂ تکویر(آیت ۱۹) میں اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں قرآن کو رسولِ کریم کا قول کہنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کفار جبرائیل کو نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور کاہن کہتے تھے۔ بخلاف اس کے سورۂ تکویر میں قرآن کو "رسولِ کریم " کا قول کہنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ "وہ رسولؐ بڑی قوت والا ہے صاحب عرش کے یہاں بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔ وہ امانت دار ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روشن افق پر دیکھا ہے۔ قریب قریب یہی مضمون سورۂ نجم آیات ۵ تا ۱۰ میں جبرائیل علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۸)
(۴) سورۂ حاقہ آیات (۴۳ تا ۴۰ / ۶۹) کے لئے علامہ نے مان لیا کہ یہاں لفظ "رسولِ کریم" آنحضرتؐ کے لئے استعمال ہوا ہے اور دلیل میں لفظ شاعراور کاہن کو لائے ہیں۔ اور صحیح ہے کہ یہ دونوں الزامات جبرائیل پر نہیں بلکہ رسول اللہ پر ہی لگائے جاتے تھے۔ لیکن سورۂ تکویر والی دلیلوں میں سے ایک اہم ترین دلیل کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ کسی طرح جبرائیل مراد لیا جا سکے اور بات پلٹ کر اصلی حقدار کی طرف نہ آ جائے۔ ان سے کہیئے اور خود بھی دیکھیئے کہ سورۂ تکویر کی زیربحث آیات (۲۳ تا ۱۹ / ۸۱) میں ایک کلیدی جملہ یہ ہے کہ :

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَءَاهُ بِٱلْأُفُقِ ٱلْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ (التکویر:۲۳ / ۸۱)

رفیع الدین کا ترجمہ : "اور نہیں صاحب تمہارا دیوانہ اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو بیچ کنارے ظاہر کے " (ترجمہ صفحہ ۶۶۸) لہٰذا سورۂ تکویر میں بھی قرآن کو سچ مچ کے رسولؐ کریم کا قول کہا گیاہے دلیل یہ ہے کہ یہاں بھی جبرائیل نہ اہل مکہ کا صحابی تھا نہ وہ اسے دیوانہ کہا کرتے تھے ۔ چنانچہ وہ آنحضرتؐ کو شاعر و کاہن کہتے تھے وہیں وہ ملاعین حضورؐ کو مجنون یا دیوانہ بھی کہتے تھے ۔ لہٰذا سورۂ تکویر میں آنحضرتؐ ہی کو ۔ا۔رسولِ کریم کہا گیا ہے ۔اور ۔ ۲۔ آپؐ ہی کو ذی قوۃ فرمایا ہے اور ۔۳۔ آپ ہی کو بڑے مرتبہ والا فرمایا ہے اور ۔۴۔ آپؐ ہی کی اطاعت کائنات کی ہر چیز پر اور خود جبرائیل پر واجب کی تھی چنانچہ حضورؐ ہی کو مطاع فرمایا ہے ۔ ۵۔ اور آنحضرتؐ ہی کا مشہورو معروف لقب امین رہا ہے ۔ لہٰذا کوئی ایسی دلیل سورۂ تکویر کی زیر نظر آیات (۲۳ تا ۱۹ / ۸۱) میں نہیں ہے ۔ جس سے محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مصداقیت سے خارج کرکے جبرائیل علیہ السلام کو مصداق ماننا لازم ہو جائے ۔ البتہ جبرائیل کو خارج کرنے کے لئے مستقل و قرآن کی مسلّمہ دلیلیں ان آیات میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات پر موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن میں کہیں بھی جبرائیل کی اطاعت کسی پرواجب ہونا ثابت نہیں ہے ۔ اور آنحضرتؐ کو سارا قرآن "مطاع" یعنی واجب الاطاعت کہتا ہے ۔ علاوہ ازیں تمام قوتوں کا سرچشمہ اور خالق اللہ ہے (أَنَّ ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿١٦٥﴾ بقرہ ۱۶۵ / ۲) اور جس کسی کے پاس بھی قوۃ ہے وہ عطیۂ خداوندی ہے ۔(لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ﴿٣٩﴾ ۳۹ / ۱۸) اور حضورؐ اللہ کے سب سے بڑے نبیؐ رسولؐ اور حقیقی نمائندہ ہیں اس لئے پوری قوتِ خداوندی کے نمائندہ بھی آپؐ ہی ہیں۔ اور آپؐ تو آپؐ ہیں ان کے جانشین کے لئے مشہورہے ۔

شاہ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار لَافَتیٰ اِلَّا علیؑ لاسَیفَ اِلَّا ذوالفقار

(۳۔ ب) معراج محمدؐی سے جناب جبرائیلؑ کا حدود اربع معلوم ہو چکا ہے ۔

اور ہمارے یہاں حدیث کی رو سے جبرائیل شاگردِ علیؑ مرتضیٰ ہیں ۔ اور خود معراج کے اس واقعہ میں مقام محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جبرائیل کا فرق واضح ہو چکا ہے ۔ چنانچہ جن علما نے معراج کی تفصیلات کو من و عن مانا اور لکھا ہے انہوں نے حسب ذیل حدیث کے الفاظ یا مفہوم کو اپنی تصنیفات میں باقاعدہ لکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان میں سے بعض یہ لکھتے یا کہتے ہوئے شرمائیں کہ یہ تفصیلات انہوں نے راویانِ اہلؑ بیت سے یا خود اہل بیتؑ سے حاصل کی ہیں ۔

عَنِ الرِّضا علیہ السلام عَن اٰبَآئِہٖ عَن امیر المومنین علیھم السلام قال : قال رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلمّا انتھیتُ الی حُجُبِ النُّور قال لِیْ جبرئیل تقدّم یا محمدؐ وتخلّف عَنّی ، فقلت یا جبرئیلؑ فِیْ مثل ھَذا المواضع تفَارقنی ؟ فقال یا محمدؐ اِنَّ انْتھاء حدّی الَّذِی وَضَعَنِیَ اللّٰہُ عَزّوَجَلّ فِیْہِ اِلیٰ ھٰذَا المکان فَاِنْ تجاوزتُه اَحْتَرَقَتْ اَجْنحتی بتعدی حدود ربیّ جلّ جلاله (عوالم العلوم)

چنانچہ حدیث سنیئے اور جبرائیلؑ کا مقام دیکھیئے: "امام رضا علیہ السلام نے اپنے باپ دادوںؑ سے اور انہوںؑ نے جناب امیرالمومنین علیہم السلام سے روایت فرمایا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معراج کے سفرمیں جب میں اس انتہا کو پہنچا جہاں مرکزی نور کے نورانی پردے لٹک رہے تھے تو جبرائیلؑ نے مجھ سے کہا کہ یا محمدؐ مجھے یہاں چھوڑ کر اب آپ تنہا حضورئ خداوندی کے لئے آگے بڑھتے جائیں ۔ میں نے کہا کہ اے جبرائیل تم مجھے ایسے پُرجلال حالات میں تنہا چھوڑ کر پیچھے رک جانا چاہتے ہو؟ جبرائیل نے کہا کہ میرے لئے میرے پروردگار کی مقرر کردہ حد اسی مقام تک ہے اگر میں یہاں سے ذرا سا بھی آگے بڑھوں تو یقیناً میرے بال و پر جل کر رہ جائیں گے۔"

جبرائیل علیہ السلام آنحضرتؐ کی پیشانی کے پسینے سے پیداشدہ مخلوق میں سے تھے ۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رکے نہیں ۔ وہ کہاں رک سکتے تھے ؟ انہیں مرکزی قوتِ جاذبہ کھینچ رہی تھی وہ بڑھتے گئے بڑھتے گئے۔ انہیں تو اس وقت تک بڑھنا تھا جب تک قوتِ جاذبہ کے پاس جذب کرنے کے لئے فاصلہ رہے۔ حضورؐ تو نہیں رکے لیکن ہم یہاں رک کر یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرتِ جبرائیل علیہ السلام خالص نورانی مخلوق نہ تھے؟ اگر تھے تو ان کا وہ نور کون سا نور تھا

جس سے انہیں پیدا کیا گیا تھا؟ جسے نورانی حجاب سے آگے بڑھتے ہی جل کر خاک ہو جانے کا یقین تھا؟ علامہ اینڈ کمپنی، ڈھکو اینڈ برادرز نوٹ کریں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خالص مرکزی نورؐ ہیں ان کے نور کے سامنے تمام انوار ان ہی کی شعاعیں ہیں۔ اور یہ کہ جبرائیل علیہ السلام محمدؐ کے حضور میں وہی پوزیشن رکھتے ہیں جو ایک شعاع کی سورج کے، یا قطرے کی سمندر کے سامنے ہوتی ہے۔ اور بس۔ کتنی الٹی اور کتنی باطل بات ہے کہ یہ ایک شعاع سورج کو یا ایک قطرہ سمندر کو تعلیم دے؟

(۳۔ ج) یہ حدیث حکومتوں کا ریکارڈ مرتب کرنے یا گھڑنے والوں کے یہاں بھی موجود ہے ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعہ اور مذکورہ حدیث اتنی شہرت رکھتے ہیں کہ شعرا تک نے اس پر اشعار اور قصیدے لکھے ہیں اور نیک مترجمین نے اپنے مترجمہ قرآنوں میں سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات کی تشریح میں لکھا ہے۔ چنانچہ جناب مولٰنا محمدؐ احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ترجمہ (صفحہ ۴۰۸) ملاحظہ کیجیے لکھتے ہیں کہ:

"معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اور اس سے حضورؐ کا وہ کمالِ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے نوازے گئے (کس) مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی مکہ مکرمہ سے حضورؐ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصے میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضورؐ کے اجلّہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں نصوص آیات و احادیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں۔ قدرت الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ حضرت جبرائیل کا براق لے کر حاضر ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غایت اکرام و احترام کے ساتھ سوار کرکے لے جانا بیت المقدس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاؑ کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سماوات کی طرف متوجہ ہونا جبرائیل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازے کھلوانا ہر ہر آسمان پر وہاں کے صاحب مقام انبیاؑ علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا اور حضورؐ کی تکریم کرنا احترام بجالانا تشریف آوری کی مبارکبادیں دینا، حضورؐ کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہٰی کو پہنچنا جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو بھی مجال نہیں ہے۔ جبرائیل امین کا وہاں معذرت کرکے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کا ترقیاں فرمانا اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچنا جس کے تصور تک خلق کے اوہام و افکار بھی پرواز سے عاجز ہیں وہاں موردِ رحمت و کرم ہونا اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت السماوات و ارض اور ان سے افضل وبرتر علوم پانا اور اُمت کے لئے نمازیں فرض ہونا حضورؐ کا شفاعت فرمانا جنت و دوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اور اس واقعہ کی خبریں دینا کفار کا اس پر شورشیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنا حضورؐ کا سب کچھ بتانا اور قافلوں کے جو احوال حضورؐ نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے۔ اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان میں اور ان کی تفاصیل سے مملو ہیں"

۴۔ آیات (۱۸تا۵ / ۵۳) میں جبرائیل کا ذکر لوگوں نے خود شامل کیا ہے۔ ورنہ یہاں اللہ اور محمدؐ کا تعلق مذکور ہوا ہے۔

ان چودہ آیات کے متعلق علامہ محمد آحمد رضا مرحوم نے مفسرین کے مختلف اقوال جمع کر دیئے ہیں ہم ان کے حاشیہ میں سے وہ فیصلے لکھے دیتے ہیں جو صحیح ہیں۔ (۱) "حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ○ ذُو مِرَّةٍ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی (تفسیر روح البیان) (صفحہ ۷۶۲ علامہ کا حاشیہ نمبر۷)

الْاَعْلٰى ۞ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۞ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ	افق پر پہنچا ہے۔ (۸) اس نے ہچکولا لیا اور مزید بلندی
بلند کے تھا پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا پس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک	کی پینگ لے کر جھولا را لیا تو۔ (۹) وہ دو کمانوں کو پار کر گیا
اَوْ اَدْنٰى ۞ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۞ مَا كَذَبَ	یا یہ کہ ذرا سا کم پہنچا۔ (۱۰) چنانچہ اس مقام اعلیٰ و ارفع پر ہم نے اپنے بندے کو وہ باتیں وحی سے بتائیں جو کہ
پس وحی پہنچائی ہم نے طرف بندے اپنے کی جو پہنچائی نہیں جھوٹ بولا	تم پر ظاہر کرنے والی نہ تھیں اور بتانا ضروری تھیں۔

(۲) امام فخر الدین رازی سیدؐ عالم کا مکان عالی اور منزلت رفیعہ میں استویٰ فرمانا مراد لیا ہے (تفسیر کبیر) تفسیر روح البیان میں ہے کہ سیدؐ عالم نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا۔ اور حضرت جبرائیل سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى پر رک گئے آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلا ل مجھے جلا ڈالیں ۔ اور حضورؐ سید عالمؐ آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش سے بھی گزر گئے (حاشیہ نمبر ۸)

(۳) "ظاہر یہ ہے کہ یہ حال سیدعالم محمد مصطفی کا ہے کہ آپ افق اعلیٰ یعنی فوق السعادت تھے جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا ہے یا پہاڑ پر چاند دیکھا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا بلکہ یہ معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوق السماوات پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی (صفحہ ۷۶۱ حاشیہ ۹)

(۴) دَنَا فَتَدَلّٰى کے معنی یہ ہیں کہ سیدؐعالم حضرت حق کے قرب سے مشرف ہوئے "(حاشیہ نمبر ۱۰) (صفحہ ۸۱۷)

(۵) "دَنَا فَتَدَلّٰى نزدیک ہونے سے حضورؐ کا عروج و وصول مراد ہے ۔ اور اتر آنے سے نزول و رجوع ۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیضیاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے "

(۶) "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یہ اشارہ ہے تاکید وقرب کی طرف کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور با ادب احباء میں جو نزدیکی متصور ہو سکتی ہے وہ اپنی غایت کو پہنچی "(حاشیہ نمبر ۱۲) صفحہ ۷۶۱)

(۷) اَوْحٰى مَاۤ اَوْحٰى۔ اکثر علماءِ مفسرین کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی فرمائی (جمل) حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسولؐ کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیبؐ کو کیا وحی فرمائی اور محب ومحبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (روح البیان)علما نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے۔ایک تو علم شرائع احکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے ۔دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔تیسرے حقائق و نتائج علو م ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں۔ اور ایک قسم وہ اسرار جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خاص ہیں ۔کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا ۔(روح البیان) (حاشیہ نمبر ۱۳ صفحہ ۸۱۷)

(۸) "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى یعنی سیدؐ عالم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت ومعرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی (حاشیہ نمبر ۱۴)

(۴۔ الف) علامہ احمد رضا کی ایک دلچسپ بحث اور اثباتِ حقائق کا زبردست طریقہ جبرائیل بہر حال الگ رہے۔

آیات (۱۸ تا ۱۱ / ۵۳) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

(۹) "اب یہ بات کہ کیا دیکھا؟ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل کو دیکھا۔لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کس طرح تھا چشم سر سے یا چشم دل سے؟ اس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ سیدؐ عالم نے رب العزت کو اپنے

(۱۱) اس نے جو کچھ سنا اور عملاً دیکھا اس میں اس کے فہم و فراست نے نہ مغالطہ کھایا نہ غلط سمجھا (۱۲) تم اس حقیقت میں بھی موشگافیاں کر رہے ہو جو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟ (۱۳) (۱۴) اور یقیناً اس نے آخری منزل میں سدرہ کے انتہائی مقام پر اس کو دیکھا۔

الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا

دل نے جو کچھ دیکھا کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے اوپر اس چیز کے کہ

يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾

دیکھا ہے اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس کو بار اور نزدیک سدرۃ المنتھیٰ کے

قلب مبارک سے دوبار دیکھا۔(رواہ مسلم) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپؐ نے رب عزوجل کو حقیقتاً چشم مبارک سے دیکھا یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن اور عکرمہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیمؑ کو خلت اور حضرت موسیٰؑ کو کلام اور سیدعالم محمد مصطفیٰ کو دیدار سے امتیاز بخشا (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا۔(ترمذی) لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیدار کا انکار کیا ہے۔ اور آیت کو حضرت جبرائیل کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور سند میں لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ﴿۱۰۳﴾ الانعام۔ تلاوت فرمائی یہاں چند باتیں قابل لحاظ ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا قول نفی میں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا اثبات میں اور مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیونکہ نافی کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم مثبت کے پاس ہے علاوہ بریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلام حضور سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے اپنے استنباط پر اعتماد فرمایا یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رویت کی مسئلہ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف فرمائے گئے مسلم شریف کی حدیث مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے حضرت ابن عباس جو بحر الامۃ ہیں وہ بھی اسی پر ہیں۔ مسلم کی حدیث رَاَيْتُ رَبِّيْ بِعَيْنِيْ وَبِقَلْبِيْ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ و اپنے دل سے دیکھا۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ قسم کھاتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت امام احمد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قائل ہوں۔ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا اس کو دیکھا اس کو دیکھا، امام صاحب یہ فرما ہی رہے تھے کہ سانس ختم ہو گیا۔(حاشیہ نمبر ۱۴)

(۱۰) وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کی ذیل میں لکھا ہے کہ "کیونکہ تخفیف نماز کے لئے چند بار عروج و نزول ہوا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ سید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم نے رب عزوجل کو اپنے قلب مبارک سے دومرتبہ دیکھا اور انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ نے رب عزوجل کو آنکھ سے دیکھا "(حاشیہ نمبر ۱۶)

(۱۱) مَازَاغَ الْبَصَرُ کے متعلق لکھا ہے کہ "اس میں سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے دہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے "(حاشیہ نمبر ۱۹)

(۱۲) اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کے لئے لکھا ہے کہ "یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج عجائب ملک و ملکوت کا ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہو گیا (روح البیان)"(حاشیہ نمبر ۲۰)

(۵) معراج ایک سوبیس مرتبہ ہوئی ہے۔ اور ہر دفعہ ولایت علویہ کے اعلان کی تاکید ہوئی ہے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث کو دیکھ چکے ہیں اب اگر آپ علامہ مودودی کے بیانات کو اور ان کی اختیار کردہ احادیث کو دیکھیں گے تو اہل سنت و الجماعت میں دو کھلے کھلے اور واضح مکتب فکر نظر آئیں گے جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ علامہ کے مکتب فکر میں رسولؐ کو قطعاً ایک عام آدمی کی مانند خطا کار و گنہگار سمجھتے اور لکھتے ہیں اور اس کی بہت سی مثالیں آپ کے سامنے سے گزر چکی ہیں لیکن علامہ محمد احمد رضا مرحوم جو بریلوی مکتبِ فکر کے نام سے اہل سنت و الجماعت میں اصلاح کے ذمہ دار ہیں وہ آنحضرتؐ کے لئے اسی سورۂ نجم کی ذیل میں یہ بیان دیتے ہیں:

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ﴿۱۵﴾ اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَةَ مَا

نزدیک اس کے ہے جنت الماویٰ جس وقت کہ ڈھانکا بیری کو جو کچھ

مَا یَغۡشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدۡ رَاٰی

ڈھانک رہا تھا نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گئی تحقیق دیکھا اس نے

(۱۵) اس مقام پر دیکھا جہاں وہ جنت ہے جو محفوظ پناہ گاہ ہے۔ (۱۶) جب کہ خاص سدرہ کے اوپر وہ پردہ ڈال رکھا تھا جس کا تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے اس وقت (۱۷) نہ اس کی نظریں الجھیں اور نہ طاغوتی سرکشی میں مبتلا ہوئیں۔ (۱۸) یقیناً اس بلند ترین مقام پر اس نے

"صَاحِبُکُمۡ سے مراد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں معنی یہ ہیں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کبھی طریق حق و ہدایت سے عدول (روگردانی۔ احسن) نہ کیا ہمیشہ اپنے رب کی توحید وعبادت میں رہے آپ کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی اور بے راہ نہ چلنے سے یہ مراد ہے کہ حضور ہمیشہ رشد وہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکن رہے۔ اعتقاد فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا۔ یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضوؐر کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے" (مترجمہ قرآن صفحہ ۷۶۰ حاشیہ نمبر ۳-۴) (۴-۳/۵۳) مودودی کی تشریح میں آپ نے دیکھا تھا کہ رسوؐل نے اکثر ایسے فیصلے کئے جو اللہ کی مرضی اور معیار کے خلاف تھے۔ بہرحال اس کے باوجود بھی علامہ محمد احمد رضا صاحب خلفائے ثلاثہ کے ماننے والے ہیں البتہ اہل بیتؑ کے دشمن نہیں ہیں۔ اور اسی لئے ہم ان کا بھی احترام کرتے ہیں۔ گو وہ بھی معراج کو ہماری طرح نہیں مانتے اور یہ ان کی خطا نہیں ان کے ریکارڈ کی خطا ہے۔ وہاں تو کوشش کرکے حقائق کو چھپایا گیا اور جو چھپ نہ سکا اسے توڑ مروڑ کر گھٹا کر لکھا گیا۔ اور علامہ مجبور ہیں کہ اسی دائرہ میں سے اچھی باتیں اختیار کریں۔ ہمارے یہاں معراج ایک سو بیس مرتبہ ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں کی حدیث ملاحظہ ہو۔

"جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک سو بیس مرتبہ معراج کے لئے آسمانوں پر گئے اور ہر دفعہ اللہ نے حضوؐر کو ولایت علیؑ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی تاکید فرمائی۔"

عن ابی عبد اللہ قَالَ عَرَجَ بِالنَّبِیِّ اِلَی السَّمَآءِ مِأۃ وعِشْرِیْنَ مَرَّۃ، وَمَا مِنْ مَّرَّۃٍ اِلَّا وَقَدْ اَوْصَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْهَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ بِالْوِلَایَةِ لِعَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ علیهم السلام۔ (عوالم العلوم)

(۵۔ الف) معراج میں لے جانے کے لئے صرف جبرائیل نہیں بلکہ اسرافیل و میکائیل بھی خادموں کی طرح آئے۔

ہمارے ریکارڈ میں تینوں عظیم المرتبت فرشتے حضوؐر کی خدمت کے لئے ارسال کئے گئے تھے۔ سنیئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے پاس جبرائیل و میکائیل و اسرافیل آئے۔ ایک براق کی لگام پکڑے ہوئے تھا دوسرا رکاب تھامے ہوئے تھا تیسرا براق کے لباس کو درست رکھنے کا ذمہ دار تھا چنانچہ براق نے بدکنا اور گھبرانا شروع کیا تو جبرائیل نے اسے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ سنو کہ تم چین سے رہو نہ تو تجھ پر کوئی ایسا نبیؐ سوار ہوا ہے اور نہ آئندہ سوار ہوگا جیسا نبیؐ آج تم پر سواری کرے گا۔ اس پر براق نرم ہوگیا اور حضوؐر کو لے کر بلند ہوتا چلا گیا اور جبرائیل حضوؐر کو زمین اور آسمانوں کے معجزات و عجائبات دکھاتے ہوئے جا رہے تھے" ہمارے ریکارڈ میں صرف معراج کی تفصیلات پر ایک ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم صرف ایک اور حدیث لکھ کر آگے بڑھیں گے۔ سنیئے کہ خلیفہ دوم کے صاحبزادے روایت کرتے ہیں۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جَآءَ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل بالبراق اِلٰی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاَخَذَ واحدٌ بِاللِّجام وواحد بالرِّکاب وسَوّٰی الاخر علیہ ثیابہ فَتَضَعْضَعَتْ البراق فَلَطَمَهَا جبرئیل ثم قال اسکنی یا براق فَمَا رَکَبَكِ نبیٌّ قبلہ ولا یَرْکَبُكِ مِن بعدہ مثلہ قَال فرقت بہ ورَفَعَتہ ارتفاعًا بالکثیر ومعہ جبرئیل یریہ الْاٰیٰت من السّماء والارض الخ (تفسیر القمی)

مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی ﴿۱۹﴾

نشانیوں پروردگار اپنے کی سے بڑی کو پس کیا دیکھا تم نے لات اور عزیٰ کو

وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَ لَهُ

اور منات تیسرے پچھلے کو کیا واسطے تمہارے مرد ہیں اور واسطے اس کے

اپنے پروردگار کی بڑی بڑی آیات، مجسم معجزات کو دیکھا تھا۔ (۱۹)(۲۰) اب ذرا تم اتنا ہی کہہ دو کہ کیا واقعی تم نے کبھی اپنے نام نہاد بزرگوں لات و عزّیٰ اور آخری تیسرے درجہ میں منات کو بھی دیکھا ہے یا صرف مجسموں ہی کو دیکھ کر یقین کر لیا ہے؟ (۲۱) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہی بیٹے ہوں اور اللہ کے حصے میں

(۵۔ب) اللہ نے اپنے رسوؐل سے معراج میں علیؑ مرتضیٰ کے لب و لہجہ میں بات کی تھی۔

من ارشاد القلوب من مناقب الخوارزمی عن عبداللّٰہ بن عمر قال سَمِعْتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وقد سُئِلَ بِاَیِّ لُغَةٍ خَاطَبَكَ رَبُّكَ لیلۃ المعراج فقال خاطبنی بِلُغَةِ علی بن ابی طالب فالھمنی اَن قلت یارب اَخَاطَبْتَنِیْ اَنْتَ اَمْ عَلِیٌّ؟ فقال یا احمدُ اَنَا شَیْءٌ لَا كَالْاَشیاء ولا اقاس بالناس ولا اوصف بالاشیاء خَلَقْتُكَ مِنْ نوری وخَلَقْتُ عَلِیًّا مِنْ نُوْرِكَ فَاطَّلَعْتُ علی سرائِرِ قَلْبِكَ فلم اَجِدْ الی قَلْبِكَ اَحَبَّ مِن علی بن ابی طالب فخاطبتك بِلِسَانِهٖ كیما یَطْمَئِنَّ قَلْبُكَ (عوالم العلوم)

یہ روایت کتاب ارشاد القلوب سے اور وہاں مناقب خوارزمی سے لی گئی ہے کہ عبداللہ بن عمر بن خطاب نے سنایا کہ رسوؐل سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کے ساتھ اللہ نے کس زبان میں بات کی تھی؟ فرمایا کہ علیؑ بن ابیطالب کی زبان میں باتیں کی تھیں مجھے سوال کے لئے الہام ہوا تو میں نے اللہ سے دریافت کیا کہ اے پروردگار مجھ سے آپ خود بنفس نفیس باتیں کررہے ہیں یا یہ علیؑ بولتا رہا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ اے محمدؐ میں ایسی ہستی ہوں کہ جسے نہ انسانوں کی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور نہ میرے صفات و حالات کو باقی کائناتی موجودات کے مانند قرار دیا جاسکتا ہے میں نے اپنی مصلحت و ضرورت کے مطابق تمہیں اپنے نور سے پیدا کیا تھا اور علیؑ بن ابی طالبؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا تھا تاکہ رابطہ قائم رہ سکے۔ چنانچہ مجھے تمہارے قلبی راز پر بھی اطلاع ہے اور معلوم ہے کہ تم اس وقت گھبرائے ہوئے ہو اور یہ کہ تمہارے دل میں علیؑ سے زیادہ کسی کی محبت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے بہتر سمجھا کہ تمہیں جلال و جمال الٰہیہ سے بے خوف کرنے اور مطمئن کرنے کے لئے تم سے علیؑ کی زبان و لب و لہجہ میں باتیں کروں تاکہ تم یکسوئی سے ملاقات کرسکو۔"

(۵۔ج) آیت (۱۸ / ۵۳) میں آنحضرتؐ کو اپنا اور ساتھ ہی اپنے اہل بیتؑ کا عملی مقام اور اثر و نفوذ کی وسعت دکھائی گئی۔

معراج کی تفصیل پر ہمارے یہاں اس قدر طویل الذیل احادیث ہیں کہ کسی ایک کو پوری لکھنا پھر اس کا ترجمہ و مفہوم بیان کرنا بہت وقت چاہتا ہے۔ اس لئے ہم نے سورہ کی آیات (۱۸ تا ۵ / ۵۳) کے حدود میں رہتے ہوئے ضروری پہلوؤں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ قارئین معراج کی باقی تفصیلات متعلقہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں گہرائی میں نہ جانا طے کیا تھا۔ یہاں چند جملوں میں یہ کہہ کر بات ختم کرنا چاہتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کے متعلق اگر احادیث و روایات نہ بھی ہوتیں تو قرآن کے بیانات ہی سے ہم یہ سمجھ سکتے تھے کہ حضوؐر ہر لحہ معراج میں رہتے تھے۔ وہ کبھی زوال پذیر ہوئے ہی نہیں۔ یہ کائنات اور یہاں کی تمام مخلوقات (موجود و نابود و پیش آنے والی) سب سے کما حقہٗ واقف و مطلع تھے۔ کوئی شے ایسی نہ تھی جس کی تخلیق حضوؐر کے سامنے نہ ہوئی ہو۔ ادھر آنحضرتؐ خزانۂ علومِ خداوندی ہیں اور خدا کی قدرتوں اور صفات کا نمائندہ ہیں۔ وہ خود لسان اللہ عین اللہ اور وجہ اللہ ہیں۔ لہٰذا وہ تمام اغراض و مقاصد جو معراج کی ذیل میں احادیث و روایات میں بیان کئے گئے وہ یا تو عوام الناس کے اطمینان کے لئے ہیں یا سیاسی لیڈروں کے داؤ پیچ سے تحفظ کے لئے ہیں۔ جسے اللہ نے مجسمۂ نور بنایا تھا اسے تعلیم کے لئے معراج میں بلانے کی ضرورت نہ تھی بہرحال ہمارے الفاظ میں بات اس قدر تھی کہ محمدؐ نے مادی جسم اختیار کرنے کے بعد اپنی سابقہ حالتوں اور وسعتوں کو مادی آنکھوں اور مادی قلب و ذہن سے نہ دیکھا تھا اللہ نے چاہا کہ محمدؐ اپنے مادی و مشہود

الۡاُنۡثٰی ﴿۲۱﴾ تِلۡکَ اِذًا قِسۡمَۃٌ ضِیۡزٰی ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ

عورتیں یہ اس وقت بانٹنا ہے بہت برا نہیں یہ مگر نام کہ

سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ

مقرر کرلیا ہے تم نے ان کو اور باپوں تمہارے نے نہیں اتاری

ساری بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں ۔ (۲۲) تقسیم کے اس طریقے سے تو تمہاری دھاندلی اور فریب کاری ثابت ہے۔ (۲۳) درحقیقت یہ لات و منات و عزّیٰ وغیرہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے البتہ یہ تو ایسے نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے خود ہی تجویز کرلیا ہے جن کے لئے

بدن کے ساتھ ان تمام آسمانوں زمینوں ، فضاؤں اور ہواؤں کو دیکھے اور ان تمام مخلوقات و ملائکہ سے ملاقات کرے جن پر آج وہ اللہ کے جانشین بن کر حکومت کررہے ہیں تاکہ اس جسم کے ساتھ تمام مخلوقات ان کی یعنی اپنے مشہود و مشہور شہنشاہ کی زیارت کریں اور خود آنحضرتؐ اللہ کا یہ کمال دیکھیں کہ کس طرح اس نے ایک ہمہ گیر نور کو ہمہ گیر رکھتے ہوئے بدن کی چار دیواری میں محدود کردیا ہے ۔ مختصراً یہ کہ محمدؐ خود محمدؐ اور اجزائے محمدیہ کو اور اپنی رعایا کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے تھے ۔ چنانچہ یہی بات معصوم الفاظ میں یوں فرمائی گئی ہے کہ :

"جناب ابوحمزہؒ نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے اللہ کی اس آیت کے لئے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں شیعہ چاہتے ہیں کہ آپؑ انہیں یہ بتائیں کہ وہ عظیم الشان خبر کیا تھی جس پر عہد رسولؐ میں سوال کئے جا رہے تھے؟ امامؑ نے فرمایا کہ یہ میری ذمہ داری ہے خواہ میں شیعوں کو بتاؤں یا نہ بتاؤں بہرحال تجھے بتائے دیتا ہوں کہ آیت عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲﴾ کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ: "اللہ کے یہاں نہ مجھ سے بڑی اور عظیم تر کوئی اور آیت ہے اور نہ ہی کوئی اور خبر ہے "

عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیه السلام قال : قُلۡتُ لَهٗ : جَعَلۡتُ فَدَاكَ اِنَّ الشِّیۡعَةَ یسأَلُونَكَ عن تفسیر هذه الایته (عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ O عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ O (النبأ: ۱ - ۲ / ۷۸) قال: ذلك اِلَیَّ اِنۡ شِئۡتُ اَخۡبَرۡتُهم واِنۡ شِئۡتُ لَمۡ اُخبرهم ثم قال لٰکِنِّیۡ اُخۡبِرُكَ بتفسیرها، قُلۡتُ (عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ) قال: فقال هِیَ فی امیرالمومنین صلوات الله عَلَیه کان امیرؑ المومنین یقول : ما لِلّٰهِ عزّوجّل اٰیَةٌ هِیَ اَکۡبَرُ مِنِّیۡ ولا لِلّٰهِ مِن نَّبَاء اعظم مِنِّی۔

معلوم ہوا کہ آیت (۱۸ / ۵۳) کی رو سے آنحضرتؐ نے معراج میں جو کچھ ملاحظہ فرمایا اس میں وہ خودؐ اور علیؑ تمام آیات و معجزات سے بڑی آیات و معجزات تھے ۔ اسی بنا پر آپؐ سے باتیں بھی علیؑ کی زبان سے کی گئی تھیں ۔

۶۔ آیات (۷ ۳ تا ۱۹ / ۵۳) میں قریش کے نظام اجتہاد اور عہد رسولؐ ہی میں ان کی عبوری خلافت کا تذکرہ ہوا ہے۔

اور آیت (۱۰ / ۵۳) میں جن حقائق پر وحی کرنے کو صیغہ راز میں رکھنا مذکور ہے ان کی تفصیلات سمجھنے کا سامان بھی آنے والی اونیس (۱۹) آیات میں عطا فرما دیا ہے ۔ یعنی سورۂ النجم کی پہلی اٹھارہ آیات میں محمد و علی علیہما السلام کی معراج بیان کی گئی ہے پھر اٹھارہ آیات میں مذکورہ بالا رموز و اسرار کی کنجیاں سپرد کردی ہیں تاکہ جو مومنین محمدؐ و آل محمدؐ سے قرآن کی تعلیمات حاصل کریں وہ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی کے سربند راز کو کھول سکیں ۔یہاں ہمیں قارئین کی مدد کے لئے پھر چند گزشتہ بحثوں میں آتے رہنے والے الفاظ کو سامنے لانا ہو گا اور اس سے بھی پہلے علامہ مودودی کے ایک ایسے مسلّمہ اصول کو دکھانا ہو گا جو خود آنے والے الفاظ کی کنجی یا بنیاد ہے ۔علامہ نے کہا تھا کہ :

(۶ ۔ الف) علامہ اپنے مسلّمات کو دوسروں کے لئے ٹال دیتے ہیں ۔

"یہاں (اعراف ۵۴ / ۷) اَسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ میں) ایک بات اور قابل توجہ ہے۔ قرآن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ ،مصطلحات ، استعارے اور اندازِ بیان انتخاب کئے گئے ہیں جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶ ۔۳۷)

(۶ ۔ ب) علامہ نے یہ اصول جس مطلب کی وضاحت کے لئے قائم کیا تھا سورۂ نجم پوری اس کی عملی مثال ہے ؟؟

علامہ کے اس اصول کے ماتحت قرآن میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی اکثریت کو سلطنت ، سلطان ، بادشاہ اور رعایا کے مابین استعمال ہونے والا مان کر ترجمہ کرنا چاہئے اور جتنی اصطلاحات یا استعارے قرآن میں آئے ہیں ان کی کثرت کو بھی شاہانہ ، آمرانہ اور حاکمانہ انداز میں اختیار کرنا لازم ہوجاتاہے ۔ یہ بھی سمجھتے چلیں کہ علامہ نے قرآن کی زبان اور اندازِ بیان کو شاہانہ حاکمانہ اور آمرانہ کیوں قرار دیا ہے ؟

(۶ ۔ ج) اللہ کا تختِ سلطنت عرش پر قائم ہونا اگر معنی کا رخ بدلتا ہے تب تو معراج میں عرش و بادشاہِ عرش کی حضوری کی باتیں ہیں ؟

وہ لکھتے ہیں کہ :’’خدا کے استواء علی العرش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے ۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو جہاں سے سارے عالم پر وجود و قدرت کا فیضان ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جارہی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدارِ فرمانروائی ہو اور اس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کرکے اس کی زمامِ سلطنت اپنے ہاتھ (ید۔احسن) میں لی۔‘‘(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶)

اس وضاحت کے بعد علامہ مودودی نے یہ بتایا تھا کہ قرآن کے اکثر الفاظ ،مصطلحات ،استعارے اور اندازِ بیان ’’شاہانہ زبان میں سمجھنا چاہئیں ۔

پہلے تو قارئین یہ سمجھ لیں کہ معراج میں یہی تو ہوا ہے کہ اللہ نے اپنے سب سے بڑے جانشین ، خلیفہ ، نائب ، نمائندہ ، رسولؐ، رحمت للعالمین، نذیر للعالمین کو اس مقام پر طلب کیا ہے جہاں سے اس کے وجود اور قدرت کا فیضان ہوتا ہے۔ جہاں اس کی تجلیات مرتکز ہیں ۔ جہاں سے اللہ تدبیر امر فرماتا ہے ۔ جس جگہ اس پوری لامحدود کائنات کی زمامِ حکومت ہے ۔ اور اس طلبی کا اس صورتِ حال میں اوّلین مقصد یہ ہی ہوسکتا ہے کہ حضوؐر کو اپنی اس حکومت اور مملکت کا حدود اربع دکھائے جس پر ان کے اس عظیم الشان خلیفہ نے اللہ کی نیابت کرنا ہے ۔ انہیں وہ ذمہ داریاں سمجھائے جن کو اس کے جانشین نے اپنے کاندھوں پر اٹھانا ہیں ۔ انہیں وہ تمام نعمتیں (جنت وغیرہ) دکھائے جن کا اس کے نمائندے نے لوگوں سے وعدہ کرنا ہے انہیں وہ تمام سزائیں (جہنم وغیرہ) دکھائے جن سے لوگوں کو خبردار کرنا اور ڈرانا ہے ۔ انہیں ان تمام ملائکہ اور ارواح سے ملائے جن سے مختلف اوقات میں مناسب کام لئے جائیں گے۔ اس سلسلے میں علامہ مودودی ہم سے متفق ہیں وہ لکھتے ہیں :

(۶ ۔ د) معراج کے مقاصد انبیاؑ کو عملی جانشین بنانا اور ذمہ داری سونپنا ہے ۔

’’اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منصب کی مناسبت سے ملکوت السماوات وارض کا مشاہدہ کرایا ہے ۔اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے، تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیز ہوجائے ۔ فلسفی جو کچھ کہتا ہے قیاس اور گمان سے کہتا ہے ، وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا مگر انبیاؑ جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔‘‘(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۹۰)

(۶ ۔ ہ) اگر رسولؐ اللہ نے تجلیاتِ خداوندی کو دیکھا اور ایک مقامِ خاص پر دیکھا تو اللہ کو دیکھنے پر کیا اعتراض ہے؟

کوئی علامہ اینڈ کمپنی سے دریافت کرے کہ تمہیں یا کسی اور کو یہ پریشانی کیوں رہی ہے کہ:’’اللہ نے محمدؐ کو کسی ایک مقام پر کیوں بلایا جب کہ وہ ہر جگہ ہے ؟‘‘ اور یہ کہ محمدؐ نے اللہ کو نہیں بلکہ جبرائیل کو دیکھا تھا‘‘ اور یہ کہ ’’اگر دیکھا تو ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا‘‘کیا تم اس قدر گمراہ ہو کہ یہ بھی ماننے کو تیار نہیں کہ ’’محمدؐ نے اللہ کی وہ تجلیات دیکھی تھیں‘‘ اور ان ہی ظاہری آنکھوں سے دیکھی تھیں جو پوری کائنات کی (بقول تمہارے بھی) زمامِ سلطنت

سنبھالے ہوئے ہیں؟ اور کیا تم اپنے حدیث کے ریکارڈ پر بھی ایمان نہیں رکھتے جس کی رو سے رسوؐل اللہ کو وہ آنکھیں نہیں ملی تھیں جو عام آدمیوں کو ملا کرتی ہیں ۔جن سے اللہ تو اللہ ہے اور لاکھوں چیزیں دکھائی نہیں دیتیں ۔بلکہ حضوؐر کو وہ آنکھیں ملی تھیں جن سے آگے پیچھے اور اوپر نیچے ہر طرف ہر چیز نظر آتی تھی۔ اور بقول تمہارے تمام نبیوؐں کی آنکھوں سے حجاب ہٹا کر ملکوت السماوات اور ارض ان کے سامنے روشن کر دیئے گئے تھے۔ اور رسوؐل اللہ کی آنکھیں تو اللہ کی آنکھیں (عین اللہ) ہیں ۔ کیا تم واقعی اتنے دیوانے ہوگئے ہو کہ یہ بھی نہیں مانتے کہ اللہ کی آنکھوں سے اللہ نظر آسکتا ہے کیا تم ایسے اللہ پر ایمان لائے ہو کہ جس اللہ نے خود کو بھی نہیں دیکھا یا جو خود کو بھی نہیں دیکھ سکتا ؟ کیا تم سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی یہ نہیں مانتے کہ رسوؐل اللہ کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ سکتی تھیں کہ جن کی ہوا بھی جبرائیل کو لگ جائے تو اندھے ہو کر جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتے ۔ ارے حضرات جو ذات پاک اللہ کے نور سے بنی ہو اگر وہ بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکتی تو سنو کہ ایسا اللہ ہر گز موجود نہیں ہے بلکہ وہ تمہارے ابلیس کا خود ساختہ واہمہ ہے ۔جس کا عملی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

(۶ ۔و) معراج کا حقیقی اور بنیادی مقصد نظر انداز کر دیا گیا تاکہ جہلاء نائبِ خدا بن سکیں۔

معراج کے اہم ترین مقصد کو عمداً نظرا نداز کیا گیا ہے ۔ ذرا سوچیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قرآن کی رو سے بھی (زمر ۳۰ / ۳۹) اور مشاہدے و تجربے اور سابقہ سنۃ اللہ کی رو سے بھی ، تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال کرنا تھا اور خدا کو نہ صرف یہ معلوم تھا بلکہ اس انتقال کا اعلان بھی کر دیا گیا کہ ”تجھے بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے“ (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ (زمر ۳۰ / ۳۹) اس حقیقت کی بنا پر مشرکین عرب کو نہ سہی ، اللہ کو اور ساری نوع انسان کو ضرورت تھی کہ محمدؐ کی طرح معراجِ کائنات اور علومِ خداوندی سے واقف ایک نائب و جانشین و خلیفۂ خداوندی قیامت تک موجود رہتا چلا جائے ۔ جو ان تمام ذمہ داریوں کو پوری کرتا رہے جو معراج کے مقاصد میں داخل ہیں ۔ اور اسی انتظام و تفاصیل کو اللہ نے اپنے رسوؐل کو فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ (۱۰ / ۵۳) میں بتایا تھا ۔ تاکہ قریشی لیڈر چوکنا ہو کر اپنے محاذ کی صورت نہ بدل سکیں ۔ اور اسی کا پتہ لگانے کے لئے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ کون سے الفاظ ہیں جن کو سمجھ لینے کے بعد خود اسی سورہ میں مَآ أَوْحَىٰ کا حال دیکھا جاسکتا ہے ۔ اور اس سربستہ راز کو معلوم کیا جا سکتا ہے ۔

(۶ ۔ ز) اللہ کے لئے وہ کون سا مخصوص لفظ یا الفاظ ہیں جن سے اللہ کی شاہانہ شان واضح ہوتی ہو ؟؟؟

چنانچہ قارئین کو چاہیئے کہ وہ علامہ کے اس اصول کو نگاہ کے سامنے رکھیں جس میں اللہ اور مخلوق میں تعلق کے اظہار کے لئے شاہانہ الفاظ ،شاہانہ اصطلاحات اور شاہانہ اندازِ بیان قرآن میں دیا گیا ہے ۔ لہٰذا آپ بھی سوچیں کہ اللہ کی اس لامحدود کائنات پر حکومت و اقتدار ظاہر کرنے کے لئے کون سا لفظ تمام ان الفاظ سے مناسب ترین ہو سکتا ہے جو بادشاہوں ،شہنشاہوں اور سربراہانِ مملکت کے لئے بولا جا سکے ؟

اس گفتگو کو مختصر اور فیصلہ کن رکھنے کے لئے یہ عرض کرنا ہے کہ عربی زبان میں ۔۱۔ملک۔۲۔ سلطان۔۳۔امیر۔ ۴۔ اور ۵۔حاکم ہی ایسے الفاظ ہیں جو راجوں ،مہاراجوں، بادشاہوں اور شہنشاہوں کے لئے مشہور اور مستعمل ہیں ۔ لیکن اللہ نے قرآن میں اپنے لئے نہ لفظ سلطان استعمال فرمایا نہ حاکم نہ امیر کو اختیار کیا نہ کہیں خود کو آمر فرمایا۔ البتہ صرف ایک جگہ اپنے لئے مَلِكِ ٱلنَّاسِ (۲ / ۱۱۴) (انسانوں کا بادشاہ) فرمایا ہے ۔لیکن الفاظ ۔ سلطان۔ اور ملک اور حاکم صرف انسانی بادشاہوں کے لئے ضرور استعمال فرمائے ہیں ۔ لیکن وہ مخصوص الفاظ جو اپنی شان کے لئے پسند کئے اور قرآن میں بار بار اور جگہ جگہ استعمال کئے ہیں وہ ہیں ۔۱۔ وَلِیؓ۔ اور ۔۲۔ مَوْلیٰ اور ان الفاظ کی خصوصیت ظاہر فرمانے اور خالصتاً ان الفاظ کو اپنی ذات سے منسوب کرنے کے لئے ان دونوں الفاظ کی کفار و مشرکین اور بے دین و بدنہاد لوگوں سے نفی کر دی ہے ۔ یعنی اللہ ان کا خالق بھی ہے ۔ مالک بھی ، رب بھی ہے اور اللہ بھی ۔ مگر ان کا مَوْلیٰ اور وَلِیؓ بننے پر رضامند نہیں ہے ۔ اور ساتھ ہی جس طرح اس نے تمام انسانوں کو منع کیا ہے کہ وہ از خود کسی کو سجدہ یا کسی کی عبادت نہ کریں ۔ اسی طرح اپنی سوجھ بوجھ اور عقل سے کسی کو وَلِیؓ اور مَوْلیٰ بنانے کو بھی منع فرمایا ہے ۔ اور اسے شرک قرار دیا ہے ۔یعنی وہ مقام جو لفظ وَلِیؓ اور مَوْلیٰ

کے لئے مخصوص ہے ۔ اللہ کے حکم کے بغیر کسی اور کے لئے مان لینا شرک ہے ۔ اور شرک ہی وہ خاص گناہ ہے جو کسی طرح معاف نہیں کیاجاسکتا ہے ۔ اور خدا کے حکم کے بغیر کسی کو وَلِیؑ یا مَوْلیٰ ماننے یا بنانے والا سیدھا سیدھا جہنم میں ہمیشہ کے لئے پھینک دیا جائے گا ۔ یعنی اس کے تمام نیک اعمال بھی ضائع و برباد ہو جائیں گے ۔

(۶ ۔ ح) الفاظ وَلِی اور مَوْلیٰ اور وِلاَیت کی عظمت اور اسلام میں اللہ کے لئے ان کی خصوصیت: ہم ان الفاظ کی اہمیت و خصوصیت مودودی کے قلم سے دکھانا چاہتے ہیں تاکہ جب وہ اللہ کی مقررکردہ اور اپنی مسلّمہ خصوصیت کو ملیا میٹ کریں تو ناظرین قریشی پالیسی اور مقصد سمجھنے میں پس و پیش نہ کریں ۔ علامہ کے بیانات کو غور سے پڑھیں ، سمجھیں اور ذہن نشین فرمالیں تاکہ نتائج مرتب کرتے وقت آپ کو بار بار نہ پڑھنا پڑے ۔ علامہ کا ترجمہ اور تشریح ملاحظہ ہو۔

(۱) وَلِی کی تعریف ، معنی و مفہوم اور وَلِی گھڑنے کی ممانعت کی تفصیل : ”جن لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے کچھ دوسرے سرپرست (ولی و اولیا کا ترجمہ۔ احسنؔ) بنا رکھے ہیں اللہ ہی ان پر نگران ہے تم ان کے حوالہ دار نہیں ہو۔ “(شوریٰ ۶ / ۴۲ صفحہ ۴۷۹-۴۸۰ تفہیم القرآن جلد ۴)

علامہ کی تشریح وَلِی کا مقام: ”اصل میں لفظ ” اَوْلِیَآء “ استعمال ہوا ہے ۔ جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے معبودان باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرز عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں ”اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے “ سے تعبیر کیا گیا ہے“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۸۰)

نتیجہ یہ کہ مذہب کے تمام مقدس عقائد کا مرکز ولی ہوتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ گمراہ انسانوں کے تمام عقائد کو الگ الگ بیان کرکے ان کی مذمت کرنے کی بجائے اگر ان کو حقیقی وَلِی اور وِلاَیت کا منکر اور خود ساختہ وَلِی اور وِلاَیت کو ماننے والا کہہ دیا جائے تو کافی ہوجاتا ہے ۔ مسلسل فرماتے ہیں کہ :

لفظ وَلِی کے مفہومات قرآن اور مودودی کی تحقیق میں : ”لفظ ”ولی“ کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں:

مفہوم نمبر ۱۔ ”جس کے کہنے پر آدمی چلے ، جس کی ہدایت پر عمل کرے ، اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں ، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے (النساء آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰ ، الاعراف ۳ ، ۲۷ تا ۳۰)

نتیجہ یہ کہ بادشاہ ، شہنشاہ ، حاکم سلطان ملک اور امیر وغیرہ سے زیادہ عظیم لفظ وَلِی ہے ۔

ولی کے آنے والے مفاہیم کو آنے دیجئے پہلے اس مفہوم نمبر۱۔ سے یہ سمجھ لیجئے کہ بادشاہوں شہنشاہوں حاکموں ، سلطانوں ، ملوک اور امیروں کی ہر بات ماننا اور ان کی پسند اور منشاء کے خلاف قدم نہ اٹھانا واجب نہیں ہے اس لئے اللہ نے قرآن میں اپنے لئے الفاظ وَلِیؑ اور مَوْلیٰ کو اختیار کیا ہے ۔

مفہوم نمبر۲ ”جس کی راہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے ۔(البقرہ ۲۵۷۔ بنی اسرائیل ۹۷ ، الکہف ۱۷ ۔ ۵۰۔ الجاثیہ ۱۹)

نتیجہ یہ کہ ولی صرف وہ ہو سکتا ہے جو ہر حال میں نوع انسان کا ہمدرد ، ہادی وغلطیوں سے حفاظت کرنے والا ہو جو اعتماد بحال رکھے۔

مفہوم نمبر ۲ سے ثابت ہوا کہ لفظ وَلِیؑ کے مقابلہ میں وہ تمام الفاظ گھٹیا درجہ کے ہیں جو حکومت و سلطنت کے سربراہوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور وہ اللہ پر سو فیصد صادق نہیں آتے ۔ وہ ہر حال میں ہمدرد ، راہنما ، وخیر خواہ وغیرہ نہیں ہوتے نہ ان الفاظ میں یہ گنجائش ہے جو لفظ ” وَلِیؑ “ میں داخل ہے ۔ مفہوم نمبر ۳ ”جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ بھی کرتا رہوں وہ مجھے اس کے برے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے تو اس کے عذاب سے بچا لے گا “(النساء ۱۲۳، ۱۷۳ ، الانعام ۵۱۔ الرعد ۳۷ ۔ العنکبوت ۲۲ ۔ الاحزاب ۶۵ ۔ الزمر ۳)

نتیجہ یہ کہ لفظ وَلِیٌّ اس ہستی کے لئے صادق آتا ہے جو حاکم مطلق ہو جسے کوئی روک نہ سکے۔

یہاں علامہ کے مصنوعی تعصب کو نظر انداز کرکے معلوم ہوا کہ وَلِیٌّ اس ہستی کو قرار دیا جائے گا جو کسی کے ماتحت نہ ہو اور جو چاہے کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔

مفہوم نمبر ۴ ''جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ (وَلِیٌّ) دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے اولاد دیتاہے، مرادیں برلاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتاہے (ھود ۲۰۔الرعد ۱۶۔العنکبوت ۴۱) (مسلسل لکھتے ہیں کہ)

''بعض مقامات پر قرآن میں وَلِیٌّ کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اس کے سارے مفہومات مراد ہیں۔ آیت زیر تشریح (شوریٰ ۶ / ۴۲) بھی انہی میں سے ایک ہے۔ یہاں اللہ کے سوا دوسروں کو وَلِیٌّ بنانے سے مراد مذکورہ بالا چاروں معنوں میں ان کو اپنا سرپرست بنانا اور حامی و مددگار سمجھنا ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۸۰ تا ۴۸۱ پورا اقتباس)

(۲) لفظ وَلِیٌّ کی عظمت اور قدر و قیمت قرآن کے دوسرے مقامات اور علامہ کے بیانات سے :

علامہ سورۂ شوریٰ کی ایک اور آیت (۲۸ / ۴۲) کی تشریح اور ترجمہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

''اور وہی قابل تعریف ولی ہے (وَهُوَ ٱلْوَلِيُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾) (الشوریٰ: ۲۸ / ۴۲)''

یہاں ''وَلِیٌّ'' سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوق کے معاملات کی مُتَوَلِّی ہے، جس نے بندوں کی حاجات و ضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۴، ۵۰۵)

نتیجہ یہ کہ وَلِیٌّ کسی ایسی ہستی کو نہیں مانا جائے گا جو ہمہ قسم کی حاجت روائی نہ کرسکتا ہو۔

بتائیے کہ شاہانِ زمانہ اور سلطان و ملوک تو خود محتاج ہوتے ہیں۔اس لئے اللہ نے اپنے لئے اور قدرت و اقتدار و سلطنت کے اظہار کے لئے لفظ وَلِیٌّ اختیار فرمایا ہے اور عربی زبان میں کوئی دوسرا لفظ ان مفاہیم کو ادا نہیں کرسکتا جو اس عظیم الشان لفظ میں مرکوز ہیں لہٰذا قارئین کسی ایسے شخص کو ہرگز وَلِیٌّ یا اَوۡلِیَآء نہ مانیں جن میں مافوق الفطری حاجت روائی کا ثبوت قرآن سے نہ ملتا ہو۔ورنہ یہی حقیقی معنی میں شرک ہو گا اور اسی ایک عقیدے کی وجہ سے قریش کو مشرک قرار دیا گیا اور انہوں نے ایسے لوگوں کا اقتدار و حکومت تسلیم کی جو جاہل و محتاج و ناکارہ اور قرآن کے مردود وملعون لوگ تھے۔

(۳) ولی اور ولایت قومی فیصلوں سے طے کر لینے والے مسلمان باطل پرست تھے۔

علامہ پھر سورۂ شوریٰ کی آیت (۸۔۷/ ۴۲) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

علامہ کا ترجمہ: ''ظالموں کا نہ کوئی وَلِیٌّ ہے نہ مددگار کیا یہ (ایسے نادان ہیں کہ) اِنہوں نے اُسے چھوڑ کر دوسرے وَلِیٌّ بنا رکھے ہیں ؟ وَلِیٌّ تو اللہ ہی ہے وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (۸۔۷ / ۴۲)

علامہ کی تشریح: ''یعنی ولایت کوئی من سمجھوتے کی چیز نہیں ہے کہ آپ جسے چاہیں اپنا وَلِیٌّ بنا بیٹھیں اور وہ حقیقت میں آپ کا سچا اور اصل وَلِیٌّ بن جائے اور ولایت کا حق ادا کردے۔ یہ تو ایک امر واقعی ہے جو لوگوں کی خواہشوں کے ساتھ بنتا اور بدلتا نہیں چلا جاتا، بلکہ جو حقیقت میں وَلِیٌّ ہے وہی وَلِیٌّ ہے۔ خواہ آپ اسے وَلِیٌّ نہ سمجھیں اور نہ مانیں، اور جو حقیقت میں وَلِیٌّ نہیں ہے وہ وَلِیٌّ نہیں ہے، خواہ آپ اسے مرتے دم تک وَلِیٌّ مانتے چلے جائیں۔ اب رہا یہ سوال کہ صرف اللہ ہی کے لئے وَلِیٌّ حقیقی ہونے اور دوسرے کسی کے لئے نہ ہونے کی دلیل کیا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا حقیقی وَلِیٌّ وہی ہو سکتا ہے جو موت کو حیات میں تبدیل کرتاہے جس نے بے جان مادوں میں جان ڈال کر جیتا جاگتا انسان پیدا کیا ہے اور جو حقِ ولایت ادا کرنے کی قدرت اور اختیارات بھی رکھتا ہے وہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہو تو اسے وَلِیٌّ بناؤ، اور اگر وہ صرف اللہ ہی ہے، تو پھر اس کے سوا اور کو اپنا وَلِیٌّ بنا لینا جہالت و حماقت اور خودکشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جِلد ۴ صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۴)

(۴) دیویاں ، دیوتا، مذہبی پیشوایانِ قوم ، لیڈر، امراء اور حکام اور سردارانِ قوم ولی نہیں ہوتے ۔

جن لوگوں کو قریش نے اپنا ولی بنایا تھا ان کا حال اور پوزیشن علامہ کے ترجمہ و تشریح سے معلوم کریں ۔
علامہ کا ترجمہ: "جو کچھ بھی انہوں نے دنیا میں کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز ان کے کسی کام نہ آئے گی، نہ ان کے وہ سرپرست ہی ان کے لئے کچھ کر سکیں گے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنا ولی بنا رکھا ہے۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (جاثیہ ۱۰ / ۴۵) تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۵۸۳)
علامہ کی تشریح: "یہاں ولی کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوا ہے ایک وہ دیویاں اور دیوتا اور زندہ یا مردہ پیشوا۔ جن کے متعلق مشرکین نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو شخص ان کا متوسل ہو وہ خواہ دنیا میں کچھ ہی کرتا رہے، خدا کے ہاں اس کی پکڑ نہ ہو سکے گی کیوں کہ ان کی مداخلت اسے خدا کے غضب سے بچالے گی۔ دوسرے وہ سردار اور لیڈر اور امراء و حکام جنہیں خدا سے بے نیاز ہو کر لوگ (لوگ نہ کہئے قریش کی بات ہے۔احسن) اپنا راہنما اور مطاع (واجب الاطاعت۔احسن) بناتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے ان کی پیروی کرتے ہیں ۔"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۸۳)

(۵) ولی ، ولایت، حاکم و حکومت، احکم الحاکمین اور مطلق العنان بادشاہ صرف اللہ و رسولؐ ہیں ۔

علامہ نے قریش اینڈ کمپنی کو فی الحال ولی اور ولایت کے زمرہ سے خارج کردیا ہے اور اللہ کے بعد ولایت کو صرف رسولؐ اللہ سے مخصوص کیاہے فرماتے ہیں کہ :"یہ اللہ تعالیٰ کی مالکِ کائنات اور ولیٔ حقیقی ہونے کا فطری اور منطقی تقاضا ہے جب بادشاہی اور ولایت اسی کی ہے تو لامحالہ پھرحاکم بھی وہی ہے اور انسانوں کے باہمی تنازعات و اختلافات کا فیصلہ کرنا بھی اسی کا کام ہے اس کو جولوگ صرف آخرت کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ اللہ کی یہ حاکمانہ حیثیت اس دنیا کے لئے نہیں بلکہ صرف موت کے بعد کی زندگی کے لئے ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں صرف عقائد اور چند "مذہبی"مسائل تک اسے محدود کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں ۔ قرآن مجید کے الفاظ عام ہیں اور وہ صاف صاف علی الاطلاق تمام نزاعات و اختلافات میں اللہ کو فیصلہ کرنے کا اصل حقدار قرار دے رہے ہیں ان کی رو سے اللہ جس طرح آخرت کا مالک یوم الدین ہے ۔ اسی طرح دنیا کا بھی احکم الحاکمین ہے اور جس طرح وہ اعتقادی اختلافات میں یہ طے کرنے والاہے کہ حق کیاہے اور باطل کیا، ٹھیک اسی طرح قانونی حیثیت سے بھی وہی یہ طے کرنے والاہے کہ انسان کے لئے پاک کیا ہے اورناپاک کیا ، جائز کیا ہے اورحرام و حلال و مکروہ کیا۔ اخلاق میں بدی اور زشتی کیا ہے اور نیکی و خوبی کیا ہے معاملات میں کس کا کیا حق ہے اور کیا نہیں ہے ۔ معاشرت اور تمدن اور سیاست اور معیشت میں کون سے طریقے درست ہیں اور کون سے غلط آخر اسی بنیاد پر تو قرآن میں یہ بات اصولِ قانون کے طور پر ثبت کی گئی ہے ۔

" فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴿٥٩﴾ (نساء ۵۹) اور وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٖ وَلَا مُؤۡمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمۡرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُ مِنۡ أَمۡرِهِمۡۗ ﴿٣٦﴾ (الاحزاب ۳۶) اور ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَۗ ﴿٣﴾ (الاعراف ۳)"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۸۴)

(٦) اسلام کی اوّلین بنیاد ولی اور ولایت پر ہے قانون سازی حقیقی ولی ہی کر سکتا ہے۔

علامہ نے ان تینوں آیات کا ترجمہ نہیں کیا ہے لہٰذا قارئین آیات مذکورہ کو تلاش کرکے ترجمہ پڑھ سکتے ہیں ان کا لبِ لباب یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے یا اپنے متعلقین کے تمام ذاتی ، گھریلو یا خاندانی اور قومی معاملات میں دخل دے سکے لہٰذا ہر شخص کو ہر بات کے لئے اللہ و رسولؐ کے واضح حکم کی ہمیشہ احتیاج رہے گی اور کسی کو یہ کہنے کا بھی حق نہ ہوگا کہ اس کی رائے میں یہ صحیح یا وہ غلط ہے ۔ یا یہ کہ قرآن کی فلاں آیت کا یہ نہیں بلکہ یہ مطلب ہے ۔ اُمت کا کام سوال کرنا اور بے چوں و چرا اطاعت واتباع کرنا تھا اور جو ایسا نہ کرے وہ ایمان سے خارج کردیا گیا تھا (اس مفہوم کے بعد علامہ کی بات پھر سنیں)

سورۂ شوریٰ علامہ کی تمہید ولایت و حکومت کا مقام: "جس دین کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کررہے ہیں وہ حقیقت میں ہے کیا ؟:

اللہ نے کسی بزرگی کی کوئی سلطانی دلیل ہی نازل نہیں کی ہے یہ تو خالص اجتہادی ظنون و قیاس کی پیروی تھی اپنے قلبی میلان کے ماتحت کرتے ہیں ۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس مکمل و مجسم ہدایت آچکی ہے ۔ (۲۴) کیا انسان کے لئے یہ طے شدہ بات ہے کہ وہ جس چیز کی تمنا کرے وہ ہی حق ہو اور وہی ان کو ملتا بھی رہے ؟ (۲۵) اور اوّلین حالت اور آخری صورت حال تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے ۔(۲۶) آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش اسی صورت میں قبول ہوسکتی ہے جب کہ اللہ ان میں سے جسے چاہے سفارش کرنے کی اجازت دے دے (ورنہ سفارش نہ کوئی کرسکتا ہے۔ اور نہ سفارش قبول ہوسکتی ہے) اور اس سے خوش بھی ہو۔ (۲۷) یقیناً جو لوگ آخرۃ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جو فرشتوں کی بابت زنانہ نام رکھتے ہیں۔ (۲۸) اور صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کو ملائکہ کے سلسلے میں کوئی علم حاصل نہیں ہے ۔وہ ملائکہ کے سلسلے میں بھی قیاس اور ظنی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں اور ظن وقیاس و اجتہاد حق کی جگہ کچھ بھی تو کام نہیں آتا ہے ۔ (۲۹) پس اے نبیؐ

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا

اللہ نے بیچ اس کے کچھ دلیل نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی اس چیز کی کہ

تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ﴿۲۳﴾

چاہتے ہیں جی اور البتہ تحقیق آئی ان کے پاس پروردگار ان کے سے ہدایت

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ ۖ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ

کیا ملتا ہے واسطے آدمی کے جو آرزو کرے پس واسطے اللہ کے ہے پچھلا گھر

وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ ع وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ

اور پہلا اور بہت فرشتے ہیں بیچ آسمانوں کے نہیں کفایت کرتی سفارش ان کی

شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴿۲۶﴾

کچھ مگر پیچھے اس کے کہ اذن دیوے اللہ واسطے جس کے چاہے اور پسند کرے

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

تحقیق جو لوگ کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے نام رکھتے ہیں فرشتوں کا

تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

نام عورتوں کا سا اور نہیں ان کو ساتھ اس کے کچھ علم نہیں پیروی کرتے

اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ ۚ فَاَعْرِضْ

مگر گمان کی اور تحقیق گمان نہیں کفایت کرتا حق سے کچھ پس منہ پھیر لے

”اس کی اوّلین بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ کائنات اور انسان کا خالق ، مالک اور ولی حقیقی ہے، اس لئے وہی انسان کا حاکم بھی ہے ۔ اور اسی کا یہ حق ہے کہ انسان کو دین اور شریعت (اعتقاد و عمل کا نظام) دے ، اور انسانی اختلاف کا فیصلہ کرکے بتائے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا۔ دوسری کسی ہستی کو انسان کے لئے شارع (law giver) بننے کا سرے سے حق ہی نہیں ہے ۔ بالفاظ دیگر فطری حاکمیت کی طرح تشریعی حاکمیت بھی اللہ کے لئے مخصوص ہے ۔ انسان یا کوئی غیر اللہ اس حاکمیت کا حامل نہیں ہوسکتا“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۷۵)

مسلمانوں کے فقہا، مقننین اور شریعت ساز ادارے ابلیس کے نمائندہ تھے ۔

ہم علامہ کے اس بیان کو بھی سو فیصد قبول کرتے ہیں اور ان تمام اسلامی قوانین اور فرقہ ساز فقہا و مجتہدین کو ابلیس کے کارندے اورنظام سمجھتے ہیں جو آج تیرہ سو سال سے مسلمانوں کو حنفی ،مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری و زیدی کی تفریق میں مبتلا رکھتے چلے آئے ہیں اور علامہ مودودی بھی انہی میں سے ایک فرقہ ساز مجتہد ہیں ۔

(۷) ولی اور ولایت پر علامہ کے ساتوں بیانات کا نتیجہ ،ایک نظر باز گشت :

قارئین نے لفظ ولی اور ولایت کا مقام دیکھا جن کی رفعت انتہائی مقام تک رسائی رکھتی ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی اور ہستی ان کے لئے موزوں نہیں اور ان کی وسعت میں بادشاہ، شہنشاہ ،حاکم ، ملک،سلطان ،امیر، اور خلیفہ وغیرہ سب لپٹ کررہ جاتے

عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِکَ

اس شخص سے کہ پھر گیا وہ یاد ہماری سے اور نہ ارادہ کیا مگر زندگانی دنیا کا یہ ہے

مَبۡلَغُہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ

رسائی ان کی علم سے تحقیق پروردگار تیرا وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ گمراہ ہوا

عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۙ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اہۡتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَ

راہ اس کی سے اور وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ جس نے راہ پائی اور

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۙ

واسطے اللہ کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے

لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا

تو کہ بدلا دیوے ان لوگوں کو کہ بُرا کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ کیا ہے انہوں نے

وَ یَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی ﴿۳۱﴾ۚ اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ

اور بدلا دیوے ان لوگوں کو کہ نیکی کرتے ہیں ساتھ نیکی کے وہ لوگ کہ بچتے ہیں

کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ

بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے مگر نزدیک ہو جانے سے ان گناہوں کے تحقیق

رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ

رب تیرا بڑی بخشش والا ہے وہ خوب جانتا ہے تم کو جس وقت کہ پیدا کیا تھا تم کو

رکوع

جو ہمارے ذکرؐ کے خلاف حاکم بننے اور اقتدار حاصل کرنے اور دنیا طلبی کے علاوہ اور کوئی ارادہ ہی نہیں رکھتے ان سے اپنا رخ پھرا لو۔ (۳۰) ان کے علم کی پہنچ صرف دنیاوی اقتدار و حکومت تک ہی ہے۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جنہوں نے ہدایت حاصل کر لی ہے۔ (۳۱) اور زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اس لئے اللہ کی ملکیت ہے تاکہ اللہ برے اعمال کرنے والوں کو برا بدلہ دے سکے اور ان لوگوں کو اچھا بدلہ دے سکے جو لوگ کہ اچھے کام کرتے رہے ہیں۔ (۳۲) جو لوگ گناہان کبیرہ سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر رہتے ہیں سوائے اس کے کہ ذرا ذرا سا ملوث ہو جائیں تو یقیناً آپؐ کے پروردگار کا دامن مغفرت بہت کشادہ ہے۔ وہ تم تمام انسانوں کو اسی وقت سے جانتا ہے جب تمہیں اس نے زمین سے پیدا کیا تھا

ہیں اور لفظ ولی کے سامنے سب میں عیوب و نقائص اور خامیاں نظر آتی ہیں اور ولی کے علاوہ کوئی بھی اکیلا اور ایسا لفظ و لقب نہیں ہے جو ان مفاہیم کو پورا کر سکے جو لفظ وَلِی میں فطری و مصدری حیثیت سے مستقلاً داخل ہیں۔

(۷۔ الف) لفظ وَلِیٌّ کی بنیاد یا مادہ اور مصدر؟ اور لفظ مَوْلیٰ اور وَلِیٌّ کا باہمی تعلق: لفظ وَلِیٌّ اور مَوْلیٰ کی گفتگو کو ایک فیصلہ کن حد پر لانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک مرتبہ پھر یہ یاد دہانی کی جائے کہ ان دونوں الفاظ کا مادہ یا بنیاد و۔ل۔ی ہے۔ اسی مادہ یا بنیا د سے الفاظ۔ ۱۔ وَلِی۔ ۲۔ مَوْلیٰ۔ ۳۔ وِلَایت۔ ۴۔ اَوْلیٰ۔ ۵۔ تَوَلّیٰ۔ ۶۔ تَوَلَّوْا۔ ۷۔ مُتَوَلِّی۔ ۸۔ یَتَوَلیٰ۔ وغیرہ وغیرہ بہت سے الفاظ بنتے ہیں اور یہ مسلّمہ و متّفقہ قانون ہے کہ جو معنی مادہ یا مصدر میں ہوتے ہیں وہ اس مادہ سے نکلنے والے ہر لفظ کے ساتھ مستقلاً وابستہ رہتے ہیں یعنی بنیادی یا وضعی یا لغوی معنی کبھی اور کسی حال اور کسی صورت میں جدا یا غائب نہیں ہوتے سوائے اس کے کہ کوئی کم علم یا فریب ساز شخص غلط جگہ پر استعمال کر دے بہر حال اس مادہ و۔ل۔ی۔ سے اوّلین مصدر وَلَایَۃٌ ہے اور اس کے بنیادی معنی پر لغات القرآن عبدالدائم جلالی دیکھیں۔

لغات القرآن اور ولایت کے معنی پر بیان: " وَلَایَۃٌ حکومت کی ذمہ داری۔ کسی کام کا ذمہ دار ہونا۔ وَلِیٌّ اور مَوْلیٰ دونوں ہم معنی ہیں ہر ایک کے معنی میں قرب و اتصال کا مفہوم ماخوذ ہے۔ اس لئے دونوں لفظوں کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی "(لغات القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۲)

مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا

زمین سے اور جس وقت کہ تم بچے تھے بیچ پیٹوں ماؤں اپنی کے پس مت

تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

پاک کہو تم جانوں اپنیوں کو وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ پرہیز گاری کرتا ہے

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى ﴿۳۴﴾

کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو کہ پھر گیا اور دیا تھوڑا سا اور پھر بند کر دیا

اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں ابھی بچہ کی ابتدائی صورت میں بنائے جا رہے تھے لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے پیدائشی پاکیزہ ہونے کی غپ شپ نہ مارتے رہا کرو وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ تم میں سے کون سب سے زیادہ متقی و مقدس ہے ۔ (۳۳) اے رسولؐ کیا آپ نے اُس لیڈر کو دیکھا ہے جس نے حکومت و اقتدار حاصل کر لیا یا حکومت و اقتدار قائم کر لیا ہے ؟ (۳۴) اور

(۷ ۔ ب) اللہ ہی حقیقی وَلِی اور حقیقی مَوْلیٰ ہے ۔ قرآن کا بیان : قارئین وہ تمام آیات اور علامہ کے ساتوں بیانات اور لفظ وَلِی کی عظمت اور وسعت اور اللہ کے ساتھ اس کی خصوصیت کو سامنے رکھ کر قرآن سے لفظ مَوْلیٰ اور وَلِی کے لئے ایک ایک آیت کا ترجمہ علامہ کے قلم سے دیکھیں:

ا۔"(ایمان لانے والو! تم یوں دعا کیا کرو) اے ہمارے رب ! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ، ان پر گرفت نہ کر ۔ مالک !ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال ، جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے ۔ پروردگار !جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں، وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مَوْلیٰ ہے ،(أَنْتَ مَوْلٰـنَا) کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر ۔(فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾) (بقرہ ۲۸۶ / ۲۔ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۲۴۔۲۲۵)

یہاں قارئین دیکھ لیں کہ انسانوں کو مَوْلیٰ سے کیا کچھ مانگنا چاہیئے اور یہ کہ مَوْلیٰ کیا کچھ دینے کی قدرت و اختیار رکھتا اور یہ کہ جس میں یہ قدرت و اختیار نہ ہو کیا اسے مَوْلیٰ کہا جاسکتا ہے؟ اور دیکھیئے :

۲۔"اور اس نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا تاکہ وہ (اس کے ساتھ) ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر حاضر ہوں۔ جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا "اے میرے سرکار، (رب کا ترجمہ۔احسنؔ) آپ چاہتے تو پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے ۔ کیا آپ اس قصور میں جو ہم میں سے چند نادانوں نے کیا ہے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعہ سے آپ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست (وَلِی کا غلط ترجمہ۔احسنؔ) تو آپ ہی ہیں۔(أَنْتَ وَلِيُّنَا) پس ہمیں معاف کر دیجیئے اور ہم پر رحم فرمایئے، آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں۔ "(اعراف ۱۵۵ / ۷) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۳)

(۷ ۔ ج) علامہ اینڈ کمپنی نے خانوادۂ محمدؐ کی ضد میں لفظ وَلِی اور مَوْلیٰ کے معنی تباہ کئے : بس جناب ہم اپنی منزل کے قریب آچکے ہیں اب صرف یہ دکھانا ہے کہ علامہ نے اتنا کچھ لکھا اور آپ نے ان کے قلم سے الفاظ وَلِی اور مَوْلیٰ کی عظمت و وسعت پڑھنے میں گھنٹوں سر مارا ۔ اور اب یہ دیکھ لیں کہ بقول اپنے ان شاہانہ الفاظ کا کیسا ستیاناس کرتے ہیں؟ اور اپنے قاریوں کو کس محنت، کدو کاوش اور مکارانہ تدبر سے کس طرح لفظ وَلِی اور مَوْلیٰ کے حقیقی معنی و مفاہیم سے دور تر لے جاتے ہیں ۔ لہٰذا چند منٹ اور ضائع کریں اور بتدریج وہاں تک آئیں جہاں تک علامہ نے حقیقی وَلِی و مَوْلیٰ یعنی شہنشاہِ کائنات اللہ کو اور اس کے کائناتی نائب و جانشین کو گھسیٹ گھسیٹ کر تختِ حکومت سے اتارا اور لا کر اپنے قریشی لیڈروں کے برابر کھڑا کر دیا ہے ۔ آیئے بسم اللہ کیجیئے اور علامہ کو داد دیجیئے ۔ کہ کس سہولت سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں اور کس طرح معنی کو الٹ پلٹ کرتے ہیں ؟

اوّل۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ (۱۵۰ / ۳)
دوم۔ أَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (الانفال ۴۰/ ۸)،
سوم۔ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَأَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (محمدؐ ۱۱ / ۴۷)

اوّل۔ "اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے ۔اور وہ بہترین مددکرنے والا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۴)
نتیجہ "مَوْلیٰ اور ناصر کے معنی مددگار کر دیئے ۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ

کیا نزدیک اس کے ہے علم غیب کا پس وہ دیکھتا ہے کیا نہ خبر دیا گیا

بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ

ساتھ اس چیز کے کہ بیچ صحیفوں موسیٰؑ کے تھی اور ابراہیمؑ کے جس نے

وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ

قول اپنا پورا کیا یہ کہ نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور یہ کہ

جس نے تھوڑے سے عطیات دے کر سخت رویہ اختیار کرلیا۔ (۳۵) کیا اس کے علم غیب کو مان لیا جائے جس سے وہ حقیقت حال کو جان لیتا ہے؟ (۳۶) (۳۷) کیا اسے ابراہیمؑ ایسے وفادار کے اور موسیٰؑ کے صحیفوں سے یہ خبریں نہیں ملی ہیں جن کو چھپا کر یہ اپنی غیب دانی کا تصور دیتا ہے۔ (۳۸) یہ بھی تو حقیقت ہے کہ کوئی وزیر کسی دوسری وزارت کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ (۳۹) اور یہ بھی کہ

دوم۔ ''اللہ تمہارا سرپرست ہے اور بہترین حامی و مددگار ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۵) (انفال ۴۰ / ۸)
نتیجہ۔ مَوْلیٰ کے معنی سرپرست اور حمایتی کے ہوگئے۔
سوم۔ ''ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی و ناصر کوئی نہیں۔ (محمدؐ ۱۱ / ۴۷) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۰)
نتیجہ۔ یہاں مَوْلیٰ کے معنی حامی و ناصر کردیئے گئے حالانکہ کافروں کے حامی و ناصر لاکھوں کافر ہوتے رہے ہیں۔ البتہ مَوْلیٰ ان کا نہیں ہوتا اسی طرح مسلمانوں کے حمایتی اور مددگار مسلمان اور کافر دونوں رہتے رہے ہیں۔ یعنی اللہ یا مَوْلیٰ کو عام کافروں اور مسلمانوں کے برابر لے آئے ہیں اس لئے کہ حامی و ناصر دونوں نہایت گھٹیا درجے کے الفاظ ہیں اور عوام الناس کے لئے قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور دکھانا یہی ہے کہ یہ وہی علامہ ہیں جنہوں نے اللہ و بندوں کا تعلق دکھانے کے سلسلے میں شاہانہ الفاظ پر بڑا زور دیا تھا اور اب وہ اللہ کو نہایت گھٹیا سطح پر اتار لائے ہیں اور رفتہ رفتہ یہاں آئے کہ :

(۷۔ د) وہ مقام جہاں وَلِی کا مسلّمہ ترجمہ کر دیا گیا ہوتا تو مقصدِ معراج پورا ہوجاتا اور شیطان محروم ہو جاتا۔

اللہ و رسوؐل کو عربوں کا رفیق و یار دوست بنا دیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ :

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ المائدۃ

علامہ کا ترجمہ: ''تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔'' (مائدہ ۵۵ / ۵) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۸۲)

اس ترجمہ کی رکاکت اور بلند بانگ دعووں کی خلاف ورزی وغیرہ کو نظر انداز کرکے قارئین یہ سوچیں کہ اس ترجمہ میں مخاطب کون ہے۔

اگر یہ ترجمہ صحیح مان لیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں مخاطب کون لوگ ہیں؟ اگر کوئی شخص بلا غور کئے جلدی میں یہ سمجھ لے اور کہہ دے کہ یہاں مومنین ہی مخاطب ہیں تو مومنین تو سب کے سب۔ ۱۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ۲۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ۳۔ اور اللہ کے آگے جھکتے ہیں۔ پھر یہ کس سے کہا گیا کہ ''تمہارے رفیق تو وہ اہل ایمان ہیں۔ (جو مندرجہ بالا تین کام کرتے ہیں)''؟ ظاہر ہے کہ جن کو رفیقوں کی فہرست بتائی ہے وہ اس فہرست سے خارج ہیں۔ اور انہیں نہ اللہ ہونا چاہیئے نہ رسوؐل نہ وہ تین کام کرنے والے ہونا چاہیئے۔ اس طرز کلام میں یقیناً مخاطب وہ مومنین ہیں جو نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے سامنے جھکتے ہیں اس لئے کہ یہ تین کام تو ان مومنین کی شناخت ہے جو اللہ و رسوؐل کے ہم پلہ مومنین ہیں۔

علامہ کے اصول اور ساتوں بیانات کی روشنی میں صحیح ترجمہ کر لیجیئے :

اور یہ ناممکن ہے کہ یہاں سارے مومنین مخاطب ہوں ورنہ سب کو ولی اور مولیٰ ماننا پڑے گا اور سب میں وہ تمام خصوصیات تسلیم کرنا پڑیں گی جو علامہ کے ساتوں بیانات میں مذکور ہیں۔ مثلاً انہیں :

لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ

نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ سعی کی ہے اور یہ کہ سعی اس کی البتہ

يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰى

دیکھی جائے گی پھر بدلا دیا جاوے گا اس کو بدلا پورا اور یہ کہ طرف

رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ

پروردگار تیرے کی ہے انتہا اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہ

ہر انسان کے لئے اسی قدر ہوتا ہے جتنی اس کی کوشش ہوتی ہے ۔ (۴۰) اور یہ بھی وقوع میں آنا ہے کہ اسے اس کی ہر کوشش آنکھوں سے دکھائی جائے گی ۔ (۴۱) پھر اسے اس کی کوشش کے سو فیصد مطابق جزا دے گا۔ (۴۲) اور یہ بھی کہ یقیناً تیرے پروردگار ہی کی طرف سب کی انتہا ہوگی۔ (۴۳) اور یہ بھی کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے (۴۴) اور یہ کہ حقیقتاً وہی

ا۔ پوری کائنات کا فرمانروا ، شہنشاہ ،حاکم ،سلطان ،مربی،فریاد رس ،کائناتی قانون بنانے والا یعنی شارع ، فطری و تشریعی حاکمیت رکھنے والا ، احکم الحاکمین ، مالک یوم الدین ، یعنی وَلی ہونا چاہیئے ۔

۲۔ انہیں موت و زیست پر اختیار ہونا چاہئے عذاب و ثواب کا پورا اختیار، جس کا حکم ہر حال میں ماننا لازم جو کسی حالت میں برا نہ چاہے جو ہر حال میں ہدایت ہی کرتا ہو ۔

اور علامہ کے لئے آئیں بائیں شائیں کرنے کے سوا چارہ کار نہیں ہے لیکن ان کے بیان کردہ اور مسلّمہ الفاظ و اصول کے ماتحت انہیں یہ ترجمہ قبول کرنا ہی پڑے گا کہ :

علامہ یہ ترجمہ کر چکے ہیں: ''اے مومنین تمہارے بادشاہ ،شہنشاہ ،مالک و مربی ،سلطان وحاکم وملک، رہنمائے حقیقی، حاجت روا یعنی ولیٔ حقیقی، اللہ اور اللہ کا رسوؐل محمدؐ اور صرف وہ مومنین ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ایسے حال میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔''

لفظ رفیق کی جگہ اگر قرآن کا لفظ ولی حقیقی برقرار رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ یہاں رعایا کو یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارا مطلق العنان فرمانروا اللہ ہے ۔ اللہ کا رسوؐل ہے اور اللہ کے رسوؐل کے وہ جانشین ہیں جو نہ صرف نمازی ہیں بلکہ ''رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینی واجب سمجھتے ہیں'' چونکہ ''رکوع'' خود نماز میں داخل اور نماز کا ایک رکن ہے اس لئے اگر اس آیت میں یہ منشاء ہوتا کہ یہ خصوصیت بیان کی جائے کہ ولی بننے والے وہ مومنین حالتِ رکوع ہی میں زکوٰۃ دیا کرتے ہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نماز میں ادائیگی اس لئے زیادہ مناسب ہوتی کہ رکوع خود نماز میں شامل ہے رکوع کا نماز کے بعد الگ سے ذکر کرنا مناسب ہی نہ تھا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ :

''وہ مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے لئے الگ سے پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں یہ غیر ضروری اور احمقانہ تکلف ہے کہ پہلے جھکو یا رکوع میں جاؤ پھر زکوٰۃ دو'' اور یہ بے ڈھنگی اور بے تکی بات ہے یا یہ کہ ''وہ مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز کے علاوہ بھی رکوع میں رہتے ہیں یا نماز میں جھکنے کے علاوہ بھی جھکے رہتے ہیں۔

یہ دونوں تشریحات غلط اور قرآنی فصاحت و بلاغت کا ستیاناس کرنے والی ہیں اس لئے یہاں رکوع کے لفظ سے نماز والا رکوع یا الگ سے رکوع مراد لینا غلط ہے ۔بلکہ اس لفظ کے معنی کرنا ہوں گے اور معنی ہیں ''قلاش و نادار'' ہونا اور ''بے کس و ناچار'' ہونا ۔لہٰذا آیت (مائدہ ۵۵ / ۵) کے صحیح معنی یہ ہوتے ہیں کہ :

''اے مومنین تمہارے بادشاہ و شہنشاہ و مالک و مربی اور سلطان و حاکم و ملک اور رہنمائے حقیقی و حاجت روا یعنی ولی حقیقی اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور وہ مومنین ہیں جو نمازیں قائم رکھتے ہیں اور ناداری و لاچاری کی حالت میں بھی زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں'' یہ ترجمہ نہ صرف قرآن کی فصاحت و بلاغت و فطری صورت حال کو برقرار رکھتا ہے بلکہ محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کے مسلّمہ حالاتِ زندگی کے عین مطابق بھی ہے ۔ وہ حضرات سال بھر تک سرمایہ اندوزی کرکے اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالتے تھے ۔ بلکہ وہاں تو روزانہ ضرورت مندوں اور سائلوں پر خود اپنی خوراک بھی صرف کی جاتی رہی ہے۔ وہ سرمایہ دار لوگ نہ تھے ان پر سرمایہ داروں کی طرح زکوٰۃ کبھی واجب ہی نہ ہو سکی تھی وہ فاقوں میں زندگی بسر ہی اس لئے کرتے تھے کہ وہ

اَمَاتَ وَ اَحۡیَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ﴿۴۵﴾	زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے (۴۵) اور
مارتا ہے اور جلاتا ہے اور یہ کہ اس نے پیدا کی ہیں دو قسمیں مرد اور عورت	حقیقتاً وہی جوڑیاں پیدا کرتا ہے اور نر و مادہ بناتا
مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اِذَا تُمۡنٰی ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَیۡہِ النَّشۡاَۃَ الۡاُخۡرٰی ﴿۴۷﴾	ہے۔ (۴۶) ایک نطفہ سے پیدا کر دیتا ہے جب کہ
ایک بوند سے جس وقت ڈالی جاتی ہے اور یہ کہ اسی کے ذمہ پر ہے پیدائش پچھلی	منی کی صورت میں ٹپکائی جائے۔ (۴۷) اور پچھلی
وَ اَنَّہٗ ہُوَ اَغۡنٰی وَ اَقۡنٰی ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّہٗ ہُوَ رَبُّ الشِّعۡرٰی ﴿۴۹﴾	پیدائش بھی قیامت میں حساب کتاب کے لئے اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ (۴۸) اور حقیقتاً اسی نے
اور یہ کہ اس نے دولتمند کیا اور خزانے والا کیا اور یہ کہ وہ ہے پروردگار شعریٰ کا	غنی کیا ہے اور اسی نے فقیری دی ہے۔ (۴۹) اور یقیناً اللہ ہی شعرا نام کے ستارہ کا بھی رب ہے۔

روزمرہ واجبات سے فارغ رہیں اور قریشی طرز فکر والے اسلام میں دخل انداز نہ ہوں۔

۸۔سورۂ نجم میں وَلَایَۃٌ مصدر سے آنے والے الفاظ "تَوَلّٰی" کی تکرار سے فَاَوۡحٰۤی مَاۤ اَوۡحٰی کا راز کھل جاتا ہے۔

حقیقی تعلیم کو عملاً کر کے دکھاتے چلے جائیں اور اللہ کی تجویز کردہ صبر وشکر و دن رات عبادت و تسبیح والی طویل زندگی گزاریں (طور۴۹۔۴۸ / ۵۲) اور زمانہ رجعت تک انتظار کریں۔(طور ۴۷ تا ۴۵ / ۵۲) چنانچہ سورۂ نجم میں فرمایا گیا تھا کہ:

۱۔ فَأَعۡرِضۡ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ إِلَّا ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا ﴿۲۹﴾ (نجم ۲۹ / ۵۳)

علامہ کے مسلّمہ اصول اور ترجمہ کے مطابق اس آیت کا ترجمہ:

۱۔ "اے رسولؐ تم اس "شخص" کو نظر انداز کردو جو ہمارے ذکرؑ (علیؑ) کے مقابلہ میں حکومت و اقتدار قائم کر رہا ہے۔ اور دنیا میں اقتدار و حکومت کے علاوہ جس کا اور کوئی ارادہ ہی نہیں ہے "(۲۹ / ۵۳) اور یہ کہ:

۲۔ ذَٰلِكَ مَبۡلَغُهُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱهۡتَدَىٰ ﴿۳۰﴾ (النجم: ۳۰ / ۵۳)

۲۔ "لہٰذا اے نبیؐ تیرا رب اسے بھی خوب جانتا ہے کہ جو علیؑ کے خلاف قومی حکومت بنا لینا ہی قرآنی تعلیم کی غرض سمجھا ہے ان کا علم بس اسی حد تک پہنچا ہے اور تیرا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جنہوں نے تعلیمات اسلام سے صحیح مقصد سمجھا ہے اور علیؑ کو خلیفہ بلا فصل کی حیثیت سے اختیار کیا ہے۔" پھر آگے چل کر یہ فرمایا تھا کہ:

۳۔ أَفَرَءَيۡتَ ٱلَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿۳۳﴾ وَأَعۡطَىٰ قَلِيلٗا وَأَكۡدَىٰٓ ﴿۳۴﴾ أَعِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡغَيۡبِ فَهُوَ يَرَىٰٓ ﴿۳۵﴾ ۔الخ (النجم: ۳۳ تا ۳۵ / ۵۳)

۳۔ "کیا اے رسولؐ آپ نے اس شخص کو ٹھیک سے دیکھ لیا ہے جس نے اپنی قوم کی مدد سے اپنی حکومت و اقتدار قائم کرلیا ہے اور جس نے تھوڑے سے عطیات دے کر اپنا رویہ سخت کرلیا ہے۔کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے قومی حکومت کو اللہ کا منشا سمجھا ہے۔"

قومی حکومت بنانے والے لیڈر اور اس کی قوم کی کارکردگی ، زمانۂ رجعت اور آخر جہنم کا داخلہ :

پھر اللہ نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ:

۴۔ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٞ وِزۡرَ أُخۡرَىٰ ﴿۳۸﴾ وَأَن لَّيۡسَ لِلۡإِنسَٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿۳۹﴾ وَأَنَّ سَعۡيَهُۥ سَوۡفَ يُرَىٰ ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجۡزَىٰهُ ٱلۡجَزَآءَ ٱلۡأَوۡفَىٰ ﴿۴۱﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلۡمُنتَهَىٰ ﴿۴۲﴾ (النجم: ۳۸ تا ۴۲ / ۵۳)

۴۔ "یہ مستقل و فطری قانون ہے کہ کوئی وزیر کسی دوسری وزارت کی ذمہ داریاں نہیں سنبھال سکتا اور انسان کو اسکی اپنی کوششوں کے علاوہ اور کسی چیز کا حق نہیں پہنچتا لہٰذا یقیناً اس لیڈر کی کوششیں اور کارکردگی عنقریب سامنے آجائے گی پھر اسے اس کا پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس مکمل بھگتان کے بعد اللہ کے روبرو جہنم کے لئے جانا ہوگا "(۳۲ تا ۴۸ / ۵۳)

(۸۔الف) اگر لفظ تَوَلّٰی کا ترجمہ کر دیا جاتا تو "اَوۡحٰی مَاۤ اَوۡحٰی" کی حقیقت کو سمجھے ہوئے چودہ سو سال گزر چکے ہوتے۔

قارئین ہماری مندرجہ بالا آیاتِ سورۂ نجم (۲۹، ۳۰، ۳۳ تا ۳۵، ۳۸ تا ۴۲) کا ترجمہ صحیح ہوجانے سے وہ بنیادی گفتگو سامنے آکھڑی ہوئی جس کی تفصیلات اللہ نے اپنے رسولؐ کو اَوۡحٰی مَاۤ اَوۡحٰی (۱۰ / ۵۳) میں بتائی تھیں۔

وَ اَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَا ۨ الۡاُوۡلٰى ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوۡدَاۡ فَمَاۤ اَبۡقٰى ﴿۵۱﴾ وَ

اور یہ کہ اس نے ہلاک کیا عاد پہلے کو اور ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا اور

قَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا هُمۡ اَظۡلَمَ وَ اَطۡغٰى ﴿۵۲﴾

قوم نوحؑ کی کو پہلے ان سے تحقیق وہ تھے بہت ظالم اور بہت سرکش

وَ الۡمُؤۡتَفِكَةَ اَهۡوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰٮهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾

اور الٹائی گئی بستیوں کو دے مارا پس ڈھانکا ان کو اس چیز نے کہ ڈھانکا

فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيۡرٌ

پھر بیچ کونسی نعمت رب اپنے کی جھگڑا کرتا ہے تو اے آدمی یہ ڈرانے والا ہے

(۵۰) یقیناً اسی نے قوم عاد کے اوّلین افراد کو تباہ کیا تھا۔اور (۵۱) ثمود کی قوم کو بھی ہلاک کیا تھا اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ (۵۲) اور نوحؑ کی قوم کو عاد وثمود سے بھی پہلے غرق کیا تھا۔ حق یہ ہے کہ وہ تمام ہی گروہ انتہائی سرکش اور کلام الٰہی میں ردّوبدل کرنے والے لوگ تھے (ظلم کے معنی ۔ مائدہ ۴۵ / ۵) (۵۳) اور ان کی اوندھی گرنے والی آبادیوں کواٹھا کر گرا دیا تھا۔ (۵۴) پھر ان کو ڈھانپ دیا جس چیز سے کہ ڈھانپ دینا چاہیئے تھا۔ (۵۵) پس اے قریشی لیڈر تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو نچوڑ کر اپنا مقصد برآمد کرنا چاہتا ہے۔ (۵۶) اور یہ

ہمارے ترجمہ کی صحت پر مودودی اور رفیع الدین کی شہادت پھر دیکھ کر آگے بڑھ جائیں۔

ہمارے ترجمہ کی صحت کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ : لفظ تَوَلّٰى کا مادہ (و۔ل۔ی) اور مصدر (وَلَایَۃٌ) وہی ہے جو الفاظ وَلِی اور مَوْلٰی کا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے : ”تَوَلّٰى“ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلَّیۡتُمۡ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم والی ہوئے ۔ تم حاکم ہوئے “(لغات القرآن مولانا محمدؐ عبدالرشید نعمانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

صحت کی دوسری دلیل:

(۱) قَالَ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الۡاَرۡضِ ﴿۲۰۵﴾ ۔ الخ (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

(۲) فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ ﴿۲۲﴾ ۔ الخ (محمدؐ ۲۲ / ۴۷)

(۱) رفیع الدین کا ترجمہ : ”جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا بیچ ہے زمین کے “صفحہ ۳۴

(۱) مودودی کا ترجمہ: ”جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے ...(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

(۲) رفیع الدین کا ترجمہ: ”پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے “(صفحہ ۵۷۴)

(۲) مودودی کا ترجمہ : ”دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ ”اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے “(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶ حاشیہ ۳۳)

(۸ ۔ ب) ہمارا ترجمہ و تفہیم حدیثِ معصومؑ و مذکور کے عین مطابق ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا تھا کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک سو بیس بار معراج ہوئی اور ہر دفعہ قیام ولایت علیؑ کی تاکید کی گئی۔“ لہٰذا معلوم ہوا کہ عہد رسولؐ ہی میں قوم نے وہ حکومتیں بنا لی تھیں جو بعدِ وفات ظہور میں آئیں ۔ اور یہ طے کر لیا تھا کہ حکومت و خلافتِ رسولؐ کو خاندانِ رسولؐ میں نہ جانے دیا جائے گا۔ جیسا کہ مخالف کے اپنے علما (شبلی وغیرہ) نے لکھا ہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

(۸۔ج) اس بات کا ثبوت کہ قریشی لیڈر اور قوم، قومی حکومت صرف دنیاوی اقتدار و اغراض کے لئے چاہتے تھے۔

یہ حقیقت قرآن سے بار بار اور بڑی تفصیل سے دکھائی جاچکی ہے کہ قریش اور ان کے لیڈر دنیا پرست لوگ تھے ان کا ہر کام دنیا طلبی کے لئے تھا لہٰذا آپ مندرجہ مقامات دیکھ کر اطمینان کر لیں (سورۂ بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) (آلِ عمران ۱۵۵ تا ۱۵۲ / ۳) (نجم ۲۹ / ۵۳) اور سمجھ لیں کہ قریشی دانشوروں اور حکومتوں نے قرآن کے معانی و مفاہیم کو تباہ کر دیا تھا۔(فرقان ۳۰ / ۲۵)

(۸۔د) قریشی اسلام مادہ پرستی ہی کا دوسرا اسلام نما نام ہے (۳۹ / ۵۳)

” وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (نجم ۳۹ / ۵۳)

محمدؐ تو اوّلین تنبیہ کرنے والوں میں سے ایک نذیر ہے۔ (۵۷) نزدیک آنے والی سزا و جزا کی زندگی قریب آ لگی ہے ۔(۵۸) جس کو کھول کر سامنے لانے والا اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ (۵۹) اے قریشی لیڈرو کیا تم معراج کی ان باتوں پر واقعی تعجب میں مبتلا ہو؟ (۶۰) تم اپنے شرمناک روّیے پر رونے کے بجائے الٹا رسولؐ کی تعلیم پر ہنستے ہو؟ (۶۱) اور تم نے تو سربلندی کا پروگرام اختیار کر رکھا ہے ۔ (۶۲) چنانچہ تم ہر حال میں اللہ کے لئے سجدوں اور عبادت کو مخصوص کردو۔

مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾

ان ڈرانے والوں پہلوں میں سے نزدیک آئی نزدیک آنے والی یعنی قیامت

لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ

نہیں واسطے اس کے سوائے اللہ کے کھولنے والا کیا پس اس بات سے

تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ

تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور نہیں روتے اور تم

سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

غفلت میں ہو پس سجدہ کرو واسطے اللہ کے اور عبادت کرو اس کو

السجدۃ ۱۲ ع ۳

قریش قرآن ہی سے قرآن کے خلاف سامان پیش کرتے ہیں یعنی:

مودودی ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۴)

مودودی تشریح "حاشیہ ۳۸۔ اس ارشاد سے بھی تین اہم اصول نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی پائے گا اپنے عمل کا پھل پائے گا۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرا نہیں پا سکتا، اِلّا یہ کہ اس عمل میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص سعی اور عمل کے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

صاف الفاظ میں دہریت اور بے خدا مذہب کا ثبوت یہاں موجود ہے اور یہ صرف اس لئے کہ ترجمہ میں ایک مخصوص شخص کو پوری انسانیت بنا دیا گیا ہے بہرحال ان کو یاد دلاؤ کہ اللہ نے آدمؑ کو جنت سے رخصت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"چنانچہ جب تمہارے پاس میری ہدایات پہنچیں تو جو کوئی میری ہدایات پر قدم بقدم چلے گا اسے کسی قسم کا خوف اور حزن و ملال نہ ہو گا" اور یہ کہ:

"چنانچہ جو کوئی میری ہدایات پر قدم بقدم چلے گا وہ نہ کبھی گمراہ ہو گا اور نہ مشقت و محنت میں مبتلا ہو گا "(طٰہٰ ۱۲۳ / ۲۰)

اور یہ کہ:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ (بقرہ ۳۸ / ۲)

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿۱۲۳﴾ طٰہ

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿۱۲۴﴾ (طٰہ: ۱۲۴ / ۲۰)

اور جو کوئی میرے ذکرؐ سے روگردانی کرے گا یقیناً اس کی زندگی اور معیشت تنگ حالی سے دو چار رہے گی اور پھر قیامت میں ہم لوگ اسے اندھوں میں شمار کریں گے اور اندھا اٹھائیں گے۔" ان آیات میں ذمہ داری لی گئی ہے کہ اللہ کی ہدایات کی پیروی کرنے والوں کو خوف و حزن و مشقت سے محفوظ اور مامون رکھا جائے گا ۔ اور یہ کہ ان کی زندگی تنگ حالی و تنگ دستی سے دو چار نہ ہوگی بلکہ فراخی و کشائش اور آسودگی ان سے وابستہ رہیں گی۔ پھر یہ آیت بھی سنائیں کہ :

۱۔ اللہ بلا محنت و مشقت اور باوقار روزی دیتا رہا ہے ۔اور دیتا رہے گا ۔

"جب جاتا اوپر اس کے زکریاؑ محراب میں پاتا نزدیک اس کے رزق کہا اے مریمؑ کہاں سے آیا واسطے تیرے یہ کہتی وہ نزدیک اللہ کے سے تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شمار "(رفیع الدین)

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ (آل عمران: ۳۷ / ۳)

۲۔ مودودی ترجمہ یعنی یہ اتفاقی بات نہ تھی رزق کا مستقل انتظام تھا۔

"زکریاؑ جب کبھی اس کے پاس محراب

میں جاتا تو اسکے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا پوچھتا مریمؑ! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے ،اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۸)

۳۔ رزق روٹیوں کا نہیں ضرورت کی ہر چیز کا نام ہے ۔ "حالانکہ عربی زبان میں رزق محض خوراک کے معنی تک محدود نہیں ہے بلکہ عطا اور بخشش اور نصیب کے معنی میں عام ہے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی دنیا میں انسان کو دیا ہے وہ سب اس کا رزق ہے حتّٰی کہ اولاد تک رزق ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

علامہ کی یہ آخری بات محولہ بالا آیات سے اگلی آیت (۳۸ / ۳) سے اور وہاں علامہ کی تشریح سے بھی ثابت ہے اس لئے کہ اللہ کے اس رزق کو محراب میں دیکھ کرہی حضرت زکریاؑ نے ایک لڑکے کی دعا کی تھی بہرحال ثابت ہوا کہ محراب عبادت میں حضرت مریمؑ کو ان کی ضرورت کی ہر چیز بلا کسی محنت و مشقت کے اور رنج و تعب اور بلا کسی کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور بلا زیر بار منت اور احسان ہونے کے اللہ کے یہاں سے تاحیات ملتی رہی ۔ اور پھر ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے صحابہ علیہم السلام کو مائدہ ملتے رہنے کا ذکر بھی قرآن (۱۱۵۔۱۱۴ / ۵) میں موجود ہے اور اسی وجہ سے اس سورہ کا نام "دستر خوان" رکھا گیا ہے تاکہ قرآنی اُمت کو آخری زمانہ تک مائدہ ملتا رہے (۱۱۴۔۱۱۵ / ۵) مگر جن لوگوں نے مکروفریب سے اور اللہ ورسولؐ کے خلاف قومی اجماع اور گٹھ جوڑ کرکے قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام پر تسلط حاصل کیا (مومنون ۱۱۱۔۱۰۹ / ۲۳) تھا ۔ ان کے لئے مائدہ تو کہاں ہوتا انہیں تو اللہ نے ساری دنیا کی اقوام کا محتاج اور بھکاری بنا دیا ہے انہیں اپنی ہر ضرورت اور سہولت اور ترقی کے لئے ان لوگوں سے بھیک مانگنا پڑتی ہے جنہیں وہ کافرو بے دین بھی قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ ان مسلمانوں سے یعنی حقیقی کافروں سے (نساء ۶۵ / ۴) وہ نام نہاد کافروبے دین ہزار درجہ بہتر ہیں جو دن رات اسلام کی مرتضویؑ تعریف (definition) العمل، والعمل ، فالعمل پر کاربند ہیں اور انعاماتِ خداوندی سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں ۔

(۴) اللہ کی حمدوثنا دور امامت میں بلا محنت و مشقت و رنج وتعب رزق کی ذمہ دار ہے ۔

نہج البلاغہ سے سنیئے: "حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے روز ازل سے حمدو ثنائے خداوندی کو اس لئے جاری رکھا تاکہ اللہ کی نعمتیں ، عنایات اور عطیات اپنی انتہا تک حاصل کئے جا سکیں ۔ اور نتیجے میں عظمتِ خداوندی اپنی امکانی حدود تک ثابت ہوتی چلی جائے ۔ اور اس لئے کہ نوعِ انسان غلط کاریوں اور تجربات کے چکروں سے چھٹکارا پا کربے روک ترقی کرتی چلی جائے اور ارتقاء و ترقی کی بلند سے بلند منزل کو انتہا نہ سمجھ کر مدد، نصرت اور ہدایاتِ خداوندی کی احتیاج اور ترقی کی گنجائش پر یقین کریں ۔ اور ساری کائنات سے مستغنی ہوجانے کے بعد بھی خود کو اللہ کا محتاج سمجھیں (۷ / ۲) اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو اللہ کو ناپسند ہو اور کسی اور چیز کا ذخیرہ جمع کرنے کے بجائے حمدوثنا کے ذخائر اور انبار جمع کرنے میں مصروف رہیں۔ حمد خداوندی سے شیطان کو اور ہر آفت اور دقت کو دور کرنے اور اللہ کی رضا جوئی میں زندگی گزاریں۔" (خطبہ نمبر ۲،جملہ نمبر ۱ تا ۱۷)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمْسٌ وَّ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلَاثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچپن (۵۵) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا

نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی منہ پھیر لیں

وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْٓا

اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیشہ کا قوی اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی

اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ

خواہشوں اپنی کی اور ہر بات قرار پکڑنے والی ہے اور البتہ تحقیق آئی ہے

مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ

ان کے پاس خبروں میں سے وہ چیز کہ بیچ اس کے ڈانٹنا ہے یعنی دلیل حکمت

بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ (وقف لازم)

پہنچنے والی مطلب کو پس نہیں کفایت کرتے ڈرانے والے پس منہ پھیر لے ان سے

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶

منتظر رہ اس دن کا کہ پکارے گا ایک پکارنے والا طرف ایک چیز ناپہچان کے

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

نیچے ہوں گی نظریں ان کی نکلیں گے قبروں میں سے گویا کہ وہ ٹڈیاں ہیں

مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ

پریشان دوڑتے ہوئے طرف پکارنے والے کی کہیں گے کافر یہ دن ہے

(۱) قیامت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور چاند پھٹ گیا ہے۔ (۲) اور حال یہ ہے کہ اگر یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو رُوگردان ہو کر کہا کرتے ہیں یہ تو ایسا جادو ہے جو ہمیشہ سے پھیلتا اور سرایت کرتا چلا آ رہا ہے۔ (۳) یوں وہ احکام و حکومت خداوندی کو جھٹلاتے رہے اور اپنے اجتہادات کی پیروی کرتے چلے آئے ہیں اور باقی امور کی طرح تمہارا منصوبہ بھی اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر رہے گا۔ (۴) اور یقیناً ان قریش کو وہ خبریں مل چکی ہیں جن میں سرکش اقوام پر گزری ہوئی سبق آموز دھمکیاں اور دل میں اتر جانے والی حکمت اور عبرت تھی مگر ان کو کوئی تنبیہ بھی کافی نہ ہو سکی۔ (۶) چنانچہ تم اے رسولؐ کارِ ولایت انجام دیتے چلے جاؤ یہاں تک کہ وہ دن آ جائے جس دن انہیں ایک ایسا پکارنے والا ایک ناپسندیدہ صورت حال کی دعوت دیگا کہ (۷) جس کی آواز سے یہ قریش آنکھیں نیچے کئے لرزتے ہوئے اپنی قبروں سے نکل کر ٹڈیوں کی طرح بکھر جائیں گے۔ (۸) اور بلانے والے کی طرف ٹکٹکی لگائے دوڑتے ہوئے بے تحاشہ چلے آئیں گے اور اس دن کی حقیقت کو چھپانے والے قریش کہیں گے کہ یہ بڑا ہی

تشریحات سورۃ القمر:

۱۔ قریش سے رجعت کے زمانہ تک چشم پوشی اور اجتہاد میں آزادی کا ذکر پھر ہوا۔

سورۂ القمر یہ کہتی ہوئی سامنے آتی ہے کہ شق القمر ایسے عظیم الشان معجزے کو بھی قریشی لیڈروں نے جادوگری کہہ کر بے اثر کرنے کی کوشش کی (۱/۵۴) اور برابر اپنے اجتہادی نظام سے چپکے چلے گئے (۲/۵۴) آخر اللہ نے اپنے رسولؐ کو بار بار یہ حکم دیا کہ تم ان کی طرف سے اپنی امید بھری توجہ ہٹا

عَسِرٌ ۝۸ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا

سخت جھٹلایا تھا پہلے ان سے قوم نوحؑ کی نے پس جھٹلایا انہوں نے بندے ہمارے کو

وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ

اور کہا انہوں نے دیوانہ ہے اور ڈانٹا گیا پس پکارا پروردگار اپنے کو یہ کہ تحقیق میں

مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ

مغلوب ہوں پس بدلا لے میرا پس کھولے ہم نے دروازے آسمان کے ساتھ

مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ

پانی برسنے والے کے اور پھاڑ دیا ہم نے زمین کو چشمے پس مل گیا پانی زمین کا اور آسمان کا

عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ

اوپر کام کے کہ مقدر کیا گیا تھا اور چڑھا لیا ہم نے اس کو اوپر کشتی تختوں والی اور

تکلیف بھرا دن ہے ۔ (۹) قریش سے پہلے بھی نوحؑ کی قوم نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور دیوانہ قرار دیا تھا اور طرح طرح ڈانٹا تھا (۱۰) چنانچہ اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور کہا کہ میں واقعی مغلوب ہو چکا تو میری مدد کر۔ (۱۱) چنانچہ ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کو پھاڑ کر ہم نے چشموں میں تبدیل کردیا اور یہ سارا پانی اس حکم کو پورا کرنے کے لئے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ (۱۳) اور نوحؑ کو ہم نے ایک تختیوں اور کیلوں سے بنی ہوئی کشتی پر

لو اور اپنی ولایت کو قائم کرنے میں مصروف رہو (۶ / ۵۴) اس دن تک انتظار کرو جس روز ان کو اور تمام مجرمین کو ایک پکارنے والاؑ پکارے گا اور وہ سب ٹڈی دل کی طرح قبروں میں سے نکل کر پھیل جائیں گے (۸ تا ۶ / ۵۴) یہاں قارئین کے نوٹ کرنے کی بات صرف اتنی سی ہے کہ یہاں صور پھونکنے کا ذکر نہیں ہے صرف پکارنے والاؑ مذکور ہوا ہے اور اس کی پکار میں یہ قدرت و اثر ہے کہ لاکھوں سالہ مردے جلدی جلدی اپنا وہ سابقہ جسم حاصل کر کے حاضر ہو جائیں گے اور اس دن کی تنگی کا تذکرہ ان کی زبانوں پر ہوگا (۸ تا ۶ / ۵۴) نظریں جھکی ہوئی اور جسم لرزتے ہوئے ہوں گے ۔ اور ان پر وہ تمام قسم کے عذاب نازل کئے جائیں گے جو انہیں قوم عاد و نوحؑ اور ثمود اور قوم لوطؑ کے سلسلے میں سنائے گئے اور چاہا گیا کہ ان دھمکیوں سے عبرت حاصل کریں اور قومی حکومت بنانے سے باز رہیں ۔ لیکن انہوں نے تمام انبیاؑ و رسلؑ کی تعلیمات کو جھٹلایا اور تمام آیاتِ خداوندی کی تکذیب کی اس لئے تمام سابقہ سرکش اقوام کی سزا کے لئے حقدار بن گئے ان کو پکارنے والاؑ دریافت کرے گا کہ کیا تمہارے حق پوش لیڈر سابقہ اقوام کے حق پوشوں سے کچھ اچھے لوگ تھے کہ ان کے ساتھ رعایت برتی جائے ؟ (۴۳ / ۵۴) یا تمہاری بریت کی کوئی تحریری دستاویز کسی سابقہ کتاب میں موجود ہے کہ تمہیں رہا کر دیا جائے ؟ (۴۳ / ۵۴) (۴۴ / ۵۴) بلکہ اس کے برعکس تمہاری پوری نسل اور تمام حکومتوں کی اجتماعی قوت کو ہزیمت دے کر تمہیں منہ اور پیٹھ کے بل ولایت مطلقہ کے سامنے آگ میں گھسیٹا جائے گا ۔ تاکہ تم آگ کی جلن محسوس کرو اور یہ کہ وہی گھڑی ہے جس کے وعدے کئے جاتے رہے اور تم ٹالتے رہے (۴۸ تا ۴۵ / ۵۴) اور یہ سب کچھ ہمارے سامنے اتنا سا کام ہے جو آنکھ جھپکنے میں کیا جا سکتا ہو (۵۰-۴۹ / ۵۴) پھر انہیں بتایا جائے گا کہ ہم نے ان تمام اقوام اور گروہوں کو بھی تباہ کر دیا ہے جو تمہارے مشن کی اشاعت کرتے رہے تھے ۔ اور تمہارے اور ان کے تمام افعال و کردار ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے موجود تھے خواہ وہ بڑے بڑے اقدامات تھے یا چھوٹے چھوٹے تھے سب کے سب سطروں میں قلم بند ہیں (۵۳ تا ۵۱ / ۵۴)

(۱۔الف) سورۂ قمر میں تمام نذیرؑوں کو اور اللہ کی تمام ہی آیات کو جھٹلانے کے معنی تمام انبیاؑ اور تمام آئمہؑ کو جھٹلانا ہیں۔

سورۂ قمر میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ جس طرح تمام سابقہ اقوام نے تمام نذیروں (اَلنُّذُر) کی تکذیب کی تھی اسی طرح قریش کی تمام نسلوں اور حکومتوں نے تمام آیاتِ خداوندی کی تکذیب کی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ سارے قریش یا سارے مسلمانوں نے قرآن کے کافی اور اپنے پسندیدہ حصے کی تصدیق کی ہے اس دلیل سے بھی اس سورۂ کی آیت

دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ کَانَ

میخوں والی کے چلتی تھی آگے آنکھوں ہماری کے بدلا لینے کو واسطے اس شخص کے

کُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَکْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ

کفر کیا گیا تھا اور البتہ تحقیق چھوڑ دیا ہم نے اس قصہ کو نشانی پس کیا ہے کوئی

مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۵﴾ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ

نصیحت پکڑنے والا پس کیوں کر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا اور تحقیق

یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۷﴾

آسان کیا ہم نے قرآن کو واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا

اٹھا کر بلند کر دیا تھا۔ (۱۴) جو کہ برابر ہماری آنکھوں کی ہدایت پر چل رہی تھی یہ جزا تھی اسؑ ہستی کی خاطر جس کی ناشکری کی گئی تھی (۱۵) اور اس کشتی کو آخر ہم نے ایک معجزہ کی صورت میں انسانوں کے مابین چھوڑ دیا۔ کیا کوئی اس حقیقت پر مذاکرہ کرنے کو تیار ہے۔ (۱۶) چنانچہ اے قریش ذرا غور کرو کہ میرے عذاب اور تنبیہہ نے کیسا کام کر دکھایا؟ (۱۷) اور بلاشبہ ہم نے القرآن کو الذّکر کے لئے سہل اور آسان کر دیا ہے کیا کوئی اس بات پر مذاکرہ کے لئے تیار ہے؟

(۴۲ / ۵۴) کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا سے مراد قرآن کے جملے یا معجزے نہیں ہیں۔ کیونکہ جن آیات یا معجزات کی تکذیب کی گئی وہ گنتی کے چند تھے۔ کل یا تمام آیات کی تکذیب کے معنی تمام آئمہ اہلؑ بیت کی تکذیب ہے جو حضرت علیؑ کی حکومت و اطاعت و ولایت و امامت کے انکار اور قومی حکومت قائم کرنے سے شروع ہو کر تمام آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم کی حکومت کے انکار پر ختم ہوئی ہے اور آج بھی وہ لوگ انہیں مطلق سربراہانِ اسلام نہیں مانتے۔

چنانچہ اس آیت کے متعلق جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ "کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا" یعنی اَلْاَوْصِیَآءَ کُلَّهُمْ (یعنی تمام اوصیائے محمدؐ) (کافی کتاب الحجت)

اور اس سے پہلی حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: اَلْاٰیَاتُ هُمُ الْاَئِمَّةُ وَ النُّذُرُ هُمُ الْاَنْبِیَآ علیہم السلام یعنی آیات سے آئمہؑ اور اَلنُّذُر سے انبیاؑ مقصود ہیں۔

۲۔ قرآن کریم صرف ان حضرات کے لیے آسان ہے جو اس کے لا محدود علوم پر منجانب اللہ عبور رکھتے ہوں۔

جن حضرات نے آیات (۴۰، ۳۲، ۲۲، ۱۷ / ۵۴) کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن ہر کسی کے لئے آسان ہے ان کے لئے یہ کہہ دینا کافی سے بھی زیادہ ہے کہ وہ قرآن سے سو فیصد جاہل ہیں۔

۳۔ آیت (۱۴ / ۵۴) میں حضرتِ نوحؑ کی کشتی کی راہنمائی اور نگرانی کرنے والی آنکھیں محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

یہ بات بار بار سامنے لائی جاتی رہی ہے کہ قرآن جہاں جہاں اللہ کے ان اعضاء کا ذکر کرتا ہے جو انسانوں کے اعضاء کے نام ہیں مثلاً ہاتھ پیر چہرا اور آنکھیں وغیرہ ان تمام مقامات پر وہ حضراتؑ مراد ہوتے ہیں جن کو وہ اپنا نور فرماتا ہے۔ جن کے کلام کو اپنا کلام قرار دیتا ہے۔ اور جن کو اپنے مقام پر قائم مقام بناتا ہے اور جن کے لئے اپنی ضمیر استعمال کرتا ہے۔

(۳۔ الف) اللہ و رسولؐ کو ہر حال میں دو الگ الگ ہستیاں سمجھنا کفر و شرک و اسلام سے خروج ہے۔

عام قاعدہ تو یہ ہے کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور رسولؐ دونوں کا تذکرہ ہو رہا ہو تو دونوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جائے۔ مگر اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یک جہتی و یگانگت دکھانے کے لئے اکثر تثنیہ کی جگہ واحد کا صیغہ بول کر رسولؐ کو اپنا قائم مقام بنا دیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

(۳۔ ب) اللہ نے اپنی جگہ رسولؐ کو آگے بڑھا یا ہے تا کہ دوئی نہ رہے۔

یَـٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُوٓاْ أَطِیعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْاْ عَنْهُ ﴿۲۰﴾۔ الخ (انفال ۲۰ / ۸)

"اے لوگو وہ جو ایمان لائے ہو تم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور "اُس کے" خلاف

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
جھٹلایا عاد نے پس کیوں کر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا تحقیق بھیجی ہم نے
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ
اوپر ان کے باؤ تند بیچ دن نحس کے کہ ہمیش چلی گئی نحوست اس کی اکھاڑ لیتی
النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ
لوگوں کو جگہ سے گویا کہ وہ تنے ہیں کھجور جڑ سے کٹی ہوئی کے پس کیوں کر
كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ
ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ
واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا جھٹلایا ثمود نے
بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ
ڈرانے والوں کو پس کہا انہوں نے کیا آدمی کو ہم میں سے ایک کے پیروی کریں
اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ
گے اس کی تحقیق ہم اس وقت البتہ بیچ گمراہی کے ہیں اور جنون کے کیا ڈالا گیا
الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ
ذکر اسی پر درمیان ہمارے میں سے بلکہ وہ جھوٹا ہے اترانے والا شتاب جان لیویں

(۱۸) عاد نے بھی جھٹلایا تھا تو تم دیکھو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھی میری تنبیہات (۱۹) ہم نے ایک سر تا پا نحوست والے روز ان پر سخت طوفانی ہوا مسلط کر دی تھی۔ (۲۰) جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی جیسے کہ وہ لوگ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ (۲۱) پس اے قریشی لوگو تم دیکھو کہ میرا عذاب کیسا تھا اور میرے خبردار کرنے والے کیسے تھے؟ (۲۲) اور یقیناً ہم نے القرآن کو الذکرؑ کے لئے سہل اور آسان کر دیا ہے کیا کوئی اس بات پر مذاکرے کے لئے تیار ہے۔ (۲۳) ثمود نے بھی نذیروں کو جھٹلایا تھا۔ (۲۴) انہوں نے اجماع کو حجت ماننے کی بنا پر کہا کہ ایک بشر جو ہم ہی میں سے اور ہمارے ہی ایسا خاطی شخص ہے کیا اب ہم اس تنہا کی پیروی کریں؟ اس کی اتباع منظور کرتے ہی ہم کھلی گمراہی اور دیوانگی میں داخل ہو جائیں گے۔ (۲۵) سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اتنے دانشوروں کو چھوڑ کر بس الذکر کی ملاقات اسی سے کرانا تھی۔ یہ بات نہیں بلکہ وہ تو نہ صرف یہ کہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ اپنے مقام پر غلط بھی ہے۔ (۲۶) بہت جلد

ولایت قائم نہ کرو" یہاں قاعدہ کی رو سے وَلَا تَوَلَّوْا "عَنْهُمَا" ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اللہ نے واحد کی ضمیر عَنْهُ رکھ کر رسوؐل کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور رسوؐل کو اپنے مقام پر قائم کر دیا ہے۔ لہٰذا اطاعت میں دوئی نہیں ہے۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴿۲۴﴾ (انفال ۲۴ / ۸) (۳) وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴿۴۸﴾ (النور: ۴۸ / ۲۴)

(۲) "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ اور رسوؐل کے حضور میں حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائے"

یہاں بھی اللہ نے واحد کا صیغہ دَعَاكُمْ کہہ کر اپنی جگہ رسوؐل کو دے دی ورنہ یہ کہا جانا چاہیئے تھا کہ: "جب وہ دونوں تمہیں بلائیں" (۳) "جب ان کو اللہ و رسوؐل کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان "وہ" حکم نافذ کرے۔" (سورۂ نور ۴۸ / ۲۴) یہاں بھی اللہ نے حکم نافذ کرنے میں رسوؐل کو اپنی جگہ دے دی ورنہ کہنا چاہیئے تھا کہ: لِيَحْكُمَا۔ تاکہ وہ دونوں ان کے درمیان حکم نافذ کریں۔

(۴) "(اے محمدؐ) کہہ دو کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت کرو اور رسوؐل کی اطاعت کرو اور اگر وہ مخالف ولایت بنائیں تو اس پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اس پر عائد کی گئی ہے "(فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ) اور اگر تم اُس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔" (نور ۵۴ / ۲۴)
قارئین نوٹ کریں کہ اس آیت میں بھی اللہ نے اپنی اور اپنے رسوؐل کی اطاعت کا حکم دیا۔ لیکن دوران گفتگو ہی میں

کل ہی کو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ بڑا جھوٹا اور غبیؔ کون ہے (۲۷) ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی کو بھیج رہے ہیں۔ اب ذرا صبر کے ساتھ نگراں رہو۔ کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے ۔ (۲۸) اور ان کو یہ جتا دو کہ آئندہ پانی کی باری مقرر ہوگی۔اور پانی تمہارے اور اونٹنی کے درمیان نمبروار تقسیم ہوگا اور ہر کسی کو اپنی باری ہی پر حاضر ہونا ہوگا۔ (۲۹) چنانچہ انہوں نے اپنے یار و راہنما کو مدد کے لئے پکارا اور اس نے اس کام کا کر گزرنا اپنے سر لے کر اونٹنی کے چاروں پیر کاٹ ڈالے۔ (۳۰) چنانچہ دیکھا گیا کہ میرا عذاب اور میرے نذیروں کے عملدرآمد نے انہیں کیسا تباہ کیا۔ (۳۱) یقیناً ہم نے تو بس ایک دھماکہ بھیجا تھا جس نے انہیں باڑہ والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح بھس بنا دیا۔ (۳۲) اور یقیناً ہم نے القرآن کو الذکرؔ کے لئے سہل اور آسان کر دیا ہے کیا کوئی اس بات پر مذاکرے کے لئے تیار ہے۔ (۳۳) لوطؑ کی قوم نے نذیؔروں کو عاد و ثمود ہی کی طرح جھٹلایا تھا۔ (۳۴) لہٰذا ہم ہی نے ان پر بھی پتھروں کی بارش برسائی تھی اور لوطؑ کی آل کو رات کے پچھلے حصے میں عذاب سے نجات دے دی تھی (۳۵) یہ ہماری جانب سے ان کے لئے ایک نعمت تھی اور ہم شکر گزاری کرنے والوں کو جزا میں اسی طرح انعام دیا کرتے ہیں ۔ (۳۶) اور واقعہ یہ ہے کہ لوطؑ نے اپنی قوم کو ہماری گرفت سے خبردار کر دیا تھا مگر وہ لوگ تو دھمکی والی آیات کو نچوڑ کر معنی بدلتے رہے ۔ (۳۷) اور انہوں نے لوطؑ کو اس کے مہمانوں کو استعمال کرنے کے لئے پھسلانا چاہا تھا

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ

گے کل کو کون ہے جھوٹا اترانے والا تحقیق ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی

فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ

واسطے آزمائش کے ان کی پس انتظار کر ان کا اور صبر کر اور خبر دے ان کو یہ کہ

الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

پانی تقسیم کیا ہوا ہے درمیان ان کے ہر باری پانی پلانے کی حاضر کی گئی ہے

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ

پس پکارا انہوں نے یار اپنے کو پس پکڑا پس پاؤں کاٹے پس کیوں کر ہوا عذاب میرا

وَ نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

اور ڈرانا میرا تحقیق بھیجی ہم نے اوپر ان کے آواز تند ایک ہی پس ہو گئے مانند

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

بھس پیر ڈالنے والے کی اور البتہ تحقیق آسان کیا ہے ہم نے قرآن کو

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ

واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی کہ نصیحت پکڑے جھٹلایا تھا قوم لوطؑ کی نے

بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ

ڈرانے والوں کو تحقیق بھیجا ہم نے اوپر ان کے مینہ پتھروں کا مگر لوگ لوطؑ کے

نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِىْ

نجات دی ہم نے ان کو وقت سحر کے انعام کر اپنے پاس سے اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم

مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا

اس شخص کو کہ شکر کرتا ہے اور تحقیق ڈرایا تھا ان کو پکڑنے ہمارے سے پس جھگڑے

بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ

ساتھ ڈرانے والوں کے اور البتہ تحقیق بہلایا اس کو مہمانوں اس کے سے پس

رسولؐ کی مخالفت کو اپنی مخالفت اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرما کر اپنی ذات کو الگ کر لیا۔ اور یہ بھی فیصلہ فرما دیا کہ: ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں“ (نساء ۱۵۱۔۱۵۰ / ۴) تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۱۳ و ۴۱۴)

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ

مٹادیں ہم نے آنکھیں ان کی پس چکھو عذاب میرا اور ڈرانا میرا اور البتہ تحقیق

صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾

فجر مارا ان کو سویرے عذاب ٹھیر رہنے والے نے پس چکھو عذاب میرا اور ڈرانا میرا

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

اور تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

نصیحت پکڑنے والا اور البتہ تحقیق آئے تھے لوگوں فرعون کے پاس ڈرانے والے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ

جھٹلایا انہوں نے نشانیوں ہماری کو سب کو پس پکڑا ہم نے ان کو پکڑنا غالب

مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ

قدرت والے کا کیا کافر تمہارے بہتر ہیں ان سے یا واسطے تمہارے چٹھی ہے خلاصی کی

فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ

بیچ اعمالناموں کے یا بیچ کتابوں خدا کے کیا کہتے ہیں کہ ہم جماعتیں

مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

بدلا لینے والے ہیں شتاب شکست دئے جائیں گے یہ جماعت اور پھیر لیویں گے پیٹھ

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾

بلکہ قیامت ہے وعدہ گاہ ان کا اور قیامت بہت سخت ہے اور بہت کڑوی ہے

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي

تحقیق گنہگار بیچ گمراہی کے اور جلنے کے ہیں اس دن کہ گھسیٹے جاویں گے بیچ

النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ

آگ کے اوپر مونہوں اپنے کے چکھو لگنا آگ دوزخ کا تحقیق ہم نے ہر چیز کو

لہٰذا ہم نے ان کی شہوت ران آنکھوں کو مسل دیا کہ وہ ہمارے عذاب و تنبیہات کا مزا اڑائیں۔(۳۸) اور حقیقت یہی ہے کہ ہم نے ان پر صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب بھیج دیا اور موقع دیا کہ (۳۹) وہ میرے عذاب اور دھمکیوں کا مزا چکھیں (۴۰) اور پھر آخری بار نوٹ کر لو کہ یقیناً ہم نے القرآن کو الذکرؐ کے لئے سہل اور آسان کر دیا ہے کیا کوئی اس بات پر مذاکرے کے لئے تیار ہے؟ (۴۱) اور آلِ فرعون کے پاس بھی بہت سے نذیر آئے تھے۔ (۴۲) چنانچہ انہوں نے بھی ہماری تمام ہی آیات کو جھٹلایا تھا۔ پھر ہم نے بھی ان پر وہ گرفت کی جو زبردست اقتدار کے مالک کی طرف سے ہو سکتی تھی۔ (۴۳) کیا تمہارے حق پوش لیڈر اُن کے لیڈروں سے بہتر ہیں ؟ یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی بریت کی سند ہے۔ (۴۴) یا ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ ہم اپنے بچاؤ کا خود انتظام کر سکتے ہیں۔ (۴۵) عنقریب ان کی تمام جماعتوں کو ولایت کی طرف پیٹھ کرنے میں ہزیمت اٹھانا پڑے گی اس لئے کہ (۴۶) ان کو قیامت تک وعدہ دیا گیا ہے اور قیامت ان کے لئے تباہ کن اور تلخ ثابت ہونا ہے۔ (۴۷) قریش کے یہ جرائم پیشہ لوگ گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں۔ (۴۸) جس دن یہ لوگ اوندھے منہ آگ میں گھسیٹے جائیں گے وہاں ان سے کہا جائے گا کہ لو تم آگ سے تپائے ہوئے گڑھے کی تپش کا مزا لوٹو۔ (۴۹) یقیناً ہم نے ہر چیز کو

علامہ کا کوئی ترجمہ بغیر چھل فریب کے ہونا مشکل ہوتا ہے بہر حال یہ جملہ صحیح ہے کہ ایک گروہ اللہ کو رسولؐوں سے الگ کر کے درمیانی راہ نکالنے کی فکر میں تھا جو مومن ہوتے ہوئے حقیقی کافر گروہ تھا۔ بہر حال ہم اللہ اور رسولؐ میں یگانگت پر ایمان رکھتے ہیں اور حقیقی مومن ہیں۔ اس عنوان کو مکمل کرنے کے لئے جناب علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی چند جملوں کا سننا مفید ہوگا۔ ارشاد ہے

(۳۔ج) یداللہ اور عین اللہ تمام انبیاءؑ کے ہادی اور مددگار رہے ہیں۔

خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ

پیدا کیا ہے اس کو ساتھ اندازے کے اور نہیں حکم ہمارا مگر ایک دفعہ جیسا نظر کرنا

بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ

ساتھ آنکھ کے اور البتہ تحقیق ہلاک کیا ہے ہم نے ہم مذہبوں تمہارے کو

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا اور جو چیز کہ کی ہے انہوں نے بیچ کتاب کے

وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ

ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے تحقیق پرہیز گار بیچ بہشتوں کے ہیں

وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

اور نہروں کے بیچ مقام راستی کے نزدیک بادشاہ قدرت والے کے

ایک مستقل مقدر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (۵۰) اور ہمارا حکم تو بس ایک ہی بار نافذ ہوتا ہے اور پلک جھپکنے میں جو حکم ہوتا ہے رُوبکار آجاتا ہے۔ (۵۱) ہم نے تمہارے مذہب کی اشاعت کرنے والوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے کیا ہے کوئی جو اس کا مذاکرہ کرے۔ (۵۲) اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ سب اعمال ہم نے کتابوں میں جمع کر دیئے ہیں۔ (۵۳) اور ہر چھوٹا فعل اور ہر ایک بڑا اقدام بھی لفظوں اور سطروں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ (۵۴) بلاشبہ ذمہ دار و متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں قیام پذیر ہوں گے (۵۵) اور ایک صاحبِ اقتدار بادشاہ کی حقیقی صحبت میں رہیں گے۔

"میں ہوں وہ ہستی جس نے نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا تھا، میں ہی وہ ہوں جس نے ابراہیمؑ کو نمرود کی آگ سے نجات دی اور ان کا غمگسار رہا۔ میں ہی یوسفؑ کو کنویں سے نکالنے والا اور ان کا مونس و ہمدرد تھا۔"

اَنَا الَّذِی حَمَلْتُ نُوحاً فِی السَّفِیْنَۃِ اَنَا الَّذِی اَنْجَیْتُ اِبْرٰھِیْمَ مِنْ نَّارِ نمرود ومُوْنِسُہٗ۔ اَنَا مُونس یوسفؑ الصدیق فِی الْجُبِّ وَمخرجہ اَنَا صاحب موسیٰؑ والخضر ومعلمھما۔ الخ (مشارق)

(۴) اسلام کے مقابلہ پر ہمیشہ سے نظام اجتہاد اور کثرت کو حق سمجھنے والے موجود رہے ہیں۔

وہ قارئین جو قریش اور ان کے خود ساختہ مذہب کے طرف دار ہیں آیت (۲۴ / ۵۲) پر غور فرمائیں اور اگر ہو سکے تو علامہ کے ترجمہ اور تشریح میں آیت کے حقیقی مقصد سے فرار اور مفہوم کا رخ موڑنے کا طریقہ بھی دیکھیں۔ ثمودی لیڈروں نے نہ مافوق البشر نبیؑ کا مطالبہ کیا نہ اپنی قوم کے نبیؑ پر ان کو اعتراض تھا نہ وہ کسی رئیس و سردار کے نبی ہونے کا خیال رکھتے تھے۔ اصل حقیقت جسے علامہ اور کمپنی ہمیشہ پسِ پردہ کرتی رہی ہے وہ تو یہ ہے کہ وہ لیڈر ایک فردِ واحد کی اتباع اور پیروی کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ اور اپنی قوم کے ایک فردِ واحد کے ماتحت پوری قوم کو لانا حماقت مانتے ہیں۔ منشاء واضح ہے کہ بات وہ قابل عمل ہوگی جس کو تنہا نہیں بلکہ قوم کے دانشوروں کی جماعت متفقہ طور پر طے کرے۔ یہ جمہوری یا ابلیسی اصول روزِ اوّل سے انبیاءؑ کو مجبور کرتا رہا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ رسولؑ، اللہ کی آیات یا احکام و بیانات سنا کر خود تنہا اپنی ذاتی بصیرت سے اللہ کا منشاء و مقصد تجویز نہ کرے بلکہ قوم کے دانشوروں کے سامنے پیش کر کے ان کی صواب دید سے نتائج اخذ کرے اس طرح نبیؑ اور قومی دانشوروں کی بصیرت سے جو فیصلہ ہوگا وہ واجب العمل واطاعت ہوگا۔ اس کی مزید توضیح قرآن میں یوں کی گئی ہے کہ علامہ کا ترجمہ دیکھیں: "یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا، جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہے۔" (المومنون ۳۴ / ۲۳) (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸)

یہاں مطلب قطعاً واضح ہے کہ ایک شخصِ واحد جو بہر حال تمہارے ہی جیسا ہے خوراک و جذبات و افتادِ طبع میں بالکل مختلف نہیں ہے اس کی بصیرت اور سوجھ بوجھ تمہاری ہی طرح غلط ہو سکتی ہے لہٰذا خواہ وہ نبیؑ ہو یا کوئی لیڈر ہو تم بدستور اپنے اصول پر عمل کرو اس کی بات سنو سمجھو مگر فیصلہ وہ اختیار کرو جو اجتماعی بصیرت کا حامل ہو۔ یہ قریش کا بھی دین تھا۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانٌ وَ سَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلَاثُ رکوعاتٍ

سورۂ رحمٰن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اَٹھتر (۷۸) آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④

رحمٰن نے سکھایا قرآن پیدا کیا آدمی کو سکھایا اس کو بولنا

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥

سورج اور چاند بیچ گردش کے ہیں اور بُوٹیاں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

(۱) رحمٰن نے (۲) قرآن کی تعلیم دے کر (۳) مکمل انسانؑ کو پیدا کیا۔ (۴) اور اسے تعلیماتِ قرآن کو بیان کرنے کی تعلیم بھی دی۔ (۵) چاند و سورج کو حساب کا پابند بنایا۔(۶) اور تمام ستارے اور تمام درخت اسؑ کو سجدہ کرتے ہیں (۷) آسمان کو اس

تشریحات سورۂ الرحمٰن:

ا۔ آیات (۷ تا ۱ / ۵۵) تخلیقِ کائنات کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت سے کی اور رحمتؐ للعالمین کو پیدا کیا۔

سورۂ رحمان اس وقت کا تعین کرتی ہے جس وقت اللہ نے اپنی صفتِ رحمانیت کو ظہور بخشا اور ازراہِ رحم وکرم تخلیق کی ابتدا کی اور صفت خالقیت کو برسرِ کار لایا اور رحمٰن و خالق کہلایا۔ اور سب سے پہلے تخلیق کی اس بنیاد کو پیدا کیا جس پر تخلیق کی پوری عمارت کو تعمیر کرنا تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے اپنے وجود و قدرت و دیگر صفات کا مخلوق سے تعارف کرانا تھا۔ اور جس کے وسیلے سے اپنی صفت رحمانیت کو کائناتی وسعتوں کے ساتھ ساتھ پھیلانا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور کو وجود بخشا اور اسی بنا پر اس سورہ کو اپنی صفت الرحمٰن سے شروع کیا اور اس کا نام سورۂ رحمٰن رکھا۔ اور تخلیق کی ترتیب کو اس میں نمایاں فرمایا۔ اور بتایا کہ قرآن کی تمام تفصیلات و تعلیمات کو ایک مجسمۂ نور کی صورت میں مرکزِ کائنات بنایا گیا ہے۔ جو اپنی مختلف قوتوں اور صفات کے ظہور میں کبھی عرش و کرسی کہلاتا ہے کبھی لوح و قلم بن کر ظاہر ہوتا ہے کبھی علمِ خداوندی اور روحِ الٰہی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور کبھی پوری نوع انسان کا اور خود اللہ کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ اسی کے فطری بیان سے ہرشے اپنی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہدایت یاب ہوتی جائے گی (قَالَ رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۞ طہ ۵۰ / ۲۰) اور وہ ذات پاک اللہ کی اس ذمہ داری کو انتہائی حدود تک پورا کرے گی جس میں اللہ نے فرمایا تھا کہ :

(۱۔ الف) ولایتِ محمدؐیہ و علوؑیہ کے خلاف ابلیسی یا قومی ولایت قائم کرنے والوں پر اتمامِ حجت ہوتا چلا آیا ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۞ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۞ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۞ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۞ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۞ (اللیل ۱۶ تا ۱۲ / ۹۲)

”ہدایت کرنے کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ اور آخرت اور اس کا اوّلین زمانہ بھی ہمارے ہی قبضے میں ہے چنانچہ میں نے تمہیں خبردار کر دیا ہے کہ تم بھڑکتی اور دھکتی آگ سے بچ کر رہو اس میں صرف ان ہی لوگوں کو بھونا جائے گا جو انتہائی بدبخت، تکذیب کرنے اور اپنی ولایت و حکومت بنانے والے ہوں گے “چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کے بعد فضاؤں ہواؤں اور خلاؤں کو پیدا کر کے ان میں چاند سورج اور ستاروں کو وجود بخشا ان میں توازن و عدل و اعتدال فراہم

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧

اور آسمان کو بلند کیا اس کو اور رکھی ترازو تو کہ نہ زیادتی کرو تم بیچ ترازو کے

وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨

اور قائم کرو یعنی سیدھا کرو تولنا ساتھ انصاف کے اور مت کم کرو تول کو

وَ الْاَرْضَ وَ ضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّ النَّخْلُ

اور زمین کو نیچے رکھی اس کو واسطے خلق کے بیچ اس کے میوہ ہے اور کھجوریں

ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ

خوشوں والی اور اناج ہے بھس والا اور رزق والا پس ساتھ کون سی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ

نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو تم دونوں پیدا کیا آدمی کو بجنے والی مٹی سے

نے بلند کر کے قانونِ عدل کی میزان قائم کر دی (۸) تاکہ تم میزان اور حساب کے مطابق رویہ اختیار کرو۔ (۹) اور ہر حال میں قسط وار موزونیت برقرار رکھو اور اس میں خسارہ نہ ڈالو۔ ناپ تول میں ڈنڈی نہ مارو۔ (۱۰) زمین کو تمام جان داروں کے لئے ایجاد و تیار کیا گیا ہے۔ (۱۱) اس میں ہر طرح کے لذیذ میوے ہیں کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔(۱۲) اور بھوسے والے اناج بھی ہیں اور مسرت فراہم کرنے والا سامان بھی ہے۔ (۱۳) چنانچہ سوال یہ ہے کہ تم دونوں کب تک اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے۔(۱۴) ہم نے نوع انسان کی ابتدا کھنکھنانے والے سوکھے گارے سے کی تھی

کیا ان کی ذمہ داریاں اور اوقاتِ کار کا تعین فرمایا آسمانی و آفاقی بلندیاں اور پستیاں قائم کیں اور زمین کو ان حالات سے گزارا کہ اس پر جاندار مخلوق پیدا ہو کر باقی و برسرِ ترقی رہی ہے ان کی پیدائش، بقاء اور ترقی کے لئے تمام سامان فراہم کیا اور اسی زمین کو اپنے نائب و جانشین و خلیفہ کا مرکز قرار دیا۔ اور کائنات کی ہر مخلوق کو اپنے نمائندہ کے حضور سربسجود رہنے کا فرمان جاری کیا اور سب کو بتایا کہ میزانِ عدل کو بحال و برقرار رکھنے میں کوشش واجب و لازم ہے۔ اس عظیم الشان اور لامحدود انتظام کا تذکرہ فرمانے کے بعد زمین پر آباد با اختیار و ارادہ مخلوق جن و انس کے سامنے اپنی نعمتوں، قدرتوں اور عجائبات کا تذکرہ کرتے ہوئے سوالات ہو رہے ہیں کہ تم دونوں جن و انس تو اس لامحدود کائنات اور بے حد وحساب نعمتوں اور قدرتوں کو ابھی جانتے بھی نہیں ہو۔ تم ہماری نعمتوں اور قدرتوں کو جھٹلانے کی بھی پوری مقدرت اور علم نہیں رکھتے۔ تمہارا یہ جھٹلانا تو خود تمہیں کاذب و جاہل ثابت کر رہا ہے۔ لہٰذا اپنی جہالت کی نمائش کرنے کے بجائے اقرار کرو ناشکری نہ کرو۔

۲۔حضرت آدمؑ اور ان کی نسل اور ابلیس اور اس کی نسل کے مابین تخلیقی فرق ؟

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا بڑا جز مٹی یا تراب تھی (آلِ عمران ۵۹ / ۳) اُسی مٹی کو پانی کی مدد سے ترکیب دی گئی تو اس نے طین کی صورت اختیار کرلی (سجدہ ۷ / ۳۲) طین نے ایک ترکیب کے بعد لیس دار شکل اختیار کرلی تھی جسے طینِ لازب فرمایا گیا (الصافات ۱۱ / ۳۷) پھر کئی مختلف ترکیبوں کے بعد وہ طِينٍ لَّازِبٍ ، حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ہوگئی (حجر ۲۶ / ۱۵) اور اس کے بعد ترقی پا کر صلصال کے درجہ میں آگئی (۲۶ / ۱۵، ۱۴ / ۵۵) یہ وہ مقام ہے کہ جہاں تک اللہ نے عربی میں استعمال ہونے والے الفاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے ابتدائی تخلیقی مراحل کو بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ایک دم سے کہہ دیا گیا کہ : فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَـٰجِدِينَ ﴿۷۲﴾ (صٓ ۷۲ / ۳۸)

”جیسے ہی میں اسے مناسب مساوات فراہم کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گرے ہوئے پائے جاؤ (صٓ ۷۲ / ۳۸)“

اس کے بعد دیکھا گیا کہ تمام ملائکہ اور ساری کائناتی مخلوق آدمؑ کے حضور سجدہ کر رہی تھی لیکن آدمؑ کا جسم کب اور کس طرح گوشت پوست کا جسم بنا؟ اس میں ہڈیاں اور خون کیسے اور کہاں سے آیا یہ ناخن یہ بال یہ آنکھیں یہ قلب و ذہن یہ تمام اعضا یہ حسن و جمال کیسے اور کب پیدا ہوئے ؟ اس کا صحیح جواب وہی حضرات دے سکتے ہیں جن کو اللہ نے آدمؑ کو بنانے والے دونوں ہاتھ فرمایا ہے (صٓ ۷۵ / ۳۸) اور جو یہ فرما سکیں کہ:

كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ

مانند ٹھیکری کی اور پیدا کیا جن کو شعلہ والی آگ سے پس ساتھ کون کون سی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ

نعمت پروردگار اپنی کے جھٹلاتے ہو پروردگار دو مشرقوں کا اور پروردگار

(۱۵) اور جنّات کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا تھا (۱۶) سوال وہی ہے کہ تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۱۷) وہ تو اس زمین کی بھی اور باقی زمینوں کی بھی دونوں مشرقوں اور مغربوں کا پالنے والا

"خَمَّرْتُ طِيْنَتَ اٰدَمَ بِيَدَيَّ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً" میں نے آدمؑ کی طینت کو چالیس صبح و شام خمیر کیا تھا" بہرحال آدم و حوا علیہما السلام سے آگے کی نسل کو سمجھنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ خود آدمؑ کی تخلیق کا سمجھنا صرف یہ کہہ دینا کہ:

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ (سجدہ ۸ / ۳۲) "پھر اس کی نسل کو ایک ایسے مرکب خلاصے سے جاری کیا جو بہت پتلا سا پانی ہوتا ہے" یا یہ کہ: فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (حج ۵ / ۲۲) "چنانچہ ہم نے تمہیں (پہلے آدمؑ کی صورت میں) مٹی سے پیدا کیا اور پھر نطفہ سے سلسلہ جاری کر دیا" لیکن ماں کے پیٹ میں قدرت کیا کیا کمال کرتی ہے؟ گو اس کے لئے الفاظ علقہ۔ مضغہ وغیرہ فرما دیئے ہیں لیکن وہاں بھی یہ فرما کر تمام انسانوں کو صاحبانؑ قرآن کا محتاج کر دیا کہ: ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴿۱۴﴾ (مومنون ۱۴ / ۲۳) "پھر اسے ایک آخری تخلیقی مرحلے میں سے گزارا۔"

(۲۔ الف) جنوں کی تخلیق کو مشاہدات و تجربات کی حدود سے فی الحال باہر سمجھیں۔

جنات کی تخلیق کو سمجھنا انسانوں کی تخلیق سے بھی کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ فی الحال اتنا پتہ لگتا ہے کہ ان کی تخلیق آگ کے شعلوں سے ہوئی تھی (مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ الرحمٰن) اس سے ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ جنوں کے اوّلین فرد کی تخلیق کی بات ہے۔ اس کے بعد جنوں کی نسل بھی حضرت آدمؑ کی نسل کی طرح نر و مادہ جنات سے جاری ہوئی تھی۔ اور حضرت آدمؑ کو زندگی ملنے کے بعد مٹی سے کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ بلکہ وہ گوشت پوست کے انسان بن گئے اور ان کی نسل کے لوگ بھی مٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اُسی طرح وہ اوّلین جن اور اس کی نسل کے افراد بھی آگ کا ڈھیر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایسا جسم رکھتے ہیں جو جہنم میں جلے گا اور اتنی ہی تکلیف سے دو چار ہو گا جتنی انسانوں کو ہوگی یا آگ سے ہوتی ہے (سورۂ جن ۱۵ / ۷۲) البتہ ہم میں اور جنوں میں یہ بنیادی فرق ہے کہ ہماری تخلیق کی اوّلین صورت کثیف یا ٹھوس مادہ سے کی گئی اور اسے ترقی دے کر حسن و جمال و رعنائی کی انتہا تک پہنچایا گیا۔ اور جنوں کی ابتدائی تخلیق ہی لطیف مادہ کی صورت میں ہوئی اور اسے ترقی دے کر ایسا بنا دیا گیا کہ وہ ہماری بصارت کی گرفت سے باہر نکل گیا یعنی ہماری نگاہ ان کے جسم میں سے ہو کر گزر جاتی ہے وہ ہمیں اس وقت تک نظر نہیں آتے جب تک وہ کوئی مادی اور ٹھوس وسیلہ اختیار نہ کر لیں لہٰذا انہیں یہ قدرت دی گئی ہے کہ ہماری طرح کا جسم اختیار کر لیں۔ یا کسی اور صورت میں تبدیل ہو جائیں۔ جس طرح نوری مخلوق اپنے ظہور کے لئے نیا جسم اختیار کر سکتی ہیں اسی طرح ناری مخلوق بھی خود کو تبدیل کر لیتی ہے۔ وہ در و دیوار دونوں سے گزر سکتے ہیں بند کمروں میں ان کو قید نہیں رکھا جا سکتا۔ البتہ ان پر مادی لوازمات عائد کر کے انہیں قید و بند میں رکھا جا سکتا ہے۔ خدمات لی جا سکتی ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے۔ انبیاؑ جنات کو دیکھ سکتے ہیں اور محمدؐ اور آئمہ اہل بیتؑ علیہم السلام جنات اور ملائکہ دونوں کو ان کی فطری صورت میں دیکھتے ہیں اور انہیں ہدایات دیتے ہیں۔

۳۔ دو مشرقین اور دو مغربین دو قسمیں ہیں تعداد نہیں، ورنہ کروڑھا مشرقین اور مغربین موجود ہیں۔

سیدھی اور صحیح بات یہ تھی کہ جو چیز ہماری سمجھ اور فکر کی رسائی سے باہر تھی ہم اس پر کوئی فیصلہ صادر کرنے کے بجائے اپنی کم علمی و لاعلمی کو پبلک کے سامنے رکھ دیتے۔ لیکن قریشی علما نے قرآن کریم کو مضحکہ خیز و نامکمل کتاب ثابت کرنے اور اپنے قیاسات و اجتہادات کی گنجائشیں نکالنے کے لئے ایسا نہیں کیا بلکہ ہمہ قسم کی بکواس وخرافات کو قرآن کی تفسیر کہہ کر قرآن کے ساتھ چپکا دیا ہے اس بکواس وخرافات کا عملی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دور کے مسلمان دانشوروں نے بھی قرآن میں

الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

مغربوں کا پس ساتھ کون سی نعمت رب اپنے کے جھٹلاتے ہو چلا دیا دو دریا کو

يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ

ایک دوسرے سے لگ رہے ہیں درمیان ان کے پردہ ہے ایک دوسرے پر

ہے (۱۸)چنانچہ تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟(۱۹) دو سمندروں کو آپس میں ملاقات کیلئے آزاد چھوڑ رکھا ہے(۲۰)پھر بھی دونوں کے درمیان ایک قانونی پردہ ہے جس سے وہ تجاوز

مزید غور وفکر کرنا فضول سمجھا اور ان اقوام کی اقتداء و اتباع شروع کردی جنہیں دنیا میں ترقی پذیر دیکھا اور کبھی نہ سوچا کہ وہ غیر مسلم اقوام کیوں اور کیسے ترقی کرتی رہی ہیں۔ ہوا یہ کہ جب آئمہ اہلِ بیتؑ علیہم السلام نے مسلمانوں کو نظام اجتہاد کے اندھیر گھپ سمندر میں ڈوبتے ہوئے دیکھا تو اپنا رخ بدل کر غیر مسلم اقوام کی طرف پھیر لیا اور اپنے مبلغین کو ممالکِ غیر میں اسلامی عجائبات کی تعلیم کے لئے بھیجنا شروع کردیا تاکہ جن جن معجزات و مافوق الفطرت تعلیمات کو قریش نے جاہل ہوکر اسلامی سربراہی کے لئے چھپایا تھا ان تعلیمات اوران کے نتائج کو عربوں سے تسلیم کرا کے چھوڑیں ۔ چنانچہ بہت جلد قریشی حکومتوں کواپنے نام نہاد کفار کے سامنے ہتھیار ڈالنا پڑے ۔ ان کی تقلید کرنا پڑی اور آج تمام نام نہاد مسلمان ان ہی اقوام کے محتاج اور بھکاری ہیں جنہیں وہ کل بھی اور آج بھی کافر و بے دین کہتے رہتے ہیں ۔ اور آج آسمانوں اور فضاؤں کے سفر اور تسخیر کائنات میں ایمان لا رہے ہیں جب کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معراج اور آسمانی سفر کا کھل کر انکار کردیا تھا ۔ آج وہ ان تمام حقائق کا اقرار ہی نہیں کرتے بلکہ خود اس راہ پر چلنے میں کوشاں ہیں جو اُن کے نزدیک کافروں اور بے دینوں نے تیار کی ہے ۔ سورۂ رحمان میں ان لوگوں کے جھٹلانے اور انہیں مکذب ثابت کرنے کا ایسا شاندار اور دائمی انتظام کیا گیا ہے جو قیامت تک ان کے اور ان کی نسلوں کے دلوں میں کچوکے دیتا رہے گا ۔ اور لطف یہ ہے کہ اس سورہ کو اس شان سے منظم کیا گیا ہے کہ ہر قاری اسی سورہ کو تلاوت کے لئے انتخاب کرتا ہے تاکہ وہ اپنے راگ و رنگ کا مظاہرہ کرکے لوگوں پر بالادستی دکھائے ۔ لیکن اہلِ عقل و ہوش تو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ رک رک کر قریشی اسلام اور قریشی لیڈروں پر اکتیس(۳۱) مرتبہ طنز کرتا ہے ۔ ان کا مذاق اڑاتا ہے ان سے دریافت کرتا ہے کہ تم نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور قرآن کو جھٹلایا تھا ۔ تم نے ان کے مقام بلند کو چھپایا تھا۔ تم نے ان کے نورانی جسم کو اپنے ایسا جسم قرار دیا تھا۔ اور اپنے خود فہمیدہ اورخود ساختہ اسلام ہی کو حقیقی اسلام سمجھا تھا اور ہر اختلاف کرنے والے فرد ، جماعت اور قوم کا قتلِ عام کرکے اپنا راستہ صاف کرلیا تھا۔ بتاؤ اے ملاعین بتاؤ کہ تم اسلام کے نام پر نماز کی قواعد اور پریڈ سے اور زکوٰۃ کے نام پر ٹیکس سے اور جہاد کے نام پر ملک گیری سے آگے بڑھ سکے؟ اورکیوں تم نے اس خود ساختہ اسلام کو بھی چھوڑ دیا ؟ کیوں نہ تم نے قرآن کے وعدے پورے کرکے دکھائے ؟ کیوں نہ تم فضاؤں ہواؤں اور آسمانوں تک بلند ہوئے ؟ اب بھی مان جاؤ کہ تم نے محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی راہ ترک کرکے نوع انسان کو نہ صرف گمراہ کیا بلکہ ان کو نعماتِ خداوندی سے محروم بھی کردیا (۲۷ تا ۲۹ / ۲۵) ۔

(۳۔الف)موقع شناس قریشی علما حقیقت کا اقرار کرتے ہیں مگر وہاں نہیں جہاں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی بات ہو۔

اب تم مانتے ہو کہ :"یہاں آسمان سے مراد وہ پورا عالم بالا ہے جسے انسان شب و روز اپنے اوپر چھایا ہوا دیکھتا ہے ۔ جس میں دن کو سورج چمکتا ہے اور رات کو چاند اور بے حد و حساب تارے روشن نظر آتے ہیں ۔ جسے آدمی برہنہ آنکھ سے ہی دیکھے تو حیرت طاری ہو جاتی ہے ، لیکن اگر دوربین لگالے تو ایک ایسی وسیع وعریض کائنات اس کے سامنے آتی ہے جو ناپیدا کنارہے، کہیں سے شروع ہوکر کہیں ختم ہوتی نظر نہیں آتی ۔ ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے عظیم الشان سیارے اس کے اندر گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں ۔ ہمارے سورج سے ہزاروں درجہ زیادہ روشن تارے اس میں چمک رہے ہیں ۔ ہمارا یہ پورا نظام شمسی اس کی صرف ایک کہکشاں (galaxy) کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے ۔ تنہا اسی ایک کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے کم ازکم دو ارب دوسرے تارے (ثوابت) موجود ہیں ، اور اب تک کا انسانی مشاہدہ ایسی ایسی دس لاکھ کہکشانوں کا پتہ دے رہا

لَّا يَبۡغِيٰنِ ۚ﴿۲۰﴾ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾

زیادتی نہیں کرتے پس ساتھ کون سی نعمت رب اپنے کے جھٹلاتے ہو

يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَ الۡمَرۡجَانُ ۚ﴿۲۲﴾ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نکلتے ہیں ان دونوں میں سے موتی اور مونگے پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے

نہیں کرسکتے۔(۲۱) اب کہو تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟(۲۲) ان سمندروں میں سے موتیوں، مونگوں اور متعلقہ سامان برآمد ہوتا ہے (۲۳) اے جن و انس اب بتاؤ کہ تم دونوں کب اور کہاں تک

ہے۔ ان لاکھوں کہکشاؤں میں سے ہماری قریب ترین کہکشاں اتنے فاصلے پر واقع ہے کہ اس کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار (۱۸۶،۰۰۰) میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چل کر دس لاکھ سال میں ہماری زمین تک پہنچتی ہے۔ یہ تو کائنات کے صرف اس حصے کی وسعت کا حال ہے جو اب تک انسان کے علم اور اس کے مشاہدے میں آئی ہے۔ خدا کی خدائی کس قدر وسیع ہے، اس کا کوئی اندازہ ہم نہیں کرسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ انسان کی معلوم کائنات اس پوری کائنات کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ رکھتی ہو جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ اس عظیم کارگاہ ہست و بود کو جو خدا وجود میں لایا ہے اس کے بارے میں زمین پر رینگنے والا یہ چھوٹا سا حیوانِ ناطق، جس کا نام انسان ہے، اگر یہ حکم لگائے کہ وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا تو یہ اس کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے۔ کائنات کے خالق کی قدرت اس سے کیسے تنگ ہو جائے گی!"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲)

قریشی قسم کے علما سے معراج، رحمۃ للعالمین، نذیر للعالمین اور اسلامی حکومت پر سوالات:

سب سے پہلے علامہ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ تمام معلومات آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں؟ مسلمانوں کا ان معلومات سے کیا تعلق ہے؟ تم تو کبھی استنجے، ٹخنے سے اونچے پائنچے اور بے سمجھی بوجھی نماز وہ بھی چار مصلوں میں چار مختلف طریقوں میں بٹی ہوئی نماز کے چکروں سے باہر آئے ہی نہیں۔ تمہیں یہ باتیں یقیناً ان ہی سے معلوم ہوئی ہیں جنھوں نے علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والے تصورِ اسلام پر تحقیق کی اور وہ یقیناً تمہاری وجہ سے غیر مسلم ہیں مگر تمہارا اسلام ان کے کفر کے سامنے حقیقی کفر و نفاق ہے۔ تم اپنے اسلام کی وجہ سے دائمی جہنم میں رہوگے اور وہ اپنے کفر کی وجہ سے جنت پائیں گے۔ پھر یہ بتاؤ کہ تم نے کائنات کی یہ تفاصیل معراج کے ماتحت کیوں نہ لکھیں کیوں نہ دنیا کو یہ بتایا کہ آنحضرتؐ اتنی وسیع و عریض و لامحدود کائنات کے رسولؐ و نذیرؐ و رحمت تھے اور یہ کہ وہ اپنی اس مملکت کو مادی جسم اختیار کرنے کی بنا پر مادی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنی زیارت کرانے گئے تھے۔ اور یہ کہ آنحضرتؐ کی جانشینی کے لئے ان حضراتؑ کی ضرورت تھی جنھوں نے معراج سے واپسی کے بعد رسولؐ اللہ سے عرض کیا تھا کہ حضورؐ معراج کا حال سنائیں گے یا میں سناؤں؟ اور یہ کہ جب ایک کہکشاں میں کم از کم دو ارب سورج ہیں تو دس لاکھ کہکشاؤں میں تو کم از کم بیس لاکھ ارب سورج ہونا چاہئیں۔ اور ہر سورج کے لئے ایک مشرق اور ایک مغرب لازم ہے تو تم نے یہ کیا جہالت پھیلائی ہے کہ آپ نے اسی زمین پر اور اسی ایک سورج کی دو مشرقیں اور دو مغربیں بنا کر اللہ کو نہایت چھوٹی سی کائنات کا پروردگار بنا دیا۔ حالانکہ اللہ نے تو یہ بھی فرمایا تھا کہ:

فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنۡ نُّبَدِّلَ خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ ﴿۴۱﴾ (المعارج: ۴۰۔۴۱/۷۰)

علامہ کا ترجمہ: "پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک (پروردگار کا ترجمہ کیا ہے۔احسن) کی، ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور کوئی ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے۔"

سورۂ معارج(۴۰۔۳۹/۷۰)(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۹۳۔۹۴)(تشریح بھی دیکھ لیں):

قریشی مولوی کی کائنات اور اس کا اللہ اور سورج ؟؟

پھر فرماتے ہیں کہ: "یہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ مشرقوں اور مغربوں کا لفظ اس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ سال کے دوران میں سورج ہر روز ایک نئے زاویے سے طلوع اور نئے زاویے پر غروب ہوتا ہے۔ نیز زمین کے مختلف حصوں پر سورج الگ الگ اوقات میں پے درپے غروب ہوتا چلاجاتا ہے۔ ان اعتبارات سے مشرق اور مغرب ایک نہیں ہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ ایک دوسرے اعتبار سے شمال اور جنوب کے مقابلے میں ایک جہت مشرق ہے

تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ

جھٹلاتے ہو اور واسطے اسی کے ہیں کشتیاں چلنے والیاں کھڑی کی ہوئیں بیچ دریا کے

كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ

مانند پہاڑوں کی پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو جو کوئی

عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ

اوپر زمین کے ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات پروردگار تیرے

ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو

اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۲۴) سمندر میں چلنے والی یہ کشتیاں بھی اسی کے ماتحت ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح لنگرانداز رہتی ہیں۔(۲۵) بولو تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۲۶) زمین کے اوپر جو کچھ بھی ہے سب فنا ہوجائے گا۔ (۲۷) صرف تیرے رب کا جلیل اور کریم چہرہ ہی باقی رہنے والا ہے۔ (۲۸) تم دونوں کب اور

اور دوسری جہت مغرب۔ اس بنا پر سورۂ شعراء آیت ۲۸ اور سورۂ مزمل آیت ۹ میں رب المشرق و المغرب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک اور لحاظ سے زمین کے دو مشرق اور دو مغرب ہیں، کیونکہ جب زمین کے ایک نصف کرے پر سورج غروب ہوتا ہے تو دوسرے پر طلوع ہوتا ہے۔ اس بنا پر سورۂ رحمٰن آیت ۱۷ میں رب المشرقین و رب المغربین کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۹۳۔۹۴)

قارئین یہ وہی علامہ ہے جس نے کہیں سے اس وسیع کائنات کی نقل ماری تھی۔ مگر اپنی تنگی داماں کو نہ چھپا سکا۔ اور کنویں کے مینڈک کی طرح سمندر کی وسعت کو غلط ناپ لیا۔ دنیا کے انسانوں میں علامہ والی مشرقین کہیں معلوم و مشہور نہیں ہیں۔ سورج کتنا بھی جھک کر یا بلند ہو کر نکلے مشرق بہرحال ایک ہی رہتی ہے۔ اور مغرب بھی اس دنیا میں ایک ہی ہے جو نقشوں پر دیکھی جاسکتی ہے۔

۴۔ آیت (۲۷ / ۵۵) وجہ اللہ کی بقا کا ذکر کرتی ہے کیا یداللہ فنا ہوجائیں گے ؟ وجہ اللہ ، اللہ نہیں ہے ۔

یہ آیہ مبارکہ محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی پوزیشن کو باقی تمام مخلوق کی پوزیشن سے ممتاز کرنے کے لئے ہے نہ کہ اللہ اور مخلوق کی پوزیشن کو جدا کرنے کے لئے۔ اگر یہاں وہ مقصد ہوتا جو قریشی پالیسی نے بتایا ہے تو لفظ "وجہ" اس آیت میں لانے کی ضرورت ہی نہ تھی صرف یہ فرما دینا کافی ہوتا کہ :

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ (الرحمٰن: ۲۶۔۲۷ / ۵۵)

"زمین کے اوپر جو کچھ ہے سب فنا ہو جائے گا اور صرف تیرا جلیل و کریم رب باقی رہ جائے گا۔"

لہٰذا ہر وہ ترجمہ جو یہاں لفظ "وَجْهُ" کو فضول اور زائد از ضرورت ثابت کرتا ہے غلط اور فریب سازی یا فریب خوردگی ہے۔ دوسری بات جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات میں لفظ "علیہا" سے تمام مترجمین نے "زمین پر" سمجھا ہے اور ٹھیک سمجھا ہے لہٰذا ساری کائنات کی مخلوق کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ: "ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب زمین کی ساری مخلوقات فنا ہوجائے گی" اس صورت میں اللہ کے باقی رہنے کو بیان کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ وہ صرف زمین ہی پر نہیں بلکہ ساری کائنات میں موجود ہے۔ ورنہ یوں کہنا پڑے گا کہ صرف اللہ ہی زمین پر باقی رہ جائے گا یعنی اگر اللہ زمین پر فنا ہو جاتا تو ساری کائنات میں بھی فنا ہوجاتا؟ یہ احمقانہ بات ہے۔ تیسری بات یہ کہنا پڑے گی کہ اللہ نے اپنی وجہ کی طرح اپنے ید (ہاتھوں) کا تذکرہ بھی جگہ جگہ فرمایا ہے۔ تو کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ اللہ کی وجہ تو باقی رہے گی مگر اس کے ہاتھ فنا ہو جائیں گے؟ یا یہ کہ اللہ کی وجہ تو زمین پر ہے مگر اس کے ہاتھ زمین پر نہیں ؟

(۴۔ الف) کیا اللہ کی وجہ خود اللہ ہی ہے ؟؟ پھر تو ہر وہ چیز جو اللہ سے منسوب ہے اللہ ہی ٹھہری ؟

چوتھی بات یہ طے کرنا ہے کہ کیا ہر وہ چیز جو اللہ کی طرف مضاف ہو، یعنی جہاں جہاں "اللہ کا" یا "اللہ کی" اور "اللہ کے"

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ

مانگتا ہے اس سے جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے ہر روز وہ بیچ

شَاْنٍ ۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

ایک شان کے ہے پس ساتھ کو ن سی نعمت پرور دگار اپنے کے جھٹلاتے ہو

کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۲۹) آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہتی ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان میں رہتا ہے۔ (۳۰) اس صورتحال میں تم دونوں کب اور

جملے استعمال ہوئے ہیں ان سب چیزوں کو بھی اللہ ہی سمجھ لیاجائے تو جہاں وجہ اللہ (اللہ کا چہرہ) میں وجہ کواللہ مانا گیا ہے۔ وہاں رحمت اللہ میں رحمت کو اللہ ماننا پڑے گا ۔ اور أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً (نساء ۹۷ / ۴) میں زمین کو بھی اللہ ماننا پڑے گا ۔ اس لئے کہ اس آیت (۹۷ / ۴) میں زمین کو اللہ کی زمین فرمایا گیا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جس طرح زمین اللہ نہیں ہے اسی طرح وجہ بھی اللہ نہیں ید بھی اللہ نہیں رحمت بھی اللہ نہیں ہے ۔ یہ سب چیزیں اللہ کے علاوہ ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں وہ مخلوق بھی ہیں اور فانی بھی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ اپنی وجہؐ کو فنا نہ ہونے دے گا۔ باقی وبرقرار رکھے گا ۔ پانچویں بات یہ ہے کہ وجہ کے جو معنی بھی ہوں ان کو ہر جگہ برقرار رہنا چاہیئے ۔ ہم موقع و محل دیکھ دیکھ کر معنی کو بدلتے رہنے والوں کو موقع شناس اور مصلحت پرست اور سازشی لوگ کہتے ہیں ۔ اس لئے کہ نہ اللہ سے زیادہ کوئی اور مصلحت کو جان سکتا ہے نہ حقیقت کو۔ نہ وہ غلط الفاظ بول سکتا ہے۔ نہ ہم سے کم عربی زبان جانتا ہے ۔ پھر تم کیوں الفاظ کے معنی بدلتے ہو؟ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم اپنے عقائد اورپالیسیوں کے تحفظ میں یہ کفر کرتے ہو اور بہانہ یہ کرتے ہو کہ فلاں جگہ فلاں لفظ کے حقیقی معنی یا لغوی یا مصدری معنی کرنے سے اللہ کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم تاویل کرکے اللہ کی پوزیشن کا تحفظ کرتے ہیں ۔ یعنی اللہ نے لاپرواہی سے وہ لفظ بول دیا تھا تم اس کی غلطی کی اصلاح کرتے ہو؟ اوریہ بھی کفر صریح ہے ۔

(۴ ۔ ب) علامہ اور وجہ کے مختلف معنی :

چھٹے نمبر پر علامہ کا منہ تکئیے اور لفظ وَجْهُ کے بلاوجہ مختلف معنی دیکھئے ہم ان کے معنی آیات اور صفحات یہاں بطور نمونہ لکھتے ہیں۔

(۱)	وَجْهُ ٱللَّهِ	"اللہ کا رخ" بقرہ (۱۱۵ / ۲)	(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۰۵)
(۲)	وَجْهُ ٱللَّهِ	"اللہ کی رضا" بقرہ (۲۷۲ / ۲)	(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۰۹)
(۳)	وَجْهُ ٱللَّهِ	"اپنے رب کی رضا "الرعد (۲۲ / ۱۳)	تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۵۶
(۴)	وَجْهُ ٱللَّهِ	"اللہ کی خوشنودی "روم (۳۸ / ۳۰)	تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۵۷
(۵)	وَجْهُ ٱللَّهِ	"اللہ کی خاطر "دھر (۹ / ۷۶)	تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۱۹۶
(۶)	وَجْهَكَ	"تیرا منہ" بقرہ (۱۴۴ / ۲)	تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۱
(۷)	وَجْهَكَ	"اپنا رخ " (بقرہ ۱۴۴ / ۲)	تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۱
(۸)	وَجْهَكَ	"اپنا رخ " بقرہ (۱۵۰ / ۲)	تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۴
(۹)	وُجُوهَكُمْ	"اپنے منہ " (بقرہ ۱۵۰ / ۲)	تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۴

یہ چند مثالیں علامہ کی بازی گری کے لئے کافی ہیں ۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ

شتاب فارغ ہوں گے ہم واسطے تمہارے اے دو خلقتیں جن وانس کی پس ساتھ

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ

کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو اے جماعت جنوں کی اور

الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ

آدمیوں کی اگر طاقت رکھتے ہو تم یہ کہ پیٹھ جاؤ بیچ کناروں آسمانوں کے اور

الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ

زمین کے پس پیٹھ جاؤ تم نہ پیٹھ جاؤ گے تم مگر ساتھ غلبہ کے پس ساتھ کون سی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ

نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو بھیجے جاتے ہیں اوپر تمہارے شعلے آگ کے

کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟(۳۱) اے زمین کی سب سے زیادہ وزن دار دونوں مخلوق ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ (۳۲) چنانچہ پھر بتاؤ کہ تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۳۳) اے جنّات اور انسانوں کے معاشروں کے دانشورو اگر تم سے ہوسکے تو تم زمینوں اور آسمانوں کی قطاروں میں سے گزر کر اپنی طاقت اور اثر و نفوذ دکھاؤ؟ تم اپنی طاقت اور اثر و نفوذ سے ایسا نہیں کرسکو گے جب تک کہ تمہاری پشت پر وہ سلطان نہ ہو جسے کائنات پر تسلط دیا ہوا ہے۔(۳۴) بتاؤ کہ تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی

(۴ ۔ ج) قیامت سے پہلے ایک دفعہ تمام ذی حیات کو موت سے دوچار کیا جائیگا اِلّا ماشاء اللہ:

آیت (۲۶ / ۵۵) میں کوئی نئی یا مخالف بات نہیں فرمائی گئی ہے البتہ الفاظ زیادہ زور دار اور ہیبت ناک ہیں ۔ اور اسی لئے فنا کئے جانے کی وجہ اور طریقہ کار نہیں بتایا ہے تاکہ خوف طاری ہو جائے ورنہ یہ حقیقت پہلے بھی بیان ہوئی ہے اور وہاں سامعین وقارئین کو صورت حال سمجھانا مقصود ہے ۔ علامہ ہی سے سنیئے تو بہتر ہو گا۔"

"اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب گر کر مر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے ۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی "(زمر ۶۹ تا ۶۸ / ۳۹) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۲۔۳۸۳)

وجہ اللہ اور وجہ اللہ سے ملحق رہنے والوں کو قیامِ قیامت پر موت اور فنا پیش نہ آئے گی۔

علامہ ہی کو نہیں قرآن کے ہر قاری کو یہ ماننا ہوگا کہ جو حضرات قیامت سے پہلے ہی ابدی زندگی پا چکے ہوں گے اور دنیا میں دینِ خداوندی کو نافذ کررہے ہوں گے۔ اُدھر اللہ کا چہرہ یا اللہ کی توجہ صرف وہ ہستیؑ ہوسکتی ہے جسے دیکھنا خدا کو دیکھنا ہو، جس کو دیکھنا عبادت ہو، جس کا بلانا خدا کا بلانا ہو ۔ جس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہو اور جس کی پیروی کرنے والے اللہ کے محبوب ہوں اور جو مجسم طور پر ظہور خداوندی ہو۔ اور وہ ہیں محمدؐ ، علیؑ ، فاطمہؑ ، حسنؑ ، حسینؑ اور ان کے بعد کے آئمہ اہل بیت صلوات اللہ علیہم اجمعین ۔ جو قیامت کے اوّلین دور میں تمام محرومین کو رجعت کے لئے زندہ کریں گے، تمام بچ نکلنے والے مجرمین کو قبروں سے نکال باہر کریں گے، وہی ہیں جن کے نورؑ سے زمین چمک اٹھے گی، وہی اس زمین کے رب ہیں مربی ہیں ۔ ورنہ اللہ کے اپنے وجود کا نور تو ہر وقت اور ہر جگہ پھیلا ہوا ہے ۔ اس روز کہیں سے اچانک نہ آجائے گا وہی حضرات ہوں گے جن کے حضورؐ میں تمام انبیاء علیہم السلام حاضر ہوں گے قرآن کریم کو من وعن اور لفظ بلفظ نافذ کیا جائے گا (۶۹۔۶۸ / ۳۹) حساب وکتاب ہو گا سزا و جزا دی جائے گی ۔ اور آخر میں دائمی جنت میں اور دائمی جہنم میں داخلہ ہو گا۔ یہ سب کچھ احادیثِ معصومینؑ میں لفظ بلفظ لکھا ہوا موجود ہے ۔اور بار بار دکھایا جا چکا ہے کہ وہی حضرات وجہ اللہ ،عین اللہ ،ید اللہ، لسان اللہ ،قدرت اللہ ،مشیۃ اللہ و ارادۃ اللہ ہیں اور ان ہی کے مقام بلند کو چھپانے کے لئے قریش نے پہلے قرآن کو تغیر و تبدل کی آماجگاہ بنایا (فرقان ۳۰ / ۲۵) پھر اپنی قوم کو قومی حکومت بنانے پر مجتمع کیا اور خانوادۂ رسولؐ کو محروم کرکے

وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

اور تانبہ گلا ہوا پس نہیں بدلا لے سکتے تم پس ساتھ کون سی نعمت

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ

پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو پس جس وقت کہ پھٹ جاوے آسمان

فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

پس ہو جاوے سرخ مانند نری کی پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾

جھٹلاتے ہو پس اس دن نہ پوچھا جاوے گا گناہ اپنے سے انسان اور نہ جن

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو پہچانے جاویں گے گنہگار

بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

ساتھ چہرے اپنے کے پس پکڑا جاوے گا ساتھ بالوں پیشانی کے اور قدموں کے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو یہ ہے دوزخ وہ جو

يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ (وقف لازم)

جھٹلاتے تھے اس کو گنہگار پھریں گے درمیان اس کے اور درمیان گرم پانی کھولتے کے

تکذیب کروگے؟ (۳۵) تم دونوں کو مار بھگانے کے لئے بلا دھوئیں کے شعلے اور دھواں دھار پگھلی ہوئی دھات برسائیں گے اور تم اپنی بھی مدد نہ کر سکو گے۔ (۳۶) اس صورت میں تم دونوں کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۳۷) پھر جب آسمان پھٹ کر سرخ گلاب کی طرح کا چمڑا معلوم ہونے لگے گا۔ (۳۸) اس وقت تم دونوں فریق کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۳۹) چنانچہ اس روز یہ ضرورت ہی نہ رہے گی کہ انسانوں سے یا جنوں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ اور تحقیق کی جائے۔ (۴۰) چنانچہ بتاؤ کہ تم دونوں فریق کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۴۱) جرائم پیشہ لوگ تو اس روز اپنے اپنے چہروں ہی سے پہچانے جاسکیں گے اور اُنہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور پیروں سے پکڑ کر پھینکا جائے گا (۴۲) اب بتاؤ کہ تم دونوں گروہ کب اور کہاں تک اپنے پروردگار کی قدرت اور نعمت کی تکذیب کروگے؟ (۴۳) جہنم میں پھینک کر کہا جائے گا یہ لو یہ وہی جہنم ہے جس کی حقیقت کو مجرم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۴۴) وہ

خود قرآن اور اسلام کے سربراہ بن بیٹھے۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور اس کے بعد آج تک چودہ سو سال (۱۴۰۰) سے برابر قرآن کی غلط در غلط تفہیم پھیلاتے اور ساری دنیا کو فریب دیتے چلے آتے ہیں۔

(۴۔ہ) آیات (۲۷۔۲۶ / ۵۵) اور قصص (۸۸ / ۲۸) کی معصوم تشریح و تفسیر: ہمارے اس رواں دواں بیان کا تقاضا ہے کہ ان پر احادیث معصومیؑن کی ہلکی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ قارئین کے لئے نئی راہیں کھل سکیں۔ لہٰذا ایک ایسی حدیث آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے آیات زیر بحث (۲۷۔۲۶ / ۵۵) کے ساتھ ساتھ ایک اور آیت (قصص ۸۸ / ۲۸) پر بھی روشنی پڑ کر عنوان مکمل تر ہو جائے۔ چنانچہ حارث بن مغیرہ نصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا کہ: "ہر چیز ہلاک ہو جائے گی سوائے اللہ کی وجہ کے (قصص ۸۸ / ۲۸)؟ امامؑ نے دریافت کیا کہ "وہ لوگ" (یعنی قریشی مجتہدین) اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ "اللہ کا منہ باقی رہ جائے گا اور سب کچھ ہلاک ہو جائے گا" امامؑ نے فرمایا کہ "اللہ اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کا کوئی منہ

"سُئِلَ ابوعبدِ اللہ عَنْ قول اللہ تبارك وتعالیٰ" كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" فَقَالَ مَايَقُوْلُوْنَ فِيْهِ؟ قُلْتُ : يَقُوْلُوْنَ يَهْلَكُ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا وَجْهُ اللہ۔ فقال سبحان اللہ : لَقَدْ قَالُوا قَوْلاً عَظِيْماً اِنَّمَا عَنِيَ بِذٰلِكَ وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِيْ يُؤْتٰى منه "

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَ لِمَنۡ

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو اور واسطے اس شخص کے کہ

خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ

ڈرتا ہے کھڑے ہونے سے آگے پروردگار اپنے کے دو بہشتیں ہیں پس ساتھ کون سی

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفۡنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ

نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو دونوں بہشت شاخوں والی ہیں پس ساتھ کون سی

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیۡہِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ ﴿۵۰﴾

نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو بیچ ان دونوں کے دو چشمے چلتے ہیں

مجرم جہنم کے درمیان اور ہر لمحہ اس کی کھولاہٹ کے درمیان طواف کرتے رہیں گے۔ (۴۵) چنانچہ تم دونوں فریق اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کو کب تک جھٹلاؤ گے (۴۶) اور ہر اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا ڈر رکھتا ہے دو جنتیں ہیں۔ (۴۷) بھلا تم دونوں گروہ ک اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کو کب تک جھٹلاؤ گے۔ (۴۸) دونوں جنتیں ہری بھری شاخوں والی ہوں گی۔ (۴۹) چنانچہ تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کی

ہو۔ انہوں نے بہت توہین آمیز بات کہی ہے۔ لفظ وجہ سے اس وَجۡہ کو مراد لیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اللہ اپنی مخلوق کو ان کی ضروریات کی چیزیں دیتا ہے۔"

یہ جواب بھی تشریح طلب ہے۔ حالانکہ امامؑ کے مخاطب اصل بات سمجھ گئے۔ بہرحال اتنا واضح ہو گیا کہ لفظ وَجۡہ سے خود ذاتِ خداوندی مراد نہیں بلکہ وہ وسیلہ یا واسطہ مراد ہے جس کے ذریعے سے اللہ رزق رسانی کرتا ہے۔ بہرحال آپ ایک اور حدیث سن لیں تو بات صاف ہو جائے گی۔

(۲) عَنۡ صَفۡوَانِ الۡجَمَّالِ عَنۡ اَبِیۡ عَبۡدِاللّٰہِ علیہ السلام فی قول اللّٰہِ عزّ وَجلّ "کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجۡھَہٗ" قَالَ: مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِمَا اُمِرَ بِہٖ مِنۡ طَاعَۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ فَھُوَ الۡوَجۡہُ الَّذِیۡ لَا یَھۡلِکُ وَ کَذٰلِکَ قَالَ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ﴿۸۰﴾ (نساء ۸۰ / ۴)

(۲) "امام جعفر صادق علیہ السلام نے صفوان سے اللہ کے اس قول کے متعلق فرمایا جس میں کہا گیا ہے کہ "ہر چیز ہلاک ہو جائے گی سوائے اللہ کی وجہ کے" یعنی جو بھی اللہ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے جس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہی وہ وجہٗ ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی جیسا کہ فرمایا گیا کہ جو کوئی رسولؐ کی اطاعت کرے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے (نساء ۸۰ / ۴)

اس حدیث میں بھی ذرا سا پردہ رکھا گیا مگر اس زمانہ کے مومنین کے لئے کافی تھی۔ اس سے واضح اور اپنے لیول کی حدیث سنیئے اور آئمہ کے طرزِ کلام اور سیاسی لیڈروں سے احتیاط کو سمجھیئے:

(۳) عَنۡ اَبِیۡ جعفر علیہ السلام نَحۡنُ مَثَانِیۡ الَّذِیۡ اَعۡطَاہُ اللّٰہُ نَبِیَّنَا مُحَمَّدٌ وَوَجۡہُ اللّٰہِ نَتَقَلَّبُ فِی الۡاَرۡضِ بَیۡنَ اَظۡھُرِکُمۡ وَنَحۡنُ عَیۡنُ اللّٰہِ فِیۡ خَلۡقِہٖ وَیَدُہُ الۡمَبۡسُوۡطَۃُ بِالرَّحۡمَۃِ عَرَفۡنَا مَنۡ عَرَفۡنَا وَ جَھِلۡنَا مَنۡ جَھِلۡنَا وَ اِمَامَۃُ المتقین

(۳) "امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ہی وہ دو چیزیں (اَلۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ﴿۸۷﴾ (حجر ۸۷ / ۱۵) (زمر ۲۳ / ۳۹) ہیں جو اللہ نے ہمارے نبیؐ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھیں۔ اور ہم ہی اللہ کی وہ وجہ ہیں جو زمین پر بھی تمہارے درمیان گھومتے رہے ہیں اور ہم اللہ کی وہ آنکھیں ہیں جو مخلوق کو نظر میں رکھتی ہیں اور ہم ہی اللہ کے وہ طویل اور کشادہ اور پوری کائنات پر پھیلے ہوئے ہاتھ ہیں (مائدہ ۶۴ / ۵) جو اللہ کے بندوں پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ ہماری معرفت حاصل کی جنہوں نے حاصل کرنا چاہی اور ہماری طرف سے لاپرواہی برتی جنہوں نے انجان بن جانا مفید سمجھا (کافی کتاب التوحید باب النوادر اوّلین تینوں حدیثیں)

(۴۔۵) احادیث ہوں یا آیات وہ سیاسی حربوں کو ناکام رکھتے ہوئے سامنے آتی ہیں۔

یہ آخری حدیث قارئین کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔ مگر پہلی دو احادیث کے متعلق بتانا ضروری ہے کہ آپ نے قرآن کی آیات میں بھی برابر

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو بیچ ان دونوں کے ہر

فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

میوے سے دو قسمیں ہیں پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے

تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ

جھٹلاتے ہو تکیہ کئے ہوئے اوپر بچھونوں کے کہ استر اُن کے تافتے کے ہیں

وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

اور میوہ دونوں بہشتوں کا نزدیک ہے پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۰) ان دونوں جنتوں میں دو چشمے ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ (۵۱) پس تم دونوں مخلوق اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۲) ان دونوں جنتوں میں ہر ہر قسم کے میووں کی دو دو قسمیں ہیں۔ (۵۳) اب کہو کہ تم دونوں اپنے پرورش کرنے والے کی کس کس قدرت اور انعام کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۴) جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے کہ جن کے استر بھی ریشمی کپڑے کے اور سنہری کشیدہ کاری والے ہوں گے اور دونوں جنتوں کی ڈالیاں پھلوں سے لدی اور جھکی پڑ رہی ہوں گی۔ (۵۵) تم دونوں فریق اپنے

دیکھا ہے کہ وہ بعض جگہ ناپسندیدہ افراد کا نام نہیں بتاتیں صرف فلانا کہہ کر اور متعلقہ اشخاص کی شناخت بتا کر آگے بڑھ جاتی ہیں (فرقان ۲۸ / ۲۵) اسی طرح چونکہ محمدؐ و آل محمدؐ کی مخالف حکومتوں میں ان پر ممکن ظلم و تشدد روا رکھا جاتا تھا۔ کئی مرتبہ ان کا قتل عام کیا جا چکا تھا اس لئے آئمہ اہل بیت علیہم السلام مجمع عام میں مذہبی بیان دیتے ہوئے محتاط رہنے پر مجبور تھے۔ چنانچہ ان حضراتؑ نے اپنے حامیوں میں ایسی اصطلاحات پھیلا دی تھیں جن سے حکومت کے جاسوس فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے اور دوستدارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ حقیقت کو سمجھ جاتے تھے مگر مخالفین معنوی بحث میں الجھ کر رہ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم یہاں صرف ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین پہلی حدیث میں استعمال شدہ زبان اور اصطلاح کو سمجھ جائیں۔

(۴) عَنْ مَرْوان بن صباح قال قال ابو عبداللّٰهِ علیه السلام اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَنَا فَاَحسن خلقنا و صَوَّرَنَا فَاَحسن صورنا وَ جَعَلَنَا عَیْنَهٗ فِیْ عِبَادِهٖ وَ لسانه النَّاطق فی خلقه وَیَدَهُ المبسوطة عَلٰی عباده بِالرَّافة والرحمة وَوَجهَ الَّذِی یُؤْتٰی مِنْه وبابه الذِی یَدُلُّ عَلَیه وخزانه فِی سمائه وارضه. بِنا اَثْمَرَتْ الْاَشجار واَیْنَعَت الثمار وَ جَرَتْ الْاَنهار وبنا ینزل غیث السماء وینبت عشب الارض وبِعِبَادَتِنَا عَبَدَ اللّٰهَ وَلَوْ لَا نَحْن مَا عَبَدَ اللّٰهَ (کافی کتاب التوحید باب النوادر احادیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۵)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے مروان بن صفوان سے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں پیدا کیا اور بہترین مخلوق بنایا پھر صورت و شکل دی اور بہترین شکل و شمائل عطا کئے۔ اپنی مخلوق کو دیکھنے کے لئے ہمیں اپنی آنکھیں بنایا اور اپنی مخلوقات سے بات کرنے کے لئے ہمیں اپنی بولنے والی زبان بنایا اور ہمیں اپنے وہ کشادہ اور ساری کائنات پر پھیلے ہوئے ہاتھ بنایا جو بندوں پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ اور ہمیں اپنی وہ وجہ بنایا جس سے تمام مخلوق کو رزق فراہم کرتا ہے۔ اور ہمیں اپنا وہ دروازہ بنایا جس سے دلائل و براہین و معجزات صادر ہوتے ہیں اور زمین پر اور آسمانوں میں ہمیں اپنا خزانچی بنایا ہے۔ ہماری ہی وجہ سے درختوں میں پھول و پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری ہی برکت سے پھل اور فصلیں پکتی ہیں۔ ہماری ہی وجہ سے نہریں اور دریا جاری رہتے ہیں۔ ہمارے ہی وسیلے سے آسمانی بارشیں ہوتی ہیں اور زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ اور ہمارے ہی وجود اور ہماری ہی عبادت کو دیکھ کر اللہ کی عبادت شروع ہوئی تھی۔ اگر ہم نہ ہوتے اور عبادت نہ کی ہوتی تو ملائکہ و دیگر سماوی مخلوق کو عبادت کرنا نہ آتا اور اللہ کی عبادت شروع ہی نہ ہوتی۔"

یہاں تک قارئین کو نہ صرف "وجہ اللہ" سے تعارف ہوگیا بلکہ تخلیق کائنات کا مقصد و مدارج تخلیق بھی معلوم ہو گئے اللہ نے محمدؐ کے نور کو پیدا کیا اسے ایسی پوزیشن میں رکھا کہ اس نور نے اللہ کی عبادت شروع کی اسی نور سے ملائکہ، ارواحِ انبیاؑ اور جنّات و زمین و آسمان اور ہوائیں اور فضائیں پیدا کیں محمدؐ کے باقی نورانی اجزاء کو صورتیں عطا کیں انہیں وہ وسائل و وسائط بنایا جن سے کائناتی کاروبار مشہود و قابل عمل بن کر چلے۔ چنانچہ یہ حضراتؑ ہی صفاتِ خداوندی ہیں وہی اسماء الحسنیٰ ہیں اور

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

کے جھٹلاتے ہو بیچ ان کے ہیں بند رکھنے والیاں نظر کی نہیں نزدیک ہوا ان کے

اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

انسان پہلے ان سے اور نہ جن پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

جھٹلاتے ہو گویا کہ وہ یاقوت ہیں اور مونگے ہیں پس ساتھ کون سی نعمت

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾

پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو نہیں بدلا احسان کا مگر احسان ۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَ مِنْ دُوْنِهِمَا

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاؤ گے اور سوائے ان دونوں کے

جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

دو بہشتیں ہیں پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾

نہایت سبز ہیں پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ

بیچ ان دونوں کے دو چشمے ہیں بشدت جوش مارنے والے پس ساتھ کون سی

پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ (۵۶) اُن نعمتوں میں شرمیلی نگاہ والیاں بھی ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے جنسیات پر متوجہ نہیں کیا ہو گا۔ (۵۷) بتاؤ کہ تم دونوں گروہ پھر بھی اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ (۵۸) وہ شرمیلی دلہنیں گویا کہ موتیوں اور مونگوں کی مخلوق ہیں ۔ (۵۹) چنانچہ تم دونوں گروہ اب اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟(۶۰) کیا احسانات کرنے والے کو احسانات کے علاوہ کوئی اور بدلا بھی دیا جاسکتا ہے؟ (۶۱) بہرحال بتاؤ کہ اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ (۶۲) ان دونوں جنتوں کے علاوہ اور بھی جنتیں ہیں ۔ (۶۳) تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ (۶۴) وہ دونوں بھی بہت گھنے سرسبز وشاداب ہیں۔ (۶۵) تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟۔ (۶۶) ان دونوں جنتوں میں دو چشمے فواروں کی طرح اچھل اچھل کر گرتے ہیں ۔ (۶۷) پھر تم دونوں فریق اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

کارگاہِ ہست و بود میں ہر جگہ کارفرما ہیں ۔ اور وہی وہ سلطان ہیں(۳۳ / ۵۵) جن کی پشت پناہی کے بغیر آسمانوں اور فضاؤں میں رسائی نہیں ملتی ہے ۔ آج حق پرست اقوام کو ان ہی کی ہدایات نے آسمانوں کی تلاش وتعارف میں کامیاب کیاہے۔

۵۔ قیامت میں حساب و کتاب لازم ہے مگر زمانۂ رجعت میں امامِ عصرچہروں کو دیکھ کر بھی سزا دیں گے ۔

قارئین جانتے ہیں اوربار بار دیکھتے رہے ہیں کہ قیامت میں باقاعدہ اعمالنامہ ہر شخص کو دیا جائے گا اور باز پرس کی جائے گی۔ میزانِ عدل قائم ہوگی اعمال کا وزن اور قدر و قیمت کا تعین ہو گا اور اس کے بعد دو گروہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے ۔ ایک جنت میں جائے گا اوردوسرا جہنم رسید ہو گا۔ لیکن یہاں آیات (۴۴، ۴۳، ۴۱، ۳۹ / ۵۵) میں تمام مجرموں کی بات نہیں اور نہ آخری فیصلے کی بات ہے بلکہ صرف وہ مجرم زندہ کرکے حاضر کئے جائیں گے جن کو ان کے جرائم کی سزا دنیا میں نہ مل سکی تھی لہٰذا امام عصرؑ و الزمان ان کے چہروں کو دیکھتے اور وہ سزا دلواتے جائیں گے جو انہیں دنیا میں ملنی چاہیئے تھی ۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہاں بازپرس کرنے والا اللہ نہیں ہے ۔ چہروں کو دیکھنے کی اللہ کو احتیاج نہیں ہوسکتی چہروں سے پہچان لینے والے وہی حضرات ہیں جن کو پوری نوع انسان پر روز اوّل سے چشم دید گواہ بنایا گیا ہے (النساء ۴۱ / ۴، نحل ۸۹ / ۱۶) جن کے سامنے تمام مخلوق کے اعمال رہتے ہیں۔جو اعمال نامے کے محتاج نہیں (توبہ ۱۰۵ / ۹) جو جہنم اورجنت میں جانے والے ہر ہر فرد کو الگ الگ پہچانتے ہیں (اعراف) (۴۸، ۴۶ / ۷) اور جنہیں مردہ و زندہ انسانوں کے چہروں اور لب و لہجہ

اَلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾

نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو بیچ ان دونوں کے میوے ہیں اور کھجور اور انار ہیں

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو بیچ ان کے ہیں اچھی عورتیں

حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ

خوبصورتیں پس ساتھ کونسی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہوئی گوریاں ہیں بٹھلائی

فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ

بیچ خیموں کے پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو نہیں

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے پہلے ان سے اور نہ جنّوں نے پس ساتھ کون سی نعمت

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ

پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو تکیہ کئے ہوئے اوپر قالینوں سبز کے اور نادر

حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ

نفیس کے پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو برکت والا ہے

اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳ ۱۳

نام پروردگار تیرے صاحب بزرگی اور صاحب بخشش کا

(۶۸) ان دونوں میں بہت سے پھل، کھجوریں اور انار بھی ہیں۔ (۶۹) چنانچہ تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۰) وہاں حسین و جمیل و خوش خصال عورتیں بھی ہیں۔ (۷۱) مگر تم جن و انس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۲) محلوں میں رہنے والی حوریں جو خیموں میں ٹھہرائی ہوئی ہیں۔ (۷۳) تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۴) ان جنت میں جانے والوں سے پہلے ان حوروں کو کسی جن یا انسان نے جنسیات پر متوجہ نہیں کیا۔ (۷۵) چنانچہ تم دونوں فریق اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۶) جنت میں وہ لوگ سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرش پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے۔ (۷۷) تم دونوں گروہ اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۸) بہت صاحب برکت ہے تیرے خداوند جلیل و کریم کا نام۔

سے پہچاننے کی قدرت دی جانا ضروری تھا (محمدؐ ۳۰ / ۴۷) اور جن سے دریافت کیا گیا کہ:

"وہ کون لوگ ہیں جو مقام اعراف پر تمام جنت اور دوزخ والوں کو چہروں سے پہچانتے ہوں گے؟ (اعراف ۴۶ / ۷) حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ "ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اعراف پر ہوں گے اور اپنے تمام انصار کو بھی ان کے چہروں سے پہچانتے ہوں گے" اور ہمارے اعمال کے متعلق ایک مختصر سی حدیث کافی ہے "امام رضا علیہ السلام سے عبداللہ بن ابان الزیات نے اپنے حق میں دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ تیرے خیال میں میں روزانہ دعا نہیں کرتا؟ سنو قسم بخدا تمہارے اعمال دن رات میرے سامنے سے گزرتے ہیں یہ بات مجھ پر گراں گزری تو فرمایا کہ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ تم عمل کئے جاؤ مستقبل میں بھی اللہ اور اس کا رسولؐ اور خاص مومنین تمہارے اعمال کو دیکھتے رہیں گے۔"

"یا امیرالمومنین، وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ﴿۴۶﴾ الاعراف"؟ فَقَالَ نَحْنُ عَلَى الْاَعْرَافِ نَعْرِفُ اَنْصَارَنَا بِسِيْمَاهُمْ الخ۔ (کافی کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام حدیث نمبر ۹) عن عبداللہ بن ابان الزّیات قال قلت للرضا علیہ السلام ادع اللہ لی ولاھل بیتی قال اَوَ لَسْتُ اَفْعَلُ؟ واللہ اِنَّ اعمالکم لَتُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ فَاسْتَعظمت ذٰلِكَ فقال اَمَا تقرء کتاب اللہ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (توبہ ۱۰۵ / ۹) (مدینۃ المعاجز)

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سِتٌّ وَ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلَاثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اوراس میں چھیانویں (۹۶) آیتیں اور تین (۳) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا

جس وقت ہو پڑے گی ہو پڑنے والی نہیں وقت ہو پڑنے اس کے کے

كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا

کوئی جھوٹ بولنے والا نیچا کر دینے والی ہے اونچا کر دینے والی ہے جس وقت کہ

(وقف لازم)

(۱) جب ایک بنیادی واقعہ وقوع میں آجائے گا تو ، (۲) قیامت کے واقع ہونے کی خبر کو جھوٹی خبر نہ کہا جاسکے گا ۔ اس لئے کہ (۳) وہ واقعہ انسانوں کو خود ہی زیر و زبر کرکے رکھ دے گا (۴) یعنی جب زمین کو خوب

تشریحات سورۂ واقعہ:

۱۔ آیات (۳ تا ۱ / ۵۶) میں قیامت کی تمہید اور واقعہ رجعت کو قیامت کے ثبوت میں پیش کیا ہے ۔

یہ بات بار بار دہرائی اور ثابت کی جا چکی ہے کہ قریشی علما رجعت کے قطعاً منکر ہیں ۔ اس لئے انہوں نے کبھی اور کہیں بھی قیامت کے دوران وقوع میں آنے والے حالات کو ترتیب وار نہیں لکھا اور نہ ان پر بحث و نظر کی ضرورت ہی محسوس کی یہی نہیں بلکہ انہوں نے اس عقیدے سے بچنے اور عوام کو غافل رکھنے کے لئے ہر اس مقام پر ایسی پیش بندیاں اور معنوی تبدیلیاں کی ہیں کہ ایک سادہ دل قاری کی توجہ ادھر نہ جانے پائے ۔ چنانچہ سورۂ واقعہ کی ان تین اوّلین آیات میں بھی انہوں نے ایک ایسا مفہوم پیش کردیا ہے جس کی نہ تو کسی قاری کو جاننے کی ضرورت تھی اور نہ آیت کے الفاظ میں وہ موجود ہی تھا۔ ہم یہ بھی باربار عرض کرچکے ہیں کہ قریشی حکومتوں نے اپنے خود ساختہ اسلام کو حقیقی اسلام بنانے کے لئے چند اصول و قواعد ایجاد کرکے ان کا ایسا مسلسل اور مربوط و منظم پروپیگنڈا کیا کہ اکثر و بیشتر شیعہ علما نے بھی ان اصول و قواعد کو ذرا وراسی ترمیم کے بعد اختیار کرلیا اور قریشی پروپیگنڈے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان کا مخالف مکتبِ فکر ان اصول و قواعد کو اختیار کرکے اپنے دلائل کی بنیاد ان پر رکھے چنانچہ شیعہ علما اکثر غلط راہوں پر چلتے رہے ہیں ۔ اسی لئے وہ قرآن کی تفسیر میں قریشی علما کے قدم بقدم نہیں توکم ازکم اسی رخ پر چلے ہیں ۔ لہٰذا انہوں نے بھی ان آیات (۳ تا ۱ / ۵۶) سے وہی کچھ سمجھا جو سنی یا قریشی علما نے سمجھانا چاہا ہے ۔ چنانچہ ہم یہاں ان آیات کا جدید ترین اور سلجھا ہوا ترجمہ علامہ مودودی کے قلم سے دکھاتے ہیں تاکہ ہمارے سوا تمام شیعہ و سنی مترجمین کے ترجموں کی نمائندگی ہوسکے ۔ اس کے بعد ہم اپنے ترجمہ اور تصور پربات کریں گے ترجمہ یہ ہے :

تین آیات کا مودودی ترجمہ : (۱) "جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آئے گا "
(۲) "تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا "
(۳) "وہ تہہ و بالا کردینے والی آفت ہوگی " (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۷۶)

علامہ کی تشریح: "اس ارشاد میں قیامت کے لئے واقعہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے "

لرزش میں لایا جائے گا اسے ہلا ہلا کر (۵) اور چُور چُور ہو جائیں گے پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر، (۶) چنانچہ اڑتے پھریں گے ذروں میں تبدیل ہو کر (۷) قیامت میں فیصلے کے بعد تم تین قسموں میں بٹ جاؤ گے، (۸) اوّل، صاحبان برکت و خیر، کیسے ہوں گے وہ بابرکت لوگ؟ (۹) دوم، اور صاحبان بد بختی اور شومی کیسے ہوں گے وہ بدبخت و شوم لوگ؟

رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾

ہلائی جاوے گی زمین ہلائی جانے کر اور اڑائے جاویں گے پہاڑ اڑائے جانے کر

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ

پس ہو جاویں گے بھنگے پراگندہ اور ہو جاؤ گے تم قسمیں تین پس صاحب

الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ

داھنی طرف کے کیا ہیں وہ دھنی طرف کے اور بائیں طرف والے کیا ہیں

(ا۔الف) ان آیات میں لفظ اَلْوَاقِعَةُ قیامت نہیں بلکہ قیامت کو حکمیہ ثابت کرنے والا لوگوں پر گزرنے والا واقعہ ہے۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ تمام مترجمین نے عموماً اور علامہ مودودی نے خصوصاً ان آیات میں لفظ "اَلْوَاقِعَةُ" سے قیامت کو مراد لیا ہے۔ لیکن ہم نے تمام مترجمین و مفسرین کے اجتماعی مفہوم کو غلط سمجھا ہے اور قرآن کی منشا کو سامنے رکھ کر اپنا ترجمہ سب سے الگ کیا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اپنے دلائل پیش کریں آپ علامہ اینڈ کمپنی کے اس مفہوم کو دو چار بار پڑھیں اور ہر دفعہ خاموش رہ کر اس جملہ پر غور فرمائیں پھر بلند آواز سے پڑھیں گے تو آپ کو ہنسی آجائے گی۔"

لطیفہ: "جب قیامت وقوع میں آچکے گی تو قیامت کے وقوع میں آنے کو جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا"

ہمارے انکار کے دلائل: سب سے پہلے آپ یہ دیکھیں کہ ان آیات میں لفظ قیامت (اَلْقِيٰمَة) موجود نہیں ہے۔ لہٰذا علمانے خود ہی کسی وجہ سے لفظ "اَلْوَاقِعَةُ" کو قیامت بنا لیا ہے۔ اور ہم بلاکسی داخلی دلیل کے قرآن کے الفاظ کو بدلنا جرم عظیم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں جس میں قیامت کو اَلْوَاقِعَه کہا گیا ہو یا اَلْوَاقِعَه کو قیامت بتایا گیا ہو۔

(۲) پھر یہ سنیئے کہ: قرآن میں ایک سورہ کا نام پہلے ہی سے سورۂ اَلْقِيٰمَة ہے اور اس کے متعلق مودودی صاحب نے وجہ تسمیہ یوں لکھی ہے: "نام۔ پہلی ہی آیت کے لفظ اَلْقِيٰمَة کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ صرف نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سورہ کا عنوان بھی ہے۔ کیوں کہ اس میں قیامت ہی پر بحث کی گئی ہے۔" (تفہیم القرآن ۶ صفحہ ۱۶۰) اب اگر ہم لفظ اَلْوَاقِعَه کو اَلْقِيٰمَة مان لیں تو یہ بھی ماننا ہوگا کہ قرآن میں ایک نام کی دو سورتیں ہیں۔ حالانکہ یہ تو ایک واقعہ ہے کہ ایک سورہ کے دو یا زیادہ نام تو مشہور ہیں۔ مگر یہ واقعہ کے خلاف ہے کہ ایک نام کی دو سورتیں ہوں پھر یہ دیکھنا ہے کہ:

(۳) واقعہ رونما ہوجانا تو خود واقعہ کا عملی ثبوت ہوا کرتا ہے جھٹلایا تو اسی وقت جایا کرتا ہے جب تک کوئی واقع ہونے والی بات خبر یا اطلاع یا پیشنگوئی تک محدود ہو۔ وقوع میں آجانے کے بعد یہ کہنا کہ "اب اسے جھٹلانے والا کوئی نہیں" ایک ایسی بات ہے جسے ساری دنیا جانتی ہے کوئی سورج کو نہیں جھٹلاتا لیکن سورج کے مشرق سے نکلنے کو صرف وہی لوگ مانیں گے جو اللہ و رسوؐل کی بات سے اختلاف کرنا گناہ سمجھتے ہوں۔ لیکن جب سورج نکل آئے گا تو مومن و کافر سب اقرار کریں گے۔ لہٰذا زیر بحث آیات (۳ تا ۱ / ۵۶) میں اور نہ کسی اور آیت میں ہرگز یہ نہیں کہا گیا کہ:

"جب قیامت واقع ہوجائے گی تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔"

(۴) قیامت واقع ہوجانے کے بعد تو انکار کرنے یا جھٹلانے والی قوت ہی فنا ہوجائے گی۔ کسی چیز کا انکار کرنا یا اسے جھٹلانا اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہوش وحواس وعقل ساتھ دیں اور جھٹلانے کی یا انکار کی گنجائش موجود ہو۔ قیامت کی وہ باتیں جن کا لوگ انکار کرتے تھے۔ خود علامہ نے مزے لے لے کر بار بار اور جگہ جگہ لکھی ہیں اسی سورۂ واقعہ کی پہلی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

وقوع میں آنے سے پہلے قیامت کی کن باتوں کا انکار کیا جارہا تھا "علامہ" "جو چیز انہیں سب سے زیادہ عجیب اور

اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿ۚۙ۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ

وہ بائیں طرف والے اور آگے نکل جانے والے آگے ہیں سب سے یہ لوگ

الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿ۚ۱۱﴾ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿ۙ۱۳﴾

مقرب ہیں بیچ بہشتوں نعمت کے بڑی جماعت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑی

(۱۰) سوم، اور سبقت لے جانے والے تو سب پر سبقت لے ہی گئے۔ (۱۱) وہی لوگ تو مقرب بارگاہِ خداوندی ہیں۔ (۱۲) نعمتوں سے لبریز جنتوں میں ہیں۔ (۱۳) ان کی بڑی تعداد اوّلین میں سے ہے ۔ (۱۴) پچھلوں میں سے قلیل

بعید از عقل و امکان نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک روز زمین و آسمان کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ اور پھر ایک دوسرا عالم برپا ہوگا جس میں سب اگلے پچھے مرے ہوئے لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یہ بات سن کر ان کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جاتے تھے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۷۶)

معلوم ہوا کہ ان کے سامنے نہ زمین و آسمان کا نظام برہم ہوا تھا نہ دوسرا عالم برپا ہوا تھا یہ محض ایک پیش گوئی تھی۔ جس کو وہ غلط یا جھوٹ قرار دیتے تھے لیکن اگر وہ دیکھتے کہ :

(۵) قیامت کا نظارہ دیکھیں اور قارئین بتائیں کہ کون شخص انکار کی مجال پائے گا؟

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ (زمر ۶۷۔۶۸ / ۳۹)

"وہ اللہ جس کی باتوں کی انہوں نے قدر نہ کی تھی جس کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلایا تھا۔ زمین اس کی مٹھی میں ہے آسمان لپٹے ہوئے کاغذ کی طرح اس کے دہنے ہاتھ میں ہیں ، تو بتاؤ انہیں یا کسی کو انکار یا جھٹلانے کی گنجائش ہوتی ؟ پھر وہ صور کی ہولناک آواز سنتے اور ایڑیاں رگڑ کر دم توڑتے ہوئے مرجائیں گے، بتائیے کس وقت انکار کریں اور کیسے قیامت کو جھٹلائیں؟ پھر دوسرے صور کی گرگڑاہٹ سن کر جمپ (jump) کرکے کھڑے ہوجائیں گے" بتاؤ کہ اگر یہ سب کچھ یا ان میں سے ایک بات بھی آپ کے سامنے واقع ہوجائے تو تم ہر اس بات کا اقرار کروگے یا نہیں ؟ جو اس کے بعد واقع ہونے کے لئے کہی جائے ؟ ارے حضور اب تو اگر یہ کہا جائے کہ ذرا دیر بعد جو بارش ہوگی اس کی ہر بوند زمین پر گرتے ہی علامہ مودودی بن جائے گی تم سب فوراً اقرار کروگے ۔ معلوم ہوا کہ آیات(۳ تا ۱ / ۵۶) میں ہرگز یہ ذکر نہیں کہ : "جب قیامت وقوع میں آچکے گی تو قیامت کے وقوع میں آنے کو جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا "بلکہ یہی اور صرف اتنا ہی کہا گیا ہے کہ : "جب ایک بنیادی واقعہ (اَلۡوَاقِعَۃُ) وقوع میں آجائے گا تو قیامت کی خبر کو جھوٹی خبر نہ کہا جا سکے گا۔"

(۱ ۔ ب) اس مخصوص یا بنیادی واقعہ میں ایسے حالات کو سامنے آنا چاہیئے جو قیامت کے واقعات کو اصولاً ثابت کردیں۔

اور یہی کچھ ان آیات میں کہا گیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت خودبخود ثابت ہوتی ہے کہ اس مخصوص واقعہ میں جو حالات لوگوں کے سامنے آئیں گے وہ سب قیامت کے متعلق بیان کردہ واقعات کو اصولی طور پر ثابت کردیں گے اور لوگوں کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہوں گے کہ جب (مثلاً) محمدؐ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اعلانِ ظہورِ حضرتِ حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کے تمام خلفائے قریش اور سربراہانِ ممالک اور اہلِ بیتؑ کے تمام دشمن زندہ کرکے حاضر کرلئے گئے تو یقیناً پوری نوعِ انسان کو بھی زندہ کرکے حاضر کیا جاسکتا ہے ۔

(۱ ۔ ج) علما نے صرف ان واقعات کو قیامت سمجھا ہے جن میں تباہ کن اور ہولناک حالات پیش آنا ہیں ۔

چونکہ اللہ نے انسانوں سے یہ چاہا ہے کہ وہ دنیا میں خود کو اس ابدی زندگی کے لئے تیار کریں جو اگلی اور نئی دنیا میں ملنے والی ہے ۔ اس تیاری میں ضروری تھا کہ انسان اپنے خیالات میں، اپنی جسمانی قوت و استطاعت میں، اپنے اختیارات و ارادوں

وَ قَلِيۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ‏ ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍ ۙ‏ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـئِيۡنَ

پچھلوں میں سے اوپر چارپائیوں سونے کی تاروں سے بنی ہوئی کے تکیہ کئے ہوئے

عَلَيۡهَا مُتَقٰبِلِيۡنَ‏ ﴿۱۶﴾ يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ‏ ﴿۱۷﴾

اوپر ان کے آمنے سامنے پھریں گے اوپر ان کے لڑکے ہمیشہ رہنے والے

تعداد میں ہوں گے ۔(۱۵) زرین مسندوں پر (۱۶) تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے تشریف فرما ہوں گے ۔(۱۷) ان کی راحت رسانی کے لئے ہمیشہ حاضر رہنے والے بچے بھی چاروں طرف موجود ہوں گے اور

میں، اپنے یقین و ایمان میں، اپنے ایثار و قربانی کے جذبات و اقدامات میں کبھی نہ رکنے والی ترقی کریں ۔ ایسی ترقی کے لئے ان ہدایات پر عمل کرنا لازم تھا جو اللہ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کے وسیلے سے مسلسل پہنچائیں اور انبیاؑ وَ رسلؑ نے اور ان کے اہلؑ بیت اور مخصوص مؤمنین نے ان ہدایات پر عمل کرکے دکھایا اور مطلوبہ ترقی کرنے کا نظام بنا کر، چلاکر دیا۔ لیکن ابلیسی نظام کی دراندازی نے لوگوں کو اسی موجودہ دنیا کی ترقی کو آخری ترقی کہہ کر فریب دیا اور انہوں نے ابلیسی ہدایات کے ماتحت ایک مخالف محاذ بنا لیا ۔ لوگوں کو ابلیسی محاذ سے بچانے کے لئے ہدایات کے ساتھ نصیحتیں اور تنبیہات کو بھی شامل کرنا پڑا۔ اور اب یہ بتانا بھی ضروری ہوگیا کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ۔ ان تنبیہات میں مخالفین کے ساتھ دنیا میں اور دوسری دنیا کی ابتدا میں اور دوسری دنیا میں کیا کچھ پیش آئے گا ؟ تفصیل سے بتایا گیا۔ جہنم اور مختلف عذاب و سزائیں اسی پہلو کو واضح کرنے کا سامان ہے۔ منشا وہی تھا کہ نوع انسان کسی طرح یک جہتی ہم آہنگی اور اجتماعی طور پر اسلامی ہدایات پر کاربند ہوجائے اللہ کی اس پالیسی نے یادوسرے الفاظ میں مشیت نے انبیاؑء و رسلؑ اور ان کے متعلقین کو فطری و لازمی حدود سے بڑھ کر صبر کرنے اور مصائب برداشت کرنے کا پابند کیا اور نوع انسان کو حدود سے زیادہ آزادی اور خود اختیاری دلوائی تاکہ اتمام حجت ہوجائے ۔ یعنی اسلام کے مخالفین کو جس قدر آزادی و خود مختاری ملتی گئی ۔ اسی قدر انبیاؑ و رسلؑ اور ان کے خانوادوں اور فداکاروں کی آزادی و اختیار کم یا قربان ہوتا رہا۔ انہیں وہ جزا اور سہولتیں بھی فراہم نہ ہو سکیں جو ان کے معمولی نیک اعمال کا قانونی نتیجہ تھیں اور جن کے ملنے کے وعدے کئے گئے تھے۔یہی نہیں بلکہ ان کو مشیت کے پروگرام کو پروان چڑھانے کے لئے بڑی دردناک قربانیاں بھی دینا پڑتی رہیں ۔ ادھر اللہ نے مخالفین کو زیادہ سے زیادہ ڈھیل اور مواقع فراہم کئے دھمکیاں دیں سزاؤں کے تذکرے جاری رکھے اصلاح کی خاطر ان پر گرفت کو نظر انداز کرتا رہا۔ اس لئے لازم ہوا کہ ان دونوں فریق کو دنیا ہی میں وہ جزا چکا کر برابر کردے جو دونوں کو دونوں کے اعمال پر قانون کی رو سے مل جانا چاہیئے تھی ۔ قاتل کو قتل کے بعد پھانسی یا قتل کی سزا ملنا چاہیئے (۱۷۸ / ۲، ۹۳ / ۴) اور مظلوم کو اور اس کے پسماندگان کو مزید ہدایات وسہولتیں فراہم کرنا اللہ پر واجب (محمدؐ ۴ تا ۶ / ۴۷) مگر مشیت نے چاہا کہ قاتل کو موقعہ دیا جائے چاہے تو اصلاح کرلے چاہے تو مزید خباثت جو اس کے قلب و ذہن میں مشیت کو نظر آرہی ہے اسے بھی جرم کی صورت دے دے ۔ ادھر مظلوم گھرانے میں کتنی تاب و توانائی اور راہ خدا میں کتنی فدا کاری ہے وہ بھی مشیت کے علم میں ہے ۔ ان کو مزید آگے بڑھنے کا موقع دیا گیا۔ قاتل نے مزید مظالم کئے مظلومین نے مزید صبر و استقلال و دعائے خیر کا عملی ثبوت دیا اور ظلم کا نشانہ بنتے اور مرتے گئے اور ان کے قانونی حقوق اللہ کے ذمہ رہتے گئے ۔ ادھر قاتل بھی ایک روز مر گیا اور اسے قتل عام کی دنیاوی سزا نہ مل سکی ۔ آخری قتل پر بھی وہ قتل نہ کیا گیا مثلاً اس لئے کہ خود حاکم وخلیفۃالمسلمین بنا ہوا تھا۔ اس طرح کے قانونی قصاص اور سزائیں اور اس طرح کے انعام و اکرام دنیا میں واجب الادا تھے جن کو ادا کرنے کے لئے مذکورہ بالا مخصوص واقعہ سب سے پہلا دورِ قیامت ہو گا ۔ اور اس دور میں وہ تمام اختیارات و قدرتیں اس حاکمؑ وقت کو سپرد کی جائیں گی جو مذکورہ سزائیں اور جزائیں دینے کا ذمہ دار ہو گا وہ اگر مُردوں کو زندہ کرکے حاضر کرے تو یہ اتنی ہی سی بات ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دکھا چکے (آلِ عمران ۴۹ / ۳) اور سب نے مانا۔ فرق یہ ہو گا کہ یہاں دو چار دس بیس مردے نہ ہوں گے ۔ از آدمؑ تا آںؑ دَم تمام ظالم و مظلوم ہوں گے جو محروم الجزاء رہے ۔ البتہ سب سے پہلے چونکہ اس خلافت الٰہیہ کا قیام واعلان ہو گا جس کے وعدے تمام انبیاؑ سے عموماً اور محمدؐ مصطفیٰ سے خصوصاً کئے جاتے رہے اور اسلامی تعلیمات کا ہر پہلو اور اسلام کو مکمل صورت میں نافذ کرنے اور نور محمدیؐ

بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا

ساتھ آبخوروں کے اور آفتابوں کے اور پیالوں کے شراب صاف سے نہیں

يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا

سر دُکھائے جاویں گے اس سے اور نہ بیجا بولیں گے اور میوے اس قسم کے کہ

(۱۸) شراب کے ایک ہمیشہ جاری رہنے والے چشمہ کی شراب سے لبریز صراحیاں، گلاس اور پیالے فراہم کریں گے ۔(۱۹) پینے والوں کا نہ سر چکرائے گا اور نہ اول فول بکیں گے ۔ (۲۰) اور ایسے پھل ہوں گے جو ایک

کو مکمل کرنے کی تمہید سب سے پہلے قائم ہو گی اس لئے عمومی رجعت سے پہلے قریش اور ان کے متعلقین کو اور محمدؐ اور ان کے متعلقین کو میدانِ رجعت میں لایا جائے گا ۔ اور ان بے پناہ و لامحدود اختیارات اور قدرتوں کو روبہ کار لانا ضروری ہو گا جو مقصدِ عدل وعدالت کو پورا کرسکیں اور جو آج تک پس انداز رکھی گئی تھیں ۔ چنانچہ مذکورہ الواقعہ رونما ہوتے ہی انسانوں سے وہ تمام اختیارات و قدرتیں واپس لے لی جائیں گی ۔ جن سے وہ خلاف منشائے خداوندی کام کرگزرتے تھے ۔ اب سامنے معجزات و کرشمہ ہائے خداوندی ظہور میں آرہے ہوں گے زمیں پھٹ کر مُردوں کو ان ہی مُردوں کو جن کی سربراہِ اسلامؑ کو ضرورت ہوگی، باہر پھینک رہی ہو گی ۔ یہ تماشہ دیکھنے والے کیسے جھٹلا سکتے ہیں ؟ پھر زبان جھوٹ بولنے کے لئے اٹھے گی ہی نہیں تو جھوٹ کیسے بولیں گے اور الواقعہ کو دیکھ کر قیامت پر سو فیصد یقین ہی نہ کرلیں گے بلکہ اس کے آنے کے لئے دل تھامے ہوئے انتظار کررہے ہوں گے ۔ مگر وہ قیامت جس میں پوری نوع انسان میدان محشر میں آخری فیصلے کے لئے کھڑی ہوگی، جو لفظ قیامت کے حقیقی معنی ہیں ہزاروں برس بعد آئے گی ۔ وہ تب آئے گی جب صرف حقوق اللہ کی سزا اور جزا باقی رہ جائے گی ۔ مگر زمانۂ رجعت کا مذکورہ بالا الواقعہ ہی ہوگا جو فطری و مادی وقت لے گا ۔ اس میں دس سال کا کام دس ہی سال میں ہو گا ۔ ہر پھانسی میں اتنی ہی دیر درکار ہو گی جتنی یہاں آج کل لگتی ہے یہ بڑا طویل زمانہ ہو گا ۔ اور اس میں برابر حکومتِ الٰہیہ کا سربراہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا رہے گا۔ اور باری باری تمام آئمہؑ اہلؑ بیت حکومت کریں گے ۔ دوسری طرف بارھواں اماؑم رجعت جاری رکھے گا ۔ یہاں تک کہ پوری نوعِ انسان کو عدل و انصاف و جزا و سزا فراہم کر دی جائے ۔ پھر اعلان ہوگا آخری دورِ قیامت کا اور تمام مسلسل چلتے چلے آنے والے انسان بھی مرجائیں گے اور دوسرا صور پھونکنے تک نیا آسمان اور نئی زمین اور نئی دنیا اور نیا نظام برسرِکار آچکے گا ۔ اب وہ قیامت ہوگی ۔ اب میدانِ محشر گرم ہوگا۔ اب جنت و جہنم کا فیصلہ و داخلہ ہو گا ۔

(۱ ۔ د) اللہ نے انتباہ اور تاکید کی خاطر قیامت کے تذکرے میں خوفناک و ہولناک حالات بار بار دھرائے ۔

قرآن کریم عملی لکچروں کا مجموعہ ہے ۔ جس میں مخاطبین کی ذہنی صورت حال کو مدنظر رکھ کر تذکرہ تنبیہ اور تاکید ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ اور زیادہ سے زیادہ اثر انداز ہونے کے لئے دورانِ گفتگو ، گفتگو کا سلسلہ اور ربط توڑ کر بھی تنبیہات کو نمبر دیا گیا ہے جیسا کہ آپ نے سورۂ رحمٰن میں دیکھا کہ بار بار سلسلہ کلام کو توڑا گیا اور ہر دوسری تیسری سانس میں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فرمایا گیا بالکل اسی طرح جہاں جہاں قیامت کا تذکرہ کیا ہے ۔ وہاں سلسلہ کلام توڑ کر ہیبت ناک و ہوش ربا واقعات کا ذکر کیا ہے لہٰذا قریشی علمانے بھی قیامت سے جو کچھ سمجھانا چاہا وہ یہی ہولناک و ہیبت ناک واقعات تھے اور ہرگز یہ کوشش نہیں کی کہ قیامت کی ترتیبی کیفیت لکھی جائے ۔ آیئے ہم آپ کو مختصراً قیامت میں گزرنے والے حالات سے تعارف کرائیں ۔

(۱ ۔ ہ) قیامت کے دوران گزرنے والے معمول کے خلاف عجیب و خوفناک و ہوشربا حالات ؟

قیامت کے ہولناک حالات و واقعات کو پڑھتے ہوئے آپ یہ سوچتے چلیں کہ ان واقعات کے وقت انسان کہاں اور کس حال میں ہوں گے ؟ آیا اس وقت ان سے حساب لیا جاسکے گا ؟ کیا اس حالت میں وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ سکیں گے ۔ مثلاً ذرا دیر پہلے (تشریح ۱ ۔ الف (۵)) قرآن نے بتایا تھا کہ ”قیامت کے روز یہ زمین اللہ کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان لپٹے ہوئے اللہ کے دہنے ہاتھ میں ہوں گے (زمر ۶۷ / ۳۹)“

يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ

پسند کریں اور گوشت جانوروں کے اس قسم سے کہ چاہیں گے اور واسطے ان

حُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾

کے عورتیں ہیں بڑی آنکھوں والیاں مانند موتیوں چھپائے ہوئے کے

دوسرے سے زیادہ پسند آئیں ۔ (۲۱) اور پرندوں کے ایسے گوشت ہوں گے کہ جن سے بھوک بھڑکتی جائے ۔(۲۲) اور ایسی مسحور کن آنکھوں والی حوریں ہوں گی کہ (۲۳) معلوم ہو گا جیسے آنکھوں کے پردوں میں جگمگاتے موتی چھپا دیئے گئے ہیں ۔

قارئین سوچیں کہ انسان اس وقت کہاں ہوں گے ، اور ان کا کیا حال ہو گا؟ مٹھی کے اندر رہنے کا زمانہ کتنا ہو گا؟ قاعدہ کی روسے تو تمام اہل زمین کا مٹھی میں دم گھٹ کر مر جانا ضروری ہے ۔ اس کے بعد صور پھونک کر ان کو مارنے کی ضرورت ہی نہیں ہے (۶۸ / ۳۹) لیکن یہ کہا گیا ہے ۔ کہ صور سے ان کو مارا جائے گا۔ (۶۸ / ۳۹) معلوم ہوتا ہے کہ وہ مٹھی میں نہ تھے کہیں باہر محفوظ جگہ میں تھے ۔ مگر کہاں ؟ مولویوں سے معلوم کریں ۔ علامہ نے اپنی تشریح نمبر ۷۶ میں دو متضاد باتیں فرمائی ہیں اوّل یہ کہ زمین کو مٹھی میں لینا اور آسمانوں کو لپیٹ کر دہنے ہاتھ میں رکھنا محض استعارہ ہے یعنی علامہ اس کو حقیقت نہیں سمجھتے پھر بخاری وغیرہ کے سر رکھ کر لکھا ہے کہ :

”جو آج اللہ کی عظمت اور کبریائی کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ۔کہ زمین اور آسمان اللہ کے دست قدرت میں ایک حقیر گیند اور ایک ذرا سے رومال کی طرح ہیں۔ “(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۲) علامہ نے اپنی طرف سے ہاتھوں کا انکار کرکے دست قدرت بنا دیا ہے ۔ لیکن یہ تو پھر بھی بتانے سے قاصر رہے کہ ، وہ آنکھوں سے دیکھنے والے لوگ کہاں کھڑے ہو کر دیکھیں گے؟ وہ تو دست قدرت کی مٹھی میں ہوں گے ؟ دیکھیں گے کیسے ؟

بہرحال قارئین اپنا اپنا مقام اور حال سامنے رکھ کر وہ حالات پڑھیں ہم سورہ کے ساتھ ساتھ علامہ کا ترجمہ اور وہ حالات بھی لکھیں گے جن کے لئے فطری اور موزوں حالات درکار ہوں گے ۔

۲۔ قیامت کی ابتدا اور انتہا؟ جب کہ قرآن کے باقی بیانات کو نظر انداز کر دیا جائے ۔

قریشی علما نہیں چاہتے کہ قیامت ایک طویل زمانے تک قائم رہے اور نہ یہ کہ اس میں انسانوں کو عدالتی معیار پر مطمئن کرکے آخری فیصلے سنائے جائیں اور اللہ نہیں چاہتا کہ قیامت میں گزرنے والے تمام حالات کو قصہ کہانی کی صورت سے ایک ہی دفعہ تلاوت کرا دیا جائے ۔ یہ قارئین کا کام ہے کہ وہ علامہ اینڈ کمپنی کی طرح سرسری رویہ اختیار نہ کریں بلکہ ہر آیت کے بعد منتظر رہیں کہ اس کے علاوہ اللہ نے قیامت کے متعلق اور کیا فرمایا ہے ۔ پھر تمام حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر انہیں فطری ترتیب دیں اور نتیجہ اخذ کریں ۔ لہٰذا قیامت پر اللہ کا بیان علامہ کے ترجمہ میں دیکھیں ۔

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ (سورۂ قارعۃ)

(اوّل) ”عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے ۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہو گا ، اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی (خندق۔احسنؔ) ہو گی ۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ (کھائی۔احسنؔ) کیا چیز ہے ؟ بھڑکتی ہوئی آگ (کی خندق۔احسنؔ)“ تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳۵)

علامہ کی تشریح قیامت دو مرحلوں میں مکمل اور ختم :

”یہاں تک قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے یعنی جب وہ حادثۂ عظیم برپا ہو گا جس کے نتیجے میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اس وقت لوگ گھبراہٹ کی حالت میں

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا

بدلہ اس چیز کا کہ تھے وہ کرتے نہیں سنیں گے بیچ اس کے بیہودہ اور نہ

تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ

گناہ کی باتیں مگر کہنا سلام ہے سلام ہے اور دھنی طرف والے کیا ہیں

(۲۴) یہ سب کچھ ان کے اعمال کی جزا میں ملے گا۔ (۲۵) وہاں انہیں بے ہودہ بکواس اور گناہگار کرنے والی باتیں سننے کو بھی نہ ملیں گی۔ (۲۶) سوائے اس کے کہ ان پر ہر طرف سے سلام ہو تم پر سلام ہو تم پر کی پیشکش ہوگی۔ (۲۷) دہنی طرف والے اصحاب

اس طرح بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے ہر طرف پراگندہ ومنتشر ہوتے ہیں، اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح اڑنے لگیں گے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳۵، ۴۳۶)

(۲) "یہاں سے (یعنی اعمال کے وزن سے۔احسن) قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر شروع ہوتا ہے جب دوبارہ زندہ ہو کر لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳۶)

نوٹ کرنے کی باتیں، یہ مکمل قیامت نہیں ہے۔ قارئین پہلی اور سب سے ضروری بات یہ نوٹ کریں کہ علامہ کے نزدیک قیامت کی ابتدا ہی نظام عالم کو درہم برہم کرنے سے ہوگی۔ جسے وہ قیامت کا پہلا مرحلہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں ساری اس وقت کی موجود نسل انسانی مرجائے گی۔ دوسرے مرحلے میں پوری نوعِ انسان، آدمؑ سے آخر تک زندہ ہو کر عدالت میں پیش ہوگی۔ لیکن ہم ان دو مرحلوں کو قیامت کا آخری دور کہتے اور قرآن سے ثابت کرتے ہیں اور اسی دور کو زمانۂ رجعت کہتے ہیں۔ یہ فرق نوٹ کرنا ضروری ہے لہٰذا اس بات پر نظر رکھیں کہ آیا اللہ نے نظام عالم کو درہم برہم کرنے سے پہلے کے زمانہ پر بھی لفظ قیامۃ بولا ہے یا نہیں؟ اگر قرآن میں ایسا کہیں ملتا ہے تو وہی زمانۂ رجعت ہو گا۔ اور اگر نہیں ملتا تو رجعت کا عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ اللہ نے قیامت کے اس بیان میں بہت سی ایسی چیزوں کا بھی تذکرہ نہیں کیا جو انسانوں میں مشہور و معروف ہیں مثلاً یہاں صور پھونکنے کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ یہاں نہ مارنے کا ذکر ہے نہ دوبارہ زندہ کرنے کی بات ہے یعنی یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ یہ قیامت کا مکمل تذکرہ نہیں ہے۔ محض تنبیہ کے لئے دو تین اشارے ہیں۔

(دوم) "جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی۔ اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان (اَلْاِنْسَانُ) کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے، اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی، کیونکہ تیرے رب نے اُسے (ایسا کرنے کا) حکم (وحی۔احسن) دیا ہو گا۔ اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے (صادر ہوں گے یَصْدُرُ النَّاسُ۔احسن) تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔"(زلزال ۸ تا ۱/ ۹۹)(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۰ تا ۴۲۴)

نوٹ کرنے کی باتیں، کیا یہ آیات بھی قیامت سے متعلق ہیں؟ علامہ کا بیان: یہاں یہ سوال ہے کہ کیا اس سور ہمیں بھی قیامت کا بیان ہے یعنی یہ سب کچھ دورانِ قیامت ہوگا؟ علامہ کا جواب یہ ہے کہ:

"بعض مفسرین نے اس زلزلہ سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیا ہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جس سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۰)

سورۂ زلزال میں قیامت کے پہلے دور یعنی زمانۂ رجعت کا ذکر ہے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ اس سورۂ زلزال میں قیامت کا تذکرہ ہوا ہے۔ تو سورۂ کا مضمون خود بخود ثابت کرتا ہے کہ یہ سب کچھ پہلے صور سے قبل کے زمانہ میں ہو گا۔ اور اسی زمانہ کو اس قدر طویل ہونا چاہیئے کہ متعلقہ انسانوں کو ان کے تمام چھوٹے بڑے اعمال، معجزانہ طور پر نہیں بلکہ مادی طور سے اس طرح دکھائے جانا چاہئیں کہ متعلقہ لوگوں کی داد خواہی و داد رسی بھی ہوتی جائے اور مجرم کو مادی یا دنیاوی سزا اور مظلوم کو جزا ملتی جائے۔ سینما کے پردہ پر یا کسی مولویانہ طریقہ پر دکھانا بے معنی اور بلا ضرورت ہو گا۔

اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ﴿۲۷﴾ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ

دھنی طرف والے بیچ بیریوں کانٹے دور کئے ہوئے اور کیلے تہہ بہ تہہ اور

ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ﴿۳۱﴾ وَّ فَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا

سایہ لمبا اور پانی گرتا ہوا اور میوے بہت نہیں

اور کون ہیں دھنی طرف والے (۲۸) وہ لوگ بے خار بیریوں میں،(۲۹) قطار اندر قطار کیلوں میں ، (۳۰) اور دور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں میں (۳۱) آبشاروں سے گرتے رہنے والے پانی میں(۳۲) اور انبار در انبار پھلوں میں (۳۳) جو کبھی

اگر اس نمائش کی غرض انصاف وعدل کے تقاضے پورے کرنا ہے تو لازم ہے کہ مظلوم کی زندگی میں اس کا نقصان پورا کیا جائے اور اسے وہ مادی آسائش فراہم کی جائے جو ظالم جابر یا ڈاکو نے چھین لی تھی ۔ غاصبانِ حکومت کو رعایا بنایا جائے اور مختلف و متعلقہ جرائم کی سزا ان لوگوں کو حاکم بنا کر ان ہی کے ہاتھوں دلائی جائے جنہیں حکومت سے محروم کیا تھا۔ بہر حال اللہ نے ہر ہر عمل خیروشر کو دکھانے کا وعدہ کیا ہے صاف سادہ اور عام فہم زبان میں وعدہ کیا ہے ۔ لہٰذا کوئی چکر کوئی تاویل اور کوئی بہانہ قابل قبول نہیں ہے ۔ اگر آیات میں استعمال شدہ الفاظ کے کچھ اور معنی کرنا ہوں تو اس کی سند میں آیت لایئے اور جو کچھ آیت نے کہا ہے اسے غلط ثابت کیجئے رہ گیا آپ کا اور آپ کے مفسرین کا مذہب و عقیدہ ! اگر وہ قرآن کے بیانات کا مخالف ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ۔ قرآن سنیئے :

رب الارض کی تشریف آوری، فرش و فروش کی تیاری ملائکہ کی سلامی:

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ ٱلْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَآءَ رَبُّكَ وَٱلْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِاْىٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ ٱلْإِنسَٰنُ وَأَنَّىٰ لَهُ ٱلذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ (الفجر ۲۱ تا ۲۵ / ۸۹)

(سوم) "جب زمین پے درپے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنا دی جائے گی، اور تمہارا رب جلوہ فرما ہوگا اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے، اور جہنم اس روز سامنے لے آئی جائے گی اس دن انسان کو سمجھ آئے گی اور اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا ! پھر اس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۳۳۲)

نوٹ کرنے کی باتیں علامہ رب کے آنے پر ایمان نہیں رکھتے۔

یہ پانچوں آیات قیامت ہی کا تذکرہ کرتی ہیں اور علامہ بھی مانتے ہیں اگر وہ نہ بھی مانتے تب بھی آیت (۲۳ / ۸۹) میں یہ بتا دیا گیا کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ اب پچھتانے اور غلط کاری کو غلط سمجھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یعنی جن لوگوں کی بات ہورہی ہے ان کے لئے اصلاحِ حال کی مہلت ختم ہوچکی لہٰذا ثابت ہوا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے ۔ لیکن ابھی نہ صور پھونکا گیا ہے نہ اہلِ زمین کو موت سے دوچار کیا گیا ہے۔صرف ہوا یہ ہے کہ رب الارض علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے لئے زمین ہموار کی گئی ہے۔ استقبال اور سلامی و انتظامات کے لئے ملائکہ صف بستہ حاضر ہیں۔ جہنم اور سزاؤں کا سامان تیار کر دیا گیا ہے ۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے ۔ یعنی اب انسان یہ یقین کرلیں گے کہ وہ قیامت جس کو جھٹلایا یا غلط سمجھا کرتے تھے آگئی ہے ۔ اور یہ کہ وہ پچھتائیں گے شرمندہ ہوں گے ۔ لیکن اب تو انہیں نمونہ کا عذاب اور سزائیں دی جائیں گی جو دنیا میں فری اسٹائل زندگی بسر کرکے آئے ہوں گے ۔ ہر ایک کے ساتھ پختہ یا قابل وثوق سلوک کیا جائے گا یہی انتظام قیامت کی ابتدا کرتا ہے۔ اور اسی دن سے زمانۂ رجعت شروع ہوتا ہے ۔ اور یہی آیات ہیں جو علامہ اینڈ کمپنی کے تصورِ قیامت کو اور ان کے بیان کردہ قیامت کے دونوں مرحلوں کو غلط ثابت کرتی ہیں ۔ نوٹ کرلیں کہ قیامت کا آخری دور پہلے صور سے شروع ہوگا اور اس میں ابھی بہت زمانہ درکار ہو گا ۔ لہٰذا جب تک آیات میں صور کا تذکرہ نہ ہو قیامت کا آخری دور مراد لینا غلط ہوگا ۔اور علامہ ایسے مقامات پر قارئین کو اپنی گھریلو معلومات سے غلط تصور ضرور دیں گے ۔ چنانچہ وہ مقام دیکھیئے جہاں قرآن کے اور خود اپنے ترجمہ کے خلاف زبردستی نظامِ عالم کو درہم برہم کئے دے رہے ہیں ۔ اللہ نے فرمایا اور علامہ نے ترجمہ کیا کہ :

مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ﴿۳۳﴾ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ

کاٹا گیااور نہ منع کیا گیا اور بچھونے بلند تحقیق ہم نے

اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ﴿۳۶﴾ عُرُبًا

پیدا کیا عورتوں ان کی کو پیدا کرنا پس کیا ہم نے ان کو کواری سہاگ والیاں

ختم نہ ہوں گے بے روک ٹوک ملتے رہیں گے ۔ (۳۴) اور بلند و بالا نشستوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ (۳۵) ان کی ازواج کو ہم نے خاص الخاص توجہ سے نشوونما دی ہے ۔ (۳۶) چنانچہ انہیں ہمیشہ دوشیزہ رہنے والی بنایا ۔ (۳۷) اپنے شوہروں پر فریفتہ

(چہارم) ''کیا تمہیں اس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے ؟کچھ چہرے اس روز خوفزدہ ہوں گے، سخت مشقت کررہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے ، شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سوکھی گھانس کے سوا کوئی کھانا ان کے لئے نہ ہو گا ، جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے۔ کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پرخوش ہوں گے ، عالی مقام جنت میں ہوں گے ، کوئی بیہودہ بات تک وہاں نہ سنیں گے ، اس میں چشمے رواں ہوں گے ، اس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی ، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤتکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ ''(سورۂ غاشیہ ۱۶ تا ۱ / ۸۸) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۰۔۳۲۱)

ان آیات (۱۶ تا ۱ / ۸۸) پر علامہ کا ایک نوٹ خودساختہ مفہوم :

علامہ حضور صحیح باتوں میں لپیٹ کر ایک غلط بات اپنی طرف سے کہتے ہیں سنیئے:

''مراد ہے قیامت یعنی وہ آفت جو سارے جہاں پر چھاجائے گی ۔ اس مقام پر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں بحیثیت مجموعی پورے عالم آخرت کا ذکر ہورہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہوکر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالٰی کی عدالت سے جزا وسزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے ''(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۰ حاشیہ نمبر ۱)

نوٹ کرنے کی باتیں: علامہ نے سب کچھ صحیح لکھا ہے مگر دو حقیقتوں پر پردہ ڈال کر صحیح لکھا ہے ۔ اوّل یہ کہ لفظ ''حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ'' کے معنی ''چھا جانے والی'' کے ساتھ اپنی طرف سے لفظ آفت بڑھا دیا۔ اور سوفیصد صحیح بات یہ ہے کہ لفظ آفت کوترجمے سے خارج کرنے کے بعد بھی غاشیہ کا ترجمہ ''چھا جانے والی'' غلط ہے ۔ ارے صاحب یہ لفظ تو اُسی مادہ اور مصدر سے ہے جس سے وہ غِشَاوَةٌ ہے جس کے معنی علامہ اینڈ پوری کمپنی نے بھی ''پردہ ''کئے ہیں ۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۲ آیت ۷ / ۲) یہاں کیا آفت ٹوٹ پڑی کہ لفظ ''اَلْغَاشِيَةِ ''کے معنی ''پردہ ڈالنے ''کے بجائے بدل کر ''چھا جانے والی آفت ''کر دیئے گئے ؟ اسی لئے نا! کہ علامہ نظام عالم کو درہم برہم کرنے کے بعد قیامت کی ابتدا کرتے ہیں اور یہاں ان سترہ (۱۷) آیتوں (۱۷ تا ۱ / ۸۸) میں سب کچھ ہے مگر نظامِ عالم کے درہم برہم کرنے ہی کا ذکر نہیں ہے ۔ اس لئے علامہ نے چاہا کہ اپنی طرف سے آفت برپا کر دیں ۔

نوٹ کرنے کی باتیں: بہرحال قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ یہاں بقول علامہ ''پورے عالمِ آخرت کا'' اور حقیقتاً قیامت کا تذکرہ کردیا گیاہے۔ اور ہم علامہ کے اس نتیجے سے متفق ہیں کہ ان سترہ آیات میں مختصر طور پر قیامت کو ابتدا سے انتہا تک بیان کردیا گیاہے۔

قیامت کے بیانات میں واقعات کی ترتیب ضروری نہیں ۔

جس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ کہ اللہ نے پہلا نمبر قیامت کے واقعات کی ترتیب کو نہیں دیاہے بلکہ اوّلین مقصد انسانوں کوتنبیہہ وتخویف رہاہے ۔ اور کمپنی نے محض اتھل پتھل ، توڑ پھوڑاور درہمی وبرہمی کو قیامت مشہور کیا ہے ۔ تاکہ ہنگامہ مچا کرعدالتی کارروائی کو گول کر دیا جائے۔ اسی بنا پر ان لوگوں نے قیامت کی تفصیلات اور ترتیبِ واقعات پر قلم نہیں اٹھایا تاکہ عقیدۂ رجعت کو چھپایا جاسکے ۔ جو ان سترہ آیات میں بھی موجود ہے اور وہی دوسری بات ہے ۔ اللہ نے اس سورہ کو یہ کہہ کر شروع نہیں کیا کہ: کیا تمہیں قیامت کی حدیث نہیں پہنچی ہے ؟

یہ اس لئے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تبلیغ کا سارا زور ہی قیامت و آخرت پردے رہے تھے ۔ یہ بات علامہ سے سن کر آگے بڑھیں گے لکھتے ہیں :

اردو ترجمہ	عربی متن
اور ہم سن رہنے والی بنایا (۳۸) دہنی طرف والے صحابہ کے لئے (۳۹) ان کی بڑی تعداد پہلے لوگوں میں سے ہے۔(۴۰) اور پچھلے لوگوں میں سے بھی وہ بڑی تعداد میں ہیں (۴۱) اور بائیں طرف والے صحابہ بھی ہیں اور کس حال میں ہیں	اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ ہم عمر واسطے داہنی طرف والوں کے جماعت کثیر ہے پہلوں میں سے وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اور جماعت کثیر ہے پچھلوں میں سے اور صاحب بائیں طرف کے کیا ہیں

سورۂ غاشیہ کے منظرِ عام پر لانے سے پہلے رجعت کا تذکرہ نہ ہوا تھا۔ ”زمانۂ نزول سورہ کا پورا مضمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بھی ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر یہ وہ زمانہ تھا جب حضورؐ تبلیغِ عام شروع کر چکے تھے اور مکّہ کے لوگ بالعموم اسے سُن سُن کر نظر انداز کیئے جا رہے تھے“

موضوع اور مضمون: اس کے موضوع کو سمجھنے کے لئے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیئے کہ ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ زیادہ تر دو ہی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کرنے پر مرکوز تھی ۔ ایک توحید، دوسرے آخرت، اور اہلِ مکہ اِن دونوں باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے ۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد اب اس سورہ کے مضمون اور اندازِ بیان پر غور کیجیئے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۱۸)

چونکہ ابتدائی تبلیغ کا پس منظر توحید و آخرت رہتا چلا جا رہا تھا۔اس لئے اللہ کی پوزیشن پر اور قیامت پر بہت کچھ کہا جا چکا تھا۔ اور اب یہ سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ ”کیا تمہیں قیامت والی حدیث مل چکی ہے؟“ بلکہ ضرورت اس کی تھی کہ یہ دریافت کیا جائے کہ :

”کیا تمہیں دنیاوی زندگی اور آخری فیصلے کے درمیان پردہ ڈالنے والی کی حدیث پہنچ چکی ہے؟“ ہم نے عرض کیا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ قیامت کا یہ پہلا دور اسی زمین پر زمین کے ان ہی حالات کے دوران شروع ہو کر جاری رہے گا۔ یعنی نسل انسانی برابر آگے بڑھتی پھولتی پھلتی اور امام آخر الزمان ابن حسن عسکری علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زیرِ ہدایت تسخیرِ کائنات کرتی چلی جائے گی زمین و آسمان ، ہوائیں اور فضائیں اُس زمانہ کے انسانوں کے تابعِ فرمان ہوں گے ۔ اُن کی عمریں طویل ترین ہوتے ہوتے آخر موت اُن سے رخصت ہو جائے گی ابلیس کا دفتر بند ہو جائے گا۔ اُدھر یہ ہو رہا ہوگا۔ اِدھر حضرت حجتؑ رجعت کا حکم دیں گے اور اس دنیا کے اندر ملنے والی تمام جزا وسزا کی تکمیل فرمائیں گے اِن دونوں قسم کے انسانوں کے درمیان پردہ (غِشَاوَةً) رہے گا تاکہ دونوں پروگرام متوازی اور بلا رکاوٹ جاری رہیں۔ اور پردہ ڈالنے والی کو اَلْغَاشِيَةِ فرمایا گیا ہے پردہ کے اِدھر والے لوگوں پر خوف و ہراس و ناکامی و محرومی چھائی ہوئی ہوگی ۔ چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے ۔ جہنم کی بات ہی نہیں ہے وہاں چہرے مرجھائیں گے نہیں بلکہ آگ میں جل رہے ہوں گے ۔ تھکاوٹ وہاں کہاں؟ محنت و مشقت کا جہنم سے کیا تعلق ؟ وہاں تو جلنا اور پٹخنا ہو گا ۔ تھکن تو وہاں ہو گی جہاں مجرموں اور ظالموں سے (LABOUR CAMPS) بیگار اور محنت و مشقت کرائی جائے گی جہاں وہ اُن لوگوں کے لئے محنت کریں گے جن سے اُنہوں نے بیگار کرائی تھی۔ یہاں اُن کو کھانے سے ترسایا جائے گا ۔ پیاسا رکھا جائے گا ۔ الغرض وہ تمام تکلیفیں دی جائیں گی جو اُنہوں نے دوسروں کو دی تھیں ۔ اور جب یہ سب کچھ ہو چکے گا تو اب قیامت کا آخری دَور شروع ہو گا۔ بہر حال قرآن میں قیامت کے تذکروں میں سرکشوں کو بدکاریوں سے باز رکھنے کے لئے ، بلا ترتیب کا خیال کئے ، جگہ جگہ جہنم اور عذابِ آخرت ، دنیا کی تباہی اور بربادی پر زور دیا گیا ہے ۔ لیکن یہ بھی برابر بتایا جاتا رہا ہے کہ عدالتِ خداوند قائم ہو گی ، تمام مخلوقات کو حاضر کیا جائے گا ۔ تمام انبیاؑ، شہداؑ، ملائکہ اور کتبہائے خداوندی کے سامنے باقاعدہ مواخذہ ہو گا ، انبیاؑ سے الگ اور اُمتوں سے الگ الگ سوالات ہوں گے ۔ جواب کا موقع دیا جائے گا ۔ فیصلے سنائے جائیں گے ۔ اور اب جو جزا یا سزا باقی رہ گئی ہوگی اور اب ملے گی وہ صرف جنت اور جہنم کی صورت میں ملے گی ۔ اور جنتی وجہنمی لوگ ابدالآباد اپنی اپنی جگہ رہیں گے ۔ ترتیب کا پتہ لگانا قارئین اور علما کا کام ہے ۔ وہ قرآن کے بیانات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ

اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ

باویں طرف کے بیچ باؤ گرم کے اور پانی گرم کے اور سایہ

یَّحۡمُوۡمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ

دھویں کے کہ نہیں ٹھنڈا اور نہ فرحت والا تحقیق وہ تھے پہلے اس سے

بائیں طرف والے صحابہ (۴۲) وہ جلانے والی لوؤں میں جھلستے اور کھولتے ہوں گے (۴۳) اور کالا کر دینے والے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔ (۴۴) جو نہ تو ٹھنڈا ہی ہو گا اور نہ نفع رساں ہو گا۔ (۴۵) یہ ایسے لوگ ہوں گے۔ جو قیامت سے پہلے تک

اگر پہلے زمین ، پہاڑ ، سمندر اور آسمانوں کو تباہ کر دیا جائے تو وہ انسان بھی ہلاک و تباہ ہو جائیں گے جو اعلانِ قیامت کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے جن کو صور کی آواز سے مارنے کے لئے فرمایا گیا ہے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس تباہی سے پہلے صور پھونکا جائے پھر نظامِ عالم بدل دیا جائے اور اب دوسرا صور بجا کر سب کو زندہ کر لیا جائے ۔ لیکن دوسرے صور کو بجانے سے پہلے زمین موجود ہونا چاہیئے ورنہ ساری نوعِ انسان کہاں کھڑی ہو گی کہاں حساب وکتاب ہو گا؟ پھر ساری نوع انسان کو جو آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والوں پر مشتمل ہو گی ، جگہ دینے کے لئے یہ زمین کیسے کافی ہو گی ؟ اگر چہ پہاڑ اڑا دیئے جائیں، سمندروں کو خشکی میں تبدیل کر دیا جائے ۔ غالباً پہلے اور دوسرے صور کے درمیان یہ زمین و آسمان زیادہ بہتر ، وسیع تر اور ہمیشہ موجود رہنے والے زمین و آسمان سے بدل دیئے جائیں گے (حجر ۴۸ / ۱۵۔ ھود ۱۰۸۔۱۰۷ / ۱۱) اور یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ تمام حادثات و آفات اور ہیبت ناک واقعات صرف زمین و آسمانوں کو بدلنے کے دوران واقع ہوں گے ۔

کیا آپ اِن آیات (۱۰۸۔۱۰۷ / ۱۱) کو پورا دور قیامت کہہ سکتے ہیں ؟

لہٰذا علما کے اُن تمام بیانات کو ہوشیار رہ کر پڑھنا اور قبول کرنا چاہیئے جن میں وہ اُتھل پتھل اور اَرضی و سماوی انقلابات و حادثات پر زور دیتے معلوم ہوں ۔ اور جن میں وہ قیامت کے پُراَمن اور عدالتی حالات کو غائب کرتے نظر آئیں ۔ علامہ کا ترجمہ دیکھئے اور قیامت کا وہ وقت ملاحظہ فرمائیے ۔ جب کہ فیصلے سنائے جا چکے ہیں ۔ اور جنت و دوزخ میں داخلہ ہو رہا ہے ۔

(پنجم) " وہ ایک دن ہو گا (ذَٰلِكَ يَوۡمٌ مَّجۡمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُودٌ ﴿۱۰۳﴾)جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اُس روز ہو گا سب کی آنکھوں کے سامنے ہو گا ۔ ہم اُس (دن۔احسن) کے لانے میں کچھ بہت زیادہ تاخیر نہیں کر رہے ہیں ، بس ایک گنی چُنی مُدّت اُس کے لئے مقرر ہے ۔ جب وہ (دن۔احسن) آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہو گی اِلّا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے ۔ پھر کچھ لوگ اُس روز بدبخت۔ ہوں گے اور کچھ نیک بخت، جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور پیاس کی شدت سے) وہ ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں ، اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے۔ بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے ۔ رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے ، تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے ۔ ایسی بخشش اُن کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا۔" (ھود ۱۰۸۔تا۔ ۱۰۳ / ۱۱) (تفہیم القرآن جِلد ۲ صفحہ ۳۶۷ تا ۳۶۹)

نہ یہ قیامت کے مکمل حالات ہیں اور نہ یہاں ترتیبِ واقعات ملحوظ رہی ہے، علامہ خدا کو عدل و انصاف کا پابند نہیں مانتے۔

قارئین نے یہ چھ آیات دیکھیں۔ اِن میں قیامت کے مقصد اور قیامت کے نام سے بات شروع کی گئی یعنی وہ دن جس روز یہ سب کچھ ہو گا یَوۡمٌ مَّجۡمُوعٌ (سب کے جمع ہونے کا دن) اور یَوۡمٌ مَّشۡهُودٌ (ہر ہر بات شہادت اور آنکھوں سے دکھانے والا دن) کہلاتا ہے ۔ پھر یہ بتایا کہ وہ دن پہلے سے مقرر شدہ ہے اور بہت دور نہیں جلدی واقع ہونے والا ہے ۔

یہاں یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اللہ نے قرآن میں بار بار قریش سے انتقام لینے کا انہیں سزا دینے کا اور ان کی تباہی کا ذکر کیا ہے ۔ اور جلد ہی یہ کام کرنے کا وعدہ کیا ہے ۔ وہ وعدہ اور وہ جلدی بھی قیامت والے دن کی جلدی سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض قریشی کہتے ہیں کہ اگر ثلاثہ اینڈ کمپنی باطل پرست ہوتی تو ان پر جلدی سے عذاب آ گیا ہوتا ۔ اور چونکہ عذاب

مُتْرَفِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ﴿۴۶﴾ وَ كَانُوْا

نعمت میں پلے ہوئے اور تھے ایستادگی کرتے اوپر خلاف قسم بڑی کے اور تھے

یَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا

کہتے کیا جب مرجاویں گے ہم اور ہو جاویں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا ہم

مفت خورے اور تن آسان رہے تھے (۴۶) اور وہ اپنے مذہب کے برحق ہونے پر اصرار سے قائم رہتے آئے تھے (۴۷) اور کہا کرتے تھے کہ "جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے تو ایسی حالت میں بھی ہمیں

نہیں آیا لہٰذا وہ لوگ حق پر تھے ان کو بتاؤ کہ اللہ کی جلدی کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن مقرر ہے (ھود ۱۰۴ / ۱۱) اور یہ کہ اللہ کی زبان اور حساب میں لاکھوں سال بھی چند لمحات ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے وعدۂ خلافت کیا تھا (نور ۵۵ / ۲۴) وہ وعدۂ بھی وعدۂ آخرت و قیامت کی طرح ہے۔ وہ ثلاثہ اینڈ کمپنی پر فٹ کرلیا جاتا ہے۔ حالانکہ نہ انہیں خوف و بد امنی کے بعد خلیفہ بنایا اور نہ سابقہ خلفائے الٰہیہ کی طرح خلافت دی۔ (۲۵ / ۲۴) وہ تو سنڈے مسٹنڈے عیش کرتے ہوئے خود اپنی سازش و کوشش سے اپنی قوم کے خلیفہ یا بادشاہ بنے تھے (بقرہ ۲۰۵ / ۲، محمدؐ ۲۲ / ۴۷)
پھر یہ نوٹ فرمائیں کہ جس زمین و آسمان کی بقا کی بات کی گئی ہے وہ دوسری زمین اور دوسرے آسمان ہوں گے جو برابر قائم رہیں گے۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ علامہ یہ ممکن مانتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ جنتیوں کو جہنم میں اور جہنمیوں کو جنت میں بھیج سکتا ہے۔ اور اس عقیدے ہی کو آڑ بنا کر قریش نے غصب و ظلم جاری رکھا اور کہا کہ اگر خدا کو منظور نہ ہوتا تو ہم کس طرح یہ قتل عام وغیرہ کر سکتے؟ یہی ان کے سابقہ مذہبی بزرگ بھی کہا کرتے تھے کہ: "اگر خدا نے نظام اشتراکیت کو ناجائز سمجھا ہوتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کیسے لیڈروں کو شریک کرتے ...الخ (انعام ۱۴۹ / ۶) اور آخری بات عنوان زیرِ بحث پر نوٹ کرلیں کہ قیامت کے بیانات میں ترتیب نہیں بلکہ تادیب مدنظر ہوتی ہے۔ ترتیب واقعات کے امکان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ چونکہ روزِ قیامت لاکھوں سال کا دن ہوگا۔ اور اس میں گزرنے والے واقعات بھی لاتعداد ولاتحصیٰ ہوں گے اس لئے اللہ نے اُتنی بنیادی باتیں بتا دی ہیں جو اُس وقت کے لوگوں کی سمجھ میں آ سکتی تھیں اور باقی تفصیلات صاحبانِ قرآن کو دکھا اور بتا دی تھیں چنانچہ معراج میں رسولؐ اللہ سب کچھ دیکھ کر واپس آئے تھے۔ اور وہ حضرتؐ اور ان کے جانشینؑ ذمہ دار ہیں کہ قیامت کی ہر تفصیل نہ صرف بیان کریں بلکہ جسے چاہیں آنکھوں سے دکھا بھی دیں۔
اب ہم چاہتے ہیں کہ قیامت کے واقعات و حالات کی ترتیب کے لئے ایک کلیدی حقیقت آپ کے سامنے رکھ دیں تاکہ آپ کو دھوکہ نہ دیا جاسکے۔ چنانچہ اللہ کا کلام اور علامہ کا ترجمہ و تشریح و تائید میں پڑھیئے۔ اور قرآن کریم میں ان کی مخالفت اور اس کا حل ملاحظہ کیجئے۔

قیامت کا ابتدائی یا تمہیدی مرحلہ جسے سورۂ واقعہ میں الواقعہ قرار دیا گیا ہے یعنی رجعت اس زمین پر اسی ماحول میں ہوگی مگر؟

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ (طٰہٰ ۵۵ / ۲۰)

علامہ کا ترجمہ: "اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے" (طٰہٰ ۵۵ / ۲۰)

علامہ کی تشریح، قیامت اسی زمین پر ہوگی؟ "یعنی ہر انسان کو لازماً تین مرحلوں سے گزرنا ہے۔ ایک مرحلہ موجودہ دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک کا۔ دوسرا مرحلہ موت سے قیامت تک کا۔ اور تیسرا قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کا مرحلہ۔ یہ تینوں مرحلے اس آیت کی رو سے اسی زمین پر گزرنے والے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۹۔۱۰۰)
قارئین اس بات کو لفظ بہ لفظ ذہن نشین کرلیں کہ: "قیامت کا مرحلہ اسی زمین پر گزرنا ہے۔"

علامہ کی ان دونوں باتوں کو ساتھ ساتھ پڑھیں۔ اور اس فیصلہ کو ایک دوسرے فیصلے کے ساتھ ملا کر پڑھیں:

(۱) "قیامت کا مرحلہ اسی زمین پر گزرنا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۹۔۱۰۰)

لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ

پھر اٹھائے جائیں گے یا باپ ہمارے پہلے کہہ تحقیق پہلے اور

الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ

پچھلے البتہ اکٹھے کئے جاویں گے طرف وقت ایک دن معلوم کی پھر

زندہ کر کے اصلی جسم کے ساتھ اٹھا لیا جائے گا؟ (۴۸) اور کیا ہمارے وہ باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو پہلے گزر چکے۔ (۴۹) اے رسولؐ اُنہیں بتاؤ کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے (۵۰) ایک دن جمع کر لئے جاویں گے اس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے۔ (۵۱) پھر

(۲) "عالم آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۳۲۰) ہم تو یہ سمجھے کہ علامہ قیامت کا پورا مرحلہ اس موجودہ زمین پر گزرنا مانتے ہیں۔ لیکن دوسرے بیان میں قیامت کو اس وقت شروع کرتے ہیں جب نظامِ عالم درہم برہم ہونا شروع ہو گا۔ یعنی جب یہ زمین توڑ پھوڑ کر ملیا میٹ کر دی جائے گی۔ تب قیامت برپا ہوگی اور اگر پہلے بیان کو برقرار رکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ موجودہ زمین نظامِ عالم میں داخل نہیں ہے۔ یا یہ کہ نظامِ عالم کو دو چار جھٹکے پٹکے دے کر جوں کا توں اسی سابقہ حالت میں رہنے دیا جائے گا اور درہم برہم کے معنی توڑ پھوڑ نہیں ہیں ؟؟

سیدھی سی بات یہ ہے کہ علامہ نے اپنے بیان کو رد کر دیا ہے اور قیامت کا اس موجودہ زمین پر نہیں بلکہ دوسری تبدیل شدہ زمین کے اوپر اور تبدیل شدہ آسمان کے نیچے وقوع میں آنا تسلیم کیا ہے لیکن جو بات وہ بلا شک و شبہ بلا اختلاف و تضاد سو فی صد یقین سے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

(۱) "قیامت کے پہلے مرحلہ میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔"

قیامت کے دوسرے مرحلے میں دوبارہ زندہ ہو کر لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۳۶)

(۲) "یہاں بحیثیت مجموعی پورے عالم آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۳۲۰)

ان دونوں اور بہت سے ایسے ہی بیانات کا لب لباب یہ ہے کہ "علامہ پہلے صور کے پھونکے جانے سے قیامت کا شروع مانتے ہیں۔" لیکن ان کی مشکل یہ ہے کہ فطری صورت حال کا تقاضا بھی یہی ہے اور قرآن کی آیات (مثلاً طٰہٰ ۵۵ / ۲۰) بھی یہی کہتی ہے کہ قیامت اسی زمین پر قائم ہوگی اور یہ مشکل اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ علامہ قیامت کے اس دور کو ماننا نہیں چاہتے جسے رجعت کہتے ہیں اور جو پہلے صور سے بھی کہیں بہت پہلے شروع ہو گا اور جسے قرآن قیامت ہی قرار دیتا ہے۔ اور جس کے ثبوت میں یہاں تک پیش کردہ علامہ کے تمام ترجمے سامنے آ چکے ہیں۔ چونکہ علامہ رجعت کو ماننا نہیں چاہتے اس لئے وہ دو متضاد باتیں کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ یعنی "۱۔ قیامت اسی زمین پر ہوگی" اور یہ کہ

"۲۔ قیامت پہلے صور پر یا نظامِ دنیا درہم برہم ہونے پر شروع ہوگی" یہ دونوں متضاد باتیں متضاد نہیں رہتیں اگر علامہ مان لیں کہ:

علامہ کی مشکل کا حل: "قیامت کا پہلا دور اسی دنیا میں شروع ہو گا اور اس کی کارروائی مکمل ہو چکنے کے بعد صور پھونک کر نظامِ دنیا درہم برہم کر کے قیامت کا دوسرا یا آخری دور شروع ہو گا اور اب پوری نوعِ انسان زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آخری و ابدی جزا و سزا کے لئے پیش کئے جائیں گے۔"

(۲ ۔ الف) قیامت کا پہلا دور کیوں اسی دنیا میں ضروری ہے ؟ انصاف و عدل کے وسائل یہیں پر ہیں۔

قیامت کا اس دنیا میں اسی زمین پر شروع ہونا فطری اور مقصدِ قیامت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ جزا و سزا کو جسمانی اور مادی طریقے سے فراہم کرنے میں مادی سامان اور مادی وسائل درکار ہوں گے۔ اور یہ سب کچھ اسی زمین پر اور اسی دنیا میں اللہ نے مہیا و فراہم کر رکھا ہے۔

اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾

تحقیق تم اے گمراہو جھٹلانے والو البتہ کھانے والے ہو درخت سنیڈ کے سے

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾

پس بھرنے والے ہو اس سے پیٹوں کو پھر پینے والے ہو اوپر اس کے گرم پانی سے

اے گمراہ لوگو اے جھٹلانے والو تم سب کے سب یقیناً ضرور بالضرور (۵۲) تھوہر کے درخت کی غذا کھایا کرو گے اور (۵۳) اسی سے اپنا پیٹ بھرا کرو گے (۵۴) اور اوپر سے تم کھولتا ہوا پانی پیا کرو گے۔

سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کے اجسام کو داغنے کے لئے اسی سونے چاندی کی ضرورت جو جمع کی گئی تھی۔

مثلاً یہ آیات پڑھیں اور سمجھیں ! اللہ نے فرمایا ہے کہ :

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ (توبہ ۳۴۔۳۵ / ۹)

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی کا ذخیرہ جمع رکھتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کر ڈالتے ۔ اے نبیؐ آپ ایسے ذخیرہ اندوزوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں کہ وہی سونا اور چاندی جہنم کی آگ کے اندر تپا تپا کر ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور کمروں پر داغ دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہارا وہ خزانہ جسے تم نے اپنی سہولتوں کے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ لو اب تم اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

قیامت کے پہلے دور یعنی زمانہ رجعت میں ظالموں سے مظلوموں کا حق واپس دلانا عدل ہے ۔

قارئین دیکھیں کہ قیامت کو زمین پر قائم کرنے سے یہ سہولت بھی مدنظر ہے کہ غصب شدہ سامان زمین ہی پر موجود تھا۔ اگر زمین کو درہم برہم کر دیا گیا ہوتا تو اس سامان کو فراہم کرنے کے لئے کوئی نئی اور معجزاتی تدبیر لازم ہو جاتی ۔ پھروہ لوگ جو اس سرمایہ اندوزی سے محروم ہوئے تھے ۔ ان کو بھی زمین ہی پر موجود رکھنا چاہیئے تاکہ مجرموں سے مال و سامان برآمد کر کے حق داروں کو دلایا جاسکے اور وہ حقدار اسی زمین پر جہاں انہیں محروم کیا گیا تھا اس مال و سامان سے استفادہ کریں اور محرومی کا ازالہ ہوجائے ۔ چنانچہ قرآن نے اس قدر بتا دیا کہ عہدِ آدمؑ سے لے کر قیامت کی ابتدا تک کے تمام غاصبوں یا ذخیرہ اندوزوں کو حاضر کیا جائے گا ۔ غصب شدہ دولت سامنے لائی جائے گی۔ غاصبوں کو مذکورہ اور مناسب سزائیں دی جائیں گی ۔جس طرح یہاں یہ نہیں بتایا کہ غاصبوں کے بیانات لیئے جائیں گے ۔گواہیاں ہوں گی اور جرم ثابت ہوجانے کے بعد سزا ملے گی ۔ اسی طرح یہاں یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ مدعی یا محروم لوگ بھی حاضر ہوں گے ۔بیانات دیں گے اور پھر ان کا مال ان کو واپس ملے گا ۔ ایسی تفصیلات دوسرے مقامات پر دے دی گئی ہیں بار بار اور ہر جگہ یہ بتاتے رہنے کی ضرورت نہیں کہ قیامت میں عدالت عالیہ فیصلے کرے گی۔ انبیاؑ اور گواہوں کے بیانات ہوں گے ۔اور ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیاجائے گا ۔کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے گی ۔یہی تو علما کا کام تھا ۔ کہ وہ قرآن کے بیانات کی وضاحت و تفصیل کے لئے متعلقہ مقامات سے آیتیں لا کر عوام کو مستقل تصورات و عقائد فراہم کرتے رہیں ۔ اور ہر ابھرنے والے سوال کا جواب قرآن ہی کی آیت سے دیں۔ اور جس مسئلہ میں قرآن کی آیت حافظہ میں نہ ہو ، لاعلمی کا اقرار کریں۔ تلاش میں ہمہ تن مصروف رہیں ۔ اور اگر اللہ نے توفیق دی ہو تو صاحبِ قرآن امام العصر و الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رجوع کریں ۔ تاکہ آپ کو متعلقہ آیات سے سرفراز کر دیا جائے ۔ ورنہ قیاس آرائیاں نہ کریں ۔ ذاتی تصورات، رائے اور اجتہاد سے ایک لفظ نہ کہیں ۔ اور کہیں تو یہ بھی کہہ دیں کہ یہ میرا ذاتی خیال ہے جس کے غلط ہونے کی زیادہ اور صحیح نکلنے کی کم امید ہے ۔ اس طریقے سے لوگ گمراہ نہ ہوں گے ۔ آپ کی بات کو آپ کی بات سمجھیں گے ۔ اور اللہ کی بات کو اللہ کی بات مانیں گے ۔ اور آپ میں اور اللہ میں جو فرق ہے وہ پہلے سے جانتے ہیں ۔

(۳) قیامت کے آخری دور کی تنبیہات و ہیبت ناک واقعات الگ کر دیں؟؟

قیامت کے واقعات کو ترتیب

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

پھر پینے والے ہو پینا تشنگی والے اونٹوں کا سا یعنی تونس ہو گی یہ ہے مہمانی ان کی دن جزا کے

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ

ہم نے پیدا کیا ہے تم کو پس کیوں نہیں مانتے یعنی جی اٹھنا کیا پس دیکھا تم نے

(۵۵) اور پیو گے بھی اس طرح جیسے گرمی کے ستائے ہوئے اونٹ پیتے ہیں۔ (۵۶) روز جزا بائیں طرف والوں کی ضیافت یوں ہو گی۔ (۵۷) ہم ہی نے تو تمہیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تم دوبارہ زندہ کر سکنے کی تصدیق نہیں کرتے ہو؟ (۵۸) کبھی تم نے سوچا کہ

دینے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان تمام خوفناک و ہیبت خیز واقعات و حادثات کو الگ کر لیں جو ارض و سما کو تبدیل کرنے اور ابدی زندگی کے متعلقات کو یکجا کرنے کے لئے ضروری ہیں اور جن کا تذکرہ کر کے لوگوں کو سرکشی سے باز رکھنے میں مدد لی گئی ہے۔ ان انقلابی واقعات کو علیحدہ کر دینے کے بعد قیامت سے متعلق جو حالات و واقعات بچیں گے وہ سب انسانوں سے بازپرس عدالتی کارروائی اور جزا و سزا سے متعلق ہوں گے ان حالات پر نظر ڈالتے ہی واضح ہوتا جائے گا کہ آیا یہ ہماری اس زمین پر گزرنا چاہئیں یا انہیں تبدیل شدہ ارض و سما میں واقع ہونا چاہیئے۔ یوں ہم قیامت پر صحیح ترین تصورات وعقائد کی تفصیلات حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس سلسلے کی آیات پر سے گزریں گے۔ علما کے تکلفات بر طرف کر کے اپنا غیرمانوس مگر سو فیصدی صحیح ترجمہ پیش کریں گے۔ اور جہاں ضرورت ہو گی وضاحت بھی کریں گے۔ اور جو تنذیری آیات پہلے آ چکی ہیں ان کو نہ دہرائیں گے۔ بسم اللہ کیجیے۔

آسمانِ دنیا کو ستاروں اور سمندروں کو نئی فطرت دینے کا ایک مرحلہ؟

إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا ٱلْكَوَاكِبُ ٱنتَثَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا ٱلْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا ٱلْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ ﴿٦﴾ ٱلَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِىٓ أَىِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِٱلدِّينِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَٰفِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَٰتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ (الانفطار ۱ تا ۱۲ / ۸۲)

"اے نوع انسان تجھے تیرے فلاح و بہبود فراہم کرنے والے پروردگار سے کس نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا بہترین موزونیت فراہم کی اور تیرے تمام اجزا و عناصر میں اعتدال پیدا کیا اور بہترین خود پسند صورت و شمائل عطا کیا ہے۔ اور کچھ نہیں تم تو صرف یوم جزا کو جھٹلا رہے ہو۔ حالانکہ تم پر ایسے محافظ نگرانی کر رہے ہیں جو تمہارے ہر ہر فعل کو جانتے ہیں۔ جو تمہارے مفاد کے لئے ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ سنو روزِ جزا یہ آسمان نئی فطرت اختیار کر لے گا۔ یہ ستارے نثار کر دیئے جائیں گے، یہ تمام سمندر ساکن نہ رہیں گے بلکہ بہہ نکلیں گے اور نتیجہ میں تمام قبریں اور مردے بکھر کر سامنے آ جائیں گے۔ اس روز ہر ذی حیات کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا کچھ آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا؟ وضاحت میں چند جملے کافی ہیں۔

ہم نے آیات کے نمبروں کی جگہ آیات کے مقصد کی پابندی کی ہے۔ یہاں پہلے اپیل ہے پھر تخویف و تنذیر ہے۔ اور یہ تنذیر ظاہر ہے کہ قیامت کے دوسرے یا آخری دور کے لئے ہے۔ لفظ اَنفَطَرَتْ کا مادہ ف۔ط۔ر ہے۔ اس مادہ سے بننے والے الفاظ کے معنی میں پھٹنے کا تصور ہرگز نہیں ہوتا۔ ایجاد و فطرت اور ڈیزائن مطلوب ہوتا ہے۔ اور لفظ فُجِّرَتْ کا مادہ ج۔ر۔ی ہے جس کے معنی میں پھر پھاڑنا گھسا دیا گیا ہے۔ اس کے معنی میں جاری ہونا یا بہنا یا بہانا آتا ہے اور باقی قریشیت ہے۔ یہ نوٹ کر لیں کہ ابھی تک یہ زمین موجود ہے۔ اور اُسی جگہ ہے جہاں تھی۔ اور یہ بھی نوٹ کر لیں کہ یہاں صور پھونکے جانے اور اہلِ ارض کے مرجانے کی بات نہیں کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ حالات خود بتا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ پہلا صور پھونکنے کا نتیجہ ہے لہٰذا جہاں حالات خود بولتے ہوں وہاں قیامت کی ہر بات کہنا ضروری نہیں۔

(۲) آسمانِ دنیا کا پھٹنا، زمین کا پھیلنا اور خود کو ودیعتوں سے فارغ و خالی کر لینا۔

إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ ﴿١﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا ٱلْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ (انشقاق ۱۔۳ / ۸۴)

"اے نوعِ انسان تو جو بھی کرے ہر حال میں کشاں کشاں اپنے پروردگار کی طرف کھنچا

مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾

جو منی ڈالتے ہو تم کیا تم پیدا کرتے ہو اس کو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں

نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۶۰﴾

ہم ہی نے مقدر کی ہے درمیان تمہارے موت اور نہیں ہم عاجز اس بات سے کہ

جو نطفہ تم ڈالتے ہو۔ (۵۹) اس نطفہ کو اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم ان دونوں کے خالق ہیں؟ (۶۰) ہم ہی نے تو تمہارے درمیان موت کا آنا اور تمہارا مرنا مقدر کیا ہے۔ اور ہم پر اس معاملے میں بھی کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا کہ

چلا جا رہا ہے اور تجھے اس کے روبرو حاضر ہو کر اس کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔ آخر کار یہ آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اور اسے تعمیل کرنا ہی چاہیئے۔ اور یہ زمین طویل و کشادہ کردی جائے گی اور اسے بھی اپنے رب کی اطاعت کرنا چاہئے چنانچہ وہ تعمیل کرے گی اور جو کچھ اس کے اندر رکھا گیا تھا سب نکال پھینکے گی"(ا۔۶ / ۸۴)

(۳) سورج، ستارے، پہاڑ، سمندر اور آسمان دنیا انقلاب سے دوچار ہوں گے۔ یہ نوٹ کرلیں کہ جب تک لفظ سما آئے گا ہم اس کے معنی ایک آسمان لیں گے۔ اور وہ آسمانِ دنیا ہی ہونا چاہیئے۔ "جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے مکدر ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑوں کو سیر کرائی جائے گی۔ اور سمندروں میں طغیانی آجائے گی۔ اور جب آسمان کو سامنے سے ہٹا لیا جائے گا"(تکویر ۱۱ تا ۱ / ۸۱)

(۴) خود سمجھیئے کہ یہ آخری صور کی بات ہے آسمان کا کھلنا پہاڑوں کا نشان نہ ملنا: قیامت کے طویل دور میں فیصلوں کے لئے ایک الگ اور خاص وقت مقرر ہے۔

إِنَّ يَوْمَ ٱلْفَصْلِ كَانَ مِيقَـٰتًا ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِى ٱلصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَفُتِحَتِ ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَٰبًا ﴿۱۹﴾ وَسُيِّرَتِ ٱلْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ (سورۃ النباء ۱۷ تا ۲۰ / ۷۸)

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یوم الفصل ایک خاص وقت سے تعلق رکھتا ہے اس دن صور بھی بجایا جائے گا اور تم لوگ فوج در فوج حاضر ہو جاؤ گے۔ اور ساتھ ساتھ آسمانِ دنیا کھول دیا جائے گا۔ وہ دروازوں کا ایک سلسلہ بن جائے گا۔ پہاڑ چلائے جائیں گے اور وہ خیالی چیز بن کر رہ جائیں گے۔"

نوٹ کرنے کی باتیں: سورۂ نباء کی یہ آیات (۲۰ تا ۱۷ / ۷۸) اور سورۂ تکویر کی سابقہ آیات (۱۱ تا ۱ / ۸۱) ارضی و سماوی انقلابات کا پتہ دیتی ہیں۔ مگر یہاں جو خاص بات قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جس سبب سے قیامت کا ایک نام یَوۡمُ الۡفَصۡلِ (فیصلہ کا دن) رکھا گیا ہے وہ فیصلوں کے مقررہ وقت کی وجہ سے ہے مندرجہ ذیل آیات میں بھی قیامت کے آخری فیصلے کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۵) قیامت کا آخری دور ہی یَوۡمُ الۡفَصۡلِ قرار دیا گیا ہے۔ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَٰقِعٌ ﴿۷﴾ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ وہ وقوع میں آکر رہے گی جب کہ فَإِذَا ٱلنُّجُومُ طُمِسَتۡ ستاروں کی روشنی مٹ جائے گی اور وَإِذَا ٱلسَّمَآءُ فُرِجَتۡ اور جب آسمانِ دنیا میں درزیں شگاف پڑجائیں گے وَإِذَا ٱلۡجِبَالُ نُسِفَتۡ اور جب پہاڑوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔ وَإِذَا ٱلرُّسُلُ أُقِّتَتۡ اور جب رسولوں کو حاضری کا وقت معلوم ہو جائے گا۔ لِأَيِّ يَوۡمٍ أُجِّلَتۡ یہ سب کچھ کس مدت تک ملتوی کیا ہوا ہے؟ لِيَوۡمِ ٱلۡفَصۡلِ یہ فیصلے کے دن تک ہونا ہے۔ وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا يَوۡمُ ٱلۡفَصۡلِ اور تمہیں مادی ذرائع سے یہ کہاں معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ وَيۡلٌ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِينَ ﴿۱۵﴾ جس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی و افسوس ہے۔ (مرسلت ۱۵ تا ۷ / ۷۷)

نوٹ کرنے کی باتیں۔ قیامت کے دوسرے یا آخری دور میں حقوق اللہ پر باز پرس ہوگی۔

اب تو ہر قاری یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات قیامت کے آخری دور میں اور دوسرے صور کے بعد واقع ہوں گے۔ اور آخری آیت یہ بتاتی ہے کہ اس دور میں اللہ، رسولؐ، اسلام اور قرآنی تعلیمات کو نہ ماننے اور تعلیمات الٰہیہ کو جھٹلانے والوں پر مواخذہ ہو گا یعنی یہ مواخذہ محض حقوق اللہ کے سلسلے میں ہے جس میں کسی مادی سامان کے حاضر کرنے کی

عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَ نُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾

بدل دیویں تم کو مانند تمہاری اور پیدا کریں تم کو بیچ اس جہاں کے کہ نہیں جانتے تم

وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡ لَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾

اور البتہ تحقیق جان لی تم نے پیدائش پہلی پس کیوں نہیں نصیحت پکڑتے

ہم تمہاری موجودہ صورت کو بدل کر تمہیں کسی بھی دوسری شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے ۔ (۶۲) اور تم اپنی پہلی پیدائش کو تو اچھی طرح جانتے ہو پھر دوبارہ پیدا کئے جا سکنے پر کیوں غور نہیں کرتے؟

(۶) آخری دور قیامت میں بعض جرائم پر مجرم کے بیان کی بھی ضرورت نہ ہوگی ۔

ضرورت نہ ہوگی ۔ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "اس روز تکذیب کرنے والوں کے لئے تباہی و افسوس ہے ۔آج تو وہی دن ہے جس میں نہ وہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر و معذرت کا موقع ہی دیا جائے گا۔ تباہی تو اس روز دین کے جھٹلانے والوں کے لئے ہوگی ۔ یہی فیصلے کا دن ہے جس میں تم سب کو اور تمام پہلے انسانوں کو جمع کر لیا گیا ہے ۔اب اگر تمہارے پاس کوئی چالاکی ہے تو اسے میرے ساتھ کر کے دکھاؤ ۔آج تکذیب کرنے والوں کی تباہی ہی تباہی ہے اور جو لوگ متقی ہیں ان کے لئے سائے دار مقامات اور چشمے ہوں گے"

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۴﴾ ہٰذَا یَوۡمُ لَا یَنۡطِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤۡذَنُ لَہُمۡ فَیَعۡتَذِرُوۡنَ ﴿۳۶﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۷﴾ ہٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰکُمۡ وَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ کَیۡدٌ فَکِیۡدُوۡنِ ﴿۳۹﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۴۱﴾ (سورۂ مرسلت ۳۴ تا ۴۱ / ۷۷)

(۷) آخری دور کے مجرموں کے جرائم پر ان کے اعضاء گواہی دیں گے ان کے منہ پر مہر خاموشی لگی ہوگی ۔

دوسرے مقام پر ان کو خاموش رکھنے کا سبب یوں بتایا گیا ہے کہ: وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا ہُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾ (یٰس) (۵۱ تا ۶۵ / ۳۶)

(علامہ کا ترجمہ)"پھر ایک صور پھونکا جائے گا اور یکایک یہ سب اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے ۔ گھبرا کر کہیں گے:" ارے، یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھا کر کھڑا کیا؟"۔"یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا۔ اور رسُولوں کی بات سچی تھی"۔ ایک ہی زور کی آواز ہوگی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دئے جائیں گے ۔ آج کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے عمل تم کرتے رہے تھے ۔ آج جنتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں، (یعنی وہ پہلے دور کے حساب میں پہلے ہی جنت میں جا چکے ہیں۔ احسن) وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے، ہر قسم کی لذیذ چیزیں کھانے پینے کو ان کے لئے وہاں موجود ہیں جو کچھ وہ طلب کریں ان کے لئے حاضر ہے رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا گیا ہے۔ اور اے مجرمو، آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ ۔آدم کے بچّو کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، (اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ اور میری ہی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے؟ (ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ) مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے ؟ یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو اُس کی پاداش میں اب تم اِس کا ایندھن بنو ۔ آج ہم اِن کے منہ بند کئے دیتے ہیں ، اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاہِہِمۡ) اِن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں(سورۂ یٰسین ۶۵ تا ۵۱ / ۳۶) (تفہیم القرآن جِلد ۴ صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۸)

قارئین نوٹ کرلیں کہ ان پندرہ آیات میں واضح طور پر دوسرے صور کے بعد خالص حقوق اللہ پر مواخذہ ہوا ہے ۔ قارئین نے دیکھا کہ یہ آیات واضح الفاظ میں کفر و شرک و غلط قسم کی عبادت پر مواخذہ کا تذکرہ کرتی ہیں ۔ یہاں کہیں حقوق العباد پر بازپرس نہیں ہے اور وہ لوگ جنہوں نے صحیح عقائد و اعمال پر یقین رکھا اور جن کے ذمہ حقوق اللہ واجب الادا نہیں تھے وہ اس مواخذہ سے پہلے ہی جنت میں بھیجے جا چکے ہیں ۔ اور یہ بھی یہاں واضح ہے کہ یہ مواخذہ دوسرے صور کے بعد

(۶۳) کیا تم نے اپنے کھیتی بونے کو کبھی غور سے دیکھا اور کبھی یہ سوچا ہے کہ (۶۴) کیا تم بوئے ہوئے بیج کو اگاتے ہو یا ہم اسے فصل کی صورت دیتے ہیں (۶۵) اگر ہم چاہیں تو ان کھیتوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم تعجب و ملال کے مزے لوٹتے رہ جاؤ۔ اور کہنے لگو کہ (۶۶) یہ تو بھیا ہم پر الٹی چٹی یا جرمانہ ہو گیا۔ (۶۷) یہی نہیں بلکہ ہم تو فصل ہی سے محروم ہو گئے

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ

کیا پس دیکھا تم نے جو تم بوتے ہو کیا تم کھیتی کرتے ہو اس کو یا ہم

الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ

کھیتی کر دیتے ہیں اگر چاہیں ہم البتہ کر دیں ہم اس کو ریزہ ریزہ پس ہو جاؤ

تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

تم باتیں بناتے تحقیق ہم تاوان دئے گئے بلکہ ہم محروم ہو گئے

قبروں سے نکلتے ہی ہوا ہے ۔ اور آخری اصول یہ کہ ان پر ان کے اعضاء گواہی دیں گے ۔ اور بولنے و عذرات پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو گی ۔ ان تمام حقائق کو نوٹ کر لینے کے بعد وہ مواخذے اور باز پرس سہولت سے شناخت کی جا سکے گی جس میں حقوق العباد پر عمل درآمد ہو گا ۔ بحثیں ہوں گی گواہیاں ہوں گی ۔ اعمال نامے اور کتابیں ہوں گی ۔ اور حادثات سنیئے :

(۸) قیامت میں چاند کا بے نور ہو کر سورج سے ٹکرانا زمین اور پہاڑوں کا لرزنا ریت کے ٹیلے بن جانا ۔

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ (القیمة ۶ تا ۱۳ / ۷۵)

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ (مزمل ۱۲ تا ۱۴ / ۷۳)

علامہ کا ترجمہ: "پوچھتا ہے "آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن"؟ پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے اور چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند سورج ملا کر ایک کر دئے جائیں گے اس وقت یہی انسان (الانسان کے معنی پوری نوع انسان ہیں ۔احسنؔ) کہے گا" کہاں بھاگ کر جاؤں"؟ ہر گز نہیں، وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہو گی، اس روز تیرے رب ہی کے سامنے جا کر ٹھیرنا ہو گا۔ اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔" "ہمارے پاس (ان کے لئے) بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ۔یہ اس دن ہو گا جب زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو جائے گا۔ جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جا رہے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۶ اور ۱۳۰)

(۹) قیامت کے ماننے والے بھی قیامت کو دور سمجھتے ہیں لیکن قیامت بہت قریب ہے اس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو گا ۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ (معارج ۷ تا ۱۰ / ۷۰)

"یہ قریش تو اپنی رائے کے مطابق قیامت کو بہت زمانہ کے بعد واقع ہونے والا سمجھتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک قیامت بالکل قریب ہے جس روز دنیا والا آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا ۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے ۔"

(۱۰) قبروں سے نکلنے کے لئے زمین کا پھٹنا :

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ (ق ۴۲۔۴۴ / ۵۰)

"جس دن سب لوگ صحیح طور پر دھماکہ سنیں گے وہی زمین سے مردوں کے نکل پڑنے کا دن ہو گا ۔ یقیناً ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور آج ہماری طرف تم کو پلٹنا ہے اس روز زمین پھٹ جائے گی ۔ اور لوگ اس کے اندر سے جلدی جلدی نکلیں گے ایسا حشر و نشر ہمارے لئے بہت آسان ہے "۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ

کیا پس دیکھا تم نے پانی کو جو پیتے ہو کیا تم نے اتارا ہے اس کو بادل سے

اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا

یا ہم اتارنے والے ہیں اگر چاہیں ہم کر دیں اس کو کڑوا پس کیوں نہیں

(۶۸) کیا تم نے کبھی اس پانی کو غور سے دیکھا ہے جو تم پیتے رہتے ہو؟ (۶۹) کیا تم اس پانی کو تیزی سے چلنے والے سفید بادلوں سے نیچے اتارتے ہو؟ یا یہ کہ ہم ہی اس پانی کو بادلوں سے اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو کھاری بنا کر رکھ دیں یہ کیا بات ہے کہ تم

(۱۱) فیصلہ کن ہیبت ناک واقعہ جو سورۃ الواقعہ کی تصدیق اور علامہ والی قیامت کی تردید کرتا ہے۔

یہاں تک ہم نے وہ تمام تباہ کن اور ہیبت ناک واقعات پیش کر دیئے ہیں جن کو قرآن کریم نے قیامت کے آخری دور کی تیاری کے لئے بیان کیا ہے۔ اور جو پہلے صور کے بعد اس زمین و آسمان کی تبدیلی کے سلسلے میں ضروری ہیں۔ اب صرف ایک واقعہ اور ایک مقام رہ گیا ہے۔ جس سے پہلی بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ جس قیامت کو علامہ اینڈ کمپنی مان کر پہلے دور کا انکار کرتی ہے اس سے پہلے یہ زمین مسمار کر دی جائے گی۔ یعنی ان کی نام نہاد قیامت اس زمین پر اور اسی حالت میں واقع نہ ہوگی۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ جس واقعہ کے بیان کے لئے سورۃ الواقعہ آئی تھی اس واقعہ کا تذکرہ بھی اسی مقام میں کیا گیا ہے۔ قرآن سنیئے: ان آیات (۱۳ تا ۶۹/۴۶) کا ترجمہ پڑھنے سے پہلے علامہ مودودی سے قرآن

علامہ کا ایک اصولی بیان جو قیامت کی آیات کے ترجمہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

کا ایک اصول سن لیں جس پر ہم نے بھی کافی گفتگو کی ہے۔ ارشاد ہے "واضح رہے کہ یہاں اصل مقصودِ کلام قیامت کا حال بیان کرنا نہیں بلکہ خدا کے عذاب کا خوف دلا کر ان باتوں سے بچنے کی تلقین کرنا ہے جو اس کے غضب کی موجب ہوتی ہیں۔ لہٰذا قیامت کی اس مختصر گفتگو کے بعد آگے اصل مقصود پر گفتگو شروع ہوتی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)
اب آپ ترجمہ سنیئے اور علامہ کے اس بیان کو سامنے رکھ کر مقصودِ خداوندی کا پتہ لگائیے:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿۱۹﴾ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ------ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ ------ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿۳۲﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿۳۴﴾ ......(حاقۃ ۱۳ تا ۶۹/۴۶)

"اور جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر پٹخ دیا جائے گا اور وہ چور چور ہو کر رہ جائیں گے اسی دن وہ خاص واقعہ بھی وقوع میں آئے گا۔ اور اسی دن آسمان پھٹ جائے گا۔ اور بالکل بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا۔ فرشتے پھٹے ہوئے آسمان کے آس پاس کی حدود میں ہوں گے۔ اور آٹھ فرشتے اس دن تیرے پروردگار کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ وہی دن ہوگا جس دن تمہیں پیش کیا جائے گا۔ اور تمہارا کوئی معاملہ پوشیدہ نہ رہ جائے گا۔ چنانچہ جسے اس کے حساب کی کتاب دہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ فخر و خوشی سے لوگوں کو بتائے گا کہ مجھے برابر خیال رہتا رہا کہ مجھے اپنے اعمال کے حساب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آؤ ذرا میرا اعمالنامہ پڑھ کے دیکھو۔ بہرحال وہ نہایت پسندیدہ زندگی گزارے گا۔ اعلیٰ درجے کی جنت میں رہے گا جہاں پھلوں کے گچھے جھک جھک کر خود کو پیش کریں گے۔ ان سے کھانے پینے اور عیش منانے کے لئے کہا جاتا رہے گا۔ کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں اب چین سے رہو۔ اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: "اے کاش مجھے میرے کردار کا یہ ریکارڈ نہ دیا جاتا اور مجھے یہ نہ بتایا گیا ہوتا کہ میرے ذمہ کیا کیا حساب ہیں۔ کاش معاملہ میری موت ہی پر ختم ہوگیا ہوتا۔ (اے کاش میں نے رسولؐ کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس اے کاش میں نے فلاں

تَشْكُرُوْنَ ۞ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ

شکر کرتے تم پس کیا دیکھا تم نے آگ کو جو روشن کرتے ہو تم کیا تم نے

اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۞ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا

پیدا کیا ہے درخت اس کا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے کیا ہے اس کو

شکر نہیں کرتے؟ (۷۱) کیا تم نے کبھی آنکھیں کھول کر اس آگ کو دیکھا ہے جو تم جلاتے اور سلگاتے رہتے ہو۔ (۷۲) کیا تم نے ان درختوں کو نشوونما دیا ہے جن میں آگ محفوظ کی گئی ہے؟ یا ان کی نشوونما دینے والا اور آگ کو محفوظ کرنے والا ہمیں ہی مانتے ہو؟ (۷۳) ہم نے

شخص کو یار نہ بنایا ہوتا اسی نے مجھے ایسے وقت میں گمراہ کیا جب کہ ذکرؑ میرے پاس پہلے ہی آ چکا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) آج میرا مال و دولت میرے کسی کام نہ آئے اور میرا سارا اقتدار و حکومت ہلاکت کا باعث ہوئے" اب حکم دیا جائے گا کہ اس سلطان کو پکڑو اس کو طوق و زنجیر پہناؤ اور آگ سے تیار کردہ گڑھے میں لٹکاؤ پھر اس کو ستر (۷۰) ہاتھ کی لمبی زنجیر سے باند کر حاضر رکھو۔ یہ شخص اللہ پر صحیح ایمان نہ لاتا تھا۔ اور مساکین کی پرورش کے انتظام کو چلنے سے روکتا تھا۔ آج یہاں اس کے یاروں میں سے کوئی یاری کرنے والا نہیں ہے۔ اور نہ زخموں کے دھوون کے علاوہ اس کے لئے کوئی اور خوراک ہے جسے خطاکاروں کے سوا اور کسی کو نہیں کھلایا جاتا۔ نہیں نہیں تم نے غلط کہا میں ان چیزوں کی بھی قسم کھا کر کہتا ہوں جنہیں تم دیکھتے ہو اوران کی قسم بھی کھاتا ہوں جو تمہاری بصیرت کے دائرہ سے باہر ہیں کہ یہ قرآن اور اس کے بیانات، رسولؐ کریم کی باتیں ہیں، کسی شاعر کے اقوال نہیں۔ مگر تم تو ایمان بھی پورا نہیں لاتے۔ نہ یہ کسی کاہن فال دیکھنے والے کا کلام ہے۔ مگر تم تو غور وفکر بھی کم ہی کیا کرتے ہو۔ یہ سب رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ حقائق ہیں۔ اور اگر وہ ہماری طرف اپنی طرف سے کچھ منسوب کردے۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگِ گردن کاٹ دیں۔"

علامہ کے اصول کے مطابق بھی ان آیات میں ہولناک وہیبت ناک واقعات سے قیامت کا پہلا دور مطلوب ہے۔

جیسا کہ علامہ نے بھی قبول کیا ہے کہ قیامت کے ہولناک واقعات کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ "عذاب خداوندی کا خوف دلا کر ان باتوں سے بچنے کی تلقین کی جائے۔ جو اللہ کے غضب کا مؤجب ہوتی ہیں"۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۰۱) لہٰذا آپ نے دیکھ لیا کہ ان آیات (۴۶ تا ۱۳ / ۶۹) میں اللہ نے قریش کو یہ بتایا ہے کہ تم اپنی بدعملیوں اور اسلام کے خلاف سازشوں سے باز آجاؤ۔ ورنہ تمہاری کوئی خفیہ سازش پوشیدہ نہ رہے گی۔ اور تمہیں نہایت پشیمان و ذلیل وخوار ہونا پڑے گا۔ اور تمہارے خلاف خود تمہارے یارِ غار پھوٹ پڑیں گے اور برسرعام بتائیں گے کہ اُنہیں کس طرح اور کس کس نے غلط راہوں پر لگایا تھا، اور کس طرح رسولؐ کی منشا وحکم کے خلاف قومی حکومت بنانے کو منشائے اسلام بتایا تھا۔ اور کیوں انہوں نے رسولؐ کی حکومت کو غصب کیا تھا۔ پھر اس شخص کا بلا نام بتائے ماجرا سنایا ہے جس نے خاص طور پر رسولؐ کی حکومت اور اقتدار سنبھالا تھا۔ جسے قیامت کے پہلے دور (رجعت) میں حکومت سے باقاعدہ محروم کیا جائے گا۔ جس سے اقتدار وسلطنت چھین لی جائے گی۔ اور جسے طوق و زنجیر پہنا کر ایک جہنم نما گڑھے میں رکھا جائے گا۔ تاکہ وہاں سے اُسے مختلف عدالتوں کے سامنے ہانک کر پیش کیا جائے۔ اور ستر گز سے زیادہ دور نہ بھاگ سکے۔

جحیم وسعیر کو جہنم سمجھنا اور لوگوں کو بتانا قرآن کی منشا اور الفاظ کے خلاف ہے۔

بعض لوگوں نے یہاں آیت (۳۱ / ۶۹) سے یہ سمجھا کہ: "پکڑو اُسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اُسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو (۳۲-۳۱ / ۶۹) یہاں علما نے اپنی پالیسی کے مطابق، جحیم کو جہنم بنالیا ہے۔ اور یہ طے کر دیا کہ طوق وزنجیر پہنا کر اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈالنے کے بعد پھر اُسے ایک ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں باندھا جائے گا۔ اُن کی اِس سمجھ پر ہمیں چند اعتراضات ہیں۔

پہلا اعتراض: تو یہی ہے کہ اللہ نے یہاں لفظ جہنم فرمایا ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جہنم میں داخل کرنا آیت میں نہیں بلکہ علما کے سر میں یہ جہنم ہے۔ دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ وہ شخص تو آیت (۳۰ / ۶۹) (خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۞ الحاقة) کی رو سے زنجیروں

زراعت و پانی اور آگ کو زیر تفتیش رہنے والا اور قوت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک استفادہ کا سامان بنایا ہے۔ (٧٤) لہٰذا اے رسولؐ آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کو ہمہ گیر کر دیں۔ (٧٥) جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سراسر غلط ہے میں ستاروں کے مواقع کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور اگر (٧٦) تمہیں معلوم ہو سکے تو یہ قسم بھی ایک عظیم الشان قسم ہے۔ (٧٧) کہ یہ قرآن

تَذۡكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِیۡنَ ۞ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ

نصیحت اور فائدہ واسطے مسافروں کے پس پاکی بیان کر ساتھ نام

رَبِّكَ الۡعَظِیۡمِ ۞ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۞

پروردگار اپنے بڑے کے پس قسم کھاتا ہوں میں ساتھ گرنے تاروں کے

وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ۞ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ

اور تحقیق یہ قسم ہے اگر جانو تم بڑی تحقیق یہ پڑھنے کی چیز ہے

میں بندھا ہوا ہے طوق میں جکڑا ہوا ہے۔ اُسے ستر ہاتھ کی زنجیر میں باندھ کر رکھنا تمام جہنمیوں کے رکھے جانے کے خلاف ہے۔ جہنم میں کسی کو زنجیروں اور طوق میں رکھنے پر کوئی آیت دلالت نہیں کرتی۔ وہاں سب لوگ کھلے رہیں گے دوڑ دوڑ کر جہنم کے دروازوں پر آئیں گے باہر نکالے جانے کی التجائیں کریں گے لیکن واپس بھیج دیئے جائیں گے (سجدہ ٢٠ / ٣٢ وغیرہ) اگر وہ جہنم میں بندھے پڑے ہوتے تو دروازہ تک کیسے پہنچتے؟ پھر قرآن کی رُو سے جہنم میں طوق، بیڑیاں، ہتھکڑیاں اور زنجیریں کہیں نہیں ملتیں۔ یہ سب مُحرّفینِ قرآن کے ذاتی خیالات واجتہادات ہیں۔ البتہ اس مادی دُنیا میں جزا و سزا کا مادی سامان لازم ہے۔ ورنہ جہنم میں تو صرف انتہائی خطرناک آگ ہو گی اور جہنمی لوگوں کو جلانے پٹخانے اور اُٹھا پٹخ کرنے میں مصروف رہے گی۔ جہنم کے اندر داخل ہو چکنے کے بعد اُن سزاؤں کا اور سزاؤں کے اُس سامان کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ البتہ جہنم سے پہلے پہلے اُن کو ہر وہ سزا دی جائے گی جس سے وہ دنیا میں بچ کر نکل آئے تھے۔ دنیاوی سزاؤں میں سے آگ میں جلانا بھی ایک سزا ہے۔ اس کام کے لئے جہنم کی آگ جہاں ضرورت ہو گی منگالی جائے گی۔ اُس سے تمام مختلف کام لئے جائیں گے۔ اس سے سعیر اور جحیم تیار کئے جائیں گے۔ تاکہ لوگوں کو وہ سزائیں بھی دی جائیں جو عارضی جہنم سے متعلق ہیں۔ جہنم تو بالکل آخری سزا ہے جو ہر بے دین ومشرک کو ملنا ہی ہے۔ اور اس سے پہلے پہلے تمام حقوق العباد پر عذاب و سزا مکمل ہو جانا ضروری ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ:

جہنم سے پہلے پہلے مختلف قسم کے عذاب اور سزائیں دی جا چکیں گی جہنم آخری مقام ہے۔

یَسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰی عَلَیۡهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿٨﴾ وَ اِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰیٰتِنَا شَیۡئَاۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿٩﴾ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَیۡئًا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿١٠﴾ الجاثیة

”وہ ہماری آیات کو سنتے ہیں پھر غرور کے ساتھ اُن کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے ہیں گویا کہ انہوں نے آیاتِ خداوندی کو سنا ہی نہ تھا۔ چنانچہ اُن کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔ اور جب بھی انہیں ہماری آیات میں سے کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو اس کا مذاق بھی اُڑاتے ہیں۔ وہی ہیں جن کو رُسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا اور اُس کے بعد اُن کے لئے جہنم بھی ہے۔ جس سے بچنا اُن کی کمائی اور اُن کے اولیا کی کوشش سے بھی نہیں ہو سکتا اور انہیں عظیم الشان عذاب سے دوچار رہنا ہی پڑے گا۔“

اس آیت میں جہنم سے پہلے پہلے دردناک عذاب اور ذلیل وخوار کرنے والا عذاب زمانہ رجعت میں ملے گا جو اسی دنیا میں دنیاوی عذاب ہو گا اور بعد میں جہنم میں ابدالآباد رکھا جائے گا۔ جو نئے آسمان اور نئی زمین بننے کے بعد کی بات ہے۔ لہٰذا وہ تمام سزا و جزا جو اس مادی زمین پر ملنا ہیں وہ جنت وجہنم سے پہلے پہلے ملنا ہیں۔

جہنم مستقل عتاب وعذاب کی آخری سزا و رہائش گاہ ہے۔

قرآن کریم نے بار بار اس کی وضاحت کی ہے چنانچہ یہ بھی فرمایا ہے کہ:

وَ اسۡتَفۡتَحُوۡا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ﴿١٥﴾
مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسۡقٰی مِنۡ مَّآءٍ صَدِیۡدٍ ﴿١٦﴾

يَتَجَرَّعُهُۥ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُۥ وَيَأْتِيهِ ٱلْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَآئِهِۦ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾ ابراھیم

" اور اُنہوں نے فتح حاصل کرنا چاہی لیکن ہر جابر ودشمنی رکھنے والا نامراد ہو کر رہا اور اس کے علاوہ اُن کے لئے جہنم بھی ہے ۔ وہاں اُسے کچ لہو ایسا پانی دیا جائے گا ۔ جس کو کوشش کے باوجود وہ پی نہ سکے گا ۔ اس پر ہر طرف سے موت چھائی رہے گی مگر وہ مرے گا نہیں اور آگے بہرحال اس کے لئے گاڑھا عذاب ہی عذاب ہے ۔" قیامت کا آخری دور بڑا واضح اور رواں دواں محاسبہ اور جنت یا جہنم میں داخلہ ہو جائے گا ۔

قیامت کے آخری دور میں سیدھا سیدھا حساب اور جہنم میں داخلہ ہو جائے گا اور بس۔

وہاں بحث و مباحثہ اور اختلافات کی حقیقت زیر غور نہ آئے گی چنانچہ فرمایا گیا کہ :" پھر جوں ہی کہ صور پھونک دیا گیا (فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ) اُس دن تو اُن لوگوں میں رشتہ ناتہ اور قرابت داریاں بھی نہ رہیں گی ۔ اور (فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ) نہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اس سلسلے کے سوال و جواب کریں گے ۔ اس کے بعد جن کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ کامیاب ہو جائیں گے ۔ اور جن کے پلڑے ہلکے رہ جائیں گے وہ لوگ خود کو نقصان میں رکھنے والے ہوں گے ۔ اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے (فِى جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ) آگ اُن کے چہروں کی کھال چاٹ لے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے " (مومنون ۱۰۴ تا ۱۰۱ / ۲۳)

۴۔ قیامت کے پہلے دور یعنی رجعت کے زمانہ میں تمام رشتے ناتے برقرار، تعلق اُستوار اور سزا و جزا میں شریکِ حال

قیامت کے اوّلین دور یعنی زمانۂ رجعت میں چونکہ وہ پورا ماحول حاضر کیا جائے گا جس کے بالمواجہ کوئی جُرم یا کوئی قربانی وقوع میں آئے تھے تاکہ تمام اِدھر اور اُدھر کے متعلقین کو حصہ رسدی جزاوسزا میں شریک کیا جاسکے گواہیاں اور ثبوت فراہم کیا جاسکے ساتھ ہی تمام متعلقہ مادی سامان بھی متعلقین کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ اُنہیں اُس سامان کے متعلق نقصان و زیان اور منافع و انعام سے دوچار کرکے مالی ضیاع اور استفادہ کا موقع دیا جاسکے اور اُن کے ماحول میں رہنے والے افراد و متعلقین کے رُوبرو انہیں ندامت و ذلت اور تحسین وعزت کی صورت میں جزا مل سکے ۔ مثلاً خانوادۂ رسولؐ کی مستورات کو جلوس وتشہیر سے تکالیف وتذلیل کا سامنا کرنا پڑا اور تماشائیوں کو رنج یا خوشی ہوئی بالکل اُسی طرح مخالف حکومت اور اس کے کربلا والے سرداران واہلِ کاران اور اُن کی مستورات کا جلوس و تذلیل وتحقیر بھی اُن ہی تماشائیوں کے روبرو وقوع میں آنا چاہیئے اور تماشائیوں کو بھی الگ سے غمِ اہلِ بیتؑ پر رنج یا خوشی منانے کی سزا ملنا چاہیئے ورنہ اللہ کا یہ وعدہ پورا نہیں ہوتا کہ :

وَٱلَّذِينَ كَسَبُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴿٢٧﴾ یونس

ظالموں کے حق میں یہ وعدہ پورا ہونا لازم ہے ۔ "اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں اُن کے ساتھ اُن کی برائیوں کی جزا میں ویسی ہی برائیاں کی جائیں گی اور اُن پر اُس سلوک کے دوران ذلت وخواری مسلّط رکھی جائے گی۔"

چنانچہ اللہ کا یہ وعدہ اور ہر وعدہ من وعن پورا کیا جائے گا۔ اسی قسم کے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے قیامت کی ابتدا زمانہ رجعت سے کی گئی ہے اور وہ وقت آنے سے پہلے پہلے پوری نوع انسان کو اُس کے صحیح ماحول اور اعزا و اقربا و اہلِ محلہ واہلِ شہر کے رُوبرو حقیقی اور پوری مادی جزا دے دی جائے گی جب کہ رشتے ناتے اور حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے ، نفسی نفسی کا عالم ہوگا ۔ کوئی کسی کو نہ جانتا ہوگا نہ پہچانتا ہوگا ۔ چنانچہ اللہ آسمان و زمین کی حالت سے خوفزدہ کرنے اور اُن کی اطاعت و فرمانبرداری جتانے کے بعد آدمیوں کو یوں مخاطب فرماتا ہے ۔

(۴ ۔ الف) رجعت انسانوں کے اُسی ماحول میں واقع ہوگی جس میں اُنہوں نے زندگی گزاری اور عمل کئے تھے ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَٰقِيهِ ﴿٦﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِىَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿٨﴾ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ﴿٩﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِىَ كِتَٰبَهُۥ وَرَآءَ

" اے نوع انسان تمہاری ہر قسم کی کدّوکاوش اور کوشش تمہیں کشاں

كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا

باکرامت بیچ کتاب پوشیدہ کے نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر

الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ أَفَبِهَٰذَا

پاک لوگ اتاری ہوئی ہے پروردگار عالموں کی طرف سے کیا پس ساتھ

سرتا سر نفع پہنچانے والا ہے ۔(۷۸) اور ایک علمی خزانہ میں موجود ہے جو چھپایا ہوا ہے ۔(۷۹) نہیں چھو سکتے اس کو مگر وہی حضرات جو مکمل پاک و پاکیزہ ہیں ۔ (۸۰) تمام کائنات کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (۸۱) کیا تم لوگ حدیث کے ان

ظَهْرِهِ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ﴿١٥﴾ الانشقاق

کشاں تمہارے پروردگار کی طرف لئے چلی جارہی ہے اور آخر کار تمہیں اپنے رب سے ملاقات کرنا ہے۔ پھر تم میں سے جس کو اعمالنامہ دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اُس سے سرسری حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل و عیال میں خوش وخرم شادمان واپس آئے گا اور جس شخص کو اس کا اعمالنامہ پس پشت سے دیا جائے گا تو وہ اپنی موت کو پکارے گا ۔ اور آگ والے گڑھے میں بھُونا جائے گا ۔ یہ سابقہ زندگی میں اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم و شادمان رہا کرتا تھا ۔ اُس کے حساب و اجتہاد میں اُسے کبھی پلٹ کرجوابدہ نہ ہونا تھا ۔ جوابدہ کیسے نہ ہوتا جب کہ اُس کا پروردگار اُسے ہرحال میں بد اعمال دیکھ رہا تھا۔"

قارئین کرام اِن آیات میں دیکھ لیں کہ اس باز پُرس اور حساب میں تمام رشتے داریاں اور حسب ونسب بحال ہیں ۔ حالانکہ فرمایا یہ گیا تھا کہ:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ المومنون

" پھر جوں ہی کہ صور پھونک دیا گیا، اُن کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ اُس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے ۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔" (مومنون ۱۰۳ تا ۱۰۱ / ۲۳ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۰۲۔۳۰۳)

لہٰذا اللہ اور قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کے زمانہ میں دو طرح کا مواخذہ ہو گا۔ ایک میں وہ تمام جزاوسزا دی جائے گی جو دنیا میں دیئے بغیر اللہ کے وعدے پورے نہیں ہوتے اور دوسرا مواخذہ حقوق اللہ پر ہو گا جس کے بعد جنت یا جہنم میں دائمی داخلہ ہوجائے گا ۔ لہٰذا پہلا مواخذہ رجعت میں ہو گا ۔ اور رجعت کو نہ ماننے سے قیامت و حشر ونشر پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

۵۔ محمدؐ اور آئمہؑ اہل بیتؑ ناطق لوحِ محفوظ ہیں اور صامت لوحِ محفوظ تک رسائی رکھتے ہیں ۔

آیات (۸۰ تا ۷۷ / ۵۶) میں بیان کردہ ایک حقیقت کو چھپا کر صرف قرآن کریم کو سامنے لایا گیا ہے ۔ اور یہ بحث چھیڑی گئی کہ " آیا قرآن کو پاک حالت میں چھُوا جائے یا نہیں" ؟ پھر اس بحث میں بھی اختلافات اور خودساختہ روایات کو پیش کرکے اپنی اختیار کردہ حقیقت کو بھی الجھا کر رکھ دیا ہے ۔ بہرحال تمام مترجمین نے یہ مان لیا ہے کہ :

(۱) یہ ایک بلندپایہ قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت، جسے مُطَہَّرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا" (۷۹ تا ۷۷ / ۵۶ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۹۰)

(۲) " بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اُسے نہ چھوئیں مگر باوضو" (احمد رضا خان قرآن صفحہ ۶۹۶)

(۳) " یہ ایک مکرّم قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ " (اشرف علی قرآن صفحہ ۶۴۵)

(۴) " یہ قرآن ہے عزت والا لکھا چھُپی کتاب میں اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں" (شاہ عبدالقادر قرآن صفحہ ۸۹۱)

قارئین نوٹ کریں کہ اِن چار ترجموں میں تیسرا ترجمہ اُس حقیقت کو واضح کرتا ہے جس کو چھپانے کی کوشش جاری رہی

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ

اس بات کے تم سستی کرتے ہو اور کرتے ہو تم حصہ اپنا یہ کہ تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ

جھٹلاتے ہو پس کیوں نہیں جس وقت کہ پہنچتی ہے جان حلق کو اور

اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ

تم اس وقت دیکھتے ہو اور ہم بہت نزدیک ہیں طرف اس کی تم سے

وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾

ولیکن نہیں دیکھتے ہو تم پس کیوں نہیں اگر ہو تم غیر مقہور

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

پھیر لاتے اس کو اگر ہو تم سچے پس جو اگر ہووے مقربوں سے

حقائق کی طرف سے بے اعتنائی برتنا مفید سمجھتے ہو۔ (۸۲) اور تم نے تو قرآن اور رسولؐ کے جھٹلاتے رہنے کو ہی اپنی روزی اور روٹیوں کا ذریعہ بنالیاہے۔ (۸۳) چنانچہ تم ایک دوسرے کی مدد اس وقت کیوں نہیں کرتے جب کسی کی جان حلق تک پہنچتی ہے ۔ (۸۴) اورتم اس وقت منہ لٹکائے نظریں جمائے بس دیکھتے ہی رہ جاتے ہو۔(۸۵) تمہارے مقابلہ میں ہم اس مرنے والے سے بہت ہی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ ولیکن تم دیکھ نہیں سکتے ہو۔ (۸۶) چنانچہ اگر تمہارے اوپر باز پرس کی ذمہ داری ہے ہی نہیں تو تم کیوں اس مرنے والے آدمی کی روح کو (۸۷) کیوں اس کے جسم میں واپس نہیں لے آتے اگر تم واقعی سچے ہو۔ (۸۸) چنانچہ اگر وہ مرنے والا شخص قربت خداوندی رکھتا ہو تو

ہے اور جسے ہم سامنے لانا چاہتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کتاب کو صرف مطہرؑین ہی چھوسکتے ہیں اور مطہرؑین کے علاوہ کوئی اور چھو ہی نہیں سکتا یعنی وہ کتاب اُن کی دسترس ہی سے باہر ہے تو اُسے چھونے اور نہ چھونے اور باوضو چھونے ، اور زمانۂ حیض میں نہ چھونے اور زبانی پڑھنے کے مسائل بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ علامہ اشرف علی نے بات کو واضح کرنے کے لئے لکھ دیا کہ :"بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا" یعنی وہ کتاب انسانوں اورجنات کی دسترس سے باہرہے اور علامہ شاہ عبدالقادر نے لکھ دیا کہ :" اِس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔"
یعنی جو پیدائشی طورپر پاک پیدا کئے گئے ہیں وہی اس کتاب کو چھو سکتے ہیں ۔ یہ سب کچھ دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ کہ ان آیات (۸۰ تا۷۷ / ۵۶) میں دراصل قرآن کے ماخذ کی عظمت بیان کرکے قرآن کی عظمت کا سبب بتایا گیاہے۔
یعنی جب وہ کتاب مکنون ایسی ہے کہ اُسے ملائکہ یاپیدائشی پاک ومقدس لوگوں کے علاوہ سب کی رسائی سے ارفع رکھا گیا ہے تو قرآن بھی اس لئے قابل تعظیم ہے کہ یہ اُسی کتاب میں سے اللہ نے نازل کیا ہے ۔
پھر تمام علما نے کتابِ مکنون کو لوحِ محفوظ سمجھا ہے اور یہ سمجھ قریب قریب صحیح ہے ۔ فرق یہ ہے کہ ہم لوحِ محفوظ کو ایک ہمہ گیرخدائی ریکارڈ بھی سمجھتے ہیں اورساتھ ہی ایک بولنے اور بیان کرنے والا ریکارڈ بھی مانتے ہیں ۔ یعنی ایک لوحِ محفوظ کتاب کی صورت میں بے جان و بے زبان ریکارڈ ہے اور ایک بولتا چالتا ، چلتا پھرتا ریکارڈ ہے اور وہ نورِ محمدیؐ یا خود محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ۔ اور اُن کے تمام نورانی اجزا یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں ۔ اور یہ سب بھی لوحِ محفوظ کی طرح انسانوں اور جنات کی دسترس سے باہر ہی ہیں ان کی حقیقت تک بھی کسی کی رسائی نہیں ہے ۔ اور قرآن کریم ان دونوں مقدس ریکارڈوں سے ماخوذہے اورجس طرح قرآن کریم لوحِ محفوظ کا ایک جزہے یعنی قرآن ان تمام علوم و اطلاعات کا حامل نہیں جو لوحِ محفوظ میں موجود ہیں ۔ اُسی طرح محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام قرآن کریم سے ہزاروں گنا علوم واطلاعات کے حامل ہیں ۔ یعنی وہ لوحِ محفوظ سے بھی زیادہ وسیع علم وعمل رکھتے ہیں ۔اور خود لوحِ محفوظ بھی ہیں اور لوحِ محفوظ کے مالک بھی ہیں چنانچہ :
" حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں لوحِ محفوظ کا مالک ہوں اور اللہ نے مجھے وہ تمام علم الہام کیا ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے ۔اور امام جعفر صادق علیہ السلام

عَنْ عَلِي عَلَيه السلام وانَا صاحب اللوح المحفوظ اَلْهَمَنِي الله عزّوجلّ عِلْمٌ ما فيه عَنِ المفضل عَن اَبي عبدالله عليه السلام انّهٗ قال يا مفضل مَن زعم اَن الامام مِن آلِ محمدٍ يعزب عنه شيي ءٍ مِنَ الامر المحتوم يعني مِمَّا كتب القلم عَلَى اللّوح فقد

فَرَوۡحٌ وَّ رَيۡحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِيۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ

پس راحت ہے اور رزق ہے اور بہشت ہے نعمت کی اور اگر جو ہے

مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ۙ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ؕ﴿۹۱﴾

داھنی طرف والوں سے پس سلامتی ہے تجھ کو داہنی طرف والوں سے۔

وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ۙ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ

اور اگر ہے جھٹلانے والوں گمراہوں سے پس مہمانی ہے

مِّنۡ حَمِيۡمٍ ۙ﴿۹۳﴾ وَّ تَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

گرم پانی کی اور داخل کرنا ہے دوزخ کا تحقیق یہ وہ ہے البتہ

حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ۚ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۹۶﴾ ع ۳ ۱۶

یقین پس پاکی بیان کر ساتھ نام پروردگار اپنے بڑے کے

(۸۹) اس کے لئے راحتیں اور معطر رکھنے والا رزق اور نعمتوں والی جنت ہے۔ (۹۰) اور اگر وہ مرنے والا شخص دہنی جانب والے صحابہ میں سے ہے۔(۹۱) تو اے دہنی طرف والے صحابی تجھ پر ہماری طرف سے سلام و سلامتی ہو۔ (۹۲) اوراگر وہ مرنے والا شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا تو (۹۳) اس کی مہمانی اور دعوت کھولتے پانی سے ہوگی۔ (۹۴) اور آگ کی بھٹی میں جھلسنا ہو گا۔ (۹۵) اور یہی وعدے اور بیانات یقین کے انتہائی مقامات ہیں۔ (۹۶) چنانچہ اے نبیؐ آپ اپنے عظیم ترین پروردگار کی تسبیح جاری رکھیں۔

نے مفضل سے فرمایا تھا کہ اے مفضل جو شخص یہ گمان کرے کہ آل محمدؐ کے آئمہؑ سے کوئی ایسی چیز غائب ہے جو قلم نے لوح محفوظ پر لکھا تھا" یقیناً اُس شخص نے اُن تمام حقائق سے کفر اختیار کرلیا جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوئے۔" اور ہم تو تمہارے اعمال پر گواہی

> کفر بما اَنزل اللہ علیٰ محمدٍ وَاَنَا لَنَشھَدُاعمالکم ولا یخفی علینا شَیی ء مِنۡ امرکم واَنَّ اعمالکم لَتعرض علینا۔قال علیؑ علیہ السلام اَنَا مَعَ القلم قبل القلم اَنَا مَعَ اللّوح قبل اللّوح۔

دینے والے ہیں اورتمہارے اعمال و معاملات ہم سے پوشیدہ نہیں رہتے اورتمہارے تمام اعمال ہمارے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں قلم کے بھی ساتھ ساتھ رہا ہوں اور قلم ابھی موجود نہ تھا کہ میں اس سے بھی پہلے سے موجود تھا۔ اور میں لوحِ محفوظ کے ساتھ ساتھ بھی رہا ہوں اور اس سے بھی قبل سے موجود رہا ہوں۔"

یہی کچھ نہیں بلکہ محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم تو پورے علم خداوندی کے خزینہ دار وخزانہ تھے (کافی) لہٰذا اس دنیا میں جن مسلمانوں کا رابطہ محمد و آل محمد صلواۃ اللہ علیہم سے رہاہے وہ لوح محفوظ کے محتاج نہیں ہیں کائنات کی ہرچیز اور ہر علم کے متعلق اُن حضراتؑ سے معلومات و تفصیلات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اسی لئے قرآن میں اُنؑ سے ہرسوال کرنے کا حکم دیا ہے (۴۳ / ۱۶) (۷/۲۱)

سُوۡرَۃُ الۡحَدِیۡدِ

سُوۡرَۃُ الۡحَدِیۡدِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ تِسۡعُ وَ عِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً وَّ اَرۡبَعُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں انتیس(۲۹) آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے || اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ

پاکی بیان کرتا ہے واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے اور وہ غالب ہے

الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ یُحۡیٖ وَ

حکمت والا واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی زندہ کرتا ہے اور

یُمِیۡتُ ۚ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾ ھُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ

مارتا ہے اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے وہ ہے سب سے پہلے اور سب سے پیچھے

وَ الظَّاھِرُ وَ الۡبَاطِنُ ۚ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳﴾ ھُوَ الَّذِیۡ

اور سب سے ظاہر اور سب سے چھپا ہوا اور وہ سب کچھ جانتا ہے وہ ہے جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ

پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے

یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡھَا وَ مَا

جانتا ہے جو کچھ کہ داخل ہوتا ہے بیچ زمین کے اور جو کچھ نکلتا ہے اس سے اور جو کچھ

یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡھَا ؕ وَ ھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ ؕ

اترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ کہ چڑھتا ہے اس میں اور وہ ساتھ تمہارے ہے جہاں ہو تم

(۱) ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین کے اندر موجود ہے اللہ کی تسبیح بجا لاتی ہے اور وہ ہر حال میں غالب صاحبِ حکمت ہے ۔ (۲) آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کے لئے ہے ۔ وہی زندگی بخشتا ہے وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔ (۳) وہ سب سے پہلا وجود ہے اور وہی سب سے آخری ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہی ہر ہر چیز کا عالم ہے ۔ (۴) وہی وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر توجہ مرکوز فرمائی اسے ہر اس چیز کا علم ہے جو زمین میں جاتی ہے ۔ یا زمین سے نکلتی ہے یا جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف عروج کرتا یا بلند ہوتا ہے ۔ اور تم لوگ جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ساتھ موجود ہوتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو

تشریحات سورۂ الحدید:

ا۔ آیات۔(۶ تا ۱/ ۵۷) کا بولتا چالتا جیتا جاگتا ثبوت اور دلیل محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں ۔

سورۂ حدید میں اللہ تعالیٰ نے کافی دور تک اپنا تعارف کرانے میں اپنی صفات اور پوزیشن بیان کی ہے لیکن اس دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عقل مند و بزرگ انسان یہ ثبوت نہیں دے سکتا کہ خدا ایک ''ظاہر'' ہستی یا ''ظاہر'' وجود ہے ۔ جو کچھ ظاہر ہے وہ اللہ نہیں ہے ۔ اللہ کی مخلوق ہے ۔ اللہ کا باطن یا پوشیدہ ہونا کسی دلیل و ثبوت کا محتاج نہیں جو کچھ نظر نہیں آتا وہ پوشیدہ ہے وہ باطن ہے لیکن اللہ جیسی عظیم ترین ذات کا کہیں ظاہر ہونا یا ہر جگہ بذات خود ظاہر ہونا عقلی قوانین کے خلاف ہے چنانچہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلۡكُ

اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے واسطے اسی کے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵﴾ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ

آسمانوں کی اور زمین کی اور طرف اللہ کے پھیرے جاتے ہیں سب کام داخل کرتا ہے رات کو

فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ؕ وَهُوَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۶﴾

بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے اور وہ جانتا ہے سینے والی بات کو

اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ

ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے اور خرچ کرو اس چیز سے کہ کیا ہے تم کو

مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ اَنۡفَقُوۡا

جائے نشین پہلوں کا بیچ اس کے پس جو لوگ کہ ایمان لائے تم میں سے اور خرچ کیا

لَهُمۡ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ﴿۷﴾ وَ مَا لَكُمۡ لَا تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ۚ

واسطے ان کے ہے ثواب بڑا اور کیا ہے واسطے تمہارے کہ نہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے

اللہ اسے دیکھتا رہتا ہے۔ (۵) زمینوں اور آسمانوں کی حکومت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے اور تمام کام اور حکم و معاملات اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ (۶) وہی ہے جو رات کو دن میں سمو دیتا ہے اور دن کو رات کے اندر گھول دیتا ہے اور وہ سینوں میں رہنے والی باتوں کا بھی عالم ہے ۔ (۷) تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور ان تمام چیزوں کو ضرورت مندلوگوں پر خرچ کرو جن پر تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنایا ہوا ہے ۔ چنانچہ تم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے اور اخراجات کی ذمہ داری اختیار کر لی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے ۔(۸) یہ کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ

و آلہ وسلم کو صرف اس لئے پیدا کیا تھا کہ اُن کے ذریعہ سے اُس کا تعارف اورعبادت ہو ۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ :
”میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے یہ پسند آیا کہ ظاہر ہوجاؤں لہٰذا اے محمدؐ میں نے تمہیں پیدا کر دیا۔“
اور یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو ظہورِ خداوندی ماننا لازم ہوا انؐ کی بات کو اللہ کی بات سمجھا گیا۔ انؐ کی اطاعت اور محبت کو اللہ نے اپنی اطاعت و محبت فرمایا۔انؐ کی مخالفت کو اپنی مخالفت کہا۔

۲۔آیات (۸ تا ۷ / ۵۷) میں قریشی قسم کے مسلمانوں کو مخاطب کیا جارہا ہے۔ سورۂ حدید کی ساتویں اور آٹھویں آیات کو اور اس قسم کی سینکڑوں آیات کو پڑھتے ہوئے سو فیصد مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ آیات مخاطب کرتی ہیں وہ مسلمان یا مومن نہیں تھے ۔ اس لئے کہ انہیں ایمان لانے کو کہا گیاہے ۔ مگر افسوس کہ ان آیات میں مومنین ہی کو خطاب کیا گیاہے ۔ اور مومنین ہی پر اللہ ورسولؐ پر ایمان لانے کا تقاضا کیا گیاہے۔ اوراس حقیقت کو اللہ نے طرح طرح سے مگربڑی احتیاط سے واضح کر دیا ہے چنانچہ یہاں بھی آٹھویں آیت کے آخری جملے میں اس راز کو کھولنے اور سمجھنے کے لئے فرمایا گیا کہ : اِن كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸﴾ (الحدید: ۸ / ۵۷) ”اگر تم مومن ہو“ اور اللہ و رسولؐ سے مومنین والا سلوک چاہتے ہو تو حقیقی اسلام اور اسلامی ذمہ داریاں اختیار کر لو ۔ اور اسی قسم کے مسلمانوں سے کہا گیا تھا۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَـٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَـٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبۡلُ ﴿١٣٦﴾ (نساء ۱۳۶ / ۴)

”اے برائے نام مومنین تم اللہ پر حقیقی ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس کتاب (قرآن) پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے اس رسولؐ (محمدؐ) پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب (توریت و زبور و انجیل) پر ایمان لاؤ جو محمدؐ سے پہلے نازل کی جا چکی ہے۔“

ایسے ہوتے ہیں قریشی مومنین کہ جن کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے نہ وہ رسولؐ کو مانتے ہیں نہ قرآن اور دیگر کتبہائے خداوندی سے تعلق رکھتے ہیں یعنی انہوں نے اللہ و رسولؐ اور کتبہائے خداوندی کو اپنے اجتہاد کی روشنی یا تاریکی میں مانا ہے اوریہاں اللہ نے اجتہاد کی اسی تاریکی سے نکالنے اور حقیقی اسلام اور نورِ خداوندی علیہ السلام کی طرف لانے کا ذکر فرمایا ہے (۹ / ۵۷)

وَ الرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ لِتُؤۡمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ وَ قَدۡ اَخَذَ

اور رسولؐ پکارتا ہے تم کو تو کہ ایمان لاؤ تم ساتھ پروردگار اپنے کے اور تحقیق لیا ہے

مِیۡثَاقَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ ہُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ

قول تمہارا اگر ہو تم ایمان والے وہ ہے جو اتارتا ہے اوپر بندے اپنے کے

اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ

نشانیاں ظاہر تو کہ نکالے تم کو اندھیروں سے طرف روشنی کی اور تحقیق اللہ

بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹﴾ وَ مَا لَکُمۡ اَلَّا

ساتھ تمہارے البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے اور کیا ہے واسطے تمہارے یہ کہ نہ

تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا

خرچ کرو بیچ راہ خدا کے اور واسطے اللہ کے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی نہیں

یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ

برابر تم میں سے وہ شخص کہ جس نے خرچ کیا تھا پہلے فتح مکہ سے اور لڑائی کی تھی

اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ

یہ لوگ بڑے ہیں درجوں میں ان لوگوں سے کہ خرچ کیا انہوں نے پیچھے اس سے

یہ رسولؐ تمہیں برابر دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ مگر تم ہو کہ نہ اللہ پر حقیقی ایمان اختیار کرتے ہو نہ رسولؐ کو صحیح معنی میں رسولؐ مانتے ہو حالانکہ تم رسولؐ کے سامنے عہد کر چکے ہو لہٰذا اگر تم واقعی مومن ہو تو عہد کی پابندی کرو۔ (۹) اللہ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کر رہا ہے وہ تمہیں تاریکیوں سے یعنی مجتہدانہ مذہبی الجھاؤ سے نکال کر نور (علیؑ) کی طرف لانا چاہتا ہے اور اللہ اسی وجہ سے تم پر نوازش کرنے والا رحیم ہے۔ (۱۰) اور اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں اخراجات کی ذمہ داری سے الگ رہتے ہو حالانکہ زمین اور آسمانوں کی ملکیت و میراث صرف اللہ کے لئے ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ کے بعد جہاد کیا اور راہ خدا میں خرچ کیا ہے وہ ان کے مساوی نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے ہی جہاد و انفاق شروع کر دیا تھا۔

(۳) تمام امور کا اللہ کے حضور میں رجوع کرنا ہی تو رجعت کہلاتا ہے۔ اس سورۂ حدید میں آیت (۵ / ۵۷) بتاتی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ کی عملی حکومت کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب ہر عمل، ہر کام، ہر معاملہ، ہر مقدمہ، ہر ہر اختلاف، ہر دعویٰ اللہ کے روبرو لایا جائے گا اور حقیقی انصاف و عدل اور اسلام کا ہر حکم نافذ کیا جائے گا اور نوعِ انسان کو دکھایا جائے گا۔ کہ اگر تم نے اسلام اور انبیاؑ کی مخالفت نہ کی ہوتی تو انسانی ترقی اور خوش حالی کو اس مقام پر آنا چاہیئے تھا جو تم آج زمانۂ رجعت میں دیکھ رہے ہو آج اسلام اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ برسرِ عمل ہے (توبہ ۳۳ / ۹)۔ لہٰذا یہ آیہ مبارکہ (۵ / ۵۷) قرآن میں بار بار اور طرح طرح کے مطالب کو لے کر موجود ہے اور واضح الفاظ میں اُن امور کا تذکرہ کرتی ہے جو زمانۂ رجعت میں اللہ کے سامنے رجوع کریں گے مثلاً:

(۱) آسمانوں اور زمینوں کے متعلق تمام امور (۱۰۹ / ۳ ، ۵ / ۵۷)
(۲) اللہ و ملائکہ کی پوزیشن کے متعلق تمام بدعقیدگی (بقرہ ۲۱۰ / ۲)
(۳) ہر وہ بات جس پر اللہ نے اپنا فیصلہ صادر نہیں فرمایا تھا (انفال ۴۴ / ۸)
(۴) جو کچھ بھی لوگوں کے سامنے پسِ پشت یا متعلقات تھے ہر بات اور کام رجوع کرے گا (حج ۷۶ / ۲۲)
(۵) قریش کی وہ تمام ترکیبیں جو رسولؐ اور قرآن کو جھٹلانے اور معنی بدلنے کے لئے برسرکار لائی گئی تھیں۔ اور تمام اُمتوں اور انبیاء کے اختلافات و تنازعے۔ یہ سب "وَإِلَى ٱللَّهِ تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ ﴿۴۴﴾ الانفال" کی ذیل میں بیان ہوا ہے۔

۴۔ رسولؐ اللہ اور قرآن مل کر مومنین کو نورؑ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

آیت (۹ / ۵۷) میں یہ بتایا گیا ہے کہ: "اللہ وہ ہستی ہے جو اپنے بندے پر آیاتِ بینات نازل کرتا ہے اور نازل کرتا رہے گا

ان کا درجہ بعد میں جہاد اور خرچ کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے ۔ اگر چہ اللہ نے دونوں فریق سے اچھا وعدہ کرر کھا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر دار ہے ۔ (۱۱) وہ کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے

وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا

اور لڑائی کی اور ہر ایک کو وعدہ دیا ہے اللہ نے اچھا اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ؑ﴿۱۰﴾ مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ

کرتے ہو تم خبر دار ہے کون شخص ہے کہ قرض دیوے اللہ کو قرض اچھا

تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نورؑ کی طرف لے جائے اور یہ اس لئے کہ اللہ تم پر نوازشات اور مہربانیاں کرنا چاہتا ہے۔"
اس آیت میں چار افراد ہیں۔اوّل اللہ ہے ۔دوم رسولؐ ہیں سوم آیاتِ بینات یا قرآن ہے اور چہارم نورؑ ہے ۔اللہ و رسولؐ ہدایت کرنے والے ہیں ۔ قرآن ہدایت کا ذریعہ ہے یعنی یہ تینوں وہ نورؑ نہیں ہیں جس کی طرف ہدایت مطلوب ہے اور عہد رسولؐ میں علیؑ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں تھا ۔ جس نے نورؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جسے نورؑ سمجھا گیا ہو۔ لہٰذا لا محالہ یہاں نورؑ سے امیر المومنین جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ ہی مقصود و مطلوب ہیں اور اللہ کا پروگرام ہی یہ ہے کہ لوگوں کو اس نظامِ حکومت سے وابستہ کرے جو جناب علی مرتضیٰ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے ۔ اور یہ کہ لوگوں کو ابلیس کے قائم کردہ نام نہاد جمہوری نظام اجتہاد سے الگ رکھے ۔ اسی بات کو اللہ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ :

(۴۔الف) یہاں (۱۶۔۱۵ / ۵) بھی رسولؐ اور قرآن وہ نورؑ نہیں ہیں جس کی طرف راہنمائی مطلوب ہے۔

يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ يَهْدِى بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَـٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾ المائدۃ

"اے اہل کتاب! ہمارا رسولؐ تمہارے پاس آ گیا ہے جو کتاب الٰہی کی بہت سی ان باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے، اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی (نورؑ۔احسنؔ) آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما (بیان کرنے بولنے والی۔احسنؔ) کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب (جو رضا کی اتباع کرتے۔احسنؔ) ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے (نورؑ۔احسنؔ) کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۵۵۔۴۵۶)
یہ دونوں آیات علامہ کے ترچھے ترجمہ کے باوجود صاف بتا رہی ہیں کہ وہ نور علیہ السلام رسولؐ اللہ اور قرآن سے جدا گانہ ہستی ہے جس کی طرف راہنمائی مطلوب ہے ۔ اور جس کے بغیر سلامتی کی راہیں کبھی بھی کھل نہیں سکتیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ نور علی مرتضیٰ علیہ السلام کے علاوہ کچھ اور تھا تو اس کی طرف راہنمائی کر دینے کے بعد سلامتی کی راہیں کھلنا ضروری تھیں جو بعدِ رسولؐ ایک دن کے لئے بھی نہ کھلیں اور مسلمانوں کی یہ خونی تاریخ بتاتی ہے کہ فتنہ و فساد و قتلِ عام ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اور جب تک غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں کی جابرانہ حکومتوں کا شیرازہ نہ بکھیر دیا دنیا امن و امان سے محروم رہی ۔ اور آج اگر کچھ امن و امان و سلامتی پائی جاتی ہے تو وہ نام نہاد کافروں اور بے دینوں کی رہینِ منت ہے۔ مسلمانوں کا کام نعرہ بازی اور لیکچر طرازی کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔ ان کا خود ساختہ اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت نظامِ کفر و جمہوریت سے پٹتے اور ذلیل و خوار ہوتے چلے آ رہے ہیں اور اب تو وہ غیر مسلموں کے نظام ہائے زندگی کو اسلامی لیبل کے ساتھ اپنانا چاہتے ہیں ۔ بہر حال نورؑ کی پوزیشن پر معصومؑ احادیث پھر دیکھ لیں تا کہ قرآن اور حدیث سے دلیل مکمل ہو جائے ۔

(۴۔ب) ان آیات میں زیرِ بحث نورؑ جس پر ایمان لانا لازم اور جس کی طرف راہنمائی مطلوب ہے ،وہ آئمہؑ اہلبیت ہیں۔

عَنْ ابی خالد الکابلی قال سَاَلْتُ اباجعفر علیہ السلام عن قول اللہ عزّوجلّ : فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلنُّورِ

قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجۡرٌ كَرِيۡمٌ ﴿۱۱﴾

پس دگنا کرے اس کو واسطے اس کے اور واسطے اس کے ہے ثواب باکرامت

يَوۡمَ تَرَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ يَسۡعٰى نُوۡرُهُمۡ

اس دن کہ دیکھے گا تو ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو دوڑتا ہو گا نور ان کا

تاکہ اللہ اس کی رقم کو دوگنا کردے اور اس کے لئے بڑا منافع بخش مزید اجر بھی ہے۔ (۱۲) اے رسولؐ آپ اس روز مخصوص مومنین اور مخصوص مومنات کو اس حال میں دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے

"جناب ابوالخالد کابل کے رہنے والے صحابی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے اللہ کی اس آیت کے متعلق سوال کیا کہ جس میں فرمایا ہے کہ "چنانچہ تم لوگ اللہ پر ایمان لاؤ اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس نورؐ پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے (تغابن ۸ / ۶۴) ؟ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابا خالد وہ نورؐ آل محمدؐ کے اماموںؑ کا نور ہے جو قیامت تک برسرِ کار رہے گا۔ اور وہی آئمہ علیہم السلام بخدا وہ نور ہیں جس کے لئے اللہ نے

اَلَّذِىۡۤ اَنۡزَلۡنَا ﴿۸﴾ (التغابن:۸/۶۴) فقال یا اباخالد النُّورُ وَاللّٰهِ نُوْرُ الْاَئمّة مَنْ آل محمدؐ اِلٰی یومِ القیامة وَهُمْ واللّٰهِ نور اللّٰهِ الّذِیْ اَنْزَلَ وَهُمْ "اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ "﴿۳۵﴾ (نور ۳۵ / ۲۴) یُنَوِّرُوْنَ قُلُوبَ المومنین۔الخ (کافی کتاب الحجت باب الآئمہ نور اللہ)

فرمایا ہے کہ: "اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ ﴿۳۵﴾ النور " اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے "بخدا اے ابو خالد مومنین کے دلوں میں امامؑ ہی وہ نور ہے جو سورج کی روشنی سے بھی بڑھ کر نورانی کرتا ہے۔ اور قلوبِ مومنین کو منور کرتا ہے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے ان کے نور سے محروم کردیتا ہے۔ چنانچہ ان کے دلوں میں اندھیرا رہتا ہے۔ بخدا اے ابو خالد اللہ ہمارے نور کو قلوب میں اسی وقت جگہ دیتا ہے جب انہیں پہلے سے پاک کردیتا ہے۔ اور پاک بھی ان دلوں کو کرتا ہے جو ہمیں تسلیم کرتے ہیں اور ہمیں تسلیم کرنا انہیں قیامت میں سخت حساب سے بچا لیتا ہے۔ (سَلَّماً لَنَا سَلَّمَهُ اللّٰهِ مِنْ شدید الحساب وآمَنَهُ مِنْ فَزَعِ یومِ القِیَامَةِ الاکبر) اور قیامت کی بڑی آفات سے امن میں رکھتا ہے۔"

(۴۔ج) آیت (۱۲ / ۵۷) کی تفسیر بھی اسی نورؐ مبارک کو واضح کرتی ہے۔

یہ ہیں ہماری احادیث جو قرآن کریم کے الفاظ و بیانات کے ساتھ چلتی اور وضاحت کرتی جاتی ہیں۔ جن کے بغیر مخالف محاذ گمراہ رہتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں اس سورۂ میں (۱۲ / ۵۷) جس نور کا دوبار تذکرہ ہوا اور جو مخصوص مومنین و مومنات کی قیامت میں راہنمائی کرے گا اس کے متعلق ایک طویل حدیث کا آخری جملہ تشریح کرتا ہے کہ:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جس نور کے متعلق فرمایا ہے کہ "ان کا نور ان کے آگے اور دھنے سعی کرے گا" وہ نور مومنین کے آئمہ علیہم السلام ہیں جو مومنین کو جنتوں کی منزلیں طے کراتے ہوئے ان کی حقیقی منزل پر پہنچائیں گے۔"

وَقَالَ فِیْ قَوْلِهٖ "يَسۡعٰى نُوۡرُهُمۡ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ الخ" ﴿۱۲﴾ (الحدید: ۱۲ / ۵۷) اَئِمَّةُ الْمُؤمِنِیْنَ یَوْمَ القیامة تَسْعیٰ بَیْنَ یَدَیِ المومنین و بِاَیْمَانِهِمْ حَتّٰی یُنْزِلُوْهُمْ مَنَازِلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ (کافی کتاب و باب ایضا حدیث نمبر ۵)

(۴۔د) اللہ و رسولؐ اور قرآن کی ذمہ داری تھی کہ وہ انسانوں کو نظامِ علویہ کی تعلیم دیں۔

جن لوگوں نے علیؑ کے علاوہ کسی اور ہستی کو مذکورہ نور سمجھا ہے انہوں نے قرآن کے واضح الفاظ کے خلاف عقیدہ قائم کیا اور گمراہ ہوئے۔ اللہ نے تو صاف صاف اور بار بار فرمایا ہے کہ "آلرٰ وہ کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم تمام انسانوں کو ظلمات سے نکال کر اللہ کے حکم سے نورؐ کی طرف لاؤ"

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِـتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ﴿۱﴾ (ابراہیم ۱ / ۱۴)

بہر حال وہ نور نہ خود اللہ ہے نہ رسولؐ اللہ وہ نور ہیں نہ تمام کتابیں وہ نور ہیں۔ وہ صرف علی مرتضیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں۔ اور ہمیں ان ہی کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ ہم ان کے علاوہ کسی کی طرف نہیں گئے۔ ہمارا مذہب، ہمارے عقائد و اعمال ان ہی سے وابستہ ہیں۔ الحمدللہ۔

بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ بِاَیۡمَانِهِمۡ بُشۡرٰىكُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ
آگے ان کے اور داہنی طرف ان کے خوشخبری ہو تم کو آج بہشتیں ہیں چلتی ہیں
مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۲﴾
نیچے ان کے سے نہریں ہمیش رہنے والے ہو بیچ ان کے یہی ہے وہ مراد پانا بڑا
یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ
اس دن کہ کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں واسطے ان لوگوں کے کہ
اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِكُمۡ ۚ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا
ایمان لائے ہیں انتظار کرو ہم بھی روشنی لیں نور تمہارے سے کہا جاوے گا پھر جاؤ
وَرَآءَكُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ؕ فَضُرِبَ بَیۡنَهُمۡ بِسُوۡرٍ لَّهٗ
پیچھے اپنے پس ڈھونڈلاؤ نور پس مارا جاوے گا درمیان ان کے کوٹ کہ واسطے اس کے
بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیۡهِ الرَّحۡمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنۡ
دروازہ ہے اندر کی طرف جو ہے بیچ اس کے رحمت ہے اور باہر کی طرف جو ہے اس کی

اور دہنے بائیں جدوجہد کر رہا ہو گا ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے بشارت ہی بشارت ہے کہ تم سب کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تمہیں ہمیشہ ان میں رہنا ہے اور وہی عظیم الشان مراد مندی و کامیابی ہے۔ (۱۳) اس دن منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ مومنین سے التجا کریں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے اس نورؑ سے مدد حاصل کرسکیں ان سے کہا جائے گا کہ تم اس نورؑ سے ہٹ کر اپنے لئے کسی اور نور کو حاصل کرنے کا التماس کرو۔ چنانچہ اس کے بعد ان کے درمیان ایک احاطہ بنا دیا جائے گا جس میں ایک دروازہ ہو گا اس دروازہ کے اندر کی جانب رحمتؑ ہوگی اور دروازہ کے باہر کی طرف سامنے کے میدان میں عذاب اور سزائیں ہیں۔

(۴۔۵) محمدؐ برابر اس نورؑ کی طرف ہدایت کرتے رہے وہ نورؑ ہی صراط مستقیم بھی ہے۔

قارئین ایک حدیث مع آیت اور سن کرعنوان بدل دیں ارشاد ہے کہ :

"اے رسولؐ تم اسی حقیقت پر مضبوطی سے قائم رہو جو تمہیں وحی کی جارہی ہے۔ بلا شبہ تم صراط مستقیم پر قائم ہو "(زخرف ۴۳ / ۴۳) امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے ولایت علویہ کے قیام کی تاکید فرمائی اور سند دی کہ تم صراطِ مستقیم پر قائم ہو اور صراطِ مستقیم خود علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔" چنانچہ زیرِ بحث آیت(۹ / ۵۷) میں علیؑ کی حکومت و ولایت زیر نظر رہی ہے۔ اور پورا قرآن صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اور وہ بھی علیؑ ہیں۔

فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۴۳﴾ (زخرف ۴۳ / ۴۳)
قَالَ "اِنَّكَ عَلٰی وِلَایَةِ عَلِیٍّ وَ عَلِیٌّ هُوَ الصِّراط المستقیم (کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف)

۵۔آیات (۱۶ تا ۱۳ / ۵۷) میں حقیقی مومنین اور قریشی مومنین کے ساتھ رجعت کا سلوک مذکور ہے۔

ان چار آیتوں میں کن لوگوں کا ذکر ہوا ہے۔ اور سابقہ آیات میں منافقین کن لوگوں کو کہا گیا ہے ؟ یہ بات سمجھنے کے لئے ان میں کی چوتھی آیت(۱۶ / ۵۷) کا ترجمہ اور تشریح علامہ مودودی سے سن لیں پھر ہم ان آیات کا صحیح مصداق وموقع بیان کریں گے۔

(۵۔الف) علامہ کا ترجمہ : "کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں۔ اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر اک لمبی مدت ان پر گزرگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟ " (۱۶ / ۵۷)

(۵۔ب) علامہ کی تشریح: "یہاں پھر " ایمان لانے والوں " کے الفاظ تو عام ہیں مگر ان سے مراد تمام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کا وہ خاص گروہ ہے جو ایمان کا اقرار کرکے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں شامل ہوگیا تھا۔ اور اس کے باوجود اسلام کے درد سے اس کا دل خالی تھا۔ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ کفر کی تمام طاقتیں اسلام کو مٹا دینے

قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا

اس طرف سے ہے عذاب پکاریں گے ان کو کیا نہ تھے ہم ساتھ تمہارے کہیں گے

بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ

ہاں تھے تم ولیکن فتنے میں ڈالا تھا تم نے جانوں اپنی کو اور منتظر تھے تم

تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ

یعنی واسطے برائی کے ہمارے اور شک میں تھے تم اور فریب میں دیا تھا تم کو

الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ

آرزوؤں نے یہاں تک کہ آیا حکم خدا کا اور فریب میں دیا تھا تم ساتھ اللہ کے

الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ

فریب دینے والے نے پس آج نہ لیا جائے گا تم سے بدلا اور نہ ان لوگوں سے کہ

كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ

کافر ہوئے جگہ رہنے تمہارے کی آگ ہے وہ ہے رفیق تمہارا اور بُری ہے جگہ پھر جانے کی کیا

(۱۴) قریشی مومنین آوازیں مار مار کر کہیں گے کہ اے بھائیو کیا ہم تمہارے ساتھ ایمان نہ لائے تھے اور ہر معاملے میں ساتھ ساتھ نہ تھے؟ مومنین جواب دیں گے کہ کیوں نہیں تم ہمارے ساتھ مگر تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں مبتلا کر لیا تھا اور منتظر تھے کہ ہمیں تمہارے مخالف عقائد پر کوئی نقصان ہو چنانچہ تم شش و پنج میں مبتلا رہے تمہیں اقتدار و حکومت کی تمناؤں نے گھیرے رکھا یہاں تک اعلانِ قیامت ہوگیا اور تمہیں وہ بڑا دھوکے باز دھوکا دیتا رہا۔ (۱۵) چنانچہ آج تم سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے فدیہ لیا جائے گا جو حق کو چھپاتے رہے ہیں۔ تمہاری پناہ گاہ آگ میں ہے اور وہی تمہارا ہمدرد حاکم و مولیٰ ہے اور وہ بہت بری جگہ اور بدترین انجام ہے (۱۶) کیا

پر تلی ہوئی ہیں، چاروں طرف سے انہوں نے اہل ایمان کی مٹھی بھر جماعت پر نرغہ کر رکھا ہے، عرب کی سرزمین میں جگہ جگہ مسلمان تختۂ مشقِ ستم بنائے جا رہے ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے سے مظلوم مسلمان سخت بے سروسامانی کی حالت میں پناہ لینے کے لئے مدینہ کی طرف بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ مخلص مسلمانوں کی کمران مظلوموں کو سہارا دیتے دیتے ٹوٹی جا رہی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں بھی یہی مخلص مومن سربکف ہیں، مگر یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ایمان کا دعویٰ کرنے والا یہ گروہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ اس پر ان لوگوں کو شرم دلائی جا رہی ہے کہ تم کیسے ایمان لانے والے ہو؟ اسلام کے لئے حالات نزاکت کی اس حد کو پہنچ چکے ہیں کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر سن کر تمہارے دل پگھلیں اور اس کے دین کے لئے تمہارے دلوں میں ایثار و قربانی اور سرفروشی کا جذبہ پیدا ہو؟ کیا ایمان لانے والے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اللہ کے دین پر برا وقت آئے اور وہ اس کی ذراسی ٹیس بھی اپنے دل میں محسوس نہ کریں؟ اللہ کے نام پر انہیں پکارا جائے اور وہ اپنی جگہ سے ہلیں تک نہیں؟ اللہ اپنی نازل کردہ کتاب میں خود چندے کی اپیل کرے، اور اسے اپنے ذمہ قرض قرار دے، اور صاف صاف یہ بھی سنا دے کہ ان حالات میں جو اپنے مال کو میرے دین سے عزیز تر رکھے گا وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہوگا، اس پر بھی ان کے دل نہ خدا کے خوف سے کانپیں نہ اس کے حکم کے آگے جھکیں؟ یعنی یہود و نصاریٰ تو اپنے انبیاؑ کے سینکڑوں برس بعد آج تمہیں اس بے حسی اور رُوح کی مُردنی اور اخلاق کی پستی میں مبتلا نظر آرہے ہیں۔ کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ابھی رسولؐ تمہارے سامنے موجود ہے، خدا کی کتاب نازل ہو رہی ہے، تمہیں ایمان لائے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے، اور ابھی سے تمہارا حال وہ ہو رہا ہے جو صدیوں تک خدا کے دین اور اس کی آیات سے کھیلتے رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ کا ہوا ہے؟" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۱۳ و ۳۱۴)

علامہ کے ترجمہ و تشریح کا تعین اور ابہام و گنجلک کا دفعیہ کرلیں۔ آیت (۱۶ / ۵۷) میں اور علامہ کے ترجمہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول تک اس کے مخاطب مومنین یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اختیار کردہ ایمان و اسلام پر مطمئن ہوچکے تھے اور بقول علامہ آیات و تنبیہات کو نہایت اطمینان سے سنتے اور ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔

مومنین کے لئے ابھی (اٹھارہ سال میں بھی) وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکرِ اللہ کے سامنے اطاعت کے لئے جھک سکیں اور اس حق کو قبول کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور یہ مومنین ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن پر تو ایک طویل مدت گزر چکی اور اسی لئے ان کے دل اجتہادی مذہب پر سخت ہوگئے اور آج ان کی کثرت فاسق یعنی خالص احکامِ خداوندی کی مخالف ہے (مائدہ ۵/۴۷) (۱۷) یہ سمجھ لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا کرتا ہے یقیناً ہم نے تمہارے لئے آیات کو بیان کر دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لے سکو۔ (۱۸) صدقات و خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنہوں نے راہ خدا میں قرض حسنہ دیا ہے

یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ

نہیں نزدیک آیا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں یہ کہ عاجزی کریں دل ان کے

لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ

وقت یاد خدا کے اور جو کچھ اتارا گیا ہے حق سے اور نہ ہوویں مانند ان لوگوں کے کہ

اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ

دئے گئے تھے کتاب پہلے اس سے پس دراز ہوئی اوپر ان کے مدت پس سخت ہوگئے

قُلُوْبُھُمْ ؕ وَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ

دل ان کے اور بہت ان میں سے فاسق ہیں جانو یہ کہ اللہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ

زمین کو پیچھے موت اس کی کے تحقیق بیان کیں ہم نے واسطے تمہارے نشانیاں

لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ

تو کہ تم عقل پکڑو تحقیق خیرات دینے والے مرد اور خیرات دینے والیاں اور وہ جو

چونکہ یہ الزام عام ہے اور اس میں مسلمانوں یا مومنین کی کثرت کو مجرم و ملزم قرار دیا ہے۔ اس لئے علامہ نے اپنی تشریح کا پہلا جملہ لکھ کر اس آیت کا مخاطب ایک خاص گروہ کو قرار دیا ہے تاکہ وہ کسی طرح اپنے راہنما صحابہ کی گلو خلاصی کرا سکیں۔ علامہ حضور جانتے ہیں کہ کسی خاص گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے عام خطاب نہیں کیا جاتا جیسا کہ آیت (۵۷/۱۳) میں منافقوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ ایک خاص گروہ تھا اور قلیل تعداد میں تھا لیکن یہاں (۵۷/۱۶) میں تو مومنین کی کثرت مخاطب ہے۔ اس میں خاص گروہ حقیقی مومنین کا بھی شامل ہے جو قلت میں ہونے کی بنا پر الگ نہیں کیا گیا اور الگ کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ ایک فطری اور قدرتی حقیقت ہے کہ فداکار و جانثار مومن بھی موجود تھے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ مومنین کی کثرت اپنے نظامِ اجتہاد پر اور اجتہادی اسلام پر چند ہی سال میں اتنی مطمئن اور پُریقین ہے جتنی یہود و نصاریٰ کی جماعتیں سینکڑوں سال میں بھی مطمئن نہ تھیں۔ اور لطف یہ تھا کہ ابھی رسولؐ اللہ ان قریشی مومنین کے اندر موجود تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اور بقول علامہ مودودی یہ جنگِ اُحد اور صلح حدیبیہ کے درمیان نازل ہونے والی سورۃ ہے۔ یعنی رسولؐ اللہ کو مدینہ میں آئے ہوئے پانچ سال کے قریب ہو چکے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ وہ زمانہ ہے کہ رسولؐ اللہ کو تبلیغ کرتے ہوئے اٹھارہ سال گزر چکے اور نبوت کے صرف پانچ سال باقی ہیں اور علامہ ایسا تاثر دے رہے ہیں کہ گویا چند روز سے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے اور بقول ان کے "مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت" ہے اور علامہ اپنے والے راہنما صحابہ کو چھپانے کے لئے یہ بھی نہیں بتاتے کہ وہ مخلص مومنین کون سے ہیں جن کی آنے والے مسلمانوں کو سہارے دیتے دیتے کمر جھکی جا رہی ہے۔"

مخلص مومنین انصار تھے اور آیت (۵۷/۱۶) کے مخاطب قریش تھے۔

قارئین نوٹ کریں کہ مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ مہاجرین کی کثرت قریشی مسلمانوں کی تھی یہی وہ لوگ ہیں جو انصار کے سرمایہ پر عیش منا رہے تھے۔ جنہیں انصار نے مکان دیئے۔ زمینیں دیں۔ اپنی ازواج کو طلاق دے کر بیویاں دیں۔ چونکہ قریش تاجرانہ مہارت رکھتے تھے۔ اس لئے چند ہی روز میں مدینہ کی مارکیٹ اور بازاروں پر چھا گئے اور چونکہ یہود و نصاریٰ سے تاجرانہ رشتہ و روابط رکھتے تھے اس لئے یہاں بھی اغنیاء اور اجارہ دار بن گئے یہی قریشی تاجر و اغنیاء اور

اَقۡرَضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمۡ وَ لَهُمۡ

قرض دیتے ہیں اللہ کو قرض اچھا دو چند کیا جائے گا واسطے ان کے اور واسطے ان کے ہے

اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ

ثواب باکرامت اور جو لوگ کہ ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور رسولوںؑ اس کے کے

اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ

یہ لوگ وہ ہیں سچے اور شہید نزدیک پروردگار اپنے کے واسطے ان کے ہے ثواب ان کا

وَ نُوۡرُهُمۡ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ

اور نور ان کا اور جو لوگ کہ کافر ہوئے اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو یہ لوگ ہیں

اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۹﴾ ع ۲ / ۱۸ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَّ

رہنے والے دوزخ کے جانو یہ کہ زندگانی دنیا کی کھیل ہے اور دل بہلانا ہے اور

زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ

بناؤ کرنا ہے اور بڑائی کرنی ہے آپس میں اور زیادتی کرنی ہے بیچ مالوں کے اور اولاد کے

کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ

مانند مینہ کی کہ خوش لگتا ہے کھیتی کرنے والوں کو اگنا اس کا پھر زور سے اٹھتی ہے

فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ

پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد ہوئی پھر ہو جاتی ہے ریزہ ریزہ اور بیچ آخرت کے عذاب ہے

ان کے اجر کو بڑھا چڑھا کر ادا کیا جائے گا اور پھر ان کے لئے منافع بخش اجر بھی ہے۔ (۱۹) اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوںؑ پر ایمان لائے ہیں وہ اپنے پروردگار کے یہاں صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور مخصوص ہو گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے حق کو چھپایا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ تہہ در تہہ آگ میں رہنے والے ہیں۔ (۲۰) یہ جان لو کہ دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشوں کی طرح ختم ہوجانے والی ہے، زیب و زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی دوڑ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بارش ہوگئی تو ہریالی اور نباتات کو دیکھ کر کاشتکار لوگ خوش ہوجاتے ہیں۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم نے دیکھا ہے کہ پکتے ہوئے وہی سبزہ پیلا پڑجاتا ہے۔ پھر وہ بھوسہ بن جاتی ہے اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں کا عذاب بھی

اجارہ دار ہیں۔ جن کی بخیلی کا ذکر اسی سورہ کی آیت (۱۰ / ۵۷) میں ہوا اور جن کی کنجوسی کی شکایت سے قرآن بھرا پڑا ہے (توبہ ۷۷ تا ۷۴ / ۹) جو برابر انفاق سے دستکش رہے اور وعدے کرتے رہے کہ جب اللہ ہم پر اپنا فضل کرے گا تو ہم ضرور خرچ کریں گے۔ اور اللہ نے ان کو دنیا و آخرت دونوں جگہ دردناک عذاب دینے کا وعدہ کیا تھا یُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیۡمًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ﴿۷۴﴾ (التوبۃ: ۷۴ / ۹)۔

(۵۔ج) حقیقی مومنین کو قریشی مومنین سے الگ اور سزا کے لئے رکھنا۔ قریش ہی وہ گروہ اور وہ کثرت ہے جنہیں ان آیات (۱۴ تا ۱۳ / ۵۷) میں مخاطب کیا گیا ہے۔ جنہوں نے نظامِ اجتہاد یہود و نصاریٰ سے حاصل کیا مسلمانوں میں اس فتنہ کو جاری کیا اور اپنے اختیار کردہ اسلام و عقائد کو حقیقی اسلام و عقائد قرار دیا یہی قریش تھے جنہوں نے قرآن کی تکذیب کی (انعام ۶۶ / ۶) جنہوں نے قرآن کی معنوی تحریف کرکے اسے مہجور کیا (فرقان ۳۰ / ۲۵) تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کو نورِ آئمہ علیہم السلام سے محروم رکھا گیا اور رجعت کے زمانہ میں ان ہی کو مومنین کے احاطہ سے باہر اور سزا کے لئے تیار رکھا جائے گا (۱۳ / ۵۷) چونکہ ان کو دنیا میں کوئی عذابِ الیم نہیں دیا گیا اس لئے اسی دنیا میں زمانۂ رجعت کے دوران یہ وعدہ (۷۴ / ۹) پورا کیا جائے گا اور ان کے پاس مال و متاع ہوتے ہوئے ان سے عذاب کے بدلے میں کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا (۱۵ / ۵۷) اور رجعت کے عذابِ الیم کے بعد ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہوگا (۱۵ / ۵۷) چونکہ انہوں نے ذکر اللہ علیہ السلام کو اپنا مولیٰ نہ مانا (۱۶ / ۵۷) اس لئے ان کا مولیٰ جہنم کو قرار دیا گیا ہے (۱۵ / ۵۷)۔

شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا

سخت اور بخشش ہے اللہ کی طرف سے اور رضا مندی اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا

فائدہ فریب کا جلد چلو طرف بخشش پروردگار اپنے کے اور بہشت کے چوڑاؤ اس کا

كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مانند چوڑاؤ آسمان کے اور زمین کے تیار کی گئی واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے یہ ہے فضل خدا کا دیتا ہے اس کو جس کو چاہے

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۱ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ

اور اللہ صاحب فضل بڑے کا ہے نہیں پہنچتی کوئی مصیبت بیچ زمین کے اور

لَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

نہ بیچ جانوں تمہاری کے مگر بیچ کتاب کے ہے لکھی پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۲۲ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا

تحقیق یہ اوپر اللہ کے آسان ہے تو کہ نہ غم کھاؤ تم اوپر اس چیز کے کہ

فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا

چوک گئی تم سے اور مت خوش ہو ساتھ اس چیز کے کہ آئی تم کو اور اللہ نہیں

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝۲۳ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ

دوست رکھتا ہر ایک تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو وہ جو بخل کرتے ہیں اور

سخت و مستقل ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودیاں بھی بہت اور مستقل ہیں۔ اور دنیاوی زندگی تو دھوکے کی ٹٹی سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی۔ (۲۱) اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس کی جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ وہ جنت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے ۔ جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوںؑ پر ایمان لاتے ہیں وہ اللہ کا فضل ہے اور جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے اور اللہ تو عظیم الشان فضل کا مالک ہے ۔ (۲۲) کوئی بھی مصیبت ایسی نہیں ہوسکتی خواہ وہ زمین پر آئے یا تمہارے اپنے نفوس پر وارد ہو، جسے پیدا کرنے سے پہلے ہی ہم نے کتاب میں نہ لکھ رکھا ہو اور ایسا کردینا اللہ کے لئے آسان ہے ۔ (۲۳) لہٰذا اس سے یہ طے کرلو کہ تم کسی نقصان پر شکستہ خاطر نہ ہو جایا کرو گے اور جو کچھ تمہیں خلاف توقع مل جایا کرے اس پر اترایا نہ کروگے کیوں کہ خود کو بڑا سمجھنے اور شیخی بگھارنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ۔ (۲۴) وہ لوگ جو دین خداوندی کے استحکام میں مالی بخل کرتے ہیں اور

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مومنین کے چاروں طرف جو احاطہ بنانے کا تذکرہ ہوا ہے ۔(۱۳ / ۵۷) وہ احاطہ جنت نہیں ہے بلکہ ایک عارضی مقام ہے جس کے اندر مومنین پر زمانۂ رجعت میں نزولِ رحمت ہوتا رہے گا۔اور قریشی قسم کے لوگ انہیں اپنے ناپاک وجود سے اذیت نہ پہنچا سکیں گے ۔اس احاطہ سے باہر رجعت کا میدانِ محشر اور سزاؤں کا ہنگامہ برپا ہوگا۔

۶۔آیت (۲۴ / ۵۷) قریش کے بخل کا راز کھولتی ہے ۔قومی حکومت کا انتظام ۔ سورۂ حدید نے شروع ہی میں (۷ / ۵۷) یہ بتایا کہ مسلمان اپنے کمائے ہوئے مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کرنا تو درکنار اس مال میں سے بھی خرچ نہیں کرتے جو باپ دادا نے کما کر میراث میں چھوڑا ہے ۔ پھر ان پر طنز کیا کہ تم اسلام کے استحکام پر خرچ نہیں کرتے (۱۰ / ۵۷) پھر ان سے قرض مانگا اور دوگنا واپس دینے کا وعدہ کیا (۱۱ / ۵۷ ، ۱۸ / ۵۷) مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے ۔ مودودی نے بھی لمبی چوڑی مذمت لکھی ۔ آخر اللہ نے اس پالیسی کا بھانڈا پھوڑ دیا جو قریشی قیادت نے اختیار کررکھی تھی اور بتا دیا کہ قریشی قائدین اس ولایت وحکومت کو پسند نہیں کرتے جسے رسولؐ اللہ قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ اس لئے قریشی لیڈروں نے رسولؐ کا مالی بائیکاٹ کرر کھا ہے اور اپنی قوم کو بھی حکم دے رکھا ہے کہ وہ بھی مالی مدد سے باز رہے ۔ اور اس

يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ
حکم کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ بخل کے اور جو کوئی پھر جاوے پس تحقیق اللہ
هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ
وہ ہے بے پرواہ تعریف کیا گیا تحقیق بھیجا ہم نے پیغمبروں اپنوں کو ساتھ دلیلوں ظاہر
وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ
کے اور اتاری ہم نے ساتھ ان کے کتاب اور ترازو یعنی قواعد عدل تو کہ قائم رکھیں
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ
لوگ عدل کو اور اتارا ہم نے لوہا بیچ اس کے لڑائی سخت ہے اور فائدہ ہے
لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ
واسطے لوگوں کے اور تو کہ ظاہر کرے اللہ اس شخص کو کہ مدد دیتا ہے اس کو اور
رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ؑ وَ لَقَدْ
رسوؐل اس کے کو بن دیکھے تحقیق اللہ زور آور غالب ہے اور البتہ تحقیق
اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ
بھیجا ہم نے نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کو اور کی ہم نے بیچ اولاد ان دونوں کے پیغمبری
وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾
اور کتاب پس بعض ان میں سے راہ پانے والے ہیں اور بہت ان میں سے فاسق ہیں

لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جو کوئی مخالف ولایت کا قیام بخیلی کی بنیاد پر چاہتا ہے تو سمجھ لے کہ اللہ یقیناً ان بخیلوں سے بے پرواہ اور حمد وثنا کا حقدار ہے۔ (۲۵) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولوؐں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب نازل کی ہے۔ میزان بھی تاکہ انسانیت قسط وار مستحکم ہوتی چلی جائے اور ہم نے لوہا بھی نازل کیا جس میں بڑا سخت زور اور جنگ کا دفاع بھی مطلوب ہے۔ اور لوگوں کے لئے منافع کی صورتیں بھی رکھتا ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ سب کو یہ معلوم کرا دے کہ کون کون بلادیکھے اللہ کی اور اس کے رسولوؐں کی نصرت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر حال میں غالب رہنے والا قوی ہے۔ (۲۶) اور حقیقت ہے کہ ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ان دونوں کی ذرّیت میں نبوت اور کتاب کا ملتے رہنا طے کردیا اور یہ اس لئے کہ دونوں کی ذرّیتوں کی کثرت فاسق یعنی بلااجتہاد و احکام خداوندی نافذ کرنے کی مخالف رہتی چلی جانا تھی۔ (مائدہ۔۴۷/۵) اور ان کی قلت ہدایت کار و ہدایت یافتہ رہتی جائے۔

طرح انہوں نے قومی حکومت وولایت کی داغ بیل ڈال رکھی ہے۔ ان کا حکم ان کی قوم اور قوم کے زیر اثر لوگ مانتے ہیں۔ لیکن شیعہ سنی مترجمین کے ترجموں سے یہ حقیقت دب کر رہ گئی اس لئے کہ انہوں نے لفظ "وَيَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ "(لوگوں کو حکم دیتے ہیں) کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ پھر لفظ "يَتَوَلَّ" (وہ ولایت قائم کرتا ہے) کے معنی بگاڑ کر لکھے ہیں۔ ان دونوں الفاظ کو الٹ دینے سے وہ مطلب ہی فنا ہوگیا جس کے لئے یہ آیت نازل کی گئی تھی۔ یہاں مثال کے لئے دو ترجمے دیکھ لیں:

(۶۔ الف) رسوؐل کے بالمقابل قریشی ولایت قائم تھی اس کو چھپانے کے لئے غلط ترجمہ کرنا ضروری تھا۔

وَيَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلْبُخْلِ (۵۷/۲۴)
شیعہ ترجمہ: "دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں" (فرمان علی صفحہ ۸۶۳)

سنی ترجمہ: "اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں۔" (مودودی تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۲۰)
اللہ نے تو یہ چاہا تھا کہ قرآن پڑھنے والا یہ یقین کرلے کہ رسوؐل اللہ کے مقابلہ پر قریش میں ایک حکمران جماعت موجود تھی جس کا حکم رسوؐل کے خلاف قریشی قوم مانتی تھی اور انہوں نے رسوؐل کا مالی مقاطعہ کر رکھا تھا۔ مگر ان مترجمین نے یہاں اس مفہوم کو ایسا غائب کیا کہ قاری کو اس خطرناک صورت حال کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔

(۶۔ ب) دھوکا دینے والے مترجمین کی قرآن ہی سے نقاب کشائی کردیں۔

بہرحال ہم ایسے فریب ساز

ثُمَّ قَفَّيۡنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيۡنَا بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ
پھر پیچھے لائے ہم اوپر قدموں ان کے پیغمبرؑ اپنے اور پیچھے لائے ہم عیسیٰؑ بیٹے مریمؑ کو
وَ اٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ ۙ وَ جَعَلۡنَا فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ
اور دی ہم نے اس کو انجیل اور کی ہم نے بیچ دلوں ان لوگوں کے کہ پیروی کرتے تھے
رَاۡفَةً وَّ رَحۡمَةً ؕ وَ رَهۡبَانِيَّةَ ۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا
اس کی شفقت اور مہربانی اور انہوں نے گوشہ گیری اپنی طرف سے نکالی تھی نہیں
كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا
لکھا تھا ہم نے اس کو اوپر ان کے مگر واسطے ڈھونڈنے رضا مندی خدا کے تھی پس نہ

(۲۷) پھر ہم نے دونوں کی ذرّیّت کے ہدایت کاروں کے نشان قدم پر اور ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسولؐوں کا سلسلہ بھیجا اور اسی سلسلے میں عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو ارسال کیا اور اسے انجیل عطا کی اور ہم نے اس کے پیروؤں کے دلوں میں شفقت و نرم روی اور رحم دلی پیدا کر دی تھی۔ اور خوف خدا سے ترک لذات انہوں نے خود ہی عائد کرلیا تھا۔ ہم نے ان پر ترک لذات واجب نہ کیا تھا البتہ رضائے خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ضرور قرار دیا تھا مگر ان سے

مترجمین کو قرآن ہی سے گرفتار کرکے قارئین کے سامنے لاتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک ایسی آیت اور پڑھیں جس میں مندرجہ بالا لفظ وَيَأۡمُرُوۡنَ آیا ہے۔ اور دیکھیں کہ تمام مترجمین یہاں صحیح ترجمہ کرتے ہیں :

وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ (آل عمران ۱۰۴ / ۳)

مودودی ترجمہ: ”تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنا چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں۔ اور برائیوں سے روکتے رہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۷۷،۲۷۸)

فرمان علی کا ترجمہ: ”اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تو ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں“ (ترجمہ قرآن صفحہ ۹۹)

قارئین دیکھ لیں کہ وہی دونوں شیعہ و سنی مترجم اس آیت میں لفظ وَيَأۡمُرُوۡنَ کا ترجمہ حکم دینا کرکے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے سورۂ حدید کی آیت (۲۴ / ۵۷) میں اسی طرح لفظ وَيَأۡمُرُوۡنَ کا ترجمہ جانتے بوجھتے غلط کیا تھا۔ بہرحال قرآن بار بار اور طرح طرح سے یہ بتاتا چلا گیا ہے کہ قریشی لیڈروں نے اپنی الگ سے ولایت قائم کر رکھی تھی جو پوری قوم پر احکام نافذ کرتی تھی۔ اور رسولؐ اللہ کے ہر اس حکم کو تسلیم نہ کرتی تھی جو قریشی لیڈروں کے اجتہاد اور بصیرت کے خلاف ہوتا تھا چنانچہ قریشی مرکز کا یہ حکم بھی قرآن نے ریکارڈ کرلیا تھا کہ :

قریشی ولایت کا فرمان کہ رسولؐ کا وہ حکم نہ مانا جائے جو اجتہاد کے خلاف ہو۔

يَقُولُونَ إِنۡ أُوتِيتُمۡ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَٱحۡذَرُواْ ﴿٤١﴾ (مائدہ ۴۱ / ۵)
”انہوں نے کہدیا ہے کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے تو اسے اختیار کرلو اور اگر ایسا حکم نہ دیا جائے تو ترکیب سے بچ کر نکلا کرو۔“ ماننا پڑے گا کہ سورۂ حدید کے نزول یا تلاوت کے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں اسلام کے دو (۲) سربراہ یا حاکم موجود تھے ایک قرآن کی رو سے رسولؐ اللہ تھے دوسرا قرآن کی منشاء کے خلاف قریشی قائد تھا۔ اور اس کے احکام رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں مانے جاتے تھے۔ اور پوری قوم اس دوسرے سربراہ کے ماتحت تھی۔ فرق یہ تھا کہ دوسرا سربراہ اور قریش بظاہر خود کو رسولؐ اللہ کے ماتحت دکھاتے تھے۔ اس لئے مندرجہ بالا حکم امتناعی (۴۱ / ۵) میں یہ نہیں کہا کہ : ”اگر ایسا حکم نہ دیا جائے تو نہ مانا کرو یا انکار کردیا کرو“ بلکہ بڑا سیاسی اور محتاط لفظ بولا گیا کہ ” فَٱحۡذَرُواْ “ بچ نکلا کرو۔ یعنی علی الاعلان مخالفت نہ کرو بلکہ ترکیب سے اس حکم کو ٹال دو یا اس میں اجتہادی پچر یا دُم لگا دو۔ یہ تھی قریش کی وہ خطرناک اسکیم یا حقیقت جو زیر بحث آیت (۲۴ / ۵۷) بتاتی ہے۔ مگر قریشی مترجمین نے دستوری ضرورت کے مطابق یہاں بھی الفاظ کے معنی بدل کر قارئین کو تھپک دیا۔ اور حکمران جماعت کو جس کلیدی لفظ ”يَتَوَلَّ“ سے ظاہر کیا تھا اس کے معنی فرمان علی نے ”روگردانی“ کرلئے تو علامہ مودودی نے بھی ”روگردانی“ ہی کو پسند کرلیا۔ لہٰذا آیت کے عظیم ترین مقصد کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا گیا۔ اور یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

ترکِ لذّات کا وہ حق بھی ادا نہ ہوسکا جو اس کی رعایت کا تقاضا تھا چنانچہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے تھے ہم نے پھر بھی ان کو ان کا اجر عطا کیا تھا اور ویسے ان کی کثرت بھی بلااجتہاد احکامِ خداوندی کو نافذ کرنے کی مخالف رہی (مائدہ ۴۷/۵) (۲۸) اے نام نہادمومنین تم تقوٰی اختیار کرکے اللہ کے حضور ذمہ دار بن جاؤ اور اللہ کے رسولؐ پر سچ مچ ایمان لے آؤ گے تو تمہیں اللہ اپنی	رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ رعایت کی اس کی حق نگاہ رکھنے اس کے کا پس دیا ہم نے ان لوگوں کو کہ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا ایمان لائے ان میں سے ثواب ان کا اور بہت ان میں سے فاسق ہیں اے لوگو الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ ساتھ پیغمبرؐ اس کے کے

(۶ ۔ج) وَلِی، اَولیاء ، تَوَلّٰی، یَتَوَلَّ ، تَوَلَّیْتُم وغیرہ کے تمام الفاظ وِلاَیۃ اور حاکم و حکومت کے لئے ہیں ۔

بلکہ تمام قریشی مترجمین نے جہاں جہاں ممکن ہوا وہاں ہر اس لفظ کے معنی بھی تبدیل کئے جو ۔و۔ل۔ی کے مادہ سے بنتا ہے تاکہ ولایۃِ علویہ پر پردے ڈالے جاسکیں ۔ لیکن ہم نے بھی ان پردوں کو ہٹانے اور حقیقی صورت حال کو سامنے لانے پر اپنا سارا زور لگا دیا ہے ۔ اور طرح طرح سے قریشی سازش کوطشت ازبام کرکے رکھ دیا چنانچہ یہاں پھر دکھاتے ہیں کہ علامہ اینڈ کمپنی جان بوجھ کر لفظ ’’یَتَوَلَّ‘‘ کے غلط معنی کرتی رہی ہے لہٰذا بطور نمونہ چند مقامات دیکھ کر ہماری تصدیق کریں ۔

(۶ ۔ د) وہ چند مقامات جہاں علامہ اینڈ کمپنی یَتَوَلَّ کے معنی ’’روگردانی‘‘ نہیں کرتی ۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۱) علامہ کا ترجمہ: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسایوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ ۔۔اور اگر تم (مومنین۔احسنؔ) میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس (مومن۔احسن) کا شمار بھی ان ہی (یہودونصارٰی۔احسنؔ) میں ہے ‘‘

(۱) يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ﴿۵۱﴾ (مائدہ ۵۱ / ۵)

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ یَتَوَلَّ کے وہی معنی ہیں جو لفظ اَولیاء کے معنی ہیں یا دوسرے الفاظ میں یَتَوَلَّ کے معنی کسی کو اپنا وَلِی بنانا ہوتے ہیں ۔ دوسری بات یہ نوٹ کرلیں کہ مومنین میں ایسے مومنین کی کثرت تھی جو یہودونصارٰی کو اپنا وَلِی بنانا چاہتے تھے جنہیں ولی بنانے کے جرم میں اسلام سے خارج اور یہودو نصارٰی میں داخل ہوجانے کی دھمکی دی گئی ہے ۔ یہاں یہ دیکھ کر آگے بڑھیں کہ علامہ نے اس آیت (۵۱ / ۵) میں بھی وَلِی، اَولیاء ، اور یَتَوَلَّ کے صحیح معنی نہیں کئے محض ’’رفیق‘‘ بنانا لکھ کر قاری کو ٹرخا دیا ہے ۔ چنانچہ ان کے قلم سے وَلِی اور اَولیاء کے معنی و مفاہیم سنیں ارشاد ہے کہ :

(۲) وَلِی و اَولیاء کے حقیقی معنی علامہ کی اپنی زبانی ۔

’’قرآن کریم کا تتبّع کرنے سے لفظ ’’وَلِی‘‘ کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں ۔

ا۔جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایات پر عمل کرے ، اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے (النساء، آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰۔ اعراف ۳ ، ۲۷ تا ۳۰) ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۸۰)

’’۲۔جس کی راہنمائی پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے (بقرہ ۲۵۷ بنی اسرائیل ۹۷ کہف ۱۷ ، ۵۰ ۔ الجاثیہ ۱۹) تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۸۰)

قارئین نوٹ کریں کہ علامہ نے اس سلسلے میں اور بھی کافی کچھ لکھا ہے (ایضاً صفحہ ۴۸۰)

مگر ہم یہاں رک کریہ بتاتے ہیں کہ علامہ کے ان دونوں بیانات سے وَلِی کے معنی ایک ایسا حاکم ہوتے ہیں جو منجانب اللہ معصوم راہنمائی کرتا ہو ، جس کی راہنمائی میں غلطی کا امکان نہ ہو اور جس کی اطاعت واجب ہو ۔ لہٰذا آیت زیر بحث (حدید ۲۴ / ۵۷) کے معنی خودبخود وہ ہو گئے جو ہم نے کئے ہیں ۔

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ

دیوے گا تم کو دو حصے ثواب کے رحمت اپنی سے اور کرے گا واسطے تمہارے نور کہ چلو گے

بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ

ساتھ اس کے اور بخشے گا واسطے تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تو کہ نہ جانیں اہل

الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ

کتاب یہ کہ نہیں قدرت رکھتے اوپر کسی چیز کے فضل خدا کے سے اور تحقیق فضل

بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۲۰

بیچ ہاتھ خدا کے ہے دیتا ہے اس کو جس کو چاہے اور اللہ صاحب فضل بڑے کا ہے

رحمت میں سے دو حصے دے گا اور تمہارے لئے ایک نورؔ مقرر کردے گا جس کے ساتھ تم چلا کروگے اور تمہیں تحفظ فراہم کردے گا اور اللہ تو تحفظ دینے والا رحیم ہے ہی۔ (۲۹) یہ اس لئے ضروری ہے کہ اہل کتاب کو بھی معلوم ہو جائے کہ کوئی بھی اللہ کے فضل وکرم پر ذاتی قدرت نہیں رکھتا ہے اور یہ کہ ہر فضل وکرم اللہ ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرتا ہے اور اللہ ہی عظیم الشان فضل والا ہے۔

(۲) وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْغَنِيُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿۲۴﴾ (الحدید: ۲۴ / ۵۷)
(۳) وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ﴿۵۶﴾ الخ (مائدہ ۵۶ / ۵)

(۲) "جنہوں نے ولی بنا رکھا ہے یا جو اپنی خود ساختہ ولایت کی اطاعت و پیروی کررہے ہیں اللہ یقیناً قابل حمد و ثنا اور ان لوگوں سے لاپرواہ ہے"
بہرحال آگے بڑھیں اور دوسرا مقام دیکھیں جہاں علامہ لفظ یَتَوَلَّ کے معنی روگردانی نہیں کرتے۔
(۳) علامہ کا ترجمہ: "جو اللہ اور اس کے رسوؐل کو اپنا رفیق بنالے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۸۲)
سابقہ تشریح کی رو سے ترجمہ یہ بھی غلط ہے۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ: "جو اللہ و رسوؐل کو اپنا واجب الاطاعت اور معصوم حاکم بنالے" رفیق تو خود عربی زبان کا لفظ ہے اور وَلِي یا یَتَوَلَّ سے اس کا کوئی رشتہ اور جوڑ نہیں ہے۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ لفظ رفیق کے کیا معنی ہیں اور یہ لفظ کہاں استعمال کرنا چاہیئے اور یہ بھی علامہ ہی کے قلم سے سن لیں:

اللہ لفظ رفیق کو ہمدرد ساتھی کے معنی میں بولتا ہے۔ "جو اللہ اور رسوؐل کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاؑ اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین کیسے اچھے ہیں یہ رفیق (وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿۶۹﴾ نساء ۶۹ / ۴) معلوم ہوا کہ وَلِي اور یَتَوَلَّ کے معنی رفیق وغیرہ کرنا بھی سازش ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ یہ ابلیسی گروہ آیت زیر بحث (۲۴ / ۵۷) میں یَتَوَلَّ کے معنی روگردانی کرنے کے بعد اب کس منہ سے اور کون سے قاعدے کی رو سے روگردانی چھوڑ کر اس کے معنی رفیق کر رہا ہے؟

(۴) وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿۲۳﴾ (التوبۃ: ۲۳ / ۹)

(۵) تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ﴿۸۰﴾ (مائدہ ۸۰ / ۵)

(۶) إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ (نحل ۹۹۔۱۰۰ / ۱۶)

(۷) وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ ﴿۲۰۵﴾ الخ (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

(۸) فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ؟ ﴿۲۲﴾ (محمدؐ ۲۲/۴۷)

(۴) علامہ کا ترجمہ: "تم میں سے جو کوئی ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے (توبہ ۲۳ / ۹)
علامہ سے دریافت کریں کہ یہاں یَتَوَلَّ کے معنی روگردانی کیوں نہ کئے؟ اور پھر وہ معنی کیوں نہ کئے جن کی لمبی چوڑی تفصیل جلد ۴ صفحہ ۴۸۰ پر کی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن سے کھیلنے میں علامہ سب سے بڑھ گئے۔
(۵) علامہ کا ترجمہ: "تم ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کے مقابلے میں) کفار کی حمایت و رفاقت کرتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۹۶)
(۶) "ابلیس کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان

لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا زور تو ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔(تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۵۷۱)

قارئین غور کریں کہ یہاں علامہ حق کے قریب قریب آگئے ہیں اور اب نہ صرف انہوں نے زیر بحث ترجمہ "روگردانی" کو چھوڑ دیا ہے بلکہ یہاں وہ "رفیق" سے بھی روگرداں ہوگئے ہیں۔

(۷) علامہ کا ترجمہ: "اور جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ۔۔۔۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

یہاں علامہ وَلِی اور یَتَوَلّٰی میں "اقتدارِ حکومت" کو شامل مانتے ہیں اور

(۸) علامہ کا ترجمہ: "اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کروگے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۲۶)

قارئین دیکھیں کہ یہاں علامہ تَوَلّٰی کا ترجمہ الٹے منہ پھرنا یعنی روگردانی ہی کرتے ہیں مگر اس ترجمہ پر یہ نوٹ بھی دیا ہے کہ:

علامہ کی تشریح: "اصل الفاظ ہیں اِن تَوَلَّیتُم۔ اِن کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے۔ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ "اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۲۶)

بس جناب ہم نے علامہ کے قلم سے ثابت کردیا کہ لفظ یَتَوَلَّ کا صحیح ترجمہ حاکم کی لفظ چاہتا تھا۔ اور اب ان تمام حوالوں اور تشریحات کے بعد زیر بحث آیت (۲۴ / ۵۷) کا صحیح ترجمہ یہ ماننا ہوگا کہ:

ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ وَيَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبُخۡلِۗ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡغَنِيُّ ٱلۡحَمِيدُ ﴿٢٤﴾ (الحدید: ۲۴ / ۵۷)

"جو مخصوص لوگ خود بھی اللہ ورسوؐل کی حکومت کے استحکام میں بخیلی کرتے ہیں اور باقی انسانوں کو بھی بخیلی کرنے کا حکم دیتے ہیں جو کوئی ان کی قائم کردہ حکومت و ولایت کی تائید کرتاہے اللہ ان سب سے لاپرواہ اور قابل حمد وثنا ہے۔"

قارئین یہ نوٹ کریں کہ قریشی حکومتوں کے پروپیگنڈے اور ان کے جاری کردہ اصول ترجمہ وتفسیر نے کس طرح تمام مترجمین کو اپنی گرفت میں لے رکھاہے کہ الفاظ کے حقیقی معنی دماغوں سے غائب ہوکر رہ گئے۔ اور چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے دستور ہی یہ ہوگیا کہ مصدری معنی کو ہاتھ نہ لگایا جائے اور جو کچھ سازشین نے کہہ دیا تھا اسی کونسل درنسل آگے بڑھایا جاتا رہے اور آج تو ماشاء اللہ شیعہ ترجمے ہوں یا سنی تراجم سب ایک دوسرے کی نقل ہیں اور اگر علامہ مودودی جیسے لوگوں نے تفہیم کے نام سے ہزاروں صفحات لکھے ہیں تو انہوں نے سابقہ ادوار کے تمام فریب سازوں کو مات کرکے رکھ دیا اور قرآن کا وہ تماشہ بنایا جو غیر مسلم بھی نہ بنا سکے تھے۔

۷۔ محبانِ آلِ محمدؐ نہ صرف تیروتلوار سے قتل ہوئے بلکہ زندگی بھرنشانۂ زبان ونظر بنائے جاتے رہے۔

رسوؐل اللہ کی قائم کردہ حکومت پر قبضہ رکھنے والی حکومتوں نے محبانِ آلِ محمدؐ پر جو مظالم کئے وہ مسلمانوں کی تاریخ میں تفصیل سے درج ہیں۔بربریت اوراستبداد کے اس دورمیں بھی اور بعد میں بھی ایسے دوستداران آلِ محمدؐ گزرے ہیں جوتیروتلوار و دار و رسن کے انتظاروخوف و ہراس کی یلغارمیں گھرے رہے۔ اور بظاہر اپنی موت سے انتقال کیا ایسے مرنے والے مومنین کے لئے آیت (۱۹ / ۵۷) بتاتی ہے کہ وہ حضراؑت شہدائے راہِ خدا اور نبوتؐ و رسالتؐ و امامتؑ اور ولایتؑ کے تصدیق کرنے والے تھے جنھوں نے ہرسانس خوف و خطر کے ماحول میں لی تھی وہ سب زندۂ جاوید ہیں۔

وہ تمام احادیث جن میں فرمایا گیاہے کہ:"جو بھی آل محمدؐ کی محبت پرمرتا ہے شہیدہوتاہے "وہ تمام احادیث اسی آیت (۱۹ / ۵۷) کی تشریحات وتفصیلات میں واردہوئی ہیں اورشہادت کا حقیقی سبب دشمنانِ آلِ محمدؐ کا وہ سلوک ہے جو دوستدارانِ آلِ محمدؐ کے ساتھ آج بھی زندگی کے ہرشعبہ میں جاری ہے اور انہیں فنا کر دینا چاہتاہے۔

سُوۡرَۃُ المُجَادلَۃ

سُوۡرَۃُ الۡمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ اثۡنَتَانِ وَ عِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً وَّ ثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں بائیس (۲۲) آیتیں اور تین (۳) رکوع ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا

تحقیق سنی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے بیچ خاوند اپنے کے

وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ

اور شکایت کرتی تھی طرف اللہ کی اور اللہ سنتا تھا جواب سوال تمہارا تحقیق اللہ

سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾ اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ

سننے والا دیکھنے والا ہے جو لوگ کہ ظہار کرتے ہیں تم میں سے بیبیوں اپنی سے

مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓیِٴۡ وَلَدۡنَہُمۡ ؕ وَ

نہیں ہو جاتیں وہ مائیں ان کی نہیں مائیں ان کی مگر جنہوں نے جنا ہے ان کو اور

اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ

تحقیق وہ البتہ کہتے ہیں نامعقول بات اور جھوٹ اور تحقیق اللہ البتہ معاف کرنے والا

(۱) یقیناً اللہ نے اس عورت کی باتیں سن لی ہیں جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں اصرار و تکرار کررہی تھی اور شکایت اللہ تک پہنچانا چاہتی تھی چنانچہ اللہ تم دونوں کا مکالمہ سنتا رہا یقیناً اللہ سننے والا اور حالات کو نظر میں رکھنے والا ہے ۔ (۲) تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے جان چھڑانے کے لئے انہیں ماں یا بہن وغیرہ کہہ ڈالتے ہیں اس کہنے سے ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ۔ ان کی مائیں تو صرف وہ عورتیں ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے یہ ان لوگوں کی نہایت ناپسندیدہ بات اور جبر و استحصال کا منصوبہ ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ نظر انداز کرنے والا اور

تشریحات سورۂ مجادلہ:

ا۔ قریشی مومنین کی اندرون خانہ حالت اور باہر حقیقی مومنین اور رسولؐ کے ساتھ رویہ

اس سورۂ کی پہلی ہی آیت قریشی مومنین کے اس سلوک کا نتیجہ بیان کر رہی ہے جو وہ ایمان لا چکنے کے بعد بھی اپنی ازواج کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ ان کے یہی مظالم تھے جن کی بنا پر تمام عرب کی عورتیں بکریوں اور بھیڑوں سے کم رتبہ رکھتی تھیں ۔ سرمایہ دار لوگ روپے سے اور افرادی قوت رکھنے والے تلوار کے زور سے عورتیں گھیرلاتے تھے اور ان کے ساتھ جیسا چاہتے تھے سلوک کرتے تھے چونکہ اسلام نے عورتوں کو برابر کی عزت و احترام عطا کیا تھا۔ اس لئے اب عورتیں اپنے شوہروں کی استبداد اور زیادتیوں کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے لگی تھیں ۔ چنانچہ اس سورہ میں قریشی طرز عمل اور اس کے خلاف اسلامی ضابطہ بیان کیا گیا ہے ۔ اور یہ فیصلہ کردیا گیا کہ محض منہ سے کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ جنم دینے والی عورت ہی آدمی کی ماں ہوتی ہے ۔ سزاؤں کا یہ ضابطہ دو باتیں ثابت کرتا ہے اوّل یہ کہ عورتوں کوستانے اور ناجائز فائدہ اٹھانے والے لوگ غرباء میں نہیں بلکہ امیروں میں ہوا کرتے تھے ۔ ساٹھ مساکین کو غریب آدمی کھانا کھلانے کی رقم کہاں سے لاتا ؟ ایک غلام آزاد کرنا بھی غریب لوگوں کی مالی استطاعت سے باہر تھا۔ یہ دونوں سزائیں ثابت کرتی ہیں کہ مجرم لوگ رئیس وسرمایہ دار لوگ ہوا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ عرب میں غلام گیری جاری تھی اوراللہ

غَفُوْرٌ ۝۲ وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

بخشنے والا ہے اور جو لوگ کہ ظہار کرتے ہیں بی بیوں اپنی سے اور پھر پھر جاتے ہیں

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

طرف اس چیز کی کہ کہا تھا پس آزاد کرنا ہے ایک گردن کا پہلے اس سے کہ

يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ

ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ نصیحت دیے جاتے ہو تم ساتھ اس کے اور اللہ تعالیٰ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم خبردار ہے پس جو کوئی نہ پاوے پس روزے ہیں

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

دو مہینے کے پے درپے پہلے اس سے کہ ہاتھ لگاویں پس جو کوئی نہ سکے

فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

پس کھانا کھلانا ہے ساٹھ فقیروں کو یہ اس واسطے ہے کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے

وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

اور رسولؐ اس کے اور یہ ہیں حدیں اللہ کی اور واسطے کافروں کے عذاب ہے

اَلِيْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

درد دینے والا تحقیق جو لوگ کہ خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور رسولؐ اس کے کا

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ

ہلاک کئے گئے جیسے ہلاک کئے گئے وہ لوگ کہ پہلے ان سے تھے اور تحقیق اتاریں ہم نے

اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵ ۚ يَوْمَ

نشانیاں ظاہر اور واسطے کافروں کے عذاب ہے رسوا کرنے والا جس دن کہ وہ

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

اٹھاوے گا ان کو اللہ سب کو پس خبر دے گا ان کو ساتھ اس چیز کے کہ کیا تھا

تحفظ فراہم کرنے والا ہے ۔(۳) اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے جان چھڑانے اور انہیں تنگ کرنے کے لئے ماں بہن وغیرہ کہہ کر پھر تعلقات قائم کرنا چاہیں تو انہیں ایک گردن کو غلامی سے آزاد کرانا ہو گا اس کے بعد وہ اپنی بیویوں کو چھو سکیں گے ۔ تمہیں وہ نصیحت کردی گئی ہے اور اللہ ان تمام حرکتوں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو ۔(۴) اور تم میں سے جو کوئی اس سزا کو پورا کرنے سے معذور ہو اسے لگاتار دو ماہ کے روزے رکھنا ہوں گے تب اپنی بیوی کو ہاتھ لگا سکے گا ۔ اور جسے روزے رکھنے کی استطاعت بھی نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا تب اس کی زوجہ حلال ہو گی ۔ وہ سزائیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ تم اللہ اور رسولؐ پر اپنا ایمان لانا ثابت کرو۔ اور اب یہ اللہ کی حد بندی ہے اور اس کو چھپانے والوں کے لئے ویسے بھی دردناک عذاب مقرر ہے ۔ (۵) یقیناً جو لوگ اللہ و رسولؐ کے بالمقابل عقل کی تیزی استعمال کر رہے ہیں ان کو اسی طرح پچھاڑ دیا جائے گا جس طرح ان لوگوں سے پہلے لوگوں کو پچھاڑا گیا تھا ۔ اور اس سلسلے کی ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں ۔ اور حق کو چھپانے والوں کے لئے حقیر و رسوا کرنے والا عذاب طے شدہ ہے۔ (۶) یعنی جس دن اللہ ان سب کو باز پرس کے لئے اٹھا کر کھڑا کرے گا ۔ چنانچہ ان کو ان کے تمام اعمال کی خبر دے گا جو وہ کرتے رہے تھے اللہ نے تمام اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے

اسے ختم کرنا چاہتا تھا ۔ جو آج تک ختم نہیں ہو سکی اس لئے کہ قریشی حکومتوں نے اسلام کے تمام اصول و قوانین کو اپنے سابقہ مذہب اور قومی رسومات کے تحفظ پر مرکوز کر دیا تھا۔ گویا اسلامی قوانین کو کفر کا محافظ بنالیا تھا چنانچہ علامہ مودودی کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں : ’’مسلمانوں کو پوری سختی کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اسلام کے بعد بھی جاہلیت کے طریقوں پر قائم رہنا اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑنا، یا ان کی پابندی سے انکار کرنا، یا ان کے مقابلہ میں

اور یہ انہیں بھول چکے ہیں اور اللہ تو ہر ہر چیز پر چشم دید گواہ ہے۔ (۷) کیا آپؐ نے اے نبیؐ عملاً نہیں دیکھ لیا ہے کہ بلا شبہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز کے ساتھ ہے اور کہیں بھی جہاں تین آدمی سرگوشی اور خفیہ باتیں کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ بھی چوتھا فرد ہوا کرتا ہے۔ پانچ شخصوں میں سرگوشیاں ہوں تو ان میں اللہ چھٹا فرد ہوتا ہے ۔ تعداد خواہ اس سے کم ہو یا زیادہ ہو جہاں بھی جتنے آدمی ہوتے ہیں اللہ ان سب کے ساتھ ہوتاہے ۔خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔ پھر اللہ ان کے تمام اعمال اور اقدامات کی ان کو قیامت کے روز خبر دے گا اور اللہ تو ہرہرچیز کے متعلق پورا پورا علم رکھتا ہے۔ (۸) کیا آپؐ نے ان لوگوں کے متعلق غور کرلیا ہے جنہیں سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا اور جو برابر اب تک ممنوعہ سرگوشیاں کئے جا رہے ہیں اور وہ سرگوشیاں محض سازش کے لئے کررہے ہیں اور ان کی پوری کوشش یہ ہے کہ وہ مومنین رسولؐ کے ساتھ زیادتیاں کریں اور رسولؐ کی نافرمانیوں کا نظام قائم کرلیں اور اے رسولؐ جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہیں سلام اور خطاب کرنے میں وہ طریقہ اپناتے ہیں جو اللہ نے کبھی اختیار اور پسند نہیں کیا ہے ۔ ساتھ ہی اپنے آپس میں کہتے ہیں کہ اگر ہمارا طرزِ عمل دین کے خلاف ہے تو اللہ نے ہمارے فیصلوں پر ہمیں عذاب کیوں نہ کیا؟

اَحۡصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوۡهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۝۶ ع

گن رکھا ہے اس کو اللہ نے اور بھول گئے تھے وہ اس کو اور اللہ اوپر ہر چیز کے شاہد ہے

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى

کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ

الۡاَرۡضِ ؕ مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ

زمین کے ہے نہیں ہوتی مصلحت تین شخص کی مگر وہ چوتھا ان کا ہے اور نہ پانچ کی

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَ لَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ

مگر وہ چھٹا ان کا ہے اور نہ کم اس سے اور نہ زیادہ مگر وہ ساتھ ان کے ہے

اَيۡنَ مَا كَانُوۡا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ

جہاں کہیں ہوویں پھر خبر دے گا ان کو اس چیز کی کہ کرتے ہیں دن قیامت کے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝۷ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ

تحقیق اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی کہ

نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰى ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ

منع کئے گئے ہیں مصلحت کرنے سے پھر کرتے ہیں وہ چیز کہ منع کئے گئے ہیں اس سے

وَ يَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ ۫ وَ اِذَا

اور مصلحت کرتے ہیں ساتھ گناہ کے اور تعدی کے اور نافرمانی پیغمبر کے اور جس وقت

جَآءُوۡكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ

آتے ہیں تیرے پاس دعا دیتے ہیں تجھ کو ساتھ چیز کے کہ نہیں دعا دی تجھ کو

بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوۡلُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ

ساتھ اس کے اللہ نے اور کہتے ہیں بیچ دلوں اپنے کے کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ

خود اپنی مرضی سے کچھ اور قاعدے اور قوانین بنا لینا، قطعی طور پر ایمان کے منافی حرکت ہے، جس کی سزا دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اس پر سخت بازپرس ہونی ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)

قارئین نوٹ کرلیں کہ علامہ کے حساب سے یہ سورۂ مجادلہ ۵ ھ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی نبوت کو اٹھارہ بیس سال گزر چکے تھے جب کہ قریشی مشین دھڑا دھڑ اجتہادی قوانین تیار کرکے مسلمانوں میں اندر ہی اندر پھیلا رہی تھی ۔

(ا ۔ الف) رسولؐ کے خلاف عین کھلے مجمعوں میں سازشی سرگوشیاں اور تین مخصوص مسلمانوں کا گروہ

آیات (۸۔۷ / ۵۸) میں اس قانون ساز مجتہد جماعت کی سازش کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کے سرگروہ تین صحابی تھے

چنانچہ ان کے حساب کے لئے جہنم طے شدہ جگہ ہے وہ جہنم میں بھُونے جائیں گے بڑا ہی برا انجام ہے ان کا ۔ (۹) اے صاحبان ایمان جب تمہیں سرگوشیاں کرنا ہی ہیں تو

بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

بسبب اس چیز کے کہ کہتے ہیں ہم کفایت ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ

پس بری ہے جگہ پھر جانے کی اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ مصلحت کرو تم

اور جن کے خلاف یہ سازش تھی وہ پانچؑ افراد تھے ۔اس پر علامہ بھی چونک کر لکھتے ہیں کہ :"سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں دو اور تین کے بجائے تین اور پانچ کا ذکر کس مصلحت سے کیا گیا ہے ؟ پہلے دو اور پھر چار کو کیوں چھوڑ دیا گیا ؟ مفسرین نے اس کے بہت سے جوابات دئے ہیں، مگر ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ طرزبیان دراصل قرآن مجید کی عبارت کے ادبی حسن کو برقرار رکھنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۵۸)
لیکن ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ :"قرآن کا ادبی حسن برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ یہاں تین کی تعداد اور پانچ کی تعداد سے ثلاثہ اینڈ کمپنی اور پنجتن پاک کو مستقل متحارب و متخالف راہنمایانِ دین کی حیثیت سے نمایاں کر دیا گیا ہے ۔ تاکہ روزِ قیامت تک دونوں کے پیرو الگ الگ متعین و مشخص رہتے چلے جائیں ۔ چنانچہ اُمت مسلمہ ادھر ابوبکر وعمر وعثمان کو اپنے راہنما مانتی ہے اور ادھر محمدؐ وعلیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ علیہم السلام راہنما مانے جاتے ہیں ۔ اور اللہ کو دونوں فریق شامل رکھتے ہیں۔" یہ تاریخی حقیقت ہے صرف ہماری مذہبی عقیدت نہیں ہے ۔ مذہب شیعہ اور سنی کا بچہ بچہ پنجتن اور اصحاب ثلاثہ سے نہ صرف نام بنام واقف ہے بلکہ ان کے دینی مقامات وحالات کا بھی اپنے اپنے یہاں مخصوص چرچا جاری رکھتاہے ۔ لہٰذا اللہ کو قرآن کے ادبی حسن کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو متعین و مشخص کرانا بھی مقصود تھا ۔ اور یہی ادبی حسن اور یہی ہندسے ہر جھگڑے اور ہر ناگوار اختلاف کو ظاہر کرنے کے لئے "تین پانچ کرنے" کی صورت میں بولے جاتے ہیں اور "تین پانچ" ہوتے ہوتے کسی ناگوارو ناپسندیدہ صورت حال میں الجھ جانا ہی "دوچار ہونا" کہاجاتا ہے ۔ چنانچہ مذکورہ بالا تین اور پانچ کے دینی تصورات کے نتیجے سے آج ساری اُمت "دو چار" ہے ۔ چونکہ چودہ سو سال سے تین یعنی ثلاثہ اینڈ کمپنی کا دین آزمایا جا رہا ہے اور باربار کثرت کے زور پر ثلاثہ ہی کے نظام کی اصلاح جاری ہے ۔ اور اس کے باربار ناکام ہوجانے اور نظام کفر سے پٹتے چلے آنے کے بعد بھی اسی پر قائم ہیں ۔ اور ہرگز مذہبِ پنج تنؑ کو اختیار کرنا نہیں چاہتے ۔ حالانکہ عقل اور شرع دونوں کا یہ تقاضا عہد رسولؐ سے آج تک جاری رہا ہے کہ باطل کو چھوڑ کر حق کو آزمایا جائے ۔ اس تعصب کی بناپر آج مسلمانوں کی کثرت کا مذہب دنیا میں گالی اور مذموم چیز بن کررہ گیاہے ۔ اس لئے اسلام کو ایک شکست خوردہ وناکام مذہب سمجھاجا رہا ہے ۔ حالانکہ اسلام پرعہد رسولؐ کے دور ہی سے عمل درآمد نہیں ہوا ہے ۔ حضورؐ کی قوم اپنے اجتہادی اسلام پر عمل کرکے قرآن کی تکذیب کرتی رہی (انعام ۶۶ / ۶) اور اجتہادی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے قرآن کی معنوی تحریف کرکے مسائل کو بدلتی رہی (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور اپنے تمام فیصلے اجتہادی یا طاغوتی ادارے سے کراتی رہی (نساء ۶۰ / ۴) اور آج تک کبھی خالص احکام خداوندی نافذ نہ کئے (مائدہ ۴۷ تا ۴۵ / ۵) اور یہ سب کچھ اور بہت کچھ ان کے لئے قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے ۔ اس کے باوجود انہیں مسلمان اور ان کے خود ساختہ نظام کو اسلام کہا جاتا رہاہے ۔ اس لئے کہ قرآن کو اس کے حقیقی معنی میں پیش نہ کرنا عہد رسولؐ ہی میں طے کرلیاتھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور ہر ہر آیت کا رخ اور مقصد بدلنے کے لئے ایک مصنوعی تاریخ تیار کر لی تھی اور قالَ قالَ کی دُم لگا کر اس تاریخ کو مقدس قرار دے دیا تھا ۔

۲۔ قریشی مومنین رسولؐ کے اسلامی تصورات کو غلط سمجھتے تھے اس لئے مخالف تھے۔ چنانچہ اللہ نے اسی سورۂ مجادلہ (۱۰ تا ۷ / ۵۸) میں قریشی مسلمانوں کی پوری سازش کا نقشہ کھینچ دیا ہے ۔ اور بتا دیا ہے کہ وہ رسولؐ کی بصیرت کو اللہ کی منشاء کے خلاف اور اپنے پنچائتی یا مجتہدانہ تصورات کو اللہ کی مرضی کے مطابق سمجھتے تھے۔ اور دلیل یہ دیتے تھے کہ اگر ہمارا طرزِعمل اللہ کا مخالف ہوتا تو ہم پر عذاب نازل ہو جاتا ۔ چونکہ عذاب نازل نہیں ہوتا لہٰذا ہم حق بجانب اور اسلام کی صحیح تنفیذ کررہے ہیں ۔

فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ

پس مت مصلحت کرو ساتھ گناہ کے اور تعدی کے اور نافرمانی رسولؐ کے اور مصلحت کرو

الرَّسُوۡلِ وَ تَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡہِ

ساتھ نیکی کاری کے اور پرہیز گاری کے اور ڈرو اللہ سے وہ جو طرف اس کی

تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا النَّجۡوٰی مِنَ الشَّیۡطٰنِ

اکٹھے کئے جاؤ گے سوائے اس کے نہیں کہ مصلحت کرنا شیطان سے ہے تو کہ

لِیَحۡزُنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَیۡسَ بِضَآرِّہِمۡ شَیۡئًا

غمگین کرے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں اور نہیں ضرر کرنے والا ان کو کچھ

اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ

مگر ساتھ حکم اللہ کے اور اوپر اللہ کے پس چاہیئے کہ توکل کریں ایمان والے اے لوگو جو

اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِیۡلَ لَکُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِی الۡمَجٰلِسِ

ایمان لائے ہو جس وقت کہ کہا جاوے واسطے تمہارے کشادگی کرو بیچ مجلسوں کے

فَافۡسَحُوۡا یَفۡسَحِ اللّٰہُ لَکُمۡ ۚ وَ اِذَا قِیۡلَ

پس کشادہ کردو کشادہ کردے گا اللہ واسطے تمہارے اور جس وقت کہا جاوے

کم از کم غلط کاریوں اور ظلم و زیادتی اور رسولؐ اللہ کی مخالفت کے لئے سرگوشیاں نہ کیاکرو اور ضروری ہو تو اپنی سرگوشیوں کو نیک و مفید کاموں اور دینی ذمہ داریوں میں تبدیل کردواور اللہ کے سامنے جوابدہی سے بچ کر رہا کرو۔ (۱۰)اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سرگوشیاں کرنا شیطانی اسکیم کا ایک حربہ ہے تاکہ وہ مومنین کو رنج پہنچا سکے اور اللہ کی مشیت کے بغیر یہ حربہ انہیں ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے اور مومنین لوگوں کے بجائے اللہ پر بھروسہ کیا کرتے ہیں۔ (۱۱) اے مومنین جب تم سے یہ کہا جائے کہ آنے والوں کے لئے جگہ میں کشادگی پیدا کرو یعنی خود ذرا سمٹ کر بیٹھ جاؤ تو سمٹ کر لوگوں کو جگہ دے دیا کرو نتیجہ میں اللہ تمہارے لئے کشادہ رویہ اختیار کرے گا۔ اور جب یہ کہا جائے کہ ذرا اٹھ کر آگے کھسک جاؤ تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

(۲۔ الف) قریشی مومنین کو منافق کہنا فریب ہے اس راہنما گروہ کو اکثر منافق کہہ کر بات کی تہہ تک پہنچنے سے روکا جاتا رہتا ہے اور اسی وجہ سے عہد رسولؐ کے سو فیصد مسلمانوں کو مقدس اور رضی اللہ عنہم بنا کر رکھ دیا ہے حالانکہ اللہ نے ان پر لعنت بھی کی ہے۔ ان کی کثرت کو دشمنان خدا و رسولؐ بھی قرار دیا ہے (آلِ عمران ۸۸ تا ۸۶ / ۳) لہٰذا قارئین دیکھیں کہ ان آیات میں یا اس سورہ میں اللہ نے کہیں بھی لفظ منافق ،منافقون یا منافقین استعمال نہیں کیا بلکہ اس سازشی گروہ کو مومن ہونے کی حیثیت میں مخاطب کیا بلکہ آیت (۹ / ۵۸) میں اے مومنین کہہ کر سازش اور رسولؐ کی نافرمانی سے منع کیا ہے۔ اور واضح کردیا ہے کہ وہ ایسے مومن تھے جو اللہ کی اطاعت کرتے تھے مگر رسولؐ کے خلاف نافرمانی کی اسکیم چلا رہے تھے یعنی وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ رسولؐ اللہ کی بے چوں و چرا ہر بات مانتے چلے جائیں۔ وہ رسولؐ کے مقابلہ میں دانشورانِ قوم کے متفقہ فیصلوں کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اسی طریقے کو مسلمانوں میں رائج کررہے تھے۔اور اسی طرزِ عمل کو اللہ نے رسولؐ کی مخالفت اور نافرمانی قرار دیا ہے۔ اور اس پر اصرار کرنے والوں کو باربار اسی سورہ میں اپنی ذہانت و فطانت کو رسولؐ کے خلاف استعمال کرنے والے قرار دیاہے (۲۰ ، ۵ / ۵۸) اور اسی مومن گروہ کو قیامت میں مواخذہ دار قرار دیا ہے (۱۸ ، ۶ / ۵۸) اسی گروہ کو شیطان کے تیار کردہ مومن بتایا ہے (۱۹ / ۵۸) اور ان کے اختیار کردہ اسلام کو باطل قراردیا ہے۔ اور خالص مومنین ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو اسلام کے مسائل میں اپنے آباؤ اجداد اور اولاد و بھائی بندوں اور قبیلے کے بڑے لوگوں کی رائے اور مصلحتوں کو دخل نہیں دیتے۔(۲۲ / ۵۸) لہٰذا وہ دانشور گروہ جس اسلام پر عمل کرتا تھا اس میں ذاتی و جماعتی مصالح و مشورے دین کی بنیاد تھے۔ اور اسی کو اجتہادی اسلام کہا گیا ہے۔

۳۔ علامہ اینڈ کمپنی مسائل بیان نہیں کرتی بلکہ منشائے خداوندی کو الٹ کر الٹا اسلام رائج کررہی ہے۔ علامہ اور دیگر

اُنْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو بلند کرے گا اللہ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں

مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا

تم میں سے اور ان لوگوں کو کہ دئے گئے ہیں علم درجے اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ

کرتے ہو تم خبردار ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ مصلحت کرنے آؤ تم

الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ

پیغمبرؐ سے پس کرلو آگے مصلحت کرنے سے کچھ خیرات یہ بہت بہتر ہے واسطے تمہارے

وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ

اور بہت پاکیزہ ہے پس اگر نہ پاؤ تم پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا ڈر گئے تم

اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا

یہ کہ آگے بھیجو تم مصلحت کرنے اپنے سے خیرات پس جس وقت نہ کیا تم نے

وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

اور پھر آیا اللہ اوپر تمہارے پس قائم رکھو نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور فرمانبرداری کرو اللہ

تم میں سے جو لوگ ان اخلاقی ضروریات کو مان لیں گے اللہ ان کو بلندی دے گا اور جو لوگ اللہ سے علم یافتہ ہیں ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ تمہاری تمام کارستانیوں اور اقدامات سے خبردار ہے (۱۲) اے مومنین جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرنا چاہو تو سرگوشی سے پہلے ہی ہمارے احکامات کی خلاف ورزی کے نتیجے سے بچنے کے لئے بطور تاوان کچھ صدقہ کی رقم خرچ کر دیا کرو۔ تمہارے حق میں یہ تاوان بہتری اور پاکیزگی کی فضا پیدا کرے گا۔ لیکن اگر تم کو استطاعت نہ ہو اور تم سرگوشی سے باز رہو تو یقیناً اللہ غفور اور رحیم ہے۔(۱۳) سرگوشی سے پہلے تاوان اداکرنے کی شرط سن کر کیا تمہاری اسکیم میں پنکچر ہو گیا ہے ؟ چلو چھوڑو اگر تم نے سرگوشیاں اسی وجہ سے نہ کیں اور خلاف ورزی کا تاوان بھی ادا نہ کیا تو سنو کہ اللہ پھر تمہاری اصلاح پر متوجہ ہو گیا لہٰذا تم وہی نمازیں قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو

اجتہادی ادارے آیات کو نچوڑ نچوڑ کر وہ عرق نکالتے چلے آئے ہیں جس سے ان کی شریعت کی محفل گرم رہتی چلی جائے۔ اور نچوڑی ہوئی آیات کی صحیح صورت کچلنے سے بدل کررہ جائے ۔ اور ہر پڑھنے والا چپ چاپ اس خودساختہ شریعت کے آگے سرجھکاتا چلا جائے ۔ لیکن ہم اس مسائل بازی اور شریعت سازی کو حرام سمجھتے ہیں اس لئے کہ جب تک منشائے خدا و رسولؐ سمجھ میں نہ آجائے مسائل میں عمل کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا ۔ قارئین سرگوشی کے متعلق تمام آیات(۱۰تا۸ /۵۸) اور (۱۳ تا ۱۲ / ۵۸) کو دیکھ جائیں اور فیصلہ کریں کہ: ’’کیا ان پانچ آیات میں اللہ کا منشاء ومقصد یہ ہے کہ سرگوشیاں مسلمانوں میں برابر جاری رہیں ؟‘‘ اگر اللہ سرگوشیاں جاری رکھنا چاہتا تھا تو علامہ اینڈ کمپنی کے بیان کردہ مسائل ضروری بھی تھے اور مفید بھی ۔ لیکن اگر اللہ سرگوشیاں بند کرنا چاہتا تھا ؟ تو ہمارے قائم کردہ عنوان کے مطابق علامہ اینڈ کمپنی منشائے خداوندی کو ضائع اور برباد کرتی رہی ہے ۔ لہٰذا قارئین سوچیں کہ اللہ نے سرگوشیوں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ : ’’سرگوشیوں کی پوزیشن اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں کہ یہ شیطان کا ایسا حربہ ہیں جن سے شیطان یہ چاہتا ہے کہ حقیقی اہل ایمان کو غم و حزن و ملال میں مبتلا رکھے ‘‘(۱۰ / ۵۸)

اس اعلان کے بعد ہر قسم کی سرگوشی حرام ، منع اور ابلیس کی اطاعت اور اہل ایمان اور خدا و رسولؐ کی مخالفت سمجھی جانا چاہیئے تھی اور بس، لہٰذا علامہ کے مسائل ابلیسی نمائندگی کی ذیل میں داخل ہوگئے اور بس اتنا سمجھ لینا اور آئندہ سرگوشیاں کرنا بند ہوجانا چاہیئے تھا ۔ مگر سرگوشیاں جاری رہیں یعنی اللہ و رسولؐ کے مخالف موجودرہے اور مخالفت جاری رہی ۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ یکلخت توڑ پھوڑ کے بجائے عارضی طور پرنرم پالیسی اختیارکرتا ہے تاکہ قریش کے سیاسی مغالطوں کو سمجھنے کا موقع ملے اور جہلا سمجھ بوجھ کراس شیطانی یا مجتہدانہ پالیسی کو حرام سمجھ کرچھوڑ دیں۔ ایسی واضح آیات (۱۰ / ۵۸) کی موجودگی میں بھی سرگوشیاں حلال اور ان پر عمل جاری رہا۔ یہ اسلام کو الٹا کرجاری رکھنے کے سوا اور کچھ نہیں کہلا سکتا۔

وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

اور رسولؐ اس کے کی اور اللہ خبردار ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا

کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی کہ دوستی کرتے ہیں اس قوم سے کہ

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ

غصے ہوا اللہ اوپر ان کے نہیں ہیں وہ تم میں سے اور نہ ان میں سے اور

وَ یَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

قسم کھاتے ہیں اوپر جھوٹ کے اور وہ جانتے ہیں تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے

عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا

عذاب سخت تحقیق وہ بُرا ہے جو کچھ کہ ہیں کرتے پکڑا ہے انہوں نے

اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ

قسموں اپنی کو ڈھال پس بند کرتے ہیں راہ خدا کے سے پس واسطے ان کے عذاب ہے

مُّهِیْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ

رسوا کرنے والا ہرگز نہ کفایت کرے گا ان سے مال ان کا اور نہ اولاد ان کی

اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو یوں تو اللہ تمہاری نمازوں، زکاتوں اور اطاعت وغیرہ سے اور تمہارے پورے طرز عمل سے خبردار و ہوشیار ہے۔ (۱۴) اے نبیؐ کیا آپؐ نے ان لوگوں کو بھی دیکھ اور سمجھ لیا ہے جو اللہ کی مغضوب قوم کی ولایت وحکومت کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ لوگ تمہاری حکومت کو نہیں مانتے یعنی تم میں سے نہیں نہ وہ مخالف گروہ کے لوگ ہیں وہ تو اس جھوٹ کا یقین دلانے کے لئے حلفیہ بیان دیتے رہتے ہیں کہ وہ تم میں سے اور حقیقی مومنین ہیں (۱۵)ان کے لئے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یقیناً بہت ناہنجار ہیں وہ کام جو وہ لوگ کر رہے ہیں۔ (۱۶) انہوں نے اپنے دہنے ہاتھوں سے کئے ہوئے معاہدوں کو آڑ بنا رکھا ہے اور وہ لوگوں کو حقیقی اسلام تک پہنچنے سے روک کر قومی مقلد بنا رہے ہیں چنانچہ ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ (۱۷) ان کو اللہ کے مواخذہ سے نہ ان کا مال ہی بچائے گا نہ ان کی اولاد مدد کرسکے گی

(۳۔ الف) محمدؐ مصطفیٰ کی تعلیمات کو پیچھے کی طرف دوڑا دیا گیا حقیقی تعلیم چھپا دی گئی۔ اور یہ شریعت سازی کی ریل پیل، مسائل میں اختلاف اور اختلافات کے حل کی گہما گہمی میں لوگ یہ بھول گئے کہ یہ ہزاروں سال پہلے کے بیان کردہ معاملات قرآن میں کیوں زیر بحث آئے ہیں؟ یہ نماز یہ روزے، یہ ہاتھ منہ دھونے اور نہانے کے مسائل یہ گھروں میں دروازوں سے آنے اور محفل میں لوگوں کو جگہ دینے، ماں بہن سے نکاح نہ کرنے کے مسائل ہزاروں سال پہلے انبیا علیہم السلام نے بیان کئے اور اُمتوں نے ان پر عمل کیا ساری نوع انسان میں وہ تمام اخلاق پھیل گئے عربی معاشرہ کا بچہ بچہ ان تمام مسائل کو جانتا تھا۔ انہیں ہر حرام اور ہر حلال پر اطلاع تھی وہ ہر اچھی بات اور بری بات پر مطلع تھے وہ جانتے تھے کہ سود و شراب حرام ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ پاک کیا ہے اور ناپاک کیا ہے۔ انہیں پتہ تھا کہ غیبت اور چغلخوری اور جھوٹ بدترین و مذموم اعمال ہیں ساري مجتہدانہ شریعت کو اٹھا کر دیکھیں کہ اس بکواس میں ایک بات بھی ایسی نہ ملے گی جس سے نوع انسان سوفیصد ناواقف تھی پھر یہ شریعت سازی کا ہنگامہ کیوں کھڑا کیا گیا۔ کیوں برساتی مینڈکوں کی طرح لاکھوں فقیہ مجتہد اور محدث نکل پڑے اور ایک اسلام کے سینکڑوں اسلام بنا ڈالے؟ اور کیوں اس نبوّت اور امامتِ عظمیٰ کو الٹے پاؤں ہزاروں سال پیچھے ہٹا دیا؟ صرف اس لئے نا؟ کہ نبوّت و امامتؐ پر قوم کے دانشوروں کا قبضہ برقرار رہ سکے اور اُمت کو گھسے پٹے مسائل میں الجھا کر یہ دکھایا جائے کہ اسلامی تعلیمات پر زور و شور سے عمل ہو رہا ہے؟ استنجے پر تحقیق و ریسرچ ہو رہی ہے۔ حیض کی مقدار اور رنگ پر موشگافیاں جاری ہیں داڑھی کی لمبائی اور پائجامہ کی ٹخنے سے اونچائی پر غورو خوض ہو رہا ہے قارئین یاد رکھیں کہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ عموماً اور تعلیماتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی ہمہ گیری کے خلاف خصوصاً سازش کی گئی اور اس سازش کے خلاف بولنے والوں کا دن رات انفرادی و اجتماعی طور پر قلع قمع کیا گیا ساری

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا
عذاب اللہ کے سے کچھ یہ لوگ ہیں رہنے والے آگ کے وہ بیچ اس کے
خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ
ہمیش رہنے والے ہیں جس دن اٹھاوے گا ان کو اللہ سب کو پس قسمیں کھاویں گے
لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ
واسطے اس کے جیسا قسمیں کھاتے ہیں واسطے تمہارے اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ
اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۸ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ
اوپر کسی چیز کے ہیں خبردار ہو کہ تحقیق وہی ہیں جھوٹے غالب آیا ہے اوپر ان کے
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ
شیطان پس بھلا دی ان کو یاد خدا کی یہ لوگ گروہ شیطان کے ہیں خبردار ہو تحقیق
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ
گروہ شیطان کے وہی ہیں زیاں پانے والے تحقیق جو لوگ کہ مقابلہ کرتے ہیں اللہ کا
وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ
اور رسولؐ اس کے کا یہ لوگ ہیں بیچ بہت ذلیل ہونے والوں کے لکھ رکھا ہے خدا نے
لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱ لَا تَجِدُ
البتہ غالب آوں گا میں اور پیغمبرؑ میرے تحقیق اللہ غالب ہے عزت والا نہ پاوے گا تو
قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ
کسی قوم کو کہ ایمان لاتے ہوں ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے دوستی کریں اس شخص سے
مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ
کہ مقابلہ کرتا ہے اللہ کا اور رسولؐ اس کے کا اگرچہ ہوں باپ ان کے یا بیٹے ان کے

وہ سب ناری صحابہ ہیں اور انہیں ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔ (۱۸) اس روز سے جس دن اللہ ان سب کو باز پرس کے لئے زندہ کرے گا۔ چنانچہ جس طرح وہ آج کل اپنے عقائد کے حقیقی اسلامی ہونے پر تمہارے روبرو حلفیہ بیان دیتے ہیں اسی طرح وہ اللہ کے روبرو بھی باز پرس کے دوران حلفیہ طور پر اپنے حقیقی مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے وہ اپنے مجتہدانہ حساب سے خود ہی کو حقیقی دین اسلام پر سمجھتے ہیں۔ خبردار ہو کر سنو کہ درحقیقت وہ اس مجتہدانہ حساب میں جھوٹے ہیں۔ (۱۹) ہوا یہ ہے کہ ابلیس نے انہیں مجتہدانہ اسلام پر جما دیا ہے اور اسی لئے وہ ذکرِ اللہ کو نظر انداز کرکے خود آگے بڑھ گئے ہیں اور خبردار رہ کر سن لو کہ وہ ابلیس کا گروہ ہیں اور یہ کہ ابلیس کے گروہ والے ہی نقصان میں رہیں گے۔ (۲۰) یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابل فرقہ واریت کے لئے زبان کی تیزی و تاثیر استعمال کرتے ہیں وہی بہت ذلیل ہونے والے ہیں (۲۱) اس لئے کہ اللہ نے یہ تحریری فیصلہ کردیا ہے کہ میں اور میرے رسولؐ یقیناً غالب رہنے والے ہیں اور حقیقتاً اللہ ہی قوی اور ہر حال میں غالب رہنے والا ہے۔ (۲۲) اے نبیؐ آپ (قریش کے علاوہ) کسی قوم کو کبھی ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ اللہ پر اور آخرت پر ایمان بھی رکھتے ہوں اور ساتھ ہی ان لوگوں کی مودت اور محبت و اطاعت میں بھی مبتلا ہوں جو اللہ و رسولؐ

دنیا پر فوج کشی اور قتل و غارت کرکے یہ منوا لیا گیا کہ اسلام کی تعلیمات صرف اسی قدر ہیں جو ثلاثہ اینڈ کمپنی نے بتائی ہیں۔ لہٰذا ہم نے اپنی تشریحات میں اس نام نہاد شریعت سے کوئی تعلق نہیں رکھا اور پہلا نمبر ہی اس عربی سازش کو دیا جو انہوں نے حکومت الٰہیہ کو قومی حکومت میں تبدیل کرنے کے لئے کی تھی۔ اور اس کے تمام ہتھکنڈے اور حربے بیان کئے تاکہ اللہ کی اس آیت کا منشا سامنے آجائے جس میں یہ فرمایا تھا کہ:
وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (زخرف ۴۴ / ۴۳) "یقیناً یہ پورا قرآن تمہارا اور تمہاری قوم کا آپس کا سلوک بیان کرتا ہے اے قوم رسولؐ تم سے جلد ہی باز پرس ہونے والی ہے۔" اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم نے اس ناہنجار و دشمن خدا و رسولؐ قوم کو قرآن کریم کے آئینے میں برہنہ پیش کیا ہے۔ ان کی چودہ ۱۴۰۰ سو سال میں تیار ہوتی چلی آنے

کے مقابلہ میں زبان آوری اور پروپیگنڈا
کررہے ہوں خواہ ایسے مخالف ان کے
اپنے باپ دادا ہوں یا ان کی اولاد و بیٹے
ہوں یا ان کے بھائی بندہوں یا ایک چنیدہ
جماعت کے افراد ہوں، ایسے حقیقی مومن
ہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے دلوں
میں روز ازل سے ایمان لکھا ہواہے اور
جن کی تائید روحِ خداوندی کرتی چلی آرہی
ہے اور داخلہ دے گا ان ہی کو جنتوں
میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جہاں
وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی رہا
ہے اور وہ اللہ سے خوش رہتے آئے ہیں۔
وہی گروہ خداوندی ہیں اور خبردار رہو
کہ خدا کا گروہ ہی کامیاب ہوا کرتا ہے۔

اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

یا بھائی ان کے یا کنبہ ان کا یہ لوگ لکھ دیا ہے اللہ نے بیچ دلوں ان کے کے ایمان

وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ

اور قوت دی ہے ان کو ساتھ روح کے اپنی طرف سے اور داخل کرے گا ان کو

جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

بہشتوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ ان کے

رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ

راضی ہوا اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اور راضی ہوئے وہ اس سے یہ لوگ

حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ہیں گروہ خدا کے خبردار ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہی ہیں فلاح پانے والے

والی تہہ در تہہ نقاب کو ہم نے نوچ کر پھینک دیا ہے۔ یہی وہ کام تھا جو کوئی شیعہ مترجم یا مفسر نہ کرسکا نہ کسی سنی نے کیا نہ کسی غیر مسلم کی ہمت ہوئی اس لئے ہم نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ رہ گئے عبادات و معاملات کے مسائل وہ احادیث میں مفصل موجود ہیں صرف قرآن سے ان کی مطابقت دکھانا ہے جو چند ماہ کا کام ہے اور یہ کام کوئی بھی پرخلوص طالب علم انجام دے سکتا ہے۔ نظام اجتہاد کے خیالی، ظنی و قیاسی مسائل پر عمل ہمارے مذہب شیعہ میں بھی حرام ہے اور اہل سنت محدثین کے یہاں بھی اجتہاد حرام ہے۔

(۳۔ ب) عہدِ رسولؐ میں بھی اور آج بھی مسلمانوں کے دو قطعاً متخالف و متحارب فرقے موجود رہے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ نظام اجتہاد کا بانی اور اوّلین و ازلی سربراہ ابلیس تھا اور آج موجود ہے اور یہ کہ اس نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرتؐ خاتم تک تمام انبیا علیہم السلام کے خلاف انسانوں کا ایک محاذ بنائے رکھا۔ یہی محاذ تھا جو اعلانِ نبوت کے پہلے سے منتظر چلا آرہا تھا۔ باقی اُمتوں اور اقوام کی طرح انہیں بھی آنحضرتؐ کی بعثت کی پیشینگوئیاں اور خاندانِ نبوت معلوم تھا چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے ہی دوچار لیڈرانِ قوم حضورؐ کے چاروں طرف نگرانی کررہے تھے۔ اور اعلان کے بعد فطری تدریج کے ساتھ ایمان لاکر چمٹ گئے اور آپؐ کے چاروں طرف ایک حلقہ بنالیا اور روزمرہ اس حلقے میں اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ اپنی پوری قوم کو اپنی اسلامی فکر میں لپیٹ کر انہیں اپنی قومی پالیسی سے روشناس کرایا اور قوم کو اسلامی نقاب پہن لینے کی تاکید کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر آیت (۱۴ / ۵۸) میں ہوا ہے اور جن کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ غیر مسلم دشمن لوگوں میں سے نہیں ہیں اور نہ وہ حقیقی سو فیصد مسلم ہیں، اور نہ وہ چند روز کے لئے آئے ہوئے جاسوس یا منافق تھے۔ بلکہ وہ اسلام کو اپنے مجتہدانہ طریقے پر اختیار کرنے والے مستقل مسلمان اور مومن تھے۔ جنہوں نے اپنی قومی ولایت و حکومت بنا رکھی تھی (۱۴ / ۵۸) اور یہ پوری قوم تکذیبِ قرآن کرنے (انعام ۶۶ / ۶) اور قرآن کو مہجور کرنے، قومی راہنماؤں کے ماتحت قرآن کو لانے (فرقان ۳۰ / ۲۵) کی بنا پر مغضوب تھی۔ اسی قوم کے چرب زبان اور شعلہ بیان دانشوران قوم ہی کے لئے آیات (۲۰ اور ۵ / ۵۸) نازل ہوئیں وہی حقیقی اسلام سے لوگوں کو مجتہدانہ اسلام پر لگایا کرتے تھے (۱۶ / ۵۸) ان ہی کو عذاب دیئے جانے کی اطلاع بار بار دی ہے (۱۶،۱۵،۱۴،۸،۷ / ۵۸) اور ان ہی کے لئے یہ طے کیا گیا کہ دنیا میں ان کو آزاد رکھا جائے اور تمام سزا و عذاب دوبارہ زندہ کرنے کے بعد دیا جائے گا (۱۸، ۶ / ۵۸) وہی ابلیسی

گروہ تھا اسی نے ذکر اللہ علیہ السلام کو نظر انداز کرکے اپنی حکومت بنائی تھی (۱۹ / ۵۸) اور اس پوری سورۃ میں یہی گروہ بطورِ ہیرو مذکور ہوا ہے ۔ ان ہی کا مسلمان سربراہ اور عظیم لیڈر رسولؐ اللہ کو اپنے خودفہمیدہ اسلام کی حقانیت اور عملی پالیسی پر حیران کن لکچر دیا کرتا تھا اور خدا کو گواہ قرار دے کریقین دلایا کرتا تھا کہ جو کچھ وہ سمجھا ہے وہی اللہ کا حقیقی مقصد اور اسلام کی صحیح صورت ہے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور اسی کے تیار کردہ لیڈرحلفیہ بیانات میں مسلمانوں کو یقین دلایا کرتے تھے کہ وہی لوگ اسلام کی حقیقت کو سمجھے ہیں اور قیامت میں بھی اللہ کے روبرو اپنے پُریقین ہونے اور سو فیصد اسلام پر ہونے کا حلفیہ اعلان کریں گے (۱۸ / ۵۸) اور وہی لوگ خود کو سو فیصد حقیقی عقائد والا مومن اور نیکو کار سمجھتے تھے (۱۸ / ۵۸) لیکن اس سب کے باوجود اللہ نے انہیں کاذب اور حزب الشیطان فرمایاہے (۱۹۔۱۸ / ۵۸) اور آج بھی وہ مسلمان اپنے راہنماؤں کو خاطی مانتے ہوئے ان کی خطائیں گنواتے ہوئے بھی خود کو حقیقی مسلمان، سنت رسولؐ پر قائم اور جنتی سمجھتے ہیں حالانکہ جنتی گروہ عہد رسولؐ میں بھی واضح و نمایاں پوزیشن رکھتا تھا ۔(۱۲ / ۵۸) اور ان کے راہنماً بھی وہ حضراتؑ ہیں جن کے دلوں میں روز ازّل سے ایمان (۱۲ / ۵۸) اور قرآن (عنکبوت ۴۹ / ۲۹) ثبت چلا آ رہا ہے۔ اور ازلی و ابدی عالم اور بلند درجات رکھتے ہیں (۱۱ / ۵۸) یہ تھے وہ دونوں متخالف و متحارب مسلمانوں کے فرقے اور یہ تھے ان دونوں کے راہنما حضرات ۔

۴۔ یہ سورۂ بھی رجعت کے ذکر سے خالی نہ رہی مال و اولاد کا وجود:

جہاں سے ہم نے مسئلہ رجعت پر بیانات شروع کئے ہیں وہاں سے اب تک کوئی سورۃ ایسی نہیں گزری جس میں اللہ نے مسئلہ رجعت کا تذکرہ نہ کیا ہو۔ چنانچہ یہاں آیت (۱۷ / ۵۸) میں بھی ایک جملہ زمانہ رجعت کے سلسلے میں فرما دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

"ان کے اموال اور ان کی اولاد انہیں اللہ سے مستغنی نہیں کر سکیں گے "اور آخرکار"وہ ناری صحابہ ہیں اور ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔"

اس قسم کی سینکڑوں آیات قرآن میں موجود ہیں اور ان سب کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ مواخذہ کے لئے زندہ کرے گا تو نہ احباب اور رشتہ دار کام آئیں گے نہ کوئی سفارشی مدد کرسکے گا نہ کسی جرم کے بدلہ میں کچھ معاوضہ لیا جائے گا ۔ نہ کوئی ناصرو مددگار ہی مدد کر سکے گا ۔ اور ایسی تمام آیات سے عام شیعہ سنی مترجمین اور مفسرین جو کچھ سمجھے ہیں وہ ناسمجھی کے برابر ہے ۔اس لئے انہوں نے یہ طے نہیں کیا کہ اس قسم کی آیتوں میں مواخذہ کے دوران ان مواخذہ داروں کا مال و اولاد ، اور ناصرومددگار و شفیع وغیرہ وہاں موجود ہوں گے یا نہیں؟ اور یہ کہ اگر موجود نہ ہوں گے تو یہ کہنا سو فیصد غلط ہے کہ اس روز ان کے اموال و اولاد کام نہ آئیں گے ۔ اس لئے کہ جب ایک چیزموجود ہی نہیں تو کام کیسے آ سکتی ہے۔ اور اللہ کا کلام مہمل و بے محل نہیں ہو سکتا یہ بات تب صحیح ہے جب کہ تمام اموال و اسباب و وسائل اور ہمدردوعزیز و اقربا موجود ہوں اور یہ موقع و اختیارموجود ہو کہ اپنے متعلق ہرچیز سے مدد لی جا سکے اور کوئی مدد نہ کرسکے اور کچھ کام نہ آسکے لہٰذا ہم نے عرض کردیا ہے کہ مجرمین کو مع ان کے مال و اسباب ضبط کرکے مستحقین کو دے دیا جائے گا ۔ اور دکھایا جائے گا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی تعلیمات غالب ہیں (۲۱ / ۵۸) اور دنیا کی مغلوبیت اس لئے تھی کہ دشمنان دین کی ہرخباثت ہرظلم اور ہر قوت استعمال ہوجائے تاکہ اتمام حجت کے بعد انہیں رجعت میں سزا دے کر جہنم میں داخل کیا جائے ۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ اَرْبَعٌ وَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چوبیس (۲۴) آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے ‖ شروع کرتا ہوں ساتھ میں نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ

پاکی بیان کرتا ہے واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وہی ہے غالب حکمت والا وہی ہے جس نے نکال دیا ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے ہیں

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ

اہل کتاب سے گھروں ان کے سے اوّل بار اکٹھے کرنے میں نہ گمان کرتے تھے تم

اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ

یہ کہ نکل جاویں گے اور گمان کرتے تھے وہ کہ بچا لیویں گے ان کو قلعے ان کے

حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۙ

عذاب خدا کے سے پس آیا ان پر عذاب خدا کا اس جگہ سے کہ نہ جانا تھا انہوں نے

وقف النبی علیہ السلام

(۱) اللہ ہی کی حمد وثنا اور ہمہ گیری کا اعلان کرتے رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں یا زمین میں کہیں بھی ہیں ۔ (۲) وہی وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو ان کے شہروں سے خارج کردیا جو حق پوشی پر کاربند تھے اور یہ پہلے نمبر کا حشر تھا ۔ اے مسلمانو تمہارا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ وہ لوگ وہاں سے نکالے جاسکیں گے اور نہ ہی وہ سمجھتے تھے کہ انہیں ان کے ان محفوظ قلعوں میں سے کوئی نکال سکے گا۔ یوں وہ اللہ سے محفوظ رہنے میں پُریقین رہتے رہے مگر ان پر اللہ بصورتِ محمدؐ ایسے انداز میں آیا جس کا ان کو وہم تک بھی نہ ہوا تھا

تشریحات سورۂ حشر:

ا۔ کافر اور کفر کی عملی صورت جس طرح یہود و نصارٰی کے لئے ثابت ہے وہی مسلمانوں کے حق میں بھی صحیح ہے ۔

قرآن کی رو سے بھی اور مشاہدے اور تجربے کی رو سے بھی تمام عیسائی اور یہودی اور باقی اہل کتاب بھی منکرین اسلام میں شمار نہیں ہیں ۔ ان کے ساتھ معاشرت اور شادی بیاہ تک جائز ہے (مائدہ ۵ / ۵) با مذہب اور نیک عیسائیوں کو کافروں اور منکروں اور مشرکوں میں شمار کرنا غلط و باطل ہے ۔ رہ گیا ذاتی عمل درآمد تو وہ ہر مذہب کے لوگوں کا الگ الگ ہے ۔ جس طرح عیسائیوں اور یہودیوں میں مشرک و کافرو منافق ہو سکتے ہیں اسی طرح مسلمانوں میں بھی مشرک ومنافق و کافر رہتے چلے آئے ہیں ۔ چنانچہ آیت (۲ / ۵۹) میں یہود و نصارٰی کے ان یہودیوں اور عیسائیوں کا تذکرہ ہوا ہے جو حقائق کو چھپانے پر مصر تھے ۔ لیکن قریشی اسکیم کے ماتحت انہیں کافر بمعنی منکرِ خداوندی لکھا ہے تاکہ ان کے قریشی مومنین کا کفر پوشیدہ رہ کر کسی اور کے سر لگایا جاسکے۔

۲۔ مدینہ میں یہود اور یہودی مذہب کب آئے ؟ علامہ اینڈ کمپنی تاریخ میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہی ہے ۔

علامہ اینڈ کمپنی بہت کچھ لکھنے اور تاریخ کی الٹی سیدھی ورق گردانی کے بعد آخر یہ بتانے سے قاصر رہ گئی کہ مدینہ میں بنی اسرائیل یا یہود اور یہودی مذہب کی ابتدا کب ہوئی ؟ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت عیسوؑ اپنے بھائی حضرت یعقوبؑ سے

وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ

اور ڈال دیا بیچ دلوں ان کے کے رعب خراب کرتے ہیں گھر اپنے

بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾

ساتھ ہاتھوں اپنے کے اور ہاتھوں مسلمانوں کے پس عبرت پکڑو اے آنکھوں والو

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ

اور اگر نہ ہوتا یہ کہ لکھ رکھا تھا اللہ نے اوپر ان کے جلاوطن کرنا البتہ عذاب کرتا ان کو

فِي الدُّنْيَا ۖ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

بیچ دنیا کے اور واسطے ان کے لئے بیچ آخرت کے عذاب آگ کا یہ بسبب اس کے ہے کہ

شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ

انہوں نے مخالفت کی خدا کی اور رسولؐ اس کے کی اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ کی

اور اس طرح ان کے دلوں کو رعب و حیرانی سے بھر دیا ایسا کہ وہ خود بھی اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کر رہے تھے اور مومنین کے ہاتھوں بھی خراب کرا رہے تھے۔ اس صورتِ حال پر اے دیدہ ور لوگو تم عبرت حاصل کرو ۔ (۳) اگر اللہ نے ان کو جلاوطن کرنا طے نہ کر رکھا ہوتا تو یقیناً ضرور بالضرور ہی انہیں دنیا میں بھی عذاب دیا جاتا اور آخرت میں تو ان کے لئے آتشیں عذاب ہے ہی ۔ (۴)اور وہ اس لئے طے شدہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے مقابلہ میں ایک مذہب گھڑ کر توڑ پھوڑ اور تفرقہ پردازی کی ہے۔ اور جو کوئی اللہ کے خلاف ایسی توڑ پھوڑ کرتا ہے تو

خفا ہوکر جناب اسماعیل علیہ السلام کے پاس چلے آئے تھے ۔ جنہوں نے اپنی دختر سے ان کی شادی کی تھی اور وہ اور ان کی اولاد برابر خاندانِ اسماعیلی کے ساتھ رہی اور ان میں سے کوئی فرد واپس اولادِ یعقوبؑ میں نہیں گیا تھا۔ اگر علامہ اینڈ کمپنی اس مشہورِ عالم بات کو نظر میں رکھ کر تاریخ کی ورق گردانی کرتی تو انہیں سوچنا پڑتا کہ جس طرح حضرت اسماعیلؑ کی اولاد ہزاروں کی تعداد میں عرب ، مکہ و مدینہ وغیرہ میں موجود تھی اسی طرح حضرت عیسوؑ کی اولاد بھی یہیں کہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ رہتی بستی چلی آنا چاہیئے ۔ چنانچہ جس شہر میں اولادِ اسماعیلؑ (اوس و خزرج) کی کثرت آباد تھی وہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ تھا۔ لیکن جن یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا اور جن یہودیوں نے قریش کے ساتھ مل کر ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کیں اور قریش کو اسلام میں تفرقہ اندازی کے نظام اجتہاد کی تعلیم اور سامان دیا وہ یہودی وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسو علیہ السلام کی اولاد سے یہودی مذہب حاصل کیا تھا اور آباً و جداً عرب تھے اور اپنے عربی بھائیوں کی طرف داری میں ہمیشہ تفرقہ پردازی کرتے رہے (۴۔۳/ ۵۹) اور اسلام و خانوادۂ محمدؐ کی دشمنی اور قریش کی جانبداری میں اس حد تک گئے کہ خود اپنے مجتہدانہ مُسلّمات اور مُنزّل من اللہ کتاب یعنی توریت کے احکامات کے خلاف عمل در آمد جاری رکھا۔ یہ اپیل ان ہی یہود و نصاریٰ سے کی گئی ہے کہ :

يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ لَسۡتُمۡ عَلَىٰ شَيۡءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُواْ ٱلتَّوۡرَىٰةَ وَٱلۡإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡۗ ﴿٦٨﴾ (مائدہ ۶۸ / ۵)

"اے اہل کتاب تم جب تک توریت و انجیل کو اپنے یہاں سو فیصد قائم نہ کر لو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل ہوا اس پر عمل نہ کر لو تمہارا کوئی مذہب و دین نہیں ہے۔"

بات واضح ہے کہ عربی یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت و انجیل کو بھی ضد میں نظر انداز کر دیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ بے دین و گمراہ ہو گئے تھے ۔ ورنہ وہ حقیقی اہل کتاب تو اسلام کے ہمیشہ دوست رہے ہیں جو غیر عرب تھے اور حضرت عیسوؑ کی اولاد و ذرّیّت تھے ۔

۳۔ سرمایہ داری و اجارہ داری اور غنی قسم کے لوگوں کی روک تھام اور غربت و افلاس و محرومی کا خاتمہ ؟

آیات (۱۰ تا ۲ / ۵۹) میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا مختصر و جامع مقصد و مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داروں اجارہ داروں اور غنی قسم کے لوگوں پر ظلم و جبر کئے بغیر انہیں غرباء کا خون چوسنے اور اپنی تجوریاں بھرنے سے محروم کرکے دنیا سے غربت و افلاس و محرومی و مسکینی کو ختم کر دیا جائے ۔ اس مقصد و مطلب کو حاصل کرنے کے لئے ان آیات کے چند اہم نکات یا احکامات یوں ہیں کہ :

اللہ بہت سخت تعاقب کرنے والا ہے ۔ (۵) تم نے جتنے درختوں کے تنے کاٹے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب بحکم خداوندی تھا اور یہ اس لئے کہ احکام خداوندی بلااجتہاد نہ ماننے والوں کو رسوا کیا جائے ۔ (مائدہ ۴۷ / ۵) (۶) اور جو کچھ اللہ نے ان اہل کتاب کے قبضے سے نکال کر اپنے رسولؐ کو دوبارہ دلادیا اس کے دلانے میں تم نے فوجی کارروائی کے طور پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹوں کی مدد سے محنت کی بلکہ ہوتا یہ ہے کہ اللہ اپنی مشیت کے مطابق جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوںؑ کو مسلط کردیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔ (۷) ہر وہ مال و املاک و سامان آسائش و ترقی جسے اللہ نے

فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ

پس تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے جو کچھ کہ کاٹا تم نے کوئی تنہ درخت کا

اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ

یا چھوڑ دیا ہے تم نے اس کو کھڑا اوپر جڑوں اس کی کے پس ساتھ حکم خدا کے اور

لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ

تو کہ رسوا ہوں فاسق اور جو کچھ کہ پھیر لایا اللہ اوپر رسول اپنے کے ان میں سے

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ

پس نہیں دوڑائے تم نے اوپر اس کے گھوڑے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ مسلط کرتا ہے

رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ مَآ اَفَآءَ

رسولوں اپنے کو اوپر جس کے چاہتا ہے اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے جو کچھ پھیر لایا

(۱) زمین و آسمان کی ہر وہ چیز، ہر وہ مال و دولت اور ہر وہ سامان جو نوع انسان کی فلاح و بہبود اور ترقی میں درکار ہے اور جس کے وجود میں آنے یا لانے میں انسانوں کی ذاتی محنت کدو کاوش اور فکر و عمل کو دخل نہیں ہے کسی انسان کی ملکیت نہیں ہے۔ اور کسی کو اس پر تصرف کا حق نہیں (۷۔۶ / ۵۹)

(۲) ہر ایسی چیز، ہر ایسا مال و دولت اور ہر ایسا سامان اللہ اور اس کے رسولؐ کی ملکیت و تسلط میں ہے اور ان ہی کی صوابدید کے ماتحت متعلقہ ضرورت مندوں کو دیا جائے گا ۔اور کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق نہ ہوگا ۔ورنہ عذاب و عقوبت کا مستحق ہوگا ۔(۷۔۶ / ۵۹)

(۳) ایسے اموال و اشیاء و سامان ہرگز دولت مندوں کو نہیں دیئے جائیں گے ۔ (۷ / ۵۹) یہاں تک کہ وہ خود ضرورت مندوں کے برابر آجائیں ۔ اور عوام الناس ان سے آگے بڑھ جائیں یا برابر آجائیں ۔

(۴) مذکورہ مال و دولت اور سامان کی صرف ایک مثال دی گئی ہے یعنی وہ مال و دولت جو بلاجنگ وجدل بلا فوجی یا کسی اور کارروائی کے حاصل ہو اور وہ مال حقیقی معنی میں پہلے سے اللہ و رسولؐ کا ہو لیکن ان کی رضامندی کے بغیر اور مشیت کے تسلسل کی بنا پر ناجائز قبضے میں چلا گیا ہو ۔ اور مثال میں ان لوگوں کے مال و اسباب اور جائیداد کو سامنے رکھا گیا ہے جو اپنی بد عہدیوں سازشوں اور قریش سے وفاداریوں کے لئے جلا وطن ہوا تھا اور اسے اپنی جائیداد اور دیگر سامان چھوڑ کر جانا پڑا تھا لیکن اصول اور قاعدہ ہر اس مال و اسباب کو شامل کرتا ہے جس کے لئے متعلقہ مسلمانوں نے کوئی جدو جہد اور محنت نہ کی ہو مثلاً زمین و آسمان میں اللہ کے خزانے دریاؤں نہروں اور پہاڑوں سے حاصل ہونے والا سامان معدنیات ، بارش ، دھوپ ،بجلی وغیرہ ۔

(۳۔ الف) پوری کائنات اور کائنات کی موجودات کا حقیقی مالک اللہ ہے اور تصرف کا حق نبیؐ کو ہے ۔

یہ حقیقت قہری طور پر مسلّمات میں سے ہے کہ کائنات اور کائنات کی تمام موجودات کا حقیقی اور اوّلین و آخرین مالک اس کا خالق اور برقرار رکھنے والا اور ترقی دینے والا پروردگار ہے اور اس کا مقرر کردہ معصومؑ جانشین و حاکم تمام موجودات پر تصرف کا کلی اختیار رکھتاہے ۔ اسی لئے لازم و واجب ہے کہ جو کچھ وہ دے وہی لیا جائے گا اور جو کچھ وہ نہ دے اس کو نہ مانگا جائے گا نہ اس پر اعتراض کیا جائے گا ورنہ عذابِ خداوندی سے دوچار ہونا پڑے گا (۷ / ۵۹) اس کے ہر حکم کی بے چوں وچرا تعمیل کی جائے گی تو وہ نوع انسانی کی لامحدود ترقی و خوشحالی کی ضمانت لے گا اور منزلِ مقصود تک پہنچا کر چھوڑے گا ۔ اطاعت نہ کرنے سے یہی حال لازم تھا جو آج ہے ۔ اور آج کا حال و نیز چودہ سو سال کا حال یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمانوں

اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ

اللہ اوپر رسول اپنے کے ان بستیوں والوں سے پس واسطے خدا اور

لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ

واسطے رسولؐ کے اور واسطے قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے

وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ

اور مسافروں کے تو کہ نہ ہووے ہاتھوں ہاتھ لینا درمیان دولتمندوں کے

مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا

تم میں سے اور جو کچھ کہ دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ سخت

بستیوں والوں سے اپنے رسولؐ کو واپس دلا دیا ہے وہ اللہ کی ملکیت و اختیار میں ، رسولؐ کی ملکیت و اختیار میں، اور ذیٔ القربیٰ کی ملکیت واختیار میں رہے گا اور یتیمی کو ، مسکینی کو اور مارے مارے پھرنے کو آسودہ حالی اور بے روک ترقی سے بدلنے کے لئے ان کی خدائی بصیرت کے ماتحت استعمال ہوگا۔ تاکہ اموال و سامانِ آسائش و ترقی دولتمندوں ، سرمایہ داروں ، اجارہ داروں اور عثمانوں (یعنی غنیوں) ہی کے اندر گھومتا اور غربا کو محروم نہ کرتا رہے۔ اس لئے رسولؐ جو کچھ تمہیں دیا کرے وہ بلاچوں وچرا لے لیا کرو اور جس چیز سے، جس کام سے یا جس مال کی ممانعت کردے اس سے تم سب باز رہا کرو اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچ کر رہا کرو اس لئے کہ اللہ یقیناً رسولؐ کی حکم عدولی سرتابی اور زیادہ حصہ مانگنے پر سخت

میں کبھی اس مالی نظامِ وقوانین کی ہرگز پابندی نہیں کی گئی ہے ۔اور برابر مال و ملکیتِ خداوندی پر بھی اور حکومتِ خداوندی پر بھی غاصبانہ قبضہ جاری رہتا چلا آیا ہے ۔اس لئے ہر اس مال و سامان کو مال فَی قرار دیا گیا جو اللہ غاصبوں سے واپس لے کر اپنے مقرر کردہ حاکم کو دلا دے (۷-۶ / ۵۹)

(۳ ۔ ب) علامہ اینڈ کمپنی کے نزدیک مالِ فَی کیا ہے ؟؟؟ علامہ مالِ فَی کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

"اس جگہ قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡهُمۡ (جو کچھ پلٹا دیا ان سے اللہ نے اپنے رسولؐ کی طرف) کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ ان الفاظ سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ: "یہ زمین اور وہ ساری چیزیں جو یہاں پائی جاتی ہیں،دراصل ان لوگوں کا حق نہیں ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے "باغی" ہیں وہ اگر ان پر قابض و متصرف ہیں تو "یہ حقیقت میں اس طرح کا قبضہ و تصرف ہے جیسے کوئی خائن ملازم اپنے آقا کا مال دبا بیٹھے ۔ ان تمام اموال کا اصل حق یہ ہے کہ یہ ان کے حقیقی مالک اللہ، رب العالمین کی اطاعت میں اس کی مرضی کے مطابق استعمال کئے جائیں ،ا۔ اور ان کا یہ استعمال صرف مومنین صالحین ہی کرسکتے ہیں ۔ اس لئے جو اموال بھی ایک جائز و برحق جنگ کے نتیجے میں کفار کے قبضہ سے نکل کر ۔۲۔ اہل ایمان کے قبضے میں آئیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انہیں اپنے خائن ملازموں کے قبضے سے نکال کر ۔۳۔ اپنے فرمان بردار ملازموں کی طرف پلٹا لایا ہے۔ اسی لئے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصلاح میں فے (پلٹا کرلائے ہوئے اموال) قرار دیا گیا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸، صفحہ ۳۸۹)

(۳ ۔ ج) مال فَی کی تشریح میں اپنے طاغوتوں کو بھی رسولؐ کی جگہ بلا قرآنی سند کے بٹھانے کی تمہید قائم کر دی ۔

چونکہ وفاتِ رسولؐ کے بعد خیانت کار سازشی و قریشی مومنین نے مال فَی ہی نہیں بلکہ پوری حکومتِ الٰہیہ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا ۔اس لئے اس قبضے کے جواز کی تمہید میں تین جملے ایسے گھول دیئے جن پر قرآن سے سند و ثبوت نہیں ملتا ۔

تین طاغوتی جملے ایک غیر محسوس فریب؟ فرمایا ہے:

(۱) "اور ان کا یہ استعمال صرف مومنین صالحین ہی کر سکتے ہیں " اور

(۲) "کفار کے قبضے سے نکل کر اہل ایمان کے قبضے میں آئیں " پھر

(۳) " خائن ملازموں کے قبضے سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹا لایا "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۹)

الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ

عذاب کرنے والا ہے یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

نکالے گئے گھروں اپنے سے اور مالوں اپنے سے چاہتے ہیں فضل خدا کے سے

وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

اور رضامندیاں اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور رسولؐ اس کے کو یہ لوگ وہی ہیں سچے

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ

اور واسطے ان لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گھر ہجرت کے میں یعنی مدینے اور ایمان

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ

میں پہلے ان سے دوست رکھتے ہیں ان کو جو وطن چھوڑتے ہیں طرف ان کی اور

عذاب سے دوچار کرنے والا ہے۔ (۸) اللہ رسولؐ اور ذیٔ القربیٰ کا یہ نظام ان مہاجرین کی آسودہ حالی اور ترقی کا بھی ذمہ دار ہے جن سے ان کا مال و اسباب اور گھر بار چھین کر انہیں ان کی بستیوں سے نکال دیا گیا اور جو اللہ کی خوشنودی اور صرف اس کے فضل کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ نکل آئے ہیں تاکہ وہ لوگ رسولؐ کے پاس رہ کر دل جمعی کے ساتھ دن رات اللہ اور اس کے رسولؐ کی نصرت کرتے رہیں وہی لوگ ہیں جو سچ مچ کے مہاجر ہیں۔ (۹) اور جو لوگ کہ مہاجرین سے پہلے کے مومن تھے یعنی جو کہ ایمانِ مجسم کے اپنے خانہ زاد ایمان میں رچے بسے ہوئے لوگ ہیں ان کا تو خاص خیال رکھا جائے گا

ان تینوں جملوں میں علامہ نے رسوؐل اللہ کی جگہ مومنین صالحین، اہل ایمان، فرمانبردار ملازموں کو داخل کر دیاہے۔ حالانکہ اللہ نے وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡهُمۡ ۝ (الحشر: ۷-۶ / ۵۹) رسوؐل کی طرف مذکورہ اموال پلٹانے کی بات کی ہے اور کہیں بھی مومنین یا صالح مومنین یا فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹانے کا ذکر نہیں کیا نہ ہی ان اموال کے انتظام اور استعمال کو مومنین کے حوالے کیاہے۔ اور خود علامہ کا ترجمہ یہ ہے کہ:
"اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسوؐل کی طرف پلٹا دئے "(۶ / ۵۹) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸)

مومنین کو مالِ فَی کے انتظام اور تحویل سے دھمکی و دلیل سے باز رکھناہے۔ علامہ کے پسندیدہ صحابہ کو تو خوفِ خدا دلا کر مال فَی سے کوسوں دور و محروم رکھا گیا ہے۔ پہلے عام اور سب مومنین سے کہا گیا کہ:
(۱) "جو کچھ رسوؐل تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ"(۷ / ۵۹) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۲) یہ حکم قیامت تک تمام ایمان لانے والوں پر واجب ہے اور مال فَی ہی نہیں بلکہ تمام اقسام کے اموال کی تقسیم و انتظام رسوؐل اللہ کی ذاتی ذمہ داری ہے اور ہرگز کوئی ایمان لانے والا اموال کی تحویل و تقسیم کے لئے مجاز نہیں رکھا گیاہے۔ سارا قرآن علامہ اینڈ کمپنی کا مخالف ہے۔ چونکہ حکومت کو غصب کرنے والے گروہ میں اغنیاء موجود تھے۔ اور حضرت عثمان کا تو لقب ہی عثمان غنی ہے۔ ادھر ابوبکر بھی ایک مالدار و سرمایہ دار تاجر تھے، اس لئے اللہ نے تمام اغنیاء کو مال فَی سے محروم کیا ہے اور ان کی ناکہ بندی کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ:
(۲) "تاکہ دولت تمہارے مالدار اغنیاء ہی کے دائرہ میں نہ گھومتی رہے "(۷ / ۵۹) اور تمام اہل ایمان سے کہا گیا کہ:
(۳) "اللہ سے ڈرو اللہ بہت سخت سزا دینے والاہے" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۳) مال فَی سے محروم ہونے والوں سے اللہ نے یہ کہاہے کہ:
"وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسوؐلوں کو جس پر چاہتاہے تسلط عطا فرما دیتاہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸) یہ وہ مقام ہے جہاں تمام اہلِ ایمان مومنین، صالحین اور فرمانبردار ملازموں کا پتّا کاٹ دیا گیا۔ اور پھر بتا دیا گیا کہ مال فَی اور دیگر چیزوں پر تصرف و تحویل کا اختیار صرف جانشینانِ خداوندی کو دیا جاتا ہے لہٰذا بعد رسوؐل مال فَی پر بھی غاصبانہ قبضہ کیا گیا تھا اور غصب کرنے والوں کی عاقبت کی تباہی یہیں آیت (۷ / ۵۹) میں بتادی گئی ہے۔ ان کے لئے اس قرآن میں جواز نہیں ملتا۔ رہ گیا ان کا مال بٹورنے اور اپنا اقتدارِ حکومت بحال رکھنے کے لئے اپنے اجتہاد سے زکوٰۃ و خمس و مال فَی کے لئے قوانین گھڑنا اور اس پر عمل کرانا، وہ سارے قرآن کی رو سے عموماً اور سورۂ

لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ

نہیں پاتے بیچ دلوں اپنے کے خلش اس چیز سے کہ دئے جاویں مہاجرین اور

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ

اختیار کرتے ہیں اوپر جانوں اپنی کے اور اگر چہ ہو ان کو تنگی اور

مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جو کوئی بچایا جاوے بخیلی جان اپنی کی سے پس یہ لوگ وہی ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

فلاح پانے والے اور واسطے ان لوگوں کے کہ آئے پیچھے ان کے کہتے ہیں

اس لئے کہ وہ پناہ کے لئے اپنے پاس آنے والے مہاجروں سے محبت اور بہت پیار کا سلوک کرتے ہیں اور مہاجروں کو جو کچھ بھی دیدیا جائے اس میں سے کچھ لے لینے کی اپنے دلوں میں احتیاج تک محسوس نہیں کرتے ہیں بلکہ خود اپنے ذاتی اموال اور املاک اور حصوں میں سے بھی مہاجرین کو بطور ایثار و قربانی دیتے رہتے ہیں۔ اور اپنی تنگ حالی اور غربت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ان انصار کی طرح دل تنگی اور تنگ دامنی سے محفوظ ہیں وہی لوگ وہ ہیں جو سچ مچ کامران و بامراد ہو چکے ہیں۔ (۱۰) اور وہ لوگ بھی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں جو لوٹ پٹ کر آنے والے مہاجرین کے بعد (سورۂ حشر پڑھے جانے سے پہلے پہلے)

مائدہ آیات (۴۷ تا ۴۴ / ۵) کی رُو سے کفر و ظلم و فسق ہے۔ اور ہم انہیں حق پوش اور ظالم و فاسق مانتے ہیں مالی انتظام ہو یا حقوق العباد کا نظام ہو یہ ان لوگوں کو سونپا ہی نہیں جاسکتا جو خاطی ہوں اور جن کے لئے غصب و غبن و بے ایمانی ممکن ہو۔ البتہ معصومؑ کے ماتحت خاطی لوگ نظام میں لگائے جاسکتے ہیں جن پر معصومؑ خلیفہ خداوندی نگرانی کرے گا اور ضرورت ہو گی تو خائن پر حد جاری کرے گا۔ لیکن خطاکار خلیفۂ پر کون حد جاری کرے گا؟ اسی لئے خلفائے قریش تمام گھناؤنے جرم کرتے رہے اور ان پر کوئی نہ مواخذہ کرسکا نہ حد جاری ہو سکی۔ عمرؒ بن عبد العزیز کی خلافت کے علاوہ تمام خلافتوں میں مظالم و فسق و فجور کا دور دورہ رہا۔ بے گناہوں کے قتل عام ہوئے مگر ان سے قصاص نہ لیا جاسکا۔

(۳۔ د) لوٹ کے مال کو بلا کراہت و تکلف قانونی صورت دے کر صدیوں لوٹ مار جاری رکھی۔ خلافت الٰہیہ پر قبضہ کرنے والوں نے دولت و اقتدار کی خاطر قرآن کے ان تمام احکام اور قواعد سے روگردانی اختیار کئے رکھی جن میں انہیں ان کی قومی پالیسی کے خلاف پالیسی نظر آئی۔ یہ بار بار معلوم ہوچکا کہ قریش کے سربراہِ قوم کی پالیسی میں اسلام کو اس طرح استعمال کرنا تھا کہ ساری دنیا پر بزور شمشیر تسلط حاصل کیا جائے، کرہ ارض کو جنگ و جدل کا اکھاڑہ بنا کر رکھ دیا جائے، ہر مخالفت کرنے والی نسل کو، خواہ وہ نسل رسولؐ ہی کیوں نہ ہو، تباہ کرکے راستے سے ہٹا دیا جائے قتل عام اور لوٹ مار سے عربوں کو مالا مال کر دیا جائے اور یہ وہ پالیسی ہے جو قریشی رہنما نے بڑی تفصیل و تاکید کے ساتھ رسولؐ اللہ کو سنائی تھی اور سورۂ بقرہ میں (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) ریکارڈ کرلی گئی تھی۔ اس پالیسی کے ماتحت لوٹ کا مال سو فیصد جائز رکھنا لازم تھا چنانچہ جائز کرنے کے قوانین بنائے گئے اور انہیں اسلامی قوانین کہا اور مشہور کیا گیا اور آج سو فیصد شیعہ سنی عوام و خواص اور علمانہ صرف لوٹ مار کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ قریش کے مجتہدانہ قوانین کو اسلامی اور اللہ و رسولؐ کے قوانین سمجھتے ہیں۔ علامہ کے چند جملے سنئیے ارشاد ہے کہ:

لوٹ سے حاصل کئے مال پر خودساختہ قانون کو قرآن کا قانون بنا دیا گیا۔ ”اس طرح شریعت میں غنیمت (لوٹ کا مال) اور فَے کا حکم الگ الگ کر دیا گیا ہے۔ غنیمت کا حکم سورۂ انفال آیت ۴۱ میں ارشاد ہوا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ”اس کے پانچ حصے کئے جائیں، چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کر دیئے جائیں، اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کر کے ان مصارف میں صرف کیا جائے جو اُس آیت (۴۱ / ۸) میں بیان کئے گئے ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۹)

علامہ کا جھوٹ اور فریب قرآن میں کیسے مل سکتا ہے؟ علامہ کا ترجمہ: علامہ کا یہ بیان پڑھ کر ہر قاری یہ سمجھا ہے کہ اسلامی شریعت اور قرآن میں یہ قانون اللہ نے دیا ہے مگر علامہ کا اپنا ترجمہ دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ انہوں نے سچ کہا یا جھوٹ لکھا؟ ”اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اے پروردگار ہمارے بخش ہم کو اور بھائیوں ہمارے کو وہ جو آگے لائے ہم سے

بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ

ایمان اور مت کر بیچ دلوں ہمارے کے برائی واسطے ان لوگوں کے کہ

اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠ اَلَمْ

ایمان لائے اے رب ہمارے تحقیق تو ہی ہے شفقت کرنے والا مہربان کیا

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ

نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی کہ منافق ہوئے کہتے ہیں

مدینہ میں آ چکے تھے۔ (جآءُو) اور وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت اور تحفظ کا انتظام کردے جو ایمان لانے میں ہم پر سبقت رکھتے ہیں ۔ اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لئے کوئی بھی انتقامی جذبہ پیدا نہ ہونے دینا یہ اس لئے کہ ہم ان سب کو دیکھ دیکھ کر تجربہ کے بعد ایمان لائے ہیں ۔ اے ہمارے پالنے والے تو ہی حقیقی طور پر ملائم سلوک کرنے والا رحیم ہے ۔ (۱۱) اے نبیؐ کیا آپ نے ان لوگوں کو غور سے نہیں دیکھا جو

کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی، (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو)۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (انفال ۴۱ / ۸) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۵۔۱۴۶)

قارئین بتائیں کہ اس آیت میں وہ شریعت کہاں ہے ؟وہ بیت المال کدھر ہے ؟ وہ فوج میں چارحصوں کے تقسیم کرنے کا حکم کہاں ہے ؟ اور یہ کہاں بتایا گیا ہے کہ لوٹ کے اس مال کو کون تقسیم کرے گا ؟ یا کس نے تقسیم کیا تھا ؟ اس آیت کے مخاطب لوگوں کا تو ایمان بھی مصدقہ نہیں بلکہ یہ تو مشکوک لوگ بلکہ لٹیرے لوگ ہیں اورخود بلاکسی کی اجازت کے لوٹ مار کرکے سارے مال کو ہتھیائے بیٹھے ہیں اور ان سے ایمان کا واسطہ دے کرپانچواں حصہ طلب کیا گیاہے ۔ اور آیت میں یہ بھی نہیں ہے کہ ان ڈاکوؤں نے اس حکم کو مانا تھا یا نہیں یعنی پانچواں حصہ رسولؐ کو دیا تھا یا نہیں ؟ یہ ہے وہ فراڈ و فریب جو قرآن کے سرچپکا کر اور چند کہانیاں گھڑ کر اس بکواس کو اسلامی قانون یا اسلامی شریعت لکھ دیتے ہیں حالانکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ :

لوٹ مار کی عادت چھڑانے کے لئے تدریج اور عذابِ عظیم کی دھمکی اور واپسی

”اگر لوٹ مار کے سلسلے میں پہلے ہی ایک کتاب موجود نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لے لیاہے اس کی پاداش میں تم پر عذابِ عظیم نازل کیا جاتا “(انفال ۶۸ / ۸) اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ : ”تم لوگ دنیاوی مال ومتاع کے دلدادہ ہو اور اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے “ (۶۷ / ۸) معلوم ہوا کہ یہ لٹیرے محض لوٹ مار کے لئے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوگئے تھے اور ان لوگوں کو ایمان کی طرف بڑھانے کے لئے رعایت دی گئی تھی چنانچہ اللہ نے دنیاوی مال ومتاع لوٹنے کی مذمت کی (۶۷ /۸) اور یہ بھی کہا کہ ”اے نبیؐ تمہارے لوگوں کے قبضے میں جو جنگی قیدی ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر یہ ثابت ہوگیا کہ تم لوگ پر خلوص اور بے شر ہو تو اللہ تمہیں اس سے زیادہ اور بہترمال و سامان دے گا جو تم سے لے لیا گیا ہے ۔ اور تمہارے تحفظ کا بندوبست بھی کرے گا “(۷۰ / ۸) اس گارنٹی اور ذمہ داری کی بنا پر لوٹے ہوئے مال کو استعمال کرنے کے لئے حلال کیا گیا تھا۔ (۶۹ / ۸) نہ کہ ہمیشہ کے لئے لوٹ کا مال حاصل کرتے رہنے کا حکم دیا جانا ۔

لوٹ اور لوٹ کا مال اللہ نے ہمیشہ ناپسند کیا اورلٹیروں کو دنیا پرست کہا۔

اللہ نے لوٹ مار کو اور لوٹ کے مال کو اور لٹیروں کو ہمیشہ ناپسند کیا

ان کو دنیا پرست کہہ کر ان کی مذمت کی ہے ۔ علامہ کا ترجمہ سنیئے ۔

”اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کربیٹھے۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ (آلِ عمران ۱۵۲ / ۳) (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۲۹۴)

لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ

واسطے بھائیوں اپنے کے وہ جو کافر ہیں اہل کتاب سے البتہ اگر نکالے جاؤ گے تم

لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

البتہ نکلیں گے ہم ساتھ تمہارے اور نہ کہامانیں گے تمہارے مقدمہ میں کسی کا کبھی

وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

اور اگر لڑائی کئے جاؤ گے تم البتہ مدد دیں گے ہم تم کو اور اللہ گواہی دیتا ہے یہ کہ وہ

اسلام اور مسلمانوں میں سرنگ لگا رہے ہیں اور اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے حق پوشی میں شامل ہیں کہ اگر تم لوگ نکال دیئے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور ہم تمہارے خلاف کسی کی بھی اطاعت ہرگز کبھی نہ کریں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری نصرت کریں گے اور اللہ یہ شہادت دیتا ہے کہ یقیناً وہ لوگ

یہ تھی غنیمت اور یہ تھے لٹیرے قریشی مومنین۔ اور قرآن کا قانون قتل وغارت اور لوٹ مار کو آج تک حرام قرار دیتا چلا آیا ہے۔ رہ گئے قریشی غاصب حکومتوں کے مجتہدانہ یا خود ساختہ قوانین، وہ نزولِ قرآن کے دوران بھی قرآن کی اسپرٹ یا روح کے مخالف تھے۔ وہ پوری نوع انسان اور پوری زمین پر تسلط حاصل کرنا خودفہمیدہ اسلام کی رو سے واجب سمجھتے تھے اور اس تسلط کو حاصل کرنے کے لئے ہر طریقہ کو جائز سمجھتے تھے تاکہ وہ اللہ و رسولؐ کی جگہ اپنی قوم کو ساری دنیا کا مالک بنا سکیں۔ اور رسولؐ کے دنیا سے اٹھتے ہی انہوں نے رسولؐ کی جگہ اور حکومت پر قبضہ کیا اور وہ تمام حقوق حاصل کئے جو رسولؐ کو خدا نے دیئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے خاندانِ رسولؐ کے وہ تمام حقوق ضبط کر لئے جو اللہ نے قرآن میں ان کو دیئے تھے۔ دلیل یہ تھی کہ جب رسولؐ حاکم تھے تو ان کے خاندان کو یہ حقوق ملے تھے اب ہم حاکم ہیں تو ہمارے خاندان کو یہ حقوق ملنا چاہئیں۔

قریشی حکومتوں اور ان کے مجتہدین کے بنائے ہوئے قوانین کی اوّلین چوٹ سے رسولؐ اللہ محروم ہوئے۔

قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ قریشی لیڈر رسولؐ اللہ کی قائم کردہ حکومتِ الٰہیہ پر رسولؐ کی زندگی ہی میں قبضہ کرنا چاہتے تھے اور بار بار رسولؐ اللہ کے قتل کی کوششیں بھی کرتے رہے تھے۔ لیکن وہ برابر ناکام ہوتے رہے۔ مگر حضورؐ کے انتقال کے بعد وہ کامیاب ہو گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ خانوادۂ رسولؐ کے طرفدار ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں لہٰذا انہوں نے پہلے ان طرفدارانِ رسولؐ و خاندانِ رسولؐ کا صفایا کیا اور ساتھ ہی کثرتِ رائے سے خاندانِ رسولؐ کو ان تمام حقوق سے محروم کر دیا جن سے محروم نہ کئے جانے کی صورت میں انہیں بار بار مخالفت اور تصادم کا یقین تھا۔ چنانچہ جن فیصلوں سے رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کو محروم کیا گیا ان کو علامہ کے قلم سے سن لیں:

(۱) "اس تقسیم میں اللہ اور رسولؐ کا حصہ ایک ہی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ خمس کا ایک جزء اعلاء کلمۃ اللہ (اللہ کے کلمہ کی بلندی۔احسنؔ) اور اقامت دینِ حق کے کام میں صرف کیا جائے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

یعنی رسولؐ کے مرتے ہی اللہ ورسولؐ کی جگہ قریش کو وہ دونوں حصے لینا جائز ہو گیا جو اللہ و قرآن نے اللہ و رسولؐ کے لئے بیان کئے تھے اور تقسیمِ اموال وانتظام بھی قریش کے ہاتھ میں آ گیا۔ لہٰذا جو وہ دیں لینا ہو گا اور جو نہ دیں چپ رہنا ہو گا۔ تیسرا حصہ خاندان رسولؐ کا تھا۔ اس کا حال سنیئے:

(۲) "رشتہ داروں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو حضورؐ ہی کے رشتہ دار تھے... لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کا یہ حصہ کس کو پہنچتا ہے۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ حصہ منسوخ ہو گیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

قرآن نے یہ نہیں کہا تھا کہ رسولؐ کا حصہ اور خانوادہ رسولؐ کا حصہ رسولؐ کی زندگی تک مقرر کیا گیا ہے۔ مگر قریش نے جس طرح قرآن کی سند اور اجازت کے بغیر رسولؐ کی جگہ اور حکومت پر قبضہ کر لیا تھا اسی طرح ہر اس قانون کو منسوخ بھی کر دیا جو انکی راہ میں رکاوٹ بنتا تھا۔ قارئین نوٹ کر لیں کہ قریشی خلفاء نے قرآن کے احکامات کو منسوخ کرنے کے اختیارات بھی حاصل کئے اور جہاں ضرورت ہوئی قرآن کو منسوخ کر کے ان اختیارات کو استعمال بھی کیا تھا۔ لہٰذا ان کی تیار

لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۱ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ

البتہ جھوٹے ہیں اگر نکالے گئے وہ نہ نکلیں گے یہ ساتھ ان کے اور اگر

قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ

لڑائی کئے گئے نہ مدد دیں گے یہ ان کو اور اگر مدد دیں ان کو البتہ پھیر لیں گے

الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲ لَاَانْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ

پیٹھ پھر نہیں مدد دئے جاویں گے ۔البتہ تم زیادہ تر ہو ڈر میں بیچ

ضرور جھوٹے ہیں ۔ (۱۲) اور یہ کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ جلاوطن نہ ہوں گے اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ لوگ ان کی مدد نہ کریں گے ۔ اور اگر یہ ان کی نصرت کرنے بھی آئے تو پیٹھ پھرا کر بھاگ جائیں گے ۔ اور یوں بھی ان کی مدد نہ ہوسکے گی ۔ (۱۳) اُن کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہاری دہشت ہے ۔ وہ اس لئے کہ

کردہ شریعت اگر قرآن کے خلاف پائی جائے تو تعجب اور اعتراض نہ ہونا چاہیئے ۔ اور سنیئے :

(۳) "دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ حضورؐ کے بعد یہ حصہ اس شخص کے اقربا کو پہنچے گا جو حضورؐ کی جگہ خلافت کی خدمت انجام دے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

یہ دریافت کرنے والا کوئی تھا ہی نہیں کہ جناب رسوؐل کی جگہ خلافت کی خدمات تمہیں کس نے سپرد کی ہیں ؟ اور تم قرآن کی کونسی آیت کی رو سے رسوؐل اور خاندانِ رسوؐل کے برابر ہوگئے ہو؟ اور یہ کہ تمہیں غاصب وظالم و فاسق و کافر کیوں نہ کہا جائے ؟ جب کہ تم سورۂ مائدہ میں مذکور اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر اپنے خودساختہ قوانین پر فیصلے کر رہے ہو اور تمہیں وہاں کافر و ظالم و فاسق کہا گیا ہے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) اور تم ہی کو مکذّبِ قرآن (۶۶ / ۶۔انعام) فرمایا گیا ہے۔ اور تم نے ہی عہد رسوؐل میں اس قرآن کو مہجور کیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵)

اللہ و رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کے حقوق غصب کرنے والوں کے نام۔

اللہ ، رسوؐل اور خانوادۂ رسوؐل کے حقوق غصب کرنے والے کون کون تھے ؟سنیئے علامہ لکھتے ہیں کہ :

(۴)"عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے زمانے میں پہلے دو حصے (اللہ و رسوؐل و خاندانِ رسوؐل۔احسن) ساقط کر کے صرف باقی تین حصے (یتامیٰ، مساکین و ابن السبیل) فَے کے حقداروں میں شامل رہنے دیئے گئے"(تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۳۹۲)

یعنی خانوادہ رسوؐل اور رسوؐل کو صرف زکوٰۃ کے خمس ہی سے محروم نہیں کیا گیا بلکہ مال فَے سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔اور سنیئے :

(۵)"حسن بن محمدؐ بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد ان دونوں حصوں (یعنی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے اور ذوی القربیٰ کے حصے)کے متعلق اختلاف رائے ہوگیا تھا ۔بعض لوگوں کی رائے تھی کہ پہلا حصہ رسولؐ کے خلیفہ کو ملنا چاہیئے۔ کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ دوسرا حصہ حضورؐ کے رشتے داروں کو ملنا چاہیئے۔کچھ اور لوگوں کا خیال تھا کہ دوسرا حصہ خلیفہ کے رشتہ داروں کو دیا جانا چاہیئے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۲)

یہ تھے قریشی خلفاء اور ان کے مفتیوں کے فیصلے جن سے علیؑ و فاطمہؑ اور ان کی اولاد علیہم السلام کو ان تمام حقوق سے محروم کر دیا گیا جو اللہ نے انہیں قرآن میں دیئے تھے ۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان تمام قریشی خلفاء اور ان کے فیصلوں اور قوانین کو باطل اور ابلیسی قوانین ثابت کرنے کے لئے اللہ و رسوؐل اور اہل بیتؑ کا حصہ اولادِ رسوؐل کو دینا شروع کیا اور وہ تمام جائیداد بھی واپس کر دی تھی جو خلفائے ثلٰثہ کے عہد سے ضبط چلی آرہی تھی ۔ علامہ کا ایک جملہ سنیئے ۔

(۶) "عطا بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں حضورؐ کا حصہ اور رشتہ داروں کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجنا شروع کر دیا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۲)

قریشی لیڈروں اور خلفانے قرآن کے خلاف قرآن ہی میں سے اجتہادی قوانین اخذ کئے تھے ۔

ہم نے عرض کیا ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ ساری کائنات کا سوفیصد مالک ہے یہاں کی ہرچیز حتّٰی کہ خود انسان بھی اس کی ملکیت ہیں اس کے باوجود قریشی ملاعین نے اللہ کے لئے ایک نہایت حقیر و قلیل حصہ مقرر کیا تھا یعنی مال فَے میں انہوں نے نو (۹) حصے رکھے جن میں نواں (۹ / ۱) حصہ اللہ کے لئے مانا تھا ۔ پھر مال غنیمت کے پانچویں حصے میں انہوں

صُدُوۡرِهِمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۱۳﴾

سینوں ان کے کے اللہ سے یہ بسبب اس کے ہے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے

لَا يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ جَمِيۡعًا اِلَّا فِىۡ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوۡ مِنۡ وَّرَآءِ

نہیں لڑیں گے تم سے اکٹھے ہو کر مگر بیچ بستیوں قلعہ والیوں کے یا پیچھے

جُدُرٍ ؕ بَاۡسُهُمۡ بَيۡنَهُمۡ شَدِيۡدٌ ؕ تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا

دیواروں کے سے لڑائی ان کی درمیان اپنے سخت ہے گمان کرتا ہے تو ان کو اکٹھے

وہ اس قرآنی فقہ کو قانونی فقہ سمجھنے والی قوم نہیں ہے ۔ (۱۴) وہ تم سے جم کر اور اکٹھے ہو کر جنگ نہ کریں گے البتہ سوائے اس کے کہ کوئی چار دیواری والی بستیاں ہوں یا دیواری مورچوں سے لڑائی کریں ان کی آپس میں لڑائی بڑی شدت کی ہوا کرتی ہے اے سرسری طور پر دیکھنے والے تو انہیں ہم خیال و متفق و ہم آہنگ ہونے کا حساب لگاتا ہے

نے چھ حصے کئے تھے جن میں سے تیسواں (۳۰ / ۱) حصہ اللہ کے لئے مانا تھا۔ حالانکہ اللہ نے اس سلسلے میں کہیں بھی لفظ ”حصہ“ استعمال نہیں کیا بلکہ یہ الفاظ فرمائے ہیں :

(۱) لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ وَمَآ ﴿۴۱﴾ (انفال ۴۱ / ۸) اور فرمایا کہ : (۲) فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى ﴿۷﴾ (الحشر: ۷ / ۵۹)

چونکہ قریشی حکومتوں کو دین کے حصے بخرے کرنا تھے اس لئے انہوں نے لفظ ”خمسہ“ پر حصوں کی تعمیر کر ڈالی لیکن اسی سورۂ انفال کی پہلی آیت اور لفظ ”انفال“ کو قطعاً نظر انداز کر دیا جہاں اللہ نے دنیا کے تمام اموال کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی ذات میں محدود فرما دیا تھا۔ اور اس تمام بکواس اور شریعت سازی کا راستہ بند کر کے سورۂ انفال کو آگے بڑھایا تھا۔ چنانچہ پہلی آیت کا ترجمہ اور تشریح مودودی سے سنیئے :

تمام اموال اللہ و رسولؐ کے ہیں۔

”تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں ؟ کہو“ یہ انفال تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔“(۱ / ۸ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

علامہ کی تشریح۔ اللہ کی طرف سے عطا ہونے والے اموال و انعام سب اللہ و رسولؐ کے ہیں۔

”یہ ان اموال کو ”غنائم“ کے بجائے ”انفال“ کے لفظ سے تعبیر کرنا بجائے خود مسئلے کا فیصلہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ انفال جمع ہے نفل کی۔ عربی زبان میں نفل اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب سے یا حق سے زائد ہو۔ جب یہ تابع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضاکارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لئے فرض سے بڑھ کر تطوعاً (دل کی گہرائی سے۔احسنؔ) بجا لاتا ہے۔ اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ و انعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اس کے حق سے زائد دیتا ہے۔ پس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ساری ردّ وکد، یہ نزاع، یہ پوچھ گچھ کیا خدا کے بخشے ہوئے انعامات کے بارے میں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو تم لوگ ان کے مالک و مختار کہاں بنے جا رہے ہو کہ خود ان کی تقسیم کا فیصلہ کرو۔ مال جس کا بخشا ہوا ہے وہی فیصلہ کرے گا کہ کسے دیا جائے اور کسے نہیں، اور جس کو بھی دیا جائے اسے کتنا دیا جائے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۲۹)

یہ ترجمہ و تشریح بتاتی ہے کہ وہ تمام خلفاء اور مجتہد و مفتی قرآن کے مخالف تھے، جنہوں نے نہ صرف مال غنیمت و مال فے کو تقسیم کرنا اپنے ہاتھ میں لیا بلکہ خود اللہ و رسولؐ اور اہل بیتِ رسولؐ کی جگہ ان کی حکومت و اموال کے مالک بن بیٹھے۔ اور رفتہ رفتہ نسلِ رسولؐ کو اس طرح تلوار کی دھار پر رکھا کہ اس خاندان میں ایک امام زین العابدؑین اور ان کا ایک کم سن بچہؑ قتل عام سے بچا باقی قتل کر دیئے گئے خواتین کو قید کیا گیا اور ذلت کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔

(۳۔ ہ) مال غنیمت اور انفال اور مالِ فَیْ کو اپنا بنانے والوں کو ایمان سے خارج سمجھا گیا تھا۔

آخر میں قارئین یہ نوٹ کریں کہ سورۂ انفال کی پہلی آیت میں یہ شرط لگا کر بات کی گئی کہ :

وَّ قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۱۴﴾

اور دل ان کے متفرق ہیں یہ بسبب اس کے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں جانتے

كَمَثَلِ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَرِيۡبًا ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ ۚ

مانند ان لوگوں کے کہ پہلے ان سے تھے نزدیک چکھا انہوں نے وبال کام اپنے کا

وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۚ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ

اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا مانند مثال شیطان کی ہے جس وقت کہ

حالانکہ ان کے دل اجتہاد کی وجہ سے متفرق و مختلف ہیں اور یہ پوری قوم ایسی ہے جو عقل کو دلیل نہیں سمجھتی ہے۔ (۱۵) یہ ان ہی لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے خود ساختہ دین کا وبال چکھ چکے ہیں۔ اور ان قریش کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ پہلے انسان سے کہتا ہے کہ

(۱) ''اگر تم مومن ہو تو یقین کر لو کہ انفال اور غنائم اللہ اور رسولؐ کے ہیں اور اپنی اصلاح کر لو اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت اختیار کر لو'' (۱/۸) لیکن ان لوگوں نے انفال اور تمام قسم کے اموال کو اپنا مال سمجھا اور اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کر کے حقداروں کو محروم کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ از اوّل تا آخر حقیقی ایمان سے خارج تھے۔ پھر اسی سورۂ انفال کی آیت (۴۱ / ۸) میں یوں بات شروع ہوئی کہ:
(۲) ''اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن اللہ نے اپنے بندے محمدؐ پر نازل کی تھی تو اللہ و رسولؐ اور ذی القربیٰ اور یتیموں اور مساکین اور راستوں کے محافظوں کو کم از کم پانچواں حصہ تو دے دیا کرو۔''
لہٰذا ان دونوں بنیادی آیات کو چونکہ قریشی لیڈروں نے تسلیم نہ کرنا تھا اور ان کے خلاف تمام انتظام پر قبضہ کر لینا تھا اس لئے یہ شرط لگا کر بات کہی گئی کہ ''اگر تم ایمان لائے ہو اور اگر تم مومن ہو تو مان لو''لیکن قرآن ہی سے ثابت ہو گیا کہ قریشی لیڈر مجتہد تھے مومن نہیں تھے۔

(۴)۔ آیات (۱۰ تا ۶ / ۵۹) کا حقیقی منشاء و مقصد اور پھر ان کی مخالفت پر دوسری نظر ڈال کر قریشی طرز عمل دیکھیں۔

قارئین نے زیر گفتگو پانچوں آیات (۱۰ تا ۶ / ۵۹) پر طرح طرح سے نظر ڈالی ہے اور مختلف بیانات اور تراجم و تشریحات ملاحظہ کئے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان آیات پر نظر باز گشت بھی ڈال لی جائے تاکہ رہی سہی خامیاں بھی دور ہو جائیں۔ چنانچہ یہاں تک کی گفتگو کے بعد مذکورہ بالا آیات (۱۰ تا ۶ / ۵۹) کا وہ مقصد جو ہم سمجھتے ہیں آپ کی سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے۔ چنانچہ ہم یہ سمجھے ہیں کہ:

(۱) آیت (۱۰ تا ۶ / ۵۹) کا مختصر مقصد:

''ہر وہ مال و دولت اور سامان و وسائل حیات جو انسانوں کی ذاتی انفرادی یا اجتماعی فکر و عمل کا نتیجہ نہ ہو وہ بھی اللہ کی ہی ملکیت ہے اور اس پر تصرف بھی اس کے رسولؐ اور حاکمِ مطلق کو ہی حاصل ہے۔ اور ایسے اموال و وسائل کا استعمال اس طرح کیا جائے گا کہ دنیا میں کوئی پس ماندہ، محتاج اور محروم نہ رہنے پائے بلکہ پوری نوعِ انسان اغنیاء اور سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کے چنگل میں کبھی نہ آئیں۔ یعنی ان اموال و وسائل کے استعمال میں اوّلین توجہ ان لوگوں پر دی جائے گی جو اس مستغنی و خود مکتفی بنانے والے نظام کے اوّل درجہ کے طرفدار ہوں اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ عملی کردار ادا کر سکیں۔ مختصر یہ کہ غریب ترین لوگوں کو اور غریب ترین لوگوں کے حقیقی ہمدردوں کو پہلے سامنے رکھا جائے گا۔ اور جن لوگوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے گا یا جن پر سب سے آخر میں توجہ دی جائے گی وہ، وہ لوگ ہوں گے جو اس وقت یا بعد میں اغنیاء سرمایہ دار و اجارہ دار ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مالی ترقی نیچے سے شروع کر کے اوپر کو لائی جائے اور پھر پوری نوع انسان کو برابر کی اجتماعی ترقی کرائی جائے۔ تاکہ ترقی کی اس رفتار میں کوئی پچھڑنے نہ پائے۔'' ہم نے اسی مقصد کو سامنے رکھ کر یہاں تک مختلف پہلو پیش کئے اور کہا کہ یہ نظام قائم ہو جاتا تو آج نوع انسان انتہائی ترقی پر گامزن ملتی۔ لیکن قریشی حکومتوں نے اللہ کے اس خود مکتفی نظام کو اپنے اجتہادات سے سرمایہ دارانہ و اجارہ دارانہ نظام میں بدل دیا تھا جس کا عملی اور بدیہی ثبوت آج مسلمانوں اور دیگر اقوام کی حالت ہے۔

قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّىۡۤ

کہااس نے آدمی کو کہ کفر کرپس جب کفر کیا کہا تحقیق میں بیزار ہوں تجھ سے تحقیق میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۶ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا

ڈرتا ہوں اللہ پروردگار عالموں کے سے پس ہوا آخر ان دونوں کا یہ کہ وہ دونوں

فِى النَّارِ خَالِدَيۡنِ فِيۡهَا ‌ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۷ ع ۵

بیچ آگ کے ہیں ہمیش رہنے والے بیچ اس کے اور یہی ہے بدلا ظالموں کا

حقائق پر پردہ ڈال دے چنانچہ جب آدمی حق پوشی کرنے لگتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں تیرے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہوں حقیقت یہ ہے کہ میں تمام جہانوں کے پالنے والے اللہ سے ڈرتا ہوں (۱۷) چنانچہ ابلیس کا کہنا ماننے والا اور ابلیس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور ظالموں کے لئے وہی جزا مقرر ہے ۔

(۲) ہمارے اختیار کردہ مطلب و مقصد پر قرآنی دلیل و ثبوت : ہمارے بیان کردہ اس مقصد پر ان آیات (۱۰ تا ۶ / ۵۹) میں دوہری دلیل موجود ہے پہلی یہ کہ یہ نظام یارانِ غنی کے مقابلہ میں اور ان کی دولت و ثروت کے خلاف قائم کیا گیا ہے تاکہ دولت و ثروت غنی حضرات کے قابو سے نکال لی جائے دوسری دلیل یہ کہ اس میں غرباء و مساکین ویتامیٰ اور فقراء کو اغنیاء سے بڑھانے کا انتظام و الفاظ موجود ہیں (۸۔۶ / ۵۹) اور جن لوگوں یا گروہوں کا ذکر غربا و بے سہارا لوگوں کے بعد یعنی وَابۡنِ السَّبِيۡلِ کے بعد ہوا ہے ان میں سے آسودہ حال اور اغنیاء کو الگ کر کے محض وہ لوگ مذکورہ نظام میں شامل کئے جائیں گے جو ضرورت مند غریب و فقیر ہوں جیسا کہ الفاظ " لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ " (فقیر مہاجرین) فرما کر وضاحت کی گئی ہے یعنی ہر مہاجر یا سب مہاجر مالِ فَے سے مستفید نہیں ہوں گے بلکہ مہاجرین میں یا دوسرے گروہوں میں جو فقیر ہوں گے ان کو شامل کیا جاتا رہے گا ۔ یہاں تک کہ ساری نوع انسان اسلام اختیار کرلے اور یہاں تک کہ غربت و افلاس و محرومی کا خاتمہ ہوجائے ۔

(۳) قریشی دانشوروں اور خلفاء نے اور ان سب کے پیروؤں نے مذکورہ مقصد کو کس طرح الٹایا ؟

ان آیات کے قرآن میں موجود ہوتے ہوئے بھی قریش نے نوعِ انسان کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً کس طرح غربت و افلاس و سرمایہ داری و اجارہ داری کا شکار بنایا ؟ اس مقدس نظام کو الٹنے کی بنیاد تو یہ تھی کہ انہوں نے معصومؑ لیڈر شپ کو محروم کرکے قرآن اسلام اور حکومت الٰہیہ کی قیادت خطاکار قومی حکومت کو دے دی ۔ دوسرے الفاظ میں جو حکومتِ الٰہیہ اغنیا کے خلاف نظام نافذ کرتی وہ خود اغنیا، یا یارانِ غنی کے رحم و کرم کے ماتحت ہوگی جنہوں نے اس نظام کو سرمایہ داری کے تحفظ اور استحکام پر مامور کردیا اور صورت حال الٹ کر رہ گئی ۔ پھر قریشی یارانِ غنی نے قرآن میں مذکور (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) حضرت عمر کی پالیسی کے ماتحت اپنی قوم کو پہلا نمبر دیا اور چاہا کہ قریش دنیاوی زندگی میں ساری دنیا کے مالک رہیں اور ان میں کبھی غربت و افلاس قیامت تک کبھی پھٹکنے نہ پائے ۔ چنانچہ انہوں نے آیت (۷ / ۵۹) میں مذکور ضرورت مندوں کے بعد یعنی ابن السبیل کے بعد مذکور ہونے والے تمام گروہوں کو (جو باہر سے مدینہ میں یا مسلمانوں میں آنے والے مہاجرین ہی تھے) پورا پورا بلا کسی تخصیص کا لحاظ کئے مال فَیٔ کے نظام میں شامل کردیا۔یعنی مہاجر کہیں کا بھی ہو ، امیر ہو یا غریب ہو، مال فَے سے برابر کا استفادہ کرے گا ۔ اور جب ایک غنی یا سرمایہ دار ایک غریب و محتاج و فقیر کے برابر حصہ پائے گا تو وہ مستقل طور پر سرمایہ دار رہتا بلکہ بڑھتا چلا جائے گا زیادہ حصص حاصل کرنے کے لئے وہ سینکڑوں انتظام کرے گا مثلاً زیادہ سے زیادہ عورتیں گھر میں ڈال کر اولاد بڑھائے گا ۔ اور سب کو برابر کا حصہ دلائے گا ۔ خود کسی کلیدی عہدے پر تعینات رہے گا اور غصب و غبن الگ سے کرے گا ۔ وغیرہ وغیرہ

(۴) ہمارے اس الزامی بیان کی تصدیق اور جان بوجھ کر ہر گروہ کو بلا بنیادی شرط کے نظام میں شامل کرنے کا ثبوت

علامہ مودودی کے ترجمہ سے بھی تمام مہاجرین مالِ فَے سے مستفید نہیں ہوتے بلکہ وہ ترجمہ صرف ان مہاجروں کو شامل

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھے ہر جی جو کچھ آگے بھیجا

لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

واسطے کل آنے والی کے اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ خبر دار ہے ساتھ اس چیز کے کہ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ

کرتے ہو تم اور مت ہو مانند ان لوگوں کی کہ بھول گئے خدا کو پس بھلا دی خدا نے

(۱۸) اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو تم تقویٰ اختیار کرو اور ہر شخص کو یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ اس نے کل کی حساب فہمی کے لئے کیا کچھ کما کر ذخیرہ کیا ہے ۔ اور اللہ کی باز پرس سے بچ کر رہا کرو حقیقتاً اللہ تمہارے تمام اعمال و اقدامات سے کماحقہ خبر دار و مطلع ہے ۔ (۱۹) اور اے مومنین تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ اور اس کے نظام کو بھلا دیا تھا اور اللہ نے بھی ان کو اور ان کی

کرتا ہے ۔ جو فقیر ہوں چنانچہ علامہ کا ترجمہ یہ ہے : لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ "نیز وہ مال فے ان غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کئے گئے "(تفہیم ۵ صفحہ ۳۹۳۔۳۹۴) (۸ / ۵۹) یعنی وہ مہاجرین جو فقیر و قلاش اور لٹ لٹا کر آئیں ان کو مال فےَ کے نظام سے مستغنی بنایا جائے گا ۔ نہ کہ ہر سنڈے مُسٹنڈے اور غنی و سرمایہ دار مہاجر کو ؟

(۵) وہی علامہ ہر مہاجر کو بلا کسی شرط کے مال فَیٔ میں برابر کا حصہ دیتے ہیں ۔

لیکن یہی علامہ جب اپنی تشریحات میں ان گروہوں کی فہرست پیش کرتے ہیں جو مال فےَ کے نظام سے مستفید ہوں گے تو فقیر اور غنی میں فرق کئے بغیر تمام ہی مہاجرین کو حصہ دار بنا کر قومی پالیسی کی تائید کرتے ہیں سنیئے :
"یہاں تک (یعنی آیات ۱۰ تا ٦ / ۵۹) جو احکام ارشاد ہوئے ہیں ان میں یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ فےَ میں اللہ اور رسوؐل، اور اقربائے رسوؐل اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن السبیل اور مہاجرین اور انصار اور قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کے حقوق ہیں۔"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۷) یعنی غریب و امیر کی کوئی قید نہیں تمام مہاجر تمام انصار اور قیامت تک آنے والی تمام مسلمان نسلیں خواہ امیر ہوں یا غنی ہوں سب مال فےَ میں حصہ دار رہیں گی ۔ علامہ نے ایسا کیوں کیا ؟

(٦) خلیفہ دوم کا ایک ایسا فیصلہ جس نے آیات (۱۰ تا٦ / ۵۹) کے مقاصد کو تباہ کر دیا مگر آیات (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) کی تصدیق کر دی۔

تا کہ خلیفہ دوم کے بنائے ہوئے قانون اور فیصلے کی تائید ہو جائے خواہ قرآن کی اور خود اپنے صحیح ترجمہ کے خلاف ورزی ہو جائے ۔ حضرت عمر کا یہ وہ فیصلہ ہے جس پر عمری و بکری و عثمانی لوگ بغلیں بجاتے ہیں اور فخر کے لئے سینہ ابھار کر سر بلند کر کے بات کرتے ہیں ۔ سنیئے اور دیکھیئے کہ اللہ ورسوؐل کے مقاصد کو کس ٹھاٹھ اور کس زبردست دلیل سے تباہ کیا گیا ہے ارشاد ہے "خدا کی قسم میں نے اگر کوئی بات کہی ہے جسے میں کرنا چاہتا ہوں تو اس سے میرا مقصد حق کے سوا کچھ نہیں ہے ...آپ ان لوگوں کی بات سن چکے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور ان کی حق تلفی کرنا چاہتا ہوں ۔ حالانکہ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی ظلم کا ارتکاب کروں ۔ میں بڑا شقی ہوں گا اگر ظلم کرکے کوئی ایسی چیز جو فی الواقع ان کی ہو انہیں نہ دوں اور کسی دوسرے کو دے دوں ۔ مگر میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کسریٰ کی سر زمین کے بعد اب کوئی علاقہ فتح ہونے والا نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایرانیوں کے مال اور ان کی زمینیں اور ان کے کسان سب ہمارے قبضے میں دے دیئے ہیں ۔ ہماری فوجوں نے جو غنائم حاصل کئے تھے وہ تو میں خمس نکال کر ان میں بانٹ چکا ہوں، اور ابھی جو غنائم تقسیم نہیں ہوئے ہیں، میں ان کو بانٹنے کی فکر میں لگا ہوا ہوں البتہ زمینوں کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ انہیں ان کے کسانوں کو تقسیم نہ کروں، بلکہ ان پر خراج اور کسانوں پر جزیہ لگا دوں جسے وہ ہمیشہ ادا کرتے رہیں اور یہ اس وقت کے عام مسلمانوں اور لڑنے والی فوجوں اور مسلمانوں کے بچوں کے لئے اور بعد کی آنے والی نسلوں کے لئے فےَ ہو۔ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہماری ان سرحدوں کے لئے لازماً ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کی حفاظت کرتے

اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝۱۹ لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ
مصلحت جانوں ان کے کی یہ لوگ وہی ہیں فاسق نہیں برابر رہنے والے آگ کے
وَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝۲۰ لَوۡ اَنۡزَلۡنَا
اور رہنے والے بہشت کے وہی ہیں مراد پانے والے اگر اتارتے ہم
هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا
اس قرآن کو اوپر پہاڑ کے البتہ دیکھتا تو اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا

ہستیوں کو بھلا دیا تھا وہی لوگ اور ان کی مانند لوگ قرآن کے احکام میں اجتہادی ملاوٹ کرنے والے ہیں ۔ (مائدہ ۴۷/۵ فاسق کے معنی)(۲۰) آتشیں صحابہ اور جنتی صحابۂ رسولؐ مساوی نہیں ہوسکتے اور جو جنتی صحابہ ہیں وہی مراد مند و فائز المرام ہیں ۔ (۲۱) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے یقیناً تم اے رسولؐ اس پہاڑ کو دیکھتے کہ وہ اللہ کے رعب و داب سے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے پھٹا جارہا ہے

رہیں ؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ بڑے بڑے ملک شام الجزیرہ، کوفہ ، بصرہ، مصران سب میں فوجیں رہنا چاہئیں اور ان کو پابندی سے تنخواہیں ملنی چاہیں ؟ اگر میں ان زمینوں کو ان کسانوں سمیت تقسیم کردوں تو یہ مصارف کہاں سے آئیں گے ؟
"یہ بحث دو تین دن چلتی رہی ... لیکن فیصلہ نہ ہو سکا آخر کار حضرت عمر اٹھے اور انہوں نے فرمایا :
"مجھے کتاب اللہ سے ایک حجت مل گئی ہے جو اس مسئلے کا فیصلہ کر دینے والی ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے سورۂ حشر کی یہی آیات وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡهُمۡ سے لے کر إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۶ تا ۱۰ / ۵۹) تک پڑھیں اور ان سے یہ استدلال کیا کہ اللہ کی عطا کردہ ان املاک میں صرف اس زمانے کے لوگوں کا ہی حصہ نہیں ہے بلکہ بعد کے آنے والوں کو بھی اللہ نے ان کے ساتھ شریک کیا ہے پھر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس فَے کو جو سب کے لئے ہے، ہم ان فاتحین میں تقسیم کردیں اور بعد والوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں؟ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:
كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡ ۝۷ الحشر ۔ " تاکہ یہ مال تمہارے مالداروں ہی میں چکر نہ لگاتا رہے۔"
لیکن اگر میں اسے فاتحین میں تقسیم کردوں تو یہ تمہارے مالداروں ہی میں چکر لگاتا رہے گا اور دوسروں کے لئے کچھ نہ بچے گا۔یہ دلیل تھی جس نے سب کو مطمئن کر دیا۔ اور اس بات پر اجماع ہوگیا کہ ان تمام مفتوحہ علاقوں کو عامہ مسلمین کے لئے فَے قرار دیا جائے " (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۹۔۴۰۰)

(۵) خلیفہ دوم کے بیان اور دلیل کی قرآنی یا اسلامی حیثیت کیا بنتی ہے ۔ علامہ مودودی اور خلیفہ دوم دونوں ایک دوسرے کے بھی مخالف ہیں اور خود اپنی رائے اور فیصلوں کے بھی مخالف ہیں ۔ علاوہ ازیں وہ دونوں اللہ اور رسولؐ نیز قرآن کے بھی مخالف ہیں ۔

(ا) اللہ، رسولؐ اور قرآن نے سرسری طور پر نو (۹) حصے مال فَے میں رکھے تھے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر قریشی انداز سے وہ حصے دیکھ لیں جو قرآن میں آج تک موجود اور مانے جاتے ہیں ۔
ا۔ اللہ ۔۲۔ رسولؐ ۔ اہل بیتؑ رسولؐ ۔۴۔ تمام یتیم ۔۵۔ تمام مساکین ۔۶۔ تمام ابن السبیل ۔۷۔ نادار و محتاج مہاجرین۔ ۸ ۔ نادار و محتاج انصار ۔۹۔ ہر زمانہ میں نادار و محتاج مسلمان ۔
ہم اللہ ورسولؐ و اہل بیت رسولؐ کو پوری کائنات کا اور کائنات کی تمام موجودات کا مالک و ناظم مانتے ہیں ۔یہی حضرات نظام فَے یا خود مکتفی بنانے والے نظام کے منتظم ہیں ۔ ان کی صواب دید سے مالِ فَے ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۲) خلیفہ دوم اور ان کے پیرو تمام علما نے مال فَے اللہ کے خلاف استعمال کیا ہے ۔ خلیفہ دوم اور ان کے پیرؤوں نے مال فَے کے حقدار یُوں مقرر کئے کہ :

مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

ڈر خدا کے سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم ان کو واسطے لوگوں کے تو کہ وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ

فکر کریں وہی ہے اللہ جو نہیں کوئی معبود مگر وہ جاننے والا پوشیدہ کا اور

الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

حاضر کا وہی ہے بخشش کرنے والا مہربان وہی ہے اللہ جو نہیں کوئی معبود مگر وہ

اور ہم وہی مثالیں ٹھوک بجا کر سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان پر غوروفکر کرکے ان سے فائدہ اٹھائیں ۔ (۲۲) وہ ہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں ہے مگر وہی اللہ معبود ہے جو ہر پوشیدہ چیز کا بھی عالم ہے اور ہر ظاہر و حاضر چیز کا بھی عالم ہے اور رحمان ہے وہی رحیم ہے ۔ (۲۳) وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ

اوّل۔ا۔اس وقت کے عام مسلمانوں۔۲۔ لڑنے والی فوجوں۔۳۔ مسلمانوں کے بچوں۔۴۔ بعد کی آنے والی نسلوں کے لئے فَے ہو۔"
دوم۔"اللہ کی عطاکردہ ان املاک میں صرف ۔ا۔اس زمانہ کے لوگوں کا ہی حصہ نہیں ہے بلکہ ۔۲۔ بعد کے آنے والوں کو بھی اللہ نے ان کے ساتھ شریک کیا ہے۔"
سوم۔" پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس فَے کو ۔ا۔ جو سب کے لئے ہے ۔ ہم ان فاتحین میں تقسیم کردیں اور بعد والوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں ؟"
یہ تھے خلیفہ دوم کے وہ فیصلے جو اللہ ورسوؐل اور قرآن کے مخالف ہیں اور جن کی وجہ سے قریش کی حکومت تو چند صدیوں تک قائم رہی لیکن غربت و افلاس بدستور ترقی پذیر رہا۔ دولت برابر اغنیاء اور سرمایہ داروں میں گھومتی رہی اور آخر قریشی اور قریشی قسم کی تمام حکومتیں تباہ ہوئیں اور آج خلیفہ دوم کی پالیسیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ خلیفہ کے ہم مذہب مسلمان بھی اور ان کے مخالف مسلمان بھی دنیا کی تمام اقوام میں ذلیل ترین و حقیر ترین قوم ہیں ۔ اور اپنے نام نہاد کافروں بے دینوں اور ہندوؤں ، یہود و نصاریٰ کے سامنے بھیک مانگ رہے ہیں اور بے شرمی کے ساتھ اللہ اکبر اور اسلام کے نعرے مار کر بھیک مانگتے ہیں ۔ یہ وہ سزا ہے جو دنیا میں ملی اور قیامت ابھی ان کا انتظار کر رہی ہے ۔

(۳) خلیفہ دوم کے تمام طرفدار مل کر بھی ایسی آیت پیش نہیں کرسکتے جس میں: ا۔ مال فَے عام مسلمانوں کے لئے ہو یا ۲۔ لڑنے والی فوجوں کے لئے ہو ؟یا ۳۔ مسلمانوں کے بچوں کے لیئے ہو؟ یا ۴۔ تمام مسلمانوں کے لئے ہو۔؟

(۴) پھر ثابت ہوا کہ سورۂ بقرہ (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) میں خلیفہ دوم کی مندرجہ بالا پالیسی ہی کا ذکر ہوا ہے ۔

قارئین یہاں سورۂ بقرہ کی آیات (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) کو سامنے رکھ کر خلیفہ دوم کے مندرجہ بالا طویل بیان کو دیکھیں کہ وہاں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ شخص دنیا میں اسلامی زندگی پر اپنی پالیسی بیان کرتے ہوئے رسوؐل کو یقین دلانے کے لئے اللہ کو گواہ بناتا ہے ۔ اور بقول علامہ مودودی کہتا ہے کہ :
قرآن میں خلیفہ کا بیان: "خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں، بلکہ صرف حق و صداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کررہا ہوں۔ "(آیت ۲۰۴ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)
مال فَے پر خلیفہ کا بیان: "خدا کی قسم میں نے اگر کوئی بات کہی ہے جسے میں کرنا چاہتا ہوں تو اس سے میرا مقصد حق کے سوا کچھ نہیں ہے ...حالانکہ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی ظلم کا ارتکاب کروں ۔ میں بڑا شقی ہوں گا اگر ظلم کرکے کوئی ایسی چیز جو فی الواقع ان کی ہو، انہیں نہ دوں اور کسی دوسرے کو دے دوں۔"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۹)
اور یہ ثابت ہو چکا کہ خلیفہ دوم نے اللہ و رسوؐل اور قرآن کے خلاف مال فَے کو اللہ کے مقررکردہ لوگوں کو محروم کرکے تمام مسلمانوں کو دیا تھا۔ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۰۰) لہٰذا خلیفہ دوم کا ظالم و غاصب اور شقی ہونا ثابت ہوا۔ اور اللہ کے احکام کے خلاف فیصلے کرنے کی بنا پر سورۂ مائدہ (۴۷ تا ۴۴ / ۵) کی رو سے بھی وہ ظالم و کافر و فاسق ثابت ہوئے ۔ اور یہی حقیقی شیعوں کا عقیدہ ہے ۔ پھر یہ دیکھیں کہ:

اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَيۡمِنُ الۡعَزِيۡزُ الۡجَبَّارُ

بادشاہ ہے بہت پاک سلامت سب عیب سے امن دینے والا نگہبان غالب

الۡمُتَکَبِّرُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِکُوۡنَ ﴿۲۳﴾

زبردست تکبر والا پاکی ہے اللہ کو اس چیز سے جو شریک لاتے ہیں

هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ

وہ ہے اللہ پیدا کرنے والا درست کرنے والا صورتیں بنانے والا

لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی

واسطے اسی کے ہیں نام اچھے پاکی بیان کرتے ہیں واسطے اس کے جو بیچ

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ ﴿۲۴﴾

آسمانوں کے اور زمین کے ہیں اور وہی ہے غالب حکمت والا

بادشاہ ہے نہایت مقدس سر تا سر سلامتی کا مالک ہے۔ مخصوص مومن ہے مخصوص اور ہر حال میں نگہبان ہے ہر حال میں غالب رہنے والا ہے، عظیم ترین تکبر والا یعنی بڑائیاں عطا کرنے والا ہے اور جن چیزوں کو اللہ کے ساتھ کیا جاتا ہے اللہ ان سے پاک اور ہمہ گیر ہے۔ (۲۴) اللہ ہی پیدا کرنے والا، خالص کرنے والا صورت و شکل بنانے والا ہے اسی کے نمائندہ ہیں تمام اچھے ناموں کے حامل، اسی کی تسبیح کرتے وہ تمام موجودات جو آسمانوں میں ہوں یا زمین پر رہتے ہوں اور وہی ایسی حکمت والا ہے جو ہر حال میں غالب رہتی ہے۔

قرآن میں خلیفہ کی اسلامی پالیسی: قرآن کی رو سے ان خلیفہ صاحب کی اسلامی پالیسی کیا بیان ہوئی ہے؟ (۲۰۵ / ۲)

"وہ اپنے عہدِ حکومت و ولایت میں ساری دنیا کی نسلوں اور فصلوں کو تباہ کرنے لوٹ مار و قتل عام کرنے اور پوری زمین کو فساد سے لبریز کرنے کی تمام کوشش اور وسائل بر سر کار لائے گا۔" (بقرہ ۲۰۵ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

خلیفہ نے اس پالیسی پر دو سو (۲۰۰) فیصد عمل کیا اور عربوں کو غنی بنا دیا تھا۔ خلیفہ دوم کے عمل درآمد پر کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ان کے پیرو اور ان کی تاریخ نے ان کی فتوحات کی تفصیلات لکھی ہیں ان پر فخر کرتے چلے آئے ہیں۔ عمر کا اپنا بیان ابھی ابھی گزرا ہے کہ:

"کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ بڑے بڑے ممالک شام، الجزیرہ، کوفہ، بصرہ، مصر ان سب میں فوجیں رہنا چاہئیں اور ان کو پابندی سے تنخواہیں ملنا چاہیں۔ اگر میں ان زمینوں کو ان کے کسانوں سمیت تقسیم کر دوں تو یہ مصارف کہاں سے آئیں گے؟" اور علامہ مودودی نے لکھا کہ:

"حضرت عمر کے زمانہ میں جب بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے تو صحابہ کرام کو اس الجھن سے سابقہ پیش آیا کہ بزور شمشیر فتح ہونے والے علاقے آیا غنیمت ہیں یا فَے؟" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۸)

یہ تھا اس پالیسی پر عمل درآمد جو عمر کی زبانی قرآن میں ریکارڈ چلی آ رہی ہے خلیفہ دوم کے جرنل خالد بن ولید نے لاکھوں آدمیوں کو اس لئے قتل کرایا کہ خون کی نہر بہانے کی قسم کھائی تھی اور وہ نِهْرُ الدَّم (وہ خون کی نہر) آج بھی مشہور ہے۔

۶۔ مالِ فے کی وہ تفسیر جو نہ صرف حقیقی تفسیر تھی بلکہ تاریخی اور سو فیصد سامنے کی بات بھی تھی۔

کسی مترجم یا مفسر نے اس طرف اشارہ تک نہ کیا کہ اللہ نے یہ کیوں فرمایا کہ: وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡهُمۡ۔

(۱) "اور جو کچھ کہ پھیر لایا اللہ اوپر رسولؐ اپنے کے ان میں سے" (رفیع الدین)

(۲) اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے" (مودودی) (۶/۵۹)

(۳) جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے" (مودودی) (۷/۵۹)

(۴) جو کچھ پلٹا دیا ان سے اللہ نے اپنے رسولؐ کی طرف" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸ حاشیہ ۱۱)

علما نے بار بار اور طرح طرح یہ تو لکھا کہ: "رسوؐل کی طرف پلٹایا" لیکن آیت کا یہ جملہ تو اس صورت میں صحیح ہوتا کہ جب یہ ثابت ہو جاتا کہ: "وہ مال یا املاک پہلے رسوؐل کی ملکیت میں تھیں۔ پھر کسی طرح ملکیت سے نکل گئیں یا نکال لی گئیں تھیں۔ اور پھر اللہ نے رسوؐل کو واپس دلائی تھیں۔ یعنی اگر ان اموال یا املاک پر پہلے رسوؐل کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی تو لفظ "أَفَآءَ" ہرگز صادق نہیں آتا۔ رہ گیا اللہ کا واپس لینا اور پھر رسوؐل کو عطا کردینا؟ یہ اس لئے صحیح نہیں کہ اللہ کی ملکیت سے کوئی چیز نہ نکالی جا سکتی ہے نہ خارج سمجھی جاسکتی ہے کوئی چیز خواہ کافر کے قبضے یا ملکیت میں ہو یا مومن کی ملکیت اور قبضے میں ہو بہرحال اللہ کی ملکیت رہتی ہے۔

(۶۔ الف) جہاد کے دوران آئے ہوئے قیدی بھی قرآن کی رو سے مال فَۓ میں داخل ہیں۔

پھر وہ قیدی بھی مال فَۓ میں داخل ہیں جو جہاد کے دوران گرفتار کئے جائیں۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ ٱلَّـٰتِىٓ ءَاتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ ﴿٥٠﴾ (احزاب ۵۰ / ۳۳)

رفیع الدین کا ترجمہ: "اے نبیؐ تحقیق ہم نے حلال کیں واسطے تیرے بی بیاں تیری وہ جو دیا ہے تو نے مہر اُن کا اور جن کا کہ مالک ہوا ہے داہنا ہاتھ تیرا اس چیز سے کہ پھیر لایا ہے اللہ اوپر تیرے یعنی طرف تیری مال کفار سے اور بیٹیاں چچاؤں تیرے کی۔ الخ"

اس آیت کا یہ ترجمہ بہرحال قریشی پالیسی کی ترجمانی کرتا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے کئی بار عرض کیا ہے کہ علامہ اعلی اللہ مقامہ بذات خود بے قصور ہیں اور اپنی معلومات کی حد تک صحیح ترجمہ کرتے ہیں چنانچہ اس آیت میں جو کلیدی لفظ ہے اس کا ترجمہ تمام مترجمین کے خلاف صحیح کیا ہے۔ یعنی مِمَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ کا ترجمہ "پھیر لایا ہے اللہ" کیا ہے۔ اور علامہ مودودی نے یہاں زیر بحث آیات (۷۔۶ / ۵۹) کے خلاف ترجمہ کیا ہے دیکھئے:

ایک لفظ کے دو ترجمے؟

۱۔ أَفَآءَ ٱللَّهُ افاء اللہ "پلٹا دیا اللہ نے" (۷۔۶ / ۵۹ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸۔۳۸۹)
۲۔ أَفَآءَ ٱللَّهُ "اللہ کی عطا کردہ" (۵۰ / ۳۳) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۱۳)
۳۔ أَفَآءَ ٱللَّهُ "اللہ نے دلوایا" اشرف علی۔

کسی مترجم کا ترجمہ دیکھ لیں آپ کو مایوسی ہوگی اور کوئی جنگی قیدیوں کو اللہ کی تائید میں مال فَۓ نہ کہے گا۔ سب ان کو مال غنیمت میں شمار کریں گے۔ لیکن ہمیں یہ بتانا ہے کہ آنحضرتؐ مردوں اور عورتوں کے بھی اسی طرح مالک ہیں (۶ / ۳۳) جس طرح خدا کی طرف سے کائنات کی باقی مخلوقات و موجودات کے مالک ہیں اور جو مرد یا عورتیں منشائے رسوؐل کے خلاف غلط یا غاصب مالکوں کے قبضے میں تھیں جب وہ رسوؐل کی تحویل میں واپس بھیج دی گئیں۔ تو دوبارہ رسوؐل کی ملکیت میں آگئیں۔ اسی طرح اڑھائی ہزار سال سے عہد رسوؐل تک مکہ و مدینہ ہی نہیں بلکہ پورا عرب و عراق اسماعیلی حکومت کا مقبوضہ تھا جس کا دارالخلافہ عہدِ رسوؐل اور خلافتِ دوم میں حجر تھا اور اس زمانہ کے اسماعیلی بادشاہ کا نام جبلہ تھا لیکن یہودیوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا أَفَآءَ ٱللَّهُ مِنْهُمْ کا مطلب واضح ہے۔ (دیکھو ارض القرآن مولفہ السید سلیمان ندوی) (جلد ۲ صفحہ ۵۰ تا ۸۹)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیرہ (۱۳) آیتیں اور دو رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت پکڑو دشمن میرے کو اور دشمن اپنے کو دوست کہ

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا

پیغام بھیجتے ہو تم طرف ان کی ساتھ محبت کے اور تحقیق وہ کافر ہوئے ہیں

بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ

ساتھ اس چیز کے کہ آئی تمہارے پاس حق سے نکال دیتے ہیں پیغمبرؐ کو اور تم کو

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا

اس واسطے ایمان لائے تم ساتھ اللہ پروردگار اپنے کے اگر ہو تم نکلے واسطے جہاد کے

فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ

بیچ راہ میری کے اور واسطے رضامندی میری کے کیا چھپا رکھتے ہو تم طرف اُن کی

بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ

ساتھ دوستی کے اور میں خوب جانتا ہوں اُس چیز کو کہ چھپاتے ہو تم اور جو

يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

ظاہر کرتے ہو تم اور جو کوئی کرے تم میں سے یہ کام پس تحقیق گمراہ ہوا راہ سیدھی سے

(۱) اے قریشی اوّلین مہاجرو تم لوگ میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ہمدرد حاکم نہ بناؤ تم ان سے ایسی حالت میں بھی احترام اور محبت کے جذبات سے ملاقات کرتے رہتے ہو جب کہ انہوں نے اس حقیقت کو پوشیدہ کرلیا ہے جو تمہارے پاس آئی تھی اور جب کہ انہوں نے تمہیں بھی اور رسوؐل کو بھی مکہ سے نکال دیا تھا صرف اس لئے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے لہٰذا اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضامندیاں حاصل کرنے کے لئے ایمان لائے اور ہجرت کرکے آئے ہو تو یہ کیا بات ہے کہ تم نے اطاعت و احترام و محبت کا یہ خفیہ رابطہ اختیار کر رکھا ہے ۔اور میں جو کچھ تم خفیہ ساز باز کر رہے ہو اسے بھی خوب جانتا ہوں اور جو کچھ تم لوگوں کے سامنے اپنے متعلق اعلانیہ کہتے رہتے ہو ۔اور تم میں سے جو مومنین یہ دو رُخی رفتار اختیار کئے ہوئے ہیں متوازن راہ سے گمراہ ہوچکے ۔

تشریحات سورۂ ممتحنہ :

ا۔ قریشی مہاجرین کی باگ ڈور کافی عرصہ تک مکہ کے مرکز کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ یہود نے سنبھالا ۔

ہماری تشریحات میں یہ حقیقت برابر ابھرتی چلی آئی ہے کہ قریشی لیڈروں نے آنحضرؐت کی بعثت سے پہلے ہی سازش کا پروگرام بنا لیا تھا کہ وہ اعلان نبوت سے فوراً بعد اوّلین مومنین میں داخل ہوجائیں گے ۔ اور اپنی سوجھ بوجھ اور بصیرت سے مسلمانوں میں مجتہدانہ آزادروی اور اختلاف پیدا کرتے رہیں گے تاکہ مکہ کا مرکزِ کفر اپنی پالیسیاں کامیابی سے برسرکار لا سکے اس سورہ کا نام ہی "امتحان لینے والی سورت ہے ۔اور اس میں یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جو لوگ رسوؐل کی آمرانہ و مطلق العنان حکومت الٰہیہ کے قیام کے

(۲) اگر تم ان لوگوں کے قابو میں آ جاؤ جن کو واجب الاحترام حاکم بنائے ہوئے ہو تو وہ تم سے اپنی عداوت ظاہر کر دیں گے اور تمہارے حق میں اپنی شکایات بھی پیش کریں گے اور تمہیں بُرائی کے ساتھ بُری اذیت بھی دیں گے ۔وہ تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تم بھی حق پوشی کرنے لگو۔ (۳) سنو تمہیں تمہارے رحمی رشتہ دار اور تمہاری اولاد قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے اس لئے تمہارے اندر فاصلہ اور دوری پیدا کردے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسکو دیکھتے رہنے والا ہے (۴) تم اگر سنبھلنا چاہو تو تمہیں اب ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی پیروی کرنا چاہیئے کہ

اِنۡ یَّثۡقَفُوۡکُمۡ یَکُوۡنُوۡا لَکُمۡ اَعۡدَآءً وَّ یَبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ

اگر پاویں تم کو ہوویں گے واسطے تمہارے دشمن اور کھولیں گے طرف تمہاری

اَیۡدِیَھُمۡ وَ اَلۡسِنَتَھُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ وَدُّوۡا لَوۡ تَکۡفُرُوۡنَ ؕ﴿۲﴾

ہاتھ اپنے اور زبانیں اپنی ساتھ بُرائی کے اور دوست رکھتے ہیں کاش کہ کافر ہو جاؤ تم

معانقة ۱۲ السماء الوقف علی القیمۃ ۱۲

لَنۡ تَنۡفَعَکُمۡ اَرۡحَامُکُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ ۚۛ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۚۛ

ہرگز نہ فائدہ دے گا تم کو ناتا تمہارا اور نہ اولاد تمہاری دن قیامت کے

یَفۡصِلُ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۳﴾

جدائی ڈالے گا درمیان تمہارے اور اللہ ساتھ اُس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے

قَدۡ کَانَتۡ لَکُمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیۡۤ اِبۡرٰھِیۡمَ وَ الَّذِیۡنَ

تحقیق ہے واسطے تمہارے پیروی نیک بیچ ابراہیمؑ کے اور ان لوگوں کے کہ

مخالف تھے اور قومی ولایت و حکومت بنانے میں کوشاں رہے اور آخر بعد رسولؐ قومی خلافت بنانے میں کامیاب ہوئے وہ مکہ کے قریش تھے اور قریش میں سے بھی وہ لوگ تھے جو رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے ۔اور تاریخ و قرآن متفق ہیں کہ وہ شخص ابوبکر تھا جو رسولؐ کے ساتھ غار میں رہنے کی وجہ سے یارِ غار کہلاتا ہے (۴۰ / ۹) اللہ نے اس راز کو یہ کہہ کر طشت ازبام کر دیا ہے کہ : یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَ اِیَّاکُمۡ (۱ / ۶۰) "جنہوں نے تمہیں اور رسولؐ کو مکہ سے نکالا تھا" چنانچہ وہ لوگ جو کفار مکہ کے وفادار و پسندیدہ اور پیارے مومن تھے خالصتاً مکہ کے قریشی مہاجر تھے ان میں مدینہ کے انصار بالکل شامل نہ تھے یہ پہلی آیت ثابت کرتی ہے کہ قریش جن اغراض کے ماتحت ایمان لا کر رسولؐ کے ساتھ ہو لئے تھے ان میں نہ اسلام کے لئے جہاد شامل تھا نہ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہجرت کرکے آئے تھے اور یہ کہ ان کا ایک خفیہ منصوبہ تھا جسے پروان چڑھانے کے لئے وہ ایمان لائے اور ہجرت اختیار کی تھی ۔یہاں اللہ نے یہ بات بھی صاف کر دی کہ اس آیت کے مخاطب لوگ منافق نہیں تھے بلکہ اللہ پر ایمان لائے تھے اور اسے اپنا رب سمجھتے تھے مگر ساتھ ہی اپنے سابقہ عقائد و مذہب کو بھی صحیح اسلام سمجھتے تھے اور اس بات کو مسلمانوں اور رسول اللہؐ سے پوشیدہ رکھنے میں بہتری خیال کرتے تھے ۔ تاکہ تعلیماتِ محمدؐیہ کو بھی مجتہدانہ اسلام میں بدلنا دشوار نہ ہو ۔ اللہ نے ایسے اسلام و ایمان کو گمراہی اور متوازن راہ سے بھٹک جانا قرار دیا ہے (۱ / ۶۰)

(۱۔الف) آیات (۲۔۱ / ۶۰) میں بیان کردہ سازش کو ایک فرضی قصہ میں تبدیل کردیا گیاہے ۔

قارئین نے دیکھا کہ سورۂ ممتحنہ قریش کی سازش کو واشگاف و واضح الفاظ میں بیان کرتی ہوئی شروع ہوتی ہے ۔ اور قرآن کے اس بیان کے بعد قریش کے خفیہ منصوبے میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے ۔ لیکن قریشی حکومتوں نے جو تاریخ و تفسیر تیار کرائی تھی ۔ اس میں اس سازش کو بھی غائب کرلیا گیا۔ اور ایک ایسی کہانی تیار کرکے لکھ دی گئی جس سے آیت (۱ / ۶۰) میں بیان شدہ جرائم کو ایک شخص "حاطب بن ابی بلتعہ" کے سر چپکا کر اصلی حقیقت کو غائب کرلیا گیا ہے ۔ قریشی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ و تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابوں کی کیا حیثیت ہے ؟ اور ان پر کتنا یقین کیا جا سکتا ہے ؟ اس پر ہم نے اپنی ان تشریحات میں بھی اور اپنی بہت سی تصنیفات میں بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ کوئی حکومت اور حاکم اپنے خلاف یا اپنی پالیسیوں کے خلاف نہ کچھ لکھوائے گا اور نہ کسی کو لکھنے کی اجازت دے گا۔ اس حقیقت اور فطری جذبے پر ادھر تمام تاریخیں اور واقعات گواہ ہیں ادھر یہ جذبہ اور عمل درآمد آج تک برابر مشاہدے میں آتا رہا ہے ۔ لیکن اس قصے کو باقاعدہ

مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ

ساتھ اس کے تھے جس وقت کہا انہوں نے واسطے قوم اپنی کے تحقیق ہم بیزار ہیں تم سے

وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ

اور اس چیز سے کہ عبادت کرتے ہو تم سوائے خدا کے کافر ہوئے ہم ساتھ تمہارے اور

بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى

ظاہر ہوئی درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے عداوت اور بغض ہمیش یہاں تک کہ

تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ

ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اکیلے کے مگر کہنا ابراہیم کا واسطے باپ اپنے کے البتہ بخشش مانگوں گا

لَكَ وَ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا

واسطے تیرے اور نہیں اختیار رکھتا میں واسطے تیرے اللہ سے کچھ اے رب ہمارے

وہ تمہارے حسب حال اچھا نمونہ ہیں جب کہ انہوں نے اپنی پوری قوم سے مستغنی ہوتے ہوئے ان سے کہا تھا کہ ہم یقیناً تمہارے اور اس تمام نظام کے کافر ہیں جس کی تم عبادت اور اطاعت اللہ کے علاوہ کرتے ہو اور اس اعلان کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض اس وقت تک ہمیشہ برقرار رہے گا جب تک کہ تم لوگ خالص اور اکیلے اللہ پر ایمان نہ لے آؤ سوائے اس تعلق کے کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو قول دے دیا تھا کہ میں ضرور بالضرور تمہاری بخشش کراؤں گا۔ حالانکہ تمہارے معاملے میں مجھے اللہ پر کوئی حق ملکیت حاصل نہیں ہے ہماری درخواست یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار

مرتب کر لینے اور تمام کتب تواریخ و تفاسیر و احادیث میں نقل کر لینے اور شہرت دے چکنے کے باوجود ایک غلطی سب سے ہوئی ہے اور یہ غلطی بھی فطری قانون کے ماتحت ضرور ہی ہوا کرتی ہے۔ یعنی مجرم اپنی احتیاط کے دوران کسی نہ کسی ایک پہلو سے غافل رہ جاتا ہے جو ایک مفتش یا تحقیق کرنے والے کو پورے مجرمانہ واقعات کے پتہ لگانے میں مدد ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا وہ حضرات جو جرائم کی تفتیش و تحقیق کرنے کے ماہر ہوتے ہیں وہ واقعات کو سنتے یا پڑھتے ہوئے صرف اس بداحتیاطی یا غلطی کی تلاش میں رہا کرتے ہیں جو اللہ نے ہر مجرم سے صادر ہونا ان کے مقدر میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس قصہ میں سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی ہے کہ قرآن کریم اس سازشی اسکیم کو کسی شخص واحد کے ذمہ عائد نہیں کرتا بلکہ بار بار جمع کا صیغہ بول کر یہ بتاتا ہے کہ سازش کرنے والوں کی کثرت تھی اس لئے یَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ کہہ کر تمام مومنین پر جرائم عائد کئے گئے ہیں۔ اور سازش میں جو مومنین شریک نہ تھے وہ اس قدر قلیل تعداد تھی کہ اس کا استثناء کرنا بھی ضروری نہ سمجھا گیا بلکہ یہاں سے وہاں تک یعنی سورہ کے شروع سے آخر تک برابر تمام مومنین کو سازش میں، نصیحت اور تنبیہ میں شامل رکھا گیا ہے اور کسی بھی قاری کو دورانِ قرأت و تلاوت یہ وہم تک نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک شخص کی بات ہو رہی ہے۔

(ا۔ب) وہ جرائم جو مخاطب مومنین نے کئے اور علامہ مودودی نے مان لئے ہیں۔

بہر حال یہاں وہ جرائم دیکھ لیں جن کا سرزد ہونا علامہ نے خود مان لیا ہے۔ اوّل یہ کہ بعض سردارانِ مکہ کے نام ایک خط بھیجا جس میں انہیں یہ راز بتایا کہ تم پر رسولؐ حملہ کرنے والے ہیں اور قاصد کو دس دینار دیئے کہ خط مسلمانوں اور رسولؐ سے خفیہ رکھ کر پہنچائے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۲۳)
دوم "قطع نظر اس سے کہ کس نیت سے کیا بجائے خود یہ فعل صریحاً اللہ و رسولؐ کے خلاف جاسوسی کا فعل تھا" (ایضاً صفحہ ۴۲۵)
سوم "جاسوسی بھی بڑے نازک موقع پر سخت خطرناک نوعیت کی تھی کہ حملے سے پہلے بے خبر دشمن کو خبردار کیا گیا تھا" (ایضاً ۴۲۵)
چہارم "حضرت عمر نے اس جرم کی سزا قتل قرار دی تھی" (ایضاً صفحہ ۴۲۳)
پنجم "بلاشبہ ایک مخلص مسلمان کے لئے نیک نیتی سے بھی یہ حرکت جائز نہیں کہ وہ محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دشمنوں کو مسلمانوں کے جنگی منصوبوں کی خبر بہم پہنچائے" (صفحہ ۴۲۵)

(ا۔ج) علامہ نے اس مصنوعی قصے کو بھی خیانت کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کوئی روایت پوری نہیں لکھی ہے۔

علامہ اینڈ کمپنی اس خود ساختہ قصہ پر کوئی روایت پوری نہیں لکھتی اور ثبوت نہ ہونے کے باوجود اس فرضی مجرم کو معاف شدہ مانتی ہے۔ سنئے:

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝٤
اوپر تیرے توکل کیا ہم نے اور طرف تیری رجوع کی ہم نے اور طرف تیری ہے پھر جانا
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
اے رب ہمارے مت کر ہم کو فتنہ واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے اور
اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥ لَقَدْ كَانَ
بخش ہم کو اے رب ہمارے تحقیق تو ہے غالب حکمت والا البتہ تحقیق ہے
لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
واسطے تمہارے بیچ ان کے پیروی نیک واسطے اس شخص کے کہ ہے امید رکھتا خدا کی
وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦ ع
اور دن پچھلے کی اور جو کوئی پھر جاوے پس تحقیق اللہ وہی ہے بے پرواہ تعریف کیا گیا

ہم نے تجھ پر ہی توکل کررکھا ہے ہم تیری ہی نیابت میں ہیں اور تیرے ہی حضور میں پلٹنا ہے (۵) اور اے ہمارے پالنے والے ہمیں حق پوشوں کی آزمائش کا ذریعہ نہ بنا لینا اور ہماری مغفرت کرنا ۔اے ہمارے پروردگار یقیناً تو ہی ہر حال میں غالب رہنے والا حکیم ہے ۔ (٦) یقیناً تمہارے لئے ان کے طرزِ عمل میں پیروی کا اچھا نمونہ ہے ان لوگوں کے لیئے جو اللہ کے حضور آخرت میں کامیابی چاہتے ہیں اور جو کوئی الگ سے ولایت بنائے تو سمجھ لو کہ اللہ ہی وہ ہستی ہے جو خود ساختہ ولایتوں سے لاپرواہ اور سراہا گیا ہے ۔

"یہ ان کثیر التعداد روایات کا خلاصہ ہے جو متعدد معتبر سندوں سے بخاری مسلم ... نے نقل کی ہیں ۔ ان میں کسی روایت میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت حاطب کا یہ عذر سن کر ان کو معاف کردیا گیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۲۴)

(ا۔ د) اپنے سازشی صحابہ کے لئے مودودی کی رائے اور رسوؐل اللہ کے نام سے گھڑا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ

علامہ اپنے راہنما صحابہ کے لئے لکھتے ہیں کہ :

(ا) "یہ منجملہ ان شواہد کے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ بے خطا نہیں تھے ۔ ان سے بشری کمزوریوں کی بنا پر خطائیں سرزد ہوسکتی تھیں اور عملاً ہوئیں،" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۲۵،۴۲۶) اور یہ بھی کہ :

(۲) "بدری صحابہ کی فضیلت میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ : تمہیں کیا خبر؟ ہوسکتا ہے کہ اللہ نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ تم خواہ کچھ کرو میں نے تم کو معاف کردیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۲۷)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ اس خود ساختہ روایت میں خود رسوؐل اللہ کو بھی معلوم نہیں کہ اللہ نے یہ غلط بات کہی تھی یا نہیں؟ وہ بھی تک بندی کررہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہہ گزرا ہو ۔ لیکن قرآن میں اللہ نے بدری صحابہ کو یہ ضرور کہا ہے کہ :

لَمَسَّكُمْ فِيمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٦٨ (انفال ٦٨ / ٨) جو کچھ تم نے لوٹ مار کی اس کے بارے میں تمہیں عذاب عظیم ہونا تھا"

(۲) اُمت کے لوگوں کو اجتماعی طور پر حکم دیا گیا۔ تنبیہ کی ہے کہ وہ ننہیالی و ددھیالی رشتوں اور اولاد کو مفید نہ سمجھیں

قارئین نوٹ کریں کہ جن حضرات علیہم السلام کی مودۃ واجب کی گئی ہے (شوریٰ ۲۳ / ۴۲) وہ ہر گز نہ تو اُمت کے عوام و خواص ہیں نہ ان کی اولاد ہیں نہ ماں اور باپ کی نسل کے لوگ ہیں ۔ اس لئے کہ ان کی مودۃ آخرت و قیامت میں مفید نہیں ہے ۔ اور جو مودۃ واجب کی گئی ہے وہ یقیناً دنیا و آخرت میں مفید ہونا لازم ہے ۔ اس لئے کہ جو چیز واجب ہو وہ یقیناً غیر مفید نہیں ہو سکتی۔ اس کا وجوب اسے عبادات و اطاعت میں شامل کرتا ہے اور عبادت و اطاعت دنیا و آخرت میں مفید مانی گئی ہے ۔یہاں یہ بات واضح ہے کہ اُمت کے تمام انساب اور رشتہ داریاں قیامت سے پہلے ہی ختم ہوجائیں گی اور وہاں ہر شخص کو اس کے رشتہ داروں سے دور اور فاصلہ پر رکھنا ثابت ہے ۔ (۳ / ٦٠)

۳۔ وہ مومن جو نظامِ کفرو طاغوت اور ابلیس کا کافر نہ ہو مومن تو ہے مگر مسلم نہیں ہوتا۔

لفظ مومن کے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ
شاب ہے اللہ یہ کہ کر دیوے درمیان تمہارے اور درمیان ان لوگوں کے کہ
عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷
عداوت رکھتے ہو تم ان سے دوستی اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے
لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ
نہیں منع کرتا تم کو اللہ ان لوگوں سے کہ نہیں لڑے تم سے بیچ دین کے اور نہیں
يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا
نکال دیا تم کو گھروں تمہارے سے یہ کہ احسان کرو تم ان سے اور انصاف کرو
اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا
طرف ان کی تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو سوائے اس کے نہیں کہ

(۷) اللہ سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ تمہارے درمیان اور تمہارے ان لوگوں کے درمیان جن سے اب تمہاری دشمنی ہوگئی ہے پھر پہلے والا ممنوعہ رشتۂ مودت (۱ / ۶۰) خود ہی قائم کرادے اور اللہ اس پر بھی قادر ہے اور بخش دینے والا رحیم بھی ہے (۸) اللہ تمہیں ان لوگوں سے نیک سلوک کرنے سے نہیں منع کرتا جو نہ تو دین کے معاملے میں تم سے لڑتے ہیں اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکلنے اور ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔تم ایسے لوگوں سے تدریجی اور قسط وار ربط و ضبط اور تعلق بڑھاؤ۔ اس لئے کہ اللہ قسط وار کام کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے (۹) اللہ تمہیں صرف ان لوگوں کو ولی وحاکم بنانے

معنی ماننے والا ہوتے ہیں لہٰذا کسی شخص کا خود کو مومن کہنا یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس چیز پر ایمان لایا ہے یا کس چیز کو مانتا ہے؟ چنانچہ دشمنانِ اسلام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے خود کو مومن کہہ کر ان میں شامل ہو جاتے تھے اور ان میں بدعقیدگی پھیلانے اور تخریب کاری کرنے کے لئے ایمان کی آڑ لے لیتے تھے اور سادہ لوح مسلمان انہیں اسلام کے مومن سمجھ کر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ ان کا یہ منصوبہ کھولنے اور مسلمانوں کو خبردار رکھنے کے لئے قرآن نے فرمایا کہ:

قَالَتِ ٱلۡأَعۡرَابُ ءَامَنَّاۖ قُل لَّمۡ تُؤۡمِنُواْ وَلَٰكِن قُولُوٓاْ أَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ ٱلۡإِيمَٰنُ فِي قُلُوبِكُمۡۖ ۝١٤ (الحجرات: ۱۴ / ۴۹)

”عربوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور یہ کہ اسلام پر ایمان تو ابھی تمہارے دلوں تک پہنچا ہی نہیں ہے۔

(۴) انبیاؑ کو خطا کار ثابت کرنے اور حقائق کو چھپانے میں خود ساختہ روایات سے بہت کام لیا گیا ہے۔

ابھی ابھی یہ بحث گزری ہے کہ قریشی حکومتوں کی خود ساختہ روایات سے قریش کی ہمہ گیر سازش کو ایک شخصِ واحد کا قصہ گھڑ کر چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر سورۂ ممتحنہ کی قائم کردہ دلیل نے اس قصہ کو باطل کردیا ہے۔ پھر خود ساختہ روایات ہی سے سورتوں کا شانِ نزول متعین کیا گیا ہے۔ پھر اس خود کاشتہ شانِ نزول کو بنیاد بنا کر اکثر واقعات کا انکار کیا گیا ہے۔ مثلاً آیۂ مودّۃ (شوریٰ ۲۳ / ۴۲) کے لئے بڑی سہولت سے فرما دیا گیا کہ:
”اوّل تو جس وقت مکہ معظمہ میں سورۂ شوریٰ نازل ہوئی اس وقت حضرت علیؑ و فاطمہؑ کی شادی تک نہ ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۱)

(۴۔ الف) شانِ نزول بھی گھریلو خودساختہ روایات پر مبنی ہے اور قرآنی بیانات کا رخ بدلنا مقصود ہے۔

آپ نے علامہ کا انکار دیکھ لیا ہے لیکن یہ نہیں دیکھا کہ اس انکار میں ایک دھوکا بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مودت والی آیت (شوریٰ ۲۳ / ۴۲) پر اقربائے رسولؐ سے مودت واجب ہونے کی بحث ہے مگر علامہ علیؑ و فاطمہؑ کی شادی نہ ہونے کی دلیل سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ رسولؐ کے اقرباء کا وجود ہی نہ تھا لہٰذا مودت کا حکم بے معنی ہے دوسرے الفاظ میں علامہ نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک علیؑ اور فاطمہؑ کی شادی نہ ہو جائے اور جب تک علیؑ و فاطمہؑ سے اولاد پیدا نہ ہو جائے

اور مودۃ رکھنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے سلسلے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے شہروں سے ہجرت کرائی اور گھروں سے نکل جانے کے بعد بھی تمہارے خلاف جتھا بندی رکھی اور دباؤ ڈالتے رہے کہ تم ان کی قومی ولایت کے تابع فرمان رہو اور مودۃ برقرار رکھو (۲۔۱ / ۶۰) اور جو بھی تم میں سے ان لوگوں کے سے رشتہ ولایت و مودۃ رکھے وہی احکام خداوندی کو خالص نہیں مانتا (مائدہ۔۴۵ / ۵ ظالم کے معنی)(۱۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کا امتحان لیا کرو تاکہ فریب کاری نہ کرسکیں اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے ۔چنانچہ اگر تمہیں علم ہوجائے کہ

يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ

منع کرتا ہے تم کو اللہ ان لوگوں سے کہ لڑے تم سے بیچ دین کے اور

اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ

نکال دیا تم کو گھروں تمہارے سے اور مددگاری کی اوپر نکال دینے تمہارے کے

اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾

یہ کہ دوستی کرو تم ان سے اور جو کوئی دوستی کرے ان سے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت آویں تمہارے پاس مسلمانیاں ہجرت کرکے

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

پس آزمائش کرو ان کی اللہ خوب جانتا ہے ایمان ان کے کو پس اگر جانو تم ان کو

اس وقت تک دنیا میں کوئی شخص اقربائے رسولؐ ہو ہی نہیں سکتا ۔ یعنی نہ علیؑ اقربائے رسولؐ میں داخل نہ فاطمہؑ اقربائے رسولؐ میں شامل لہٰذا مودت کس سے رکھی جائے ؟ چنانچہ آیۂ مودّت رسولؐ اللہ کے اقرباء کی مودت کے لئے نہیں ہے ۔ یہ ایسی ہی دلیل ہے جیسے کسی نے کہا تھا کہ :”چونکہ چاولوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اس لئے زمین گول نہیں ہوسکتی۔“

بلا کسی ثبوت کے سورۂ شوریٰ کو مکی قرار دیا گیا تاکہ مودّت کا انکار ہو سکے ۔

اس کے بعد یہ بھی دیکھ لیں کہ سورۂ شوریٰ کو مکہ میں نازل شدہ سمجھنے کا ثبوت اور یقین کیا ہے ؟ لکھتے ہیں :

”زمانۂ نزول ۔کسی معتبر روایت سے معلوم نہیں ہوسکا ہے لیکن اس کے مضمون پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورۂ حٰم السجدہ کے متصلاً بعد نازل ہوئی ہوگی“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۷۴)

معلوم ہوا کہ سورۂ شوریٰ کے مکہ میں نازل ہونے پر علامہ کو کوئی روایت یا ثبوت نہیں ملا مگر پھر بھی علامہ کے محسوسات اتنے زبردست اور صحیح ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جبرئیلؑ کا آنا اور قرآن سنانا علامہ کو معلوم ہو گیا۔ یعنی آل محمدؐ سے عداوت کی بنا پر ابلیس ان پر وحی کرتا رہتا ہے ۔ ذرا یہ بھی دیکھتے چلیں کہ قریشی حکومتوں کا تیار کردہ شانِ نزول والا حربہ کیا وزن رکھتا ہے۔ اور اس کا اعتبار کس قدر کیا جاسکتا ہے؟ علامہ کا فیصلہ دیکھیں :

(۴۔ب) کون سی سورت یا آیت کب نازل ہوئی تھی ؟ اس سلسلے میں گھڑی ہوئی روایات کا حال ؟

(۱) ”تیسری تقریر رکوع ۱۰ سے شروع ہوکر سورۂ (توبہ۔احسن) کے ساتھ ختم ہوتی ہے اور یہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر نازل ہوئی ۔ اس میں متعدد ٹکڑے ایسے بھی ہیں جو اُن ہی ایام میں مختلف مواقع پر اترے اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۂ الٰہی سے ان سب کو یک جا کرکے ایک سلسلۂ تقریر میں منسلک کردیا۔“(تفہیم القرآن جِلد ۲ صفحہ ۱۶۶) اور سنیئے:

(۲) ”جہاں تک سورۂ (انفال۔احسن) کے مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے غالباً یہ ایک ہی تقریر ہے جو بیک وقت نازل فرمائی گئی ہوگی ، مگر ممکن ہے کہ اس کی بعض آیات جنگ بدر ہی سے پیدا شدہ مسائل کے متعلق بعد میں اتری ہوں اور پھر ان کو سلسلۂ تقریر میں مناسب جگہوں پر درج کرکے ایک مسلسل تقریر بنا دیا گیا ہو۔“(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۱۸)

ضروری نہیں کہ ہر سورت کی تمام آیات مسلسل ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں بلکہ مختلف اوقات میں۔

علامہ نے مان لیا کہ مختلف آیات متفرق

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ
ایمان والیاں پس مت پھیر دو ان کو طرف کفار کی نہیں وہ عورتیں حلال
اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ
واسطے ان کافروں کے اور نہ وہ کافر حلال واسطے ان عورتوں کے اور دو ان کافروں کو
مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ
جو خرچ کیا ہے انہوں نے اور نہیں گناہ اوپر تمہارے یہ کہ نکاح کرلو ان کو جس وقت کہ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا
دو تم ان کو مہر ان کے اور مت پکڑ رکھو نکاح عورتوں کافروں کا اور مانگ لو ان سے
مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ
جو خرچ کیا ہے تم نے اور چاہیئے کہ وہ سوال کریں جو خرچ کیا ہے انہوں نے یہ حکم

وہ واقعی مومن عورتیں ہیں تو تم ان صاحبانِ ایمان عورتوں کو کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ وہ مومن عورتیں اب ان کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ وہ کافر ان مومن عورتوں کے لئے حلال رہے۔ اب تو تم کافروں کو وہ خرچہ ادا کردو جو انہوں نے ان عورتوں سے نکاح پر خرچ کیا تھا تمہارے لئے اس میں حرج نہیں کہ تم ان مومنات سے ان کا اجرو شرائط پورے کرکے ان سے نکاح کرلو اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکو۔ اور تم نے ان پر جو خرچ کیا تھا وہ کافر شوہروں سے مانگ لو اور انہیں بھی چاہیئے کہ وہ اپنا خرچہ تم سے طلب کرلیں وہ تمام احکام اللہ کے ہیں، رسولؐ کی معرفت تمہارے

اوقات میں نازل ہوتی رہی ہیں۔ اور پھر انہیں مضمون کی مناسبت سے موزوں جگہوں پر ترتیب دیا جاتا تھا۔ لہٰذا نہ تو یہ شبہ صحیح ہے کہ آیتِ مودت والی سورۂ شوریٰ مکہ ہی میں نازل ہوئی تھی۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ مودت والی آیت پوری سورۂ شوریٰ کے ساتھ نازل ہوئی تھی۔ اور بالکل ممکن ہے کہ آیتِ مودۃ مدینہ میں جب نازل ہوئی جب حضرات علی و فاطمہ علیہما السلام سے حسنین علیہما السلام پیدا ہوچکے ہوں۔

شانِ نزول والی روایات خود مختلف اور متفرق ہیں لہٰذا روایات سے آیات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

رہ گئیں وہ صحیح یا خودساختہ روایات جو آیات اور سورتوں کا نزول متعین کرتی ہیں اپنے اختلاف کی بنا پر اس قابل نہیں کہ روایات سے آیات کا مقصد و منشاء الٹ دیا جائے۔ اس سلسلے میں سینکڑوں میں سے ایک دو نمونے علامہ سے سن لیں:

سورۂ کوثر پر علامہ مودودی کی تحقیق روایات اور علما مختلف۔

"ابن مَرْدُوْیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کیا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ کلبی اور مقاتل بھی اسے مکی کہتے ہیں اور جمہور مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ لیکن حضرت حسن بصری، عِکْرِمہ مجاہد اور قتادہ اس کو مدنی قرار دیتے ہیں۔ امام سیوطی نے اِتقان میں اسی قول کو صحیح ٹھیرایا ہے۔ اور امام نَوَوِی نے شرح مسلم میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ وجہ اس کی وہ روایت ہے جو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن المُنذر، ابن مَردویہ اور بَیہقی وغیرہ محدثین نے حضرت انس بن مالک سے نقل کی ہے" بعد طویل بحث کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ:"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۸۸)

(۴) "روایات میں کسی آیت کے نزول کا ذکر یہ فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا کہ وہ مکی ہے یا مدنی اور اس کا اصل نزول فی الواقع کس زمانہ میں ہوا تھا"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۸۹)

قارئین نوٹ فرمالیں کہ نزول کے متعلق روایات کی بنیاد پر قرآن کے مفاہیم کو بدلنا یا ان کا رخ بدلنا سوائے چارسو بیس کے اور کچھ نہیں ہے۔

(۴۔ج) نزول کی روایات کو بنیاد بنا کر انبیاؑ اور ان کے آباؤ اجداد کی توہین اور اطاعت منع کی گئی ہے

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے والد علیہما السلام کا تذکرہ سورۂ ممتحنہ (۴ / ۶۰) میں ہوا جہاں بتایا گیا کہ قریش کو کم ازکم اس باپ کی پیروی تو کرنا چاہیئے جسے انہوں نے نسلِ اسماعیلؑ میں شمار ہونے کے لئے زبردستی جھوٹ موٹ باپ مشہور کررکھا ہے

اللّٰہِ ؕ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۱۰﴾ وَ اِنۡ

خدا کا ہے حکم کرتا ہے درمیان تمہارے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور اگر

فَاتَکُمۡ شَیۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ اِلَی الۡکُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ

ہاتھ سے نکل جاوے کوئی عورتوں تمہاریوں سے طرف کفار کی پس عذاب کرو تم

فَاٰتُوا الَّذِیۡنَ ذَہَبَتۡ اَزۡوَاجُہُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ

ان کافروں کو پس دو ان کو کہ جاتی رہی ہیں بی بیاں ان کی مانند اس چیز کی کہ

اَنۡفَقُوۡا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اَنۡتُمۡ بِہٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ

خرچ کیا ہے انہوں نے اور ڈرو اللہ سے وہ جو تم ساتھ اس کے ایمان لائے ہو اے نبیؐ

اِذَا جَآءَکَ الۡمُؤۡمِنٰتُ یُبَایِعۡنَکَ عَلٰۤی اَنۡ

جس وقت کہ آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرتی ہوئیں اوپر اس بات کے کہ

درمیان احکام نافذ کرتا ہے۔اور اللہ بذاتہٖ علم و حکمت کا خالق و مالک ہے (۱۱) اور اگر تمہاری کافر ازواج کے اخراجات میں سے کچھ تمہیں واپس نہ ملے تو تم ان کے تعاقب میں رہو اور اپنا حق مانگو اور جن لوگوں کی بیویاں ادھر رہ گئی ہیں تو ان کو تم اتنی ہی رقم ادا کردو جو ان کے خرچ کردہ مال کے برابر ہو اور اللہ کی باز پرس سے بچ کر رہو جس پر تم ایمان لائے ہو(یعنی تم رسولؐ کو تو مانتے ہی نہیں کم از کم اللہ ہی کا خیال کرلیا کرو) (۱۲) اے نبیؐ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لئے آئیں اور تم سے یہ عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ آئندہ کسی کو

اور چاہیئے کہ وہ بھی اپنے لیڈروں اور قوم پرست لوگوں کے ساتھ وہی رویہ اختیار کریں جو حضرت ابراہیمؑ نے اور ان پر ایمان لانے والوں نے اختیار کیا تھا (۵ تا ۴ / ۶۰) اس اپیل میں یہ بھی بتایا گیاہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد سے ان کی کوتاہیوں کی مغفرت کا جو وعدہ کیا تھا وہ دراصل ایک عہد تھا۔ ایک قول تھا"(۴ / ۶۰) اور ظاہر ہے کہ انبیاؑ کے عہد اور وعدوں کو پورا کرنا اللہ کی ذمہ داری ہے اور وہ ہرگز انبیاؑ کو قیامت میں رسوا اور بے عزت نہ کرے گا (۸ / ۶۶) اور یہ انبیاؑ کا حق ہے (یونس ۱۰۳ / ۱۰) کہ انہیں نجات دی جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور اللہ کا قول آمنے سامنے رکھ کر ملاحظہ کریں اور سوچیں کہ کیا اللہ اپنے وعدوں کے خلاف عمل کرسکتا ہے۔

<u>ابراہیمؑ کی درخواست</u>: <u>علامہ کا ترجمہ</u>: "میرے باپ کو معاف کردے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جب سب لوگ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۲۹) (سورۃ الشعراء ۸۷-۸۶ / ۲۶)

<u>اللہ کا اعلان</u>: "قیامت کے روز آنحضرتؐ کو اور ان کے ساتھ ساتھ ایمان لانے والوں کو اللہ رسوا نہ کرے گا "(تحریم ۸ / ۶۶)

<u>اللہ کا تمام رسولوں سے وعدہ</u>: "جس دن نوع انسان کے اعمال پر گواہوں کو اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا اس دن بھی اور دنیا کی زندگی کے دوران بھی ہم تمام رسولوں اور حقیقی مومنین کی ضرور مدد کریں گے" (مومن ۵۱ / ۴۰)

----- وَلَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ (شعراء ۸۷-۸۶ / ۲۶)

یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ﴿۸﴾ (تحریم ۸ / ۶۶)

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ ﴿۵۱﴾ (غافر: مومن ۵۱ / ۴۰)

ایسے کھلے اعلانات اور واضح بیانات کے باوجود مودودی حضرت ابراہیمؑ کے والد کو جہنمی قرار دیتے ہیں اور بنیاد اس کی یہ رکھتے ہیں کہ سورۂ توبہ میں حضرت ابراہیمؑ اور اللہ نے حضرت تارح یا جناب آدار (آذر) کو دشمن سمجھا اور حضرت ابراہیمؑ نے ان سے بیزاری کا اعلان کیا۔ مطلب یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وعدہ اور دعاؤں کے خلاف موقف اختیار کرلیا تھا۔ اور اللہ بھی وعدہ خلافی سے خوش ہو گیا تھا۔ اور چونکہ سورۂ توبہ جنگ تبوک کے بعد نازل ہوئی اس لئے حضرات ابراہیمؑ اور اللہ نے بیزاری اختیار کرلی تھی۔ سوچیئے کہ سورۂ توبہ کے نازل ہونے یا نہ ہونے یا پہلے یا بعد میں نازل ہونے سے ابراہیمؑ کا کیا تعلق ہے ؟ اور وہ وعدہ اور دعا جو ہو چکی، کیوں کالعدم ہوجائیں گے ؟ پھر یہ کہ ہم کس طرح یقین کریں کہ سورۂ توبہ یا سورۂ توبہ کی وہ آیت (۱۱۴ / ۹) بیزاری کب نازل ہوئی تھی ؟ اور اس کے نزول سے بیزاری کو کیوں دعائیں کرتے رہنے

لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّ لَا يَسۡرِقۡنَ وَ لَا يَزۡنِيۡنَ وَ لَا
نہ شریک لاویں ساتھ اللہ کے کسی چیز کو اور نہ چوری کریں اور نہ زنا کریں اور نہ
يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَ لَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ
مار ڈالیں اولاد اپنی کو اور نہ لادیں طوفان کہ باندھ لیویں اس کو درمیان
اَيۡدِيۡهِنَّ وَ اَرۡجُلِهِنَّ وَ لَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ
ہاتھوں اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کریں تیری بیچ کسی حکم شرع کے
فَبَايِعۡهُنَّ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ
پس بیعت قبول کر ان سے اور بخشش مانگ واسطے ان کے اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا
رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ
مہربان ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت دوستی کرو اس قوم سے کہ غصہ ہو اللہ اوپر

شریک نہ کریں گی اور یہ کہ وہ آئندہ چوری بھی نہ کریں گی اور آئندہ وہ زنا بھی نہ کریں گی اور نہ ہی وہ آئندہ اپنی اولاد کو قتل کرنے کے لئے اسقاط حمل کریں گی اور اپنی بغل گیری اور ٹانگوں کے درمیان والی قسم کی تہمت نہ گھڑا کریں گی۔ اور کم از کم دنیا کی مسلّمہ اچھائیوں کے سلسلے میں تمہاری نافرمانی نہ کیا کریں گی تو ان کا عہد اور بیعت قبول کرکے انہیں مسلمانوں میں شریک کرلو اور اللہ سے ان کے لیئے بخشش کی دعا بھی کرو بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔ (۱۳) اے وہ لوگو جو حقیقتاً مومن ہو تم اس قریشی قوم کی ولایت کو اختیار نہ کرو جن پر اللہ غضبناک ہوا ہے۔ جو آخرت میں کامیابی پانے سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں

اور وعدہ کرچکنے کے بعد کا واقعہ سمجھا جائے؟ صرف اس لئے کہ قریشی حکومتیں اور ان کے ایجنٹ علما یہ چاہتے ہیں کہ تمام انبیاؑ کو اس لئے خاطی و گنہگار سمجھا جائے کہ ان کی جانشینی عربوں ایسی سر تاپا خطاکار و گنہگار و ناہنجار قوم نے چھل فریب اور جبر و ستم سے ہتھیالی تھی؟ تاکہ اس قوم کی نافرمانیوں کا جواز نکل آئے اور کہدیا جائے کہ کسی بھی نبیؑ کی سو فیصد اطاعت اور لفظ بلفظ فرمانبرداری غلط ہے؟ اور علامہ اینڈ کمپنی جس اصول پر ایمان لائی تھی وہ یہی تھا علامہ سے سنیئے:

قریشی علما، لیڈر اور قوم انبیاؑ کی سو فیصد اطاعت اور بے چوں و چرا تعمیل ناجائز سمجھتے تھے۔

"ان آیات پر غور کرنے سے یہ اصولی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاؑ کا صرف وہی عمل قابلِ تقلید ہے جس پر وہ آخر وقت تک قائم رہے ہوں۔ رہے ان کے وہ اعمال جن کو انہوں نے بعد میں خود چھوڑ دیا ہو، یا جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قائم نہ رہنے دیا ہو یا جن کی ممانعت اللہ تعالیٰ کی شریعت میں وارد ہو چکی ہو، وہ قابل تقلید نہیں ہیں۔ اور کوئی شخص اس حجت سے ان کے ایسے اعمال کی پیروی نہیں کر سکتا کہ یہ فلاں نبیؑ کا عمل ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۳۰)
یہ ہے وہ قریشی مذہب کی اصولی حقیقت جو قرآن کی کسی آیت سے سند نہیں پاتی بلکہ قرآن ایسے مومنین یا لوگوں کو ملعون و مردود قرار دیتا ہے جو انبیاؑ کی بعض باتوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں (مائدہ ۴۱ / ۵) یا اس میں اپنی عقل کو دخل دیں اس دینی حقیقت پر آیات کے انبار موجود ہیں اور ہم نے بار بار اس کا مفصل ثبوت قرآن سے دے دیا ہے۔

۵۔ قریشی مومنین مرکزِ کفر کو اپنا ولی و حاکم سمجھتے رہے یہاں تک کہ خود ولی و حاکم بن بیٹھنے کی اسکیم نے دشمنی پیدا کی۔

سورۂ ممتحنہ مومنین کو ان لوگوں کی اطاعت و مودت اور ولایت سے باز رکھنے کے پیغام سے شروع ہوئی جو اللہ کے دشمن تھے اور جنہوں نے رسولؐ اللہ کو اور اِن زیر بحث مومنوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اور بتایا کہ یہ مومنین ان سے ساز باز کرتے رہتے تھے۔ ان سے خفیہ رابطہ رکھتے تھے اور تخریب کررہے تھے (۱ / ٦٠) اہل مکہ کے راز و رموز میں شریک تھے مسلمانوں کے روبرو اسلام کا اعلان کرتے تھے اور خفیہ طور پر اسلام میں تخریب پھیلا رہے تھے (۱ / ٦٠) دوسری آیت ان مومنین کو بتاتی ہے کہ اب مرکزِ کفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے اور موقع ملنے پر اپنی عداوت ہاتھوں اور زبان سے ظاہر بھی کر دے گا (۲ / ٦٠) اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ تم عام کفار سے رشتۂ معاشرت جاری رکھو اس لئے کہ انہوں نے تم سے نہ تو جنگ کی اور نہ تمہیں ہجرت پر مجبور کیا۔ مگر جن لوگوں نے تمہیں ہجرت پر مجبور کیا اور دین کے معاملے میں اس حد

قَدۡ یَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الۡکُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾ ع ۲

ان کے تحقیق ناامید ہوئے وہ آخرت سے جیسے ناامید ہوئے کافر قبر والوں سے

جیسا کہ حقائق کو چھپاتے رہنے والے لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہوتے ہیں۔

تک جنگ کی اور دباؤ ڈالا کہ تم حق پوشی کرنے لگو اور ان کی ولایت و حکومت کا تسلیم کرنا بھی جاری رکھو ان سے حسن سلوک کو ہم نے منع کردیاہے (۹، ۸۔۲ / ۶۰) یہ آیات (۱ / ۶۰) اور (۹، ۸، ۲ / ۶۰) بتاتی ہیں کہ مومنین کو جن لوگوں سے عقیدت ومودت تھی اور جن کو وہ اپنا ولی سمجھتے تھے وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے مومنین اور رسوؐل کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔ اور پھران میں دشمنی ہو گئی تھی اس لئے کہ ان مومنین نے مکہ کے مرکز سے ہٹ کر خود مومن لیڈروں کو ولی بنا لیا تھا۔ اور اللہ نے یہ بھی فرمایاہے کہ تمہاری یہ دشمنی پھر رشتۂ مودت اور ولایت میں بدل جائے گی (۷ / ۶۰) یعنی اہلِ مکہ بھی تمہارے والا اسلام لا کر تمہارے ساتھ شریک ہوجائیں گے اور یہ کہ اللہ ایسا کردینے پر قادر ہے اور اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ ازراہِ رحم و کرم ایسا نہ کرے (۷ / ۶۰) اور آخر ایسا ہی ہوا کہ اہلِ مکہ مدنی قریشی مرکزکے ماتحت اور رسوؐل وآل رسوؐل اور اسلام کے مخالف بنے رہے۔ اور قریش نے اپنی اجتماعی قوت سے رسوؐل کی پالیسیوں کے خلاف اپنی ولایت و حکومت قائم کی اور اس کا بڑا حصہ مکی لیڈروں ابوسفیان، یزید بن ابوسفیان اور معاویہ بن ابو سفیان کوسونپ دیا تھا۔بہرحال یہ نہایت اہم مقام ہے یہاں قریشی سازش کو بڑے واضح انداز میں سامنے رکھا ہے۔

(۵۔الف) ایسی پانچ باتیں جوہر وقت سامنے رہنا ضروری ہیں۔ قارئین کو چاہیئے کہ وہ پانچ باتیں الگ الگ نوٹ کریں۔

اوّل یہ کہ :مومنین میں اور دشمنانِ خدا و رسوؐل میں رشتۂ مودت و ولایت قائم تھا۔ یہ مومنین رسوؐل سے پوشیدہ دشمنانِ خدا سے سازشی رابطہ رکھتے تھے۔ (۱ / ۶۰)

دوم یہ کہ : وہ دشمنانِ خدا و رسوؐل وہی لوگ تھے جنہوں نے رسوؐل کو اور مومنین کو مکہ سے نکالا تھا (۹، ۱ / ۶۰)

سوئم یہ کہ :ان مومنین میں اور ان دشمنانِ خدا و رسوؐل میں عداوت ہوگئی تھی جنہوں نے رسوؐل اور ان مومنین کو مکہ سے نکالا تھا (۷ / ۶۰)

چہارم یہ کہ :جن لوگوں سے مودت اور ولایت رکھنے کے بعد عداوت ہوگئی تھی (۷ / ۶۰) ان سے دوبارہ مودت کا رشتہ جوڑنے کا امکان ظاہر کیا گیا (۷ / ۶۰)

پنجم یہ کہ :فتح مکہ کے بعد آخر سارے قریش ہم آہنگ ہو گئے مکہ والے قریشیوں نے رسوؐل کے بالمقابل مدنی مہاجرین سے مودت قائم کرکے قومی ولایت قائم کرلی۔ اور فیصلہ کرلیا کہ رسوؐل کے خاندان میں خلافت نہ جانے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور اس کے بعد وہ دشمنی ختم ہو گئی جو قریش کے دونوں دھڑوں میں ہوگئی تھی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ تمام قریش رسوؐل کے خلاف ہمیشہ ہم آہنگ رہے۔

(۵۔ب) ایک ایسی بات جو قریشی مسلمانوں کے عقائد پر روشنی ڈالتی ہے۔ قارئین اس پوری سورہ میں یہ بات نوٹ کر لیں کہ اللہ نے یہاں خالص قریشی قسم کے مومنین کو مخاطب کیاہے اور اس خطاب میں زیادہ توجہ قریشی ولایت کی طرف دلائی ہے اور بتایاہے کہ قریش نے رسوؐل اللہ کو اپنا والی و حاکم تسلیم کرنے کے بجائے الگ سے اپنی قومی ولایت و حکومت بنا کر اس کی مودت و اطاعت کا انتظام کر رکھاہے اور یہ بھی کہ قریش کے مکی اور مدنی دھڑوں میں دشمنی بھی چلتی رہی ہے۔ اور آخر میں یہ دونوں دھڑے متفق ہو کر رسوؐل کی قائم کردہ ولایت کو ہتھیانے میں لگ جائیں گے۔ اس پورے خفیہ منصوبے کی نقاب کشائی کرتے ہوئے کہیں بھی اپنی اور رسوؐل کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیاہے۔ اور رسوؐل اللہ کو تو اللہ نے اس سورۂ ممتحنہ میں قریش سے بالکل الگ رکھاہے یہاں تک کہ یہ کہنے کے بجائے کہ "وہ اللہ و رسوؐل کا حکم ہے" رسوؐل اللہ کو الگ کرکے یہ فرمایاہے کہ "یہ تمہارے لئے اللہ کا حکم ہے" (ذَٰلِكُمۡ حُكۡمُ ٱللَّهِ) اور اپنے اس طریقے کو بھی چھوڑدیا کہ احکام نافذ کرنے والا رسوؐل کو کہا جائے بلکہ یہ فرمایا کہ "اللہ تمہارے درمیان احکام دیتاہے" (يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ) حالانکہ یہ بات حقیقت واقعی کے خلاف تھی۔

یعنی اللہ نے کبھی انسانوں کے درمیان نہ احکام بیان کئے اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے ۔ مگر رسوؐل کو قریش سے سو فیصد علیحدہ رکھنے کے لئے ان ہی کا عقیدہ بیان کر دیا کہ "اللہ تمہارے درمیان احکام جاری کرتا ہے" اور چونکہ قریش رسوؐل پر حقیقی ایمان نہ رکھتے تھے لہٰذا رسوؐل کو ان کے ایمان سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ فرمایا کہ : وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾ (الممتحنۃ: ۱۱ / ۶۰) "اور اس اللہ سے بچ کر رہو جس کے تم مومن ہو"

نوٹ کرنے کی یہی ایک بات ہے کہ اس سورۂ ممتحنہ نے ثابت کردیا کہ قریش رسوؐل اور آلِ رسوؐل کی ولایت وحکومت و مودت تو کہاں مانتے وہ تو رسوؐل اللہ پر ایمان بھی نہ رکھتے تھے ۔ ابلیس کی طرح تنہا اللہ کا وجود مانتے تھے ۔

(۶) قریشی مذہب کے معاشرہ میں عورتیں جنسی شرکت یعنی زنا وغیرہ کھل کر کرتی تھیں ۔

یہ بیعت یا معاہدہ واضح الفاظ میں بتاتاہے کہ عربوں کے یہاں عورتیں ہر مرد کے ساتھ جنسی تعلق میں شریک رہتی تھیں۔ وہاں شوہروں کی چوری کرنا ، غیر مردوں سے زنا کرنا ، اسقاطِ حمل کراتے رہنا تاکہ شباب برقرار رہے دودھ پلانے اور بچے پالنے کے جھنجٹ سے محفوظ رہیں ، جنسی تعلقات کسی اور سے ہوں نام کسی اور کا لگا دیں ۔ زنا اور حرام کاری کا تانا بانا بن کرکسی اور عورت کو الجھا دیں تاکہ وہ عام بدنامی سے بچنے کے لئے ان کے جال میں پھنس جانے کو غنیمت سمجھے اور آئندہ ان کی آلہ کار بنی رہے ، یہ تھا ان قریشی مومنین کا معاشرہ جن سے کہا گیا تھا کہ "اے مومنین تم ان عورتوں سے جنسی تعلق قائم نہ کیا کرو جن سے تمہارے باپ کے جنسی تعلقات رہے ہوں۔"(نساء ۲۲ / ۴)

قریشی مومنین کو رسوؐل اللہ کی اطاعت اور پیروی کی بجائے ابراہیمؑ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔

قریشی مومنین رسوؐل اللہ کی اطاعت اور پیروی سے اس قدر برگشتہ خاطر تھے اور اللہ جانتا تھا کہ قریشی مومنین قیامت تک رسوؐل کی سو فیصد اطاعت نہ کریں گے ۔ اس لئے پوری سورہ میں کہیں نہ اپنی اطاعت کا ذکر کیا نہ آنحضرتؐ کی پیروی کی بات کی بلکہ انہیں طعنہ دینے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اختیار کرنے کے لئے ضرور کہا گیاہے۔(۴ تا ۶ / ۶۰) اور اس حقیقت کو علامہ مودودی نے دوبارہ بیان کیا ہے کہ کسی نبیؐ یا خدا کے مقرر کردہ اولی الامر کی سو فیصد اطاعت اور مطلق فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں ہے ۔ پھر سنیئے "یہ ارشاد اُن جاہلوں کے خیال کی تردید کرتاہے جو سمجھتے ہیں کہ اولی الامرؑ کی اطاعت مطلقاً لازم ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تو رسوؐل کی اطاعت پر بھی معروف کی قید لگا دی ہے ۔ حالانکہ رسول کبھی معروف کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔ اس سے مقصود لوگوں کو خبردار کرنا ہے کہ خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔(روح المعانی) "(تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۴۴۷)

قریشی علما، لیڈر اور قریشی قوم کے مومن انبیاؑ کی بے چون وچرا اطاعت کو حرام مانتے ہیں۔

اس کافرانہ تشریح کے بعد اسی کفر کو اسلامی قانون کی بنیاد لکھ دیا ہے دیکھیۓ "درحقیقت یہ ارشاد اسلام میں قانون کی حکمرانی (Rule Of Law) کا سنگ بنیادہے"(تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۴۴۷)

قریشی صحابہ، قریشی علمااور ان کے پیروؤں کے مذہب میں رسوؐل اللہ کا ہر حکم واجب التعمیل نہ تھا اس لئے قومی حکومت بنی۔

یہاں تک یہ حقیقت کھل کر واضح ہوگئی کہ قریشی مذہب میں یا یہ کہیۓ کہ ابوبکر و عمرو عثمان اور عائشہ والے اسلام میں رسوؐل اللہ پر ایسا ایمان لانا جہالت ہے جس میں رسوؐل کی مطلق اطاعت واجب سمجھی جائے ۔ جس میں رسوؐل کی بے چون وچرا فرمانبرداری مانی جائے لہٰذا ثابت ہوا کہ ابوبکروعمروعثمان اورعائشہ وغیرہ قریش کے اوّلین مومنین نے کبھی بھی رسوؐل کا ہرہر حکم نہیں مانا اورنہ ہرہر عمل و سنت میں حضوؐر کی تقلید و پیروی کی ۔ بلکہ انہوں نے صرف وہ حکم مانا اور اس عمل کی تقلیدوپیروی کی جواُن کے نزدیک معروف و صحیح تھا۔ لہٰذا ان سے یہ شکوہ کرنا کہ انہوں نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام سے وہ محبت کیوں نہ کی جو رسوؐل کرتے تھے یا ان کا وہ احترام کیوں نہ کیا جو رسوؐل کرتے تھے یا جس احترام و عقیدت کا حکم دیتے تھے ؟ اور یہ کہ انہوں نے رسوؐل کے بعد علیؑ کو حکومت کیوں نہ دی؟ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں سو فیصد مفیدومعروف وحق نہ تھیں ان کے نزدیک ان کی حکومت مفادِ قومی کے خلاف تھی۔(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

سُوْرَةُ الصَّفِّ

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چودہ (۱۴) آیتیں اور دو (۲) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ

پاکی بیان کرتے ہیں واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں اور جو کچھ بیچ زمین کے

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

ہیں اور وہی ہے غالب حکمت والا اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

جو کچھ کہ نہیں کرتے بڑا ہے ناخوشی میں نزدیک خدا کے یہ کہ کہو جو کچھ کہ

لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

نہیں کرتے تحقیق اللہ دوست رکھتا ان لوگوں کو کہ لڑتے ہیں بیچ راہ اس کی کے

صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى

صف باندھ کر گویا کہ وہ عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی اور جس وقت کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ

واسطے قوم اپنی کے اے قوم میری کیوں ایذا دیتے ہو تم مجھ کو اور تحقیق جانتے ہو تم

(۱) تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوقات اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح میں مصروف ہیں اور وہی ہمیشہ غالب رہنے والا حکیم ہے (۲) اے لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تم کیوں ایسی باتیں کرتے رہتے ہو جو تمہیں عملاً کرنا ہی نہیں ؟ (۳) سنو جو چیز اللہ کی انتہائی ناپسندیدگی کا سبب بنتی ہے وہ یہی ہے کہ کہو کچھ اور کرو کچھ اور ۔ (۴) درحقیقت اللہ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بندی کرکے اس طرح جم کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں (۵) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم سب کے سب مجھے کیوں ستاتے ہو؟ اور تم یقیناً یہ جانتے بوجھتے مجھے ایذا دیتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے تم پر واجب الاطاعت و احترام رسولؐ

تشریحات سورۂ الصف:

(۱) رسولؐ کی قوم موسیٰ کی قوم کی طرح جھوٹی غپ شپ اور ایذا رسانی کی باتیں کرنے کی عادی تھی۔ (۱۔۵)

لیجئے قارئین نئی سورہ (الصف) شروع ہوگئی مگر باتیں وہی پرانی ہیں ۔ وہی پرانی قریشی مومنین کی قوم ہے جو اللہ کو غضبناک کرنے کے لئے بڑی بڑی غپ مارتی رہتی ہے جس سے رسولؐ اللہ کو اسی طرح اذیت میں مبتلا رکھنا مقصود ہوتا ہے ۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی قوم یعنی بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کو اذیت دیا کرتے تھے یہاں قریشی مومنین کو حضرت موسیٰ کی قوم کے مانند فرمایا ہے ۔ یہاں یہ نوٹ کریں کہ پچھلی سورۂ (ممتحنہ) کی آخری آیت میں قریشی قوم کو اللہ کی مغضوب قوم فرمایا تھا (۱۳ / ۶۰) اب اگر قریش واقعی سو فیصد بنی اسرائیل کی مانند ہوں تو لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل بھی مغضوب قوم ہوں چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ :

وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ

علامہ کا ترجمہ : یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں، ان پر محتاجی و مغلوبی مسلط کردی گئی ہے، اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی

مقرر ہو کر آیا ہوں؟ چنانچہ جیسے ہی وہ باطل کی طرف مائل ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو باطل پرست بنا دیا اور اللہ اجتہاد کرنے والی قوم (۴۵/۵) کو ہدایت کرتا ہی نہیں (۶) اور وہ وقت نوٹ کرو جب کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل حقیقت یہ ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کے رسوؐل کی حیثیت سے بھیجا گیا ہوں اور میں توریت میں سے جو کچھ میرے سامنے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسوؐل کی خوشخبری دینے والا ہوں جس کا نام احمدؐ ہوگا چنانچہ جب بنی اسرائیل کے پاس

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ

یہ کہ میں رسولؐ خدا کا ہوں طرف تمہاری پس جب ٹیڑھے ہوگئے ٹیڑھا کر دیا

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ وَ اِذْ قَالَ

خدا نے دلوں ان کے کو اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم فاسقوں کو اور جس وقت کہ کہا

عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ

عیسیٰؑ بیٹے مریم کے نے اے بنی اسرائیل تحقیق میں رسولؐ خدا کا ہوں طرف تمہاری

مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا

ماننے والا واسطے اس چیز کے کہ آگے میرے ہے توریت سے اور خوشخبری دینے والا

بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا

ساتھ اس پیغمبرؐ کے کہ آوے گا پیچھے مجھ سے نام اس کا احمدؐ ہے پس جب

آیات سے کفر کیا کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروںؐ کو ناحق قتل کیا یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے ۔ (آلِ عمران ۱۱۲ / ۳)

عَلَيْهِمُ ٱلْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ (آل عمران ۱۱۲ / ۳)

بنی اسرائیل اور قریش دونوں مغضوب علیہم اور کردار و عمل میں سو فیصد ہم مثل و مانند ہیں ۔

قارئین نے یہ تو دیکھ لیا کہ بنی اسرائیل اور قریش دونوں مغضوب اقوام تھیں ۔ اور جس طرح بنی اسرائیل آیات کا کفر کرنے اور انبیاؑ کو قتل کرنے کے بعد بھی مومن رہے اسی طرح قریش نے بھی آیاتِ خداوندی کے مقاصد و حقائق کو چھپایا اور انبیاؑ سے افضل آئمہؑ اہلبیتؑ کو قتل کیا اور پکے مسلمان رہے ۔ کربلا میں خاندانِ رسالتؐ کا قتل عام کیا ان کے خیام کو لوٹا انہیں قید کر کے گلی گلی بازاروں اور سڑکوں پر شہروں میں گشت کرایا سال بھر سے زیادہ جیل میں رکھا اور خلیفۂ رسوؐل کہلاتے رہے ۔ نمازیں پڑھتے رہے روزے رکھتے اور حج کرتے رہے ۔ لیکن وہ قدم بہ قدم یہود و نصاریٰ کی پیروی کرتے رہے ۔

بنی اسرائیل تو قریش کے بھائی بند تھے جن کے نقش قدم پر قریش کو چلنا پڑا حذیفہؓ اور علامہ راضی ہیں ۔

علامہ نے لکھا ہے کہ : ''اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کے لئے ہے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے ۔ ہرگز نہیں ، خدا کی قسم تم ان ہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۷۶ بابت آیات مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵)

مطلب یہ کہ قریش نے بھی بلا اجتہاد بے چون وچرا رسوؐل اور اللہ کے احکام پر عمل نہیں کیا تھا ۔ ہر حکم اپنی قومی مصلحت کے ماتحت بدل دیا تھا۔

۲۔ اس سورۂ الصف میں کہیں لفظ منافق استعمال نہیں کیا گیا قریشی مومنین کی کثرت مخاطب ہے ۔

چونکہ اس سورہ میں بھی قریشی مومنین کی بدکرداری اور مجتہدانہ رویہ کی مذمت کی گئی ہے ۔ اس لئے علامہ مودودی نے سورہ کے دیباچہ میں اپنے قارئین کی توجہ حقیقت حال سے ہٹانے کے لئے ایسا بیان دیا ہے جس سے یہ پتہ نہ چلے کہ تمام مذمت قریشی مومنین کی ہو رہی ہے ۔ سنیئے کہ کس طرح قریش پر پردہ ڈالا گیا ہے ؟

جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

آیاان کے پاس وہ پیغمبر ساتھ دلیلوں ظاہر کے کہاانہوں نے یہ جادو ہے ظاہر

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اور کون ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ باندھ لیتا ہے اوپر اللہ کے جھوٹ

وَ هُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور وہ پکارا جاتا ہے طرف اسلام کی اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم

الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ

ظالموں کو چاہتے ہیں کہ بجھا دیویں نور خدا کا ساتھ مونہوں اپنوں کے اور اللہ

مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧

پورا کرنیوالا ہے نور اپنے کو اور اگرچہ ناخوش رکھیں کافر

وہی احمدؐ کھلی کھلی دلیلوں کے ساتھ آیا تو انہوں نے اس کو رسولؐ ماننے کے بجائے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ تو عقل کو بے کار کرنے والا جادو ہے۔ (۷) اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے جھوٹی تعلیمات ایجاد کر کے پھیلاتا ہو اور یہ بھی ایسی صورت میں جب کہ خود اس کو اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو؟ اور اللہ ظالم قوم کو یعنی احکام الٰہی کو لفظ بلفظ نافذ نہ کرنے والوں (۴۵ / ۵) کو ہدایت نہیں کیا کرتا ہے۔ (۸) قریشی مومنین اپنے اجتہادات اور فتاویٰ سے قرآن کے مفاہیم بدل کر اللہ کے نورؐ کو دھندلا کرنے اور مٹانے کا منصوبہ چلا رہے ہیں اور اللہ اپنے نورؐ کو انتہا تک پہنچانے والا ہے خواہ حقائق کو چھپانے والوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے۔

(۲۔ الف) علامہ قریش کے کردار کو منافقوں اور ضعیف الایمان لوگوں کے سر چپکا کر اپنے صحابہ کو چھپاتے ہیں۔

"اس سورۂ صف) کا موضوع ہے مسلمانوں کو ایمان میں اخلاص اختیار کرنے اور اللہ کی راہ میں جان لڑانے پر ابھارنا۔ اس میں ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور ان کو بھی جو مخلص تھے۔ بعض آیات کا خطاب پہلے دونوں گروہوں سے ہے، بعض میں صرف منافقین مخاطب ہیں اور بعض کا روئے سخن صرف مخلصین کی طرف ہے۔ اندازِ کلام سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں کون مخاطب ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۲) قارئین دیکھیں کہ اس بیان پر یقین کرنے والے ہر قاری کو جہاں جہاں بھی قریش کی مذمت ملے گی اسے منافقین کی مذمت سمجھ کر آگے بڑھ جائیں گے اور جہاں کہیں حقیقی مومنین کی مدح وثنا یا تعریف ہوگی اسے قریشی صحابہ سے متعلق کرلیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ علامہ کا یہ بیان کسی آیت کا ترجمہ تو نہیں ہے جو اسے اللہ کا بیان سمجھا جائے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ بھی یہی چاہتا ہے کہ پڑھنے والا خود ہی یہ طے کرلے کہ کہاں کون مخاطب ہے؟ اگر وہ بھی یہی چاہتا ہے تو شیعہ حضرات مذمت دیکھ کر ابو بکر و عمر وغیرہ کو سمجھیں گے اور سنی حضرات اس کے خلاف فیصلہ کریں گے اور ان دونوں کو بے قصور کہا جائے گا۔ اللہ ہرگز ایسی گڑبڑ کا موقعہ نہیں دے سکتا وہ تو جہاں جہاں اسے منافقوں کا ذکر کرنا ہوتا ہے وہاں صاف الفاظ میں انہیں منافق کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ تاکہ مخلص اور منافق الگ الگ رہیں اور کسی قاری کو غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اسی پارہ میں ایک پوری سورۂ "المنافقون" ہے۔ اور وہاں صاف فرما دیا ہے کہ: "جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں" تو یہ کہتے ہیں (۱ / ۶۳) اور سورۂ تحریم میں منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے (۹ / ۶۶) یعنی اللہ نے جہاں منافقوں کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں کھل کر منافق کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور اللہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ قرآن پڑھنے والے مومن کو منافق اور منافق کو مومن سمجھ لیا کریں۔ اور یہ علامہ کی پھیلائی ہوئی بیماری یہاں تک بڑھے کہ اللہ تو يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ۔ اے مومنین" فرمائے اور علامہ اینڈ کمپنی مومنین کو منافقین سمجھ لے۔ لہٰذا علامہ کا یہ فیصلہ سن کر طے کرلیں کہ قریشی کیسے ہوتے ہیں؟

(۲۔ ب) آیات (۳۔۲ / ۶۱) کے مخاطبوں کو علامہ نے مومنین مان لیا ہے تو ساری سورہ کے مخاطب مومن ہیں۔

(۱) "آغاز میں تمام ایمان لانے والوں کو خبر دار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہایت مبغوض ہیں وہ لوگ جو کہیں کچھ اور

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ	(۹) وہ وہی ہستی ہے جس نے اپنے رسولؑ کو ہدایات اور دین حق اور واجب الاتباع نورؑ کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ نبیؐ اور وہ نورؑ دین کے ہر ہر پہلو سے عیاں ہوکر رہیں اور خواہ ان کا عیاں ہوجانا حکومت الٰہیہ میں شرکت کے قائلین کو ناگوار و گراں ہی کیوں نہ گزرے
وہی ہے جس نے بھیجا رسولؐ اپنے کو ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے	
لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۹﴾ ع ۹ ۵	
تو کہ ظاہر کرے اس کو اوپر دین سارے کے اور اگرچہ ناخوش رکھیں مشرک	
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ	(۱۰) اے دین فروش مومنین کیوں تمہیں ایسی تجارت پر دلیل کے ساتھ راہنمائی نہ کردوں
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا خبردار کروں میں تم کو اوپر سوداگری کے کہ	

کریں کچھ اور نہایت محبوب ہیں وہ لوگ جو راہِ حق میں لڑنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہوں۔"
(۲) "پھر آیت ۵ سے ۷ تک رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو متنبّہ کیا گیا ہے کہ اپنے رسولؐ اور اپنے دین کے ساتھ تمہاری روش وہ نہ ہونی چاہیئے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے اختیار کی۔ حضرت موسیٰ کو وہ خدا کا رسولؐ جاننے کے باوجود جیتے جی تنگ کرتے رہے، اور حضرت عیسیٰؑ سے کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود وہ ان کو جھٹلانے سے باز نہ آئے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس قوم کے مزاج کا سانچہ ہی ٹیڑھا ہو کر رہ گیا اور اُس ہدایت کی توفیق سلب ہوگئی۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۲)
ان دونوں بیانات سے ثابت ہوگیا کہ آیات (۷ تا ۲ / ۶۱) میں منافقین مخاطب نہیں ہیں۔ بلکہ علامہ کے پسندیدہ مومن مخاطب ہیں۔ اور یہ مومنین وہ لوگ ہیں کہ :
۱۔ جن کے قول و فعل میں تضاد و اختلاف ہے (۲ / ۶۱) لہٰذا۔
۲۔ ان تمام مومنین سے اللہ انتہائی طور پر خفا ہے اس لئے کہ ان کے قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے (۳ / ۶۱) اور
۳۔ ان مومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بنی اسرائیل کی طرح اذیت پہنچائی ہے (۵ / ۶۱) اور یہ
۴۔ تمام مومنین نہایت ٹیڑھا اور باطل کی طرف جھکا ہوا مزاج و طبیعت رکھتے تھے (۵ / ۶۱) اس لئے وہ
۵۔ تمام مومنین فاسق، یعنی ایسے مومنین تھے جو اللہ کے احکام کو بجنسہٖ ماننے اور نافذ کرنے کو غلط سمجھتے تھے (مائدہ ۴۵ / ۵)(۵ / ۶۱) اور
۶۔ بقول علامہ ان تمام مومنین سے ہدایت پانے کی توفیق سلب ہوگئی تھی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قریشی مومنین کی ہی مذمت ہوا کرتی ہے۔ نا کہ ہر جگہ منافقوں کی مذمت کا بہانہ چلے گا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جہاں جہاں منافقوں یعنی نقاب پوش غیر مسلموں کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ منافق یا منافقین یا منافقون فرما کر ان کا تشخص کر دیتا ہے اور جہاں اعلیٰ درجہ کے مخلص و فداکار مومنین کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان کی کوئی نہ کوئی خصوصیت بیان کر دی جاتی ہے۔ اور جہاں
یَـٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ کہہ کر سادہ بیان یا احکام دیئے جاتے ہیں وہاں عام و خاص تمام اہل ایمان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ مگر جہاں یَـٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُواْ کہنے کے بعد مذمت کی جائے یا جہاں بھی جمع مخاطب کے صیغے سے خطاب میں مذمت ہو وہاں مومنین کی کثرت سمجھی جائے گی اور یہ کثرت قریشی مومنین کی ہوگی۔ یہ اس لئے بھی کہ انصار کی مذمت قرآن میں نہ ہوئی ہے نہ ہونا چاہیئے تھی۔ مذموم ایمان مذموم اعمال و کردار، مذموم عقائد و تصورات مکہ کے رہنے والوں یا مہاجرین کے تھے، یا ان مومنین کے جن کو مہاجرین نے اپنی تبلیغ سے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا تھا۔ لہٰذا سورۂ حشر اور سورۂ صف میں صرف قریشی مومنین کی مذمت ہوئی ہے۔

۳۔ احمدؐ کے متعلق توریت سے حضرت عیسیٰؑ نے پیش گوئی فرمائی تھی جو توریت میں بھی ہے۔

آیت (۶ / ۶۱) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی بعثت کی خبر دی تھی۔
جس پیش گوئی کی طرف جناب عیسیٰؑ نے اشارہ کیا ہے وہ توریت میں یوں مذکور چلی آ رہی ہے کہ اللہ نے موسیٰ سے کہا :

جو تمہیں تمہاری دین فروشی کے نتیجے میں ملنے والے دردانگیز عذاب سے نجات دیدے؟ (۱۱) اور وہ یہ ہے کہ تم اب بھی اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال سے اور ذاتی شرکت سے بھی مدد کیا کرو اگر تم جاننے کی کوشش کرو تو تمہارے موجودہ ایمان سے وہ ایمان وجہاد بہتر رہے گا۔ (۱۲) اگر وہ ایمان لے آئے اور ایسا ہی جہاد

تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝۱۰ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ

نجات دے تم کو عذاب درد دینے والے سے ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور

رَسُوۡلِهٖ وَ تُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ

رسولؐ اس کے کے اور جہاد کرو بیچ راہ خدا کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے

ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۱ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ

یہ بہت بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے بخشے گا واسطے تمہارے گناہ تمہارے

(۳۔الف) توریت میں پیشنگوئی :

اَقِيۡمُ لَهُمۡ نَبِيًّا مِنۡ بَيۡنِ اِخۡوَتِهِمۡ مِثۡلَكَ وَاَلۡقِيۡ كَلَامِيۡ فِيۡ فِيۡهِ فَيُخَاطِبُهُمۡ بِجَمِيۡعِ مَا آمُرُهُ بِهٖ وَاَيُّ اِنۡسَانٍ لَمۡ يُطِعۡ كَلَامِيَ الَّذِيۡ يَتَكَلَّمُ بِهٖ بِاِسۡمِيۡ فَاِنِّيۡ اُحَاسِبُهُ عَلَيۡهِ (سفر تثنية الاشتراع فصل ۱۸)

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل کا ایک نبیؐ کھڑا کروں گا اور اس کے منہ میں اپنے کلام سے ملاقات کا نظام قائم کروں گا۔ چنانچہ وہ ان کو مخاطب کرکے وہ سب کچھ بتائے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا اور جو کوئی انسان میرے اس کلام کی اطاعت نہ کرے گا جو وہ بولے گا اور مجھ سے منسوب کرے گا۔ تو میں اس اطاعت نہ کرنے والے پر حساب وباز پرس کروں گا" (آیات ۱۸۔۱۹) (استثنا۔ باب ۱۸۔ آیت ۱۸۔۱۹) ان دونوں آیات (۱۹۔۱۸/ ۱۸ تثنیہ) میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اولادِ اسماعیل اور اہلِ عرب کے لئے نبیؐ مبعوث کرے گا اور ان سب پر اس نبیؐ کی اطاعت و احترام واجب ہوگا۔ اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ خود بنی اسرائیل کو بھی اس نبیؐ کی اطاعت و احترام کرنا ہے۔ چنانچہ پندرھویں آیت میں ہے۔

"اے بنی اسرائیل تمہارا معبود پروردگار تمہارے لئے تمہارے درمیان تمہارے (اسماعیلی) بھائیوں میں سے ایک نبیؐ قائم کرے گا جو میری مثل ہوگا اور تمہیں اس کی اطاعت کرنا پڑے گی۔ (توریت کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵)

يُقِيۡمُ لَكَ الرَّبُّ اِلٰهُكَ نَبِيًّا مِّنۡ بَيۡنِكُمۡ مِنۡ اِخۡوَتِكَ مِثۡلِيۡ لَهٗ تَسۡمَعُوۡنَ (۱۵ / ۱۸ ۔استثناء)

(۳۔ب) کیا قرآن کریم رسولؐ اللہ کو مثیلِ موسیٰ فرماتا ہے ؟

اور یہی بات قرآن میں تمام عربوں، قریشیوں اور بنی اسرائیل سے کہی گئی ہے کہ:

"یقیناً ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا رسولؐ اسی طرح بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف رسولؐ بھیجا گیا تھا۔"

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ۝۱۵ (مزمل ۱۵ / ۷۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ صرف مثیل موسیٰ نہیں بلکہ ان کا ارسال بھی موسیٰ کی طرح قریشی فرعون کی طرف ہے۔

یہاں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ اللہ اور موسیٰ دونوں نے توریت کی مندرجہ بالا آیات (استثناء ۱۹، ۱۸، ۱۵، / ۱۸) میں آنحضرتؐ کو موسیٰ کی مثل قرار دیا ہے۔ اور قرآن میں لفظ مِثۡلَكَ یا مِثۡلِيۡ نہیں فرمایا بلکہ اَرۡسَلۡنَا كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ۝۱۵ المزمل: فرمایا ہے۔ یعنی محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت موسیٰ کی طرح بھیجے گئے تھے۔ وہاں بھی موسیٰ کی دشمن قوم کا سربراہ فرعون تھا۔ یہاں بھی رسولؐ کی نام نہاد قوم کا سربراہ ایک فرعون ہی جیسا اَلَدُّ الۡخِصَامِ (بقرہ ۲۰۴ / ۲) فرعون کا استاد ثانیٔ شیطان (فرقان ۲۹ / ۲۵) تھا وہاں حضرت موسیٰ کا ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو دست و بازو اور مددگار بنایا گیا تھا (قصص ۳۵۔۳۴ / ۲۸) یہاں بھی جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو ان کا بھائی، وزیر اور جانشین بنایا گیا تھا (شعراء ۲۱۵۔۲۱۴ / ۲۶ اور مشہور حدیث) وہاں حضرت موسیٰ کو تنہا نہیں بھیجا گیا تھا حضرت ہارون ساتھ ساتھ رہتے تھے (قرآن) یہاں بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ نور خداوندی علیؑ مرتضیٰ بھیجے گئے تھے۔ (اعراف ۱۵۷ / ۷) (مائدہ ۱۶۔۱۵ / ۵) (تغابن ۸ / ۶۴) وہاں موسیٰ کے ساتھ ہارونؑ توریت میں شریک تھے (قرآن) یہاں علیؑ شریک القرآن ہیں

وَ يُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

اور داخل کرے گا تم کو بہشتوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں

وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۙ﴿۱۲﴾

اور جگہ رہنے کی پاکیزہ ہیں بیچ بہشتوں عدن کے یہ ہے مراد پانا بڑا

وَ اُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِيۡبٌ ؕ

اور ایک بات اور کہ چاہتے ہو اس کو مدد خدا کی طرف سے اور فتح نزدیک

وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡۤا

اور خوشخبری دے ایمان والوں کو اے لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ تم

بھی کیا تو تمہارے گناہ بخشے جائیں گے اور آخرت میں تمہیں ان جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور دورانِ قیامت تمہیں عدن کی جنتوں کے اندر پاکیزہ و پسندیدہ گھروں میں بھی رکھا جائے گا۔ وہی صورت عظیم ترین کامیابی کے لئے ضروری ہے۔(۱۳) اور دوسری اور تمہاری آخری بات، جو دراصل تمہیں بہت ہی پیاری ہے اور جس کی وجہ سے تم یہ موجودہ ایمان لائے ہوئے ہو وہ ہے دنیا میں اللہ کی طرف سے بلا ایمان بلا جہاد کئے جلدی سے کامیابی اور فتوحات کا حاصل ہو جانا۔ اے نبیؑ تم حقیقی مومنین کو تو خوشخبری سنا ہی دو۔ (۱۴) اور اے زیرِ خطاب مومنین تم ہو سکے تو

وہاں بنی اسرائیل نے ہمیشہ آخری سانس تک حضرت موسیٰؑ کو اذیت دی (۵ / ۶۱) یہاں آنحضرتؐ کو مرتے دم تک ستایا جاتا رہا (قرآن)

علامہ مودودی رحلت فرماگئے مگر آنحضرتؐ کو بڑے بودے انداز میں مثیل موسیٰؑ جبراً مانا۔

علامہ مودودی نے رسولؐ اللہ کی شکایت (فرقان ۳۰ / ۲۵) کو انتہائی حدود تک پہنچانے میں ساری زندگی گزاری آخر کل ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو ستمگر مر گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ انہیں دنیا اور قرآن نے رخصت دے دی اور بد قسمتی سے انہوں نے غیر مسلم معالجوں کی پناہ لی تھی مگر وہ بھی موت کو نہ روک سکے آج ان کے لئے اخباروں نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ہمیں صرف اس قدر کہنا ہے کہ اہل بیت رسول علیہم السلام کا ایک بڑا دشمن مر کر ان کے روبرو مجرم کی صورت میں حاضر ہو گیا ہے (۳۱ / ۲۵) انہوں نے آیت (۶ / ۶۱) پر کافی کچھ لکھا لیکن وہ تمام پہلو چھوڑ دیئے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کو مثیل موسیٰؑ ثابت کرتے ہیں۔ وہ پوری تفہیم میں بھولے سے ایک بار بھی صلی اللہ علیہ و آلہ نہ لکھ سکے ہزاروں مرتبہ یہ جملہ بلا آل کے لکھا۔ وہ اپنے دل کی گہرائی میں آلِ محمدؐ کے دشمن تھے۔

(۳۔ج) توریت میں محمدؐ و علیؑ کا تذکرہ موجود ہے۔قریش قومی حکومت بنا کر علیؑ و اولادِ علیؑ کو مٹانا چاہتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان تمام پیشنگوئیوں کی تصدیق اسی طرح تفصیل سے انجیل میں کی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے توریت میں بیان کی تھیں۔ اور قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی بعثت کی خبریں نزول قرآن تک توریت و انجیل میں بھی موجود ہیں۔ اور حقیقی مومنین کو حکم دیا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ اس نورِ علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی بھی اختیار کریں۔

(۱) حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے سرداروں کے گر پڑنے پر دعا کرتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں۔

”آپ ہی ہمارے ولی و حاکم ہیں چنانچہ ہماری مغفرت فرما دیں اور ہم پر رحم فرمائیں اس لئے کہ آپ ہی سب مغفرت کرنے والوں سے بہتر مغفرت کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائیاں بھی لکھ دیں اور آخرت کی بھلائیاں بھی لکھ دیں ہم نے آپ کی طرف رہنمائی حاصل کرلی ہے“(اعراف ۱۵۶۔۱۵۵ / ۷)

(۲) حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا جواب:

”فرمایا کہ میرا عذاب تو اسی کو ہوتا ہے جسے میں عذاب دینا چاہتا ہوں۔ مگر میری رحمتؑ ہر ہر چیز تک وسیع رہی ہے۔ (وَرَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَىۡءٍ ﴿۱۵۶﴾ الاعراف ۱۵۶ / ۷) اور اپنی رحمت کو صرف ان پر واجب کروں گا جو متقی رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور ہماری آیاتؑ پر ایمان رکھیں جو اس مکہ کے باشندے نبیؑ و رسولؐ کی پیروی کریں جس کا ذکر وہ اپنے یہاں توریت وانجیل میں مذکور پاتے ہیں۔

اَنۡصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ لِلۡحَوَارِیّٖنَ

مدد دینے والے اللہ کے جیسا کہ کہا عیسیٰؑ بیٹے مریمؑ کے نے واسطے حواریوں کے

مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ

کون شخص مدد دینے والا میرا ہے خدا کی طرف کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد دینے والے

اللّٰہِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ کَفَرَتۡ طَّآئِفَۃٌ ۚ

خدا کے پس ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے اور کفر کیا ایک فرقے نے

فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ ﴿۱۴﴾ ع

پس مدد دی ہم نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے تھے اوپر دشمنوں ان کے کے پس ہو گئے غالب

اللہ کے انصار بن جاؤ اسی طرح جس طرح جب عیسیٰؑ بن مریمؑ نے اپنے چاروں طرف رہنے والے صحابہ سے پوچھا تھا کہ تم میں سے کون کون اللہ کے دین میں میرا مدد گار ہے؟ حواریوں نے جواب دیا تھا کہ ہم اللہ کے سامنے تمہارے انصار ہیں چنانچہ بنی اسرائیل میں سے بھی تمہاری ہی طرح ایک گروہ نے حقائق کو چھپایا تھا اور ایک گروہ حقیقی ایمان لایا تھا۔ چنانچہ ہم نے تائید انکی کی تھی جو ایمان لایا تھا اور ہماری تائید سے حقیقی ایمان لانے والے لوگ اپنے دشمنوں پر غالب ہوئے۔

جو اُن کو عالمی اچھائیوں کا حکم دیتا ہے اور عالمی برائیوں سے روکتا ہے اور انکے لئے عمدہ چیزوں کو جائز کرتا ہے۔ اور ناپسندیدہ اور خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اور ان کے اوپر سے وہ پابندیوں کے بوجھ اتارتا ہے جو مجتہدوں نے ان پر لاد رکھے تھے اور تقلید کے وہ بندھن بھی کھولتا ہے جو اُن کے آیت اللہ لوگوں نے باندھ رکھے تھے چنانچہ جو لوگ اس مکی رسولؐ اور نبیؐ پر ایمان لائیں (فَالَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ) اور اس کی دشمنوں اور برا چاہنے والوں کے مقابلے میں حمایت اور نصرت کریں (وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ) اور اس نورؐ کی پیروی بھی کریں جو اس مکی نبیؐ و رسولؐ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے (وَٱتَّبَعُواْ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ) وہی فلاح پانے والے مومن ہیں (أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ) (اعراف ۱۵۷-۱۵۶ / ۷) ان کے علاوہ کسی اور قسم کے مومنین فلاح نہ پائیں گے۔
یہ تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور قریشی قوم کو اللہ کی تنبیہ اور تاکید اور یہ تھیں وہ ہدایات جو توریت میں بھی نازل ہوئی تھیں اور قرآن میں بھی ان کو دہرایا گیا۔ اور یہ تھا وہ مماثلت کا ثبوت کہ جس طرح موسیٰؑ و ہارون ساتھ ساتھ رہے اسی طرح محمدؐ و علیؑ ایک دوسرے کے ساتھ نازل ہوئے اور وہاں ان دونوں کی اطاعت اور اتباع اُمت پر واجب تھی اور یہاں محمدؐ و علیؑ کی اطاعت و پیروی واجب کی گئی۔

(۳۔ د) سورۂ صف (۹-۸ / ۶۱) میں بھی نورِؐ مرتضوی کو پروان چڑھانے کا وعدہ ہوا اور مخالفوں کو کافر و مشرک قرار دیا گیا۔

اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ سورۂ صف میں حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور ان کی تعلیمات اور بنی اسرائیل کے رویّے کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی قریش کی مذمت کر دی گئی۔ اور بتایا گیا کہ قریشی منصوبہ یہ ہے کہ تعلیمات اسلام ہی کو جادو و فریب قرار دیا جائے اس میں مجتہدانہ اصول کے مطابق تشریحات و تاویلات و توجیہات سے اجتہادی اسلام کے عقائد پھیلائے جائیں اور ان عقائد کے سامنے مطلق العنان خلافت الٰہیہ کے نقصانات ذہنوں میں پیوست کردیئے جائیں۔ یوں قریشی قوم کا اور قریش کے حلیفوں، رشتہ داروں، رعایا اور ملازمین کا اجماع کرلیا جائے کہ "رسولؐ کی وفات کے بعد علیؑ کو خلیفہ نہیں بننے دیا جائے گا۔ یعنی نبوت و رسالت والے خاندان کو حکومت نہ دی جائے گی۔" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)
اس اجتماعی فیصلے کے لئے اللہ نے فرمایا کہ قریش کا ارادہ یہ ہے کہ وہ افواہی (اجتہادی) ثبوت و دلائل کی مدد سے خلافت علویّہ کے نورؑ کی حقیقت کو چھپانے کی فکر میں ہیں اور حکومت کو ایک قومی مشترکہ چیز بنا دینے کا منصوبہ چلا رہے ہیں۔ لیکن اللہ نے ایسا انتظام کر دیا ہے۔ کہ نورِ مرتضوی برابر ضیاپاشیاں کرتا مکمل ہوتا چلا جائے گا۔ خواہ حق پوشوں کو گراں اور ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا چلا جائے۔(۸ / ۶۱) اور یہ کہ اس رسولؐ کے نظام کی اور اسلام کی تمام تعلیمات کا ہر پہلو آشکار کر کے رکھ دیا جائے اور وہ نبیؐ اور وہ نورؐ دین کی ہر بات میں نمایاں ہو کر ابھریں خواہ نظام شرک والوں کو یعنی حکومت الٰہیہ میں شرکت کے قائلین کو گراں اور ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے۔

(۳۔ ہ) علامہ مودودی کو آنحضرتؐ کی شان میں اللہ کی طرف سے استعمال شدہ القاب "روح القدس" اور "سچائی کی روح" پسند نہیں۔

علامہ صاحب تو مر گئے لیکن ان کی مشرکانہ ناگواریاں رہتی دنیا تک باقی رہیں گی انہوں نے یوحنا کی انجیل سے وہ پیشگوئیاں نقل کیں جو آنحضرتؐ کی بعثت کے لئے کی گئی تھیں مگرانہیں یہ پسند نہ آیا کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوانجیل میں "روح القدس" اور "سچائی کی روح" کہا گیا ہے۔ ان کے بیان سے ان کی ناگواری اور اہلِ انجیل پر الزام دیکھئے:

"ان ناقابل انکار تاریخی حقائق کو نگاہ میں رکھ کر دیکھئے کہ انجیل یوحنا کی مذکورہ بالا عبارات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک آنے والے کی خبر دے رہے ہیں جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ "وہ دنیا کا سردار (سرور عالم) ہوگا" "ابد تک رہے گا" "سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا" اورخوداُن کی (یعنی حضرت عیسیٰ) "گواہی دے گا" یوحنا کی ان عبارتوں میں "روح القدس" اور "سچائی کی روح" وغیرہ الفاظ شامل کرکے مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے"(تفہیم القرآن جلد۵صفحہ ۴۶۴)

(۳۔ و) علامہ کی دشمنی یا جہالت تسلیم کرنا پڑے گی۔ اس بیان میں تین باتیں ایسی ہیں جن سے علامہ کی محمدؐ مصطفیٰ سے عداوت یا کم ازکم جہالت ثابت ہوتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ علامہ انجیل کے بیانات کو اللہ کے بیانات نہیں بلکہ خود ساختہ و بناوٹی باتیں مانتے ہیں۔ دوسری و تیسری بات یہ کہ وہ آنحضرتؐ کو مجسمۂ حق وسچائی یاسچائی کی جان و روح نہیں مانتے۔ جب کہ حضورؐ ہی اس پوری کائنات کی اور حقائق خداوندی کی بنیاد ہیں۔ اور تمام ارواح و ملائکہ ان ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ انجیل کابیان ثابت کرتا ہے کہ روح القدس بھی خود آنحضرتؐ ہی کا ایک جنبہ ہے جس نے خارج سے حضرت عیسیٰؑ کی تائید جاری رکھی۔ (بقرہ ۲۵۲، ۸۷ / ۲، اور مائدہ ۱۱۰ / ۵) اورمومنین کو ثبات قدم بخشا۔(نحل ۱۰۲ / ۱۶) تھا۔

(۳۔ ز) علامہ مودودی جس سانس میں انجیل سے آنحضرتؐ کا ابدی وجود نقل کرتے ہیں اُسی سانس میں معنی و مفہوم بدل دیتے ہیں۔

علامہ کی دشمنی فضائل مصطفویؐ کو چھپانے اور بدلنے میں بہت نمایاں رہی ہے۔یہاں ہم نے علامہ کا تین باتوں والا حوالہ اوپر نوٹ کرایا ہے۔ اس میں علامہ نے مانا اور لکھا ہے کہ:

(۱) انجیل کے الفاظ ہو بہو لکھتے ہیں۔

وہ دنیا کا سردار (سرورعالم) ہوگا۔ ابد تک رہے گا۔ سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا۔ پھر مسلسل لکھتے ہیں کہ:

(۲) انجیل کے الفاظ لکھ کر اسی سانس میں مفہوم بدلتے ہیں۔

جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص ہے۔ جس کی تعلیم ہمہ گیر، عالم گیر اور قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۴)

علامہ نے خاموشی سے اللہ کا بیان تباہ کردیا۔

علامہ نے غیر محسوس طور پر دو خطرناک تبدیلیاں کیں اور قارئین نے محسوس تک نہ کیا۔ اوّل یہ کہ محمدؐ کو راہ سے ہٹاکر اُن کی جگہ تعلیماتِ محمدیہؐ کوکھڑا کردیا۔

دوم یہ کہ لفظ "ابد" کو یعنی لامحدود زمانے کو "قیامت تک" محدود کردیا۔ یعنی:

انجیل میں اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ "محمدؐ" بذاتِ خود "ابد" تک برسرکار رہے گا۔ یعنی جب تک جنت و جہنم اور خود اللہ اور اس کی خدائی باقی ہے محمدؐ کے فیوض جاری رہیں گے۔ لیکن علامہ نے محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرانے کے بعد بلا دفن کفن دیئے چھوڑا۔ قومی حکومت بناکر اپنی خودساختہ تعلیمات کو محمدؐ کی تعلیم بنایا اور صرف قیامت تک محمدؐ کو نہیں بلکہ طاغوتی تعلیم کو برقرار رہنے والا بنا دیا۔ یہ ہیں وہ دشمن خدا و رسولؐ جو ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو واصلِ عذاب ہوئے۔ جنہیں مفکرِاسلام کہا گیا۔ جنہیں دنیا کا سب سے بڑا عالم لکھا جارہا ہے۔ ہم نے پہلے ہی ان کی مفکری اور علمیت کی قلعی کھولنا شروع کر رکھی تھی۔ کیا دنیائے اسلام کا سب سے بڑا عالم اور مفکر قرآن ایسا ہی شخص ہوا کرتا ہے جو محمدؐ میں اور ان کی تعلیمات میں فرق نہ

کر سکے ؟ اور جو ''ابد'' کے معنی قیامت تک کر دیا کرے؟ علامہ مودودی ہی پر نہیں بلکہ ان کی مدح وثنا کرنے والوں پر بھی اشکِ افسوس و یاس بہانا واجب ہے ۔ روئیے اس اسلام پر جس کے سب سے بڑے عالم ابوالاعلیٰ مودودی ہوں۔ اور ماتم کیجئے ان لوگوں پر جن کے سید شیخوں کے مرید و پرستار ہوں ۔ اور گھٹ گھٹ کر روئے ان مسلمان صحابہِ رسولؐ پر جن کو اس چھوٹی سی سورت (الصف) میں تین مرتبہ مومن کہہ کر پکارا گیا (۲، ۱۰، ۱۴ / ۶۱)

(۴) قریش کے دانشور صحابہ کیسے مومن تھے؟

اور اللہ کو ان مومنین سے کہنا پڑا کہ :

۱۔''تم اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لاؤ''(۱۱ / ۶۱)

۲۔''تم اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا کرو''(۱۱ / ۶۱)

۳۔''تم جنگ میں کبھی تلوار بھی چلا لیا کرو''(۱۱ / ۶۱)

۴۔''تم صرف غپ شپ مارتے رہتے ہو کبھی اپنی غپوں پر عمل بھی کر لیا کرو''(۴ تا ۲ / ۶۱)

۵۔''اللہ تمہاری غپ شپ پر بہت ناخوش ہے ''(۳ / ۶۱)

۶۔''تمہارا موجودہ ایمان عذاب الیم کا مستحق ہے ''(۱۱۔۱۰ / ۶۱)

۷۔''جن کے ایمان لانے کا سبب یہ تھا کہ وہ دنیا میں اسلام کی کامیابی اور فتوحات کو محبوب ترین چیز سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ انہیں موقع دے تو ساری دنیا پر بزورِ شمشیر قتل عام سے تسلط حاصل کر لیں ۔

(۵) مسلسل مخاطب رہنے والے مومنین کو چھوڑ کر حقیقی مومنین کو خوشخبری سنائی گئی ۔

قارئین کے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس سورۂ میں جن مومنین کو مسلسل مخاطب کیا گیا ان کو دوبارہ حقیقی ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے ۔ ان کی قدم قدم پر مذمت ہوتی چلی گئی ہے ۔ اور چونکہ یہ خطاب مومنین میں سے کسی خاص گروہ کو نہیں ہے بلکہ ایک عام اور ہمہ گیر خطاب ہے ۔ لہٰذا یا تو یہ ماننا ہو گا کہ سوفیصد یعنی اس وقت کے تمام مومنین ایمان وعمل میں مخلص نہ تھے (اور ہمارا اس میں بھی کوئی نقصان نہیں ہے) یا یہ ماننا پڑے گا کہ حقیقی یا مخلص مومنین اتنی قلیل تعداد میں تھے کہ ان کا الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی لہٰذا قاعدے کی رُو سے کثرت کو مخاطب کیا جاتا رہا ہے ۔ اور آخر تک ان کو ایمان و نصرت پر ابھارا گیا ہے وعدے کئے گئے ہیں اور عیسیٰ کے حواریوں کی طرح انصار بن جانے کی اپیل کی گئی ہے ۔ لہٰذا وہ تو ہرگز کسی مدح یا مبارک باد کے مستحق نہ تھے اس لئے کہ ابھی انہوں نے حقیقی ایمان لانا تھا ۔ جہاد میں جان و مال سے نصرت کر کے انصار اللہ و انصار محمدؐ بننا تھا اور یہاں کہیں تذکرہ نہیں کہ انہوں نے ایمان لا کر جہاد و نصرت کی تھی ۔ لہٰذا جن مومنین کو بشارت دینے کا حکم ملا ہے (۱۳ / ۶۱) وہ قلیل ترین تعداد والے مخلص مومنین ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ قریشی مومنین ۔

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ (١١) آیتیں اور دو رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی

پاکی بیان کرتے ہیں واسطے خدا کے جو کچھ کہ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ کہ بیچ

الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی

زمین کے ہیں بادشاہ ہے بہت پاک غالب باحکمت وہ ہے جس نے بھیجا بیچ

الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ

ان پڑھوں کے پیغمبرؐ ان ہی میں سے پڑھتا ہے اوپر ان کے نشانیاں اس کی اور

(١) آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب ہر حال میں غالب رہنے والے حکیم اور بادشاہِ مطلق و قوت قدسیہ رکھنے والے اللہ کی تسبیح و عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے (٢) وہی ہے جس نے اہل مکہ میں مکہ ہی والوں میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو ان مکیوں یا اُمّیوں کو اللہ کی آیات تلاوت کرکے سناتا ہے اور ان کی خباثت دور کرتا ہے اور

تشریحات سورۂ جمعہ:

ا۔ آنحضرتؐ قرآن کے معلم، کائنات کے ذرہ ذرہ کی تفصیل کے عالم (١١١ / ١٢) قیامت تک تعلیمات قرآن کے ذمہ دار تھے

قارئین نوٹ فرمائیں کہ آیات (۴ تا ٢ / ٦٢) میں آنحضرتؐ کو تعلیم قرآن کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام انسانوں کو قرآن کی تعلیم دیں گے ان کو بھی جو اس وقت موجود تھے اور ان کو بھی جو ابھی ملحق نہ ہوئے تھے ۔ دوسرے الفاظ میں یہ سلسلۂ تعلیم رہتی دنیا تک چلنا ہے اور حضورؐ نے بذاتِ خود یہ تعلیم جاری رکھنا ہے اور یہ معلوم ہے کہ قرآن کی تعلیم دینے والے شخص کو وہ سب کچھ معلوم ہونا چاہیئے جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ۔ (ورنہ وہ ایسی ہی اور اتنی ہی تعلیم دے گا جیسی کہ مساجد و مکاتب میں مولوی حضرات دے رہے ہیں۔ اور ہزاروں دینی درس گاہیں ہوتے ہوئے بھی مسلمان دوسری اقوام سے علم کی بھیک مانگ رہے ہیں) قرآن نے دعوٰی کیا ہے کہ اس میں کائنات کی تمام اشیا کا بیان موجود ہے (نحل ٨٩ / ١٦) اس میں کائنات کی ہر شے کی تفصیل ہے (یوسف ١١١ / ١٢) اس میں ہر ہر چیز اور ہر عمل کو مثالیں دے کر سمجھا دیا گیا ہے (بنی اسرائیل ٨٩ / ١٧ وغیرہ)
لہٰذا ماننا ہوگا کہ معلم قرآن صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کائنات کی تمام تفصیلات کے عالم تھے اور اس کی سند بھی اسی قرآن میں رسولؐ اللہ کو یہ کہہ کر دیئے دی تھی کہ "تجھے ان تمام چیزوں کی تعلیم دی ہے جو تو نہ جانتا تھا (نساء ١١٣ / ۴) چنانچہ حضورؐ نے ایسے حضراتؑ تیار کردئے تھے جن کو یہی سند قرآن میں دی گئی ہے کہ " تمہیں رسولؐ ان تمام چیزوں کی تعلیم دے رہا ہے جو تم نہ جانتے تھے "(بقرہ ١٥١ / ٢) اور ایسے حضراتؑ بھی موجود تھے جن کے دلوں میں قرآن کی آیات و تفصیلات تخلیقی طور پر بھی لکھی ہوئی یا رچی بسی تھیں (عنکبوت ۴٩ / ٢٩) جو ازلی و ابدی عالم قرآن تھے ۔جن کو اللہ نے کائنات کے متعلق ہر سوال کا جواب دینے کی تعلیم دی اور جنہوں نے قیامت تک آنحضرتؐ کی جگہ ان کا نظام تعلیم جاری رکھنا تھا (انبیآء ٧ / ٢١) مگر قومی مومنین نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ رسولؐ کے بعد ہم حکومت خود سنبھالیں گے خاندانِ رسولؐ میں علیؑ کو نہ دیں

ان کو الکتاب اور الحکمت کی تعلیم دیتا ہے خواہ وہ اس کی تعلیم سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں رہنے والے ہوں ؟ (۳) اور تعلیم و ہدایت پانے والوں میں سے آخر تک کے وہ تمام لوگ شامل ہیں جو ابھی زیرِ تعلیم لوگوں سے نہیں ملے ہیں اور وہ ہر انتظام پر غالب آنے والا حکیم ہے (۴) رسولؐ اللہ کا وہ تعلیمی سلسلہ اللہ کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے اور اللہ تو عظیم الشان فضل کا مالک ہے (۵) جن لوگوں کو توریت کا حامل بنایا گیا تھا مگر انہوں نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا ان کی مثال اس گدھے (یا حافظ) کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اس سے بھی زیادہ بُری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اجتہاد سے معنی بدل بدل کر اللہ کی آیات کے حقیقی مطالب کو جھٹلایا ہے۔ اور اللہ کے مُنزل من اللہ احکام میں ردّو بدل کرنے والوں (ظالم کے معنی) (مائدہ) (۴۵ / ۵) کو ہدایت نہیں کیا کرتا (۶) ان سے کہیئے کہ اے لوگو جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کرلیا ہے اگر تم یہ دعوٰی رکھتے ہو کہ

يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ

پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور تحقیق تھے پہلے اس سے

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ

البتہ بیچ گمراہی ظاہر کے اور اور لوگوں کو ان میں سے کہ ابھی نہیں ملے ساتھ ان کے

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور وہ ہے غالب حکمت والا یہ فضل اللہ کا ہے دیتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ

اور اللہ صاحب فضل بڑے کا ہے۔ مثال ان لوگوں کی کہ اٹھوائے گئے توراۃ

ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ

پھر نہ اٹھایا انہوں نے اس کو مانند گدھے کی ہے کہ اٹھاتا ہے کتابوں کو بُری ہے مثال

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اس قوم کی کہ جنہوں نے جھٹلایا نشانیوں اللہ کی کو اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ

ظالموں کو کہہ اے لوگو جو یہودی ہوئے ہو اگر دعوٰی کرتے ہو تم یہ کہ تم

گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) چنانچہ انہوں نے قرآن کے نظام تعلیم پر بھی قبضہ کرلیا اور لاکھوں روپے خرچ کرکے ہزاروں ایسے مسلمان تیار رکھتے چلے آئے جو قرآن کو لفظ بلفظ حفظ کرتے ہیں اور تراویح میں سناتے ہیں مگر ان کا وہی حال رہا ہے جو آیت (۵ / ۶۲) بنی اسرائیل کے علما کا بیان ہوا ہے۔ اور آج دنیا کی تمام اقوام میں جاہل ترین قوم مسلمان ہیں۔

(۲) آیت (۵ / ۶۲) پر علامہ مودودی کی تشریح ہمارے بریکٹ کے ساتھ ملاحظہ ہو

یہاں علامہ محض یہودیوں کا مذاق اڑاتے ہیں مسلمانوں کے رویہ کو بالکل سامنے نہیں لاتے لہٰذا ہم ان کی تشریح میں بریکٹ کے وسیلے سے شرکت کرکے قومی مسلمانوں کی طرف توجہ دلاتے جائیں گے فرمایا ہے کہ:

(۱) ”یعنی جس طرح گدھے پر کتابیں لدی ہوں اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی پیٹھ پر کیا ہے ؟ اسی طرح یہ توریت (قرآن، احسنؔ) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ کتاب (یہ قرآن۔احسنؔ) کس لئے آئی ہے۔ اور ان سے کیا چاہتی ہے؟“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸۹)

(۲) ”یعنی ان کا حال گدھے سے بھی بدتر ہے۔ وہ تو سمجھ بوجھ نہیں رکھتا اس لئے معذور ہے۔ مگر یہ (اور مسلمان حافظ۔احسنؔ) سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ توراۃ (قرآن۔احسن) کو پڑھتے پڑھاتے ہیں (اور علما۔احسنؔ) اس کے معنی سے ناواقف نہیں ہیں۔ پھر بھی یہ اس کی ہدایات سے دانستہ انحراف کررہے ہیں۔ اور اس نبیؐ کو (کائنات کا عالم۔احسنؔ) ماننے سے قصداً انکار کررہے ہیں، جو توراۃ (اور قرآن۔احسنؔ) کی رو سے سراسر حق پر (اور قرآن کا عالم۔احسنؔ) ہے۔ یہ (یہود و مسلمان۔احسنؔ) نافہمی کے قصوروار نہیں ہیں بلکہ جان بوجھ کر اللہ کی آیات کو (معنی بدل کر) جھٹلانے کے مجرم ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸۹)

(۳) جن یہودیوں کی مذمت، بے دینی اور اسلام سے دشمنی بیان ہوتی رہی ہے وہ تبدیلِ مذہب کرنے والے تھے۔

ہم یہ وضاحت کرچکے ہیں کہ جن یہود و نصارٰی کو اسلام سے عداوت تھی وہ حقیقی بنی اسرائیل نہ تھے بلکہ وہ عرب تھے

اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
دوست ہو اللہ کے سوائے اور لوگوں کے پس آرزو کرو تم موت کی اگر تم
صٰدِقِيْنَ ۞ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا
اس دعوے میں سچے ہو اور نہ آرزو کریں گے اس کی کبھی بسبب اس چیز کے کہ
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۞ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ
آگے بھیجی ہے ہاتھوں ان کے نے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو کہہ تحقیق موت
الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
وہ جو بھاگتے ہو تم اس سے پس تحقیق وہ ملنے والی ہے تم سے پھر پھیرے جاؤ گے
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
طرف جاننے والے غیب کی اور حاضر کی پس خبر دے گا تم کو ساتھ اس چیز کے کہ

پوری انسانیت میں سے صرف تم ہی اللہ کی طرف سے ولی یا دینی حاکم ہو تو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو تم ذرا مرنے کی اعلانیہ تمنا تو کر دکھاؤ (۷) اور وہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا عملاً کر کے نہ دکھائیں گے وجہ اِس کی اُن کی بدعملیاں ہیں جو انہوں نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجی ہوئی ہیں۔ اور اللہ ظالموں کا یعنی ان لوگوں کا عالم ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو خالصتاً نافذ نہیں کرتے (مائدہ ۴۵ / ۵) (۸) ان کو بتادیں کہ تم جس موت سے بھاگتے ہو تمہیں اس سے یقیناً ملاقات کرنا پڑے گی پھر تمہیں ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کے عالم کے حضور میں پلٹایا جائے گا چنانچہ وہ تمہیں تمہاری کرتوت کی

جنہوں نے خود کو یہودی و عیسائی بنا لیا تھا تاکہ بنی اسرائیل سے فائدہ اٹھایا جائے۔ نسلاً عرب ہونے کی وجہ سے وہ قریش کے ہمدرد و طرفدار تھے۔ علامہ مودودی نے بھی آیت (٦ / ٦٢) میں آئے ہوئے جملے قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا پر روشنی ڈالی ہے۔ سنیئے: "یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ "اے یہودیو" نہیں کہا ہے۔ بلکہ "اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو" فرمایا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸۹) اور آخر میں لکھا ہے کہ۔
"ان میں سب اسرائیلی ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کرلی تھی" (ایضاً صفحہ ۴۹۰)

۴۔ یہودیت بالکل اسی طرح اجتہاد سے تیار کی گئی تھی جیسے قریش نے سُنّی مذاہب اجتہاد سے تیار کئے تھے۔

علامہ مودودی یہودی مذہب کی تیاری کا حال لکھتے ہیں۔ ہم بھی ان کے بیان کو بریکٹوں کی مدد سے ان کے اپنے مذہب کی ساخت و پرداخت پر متوجہ کریں گے۔ سنیئے:
"اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیّوں اور اَحبار (مجتہدوں، ملاؤں اور صحابہ۔ احسن) نے اپنے اپنے خیالات (قیاسات۔ احسن) و نظریات اور رجحانات (واجتہادات۔ احسن) کے مطابق عقائد اور رسوم اور مذہبی ضوابط (فقہ۔ احسن) کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت (یا سُنّی مذہب۔ احسن) ہے یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح (۲ ہجری۔ احسن) سے بننا شروع ہوا۔ اور پانچویں صدی عیسوی (چوتھی صدی ہجری۔ احسن) تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں (اور محمدؐ۔ احسن) کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے اسی بناپر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو الَّذِيْنَ هَادُوْا (قرآن کی تکذیب کرنے والے (٦٢ / ٦)۔ احسن) اور اسے مہجور کرنے والے (۳۰ / ۲۵۔ احسن) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۹۰)

۵۔ موت کی جھوٹی تمنا یا دعا کرتے ہی رسولؐ اللہ کی آمین پر سچی موت واقع ہوجانا لازم تھا۔

جس طرح یہود و نصاریٰ کے علما نے مباہلہ میں ہارنا منظور کرلیا تھا (آلِ عمران ٦١ / ۳) اسی طرح دو دفعہ یہود نے موت کی تمنا کرنے سے پہلوتہی کی (بقرہ ۹۵۔۹۴ / ۲) اور یہ دوسرا ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ آنحضرتؐ کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی۔

٦۔ نماز جمعہ قرآن سے نہیں بلکہ رسولؐ اللہ کے حکم سے واجب ہوئی تھی تاکہ مومنین کی کثرت کا اجتماع ہوسکے۔

ہم نے نماز جمعہ کی وجہ تسمیہ، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کی شرائط اور اس کی عملی صورت پر ایک مکمل کتاب لکھ دی

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ

تھے تم کرتے اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ پکارا جاوے

لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا

واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس شتابی کرو طرف یاد خدا کی اور چھوڑ دو

الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ فَاِذَا قُضِيَتِ

سودا کرنا یہ بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے پس جب تمام کی جاوے

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا

نماز پس پھیل جاؤ بیچ زمین کے اور چاہو فضل خدا کے سے اور یاد کرو

اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا

اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ اور جس وقت کہ دیکھتے ہیں سوداگری یا تماشہ

انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

دوڑ جاتے ہیں طرف اس کی اور چھوڑ جاتے ہیں تجھ کو کھڑا کہہ جو نزدیک اللہ کے ہے

خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪

بہت بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے

خبر دے گا (۹) اے وہ لوگو جو ایمان کے دعویدار ہو جب کسی بھی جمعہ کے روز تمہیں نماز کے لئے ندا دی جایا کرے تو تمہیں ذکرِ اللہ کے حضور پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں تم کو مال فروخت کرنا بند کرنا چاہئے وہ تمام کوشش تمہارے لئے بہتری پیدا کرے گی اگر تم عمداً ایسا کرو گے تو یہ بہتر ہے (۱۰) چنانچہ جب سربراہِ اسلام نماز ختم کرنے کا حکم دے دے تو تم سب زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کے تازہ بتائے ہوئے فضل و کرم میں سے اپنا حصہ حاصل کرو کثرت سے اللہ کا تذکرہ کرتے اور اپنے حصے کا کام کرتے رہو شاید تم یوں ہی فلاح پا سکو۔ (۱۱) اور جب یہ قریشی مومنین تجارت یا تفریحات کی منادی سنتے ہیں تو ان کی تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور تجھے تنہا کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔اے نبیؐ ان صحابہ کو بتا دو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہاری ان تفریحات اور تجارتوں سے بہتر ہے اور اللہ تمام رزق دینے والوں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

ہے۔ جس میں نماز جمعہ کو حکومت کا آلہ کار بنانے والوں کی تمام دلیلوں اور بحثوں کو سمیٹ کر مجتہدین کو حیران و ششدر کرکے اس بحث کو ہمیشہ کے لئے ختم و مکمل کر دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ قارئین کو مذہب شیعہ اور نظامِ عصمتؑ پر مکمل معلومات فراہم کرتا ہے۔ اور اس مطالعہ کے بعد وہ تمام نظام حیات جو مسلمانوں یا غیر مسلموں نے پیش کئے ہیں ہیچ نظر آتے ہیں۔ اور وہ تمام سازشیں اور کوششیں سامنے آتی ہیں جو اس نظام کو برسرِ عمل آنے سے روکنے کے لئے قریشی حکومتوں نے عہدِ رسولؐ سے آج تک کی ہیں۔ ہماری گفتگو کا لُبّ لباب (نچوڑ) یہ ہے کہ۔ ا۔ تخلیقِ کائنات جمعہ کے دن مکمل ہوئی۔ ۲۔ کائناتی نظام سے نوعِ انسان کو ہم آہنگ رکھتے ہوئے ترقی اور نشوونما اور ارتقائے انسانیت معصومؑ سربراہِ اسلام کی ذمہ داری ہے۔ ۳۔ سربراہؑ اسلام سے اللہ براہ راست رابطہ رکھتا ہے۔ ۴۔ اسے معمولات کے لئے کتاب کی صورت میں بھی ہدایات دیتا ہے تاکہ مسلمان خود بھی ان ہدایات میں غور و خوض کریں اور سمجھ کر احکام کی تعمیل کریں۔ ۵۔ اور ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بھی اللہ رابطہ رکھتا ہے اور راہنمائی کرتا رہتا ہے۔ ٦۔ اور پھر ہر سال شبِ قدر میں سالِ آئندہ کا پروگرام نازل کرتا ہے تاکہ کتاب کی تفصیلات اور توجیہات مکمل ہوتی رہیں۔ ۷۔ علاوہ ازیں ہر شبِ جمعہ میں عرشِ اعلیٰ پر سابقہ و موجودہ سربراہانِؑ اسلام کو ہفتہ وار پروگرام دیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کو نمازِ جمعہ برپا کرکے سربراہِ اسلام مسلمانوں اور اہل کاروں کو سناتا اور سمجھاتا ہے۔ یوں ہدایاتِ خداوندی سے نوع انسان بہرہ مند رہتی اور بے روک ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ ۸۔ سابقہ سربراہانِؑ اسلام کو اس لئے شامل رکھا جاتا ہے کہ ان کا علم برابر اور تازہ رہتا چلا جائے اور انہیں معلوم رہے کہ ان کے بعد ارتقائی منازل کس طرح طے کی جانا ہیں اور ان کی نظر میں اپنے جانشینوں کی قدرومنزلت بڑھتی چلی جائے۔ ۹۔ نماز جمعہ کا قیام سوفیصد سربراہؑ اسلام کی ضرورت اور حکم کے ماتحت ہے۔ ۱۰۔ ان کی اجازت اور ضرورت کے بغیر کسی ماتحت کو نماز جمعہ قائم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ۱۱۔ نماز جمعہ ظہر کے اوّلین وقت قائم ہوتی ہے اور سربراہؑ اسلام اُس جمعہ

کو نماز ظہر کو ساقط کرنے کا مجاز ہے۔ ۱۲۔ تمام عاقل و بالغ و آزاد و تندرست و حاضر مرد اور عورتوں پر واجب ہے کہ وہ نماز جمعہ میں شریک ہوں ۔ قیدی، مسافر اور علیل پر نمازِ جمعہ نہیں ہے اور نہ نماز جمعہ کی قضا واجب ہے ۔ جس سے چھوٹ گئی اور معقول و اسلامی عذر موجود تھا وہ معاف ہے ۔ یہ ہے آٹھ سو صفحات کا خلاصہ ۔

(۶۔ الف) علامہ مودودی نے وہ غلطی نہیں کی جو عام مترجمین ومفسرین کرتے رہے ۔

سادہ لوح علما نے عموماً اور مجتہدین نے خصوصاً کھینچ تان کر سورۂ جمعہ (آیات) (۱۰۔۹ / ۶۲) سے نمازِ جمعہ کا وجوب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہاں لفظ "نماز جمعہ" (صلوٰۃ الجمعۃ) تک بھی موجود نہیں چہ جائیکہ نماز جمعہ کا وجوب؟

(۶ ۔ ب) مسلمان نماز جمعہ میں کم از کم شرکت کرتے تھے ۔

علامہ مودودی نے یہ غلطی نہیں کی بلکہ یہ کہا اور اپنے یہاں کی روایات سے یہ ثابت کیا کہ "انداز بیاں اور سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے کہ نماز کی منادی اور جمعہ کی مخصوص نماز دونوں پہلے سے جاری تھیں، البتہ لوگ (یعنی مسلمان۔احسنؔ) یہ غلطی (غلطی نہیں گناہ کبیرہ۔احسنؔ) کر رہے تھے کہ جمعہ کی منادی سن کر (بھی) نماز کے لئے دوڑنے میں تساہل برتتے تھے اور خرید و فروخت کرنے میں لگے رہتے تھے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۸ / ۶۲) صرف اس غرض کے لئے نازل فرمائی کہ لوگ اس منادی اور اس خاص نماز کی اہمیت محسوس کریں اور فرض جان کر اس کی طرف دوڑیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۹۲)

(۶ ۔ ج) نمازِ جمعہ کے دوران ڈھول پر تجارتی منادی سن کر صحابہ مسجد و نماز چھوڑ کر چلے جاتے تھے ۔

علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ :
"ڈھول اور تاشوں کی آوازیں سن کر لوگ (یعنی صحابہ۔احسنؔ) بے چین اور ۔۱۲ آدمیوں (یعنی صحابہ۔احسنؔ) کے سوا باقی سب بقیع کی طرف دوڑ گئے جہاں (تجارتی)قافلہ اترا ہوا تھا "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)

علامہ کی شیعوں سے ایک شکایت اور ان پر چوٹ : نماز سے بھاگ جانے پر شیعہ مجتہدین نے جو کچھ لکھا آنجہانی اسے یوں بیان کرتے ہیں کہ :

"شیعہ حضرات نے اس واقعہ کو بھی صحابہ پر طعن کرنے کے لئے استعمال کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کا خطبے اور نماز کو چھوڑ کر تجارت اور کھیل تماشے کی طرف دوڑ جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ "وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے" لیکن یہ ایک سخت بے جا اعتراض ہے ۔ جو صرف حقائق سے آنکھیں بند کر کے ہی کیا جاسکتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰۳)

علامہ کا معذرتی و جوابی بیان : علامہ واقعہ پھر لکھتے ہیں اور اس کی وجہ بتاتے ہیں تعلیم و تربیت کی کمی ۔ سنیئے:

"لوگ (یعنی صحابہ۔احسن) اس اندیشے سے کہ کہیں ہمارے نماز سے فارغ ہوتے ہوتے سامان فروخت نہ ہو جائے ، گھبرا کر اس کی طرف دوڑ گئے ۔ یہ ایک ایسی کمزوری اور غلطی تھی کہ جو اس وقت اچانک تربیت کی کمی اور حالات کی سختی کے باعث رونما ہو گئی تھی " (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰۳)

علامہ اہل سنت کے متفقہ مسلّمہ اور عملی عقیدے کو غلو ، مبالغہ اور بے سند متعصبانہ بکواس ثابت کرتے ہیں ۔

صحابہ کے متعلق علامہ کا فیصلہ سنیئے "یہ واقعہ جس طرح صحابہ کے معترضین کی تائید نہیں کرتا اسی طرح ان لوگوں کے خیالات کی تائید بھی نہیں کرتا جو صحابہ کی عقیدت میں غلو کر کے اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ "ان سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی، یا ہوئی بھی تو اس غلطی کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے ، کیونکہ ان کی غلطی کا ذکر کرنا اور اسے غلطی کہنا ان کی توہین ہے ، اور اس سے ان کی عزت و وقعت دلوں میں باقی نہیں رہتی ۔۲ ۔ اور اس کا ذکر ان آیات و احادیث کے خلاف ہے جن میں صحابہ کے مغفور اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہونے کی تصریح کی گئی ہے "۔ یہ ساری باتیں سراسر مبالغہ ہیں جن کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی سند موجود نہیں ہے ۔ یہاں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس غلطی کا ذکر

کیا ہے جو صحابہ کی ایک کثیر تعداد سے صادر ہوئی تھی۔اس کتاب میں کیا ہے جسے قیامت تک ساری اُمت کو پڑھنا ہے۔"
(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰۳)

(٦ ۔ د) صحابہ کے متعلق علامہ کا فیصلہ اور فریب نئی بات نہیں ۔ نئی بات قرآن نے کہی ہے ۔

یہاں علامہ نے یہ بات صاف کردی کہ قرآن و احادیث سے صحابہ کی پوزیشن وہ نہیں بنتی جو علامہ یا کوئی اور اہل سنت عالم کہتا یا بناتا ہے ۔ وہ خطاکار تھے ۔ ان سے خطائیں سرزد بھی ہوئیں ۔ انہوں نے عمداً بھی خطائیں کیں اور قرآن نے ان کا پردہ ہمیشہ چاک کیا اور ہم نے یہاں تک قرآن سے ان کا مذہب ہی یہ ثابت کیا ہے کہ وہ رسوؐل کو بھی خطاکار سمجھتے تھے اور رسوؐل کے احکام کی بلا چوں و چراتعمیل کو بھی خطا سمجھتے تھے البتہ ایسا سمجھنے میں انہوں نے کبھی غلطی یا خطا نہیں کی ۔ شیعہ علما نے انکے متعلق جو کچھ لکھا وہ اس کے ذمہ دار ہوں گے ۔ ہم تو وہی کچھ لکھتے ہیں اور اتنا ہی لکھتے ہیں جتنا اور جو کچھ اللہ نے صحابہ کے لئے قرآن میں فرمایا ہو، اور جو قرآن میں موجود ہو اس معنی ومفہوم کو کسی روایت یا تاریخ و تفسیر سے ہرگز نہیں بدلتے ۔ اس لئے کہ اللہ سے بہتر نہ کوئی مدح کرسکتا ہے نہ مذمت ۔

(٦ ۔ ہ)رسوؐل اللہ کو نماز میں تنہا کھڑا چھوڑ کر تمام صحابہ تفریحات و تجارت کے لئے چلے جایا کرتے تھے ۔

چنانچہ قارئین سورۂ جمعہ کی آخری آیت ملاحظہ فرمائیں ہمارا اور علامہ رفیع الدین کا ترجمہ کافی نہ ہوتوصحابہ کے سب سے بڑے پچاری کا ترجمہ دیکھ لیں :"اور جب انہوں (صحابہ۔احسنؔ) نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑدیا۔ان (صحابہ۔احسنؔ) سے کہو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰۱۔۵۰۲)
قارئین اس آیت میں لفظ "وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا" (تجھ اکیلے کو یا تجھے تنہا کو) یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ رسوؐل کے ساتھ اور کوئی صحابی موجود نہ تھا ۔ اگر وہاں ایک اور صحابی ہوتا تو فرمایا جاتا کہ تَرَكُوكُمَا قَآئِمَانِ تم دو کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ اور دو یا زیادہ صحابی رسوؐل کے ساتھ کھڑے رہ جاتے تو کہا جاتا کہ تَرَكُوكُمْ قَآئِمُوْنَ تم سب کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں ۔ اور اگر آیت میں یہ آخری جملہ ہوتا تو قریشی تاریخ میں (۱۲) بارہ صحابہ کے نماز میں باقی رہ جانے والا افسانہ صحیح ہوسکتا تھا ۔ مگر اللہ نے اپنے رسوؐل کو واحد مخاطب کی ضمیر سے خطاب کرکے قریشی صحابہ کی اور ان کی تیارکردہ تاریخ و روایات کی پول کھول دی ۔ اور بتا دیا کہ رسوؐل اللہ تنہا ہی مسجد میں رہ گئے تھے ۔

جو صحابہ رسوؐل کو میدان جنگ اور نرغہ اعداء میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہوں وہ حالت امن میں بھاگیں تو کیا برائی ہے؟

یہاں ہمیں اتنا اور یاد دلانا ہے کہ جس طرح قریشی صحابہ کی یہ عادت تھی کہ جب ان کی دینی مصلحت کا تقاضا ہوتا تھا تو وہ رسوؐل کو تنہا چھوڑ جانے میں تکلف نہ کرتے تھے اسی طرح علامہ بھی بلا تکلف دس بارہ صحابہ کا موجود رہنا ضرور لکھ دیتے ہیں ۔ دیکھیئے اللہ فرماتا ہے کہ :

علامہ کے جانبدارانہ ترجمہ میں دیکھیئے ۔ "یاد کرو جب تم بھاگے چلے جارہے تھے کسی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تم کو نہ تھا، اور رسوؐل تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔"(آلِ عمران ۱۵۳ / ۳ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۵)

علامہ کی تشریح ، رسوؐل کی پکار اور دس بارہ صحابہ کا اللہ کو پتہ نہیں تھا۔ جس طرح اللہ نے نماز سے فرار کے وقت یہ نہ بتایا کہ ماشاء اللہ دس بارہ صحابہ نماز میں رسوؐل کے ساتھ موجود تھے اسی طرح آیت (آلِ عمران۱۵۳ / ۳) میں علامہ کے دس بارہ صحابہ کے وجود کا ذکر نہیں کیا۔ مگر صحابہ کے پرستار لکھتے ہیں کہ :
"جب مسلمانوں (یعنی صحابہ۔احسنؔ) پر اچانک دو طرف سے بیک وقت حملہ ہوا اور ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ (یعنی صحابہ رسوؐل۔احسنؔ)مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ اُحد(پہاڑ۔احسنؔ) پر چڑھ گئے،مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔دشمنوں کا چاروں طرف(تیغ بدست۔احسنؔ)ہجوم تھا، دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس

رہ گئی تھی۔ مگر اللہ کا رسولؐ اس نازک (جان لیوا۔ احسن) موقع پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا اور بھاگنے والو (صحابہ۔احسن) کو پکار رہا تھا" اِلَیَّ عِبَادَاللّٰهِ اِلَیَّ عِبَادَاللّٰهِ"، اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ،" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۵)

قارئین نے دیکھا کہ علامہ نے شیعہ علما پر بڑا کس کے اعتراض کیا تھا۔ (تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۵۰۳)

اور ان پر حقائق سے آنکھیں بند کرکے بے جا طعن کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔ ان کے دلوں میں صحابہ سے بغض کی بیماری بتائی تھی (ایضاً صفحہ ۵۰۳) قارئین نے یہ سمجھا ہو گا کہ نہ معلوم شیعہ علما نے کیا کیا لکھ مارا ہو گا؟ ذرا ایک سب سے بڑے متعصب مترجم کی تشریح سن کر فیصلہ کریں کہ علامہ مودودی اور اس شیعہ مترجم میں کتنا فرق ہے؟

علامہ مقبول احمد نے کیا لکھا ہے؟ "تفسیر مجمع البیان میں حضرت جابرؓ ابنِ عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ ایک قافلہ ایسے وقت آیا کہ ہم لوگ جناب رسولؐ خدا کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس لوگ نماز توڑ توڑ کر اس کی طرف دوڑے چلے گئے اور بارہ آدمیوں کے سوا جن میں، میں بھی تھا کوئی باقی نہ رہا۔" (مقبول احمد کا ترجمہ قرآن صفحہ ۸۸۵ حاشیہ نمبر ۳)

یہ وہ شیعہ مترجم ہے جس کا ترجمہ اور ضمیمہ اس لئے حکومت نے ضبط کرلیا تھا کہ انہوں نے حکومت کے راہنما صحابہ کی مذمت کی تھی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ سوفیصد علامہ مودودی کا ہم نوا ہے اور قرآن کے خلاف علامہ کی طرح بارہ صحابہ کو نماز میں شامل مانتا ہے۔ اور جب اس ترجمہ کو ہمارے ترجمے اور تشریحات کے ساتھ تقابل کے ساتھ پڑھا جائے گا مذہب شیعہ کے عوام و خواص اس ترجمہ کو بدترین ترجمہ اور قریشی طرزِ فکر کا شاہکار کہہ کر رد کریں گے۔ بہرحال علامہ مودودی نے یہ لکھا تھا کہ "صحابہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیا کرتے تھے" (تفہیم القرآن جِلد صفحہ ۵۰۳) آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے؟ علامہ ہی کے قلم سے پڑھیئے:

مسلمان یعنی صحابہ مال غنیمت کی طمع سے مغلوب ہوگئے تھے۔

"اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان (یعنی صحابہ۔احسن) مالِ غنیمت کی طمع سے مغلوب ہوگئے اور انہوں نے دشمن کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ادھر جن تیر اندازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا تھا، انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لُٹ رہی ہے، تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت کی طرف لپکے۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی حکم یاد دلاکر بہتیرا روکا مگر چند آدمیوں (یعنی صحابہ۔احسن) کے سوا کوئی نہ ٹھیرا۔ اس موقع سے خالد بن ولید کافر نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالے کی کمانڈ کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کردیا۔ عبداللہؓ بن جبیر نے جن کے ساتھ چند ہی آدمی (صحابہ۔احسن) رہ گئے تھے۔ اس حملے کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کرسکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں (صحابہ۔احسن) پر ٹوٹ پڑا۔ دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے۔ وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوگئے اس طرح لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا اور مسلمان (صحابہ۔احسن) اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ان (صحابہ۔احسن) کا ایک بڑا حصہ پراگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر (صحابہ۔احسن) سپاہی ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں کہیں سے یہ افواہ اڑ گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔ اس خبر نے صحابہ کے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کردئے اور باقی ماندہ لوگ (یعنی صحابہ۔احسن) بھی ہمت ہار کر بیٹھ گئے" (تفہیم جلد اوّل صفحہ ۲۸۵) (یعنی بھاگے اور کوہ اُحد پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔احسن)

قارئین اس طویل بیان کے لئے پہلی بات یہ دیکھیں کہ یہاں کہیں منافقوں کا نہ ذکر ہوا نہ کوئی منافق اس حادثہ میں موجود تھا۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ یہاں عبدؓاللہ بن جبیر اور چند دوسرے شہید ہونے والے صحابہؓ کے علاوہ تمام صحابہ نے آخرت و عاقبت کو لات مار کر مال دنیا لوٹنا شروع کیا تھا یعنی یہ صحابہ ڈاکو، لٹیرے، نافرمان اور شرمناک حدتک بزدل تھے اسی حادثہ کو آپ نے ذرا دیر پہلے آیت (آلِ عمران ۱۵۳ / ۳) میں ملاحظہ کیا تھا اور دیکھا کہ رسولؐ اپنے صحابہ کو مدد کے لئے پکارتے رہ گئے تھے اور وہ تمام یارانِ غار غداری کرکے حضورؐ کو نرغۂ اعداء میں قتل ہو جانے کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اور انہیں یقین تھا کہ (معاذ اللہ) حضورؐ قتل ہو جائیں گے۔ لہٰذا مزید یقین کے لئے آنحضرتؐ کے مارے جانے کی خبر اڑا

دی تاکہ زندہ ہوں بھی تو مارے جائیں ۔ علامہ اینڈ کمپنی اب بھی نہیں مانتی کہ وہ صحابہ دنیا پرست تھے ۔

قریشی صحابہ اللہ کے وعدوں پر بھی یقین نہیں کرتے تھے اور نہایت سنگدلانہ کوششیں کیا کرتے تھے

بہرحال ہم آیات اور علامہ کے بیانات سے قریشی صحابہ کی بے رحمانہ غداریوں کا ثبوت دیتے آ رہے ہیں یہاں جنگ اُحد کے اسی حادثہ کے سلسلے میں اللہ اور علامہ کا ایک ملا جلا بیان اور سن لیں :

''اوپر کے خطبے کو ختم کرتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ ''ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو'' (وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ﴿١٢٠﴾ آلِ عمران ۱۲۰ / ۳) اب چونکہ اُحد کے میدان میں مسلمانوں کی شکست کا سبب ہی یہ ہوا کہ ان (صحابہ۔احسن) کے اندر صبر کی بھی کمی تھی اور ان (صحابہ۔احسن) کے افراد سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئی تھیں جو خدا ترسی کے خلاف تھیں، اس لئے یہ خطبہ جس میں انہیں (یعنی صحابہ کو۔ احسن) ان کمزوریوں پر متنبہ کیا گیا ہے، مندرجہ بالا فقرے (آیت ۔احسن) کے بعد ہی متصلاً درج کیا گیا۔'' (تفہیم جلد اوّل صفحہ ۲۸۴)

جنگ اُحد میں صحابہ کی شکست کا سبب خالصتاً ان کی دنیا طلبی مال کی حرص و طمع اور لوٹ مار کی ذہنیت تھا۔

قارئین تیسری مرتبہ پھر دیکھ لیں کہ جنگ اُحد کی شکست ، رسوؐل کو تیغ بدست دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگنے والے منافق نہ تھے بلکہ پکے مسلمان صحابہ تھے ۔ اور اس کا سبب بھی نفاق نہ تھا بلکہ خود صحابہ کی دنیا طلبی اور مالِ دنیا کی حرص و طمع اور جدی و پشتینی قتل عام اور لوٹ مار کی عادت تھی ۔ علامہ کہتے ہیں کہ :

''اُحد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان صحابہ عین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہوگئے ۔ اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۸۷)

قارئین سوچیں کہ ان مکرّر سہہ کرّر اقبالی بیانات کے بعد کوئی باضمیر بے دین شخص بھی یہ کہنے کی جرأت نہ کرے گا کہ زیر بحث قریشی صحابہ دنیا پرست اور لٹیرے نہ تھے ۔ بلکہ اسلام کے فداکار رسوؐل کے جان نثار مومن تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ رسوؐل کے بعد کی قریشی حکومتوں نے چارسوسال تک ان تمام واقعات کا اور واقعات کے دیکھنے اور بیان کرنے والوں کا بے دریغ قتل عام کیا ۔ بے تحاشا دولت کو استعمال کرکے ایک ایسی افسانوی تاریخ و تفسیر تیار کرائی جس سے حقائق مشکوک ہو جائیں، واقعات تبدیل ہوجائیں اور ہر چیز قریشی حکومتوں کی پالیسیوں کی تصدیق کرتی نظر آئے ۔ چنانچہ بعد کے علما و دانشور قریش کے ہمرنگِ زمین تیار کردہ جال میں الجھتے اور ٹھوکریں کھاتے چلے آئے۔ بہرحال وہ قرآن کے متن کو بدلنے سے قاصر رہے ۔ اور قرآن ہی ایک ایسی چیز رہ گئی تھی کہ اگر اس کا ترجمہ و تشریح قریشی جال سے باہر رہ کر ، کر دیاجائے تو قریش کی سازش برہنہ سراور بے نقاب سامنے آ جاتی ہے مندرجہ بالا تین اقبالی بیانات کے بعد بھی علامہ کا اپنے نام نہاد صحابہ کو دین دار و پرخلوص مومن اور فداکاروجاں نثارِ رسوؐل کہنا بے شرمی یا بے غیرتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قریشی انتظام اور سازش پر انتہائی یقین واطمینان کی وجہ سے ہے ۔ ان کو بھروسہ ہے کہ کوئی شخص اس جال سے نہ باہر رہ سکتاہے اور نہ ان کے صحابہ کو بے نقاب کر سکتا ہے ۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ (۱۱) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ

جس وقت آتے ہیں تیرے پاس منافق کہتے ہیں کہ گواہی دیتے ہیں ہم

اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ

تحقیق تو البتہ پیغمبر خدا کا ہے اور اللہ جانتا ہے تحقیق تو بھیجا ہوا اس کا ہے

وقف لازم

(۱) اے رسولؐ یہ منافق جب بھی تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ بلاشک وشبہ آپ ضرور بالضرور اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور اللہ کو یقیناً یہ علم ہے کہ تمؐ اسی کے بھیجے ہوئے رسول ہو

تشریحات سورۂ منافقون:

ا۔ منافق، قریشی سازش کے جاسوسوں اور تخریب کاروں کو کہا جاتا رہا ہے۔

سورۂ منافقون میں رسولؐ اللہ اور ان کے پیروؤں کو قریش کی سازش پر مطلع کیا گیا ہے۔ اور ایسے لوگوں سے خبردار و ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے جو اچانک آئیں اور آتے ہی پہلے تصدیق رسالت کرنے لگیں۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں میں تخریب کاری شروع کردیں۔ ایسا کرنے والوں کو منافق کہا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ عارضی طور پر اور اپنی تخریب کاری میں کامیاب ہونے کے لئے ایمان کا اعلان و اقرار کرتے ہیں اور اس اعلان و اقرار میں جھوٹے ہوتے ہیں اور اپنے جھوٹ اور تخریب کاری کی اسکیم کو عارضی ایمان کی آڑ میں چھپائے رکھتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو کلمہ شہادت پڑھنے والے یا تولّا اور تبّرا کا اعلان کرنے والے اشخاص کو اپنی جماعت کے افراد سمجھ کر ان پر مکمل بھروسہ کرلیتے ہیں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس طرح دشمن جماعت کے ماہرین کو ان کی جماعت میں آنے کا اور جماعت کو تباہ کرنے کا بہت آسان اور سستا راستہ مل جاتا ہے۔ سورۂ منافقون میں بتائے ہوئے اس اصول کی خلاف ورزی ہی تو تھی کہ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے عوام کی قیادت ان علما کے ہاتھوں میں ہے جن کے عقائد شیعہ مذہب اور شیعہ عوام کے مخالف ہیں، مثلاً یہ زنجیر کا ماتم کرتے ہیں، وہ اس ماتم کو فعل حرام کہتے اور لکھتے ہیں۔ یہ اس غلطی کی وجہ سے ہوا کہ غیبت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں خاندانِ رسولؐ کی مخالف حکومتوں کے وظیفہ خوار علما اور ان کے متعلقین تولّا اور تبّرا کا نعرہ مارتے، عبا بدوش اور عمامہ بسر شیعوں میں در آئے اور یہاں وہ شیعہ علما سمجھے گئے۔ انہوں نے رفتہ رفتہ مذہبی ڈھانچہ اور پھر سانچہ بدل دیا اور آج ماشاء اللہ شیعہ سنی علما میں اور شیعہ سنی عبادات وتفسیر میں ناموں کے سوا کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی کچھ سورۂ منافقون کے تاکیدی احکام و تنبیہات کے باوجود عہد رسولؐ کے مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوا۔ قریشی مرکز سے آئے ہوئے ماہرینِ سیاسیات و مذہبیات کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے آتے دن رات مسجد میں سجدوں اور عبادات میں گزارتے، اپنے متقی و پرہیزگار ہونے کی دھاک بٹھاتے اور بتدریج مسلمانوں کے راہنما بن جاتے اور نہایت محتاط انداز میں قریشی اسلام کی تبلیغ کرتے اور یوں قرآنی عقائد کو اجتہاد کی دھار پر رکھ کر حلال و ذبح کرڈالتے تھے اور جب کوئی حقیقی مومن یا خود رسولؐ اس گروہ کے خلاف بولتے تو ان مرشدوں کے سکھائے ہوئے جوابات سے ان تخریب کاروں کی مدافعت

وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا	اور اللہ یہ شہادت بھی دیتا ہے کہ یقیناً یہ منافقین سفید جھوٹ بولتے ہیں (۲) انہوں نے اپنے دہنے ہاتھوں کے معاہدہ کو یعنی اپنی بیعت کو چھپانے اور راہِ خداوندی سے لوگوں کو روکنے کے لئے آڑ بنا رکھا ہے ۔ یقیناً انہوں نے بہت مذموم رویہ
اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ تحقیق منافق البتہ جھوٹے ہیں پکڑا ہے انہوں نے	
اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ	
قسموں اپنی کو ڈھال پس بند کرتے ہیں راہ خدا کی سے تحقیق یہ لوگ برا ہے	

اور طرف داری میں سرگرم ہو جاتے چنانچہ قرآن نے منافقوں کے تیار کردہ مومنین کا وجود اور ان کی طرفدارانہ ذہنیت اور عمل درآمد کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ منافق گروہ نے مسلمانوں میں آکر کس طرح دو قسم کے مسلمان بنا دئے تھے۔ چنانچہ اللہ نے اعتراض کیا ہے کہ:

فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸ (نساء ۸۸ / ۴)

قریشی ماہرین نے مسلمانوں میں قریشی اسلام جاری کر دیا تھا۔

"اے مسلمانوں تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقوں کے معاملہ میں دو گروہوں میں بٹ گئے ہو؟ اور اللہ نے تو ان کی اسکیم اور جدوجہد ہی کو الٹ کر رکھ دیا ہے کیا تم ان کی راہنمائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہو جن کو اللہ نے گمراہ کیا ہے اور اللہ جسے گمراہ کر دے تو اے نبیؐ تم خود بھی اس کے لئے کوئی راہ نہ پاؤ گے "اگلی آیت بتاتی ہے کہ:

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۸۹ (نساء ۸۹ / ۴)

منافقوں کا مقصد اپنا ہم عقیدہ بنا لینا تھا۔

ان کا محبوب ترین مقصد یہ ہے کہ کسی طرح تم بھی ویسے ہی حق پوش بن جاؤ جیسے وہ ہیں تاکہ آخر کار عقائد میں تم ان کے مساوی ہو جاؤ چنانچہ تم ان میں سے کسی کو اپنی ولایت میں شریک نہ کرنا یہاں تک کہ وہ مستقل طور پر للہ فی اللہ ہجرت کرکے یہاں قیام نہ کریں یعنی جب تک ان کا قریشی مرکز سے رابطہ منقطع نہ ہو جائے ان کو قریشی ولایت کا آدمی سمجھتے رہنا۔ اور اگروہ قریشی ولایت قائم کرنا چاہیں تو جہاں بھی وہ ملیں انہیں گرفتار کرنا خواہ قتل ہی کرنا پڑے تو قتل کر دینا۔ پھر سنو کہ ان کو حاکم نہ بنانا اور نہ ہی ان کو اپنا مددگار سمجھنا۔"

(۱۔الف) قرآن نے قریشی مقاصد اور طریقہ کار اور منافقین کی جدوجہد کا نتیجہ تک بیان کر دیا ہے۔

ان دونوں آیات پر سورۂ منافقون کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں تو آپ قرآن کے واضح الفاظ میں یہ دیکھیں گے کہ مدینہ میں ہجرت ہو چکی ہے ۔۲۔ قریش کے مکی مرکز سے نہایت قابل لوگوں کو بھیجا جا رہا ہے ۔ ۳۔ تاکہ وہ مسلمانوں میں مسلمان بن کر قیام کریں ۔۴۔ تدریج و احتیاط کے ساتھ قریشی اسلام کی اثر انگیز تبلیغ کریں ۔ ۵۔ مسلمانوں کو اپنے جیسا مسلمان بنائیں اور ۔۶۔ اپنی وجاہت وعبادت و تقویٰ سے مسلمانوں کے دل فتح کریں اپنا طرفدار بنائیں اور۔ ۷۔انہیں قومی حکومت و ولایت قائم کرنے کے فوائد اور آمرانہ مطلق العنان حکومت کے نقصانات پر مطلع کریں۔ ۸۔ان دونوں آیات میں بکھرے ہوئے ان مقاصد کی تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ مسلمانوں میں ایک گروہ نے قریشی اسلام اور قریشی طرز فکر اختیار کرلی تھی ۔ ۹۔ ان کی ولایت اور نصرت پر ایمان لے آئے تھے جس سے باز رکھنے کے لئے دو دفعہ اور دو طریقوں سے دلیل دے کر حکم دینا پڑا۔ اور پورے قرآن میں یہ بات کہیں مذکور نہیں ہے کہ اس حکم اور تنبیہ کے بعد یہ نیا فرقہ مسلمانوں میں سے ختم ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس قرآن یہ بتاتا ہے کہ قریشی مرکز کی گرفت روزمرہ بڑھتی گئی حد یہ ہے کہ مرکز سے یہ حکم جاری کیا گیا کہ "تم ہر اس حکم کی تعمیل کرنا جو ہماری ان پالیسیوں اور عقائد کے مطابق ہو اگر اس کے خلاف حکم ملے تو انکار کئے بغیر احتیاط سے بچ نکلا کرو۔"(مائدہ ۴۱ / ۵) اسی آیت میں یہ بھی بتا دیا کہ اس فرقے کے لوگوں پر

اور عمل درآمد اختیار کرر کھاہے ۔ (۳) اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا وہ مذموم منصوبہ اس بنیاد پر کھڑا کیا گیا ہے کہ وہ پہلے ایمان لائیں تاکہ اعتماد حاصل کریں پھر حق پوشی کرتے رہیں۔ چنانچہ حق پوشی ہی کو ان کے دلوں پر مہر لگا کر بٹھا دیا گیاہے ۔ چنانچہ اب وہ حق پوشی سے بہتر اور کچھ سمجھتے ہی نہیں

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٢ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ

جو کچھ کہ کرتے ہیں یہ بسبب اس کے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر

كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٣

کافر ہوئے پس مہر رکھی گئی اوپر دلوں ان کے کے پس وہ نہیں سمجھتے

رسوؐل اللہ کو قابو حاصل نہ ہو گا اور یہ کہ تاحیات ان ہی عقائد پر برقرار رہیں گے اور آخرت میں سزا پائیں گے (۴۱ / ۵) یعنی قیامت تک موجود رہیں گے ۔

(۱۔ب) زیر بحث آیات کے معنی اور مفہوم کو بدلا گیا اور بے جوڑ بلا قرآنی سند کے افسانہ بنایا۔

جیسا کہ ہم قدم قدم پر یہ شکوہ کرتے آئے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کے معانی و مفاہیم کو صرف اس لئے بدل دیا جاتا ہے کہ قریشی عقائد اور پالیسیاں محفوظ رہ جائیں خواہ دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں ۔یہاں بھی ہمیں مرنے والے سے شکایت ہے کہ انہوں نے قرآن میں آٹھ نو مقام پر الفاظ " فِئَةٌ ۔ فِئَتَانِ ۔ فِئَتَيْنِ ۔ فِئَتُكُمْ " کے معنی "گروہ" کئے ہیں اور صحیح معنی بھی یہی ہیں ۔ مگر جب مندرجہ بالا آیت (نساء ۸۸ / ۴) ان کی تفہیم القرآن میں ان کے سامنے آئی تو انہوں نے دیکھا کہ اگر میں نے یہاں لفظ " فِئَتَيْنِ "کے معنی "دو گروہ یا دو فرقے یا دو جماعتیں" کر دیئے تو ماننا پڑے گا کہ عہد رسوؐل میں ہی صحابہ رسوؐل دو فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے جن میں سے ایک فرقہ مسلمان ہوتے ہوئے رسوؐل کے خلاف تصورات رکھتا تھا اور صحابہ کا دوسرا فرقہ اللہ و رسوؐل اللہ کا ہمنوا و ہم عقیدہ تھا۔ علامہ نے اور بھی بہت کچھ سوچا آخر فیصلہ کیا کہ ترجمہ یوں بدل دیا جائے کہ: فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ ۝٨٨ النساء

مردے کا ترجمہ : "پھر یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۷۹)

وہی علامہ وہی لفظ : "تمہارے لئے ان دو گروہوں میں ایک نشانِ عبرت تھا جو (بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے ۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا ۔ اور دوسرا گروہ کافر تھا"(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۳۶)

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ۝١٣ الخ (۱۳ / ۳ عمران)

بریں دین و دیانت بباید گریست اے کہ مردنت شرمندہِ زیست

مردہ علامہ نے قرآن کے الفاظ کا باربار غلط ترجمہ کیا مگر یہ نہ مانا کہ قریشی مسلمان ایک فرقہ تھا۔

قریش کی فرقہ سازی کی بات ہو رہی ہے تو یہاں اس آیت کو سامنے رکھتے ہیں جس میں علامہ نے لفظ " فَرِيقًا " کا ترجمہ مذکورہ بالا پالیسی اور خطرے کے سبب سے " فرقہ " کرنے کے بجائے گروہ ترجمہ کرتے ہیں ۔

قریشی مومنین کا وہ فرقہ جو رسوؐل سے برسرِ جدل و پیکار رہتا رہا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝٥ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ۝٦ (انفال ۶۔۵ / ۸)

سنیئے اللہ نے اطلاع دی ہے کہ : "(جب کہ) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ (فرقہ۔احسن) کو یہ (حق کے ساتھ نکالنا۔احسن) سخت ناگوار تھا وہ اس حق کے معاملہ میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے در آنحالیکہ وہ(حق۔احسن) صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱)

ہمارے وہ قارئین جنہوں نے ہمارے مشرح ترجمہ اور توضیحات مسلسل مطالعہ کی ہیں جانتے ہیں کہ ہم نے بڑی تفصیل سے وہ آیات پیش کی ہیں جن میں قریشی مومنین کا اسلام میں فرقہ واریت پھیلانے کا منصوبہ بیان ہوا ہے اور دکھایا ہے کہ قریشی

صحابہ نے حقیقی اسلام کو اجتہادی اسلام میں تبدیل کرکے عہد رسولؐ ہی میں مسلمانوں کی کثرت کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور بعدِ وفاتِ رسولؐ قومی حکومت بنا کر اپنے اختیار کردہ اسلام کو بتدریج پبلک میں گھر گھر پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ ان کی جانشین حکومتوں نے اس مجتہدانہ اسلام کو سو فیصد جاری کردیا جو بعثتِ نبوی سے پہلے عرب اور قریش میں مقبول تھا۔

(ا۔ج) اسلام میں اجتہاد جاری کرنے والے منصوبہ میں منافقین روحِ رواں کی حیثیت سے: قریشی مرکز کی طرف سے تمام پیغامات و ہدایات مدینہ کے قریشی مومنین کو پہنچانے کی ذمہ داری بجالانے والے لوگوں کو قرآن میں منافقین کہا جاتا ہے۔ جن مومنین کو قریشی مرکز کی ہدایات کی احتیاج تھی وہ وہی مومنین تھے جن کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِينَ فِئَتَيْنِ ﴿۸۸﴾ (نساء ۸۸ / ۴)

"اے مسلمانوں تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقوں کے معاملے میں دو گروہ یا دو فرقے بن گئے ہو؟"

یہ دوسرا فرقہ تھا جسے رسولؐ اللہ کے ساتھ ساتھ قریشی مرکز کی ہدایات و رقومات اور پالیسیوں کی ضرورت رہتی تھی تاکہ وہ مسلمانوں کو رسولؐ کی آمرانہ و مطلق العنان تنفیذ اسلام کے نقصانات پر یقین دلائیں اور ماہرین و تجربہ کار دانشمندانِ قوم کی مشاورت سے اسلام کی تنفیذ کی افادیت سے وابستہ کریں اور رسولؐ کے بعد کسی آمر و مطلق العنان سربراہ اسلام کے تصور کو قابل نفرت بنا دیں۔

منافقین کی شناخت، آمد ورفت اور کارکردگی پر نظر رکھنے کی تاکید

سورۂ منافقون کی رو سے منافق وہ لوگ تھے جو کلمہ شہادت پر زور دیں اعتماد حاصل کریں اور پھر کارِ تکفیر انجام دیں (ا تا ۳ / ۶۳) چونکہ قریشی سازش نے بڑی دانشمندی کے ساتھ قرآن کے تمام اہم اور کلیدی الفاظ کے معنی کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس لئے قرآن میں واضح جملے دیکھتے ہوئے بھی سازش زدہ ذہن حقیقتِ حال کی طرف متوجہ نہیں ہونے پاتے مثلاً قرآن نے سورۂ جمعہ میں بھی یہ جملہ پیش کیا اور دوسری سورتوں میں بھی اسے دہرایا ہے کہ:

ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ﴿۳﴾ (المنافقون:۳ / ۶۳) یہاں جو سمجھا جاتا ہے اور جو ترجمہ کیا جاتا ہے وہ دیکھیں۔

(۱) رفیع الدین مرحوم: "ایمان لائے پھر کافر ہوئے"

(۲) عبدالقادر مرحوم: "ایمان لائے پھر منکر ہوگئے"

(۳) مودودی: "ایمان لا کر پھر کفر کیا"

(۴) فرمان علی: "ایمان لائے پھر کافر ہوگئے"

(۵) مقبول احمد: "ایمان لائے اور پھر کافر ہوگئے"

(۶) امداد حسین: "ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا"

(۷) مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی: "پہلے ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کردیا"

کہنے کو ان ترجموں میں تین سنی علما کے اور تین شیعہ علما کے ترجمے ہیں اور ایک قادیانی نئی نبوت کے قائل کا ترجمہ ہے۔ لیکن ان سب پر قریشی بجربٹو (جھرلو) پھرا ہوا ہے۔ یعنی ساتوں ترجمے کسی ایک ہمہ گیر طاغوتی ذہن سے جاری ہوئے ہیں۔ جنہوں نے لفظ کفر یا کافر کا ترجمہ نہیں کیا۔ وہ بھی وہی مفہوم اخذ کرتے ہیں جو عبدالقادر اور قادیانی کا ہے۔

الفاظ اور علما کے سر سے قریشی بجربٹو کا اثر زائل کردیجئے۔ یعنی کفر و کافر کے معنی انکار اور منکر ہیں۔ لیکن ایک بڑے کافر نے مانا ہے کہ: "کفر کے اصلی معنی "چھپانے" کے ہیں اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ "ایمان" کے مقابلے میں بولا جانے لگا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

(۴) اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو تمہیں ان کا بانکپن اور جسمانی وجاہت حیرانی کی حد تک پسند آتی ہے اور اگر وہ بات کرتے ہیں تو تم ہمہ تن گوش بن کر ان کی بات اس طرح سنتے ہو گویا کہ لکڑی کے مجسمے مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے

وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ

اور جس وقت دیکھتا ہے تو ان کو خوش لگتے ہیں تجھ کو بدن ان کے اور اگر

یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ

بات کہتے ہیں کان رکھتا ہے تو طرف باتوں ان کی گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں

کفر کے اصلی معنی "چھپانا" ہیں؟ تو کفر کے اصلی معنی کو چھپانے والے کافر ٹھہرے۔

فی الحال ہمیں اتنا کہنے کی اجازت مطلوب ہے کہ یہ چھ عدد مترجم (چھ اس لئے کہ ساتویں کو سوشلسٹ کافروں نے کافر قرار دے رکھا ہے۔) کفر کے معنی چھپانے کی بنا پر کم از کم کافر کہلائیں؟ اور مودودی صاحب کفر کے اصلی معنی جاننے کے باوجود چھپاتے ہیں اس لئے انہیں کافر اور فریب ساز بھی کہا جائے؟ پھر یہ عرض کرنا ہے کہ سورۂ منافقون کی اس آیت (۳ / ۶۳) کے معنی تمام مترجمین کو یہ کرنا چاہئیں تھے کہ :

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ﴿۳﴾ (المنافقون: ۳ / ۶۳)

"وہ یوں کہ درحقیقت وہ پہلے ایمان کا اعلان کرتے ہیں اور اس کے بعد حقائق اسلام کو چھپانے کا کاروبار جاری کرتے ہیں۔"
یعنی اس آیت میں منافق کی تعریف (Definition) یہ ہوئی کہ :
"منافق وہ شخص ہے جو اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اظہارِ ایمان کرے اور حقیقتاً وہ اپنے اظہار کا مخالف ہو"
اور یہی بات پہلی آیت (۱ / ۶۳) میں فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنے اقرار رسالت میں دروغ بافی کرتے ہیں۔ حقیقتاً محمدؐ کو رسولِ خدا نہیں مانتے ہیں۔ ان کا اس جھوٹی شہادت دینے سے مدعا صرف مسلمانوں کو اطمینان دلانا ہے اور پھر ان تمام حقائق کو معنی و مفاہیم بدل کر چھپانا ہے جن کی کشش اور حقانیت سے لوگ اسلام اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ اس منافقت سے وہ لوگوں کو اسلام کی طرف آنے سے پہلے ہی روک دیں۔

الفاظ کے معنی و مفاہیم بدلنا درحقیقت ایک خطرناک سازش ہے۔ مودودی بھی ناپسند کرتے تھے۔

منافقوں کے متعلق بات کو یہاں روک کر الفاظ کے معنی و مفاہیم کے سلسلے میں چند وضاحتیں سنتے چلیں لفظ کافر کے اصلی معنی کسی چیز کو چھپانے والا کرنے سے قریشی سازش کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ اور کئی ہزار آیات میں لفظ کافر اور کفر کا اطلاق خود قریشی مومنین پر فٹ ہوجاتا ہے جہاں انہوں نے اسلام کا انکار نہیں کیا بلکہ اسلامی حقائق کو چھپایا ہے لہٰذا قارئین آئندہ یہ سمجھ لیں کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی الفاظ کفر یا کافر وغیرہ استعمال ہوئے ہیں وہاں ان کے معنی اسلام کے منکر نہیں بلکہ اسلامی حقائق کو چھپانے والے کرنا چاہئیں۔ اور ہماری اس بات سے تمام قریشی علما بھی مجبوراً متفق ہوئے ہیں۔ جہاں اللہ نے کاشتکاروں کو لفظ "کفار" سے ظاہر کیا ہے۔ (حدید ۲۰ / ۵۷)

یہودونصاریٰ کا توریت و انجیل کے معنی بدلنا اور بدترین مفاہیم کا رواج دینا۔

اب قارئین یہ دیکھ لیں کہ کس طرح نہایت سادہ الفاظ کے معنی کو بدل کر ان کے ساتھ نہایت شرمناک مفاہیم لگا دیئے جاتے ہیں۔ مودودی الفاظ "اُمِّیٌّ۔ اُمِّیُّوْن" کے لئے لکھتے ہیں کہ :
"یہ لفظ (اُمِّیُّون) عبرانی زبان کے لفظ "گوئیم" کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ انگریزی بائیبل میں "GENTILES" کیا گیا ہے، اور اس سے مراد" تمام غیر یہودی یا غیر اسرائیلی لوگ" ہیں۔ لیکن اس یہودی اصطلاح کی اصل معنویت محض اس کی تشریح سے سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ دراصل عبرانی زبان کا لفظ "گوئیم" ابتداءً محض "اقوام" کے معنی میں بولا جاتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ یہودیوں نے اسے پہلے تو اپنے سوا دوسری قوموں کے لئے مخصوص کر دیا، (حالانکہ "اقوام" میں یہودی

مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ

تکیہ لگائی ہوئیں جانتے ہیں ہر ایک آواز بلند کو کہ اوپر ان کے ہے

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى

وہی ہیں دشمن پس بچ اُن سے مارے ان کو خدا کہاں سے

بیٹھے آکاش بانی تمہیں سنا رہے ہوں وہ ہر بلند آوازی اور طنزیہ فقرہ طرازی کو اپنے اوپر آواز کسنا شمار کرتے ہیں۔ اے نبیؐ جھوٹی شہادت دے کر تمہارے یہاں آنے والے لوگ تمہارے دشمن ہیں ان سے بچنے پر توجہ رکھو ان پر خدا کی مار وہ منافق حقیقتِ اسلامیہ کو کیسے کیسے اور کہاں کہاں سے

داخل تھے۔احسن) پھر اس کے اندر یہ معنی پیدا کر دیئے کہ "یہودیوں کے سوا باقی تمام اقوام ناشائستہ، بدمذہب، ناپاک اور ذلیل ہیں" حتّٰی کہ حقارت اور نفرت میں یہ لفظ یونانیوں کی اصطلاح (barbarian) سے بھی بازی لے گیا جسے وہ تمام غیر یونانیوں کے لئے استعمال کرتے تھے ربّیوں کے لٹریچر میں لفظ "گوئیم" اس قدر قابل نفرت لوگ ہیں کہ ان کو انسانی بھائی نہیں سمجھا جا سکتا، ان کے ساتھ سفر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اگر ان میں سے کوئی ڈوب رہا ہو تو اسے بچانے کی کوشش بھی نہیں کی جا سکتی۔ یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ آنے والا مسیح تمام "گوئیم" کو ہلاک کر دے گا اور جلا کر خاکستر کر ڈالے گا۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸۶۔۴۸۷) قارئین دیکھیں کہ کس طرح ایک لفظ کے معنی بدل دیئے جاتے ہیں اور کس طرح صاحب اقتدار اقوام اپنی قوت و دولت و اثر و رسوخ سے سادہ سے الفاظ کو گھناؤنا بنا کر عوام کے دماغوں میں بٹھا دیتی ہیں۔ یہی وہ ترکیب تھی جو قریشی مسلمانوں نے قرآن کو مہجور و بے اثر کرنے کے لئے عہد رسولؐ ہی میں اختیار کر لی تھی اور قرآن نے اس ترکیب کو آج تک محفوظ رکھا اور ہمیں بتایا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵)

محمدؐ مصطفیٰ والے اسلام کے ہر ہر شعبے کو بدل کر قریش والا اسلام بنا دیا گیا۔

اور اسی سلسلے میں جب دانشورانِ اہل سنت الجھے تو انہوں نے کھل کر قریش کی اس ترکیب اور تحریف کا اقرار کر لیا ہے چنانچہ علامہ پرویز لکھتے ہیں کہ:

"وہ دین جو محمدؐ رسول اللہ نے دنیا تک پہنچایا تھا اس کا کون سا گوشہ اور کون سا شعبہ ہے جس میں تحریف نہیں ہو چکی؟ تو پھر پوچھنے کا سوال یہ ہے کہ ہزار برس سے اسلام میں ایسی کھلی ہوئی تحریف ہوتی چلی آ رہی ہے اور کسی نے اس کے متعلق کوئی آواز نہیں اٹھائی" (قرآنی فیصلے صفحہ ۶۶) چونکہ علامہ خود خلفائے ثلاثہ کے پیرو ہیں۔ اور پچاس سال سے مودودی کی طرح دوبارہ دورِ ثلاثہ اینڈ کمپنی لانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں مگر سامان فراہم کرنے میں دقتوں سے دو چار ہیں اور تمام الزام ایک ہزار سال والے مُلّاؤں اور خلفاء پر ڈالتے ہیں عہد صحابہ کو بچا کر گزر جاتے ہیں بہر حال اتنا مان لینا بھی غنیمت اور ہمارے لئے دلیل ہے اسی صفحہ پر یہ بتاتے ہیں کہ قریشی راہنماؤں نے ظواہرِ اسلام، قرآن نماز، روزہ وغیرہ کو بحال رکھتے ہوئے اسلام کو تبدیل کیا تھا ان کا جملہ یہ ہے کہ:

قرآن و عبادات وغیرہ کو بحال رکھ کر ان کی روح نکال لی گئی۔

"اسلام اس طرح جگمگا کر دنیا کے سامنے آیا تھا کہ اسے یک لخت نگاہوں سے اوجھل کر دینا ممکن نہ تھا۔ ملوکیت کی ابلیسانہ دسیسہ کاریوں نے اس کے لئے تلبیس (میک اپ۔احسن) کا دام ہمرنگ زمین وضع کیا اور نہایت سادگی اور پرکاری سے وضع کیا اسلام کے خارجی مظاہر کو بالکل اسی طرح رہنے دیا لیکن ان میں سے روح پوری طرح کھینچ لی" (صفحہ ۶۶۔۶۷)

قرآن کے معنی اور مفاہیم بدل جانے پر علامہ پرویز کی چند باتیں۔

آگے چل کر علامہ وہ بات کہتے ہیں جسے سمجھاتے ہوئے ہم یہاں تک آ گئے اور ابھی ہمارا اطمینان نہیں ہوا کہ قارئین سمجھ گئے ہیں یا نہیں؟ سنئے:

(۱) "مجھے ایک عرب ادیب کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ادب کا امام، زبان پر اس قدر عبور کہ ایک ایک لفظ کی بیسیوں سندات مستحضر، (حاضر۔احسنؔ) ایسا نظر آتا تھا کہ اسے بڑے بڑے عربی لغت، شعراء کے دواوین (دیوان۔احسنؔ) اور کتب محاضرات حفظ یاد ہیں۔ مرادفات کے معانی میں ایسا لطیف فرق بتاتا تھا کہ سن کر لطف آ جاتا تھا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہتی جب میں دیکھتا کہ جوں ہی قرآن کی کوئی آیت سامنے آتی وہ وہی مفہوم بیان کرتا جو ہمارے مکتبوں میں پڑھایا جاتا

گھما پھرا رہے ہیں (۵) ایک شناخت یہ بھی ہے کہ جب بھی ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم رسولؐ اللہ کو اپنے لیے نجات و بخشش کا وسیلہ بناؤ تو وہ منافق اس عقیدے کی تحقیر کے لئے اپنا سر (اونھ کہہ کر) جھٹکتے ہیں۔ اور تم تو خود ہی انہیں دیکھتے ہو کہ

یُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ
پھیرے جاتے ہیں اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے آؤ بخشش مانگے
لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ
واسطے تمہارے رسولؐ خدا کا موڑتے ہیں سر اپنے کو اور دیکھتا ہے تو ان کو کہ

ہے ۔ اور جس میں قرآن کہیں نام کو نہیں ہوتا ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے ہاں بھی قرآن کو انہی تفاسیر کے ذریعے سمجھا جاتا ہے جو عجم زدہ ذہنیتوں کی پیداوار ہیں ۔ اور اس ماحول کی تخلیق ہیں جس میں مسلمان قرآن سے دور ہو چکا تھا ۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہمارے ہاں قرآن کا ایک خاص مفہوم متعین ہو چکا ہے۔ اور عرب ہوں یا غیر عرب ہر جگہ وہی متعین مفہوم رائج ہے ۔ لہٰذا قرآن سے بُعد (دوری۔احسنؔ) کا اصلی سبب عربی نہ جاننا نہیں ۔ اس کا سبب وہ مصطلحہ مفہوم ہے جو ہمارے ہاں ایک مدت سے رائج چلا آرہا ہے اور یہ مفہوم عجمی ہے۔ قرآنی نہیں۔ ہم قرآنی الفاظ کے معنی انہی اصطلاحات کی رو سے سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں ۔بلکہ یوں کہئیے کہ ہماری عربی ہی وہ عربی نہیں رہی جو زمانہ نزول قرآن میں تھی ۔ اس کے الفاظ تو بے شک وہی ہیں ۔ لیکن ان الفاظ کا مفہوم عجمی تصورات کا پیدا کردہ ہے۔ اور یہی مفہوم عرب اور عجم ہر جگہ رائج ہے ۔ اس لئے قرآن کا صحیح مفہوم نہ عربی جاننے والے سمجھتے ہیں نہ وہ جو عربی نہیں جانتے اور قرآن کو ترجموں (کے ذریعہ۔احسنؔ) سے سمجھتے ہیں۔جب قرآن نازل ہوا تو ان اصطلاحات میں سے کسی کا بھی وجود نہ تھا جو بعد میں فقہ،روایات، تصوف اور کلام کی رو سے پیدا ہوئیں اور آہستہ آہستہ دین کا جزو بنتی گئیں۔۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود قرآن بھی انہی کی روشنی میں سمجھا جانے لگا اور رفتہ رفتہ ہوا یہ کہ بجائے اس کے کہ قرآن متن اور اصل رہتا اور یہ چیزیں اس کی شرح اور جزئیات سمجھی جاتیں۔ یہ چیزیں اصل اور متن بن گئیں اور قرآن ان کا شارح ہو کر رہ گیا۔ اب قرآن کا سارا مفہوم انہی (بعد کے پیدا شدہ) تصورات کی تشریح ہے ۔ اور قرآن کا یہی مفہوم ہر جگہ پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے ۔ خواہ عرب ہوں یا عجم ''(قرآنی فیصلے صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲)

(۲) رسولؐ کی جگہ بیٹھنے والی قومی حکومت نے اپنا خود ساختہ مذہب کس طرح رائج کیا ؟

اس طویل اقتباس کے بعد قارئین کرام چلتے چلتے یہ بھی دیکھ لیں کہ رسولؐ کی جگہ قومی حکومت بنانے والے قریشی صحابہ کا خود ساختہ اسلام قرآن و تفسیر و تاریخ اور روایات کو تبدیل کئے بغیر دو قدم بھی چل نہ سکتا تھا ۔ علامہ پرویز کے تاثرات ملاحظہ ہوں :

''اصل حقیقت: اصل یہ ہے کہ رسول اللہ کے عہد مبارک کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اسلام اپنی اصلی پٹری سے اتر گیا تھا۔ اور اس کے بعد اس میں رفتہ رفتہ تمام غیر اسلامی عناصر داخل ہوگئے تھے ۔ ہمارا تمام لٹریچر اسی دور کا پیدا شدہ ہے جس میں اسلام غیر اسلامی عناصر سے بدلا جا چکا تھا۔ ہماری تاریخ، ہماری تفاسیر ہماری احادیث سب اسی دور کی تخلیق ہیں ۔ یہی حالت ہمارے قانونِ فقہ کی ہے اس کی تدوین تو خالص ملوکیت کے دور میں ہوئی تھی ۔ اور پھر اس کے بعد آج اس کا بھی علم نہیں کہ جناب امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں نے کیا فیصلے کئے تھے ؟ اور آج جس چیز کا نام فقہ حنفی ہے وہ کون کون سے عناصر کا مجموعہ ہے ؟ اندریں حالات ان میں سے کسی چیز کے متعلق یہ فرض کر لینا کہ وہ بالکل اسلام کے مطابق ہے بنیادی غلطی ہے '' (قرآنی دستورِ پاکستان صفحہ ۲۰۹۔۲۱۰)

ان بیانات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے مدمقابل مسلمانوں کے تراجم، تفاسیر اور ان کی مرتب کردہ احادیث اور فقہ سب ماشاء اللہ غیر اسلامی ہیں ۔ اور یہ کہ انہوں نے قرآن کے الفاظ معنی و مفاہیم کو غیر اسلامی معنی و مفاہیم میں تبدیل کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے قرآن سے دکھایا ہے کہ کافر کے معنی منکرِ اسلام نہیں بلکہ حقائقِ اسلام کو چھپانے والوں کو کافر کہا جاتا ہے۔ لیکن قریش نے الفاظ ۔ کافر ۔ منافق ۔ فاسق ۔ ظالم ۔ اور مشرک سے حد بھر فائدہ اٹھایا ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام قریشی مومنین اور صحابہ کی مختلف حالتوں پر بولے جانے والے اور ان کی حالت اور عقیدے پر صادق آنے والے پُر معنی الفاظ ہیں ۔ ان میں سب سے زیادہ جس لفظ کو قریش نے لفظ ''گوئیم'' کی طرح گھناؤنا اور شرمناک بنا کر دکھایا ہے وہ لفظ مشرک شرک اور شرکاء ہیں۔

وہ خود بھی تمہارے بخشش کرا سکنے کو نہیں مانتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور وہ خود کو رسولؐ سے بزرگ تر (بڑا) سمجھتے ہیں۔ (۶) اے رسولؐ خواہ تم ان کے نزدیک انکی بخشش کرا سکنے والے ہو یا بخشش نہ کرا سکو دونوں صورتوں میں یہ چیز لازمی ہے کہ اللہ ان کو ہرگز ہرگز تحفظ

يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

باز رہتے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں برابر ہے اوپر ان کے کیا

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ

بخشش مانگے تو واسطے ان کے یا نہ بخشش مانگے تو واسطے ان کے ہرگز نہ

الفاظ شرک، مشرک، اور شرکاء قریشی مومنین کی قومی خصوصیت اور نظام ہدایت و مشاورت کے لئے بولے گئے ہیں۔

آیئے قرآن کی ایک آیت پڑھیئے اور پھر علامہ کا ترجمہ و تشریح دیکھیئے تاکہ قرآن سے ان الفاظ کے حقیقی معنی اور ان کے استعمال کا بنیادی سبب معلوم ہو جائے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۝۱۳۷ (انعام ۱۳۷ / ۶)

علامہ کا ترجمہ: ۔"اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔"

علامہ کی تشریح: ۔ علامہ یہاں شرکاء کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ:

"اس آیت میں "شریک" سے مراد وہ انسان اور شیطان ہیں جنہوں نے قتلِ اولاد کو ان لوگوں کی نگاہ میں ایک جائز اور پسندیدہ فعل بنا دیا تھا۔ انہیں "شریک" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے جس طرح پرستش کا مستحق تنہا اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح بندوں کے لئے قانون بنانے اور جائز و ناجائز کی حدیں مقرر کرنے کا حقدار بھی صرف اللہ ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۸۶) اور اسی آیت پر دوسری تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

دوسری تشریح: ۔"زمانۂ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے اور اس بنا پر ان کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ مذہب ہی ہے۔ لیکن جو دین ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے سیکھا تھا اس کے اندر بعد کی صدیوں میں مذہبی پیشوا، قبائل کے سردار، خاندانوں کے بڑے بوڑھے اور مختلف لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنہیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جزء سمجھا اور عقیدتمندی کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ چونکہ روایات میں یا تاریخ میں یا کسی کتاب میں ایسا کوئی ریکارڈ محفوظ نہ تھا جس سے معلوم ہوتا کہ اصل مذہب کیا تھا اور بعد میں کیا چیزیں کس زمانہ میں کس نے کس طرح اضافہ کیں اس وجہ سے اہل عرب کے لئے ان کا پورا دین مشتبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ کسی چیز کے متعلق یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ اس اصل دین کا جزء ہے جو خدا کی طرف سے آیا تھا، اور نہ یہی جانتے تھے کہ یہ بدعات اور غلط رسوم ہیں جو بعد میں لوگوں نے بڑھا دیں۔ اسی صورت حال کی ترجمانی اس فقرہ (یعنی آیت ۱۳۷ / ۶) میں کی گئی ہے۔" (ایضاً جلد اوّل صفحہ ۵۸۷)

قریش پہلے ہی سے خود کو مسلمان اور ملتِ ابراہیمؑ کے پیرو یقین کرتے تھے۔

علامہ کی یہ دونوں تشریحات سب سے پہلی بات یہ بتاتی ہیں کہ اہل عرب عموماً اور قریش خصوصاً ملتِ ابراہیمؑ یعنی اسلام ہی کو اپنا دین سمجھتے تھے۔ اور انہیں اپنے اسلام سے پوری پوری عقیدت و محبت تھی ان کے اسلام میں بھی ان کے بزرگوں اور علما نے بہت سے اجتہادی احکام و قوانین و رسوم اسی طرح شامل کرکے دین کی تفصیلات مرتب کر رکھی تھیں جیسا کہ آج تک ان مسلمانوں نے ہزاروں مجتہدانہ احکام و قوانین و رسوم جاری کر رکھی ہیں۔ یعنی قریش کم از کم ایسے مسلمان ضرور تھے جیسے یہ ہزار سال سے چلے آنے والے مسلمان ہیں۔ لہٰذا انہیں اسی بنا پر بدمذہب وغیرہ تو کہا گیا ہے لیکن بحیثیتِ مجموعی ان کو لادین و بے دین نہیں کہا گیا۔ بلکہ بار بار کہا گیا کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ ہی کو رب العالمین اور خلاق عالم تسلیم کرتے ہیں۔ اور خود کو اور اپنے بزرگوں اور راہنماؤں کو اللہ کا محتاج سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قارئین نوٹ کریں کہ قریش کو ان معنی میں کافر کہنا کہ وہ منکرِ اسلام یا بے دین تھے غلط ہے

يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۶

بخشے گا اللہ واسطے ان کے تحقیق اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم فاسقوں کو

هُمُ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ

وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو اوپر ان شخصوں کے کہ نزدیک

اور بخشش فراہم نہ کرے گا۔ حق بات یہ ہے کہ جو لوگ قرآنی احکام کو بلفظہ (۵ / ۴۷) اختیار نہیں کرتے ان کی پوری قوم ہو تب بھی اللہ ہدایت نہیں کیا کرتا (۷) ان کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ وہ مومنین میں یہ پروپیگنڈا بھی کررہے ہیں کہ جو رسولؐ اللہ کے نزدیکی لوگ ہیں

اور قریشی حکومتوں کی ایک سازش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو طنزاً قریش کا معبود یا شرکاء کہاجاتا ہے وہ ان کے دینی و دنیاوی راہنما مجتہدین اور قومی لیڈر تھے۔ جن کا حکم یا فیصلہ یا قانون قریش کے یہاں واجب الاحترام اور واجب الاطاعت ہوا کرتا تھا۔ اور وہ ان علما و لیڈروں کی سوفیصد اطاعت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ رسولؐ سے احکامِ خداوندی ملنے کے بعد بھی اپنے علما اور لیڈروں کی منظوری واجب سمجھتے تھے۔ اور ان کو اسی بنا پر مشرک کہا گیا ہے کہ بقولِ علامہ:
"اسلام کے نقطہ نظر سے جس طرح پرستش کا مستحق تنہا اللہ ہے اسی طرح بندوں کے لئے قانون بنانے اور جائز و ناجائز کی حدیں مقرر کرنے کا حقدار بھی اللہ ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۸۶)

عہد رسولؐ کے بعد تمام مجتہدین "شرکاء" یا معبودانِ قریش تھے لہٰذا قریش مع اپنے علما کے آج تک مشرک ہیں۔

علامہ کے اس مسلّمہ اصول کی بنا پر تمام وہ علما، مجتہدین اور ان کی اطاعت کرنے والے مسلمان مشرک مانے جائیں گے جو مجتہدانہ قوانین اور جائز و ناجائز کی مجتہدانہ حد بندی پر عمل کرتے رہے۔ اور اس بات کے ثبوت میں کوئی دلیل لانے کی احتیاج نہیں ہے کہ ایک ہزار سال سے شیعہ اور سنی دونوں اجتہاد کے پابند رہے ہیں اور سنی اوّلین چار صدیوں میں بھی پکے اجتہاد و مجتہد پرست تھے لہٰذا روز اوّل سے مشرک تھے اور مشرک رہے۔ اور اس کا ثبوت بھی علامہ نے دیا ہے اور یہود و نصارٰی کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے انہوں نے کھل کر مسلمانوں کے اجتہاد پر بھی روشنی ڈالی اور لکھا ہے کہ:

مسلمانوں نے اسلام کو اپنے ذاتی اجتہاد سے بگاڑنے میں یہود و نصارٰی کی پیروی میں کوئی کمی نہیں کی۔

"یعنی پہلے انہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کیا پھر خود ہی اس میں الجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہوگئے۔ اس گروہ سے مراد یہودی ہیں (مائدہ ۵ / ۱۰۲) جن کے نقش قدم پر چلنے میں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۰۸)

وفاتِ رسولؐ کے بعد جو مذہب مسلمانوں میں آگے بڑھا وہ قریش کا عہدِ رسولؐ سے قبل کا اسلام تھا۔

قارئین ایک دفعہ پھر فیصلہ کرکے آگے بڑھیں کہ رسولؐ کی بعثت سے پہلے ہی عرب اور قریش اس ملتِ ابراہیمؑ یا دینِ اسلام پر عمل پیرا تھے جو ان کے علما مجتہدین، لیڈروں اور سرداروں نے اپنے اجتہادات سے تیار کیا تھا۔ اور یہ کہ رسولؐ اللہ اور قریش میں صرف اجتہاد پر جھگڑا تھا۔ اللہ، قرآن اور رسولؐ چاہتے تھے کہ تمام احکام و قوانین خالصتاً اللہ کے نازل کردہ الفاظ میں اختیار کئے جائیں (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) قریش تمام تعلیمات اسلام کو مانتے تھے اور ماننے کو تیار تھے مگر آئندہ قرآن کے احکام کو اور خود رسولؐ کی بصیرت کو اپنے علما، مجتہدین اور بزرگوں کی بصیرت اور مصلحت کے ماتحت اجتہاد کے ذریعے سے ماننا چاہتے تھے۔ اور کسی طرح بھی اپنے ان شرکاء (انعام ۱۳۷ / ۶) کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے قرآن نے انہیں مشرک قرار دیا۔ اسلام کے حقائق کو چھپانے کی بنا پر انہیں کافر کہا۔ قرآن کے خالص اور بلا اجتہاد احکام کو اختیار نہ کرنے پر انہیں ظالم و فاسق و کافر فرمایا۔ لیکن قریشی حکومتوں نے اپنے گھڑے ہوئے قصوں، افسانوں، روایات و تفاسیر و تاریخ میں یہ کہا کہ:
" ظالم و فاسق و کافر و منافق ایک الگ اور بے دین گروہ تھا۔ اور قرآن میں جو مذمت ہوئی ہے وہ ان کی اور ان کے صحابہ کی نہیں بلکہ اسی فرضی گروہ کی ہوئی ہے۔ "

رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ

رسولؐ خدا کے ہیں یہاں تک کہ بھاگ جاویں اور واسطے اللہ کے ہیں خزانے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

آسمانوں اور زمین لیکن منافق نہیں سمجھتے

ان پر خرچ ہونے والی رقم دینا اس وقت تک بند کر دو کہ تنگ آکر رسولؐ سے تعاون بند کر کے (رقم کے لیے ہمارے محتاج رہیں اور تعاون سے) کھسک جائیں۔ مگر یہ منافق تو اس حقیقت کو ایماناً نہیں سمجھتے کہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ کے قابو میں ہیں اور وہ تمہاری رقم کا محتاج نہیں

اس فریب و سازش کی دھوم اور تسلسل نے دنیا کی کثرت کو مغالطہ دیا اور مسلمان علمانے اسی مغالطہ کے ماتحت ہر بات لکھی۔ ہم نے چاہا کہ قرآن کے سادہ اور عام فہم الفاظ سے قریش کی نقاب کشائی کردیں ۔ چنانچہ قرآن کے بیانات، مودودی کی تشریحات آپ کے سامنے ہیں ان پر غور و خوض کرنے سے آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جس پر ہم پہنچے ہیں ۔

قریشی لیڈروں کی شان، ان کے عقائد اور ان کی پالیسیاں جمع کردی گئیں۔ سورۂ منافقون قریشی پوزیشن بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی ۔ جہاں اس میں یہ بتایا گیا کہ قریش کے مکی مرکز نے مدینہ کے قریشی مومنین کے ساتھ رابطہ رکھنے اور انہیں تازہ بتازہ ہدایات پہنچانے اور رسولؐ کے مشن کی خبروں اور پالیسیوں کا پتہ لگاتے رہنے کے لئے جو انتظام کیا تھا اس کا نام اللہ و رسولؐ نے "نفاق"، اس شعبہ میں کام کرنے والوں کا نام "منافق" رکھا تھا ۔ ان پر لفظ "منافق" کا اطلاق صرف اتنے وقت تک ہوتا تھا، جتنے وقت تک وہ اپنا پیغام مدینے کے قریشی مومنین کو پہنچانے میں لیتے تھے ۔ یہ عارضی ایمان کا اعلان یا اظہار کرتے اور دل میں واپسی کا ارادہ رکھتے تھے ۔ لیکن وہ قریشی مومنین جو مستقلاً ایمان و اسلام کا اعلان و اظہار کرکے روز اوّل سے رسولؐ اللہ کے ساتھ چپک گئے تھے اور انہوں نے ہر حال میں رسولؐ اور حقیقی مومنین کے ساتھ رہنا طے کر رکھا تھا، ان کو ہم اور قرآن منافق نہیں بلکہ مومن کہتے ہیں ۔ ہم شناخت کے لئے ان کو "قریشی" یا" نام نہاد مومنین" یا اجتہادی مومنین کہہ کر مذمت کرتے ہیں مگر قرآن انہیں کھل کر " يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ " کہہ کر ان کی مذموم صفات بیان کرتا اور مذمت کرتا ہے ۔ اور ساتھ ہی ان مومنین کا اتا پتا بھی بتا دیا جو منافقین کی طرفداری کیا کرتے تھے (نساء ۸۸ / ۴) اور وہ وہی مخصوص فرقہ تھا جسے قریش کے مکی مرکز نے رسولؐ اللہ کے ساتھ اوّلین سابقین میں گھسا دیا تھا۔ اور قدم قدم پر اپنی بصیرت، مشوروں اور فیصلوں کو رسولؐ اللہ پر تھوپنے میں مصروف تھا۔ (انفال ۶۔۵ / ۸)

مسلمانوں میں قریشی مومنین کا خود ساختہ فرقہ: اور یہی فرقہ تھا جس کے مومن لیڈروں کی باتیں اور ان کا مہذبانہ رویہ رسولؐ اللہ کو حیران کن اور پسندیدہ معلوم ہوا کرتا تھا (۴ / ۶۳) جو اپنے اندازِ فکر اور اپنی اسلامی تعبیرات سے آنحضرتؐ کی توجہات کو جذب کرلیا کرتے تھے ۔ ان کا بیٹھنا اٹھنا اور بے حس و حرکت رہنا ان کی سنجیدگی پر ضرب المثل تھا۔ کپڑوں میں کہیں جھول تک نہ پڑنے دیتے تھے (۴ / ۶۳) بات کرتے تو لوگوں کے کان کھڑے رہتے ۔ کسی طرف سے کوئی آوازہ اٹھتا تو وہ یہ سمجھتے کہ شاید ان پر طنز کیا گیا ہو (۴ / ۶۳) جس طرح اللہ نے قریشی مومنین کے سب سے عظیم لیڈر سے آنحضرتؐ کو ہوشیار کیا تھا اور اس کی پالیسی کو بیان کرکے اسے دشمن رسولؐ (أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ۝٢٠٤ البقرۃ) فرمایا تھا تاکہ رسولؐ اس سے اور اس کی منصوبہ سازی سے ہوشیار رہیں (بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵ / ۲) بالکل اسی طرح سورۂ جمعہ میں اس پورے فرقہ کو آنحضرتؐ کا دشمن بتا کر ان کی پالیسیوں اور تبلیغ وطرزفکر سے خبردار رہنے کی تاکید کی ہے (۴ / ۶۳)

قریشی صحابہ کا رسولؐ اللہ اور مومنین کے خلاف انتقامی حربہ : یہاں قارئین نوٹ کریں کہ قریش کے مجتہدین برابر عوام میں تبلیغ کرتے اور ہر حکم و مسئلے کو اجتہادی قواعد سے بدل کر پھیلاتے رہے ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عوام میں رسولؐ کے خلاف بدعقیدگی پھیلتی رہی ۔ بدعقیدگی پھیلانے کے لئے قریشی صحابہ نے جو حربہ استعمال کیا تھا وہ وہی حربہ تھا جو ابلیس نے آدمؑ یعنی نبوت کے خلاف استعمال کیا تھا ۔ یعنی اللہ کی خالص توحید کی مہم چلانا اور انبیاء علیہم السلام کو عام آدمیوں میں شمار کرنا یہی سبب تھا آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کا ۔ چنانچہ قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کے بزرگوں ، لیڈروں اور علمائے

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى ٱلْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ ٱلْأَعَزُّ مِنْهَا

کہتے ہیں کہ اگر پھر جاویں ہم طرف مدینے کی البتہ نکال دیں گے عزت والے اس میں سے

ٱلْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَ

ذلت والوں کو اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور واسطے رسولؐ اس کے اور

(۸) وہ یہ بھی طے کر چکے کہ جب ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو وہ لوگ جو غلبہ رکھتے ہیں وہ گھٹیا لوگوں کو مدینہ سے چلتا کر دینے کا منصوبہ چلائیں گے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور

مجتہدین کو شرکا قرار دیا جا رہا ہے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو شرک کہا جا رہا ہے اور اسی بنا پر انہیں مشرک بنا دیا گیا ہے (انعام ۱۳۷ / ۶) لہٰذا وہ بھی اللہ کے علاوہ نہ کسی اور کی اطاعت کریں گے اور نہ کسی کو اپنے سے بزرگ سمجھیں گے چنانچہ انہوں نے خود رسولؐ اللہ پر ہاتھ صاف کیا ان کی اطاعت اور بزرگی کے خلاف مہم شروع کر دی۔ اسی طرف توجہ دلائی ہے سورۂ منافقون کی آیت (۵ / ۶۳) میں جہاں قریشی اسلام کا یہ عقیدہ سامنے رکھا گیا ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کو بھی مغفرت کرا سکنے والا نہ مانیں گے۔

قریشی اسلام میں اطاعت و مغفرت خالص اللہ کا حق ہے۔ رسولؐ کی اطاعت و مغفرت ماننا شرک ہے۔

چنانچہ قریشی مومنین کے اس عقیدے کی قرآن میں جگہ جگہ مذمت کی گئی ہے اور رسولؐ کی اطاعت اور ان کی مغفرت طلبی پر زور دیا گیا ہے مثلاً قریشی مومنین کو یوں مخاطب کیا گیا کہ :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٞ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (نساء ۵۹ / ۴)

قریشی اسلام کے مومنین کو خطاب کرنے کا طریقہ دیکھیں اور اللہ، رسولؐ اور رسولؐ کے مقرر کردہ آمروں کی اطاعت

”اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو اگر تم واقعی اللہ پر بھی اور قیامت پر بھی ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے تمہارے ایمان پر برقرار رہنے کا صحیح اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم جس طرح اللہ کی اطاعت کے قائل ہو اسی طرح رسولؐ کی اور رسولؐ کے مقرر کردہ آمروں، حاکموں کی بھی اطاعت کرو۔ اور اگر تم میں کوئی تنازعہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہو تو اس کے فیصلے کے لئے اللہ و رسولؐ کی طرف رجوع کرو اور ان کے فیصلے کو آخری فیصلے کی حیثیت سے اختیار کر لیا کرو۔ ورنہ تم حقیقی مومن نہیں۔“

قریشی قسم کے مسلمانوں کے راہنماؤں کا حقیقی مقصد اپنے مرکز کی اطاعت کرنا تھا۔

قارئین نوٹ کریں کہ قریشی مومنین کو يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ کہنا کافی نہ ہوا بلکہ ان کو بتایا گیا کہ حقیقی مسلم وہ ہو گا جو ...
مسلسل یہ بھی دیکھیں کہ قریش کے اسلام میں رسولؐ کے ذاتی فیصلوں پر اعتماد کے بجائے اپنے مرکز کے جمہوری اور پنچائتی فیصلوں پر یقین کیا جاتا تھا۔ یعنی وہاں اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں پر ایمان کے بعد قوم کے لیڈروں کے اجماعی حکم پر عمل کرنے کو اسلامی طریقہ سمجھا جاتا تھا یہ بات اللہ نے اگلی ہی آیت میں واضح کی ہے کہ :

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُواْ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓاْ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓاْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ (نساء ۶۰ / ۴)

”کیا آپؐ نے قریشی مومنین میں کے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے کہ جو قرآن پر اور سابقہ تمام الہامی کتابوں پر ایمان کا یقینی دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی وہ یہ اسکیم بھی رکھتے ہیں کہ پنچائتی اور اجماعی احکامات پر عمل کیا کریں گے حالانکہ انہیں یہ حکم بھی دیا جا چکا ہے کہ نظام اجتہاد کو پردۂ عدم میں پہنچا دیں۔ بات یوں ہے کہ شیطان کی اسکیم یہ ہے کہ انہیں راہ راست سے بہت دور لے جا کر چھوڑے“

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

واسطے ایمان والوں کے و لیکن منافق نہیں جانتے اے لوگو جو

اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ایمان لائے ہو نہ غافل کریں تم کو مال تمہارے اور نہ اولاد تمہاری یاد خدا کی

رسولؐ کے حقیقی ماننے والوں ہی کی وجہ سے ان کو ملی ہے مگر منافقین اپنی بصیرت کے سامنے کسی اور کی بات جاننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ (۹) اے منافقین کے طرفدار مومنین تمہیں تمہارے اموال اور دولت اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکرؐ کے مقابلے میں

یہ تو وہ اسکیم ہو گئی جسے پروان چڑھانے کے لئے انہوں نے اسلام اختیار کیا تھا اور اپنے خود فہمیدہ سابقہ اسلام اور ملتِ ابراہیمؑ کا تحفظ چاہا تھا۔ اب اگلی آیت پھر سورۂ منافقون والے عقیدہ کی تصدیق کر کے اتنا اور اضافہ کرتی ہے کہ :

قریشی اسلام میں قرآن کی حاکمیت میں رسولؐ کی حاکمیت کو شریک کرنا شرک تھا۔

”جب ان کو قرآن کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کی دعوت دی جاتی ہے تو اے رسولؐ تم منافقوں کو اپنی طرف آنے سے رُکتے ہوئے اور دوسروں کو روکتے ہوئے دیکھتے ہو اور جب ان پر اپنے ہاتھوں لائی ہوئی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو پھر کیسے تمہارے آگے پیچھے پھرتے ہیں اور حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور موافقت کی راہیں نکالنے میں مصروف تھے۔ اور اللہ ان قریشی مسلمانوں کے دلوں میں پوشیدہ عقائد اور اسکیموں کو خوب جانتا ہے چنانچہ آپؐ اے رسولؐ ان کی طرف سے رُوگردان رہنے کے ساتھ ساتھ ان کو وعظ بھی کرتے رہیں۔ اور ان سے تنہائی کے عالم میں بات ایسی کہہ دیا کریں جو اُن کے دلوں کو برماتی رہے۔ اور انہیں منظور ہو یا نہ ہو ہم نے تو کسی رسولؐ کو بھی اس غرض سے نہیں بھیجا کہ لوگ ان کی اطاعت اللہ کے حکم کے باوجود بھی نہ کریں اور اگر یہ قریشی مومنین اپنے ذاتی ظلم کے بعد یعنی رسولؐ کی نافرمانی کے بعد بھی تمہارے پاس حاضر ہو جاتے اور تمہارے سامنے اللہ سے بخشش مانگتے اور اللہ کا رسولؐ بھی ان کو بخش دیئے جانے کی سفارش کرتا تو وہ اللہ کو از سرِ نو متوجہ ہونے اور رحم کرنے والا پاتے۔ نہیں اے محمدؐ تمہارے پروردگار کی قسم قریشی مسلمان ہرگز ہمارے یہاں مومن شمار نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ طاغوت سے پورے مقاطعہ کے بعد اپنے تمام جھگڑوں اور معاملات میں تمہیں آخری حاکم نہ مان لیں اور جو فیصلہ تم کر دو اسے دل کی گہرائیوں میں کسی کدورت کے بغیر سربسر تسلیم کرنے لگیں“

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (۶۵ تا ۶۱ / ۴ نساء)

ان تمام مطالب کو سمیٹ کر سورۂ منافقون میں جمع کر دیا گیا ہے اس بدعقیدگی کی بنا پر یہ طے ہوا کہ اب تو اگر رسولؐ بھی ان لوگوں کی بخشش طلب کرے گا تو اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے نازل کردہ احکام کو خالص طور پر نافذ نہ کرنا طے کر رکھا ہے (۶/ ۶۳)

قریشی علما اور مجتہدین کے لئے لَا يَعْلَمُوْنَ اور لَا يَفْقَهُوْنَ کا مطلب ان کی علمی بدہضمی ہے۔

سورۂ منافقون میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی قریشی دانشوروں کے لئے یہ کہنا کہ وہ نہیں جانتے یا یہ کہ وہ نہیں سمجھتے اس وجہ سے نہیں کہ وہ جاہل تھے اس لئے کہ جو شخص جانتا یا سمجھتا نہیں اسے بے قصور کہا جاتا ہے۔ اور ان دانشوروں کو نہ صرف مجرم و مکار و چالاک لوگ کہا گیا ہے بلکہ ان کے حق میں واضح طور پر عذاب و سزا کا فیصلہ ہے۔ لہٰذا نہ وہ جاہل تھے نہ بے قصور تھے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود کو انتہائی درجہ کا عالم اور فقیہ سمجھتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ جانتے بوجھتے

وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝۹ وَ اَنۡفِقُوۡا

سے اور جو کوئی کرے یہ کام پس یہ لوگ وہی ہیں ٹوٹا پانے والے اور خرچ کرو

مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ

اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے تم کو پہلے اس سے کہ آوے کسی کو تم میں

الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ

موت پس کہے اے رب میرے کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک وقت

قَرِیۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝۱۰ وَ لَنۡ

نزدیک تک پس خیرات دیتا میں اور ہوتا میں صالحوں سے اور ہرگز نہ

یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا ؕ وَ اللّٰہُ

ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو جس وقت آوے گی اجل اس کی اور اللہ

خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۱ ع

خبردار ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم

مفاد پرستی میں الجھا کر نہ رکھ دیں اور تم میں سے جو کوئی بھی اموال واولاد کے لئے مفاد پرستی اختیار کرے گا وہ ایمان لانے کے باوجود خسارے میں رہے گا (۱۰) چنانچہ اے (قریشی) مومنین تم لوگ اس سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آجائے اس رزق میں سے ضرورت مندوں پر خرچ کر گزرو جو ہم نے تمہیں دیا ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت کہو کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے ذرا سا اور جینے دیا ہوتا کہ میں اسلام کی تصدیق کرنے والے لوگوں میں سے ہو جاتا اور میں صالح بن سکتا۔ (۱۱) اور اللہ ہرگز کسی ذی حیات کو مقررہ وقت آ پہنچنے کے بعد تاخیر کا موقع فراہم نہ کرے گا اور جو جو حرکتیں اور اعمال تم کرتے ہو اللہ ان سے خبردار ہے۔

جاننا نہیں چاہتے تھے۔ وہ فقہ اور تفقہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ فقہ میں ایسی کوئی بات ممکن ہی نہیں مانتے جو اُن کے تصورات و عقائد سے بڑھ کر یا مخالف ہو۔ جیسا کہ بعد کے مسلمانوں نے طے کر لیا کہ قرآن سے جو کچھ جانا جاسکتا تھا وہ صحابہ رسولؐ نے جان لیا تھا اور جو کچھ صحابۂ رسولؐ کے تصورات اور عقائد کا مخالف ہے وہ منسوخ ہے (تاریخ فقہ اسلامی)

قریش نے آلِ محمدؐ کا مقاطعہ کرنے اور ان کے مالی حقوق کو ضبط کر لینے کا منصوبہ بہت پہلے بنایا تھا۔

سورۂ منافقون نے قریش کے اس منصوبے پر بھی نظر ڈالی ہے جس میں وہ چاہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اہلؑ خاندان اور فداکاروں کو مدینہ سے بھگا دیا جائے یا کم از کم ان کا مالی بائیکاٹ کر کے انہیں رسولؐ سے بددل کر دیا جائے (۷ تا ۱۱ / ۶۳) اور جو لوگ محض اس لئے رسولؐ کے ہم نوا بنے ہوئے ہیں کہ رسولؐ اللہ ان کے کفیل ہیں ان کو توڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا جائے اور آخر کار رسولؐ کی وہ پالیسیاں پٹ کر رہ جائیں جن میں وہ اپنے بعد حکومت اپنے خاندان میں سونپنے کی تمہید قائم کر رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے جب یہ اسکیم اپنے جاسوسوں یعنی منافق گروہ کے توسط سے مدینہ میں قریشی مومنین کو پہنچائی تو اللہ نے اس راز کو منافقوں ہی کے ذمہ لگا کر کھول دیا۔ ساتھ ہی آخری آیات میں یہ بھی بتا دیا کہ تمہیں جس قدر عزت یا دولت ملی ہے وہ اللہ و رسولؐ اور ان مومنین کی وجہ سے ملی ہے جن کا تم مقاطعہ کرنا چاہتے ہو (۸۔۷ / ۶۳) اور یہ کہ تمہاری یہ بڑی کمینہ حرکت ہے کہ جس اللہ نے اور جس رسولؐ نے تمہیں مال و دولت دے دے کر غنی کر دیا ہے تم اسی کے خلاف ایسا محاذ بھی قائم کرو جس میں ان ہی کی عطا کردہ دولت سے ان ہی کی مخالفت اور تنگ دستی کا سبب بنو (توبہ ۷۴ / ۹) منافقین کے نام پر قریشی مومنین کی پالیسیاں اور ہتھکنڈے پورے قرآن میں بھرے پڑے ہیں۔ مگر ہر جگہ ستر پوشی کا اصول اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا سبب مودودی کے قلم سے سن کر آگے بڑھیں وہ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ کے حاشیہ ۳۹ پر) لکھتے ہیں کہ:

قریشی اسلام اور قریشی مسلمانوں کی مذمت پر نفاق کا پردہ ڈال کر قریشی صحابہ کے تمام راز کھول دیئے گئے۔

"خیال رہے کہ خطاب عام لوگوں سے ہے اور ان سے یہ سوال نہیں کیا جا رہا ہے کہ "تم کدھر پھرے جاتے ہو" بلکہ سوال یہ ہے کہ "تم کدھر پھرائے جا رہے ہو۔" (فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ۝۳۲ یونس ۳۲ / ۱۰)

عہد رسولؐ میں گمراہ کرنے والا گروہ موجود تھا علامہ کا اقبال جرم: ”اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایسا گمراہ کن شخص یا گروہ موجود ہے جو لوگوں کو صحیح رخ سے ہٹا کر غلط رخ پر پھیر رہا ہے۔ (فَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ ۝٢ المنافقون: ۲ / ۶۳ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۝٦١ نساء ۶۱ / ۴۔احسنؔ) اسی بنا پر لوگوں سے اپیل یہ کیا جارہا ہے کہ تم اندھے بن کر غلط راہنمائی کرنے والوں کے پیچھے کیوں چلے جارہے ہو، اپنی گرہ کی عقل سے کام لے کر سوچتے کیوں نہیں، کہ جب حقیقت یہ ہے، تو آخر یہ تم کو کدھر چلایا جارہا ہے۔ یہ طرزِ سوال جگہ جگہ ایسے مواقع پر قرآن میں اختیار کیا گیا ہے، اور ہر جگہ گمراہ کرنے والوں کا نام لینے کے بجائے ان کو صیغۂ مجہول کے پردے میں چھپادیا گیا ہے،(بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵ / ۲، فرقان ۲۷ تا ۳۰ / ۲۵ وغیرہ۔احسنؔ) تاکہ ان کے معتقدین (قریشی عوام۔احسنؔ) ٹھنڈے دل سے اپنے معاملہ پر غور کرسکیں، اور کسی کو یہ کہہ کر انہیں اشتعال دلانے اور ان کا دماغی توازن بگاڑ دینے کا موقع نہ ملے کہ دیکھو یہ تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں (ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ۔احسنؔ) پر چوٹیں کی جا رہی ہیں۔ اس میں حکمت تبلیغ کا ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جس سے غافل نہ رہنا چاہئے“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ حاشیہ ۳۹) قارئین کرام اس اہم نکتہ کو مدّ نظر رکھ کر اگر ہمارے بیانات کو پڑھیں گے تو جہاں ان کو کھلے ہوئے حقائق نظر آئیں گے وہیں قرآن کی ترتیب و بیانات پر وجد آئے گا اور معلوم ہوگا کہ اللہ نے کس خوبی کے ساتھ ان ہی لوگوں کے ہاتھوں اس قرآن کی اشاعت کرائی جن کی بھرپور مذمت، کی جن پر لعنت بھیجی، جنہیں جہنمی اور مردود و ملعون قرار دیتا رہا۔ بہرحال ہم آپ کو یہ راز بتاتے سناتے اور سمجھاتے یہاں تک آگئے ہیں۔ اور یہ بھی قرآن کی زبانی بتا دیا ہے کہ اس قرآن کا حقیقی موضوع ”رسولؐ اور رسولؐ کی نام نہاد قوم ہے۔“ باقی تمام بیانات، احکامات، فلسفہ اور علوم ثانوی چیزیں ہیں اور وہ بھی اسی ملعون قوم کو اور اسی مقدس ذاتِ رسولؐ کو سمجھنے کے لئے ہیں (زخرف ۴۴ / ۴۳) چنانچہ اس اہم نکتہ میں اتنا اور شامل کرلیں کہ جہاں جہاں منافقوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ وہاں سے قرآن کو نہ پڑھیں بلکہ پیچھے ہٹتے جائیں آپ دیکھیں گے کہ درحقیقت بات قریشی مومنین کی ہوتی چلی آرہی تھی کہ یکایک لفظ منافقین کا ایک پردہ ڈال دیا گیا ہے اور اس پردہ میں بات ان ہی خبیثوں کی جاری رہتی چلی جاتی ہے۔

لفظ منافقون سے گھبرا نہ جائیں بلکہ بات کا ربط و تسلسل تلاش کیا کریں۔ چنانچہ سورۂ توبہ میں يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ کہہ کر یہ سوال کیا گیا ہے کہ اے مومنین یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب بھی تم سے جہاد کے لیئے نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر اور بوجھل ہو کر رہ جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا ہے؟ (توبہ ۳۸ / ۹) اس سوال کے بعد یہ سمجھنا ذرہ برابر مشکل نہیں کہ وہ مومنین اللہ و رسولؐ کا حکم مل جانے کے بعد بھی جہاد کے لئے نکلنا پسند نہ کرتے تھے اور ساتھ ہی خود کو مومن بھی سمجھتے رہتے تھے یعنی جہاد کے لئے نہ نکلنا جس مصلحت کی بنا پر درست تھا اس بنا اور وجہ کو ان کے نزدیک اللہ کے یہاں بھی جائز ہونا چاہیئے اور ہوسکتا ہے کہ بعد میں نازل ہونے والی آیت ان کے نہ نکلنے کی مدح کرتی ہوئی نازل ہو۔ یعنی ان مومنین کے یہاں ان کے اجتہادی فیصلے کے بعد جائز و ناجائز، حلال و حرام اور اچھے اور برے کا فیصلہ ہوا کرتا تھا۔ آیت کا آجانا کوئی خاص بات نہ ہوتی تھی۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ ایسے مومنین کو آیت (۳۸ / ۹) میں مخاطب کیا گیا ہے۔ اور مسلسل ان ہی کا تذکرہ پچھتر آیات (۳۸ تا ۱۱۳ / ۹) میں ہوا ہے۔ اور جن کا مسلسل پڑھنا ضروری ہے تاکہ قریشی اسلام اور ان کی اسکیموں، عادتوں، عمل درآمد اور مقاصد کا تفصیلی علم ہوجائے۔ ان آیات میں بتایا گیا کہ وہ باقاعدہ اسلام لائے تھے۔ پھر سوچ سمجھ کر اسلام کے ان حقائق کو چھپاتے چلے جانے کی بات طے کی جو اُن کے خود فہمیدہ سابقہ اسلام کے خلاف ہوں اور آنحضرتؐ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے اور یہ سب کچھ انہوں نے ایسی حالت میں کیا تھا جب کہ اللہ نے انہیں مالدار، آسودہ حال اور غنی بنا دیا تھا اور ان کی عزت قائم ہوچکی تھی (۷۴ / ۹) اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کا موقع دیا گیا ورنہ عذاب الیم کا اعلان ہوا (۷۴ / ۹) ابتدا میں انہیں بتایا گیا تھا کہ تم درست ہوجاؤ ورنہ تمہاری پوری قوم کو دوسری قوم سے بدل لیا جائے گا (۳۹ / ۹) اور یا عذاب الیم دیا جائے گا۔(۳۹ / ۹) انہیں یاد دلایا گیا کہ جب رسولؐ کو ہجرت کرنا پڑی تھی اس وقت رسولؐ کی قوم نے نصرت نہیں کی تھی اور اللہ نے یارغار کو شمار کے باوجود مددگار نہ کہا اور ایسی افواج سے نصرت کی جنہیں تم دیکھ نہ سکتے تھے (۴۰ / ۹)

یہ بھی فرمایا کہ قریشی پروپیگنڈے سے متاثر ہونے والے عوام ان کے طرفدار بن گئے تھے (۴۷ / ۹) باربار قریشی لیڈر اپنے اجتہادات کی صحت پر خوشیاں مناتے رہے (۵۰ / ۹) رسوؐل اللہ کو باربار ان کے اموال و اولاد پر تعجب سے روکا گیا (۵۵ / ۹) ان پر حق پوشی کا فتویٰ بھی لگایا گیا (۵۵ / ۹) عوام کو حلفیہ بیانات سے یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہیں میں سے ہیں (۵۶ / ۹) اور اللہ نے بتایا کہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ فرقہ واریت پھیلانے والے ہیں (۵۶ / ۹) رسوؐل پر غلط تقسیم کا الزام لگاتے تھے مال ملتا تھا تو خوش رہتے تھے ورنہ خفا ہو جاتے تھے (۵۸/ ۹) آیات کے اسی سلسلے میں ان مومنین کا تذکرہ کیا گیا جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ اور رسوؐل اپنے فضل سے دولت دیتے ہیں (۵۹ / ۹) (۹۲ تا ۸۸ / ۹) عوام کو خوش اورہمنوا رکھنے میں کوشاں رہتے تھے (۶۲ / ۹) ہر وقت اس خوف میں مبتلا کہ کوئی سورۂ نازل ہوکر ان کے خفیہ منصوبے ظاہر نہ کردے(۶۴ / ۹) یہ بھی بتایا کہ وہ ایمان لانے کے بعد حق پوشی کرتے ہیں ان میں سے ایک فرقہ کو معافی کی امید دلائی ایک کو عذاب کا یقین دلایا (۶۶ / ۹) ان کا اجتہاد معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنا رہا تھا۔ (۶۷ / ۹) اجتہاد کے وقت وہ اللہ کے احکام کو فراموش کردیتے تھے انہیں اسی لئے فاسق بھی فرمایا (۶۸ / ۹) منافقین اور کفار سے جنگ و جدل کا حکم دیا گیا (۷۳ / ۹) دعائیں کرنا کہ دولت ملے تو ہم مالی مدد دیا کریں گے مال ملا تو کنجوسی کرنے لگے (۷۶۔۷۵ / ۹) ان کے خفیہ منصوبےاور راز و رموز (۷۸ / ۹) ان کی مغفرت نہ ہوگی خواہ رسوؐل بھی ستر (۷۰) دفعہ بخشش مانگیں (۸۰ / ۹) جہاد کے لئے اجتہادی حکم دیا کہ گرمی میں جنگ کو نہ نکلنا (۸۱ / ۹) پھر اموال و اولاد پر تعجب سے روکا (۸۵ / ۹) دولت مند لوگ جہادسے چھٹی مانگتے رہے (۸۶ / ۹) بہت سے سرمایہ داروں اور اغنیاء کا وجود تھا (۹۳ / ۹) عوام کو ہموار رکھنے کی کوشش (۹۶ / ۹)دوہرا دوہراعذاب ہوگا (۱۰۱ / ۹) مسجد ضرارکے پورے منصوبے کو بھی بیان فرمایاہے (۱۰۷ تا ۱۱۲ / ۹) اورآخر میں آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی اور مومنین کو بھی منع کردیا گیا کہ یہ سب نظام شرک یعنی اجتہاد کے قائل اورشرکاء کو اقتدار خداوندی میں شامل رکھنے والے مشرک ہیں ان کے لئے مغفرت طلب نہ کی جائے گی۔ خواہ وہ عزیز قریب ہی کیوں نہ ہوں (۱۱۳ / ۹)۔

تمام قریشی قوم کے اجتہادی مسلمان ہونے کا قبل بعثتِ اور بعد وفاتِ رسوؐل ثبوت؟

قریش کی یہ سازش تھی کہ:۱۔کچھ لوگوں کو ”کافر“مانا جائے اور کافرکے معنی منکرِاسلام مشہور کئے جائیں۔۲۔ اور کچھ لوگوں کو ”منافق“ قرار دیا جائے اورمنافقین سے مسلمانوں کا ایک ایسا گروہ مرادلیا جائے جو بظاہر مسلمان تھا مگر بباطن منکر اسلام تھا اور از اوّل تا آخرمسلمان بنا ہوا مسلمانوں میں تخریب کرتا رہا۔ ۳۔ کچھ لوگوں کو ”مشرک“ رکھا جائے اور مشرکین سے قریش کی وہ کثرت سمجھی جائے جو مکہ میں مخالفت، مزاحمت اور جنگ کرتی رہی اور فتح مکہ پرمسلمان ہوئی۔ اور اسی کثرت کو اور دیگر منکرین اسلام کو قریشی مسلمان کافر بھی کہلوانا چاہتے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ قریش کے وہ لوگ جو مکہ ہی میں رسول پر ایمان لانے کا اعلان کرچکے تھے۔ اور پھر شروع سے ہی ہجرت کرکرکے مدینہ میں آتے رہے ان کے اعمال و کردارو ایمان پر پردہ ڈالا جائے اس لئے کہ قریش کے معزز صحابہ اسی گروہ میں تھے۔ جہاں ان کی حق پوشی کی مذمت میں انہیں ”کافر“ کہا جائے تو مذمت کا رخ اہل مکہ کی طرف موڑ دیا جائے۔ اورجہاں انہیں حکومت الٰہیہ میں شرکت کے عقیدے کی بناپر لفظ ”مشرک یا مشرکین“ سے سامنے لایا جائے تو فوراً اہل مکہ کو سامنے کھڑا کر دیا جائے۔اور جہاں ان کی ان کوششوں کی مذمت کی جائے جن سے وہ حقیقی مومنین میں اپنے نظامِ اجتہاد کی یا دیگر بد عقیدگیوں کی تبلیغ کرتے تھے۔ وہاں اگر منافق کا لفظ ہوتو الزام مذکورہ بالاگروہ پرلگا دیا جائے اور جہاں لفظ منافق نہ ہو وہاں یہ کہہ دیا جائے کہ یہ ضعیف الایمان مومنین کی بات ہو رہی ہے۔ہم نے قریش کی اس سازش کی ہر گرہ اور ہر پیچ کھول کررکھ دیاہے۔ اور اسی سازش کو واضح کرنے سے حقیقی اسلام سامنے آتاہے اور اس سوال کا جواب ملتاہے کہ ”مسلمانوں نے اگر حقیقی اسلام اختیار کیا تھا اور ان کے عقائد و اصول صحیح تھے تو باوجودیکہ ہرصدی میں اصلاحات ہوتی چلی آئیں اور آج بھی اسلام اسلام کے نعرے لگائے جارہے ہیں، مسلمان کیوں ساری اقوام میں پس ماندہ، جاہل اورہر قوم کے محتاج وفقیر و ذلیل ہوتے چلے آئے؟ ہماری یہ وضاحتیں قرآن کی زبانی اس سوال کے ہرلفظ کا جواب دیتی چلی آرہی ہیں۔یہاں ہم پھر دکھانا چاہتے ہیں کہ قریش نہ منکر اسلام تھے نہ وہ قومی لیڈروں کی پوجا کی بنا پر مشرک تھے وہ بعثت سے

پہلے مسلمان تھے مگر ان کا اسلام ان کے مجتہدین نے اسی طرح اور ان ہی اصولوں اور تقاضائے زمانہ اور قومی و ملکی مصلحتوں کی بنا پر اجتہاد سے تیار کیا تھا جس طرح اور جن اصولوں کی بنیاد پر بعدِ وفاتِ رسولؐ مسلمان مجتہدین نے اجتہادی اسلام تیار کیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ آج ذلیل وخوار و محتاج و فقیر ہیں اور یہودونصاریٰ اور بے دینوں کی مدد سے دنیا میں زندہ ہیں۔

قریش کے سابقہ اورموجودہ اسلام کے لئے مودودی اصول: لہٰذا مودودی صاحب سے ایک اصول سن کر اسی اصول پر قریش کے اس اسلام کو جانچیں جو بعثت رسولؐ سے پہلے اور آنحضرت کے بعد ان کے پاس تھا اور آج ہے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ: ''اس تاریخی حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ اس قوم کو دینِ حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ درحقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداءً وہ بھی مسلمان ہی تھے اور شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی سی تھی جیسی ظہور موسیٰ علیہ السلام کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بد اخلاق قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بد اخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے تھے مگر اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ اور اس پر فخر برقرار تھا۔'' ذرا آگے چل کر لکھا ہے کہ:

(۲) ''اس فقرے (إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (اعراف ۸۵ / ۷) ''اگر تم مومن ہو۔احسنؔ) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود مدعی ایمان تھے۔ جیسا کہ اوپر ہم اشارہ کرچکے ہیں، یہ دراصل بگڑے ہوئے مسلمان تھے اور اعتقادی و اخلاقی فساد میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے اندر نہ صرف ایمان کا دعویٰ باقی تھا بلکہ اس پر انہیں فخر بھی تھا۔ اسی لئے شعیبؑ نے فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارے نزدیک خیرو بھلائی راستبازی اور دیانت میں ہونی چاہیئے'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۔۵۵)

مودودی کے بیان کردہ اصولوں سے قریشی مسلمانوں کی مطابقت: علامہ کا پہلا بیان یہ اصول سامنے رکھتا ہے کہ ''ہر نبیؑ کے ظہور کے وقت کے لوگ بگڑے ہوئے مسلمان تھے'' اور یہ بگاڑ انبیاؑ کے بعد والے علما کے اجتہادی مسائل اسلامی مسائل میں خلط ملط کردیئے گئے تھے۔ اور یہ بھی کہ جب حقیقی اسلام کو اجتہاد سے بگاڑلیا جاتا ہے تب دوسرے نبیؑ کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ وشعیب علیہم السلام کی اقوام ان کے ظہور کے وقت بگڑی ہوئی مسلمان اقوام تھیں،اسی طرح قریش آنحضرتؐ کے ظہور کے وقت بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی نہ کہ منکرِ اسلام و خالص بت پرست و مشرک قوم، جیسا کہ قریشی حکومتوں نے لفظوں کو غلط معنی پہنا کر سازش سے ثابت کرنا چاہا۔ دوسرے بیان میں یہ اصول قائم کیا کہ جس قوم کو اللہ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ''اگر تم مومن ہو'' کہہ کر مخاطب کرے وہ قوم بگڑی ہوئی مسلمان قوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس اصول کے ماتحت قرآن سے دیکھیں کہ:

''اگر تم مومن ہو'' کن لوگوں سے کہا گیا ہے؟ قرآن دیکھیں۔ کون کون سی اقوام کو ''إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ'' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے؟

(۱) بنی اسرائیل سے کہا گیا۔ (بقرہ ۲۴۸ / ۲) (آلِ عمران ۴۹ / ۳)
(۲) قصۂ افک عائشہ میں تمام صحابہ اور تمام مسلمانوں سے کہا گیا۔ (نور ۱۷ / ۲۴)
(۳) زنا کی حدجاری کرنے کے سلسلے میں تمام مسلمانوں سے کہا۔ (نور ۲ / ۲۴)
(۳) تمام مومنین سے جہاد نہ کرنے کی بنا پر فرمایا گیا۔ (توبہ ۱۳ / ۹)
(۴) تمام مومنین کو غلط ولایت اختیار کرنے پر کہا گیا تھا۔ (مائدہ ۵۷ / ۵)
(۵) تمام مومنین کو مخالفوں سے بے خوف رہنے کی تاکید کے ساتھ کہا گیا۔ (آلِ عمران ۱۷۵ / ۳)
(۶) تمام مومنین کو غم والم میں مبتلا رہنے سے منع کیا گیا تو بھی فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو ایسا نہ کیا کرو۔ (آلِ عمران ۱۳۹ / ۳)

یہ چھ مقامات قرآن میں دیکھیں اور تفصیلات پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ آیا عہدِ رسولؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریش اور ان سے پہلے اور بعد کے قریش بگڑے ہوئے یا اجتہادی مسلمان تھے یا نہیں؟ اور بعینہٖ اسی قسم کے علما ومسلمان ہیں یا نہیں؟

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانُ عَشَرَۃَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَانِ

سُورہ تغابُن مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ (۱۸) آیتیں اور دو (۲) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ج

پاکی بیان کرتے ہیں واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہیں

لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ ز وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾

واسطے اسی کے ہے بادشاہی اور واسطے اسی کے ہے سب تعریف اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

(۱) اللہ ہی کی حمد و ثنا اور ہمہ گیری کا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو کہیں بھی آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو حقیقی حکومت بھی اسی کی ہے اور ہر ستائش بھی اسی کا حق ہے اور وہ کائنات کی ہر شے پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

تشریحات سورۂ التغابن:

اللہ کی حکومت، حکومت الٰہیہ کی وسعت کے اقرار کے بعد اللہ کے نائبینؑ اور خلفاءؑ کی ہمہ گیری کا انکار کیوں

سورۂ تغابن کی ابتدا اللہ کی لامحدود حکومت و اطاعت کے اعلان سے کی گئی ہے ۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام موجودات و مخلوقات اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور یہ کہ اللہ ہی تمام ستائش وحمد و ثنا کا مستحق ہے (۱ / ۶۴) یہ فرما کر پھر یہ کہنا کہ "تم میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں" (۲ / ۶۴) یہ معنی نہیں رکھتا کہ "تم میں سے کچھ اللہ کی حمد و تسبیح کے منکر (کافر) ہیں اور کچھ ماننے والے ہیں" اگر یہ معنی کئے جائیں گے تو پہلی آیت کی تردید ہو جائے گی اس لئے کہ وہاں کوئی استثناء بیان نہیں ہوا ہے "جو کچھ بھی ہے وہ تسبیح کرتا ہے" کہنے کے بعد کسی فرد یا افراد کو تسبیح خداوندی کا مخالف یا نہ کرنے والا نہیں مانا جا سکتا ۔ اس آیت کے معنی کو برقرار رکھنے کے لئے پہلے تو اس حقیقت کو ماننا پڑے گا کہ دوسری آیت میں لفظ "کافر" کے معنی "منکر" کرنا غلط ہیں ۔ لہٰذا اگر لفظ "کافر" اور "مومن" کے حقیقی اور علامہ کے مسلّمہ اور لغوی معنی "چھپانے والا" کئے جائیں اور لفظ "مومن" کے بھی حقیقی معنی "ماننے والا" لئے جائیں تو دونوں آیات میں تضاد واقع نہیں ہوتا ۔ یعنی ۔

"اللہ کی تسبیح تو سب کرتے ہیں اور اللہ کو محمود بھی مانتے ہیں مگر کچھ انسان ہیں جو تسبیح اور حمد کو پردوں میں چھپا کر کرتے ہیں" اور اس کی وضاحت چھٹی آیت میں کردی ہے کہ وہ لوگ :

"انبیاؑ کو اللہ کا سو فیصد نمائندہ اور ظہور و نائب نہیں مانتے اور صرف اس لئے کہ وہ انبیاؑ کو اپنے جیسا خاطی بشر سمجھتے ہیں ۔ اور ان کی تنہا رائے میں غلطی کا امکان مانتے ہیں اس لئے اللہ کی جگہ تنہا رسوؐل کی سو فیصد اطاعت کو دین و دنیا میں خسارہ سمجھتے ہیں اور یہ بات اجتہادی مومنین کے ایمان کا اوّلین اصول ہے جو ان کی شان میں نازل ہونے والی سورۂ مومنون (۳۴۔۳۳ / ۲۳) میں بتا دی گئی ہے ۔ اسی اصول کی بنا پر انہوں نے تنہا رسوؐل کو اللہ کی جگہ بادشاہ و حاکم و مطلق العنان فرمانروا ماننے کے بجائے یہ لازم رکھا ہے کہ اپنی قوم کے ماہر دانشوروں کو رسوؐل کی حکومت و ولایت میں شریک رکھا جائے اور قرآن کی آیات و احکام کو ان سب کی اجتماعی یا اجماعی صوابدید سے سمجھ کر نافذ کیا جائے یہی معنی ہیں (۶ / ۶۴) کے جہاں فرمایا گیا کہ :

أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا ﴿۶﴾ التغابن

قریشی قسم کی ولایت کا قیام کفر کی آڑ میں ہوتا چلا آیا ہے ۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو اور بعضے تم میں سے کافر ہیں اور بعضے تم میں سے

مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مسلمان ہیں اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے پیدا کیا آسمانوں کو

(۲) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور اختیار عطا کیا چنانچہ تم میں سے کچھ حقائق پر پردہ ڈالنے والے بھی ہیں اور کچھ ماننے والے بھی ہیں اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھتا ہے (۳) اسی نے زمین اور آسمانوں کو

”کیا ایک بشر ہماری سو فیصد ہدایت کر سکتا ہے چنانچہ انہوں نے اس بشر کی حقیقت کو چھپانا شروع کیا اور اپنی ولایت قائم کر لی“ (تغابن ٦ / ٦٤)

یہاں بھی کفر کے معنی انکار کر لینا غلط و فریب ہیں۔

اس آیت کے یہ معنی کرنا ہر حیثیت سے غلط ہیں کہ ”اس طرح انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا“(علامہ)(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۳۳)

کیونکہ انکار کر دینے میں خود ہی منہ گھمانا، منہ چڑانا،(اور بقول علامہ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)ناقدری ،احسان فراموشی ، بے وفائی ۔نمک حرامی ،غداری سب کچھ شامل ہے ۔منہ پھرانا نہ صرف ایک بہت ادنیٰ گھٹیا اور کفر کے مقابلے میں بے جوڑ اور بے وزن بات ہے بلکہ ” تَوَلَّوْا“ کے معنی سرے سے ”منہ گھمانا“ ہوتے ہی نہیں ۔ اس لئے کہ اس لفظ کا مادہ اور بنیاد و۔ل۔ی ہے ۔جس سے الفاظ وَلِیٌّ، وِلَایَۃٌ اور وَالِیٌّ بنتے ہیں ۔ نیز لفظ تَوَلَّوْا جمع مذکر غائب کے لئے کہا گیا ہے اور واحد مذکر غائب کے لئے لفظ ” تَوَلّٰی“ استعمال ہوا ہے اور خود مودودی نے بھی اس کے معنی ”اقتدار حاصل کر لینا“کئے ہیں (بقرہ ۲۰۵ / ۲ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹) یعنی آیت (٦ / ٦٤) میں یہ بتایا گیا ہے کہ :

”چنانچہ انہوں نے اس بشر کی حقیقت کو چھپانا شروع کیا اور اقتدارِ نبوت و حکومت پر اپنا اقتدار قائم کر لیا :

لٰہذا علامہ کی رو سے بھی تَوَلَّوْا کے معنی ولایت و حکومت واقتدار پر قبضہ کرنا ثابت ہوئے ۔ اور لفظ کَفَرُوْا کے معنی حقیقتِ نبوت اور نبیؐ کی حکومت کو چھپانا ٹھہرے ۔

اللہ کی مطلق العنان حاکمیت اور لامحدود حکومت و بادشاہت کا اقرار کرتے ہیں ۔

مگر قریشی علما کی بنیادی غلطی یا فریب یہ ہے کہ وہ اللہ کی عظمت ،مطلق العنان حاکمیت ،بے حد و حساب و لامحدود اختیارات کا اسی طرح اقرار کرتے ہیں جس طرح ابلیس اللہ کی ہر ہر صفت کا اقرار کرتا ہے لیکن وہ نبوت کا منکر ہے ۔ اس کا ہر انکار، اس کی ہر عداوت، نبوت اور انبیاؑ سے ہے ۔ اس نے اپنی محاذ آرائی میں کہیں اللہ کے خلاف کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔ ہر منصوبہ ہر اسکیم نبوت اور انبیاؑ کے خلاف تیار کی اور اسی نے روز اوّل اللہ کے سامنے اعلان کیا تھا کہ میں اولاد آدمؑ میں سے اپنے حصے کے آدمی تیار کروں گا “(نساء ۱۱۸ / ۴) اور اپنے جنوں اور انسانوں میں سے تیار کردہ گروہ سے ہر نبیؑ اور نبوت اور نبوت کے ماننے والوں پر یلغار رکھوں گا (بنی اسرائیل ٦٤ / ۱۷) اور انسانوں کی کثرت کو فریب و دُجل سے اغوا کرونگا۔ صراط مستقیم پر کیمپ لگا دوں گا ۔ (حجر ۳۹ / ۱۵)(اعراف ۱٦ / ۷)

قریش کی پوری قوم ابلیس نے تیار کی تھی ۔ (نساء ٦۰ / ۴)

قارئین نوٹ کریں کہ پورے قرآن میں ابلیس کے انکارِ خداوندی کا کہیں ذکر نہیں اس نے توحید کے عقیدے کی ہر بات کو مانا ہے مگر اسے اللہ نے قرآن میں کافر کہا (صٓ ۷۴ / ۳۸) یہ صرف اس لئے کہ اس نے حقیقتِ نبوت کو چھپانے کا پروگرام چلایا۔ اسے فاسق قرار دیا (کہف ۵۰ / ۱۸) اس لئے کہ اللہ کے حکم کو بلفظہٖ خالص طور پر اختیار نہ کیا (۵۰ / ۱۸) اور یہی دونوں (کفر و فسق) قریش میں اپنے کمال تک موجود تھے ۔ چنانچہ انہوں نے مانا ہے کہ : (۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ⑥ (زمر ٦ / ۳۹)

علامہ کا ترجمہ : ”یہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے “(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۵۹۔۳٦۰)

علامہ کی تشریح :”یعنی تمام اختیارات کا مالک وہی ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چل رہا ہے “(ایضاً صفحہ ۳٦۰)

وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ	برحق پیدا کیا ہے اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری اچھی صورتیں بنائیں اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا بھی ہے ۔ (۴) وہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بھی علم رکھتا ہے
اور زمین کو ساتھ حق کے اور صورتیں بنائیں تمہاری پس اچھی کیں صورتیں تمہاری	
وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ	
اور طرف اسی کے ہے پھر جانا تمہارا جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے	

قارئین نوٹ کریں کہ اس آیت (۶ / ۳۹) میں سماوات اور ارض کے الفاظ نہیں پھر بھی علامہ نے حقیقتِ حال لکھ دی ہے۔ اور سنیئے:
(۲) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ ﴿۲۷﴾ (جاثیہ ۲۷ / ۴۵)
علامہ کا ترجمہ : ''زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے''
علامہ کی تشریح: ''اس فقرے سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو خدا اس عظیم الشان کائنات پر فرمانروائی کررہا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۹۲)
قارئین یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ ایسے تمام مقامات پر تمام قریشی علما بلا تکلف اللہ کی مطلق العنان اور ہمہ گیر حاکمیت و بادشاہت و فرمانروائی کو مانتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر عظمتِ الٰہی کے اعلانات کرتے ہیں ۔

حکومت الٰہیہ اور اللہ کی حاکمیت اور بادشاہت پر ایک اور بیان سنیں ۔ چنانچہ سورۂ اعراف (آیت ۵۴ / ۷) میں عرش پر استویٰ کی تشریح میں اپنے تصورات علامہ نے یوں لکھے ہیں ''بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو جہاں سے سارے عالم پر وجود و قوت کا فیضان بھی ہورہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جارہی ہے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرمانروائی ہو اور اس پر جلوہ فرمانے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کرکے اس کی زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی ۔ بہرحال استوی علی العرش کا تفصیلی مفہوم خواہ کچھ بھی ہو، قرآن میں اس کے ذکر کا اصل مقصد یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالقِ کائنات ہی نہیں ہے بلکہ مدبر کائنات بھی ہے۔ وہ دنیا کو وجود میں لانے کے بعد اس سے بے تعلق ہو کر کہیں بیٹھ نہیں گیا ہے بلکہ عملاً ہی سارے جہاں کے جز و کل پر فرمانروائی کررہا ہے ۔ سلطانی و حکمرانی کے تمام اختیارات بالفعل اس کے ہاتھ میں ہیں ، ہر چیز اس کے امر کی تابع ہے ، ذرہ ذرہ اس کے فرمان کا مطیع ہے ، اور موجودات کی قسمتیں دائماً اس کے حکم سے وابستہ ہیں ۔

حکومتِ الٰہیہ میں شریک ہونے کا عقیدہ حقیقی شرک ہے ۔ اس طرح قرآن اس بنیادی غلط فہمی کی جڑ کاٹنا چاہتا ہے ۔جس کی وجہ سے انسان کبھی شرک کی گمراہی میں مبتلا ہوا ہے اور کبھی خود مختاری و خود سری کی ضلالت میں ۔ خدا کو کائنات کے انتظام سے عملاً بے تعلق سمجھ لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی یا تو اپنی قسمت کو دوسروں سے وابستہ سمجھے اور ان کے آگے سر جھکا دے ، یا پھر اپنی قسمت کا مالک خود اپنے آپ کو سمجھے اور خود مختار بن بیٹھے۔'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶)

علامہ کے بیانات صحیح ہونے کے باوجود زیرِ دامن عیارانہ و مکارانہ مقصد کے ترجمان ہیں ۔

یہاں تک علامہ نے بڑے زور دار الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہمہ گیر مطلق العنان حاکمیت بیان کی ہے جس سے ہمیں ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں اور تمام باذہب انسانوں کو اتفاق ہے ۔ ان بیانات میں دوسرا پہلو جو اللہ کی عظمت و حاکمیت کے ساتھ چلتا رہا ہے اور چلتا رہنا چاہیئے یہ ہے کہ اللہ کی اس حاکمیت میں کوئی دوسری ہستی شریک نہیں ہے۔ اس پہلو میں علامہ کا مذہب تو یہ ہے کہ :''اللہ کی مذکورہ عظیم الشان ، اور مطلق العنان حاکمیت میں کوئی ہستی کسی بھی حیثیت سے شریک و شامل نہیں ہے نہ ہو سکتی ہے نہ شریک اور شامل کی جا سکتی ہے۔''

اللہ کی حاکمیت کی عملی و مشہود صورت میں اللہ نے خود انبیاً و ملائکہ کو شریک رکھا ہے ۔

اور علامہ کا یہ مذہب اس اصول پر قائم ہوتا ہے کہ :''انسانوں میں ابلیس والی خالص توحید قائم کرو تاکہ انبیاً پر انسانوں کا

وَ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ

اور جانتا ہے جو کچھ پوشیدہ کرتے ہو تم اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو تم اور اللہ جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴﴾ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۫

سینے والی بات کو کیا نہیں آئی تم کو خبر ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے پہلے اس سے

اور وہ بھی جانتا ہے جو تم راز میں رکھتے ہو اور اسے بھی جانتا ہے جو تم اعلانیہ کرتے یا کہتے ہو اور وہ سینے کے اندر والے تصورات کا بھی عالم ہے۔ (۵) کیا تم لوگوں کو ان حق پوش لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جنہوں نے اس سے پہلے

قابو رہ سکے۔"

چونکہ قرآن اور کائنات کی واقعی صورتِ حال ابلیس کے اس مذہب کے مطابق نہیں اور اس کے خلاف قرآن کی سینکڑوں آیات اور ان آیات کی تشریحات اور کائناتی بدیہات دلائل و ثبوت فراہم کرتے ہیں اس لئے قریشی علما کو اپنا مذہب اور ابلیسی اصول زیر دامن رکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا نہ وہ کھل کر نبوت کے خلاف بیان دے سکتے ہیں اور نہ انبیا علیہم السلام کی حقیقی و قرآنی پوزیشن تسلیم کرسکتے ہیں کیوں کہ اس طرح ابلیسی لیڈر یا شرکاء (۷ / ۱۳۷) کو نبیؑ کے ساتھ شرکت کا موقع نہیں رہتا۔ جو اس لئے ضروری ہے کہ نبیؑ کی یا نبیؑ کی قائم کردہ حکومت کی مطلق العنانی ختم کی جائے اور قومی حکومت قائم کی جائے۔

علامہ کے زیرِ دامن ابلیسی مذہب کو ذہنوں میں پہنچانے والے جملے اور دبے دبے اشارات

علامہ اپنی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کھلے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے ایسے جملے اور اشارے سامنے رکھتے ہیں جن سے ایک بیمار یا سادہ ذہن خود ہی علامہ کی پالیسی سے متاثر ہو جائے۔ اور اس ابلیسی مذہبِ شرک کو ذہنوں میں پہنچانے کے لئے وہ عظمتِ پروردگار کو بطور حربہ استعمال کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ اللہ ایسا قادر مطلق اور زبردست قوتوں و قدرتوں کا مالک ہے کہ وہ کسی اور کی مدد کا یا سہارے کا محتاج نہیں ہے۔ اور یہ تصور دینے کے لئے بھی بہت محتاط جملے لکھتے ہیں تاکہ اللہ کے اس مصنوعی تقدس اور خالص توحید کا بھانڈا چوراہے پر نہ پھوٹ جائے۔ مثلاً اگر وہ یہ لکھیں کہ:
"اللہ ایسا قادر مطلق اور ہر صورتِ حال پر قابو رکھنے والا ہے کہ وہ چاہے تو ایک آدمی کی صورت میں سامنے آکھڑا ہو" یا یہ کہیں کہ:
"اللہ ایسا صاحبِ عظمت و قدرت ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیا کی ساری سبزی اور گھاس کو گدھا بن کر کھا سکتا ہے" تو ساری دنیا علامہ پر ہنسے گی اور ایسے قادرِ مطلق اور صاحبِ عظمت اللہ کو علامہ کی کوششوں کے باوجود بھی کوئی نہ مانے گا۔ لہٰذا علامہ کو مجبوراً دبے پاؤں چلنا پڑتا ہے لہٰذا ان کے محتاط و پُرفریب جملے اور ان میں چھپا ہوا ابلیسی اصول و مذہب ملاحظہ کیجئے اور داد دیجئے۔

(ا۔ الف) علامہ نے تیسری راہ بند کرکے قارئین کو دو عدد راستوں میں سے ایک چننے اور اختیار کرنے پر مجبور کرکے گھیرا ہے۔

کہ انہوں نے سابقہ بیان میں اللہ کے عرش پر جلوہ فرمانے کے سلسلے میں جو شاندار مگر قیاسات پر منحصر صورتِ حال پیش کی ہے اس کو ختم کرتے ہوئے علامہ نے اپنے قاریوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ان کے سامنے دو ایسی راہیں رکھ دی ہیں کہ ایک راہ کو قاری خود ہی اختیار نہ کرے اور دوسری راہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں اور یہ دوسری راہ انہیں اللہ کی عظمت و تقدس کے سہارے سیدھی ابلیس کے حضور میں حاضر کر دے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ:

"خدا کو کائنات کے انتظام سے عملاً بے تعلق سمجھ لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ: ا۔ آدمی یا تو اپنی قسمت کو دوسروں سے وابستہ سمجھے اور ان کے آگے سر جھکا دے یا۔۲۔ پھر اپنی قسمت کا مالک خود اپنے آپ کو سمجھے اور خود مختار بن بیٹھے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶)

قارئین سوچیں کہ وہ کون سی راہ اختیار کریں گے؟ پہلی راہ میں تو علامہ نے بت بٹھا دیئے ہیں اور بتوں کو سجدہ کرنا قارئین پسند نہ کریں گے۔ دوسری راہ اللہ کے وجود کا منکر بتاتی ہے اسے بھی با مذہب لوگ اختیار نہ کریں گے لہٰذا مجبور ہو کر پہلے ایک آسان سی بات ماننا پڑے گی جو علامہ کی منزل کا پہلا زینہ ہے یعنی یہ کہ:

اسلامی حقائق کو چھپایا تھا؟ چنانچہ انہوں نے اپنے اختیار کردہ دین و طریق کار کا وبال بھگتا اور ابھی ان کے لیے دردناک عذاب باقی ہے جو بھگتنا پڑے گا۔ (۶) وہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسولؐ کھلی کھلی دلیلیں لے کر پہنچے تھے تو ان سب ہی نے

فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پس چکھا انہوں نے وبال کام اپنے کا اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

یہ بسبب اس کے ہے کہ آتے تھے ان کے پاس پیغمبران کے ساتھ دلیلوں ظاہر کے

''خدا کو کائنات کے انتظام سے بے تعلق نہ سمجھنا چاہیئے''(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶)
اور ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی بامذہب شخص حتّٰی کہ علامہ کے نام نہاد مشرک بھی اللہ کو کائنات کے انتظام سے بے تعلق و لا تعلق نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو بقول علامہ :

مشرکین کے عقائد علامہ کے نزدیک۔

۱۔''مشرکین عرب خود مانتے تھے کہ ان کا اور ان کے معبودوں کا خالق اللہ ہی ہے ۔۲۔ اور اللہ ہی کائنات کا خالق ہے ۔۳۔ وہ مانتے تھے کہ رزق دینے والا اللہ ہی ہے ۔۴۔ وہ مانتے تھے کہ کائنات کا مالک و پروردگار اللہ ہی ہے ۔۵۔ مشرکین مانتے تھے کہ ان کے معبودوں نے نہ زمین میں کچھ پیدا کیا اور نہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق و تدبیر میں ان کا کوئی حصہ ہے۔''(تفہیم القرآن جلد ۴ کی فہرست صفحہ ۶۶۷) لفظ شرک کی تشریحات پر صفحات کے حوالے)
قارئین یہ بھی سوچیں کہ جب مشرکین عرب اللہ کو ساری کائنات کا خالق مانتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ہرلحہ کائنات میں لاکھوں بچے اور کروڑوں دوسری مخلوقات پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔ لہٰذا اللہ ہرلحہ تخلیق میں مصروف ہے اور چونکہ سب کو وہی رزق دیتا ہے تو ہرلحہ پیدا ہونے والوں کو بھی رزق پہنچانے کا کام کرتا رہتا ہے اور وہ ہر وقت کائنات کو برقرار و ترقی پذیر رکھنے کی تدبیر بھی کرتا ہے اور ان کے نام نہاد معبود کائنات کے کسی کام میں ہاتھ نہیں بٹاتے تو انہیں مشرک کہنے کی وجہ کیا ہے ؟یہ وجہ ہے اپنے لیڈروں کو شریعت ساز ماننا اور ان کے اجتہادی احکام کی تعمیل کرنا اور علامہ والے صحابہ کو رسولؐ کی جگہ اللہ کا نائب و جانشین مان لینا۔ (۱۳۷ / ۶)

(۱ ۔ ب) علامہ صرف اتنا نہیں چاہتے کہ اللہ کوصرف کائنات کا مدبر و منتظم سمجھا جائے مطلب مُلّا دیگر است

لہٰذا علامہ صرف اتنی سی بات پر مطمئن نہ ہوں گے کہ آپ اللہ کو صرف کائنات کا خالق و مالک و رازق اور مدبر سمجھ لیں۔ یہ تو ان کے جال کے آگے پھیلایا ہوا دانہ ہے کہ آپ ادھر متوجہ ہو سکیں حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ'' نبیؐ کی اللہ کی اس کائنات میں ایک عام آدمی سے زیادہ کوئی حیثیت اور پوزیشن نہیں ہے۔''یہ ہے وہ بات جسے کہنے کے لئے انہیں بڑے چکر دینا اور کھانا پڑتے ہیں ۔ یہ ہے وہ بات جس کے لئے اللہ نے باربار علامہ کے بزرگوں اور صحابہ سے کہاہے کہ :

۱۔''میں تمہاری خفیہ کارروائیوں کو بھی جانتا ہوں اور تمہارے پروپیگنڈے پر بھی مطلع ہوں۔'' اور اسی زیر قلم سورہ کی ابتدا میں فرمایا تھا کہ :
۲۔''اور وہ بھی جانتا ہے جو تم راز میں رکھتے ہو اور تمہارے جھوٹے پروپیگنڈے پر بھی آگاہ ہے۔''
اور جب علامہ کے صحابہ ، رسولؐ اللہ کو قتل کردیئے جانے کے لئے نرغہ اعداء میں چھوڑ گئے اور رسولؐ کے بلانے پر بھی نہ آئے تھے تو ان کے عذرات سن کر فرمایا تھا کہ :

۱۔ وَاَنَاْ اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۝۱ (ممتحنہ ۱ / ۶۰)
۲۔ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝۴ (التغابن: ۴ / ۶۴)
۳۔ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۝۱۵۴ (آلِ عمران ۱۵۴ / ۳)

۳۔''اے رسولؐ یہ لوگ آپس میں جو منصوبہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے''
علامہ بھی رسولؐ کے خلاف عقائد پھیلانے کے لئے اگر دبے پاؤں چلیں اور فریب سازی کے لئے اشاروں اور راز و رموز میں بات کریں تو کیا تعجب ہے ؟ بہرحال ان کا ایک ایسا بیان سنیئے کہ جسے لفظ بلفظ صحیح مان لیا جائے تو خود علامہ کا مقصد پٹ کررہ جاتا ہے ۔ سنیئے ارشاد ہے کہ:

یہ اعتراض کیا تھا کہ کیا ہماری ہدایت ہم ہی جیسا ایک بشر کرے گا ؟ پھر اس بشر کی حقیقت کو چھپانے کا منصوبہ چلانے لگے اور اپنی ولایت قائم کر لی اور اللہ نے ان کی ولایت کی پرواہ نہ کی اور اللہ تو ہے بھی غنی اور محمود (۷) جن لوگوں نے بھی

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا

پس کہا انہوں نے کیا آدمی راہ دکھاویں گے ہم کو پس کافر ہوئے اور منہ پھیر لیا

وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ زَعَمَ

اور بے پرواہی کی خدانے اور اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا دعویٰ کیا

انبیاؑ کو حکومت الٰہیہ اور حاکمیت سے بے دخل کرنے پر گم نام بیان : " حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں میں بادشاہی صرف ایک ذات کی ہے، اور حاکمیت (SOVEREIGNTY) جس شے کا نام ہے وہ اسی ذات کے لئے خاص ہے، اور یہ نظامِ کائنات ایک کامل مرکزی نظام ہے جس میں تمام اختیارات کو وہی ایک ذات استعمال کر رہی ہے ، لہٰذا اس نظام میں جو شخص یا گروہ اپنی یا کسی اور کی جزوی یا کلی حاکمیت کا مدعی ہے وہ محض فریب میں مبتلاہے۔ نیز یہ کہ اس نظام کے اندر رہتے ہوئے انسان کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا رویہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ اسی ایک ذات کو مذہبی معنوں میں واحد معبود بھی مانے اور سیاسی و تمدنی معنوں میں واحد سلطان (Sovereign) بھی تسلیم کرے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۷)

علامہ نے انبیاؑ کا نام نہیں لیا مگر بیان ایسا دیا ہے کہ اس میں اللہ کے علاوہ ہر فرد کی سو فیصد نفی ہوجاتی ہے ۔ انہوں نے یہ کہہ کر ہر ممکنہ گنجائش پہلے ہی ختم کر دی تھی کہ :

"اور اسی کا نام عرش ہو جہاں سے سارے عالم پر وجود و قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جا رہی ہے " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳٦) اور علامہ نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ :

" اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کے تخت سلطنت پر وہ خود جلوہ فرما ہوا " اور اب سارے جہان کا انتظام عملاً اسی کے ہاتھ میں ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲٦۲)

(۱۔ج) علامہ نے اللہ کی حاکمیت اور وحدت و قدرت کے لئے جو کچھ لکھا وہ بظاہر حق اور بباطن فریب و باطل ہے

چونکہ علامہ کو ابلیس کی طرح خالص توحید کا منصوبہ چلانا تھا۔ اس لئے لفظی حیثیت سے صحیح بیانات لکھے لیکن معنوی حیثیت کو پردوں کے پیچھے چھپا کر گزر جانا چاہا ہے ۔ مگر ہم ان کی عالمانہ عیاری اور سیاسیانہ مکاری ذرا دیر میں سامنے رکھے دیتے ہیں ۔ اور خود قرآن اور علامہ کے ترجمہ و تشریحات سے علامہ کی خالص توحید کا پردہ چاک کراتے ہیں سنیئے اور علامہ کا سر دھنیئے : (دھنکی ہوئی روئی بنا دیں)

(۱۔د) اللہ ہرگز عملاً کائنات کا انتظام وغیرہ اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا علامہ نے فریب کیا ہے۔

"قسم ہے ان(فرشتوں) کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں ، اور آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں اور(ان فرشتوں کی جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں ۔ پھر (حکم بجا لانے میں) سبقت کرتے ہیں ۔ پھر(احکامِ الٰہی کے مطابق) معاملات کا انتظام چلاتے ہیں ۔(فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا) نازعات ۵ تا ۱ / ۷۹) علامہ نے کائنات کے انتظام میں سے ملائکہ کی نفی کر دی تھی تا کہ اپنے قاریوں کو خالص توحید کی طرف لے جائیں ۔ لیکن علامہ والی توحید جس میں سے ابلیس کی طرح نبوت و ملائکہ کی نفی کر دی جائے نہ اللہ کو پسند نہ قرآن کو منظور اور نہ علامہ کا ترجمہ ساتھ دے سکا ۔

علامہ کی تشریح علامہ کے عقیدہ کی مخالف ہے۔ ان کی تشریح تو غضب کرتی ہے ۔ سنیئے ۔

"بالفاظ دیگر یہ ملائکہ سلطنتِ کائنات کے وہ کارکن ہیں جن کے ہاتھوں دنیا کا سارا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چل رہا ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۳۸) ذرا علامہ کی یہ دونوں باتیں آمنے سامنے رکھدیں اور مطلب بتائیں ۔ لطیفہ :

(۱) "سارے جہاں کا انتظام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

(۲) ملائکہ کے ہاتھوں دنیا کا سار انتظام چل رہا ہے۔"

الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ لَّنۡ یُّبۡعَثُوۡا ؕ قُلۡ بَلٰی وَ
ان لوگوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ ہر گز نہ اٹھائے جائیں گے کہہ کہ یوں نہیں قسم ہے
رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
رب میرے کی البتہ اٹھائے جاؤ گے تم پھر البتہ خبر دیئے جاؤ گے تم ساتھ اس چیز کے

حق پوشی کی ان کے مجتہدانہ گمان میں اللہ نے ان کو مرنے کے بعد جواب دہی کے لیے اٹھانا نہیں تھا اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ کیوں نہیں مجھے اپنے رب کی قسم تمہیں ضرور بالضرور زندہ کر کے اٹھایا بھی جائے گا۔ پھر تمہیں تمہاری بدکرداری پر مطلع

مطلب یہ ہوا کہ ملائکہ کے ہاتھ بھی اللہ کے ہاتھ ہیں ۔ بہرحال علامہ نے صرف لفظوں سے فائدہ اٹھا کر دھوکہ دیا ہے ورنہ اللہ کے نہ کوئی ہاتھ ہے اور نہ وہ کوئی کام ہاتھوں سے کرتا ہے ۔ اس نے تمام مشہود کام ادارۂ نبوت کے ذریعہ اور وسیلے سے انجام دلائے ہیں ۔ اور ملائکہ و انبیاؑ ہی کو نہیں بلکہ ہر مخلوق کو متعلقہ خصوصیات و قوت و قدرت بہم پہنچائی ہے اور یہ کام خالص اللہ کا ہے ۔ کیونکہ وہی علم و قدرت و حیات وغیرہ کا سرچشمہ ہے باقی کسی مخلوق میں نہ ذاتی علم ہے نہ قدرت و حیات ہے نہ ذاتی اختیار ہے ۔ اللہ نے جو کچھ عطا کیا اسے استعمال کرتے ہیں ۔

(ا۔ ہ) علامہ چونکہ چاروں طرف سے مسلمان عوام میں گھرے ہوئے ہیں اس لئے انبیاؑ کے متعلق سچی باتیں بھی لکھی ہیں۔

اور انبیاؑ کے متعلق علامہ کو بھی مسلمانوں کے دباؤ سے صحیح باتیں لکھنا پڑی ہیں ۔ مثلاً انہوں نے قبول کیا ہے کہ :
’’آخر یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ اور اس کے درباریوں کو ایک معجزہ بھی دکھانا چاہتے تھے ۔ تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ ربّ العالمین اپنے انبیاؑ کو کیسی غیر معمولی قدرتیں عطا فرماتا ہے ‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۵)

(ا ۔ و) آنحضرتؐ نے ملکوت السماوات والارض کا مشاہدہ کر رکھا تھا۔

انبیاء علیہم السلام میں غیر معمولی قدرتیں مان لینے کے بعد انہیں عام انسانوں جیسا خطاکار انسان سمجھنا قریشی اسلام ہی کو زیب دیتا ہے مگر حق تو وہ ہوتا ہے جو کبھی مغلوب نہ ہوسنو کہ علامہ معراج کے متعلق کچھ ایماندارانہ باتیں بھی لکھ جاتے ہیں :’’اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینی چاہیئے وہ یہ ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصب کی مناسبت سے ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے ۔ تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیّز ہوجائے۔ فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس و گمان سے کہتا ہے، وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہوتو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا مگر انبیاؑ جو کچھ کہتے ہیں وہ براہِ راست علم اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں، اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۹۰)

(ا ۔ ز) ملکوت السماوات والارض کا مشاہدہ کرانا دراصل حکومتِ الٰہیہ اور نظامِ کائنات سے مادی تعارف و تعین تھا۔

قارئین کرام یہاں دو باتیں مودودی کے بیان سے نوٹ کر کے آگے بڑھیں اوّل یہ کہ :
(ا) ’’آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے حدود اربعہ کے اندر آنے والی ہروہ چیز جو اُمت کے لئے ’’غیب‘‘ میں داخل ہو وہ حضورؐ کے سامنے حاضرو مشہود رہتی تھی ۔ انؐ کی آنکھیں تمام مادی حجابات کے آر پار دیکھتی تھیں ۔
دوم (۲) ’’ملکوت السماوات والارض کے مشاہدہ کا مقصد نظامِ کائنات اور حکومتِ الٰہیہ سے عملی و مادی تعارف کرانے کے بعد آنحضرتؐ کو جسمانی طور پر بھی خلافتِ الٰہیہ پر نائبِ خداوندی متعین کرنا تھا۔ ‘‘

(ا ۔ ح) ملکوت السماوات والارض کا انبیاؑ سے تعلق رہنا قرآن سے اور اس کے معنی مودودی سے :

اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ ملکوت السماوات و الارض سے انبیاء علیہم السلام کا ان کی ضرورت کے مطابق تعلق رہتا چلا آیاہے۔

عَمِلْتُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
کہ کی ہے تم نے اور یہ اوپر اللہ کے آسان ہے پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور
رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا
رسولؐ اس کے کے اور اس نور کے کہ نازل کیا ہے ہم نے اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ

بھی کیا جائے گا۔ (اور تم سے باز پرس بھی کی جائے گی) اور وہ سب کچھ کر دینا اللہ کے لئے بالکل آسان ہے (۸) لہٰذا تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس نورؐ پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ ان کارروائیوں سے جو تم اس نورؐ کے لئے کر رہے ہو

چنانچہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے فرمایا کہ :
مودودی ترجمہ: " ابراہیمؑ کو ہم اسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظامِ سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۵۳)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۞۷۵ انعام ۷۵ / ۶)

آیت کا مطلب واضح ہے کہ قریش کو قدیم مثال دے کر بتایا گیا کہ جس طرح ہم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکومتِ الٰہیہ اور نظامِ سلطنتِ خداوندی کا ملاحظہ و معائنہ کرایا ہے اسی طرح ابراہیمؑ کو بھی یہ مشاہدہ کرا چکے ہیں۔ اور یہ مشاہدہ اور ملاحظہ یا تعارف محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ (بقول علامہ بھی) اس لئے تھا کہ حضورؐ جس جس چیز کا بیان فرمائیں یا جس چیز کا وعدہ کریں مثلاً ۔ا۔ جنت ۔۲۔ جہنم ۔۳۔ میدانِ حشر ونشر۔۴۔ رجعت۔۵۔ بارہ معصومؑ خلفائے خداوندی کا یکے بعد دیگرے عادلانہ حکومت کرنا۔۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام آخر الزمان علیہ السلام سے بیعت کرنا۔۷۔ تمام انبیاءؑ کا نصرت امامؑ کے لئے حاضر ہونا۔۸۔ قیامت، کتاب و میزان اور شہداءؑ کا قیام کرنا۔۹۔ حساب و کتاب جزا و سزا کے فیصلے وغیرہ ان سب پر چشم دید گواہ رہیں (نساء ۴۲۔۴۱ / ۴) اور (نحل ۸۹ / ۱۶) ۱۰۔اور کوئی اُمت اور کوئی نبیؐ ایسا نہ رہے کہ جس کا تذکرہ تو رسولؐ اللہ بیان کریں مگر اس اُمت یا اس کے افراد کو اور ان کے انبیاءؑ کو حضورؐ نے برسرِ عمل نہ دیکھا ہو۔ ورنہ وہ تمام اُمتوں اور ان کے شہداء پر حاضر و ناظر گواہ نہ بن سکیں گے جن کا وعدہ سورۂ نساء اور نحل میں کیا گیا ہے۔

(ا۔ط) محمدؐ اللہ کا تعارف کرانے والے، ظہورِ خداوندی، نائبِ الٰہی اور حاکمیتِ خداوندی کے مشہود و مطلق العنان فرمان روا تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ نے اپنے وجود و صفات کا تعارف کرانے کے لئے پیدا کیا تھا علمائے حقّہ کے یہاں مصدّقہ و مسلّمہ ہے۔ اور حدیث قدسی (كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا) اس پر شاہدِ ناطق ہے۔ یہ بھی بار بار قرآن سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضورؐ، اوّلین، عابد، اوّلین مسلم، لہٰذا اوّلین مخلوق ہیں (۱۴ / ۶ اور ۸۱ / ۴۳) اور اسی بنا پر احادیث نے بتایا ہے کہ حضورؐ ہی لوحِ محفوظ و عرشِ خداوندی ہیں۔ اور اللہ نے حضورؐ کے نور کی ضیاء اور تموّج سے اس کائنات کی ہر مخلوق کو اور کائنات کو پیدا کیا تھا۔ اگر آنحضرتؐ بقول علمائے قریش صرف انسانوں کے لئے نبیؐ اور رسولؐ ہوتے تو نہ انہیں پوری کائنات اور عالمین کے لئے رحمت بنانے کی ضرورت ہوتی (انبیاءؑ ۱۰۷ / ۲۱) اور نہ حضورؐ کو تمام عالمین کے لئے نذیر مقرر کرنے کی احتیاج تھی (فرقان ۱ / ۲۵) اور پھر اگر نذیر العالمین بنا ہی دیا تھا تو اس کی کیا ضرورت تھی کہ سرکارؐ کو تمام نذیرؐوں سے پہلا نذیر فرمایا؟ (هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۞۵۶ (۵۶ / ۵۳ نجم) اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ کو اعلانِ نبوت کے وقت عالمین کے لئے رحمت و نذیر بنایا گیا تھا؟ تو جہاں سینکڑوں آیات احتجاج کرتی ہیں وہاں اللہ پر ظلم کرنے کا الزام بھی عائد ہوتا ہے۔ یعنی عالمین کو اور عالمین کی اربوں مخلوق کو اتنے طویل و لامحدود زمانے تک رحمت و ہدایت و نذارت سے محروم رکھ کر آخری زمانے کے عالمین کے ساتھ جانبداری برتی گئی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیقِ کائنات کے قبل سے مسلم و عابد و رحمت اور نذیر بنائے گئے تھے تاکہ ہر مخلوق زیورِ تخلیق کے ساتھ ساتھ ہدایت و رحمت کے سائے میں پیدا ہو (طٰہٰ ۵۰ / ۲۰) چنانچہ ملائکہ ہوں یا جنات، جمادات ہوں یا نباتات اور انسان ہوں یا دیگر حیوانات سب کی ہدایت کا مادی و مشہود انتظام آنحضرتؐ ہی کی ذمہ داری تھی۔

پہلے سے خبر دار ہے (۹) جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو جمع کرے گا اور وہ دن وہ ہو گا جس دن ہر شخص کو دوسرے شخص کا غبن کردہ سامان واپس دینا ہو گا اور جو کوئی اللہ پر قرآن میں بتایا ہوا ایمان لائے اور قرآن والے صالح اعمال کا پابند ہو جائے	تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ کرتے ہو تم خبر دار ہے جس دن اکٹھا کرے گا تم کو واسطے دن اکٹھا کرنے کے ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا یہ ہے دن غبن دینے کا اور جو کوئی ایمان لاوے ساتھ اللہ کے اور کام کرے اچھے

(۱۔ی) اللہ نے آنحضرتؐ کو پوری کائنات کا حاکم و نذیر بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی وسعت بیان کی ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾ (فرقان ۱۔۲ / ۲۵)

قارئین اگر مندرجہ بالا صورت حال کے ساتھ ملا کر ان آیات پر مخلصانہ و منظمانہ نظر ڈالیں :

علامہ مودودی کا ترجمہ یوں ہے ۔

"نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہاں والوں کے لئے نذیر ہو۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۳)

نذیر بنانے کا مقصد مسلسل بیان ہوا ہے ۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿٣﴾ (فرقان ۳ / ۲۵)

مودودی ترجمہ: "لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، جو خود اپنے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مارسکتے ہیں نہ جلاسکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

۲۔ آیات کے مقصد اور مدعا کو سرسری حیثیت دینے کے لئے مودودی نے تشریحات کی بھرمار کرکے توجہ منتشر کی ہے ۔

مندرجہ بالا آیات (۳ تا ۱ / ۲۵) میں نہایت سیدھے سادے اور انسانوں میں پسندیدہ طریقے سے تین باتیں فرمائی گئی ہیں ۔

اوّل یہ کہ ۔ لوگوں نے اللہ کے مملکتی انتظام میں بلا اجازت ایسے لوگوں کو شریک مشہور کر دیا ہے جو اس شرکت کے لئے کسی طرح موزوں اور اللہ کو قبول نہیں ہیں ۔ پھر

دوم یہ کہ ۔ اللہ اپنے مملکتی اور کائناتی انتظام و اقتدار سے مذکورہ لوگوں کو بے دخل و بے حیثیت ثابت کرنے کے لئے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پوری کائنات کو متنبہ کرنے کے لئے نذیر بناتا ہے ۔ اور

سوم یہ کہ ۔ رسوؐل کو مطمئن کرنے کے لئے اپنی اور مذکورہ لیڈروں کی پوزیشن واضح کرتا ہے ۔یعنی :

(الف) تمہیں ساری کائنات میں میری پوزیشن واضح کرنے میں کوئی دقت نہ ہو گی اس لئے کہ ہر شے ، اور خود وہ لیڈر بھی میری مخلوق ہیں اور ہر ایک کو تقدیر کے قانون میں باندھ رکھا ہے ۔جس سے وہ سرِ مُو ادھر ادھر نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا تمہاری کامیابی یقینی ہے کیونکہ تم بھی ہماری مقرر کردہ تقدیر و قدرت سے کام لوگے اور نتیجہ تمہارے حق میں نکلتا چلا جائے گا۔ مشکلات کے دوران (ب) تمہارا کام یہ ہو گا کہ انہیں موت و زیست و حشر و نشر اور نفع و نقصان پر چیلنج کرنا اور جب ان کے لیڈر چیلنج قبول نہ کریں گے تو عوام کی نظر میں گر جائیں گے ۔ اگر ضروری ہو تو تم نذارت کے ساتھ ساتھ نبوت و رسالت کو استعمال کر کے عملاً موت و زیست وغیرہ پر اللہ کا عطاکردہ قابو و قدرت دکھا دینا تاکہ معلوم ہو کہ حکومت الٰہیہ میں اللہ کے یہاں کیسے کیسے لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے ۔ اور اس شرکت پر اللہ کی طرف سے سند و ثبوت فراہم کیا جاتا ہے ۔اور (ج) جن عالمین پر تمہیں نذارت ،رسالت اور نبوت کے ماتحت آنے والے اختیارات دیئے جارہے ہیں ان پر میرے علاوہ

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
دور کرے گا اللہ اس سے برائیاں اس کی اور داخل کرے گا اس کو بہشتوں میں چلتی ہیں
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹
نیچے ان کے سے نہریں ہمیش رہنے والے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا

تو اللہ اس کی تمام برائیاں چھپا دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے اندر اور نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیام کریں گے اور وہ عظیم الشان کامیابی و کامرانی ہے۔

کسی اور کو حاکمیت و قدرت و اختیار حاصل نہیں۔ تمہارے معاملے میں دخل دینے والا کوئی نہ ہمارا مُتبنٰی یا بنایا ہوا بیٹا ہے نہ کوئی شریک ہے تم بالکل آزادانہ ومختارانہ اپنے فرائض انجام دینا، غلط دعویداروں کو ذلیل و خوار کردینا۔اور بس۔

(۲۔الف) علامہ کی تشریحات کی بھرمار سے ان آیات کا دوسرا تو کوئی ایسا مطلب نہیں نکلتا جو مقاصدِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہو۔

علامہ نے ان تین آیتوں پر دس عدد حاشیئے اور چار صفحات لکھے ہیں۔ اور اپنی قریشی مُلّائیت وعلمیت و بصیرت کا پورا زور لگایا دیا ہے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ان تینوں آیات میں نہ کوئی ربط دکھا سکے نہ ان کا کوئی اجتماعی مقصد دکھایا۔تینوں آیات کو ایک دوسری سے الگ کرکے لمبے چوڑے بیانات دیئے اور جب رسولؐ کی پوزیشن بیان کی تو نَذِيْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ کو گھسیٹ کر نَذِيْرٌ لِّلدُّنْيَا بنا دیا۔

علامہ ابلیس کے چہیتے پیرو اور دشمنِ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ لہٰذا ان کی متعلقہ تشریح ضرور سن لیں۔ "نذیر یعنی خبردار کرنے والا، متنبہ کرنے والا، غفلت اور گمراہی کے برے نتائج سے ڈرانے والا۔اس سے مراد "فرقان" بھی ہو سکتا ہے، اور وہ بندہ بھی جس پر فرقان نازل کیا گیا۔ الفاظ ایسے جامع ہیں کہ دونوں ہی مراد ہوسکتے ہیں اور حقیقت کے اعتبار سے چونکہ دونوں ایک ہی ہیں۔اور ایک ہی کام کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے کہنا چاہیئے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ پھر یہ جو فرمایا کہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں، پوری دنیا کے لئے ہے، اور اپنے ہی زمانے کے لئے نہیں آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہ مضمون متعدد مقامات پر قرآن مجید میں بیان ہوا ہے مثلاً فرمایا... وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷ الانبیاء۔ اور ہم نے تم کو تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاءؑ۔آیت ۱۰۷)" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۲) شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو قرآن کے بیان پر مطلع ہو اور علامہ کو رسولؐ کا دشمن قرار نہ دے اور ساتھ ہی ایسا کوئی عربی زبان جاننے والا نہ ملے گا جو علامہ کو نہایت بددیانت اور خیانت کار وفریب ساز مترجم وشارح کہنے میں تکلف کرے۔ بہرحال ہم پر علامہ کے دونوں ابلیسی فیصلوں کا جنازہ نکالنا واجب ہوگیا ہے۔

(۲۔ب) علامہ نے جھوٹ بولا ہے اور قرآن کی تکذیب بھی کی ہے۔ قرآن ہرگز نذیر نہیں نہ قرآن و رسولؐ ایک جیسے ہیں۔

چنانچہ قارئین یہ دیکھیں کہ سورۂ فرقان تک قرآن میں نو، دس (۱۰) جگہ لفظ نذیر استعمال ہوا اور ہر جگہ علامہ نے اسکے معنی بیان کئے لہٰذا یہاں سورۂ فرقان (۱/ ۲۵) میں اس لفظ کی توضیح فضول ہوتے ہوئے بھی اس لئے کی ہے کہ قاری کو زیر نظر آیات (۳ تا ۱/ ۲۵) کے مطالب سے دورترلے جایا جاسکے۔ پھر یہ دیکھیں کہ علامہ نے لفظ "نذیر" کی تشریحات میں کہیں بھی قرآن کو نذیر نہیں لکھا۔ اور اسی طرح لفظ قرآن و فرقان کی تشریحات میں قرآن و فرقان کو "نذیر" کا لقب نہیں دیا ہے۔ مگر آنحضرتؐ کو ان کے مقام بلند سے نیچے اتارنے کے لئے یہاں (۱/ ۲۵) حضورؐ کو ایک کتاب بنا دیا۔ جو پڑھنے والے اور سمجھنے والے کی محتاج ہوتی ہے۔ ہم خود علامہ کے قلم سے وہ فرق دکھاتے ہیں جو قرآن اور رسولؐ میں ہے۔

(۱) قرآن بقول علامہ ساری اسلامی شریعت کا بھی حامل نہیں ہے۔

علامہ لکھتے ہیں کہ: "قرآن کے متعلق یہ بات بھی ایک عام ناظر کے کان میں پڑی

وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ

اور جو لوگ کہ کافر ہوئے اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو یہ لوگ ہیں رہنے والے

النَّارِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۰﴾

آگ کے ہمیش رہنے والے بیچ اس کے اور بری ہے جگہ پھر جانے کی

(۱۰) اور جن لوگوں نے حقائق اسلام کو چھپایا اور یوں ہماری آیات کے مفاہیم کو جھٹلایا وہ جہنم جانے والے صحابہ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ آگ ہی میں رکھے جائیں گے اور ان کے لئے انجام کار یہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

ہوئی ہوتی ہے کہ "یہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور ایک کتاب آئین ہے" مگر جب وہ اسے پڑھتا ہے تو اس میں معاشرت اور تمدن اور سیاست اور معیشت وغیرہ کے تفصیلی احکام و ضوابط اس کو نہیں ملتے۔ بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ نماز و زکوۃ جیسے فرائض کے متعلق بھی، جن پر قرآن بار بار اس قدر زور دیتا ہے، اس نے کوئی ایسا ضابطہ تجویز نہیں کیا ہے جس میں تمام ضروری احکام کی تفصیل درج ہو۔ یہ چیز بھی آدمی کے ذہن میں خلجان پیدا کرتی ہے کہ آخر یہ کس معنی میں ہدایت نامہ ہے۔ اس معاملے میں ساری الجھن صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کی نگاہ سے حقیقت کا ایک پہلو بالکل اوجھل رہ جاتا ہے، یعنی یہ کہ خدا نے صرف کتاب ہی نازل نہیں کی تھی، بلکہ ایک پیغمبرؐ بھی مبعوث فرمایا تھا، اگر اصل اسکیم یہ ہو کہ بس ایک نقشۂ تعمیر لوگوں کو دے دیا جائے اور لوگ اس کے مطابق خود عمارت بنالیں، تو اس صورت میں بلاشبہ تعمیر کے ایک ایک جزء کی تفصیل ہم کو ملنی چاہیئے۔ لیکن جب تعمیری ہدایات کے ساتھ ایک انجینئر بھی سرکاری طور پر مقرر کر دیا جائے اور وہ ان ہدایات کے مطابق ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دے، تو پھر انجینئر اور اس کی بنائی ہوئی عمارت کو نظر انداز کر کے صرف نقشے ہی میں جزئیات کی تفصیل تلاش کرنا اور پھر اسے نہ پا کر نقشے کی ناتمامی کا شکوہ کرنا غلط ہے"
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۷) دوسرے صفحہ پر لکھا ہے کہ:
۲۔ "ان ہدایات کے مطابق عملاً اسلامی زندگی کی صورت گری کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ انہیں مامور ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ دنیا کو اس انفرادی سیرت و کردار اور اس معاشرے اور ریاست کا نمونہ دکھا دیں جو قرآن کے دئے ہوئے اصولوں کی عملی تعبیر و تفسیر ہو" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۸)
علامہ کے اس تفصیلی فرق پر اس کے سوا اور کیا کہیں کہ علامہ نے سورۂ فرقان تک پہنچتے پہنچتے ایک نقشے کو انجینئر کے برابر کر دیا۔ اللہ سے کلام کرنے والی ذات پاک کو کلام بنا دیا۔ اور سنیئے:
۳۔ "ذکر" (قرآن۔احسنؐ) فرشتوں کے ذریعہ بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ براہ راست چھاپ کر ایک ایک انسان تک بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ مگر محض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا...اس مقصد کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ اس "ذکر" کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے۔

قرآن کے نقائص اور رسولؐ کے فوائد اور کام: وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اس کا مطلب سمجھائے۔ جنہیں کچھ شک ہو ان کا شک رفع کرے۔ جنہیں کوئی اعتراض ہو ان کے اعتراض کا جواب دے...ان کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے" (تفہیم صفحہ ۵۴۳ جلد دوم) اگلے صفحہ پر لکھا کہ:
۴۔ "نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا قرآن نبیؐ کی تشریح و تبیئین کے بغیر خود اپنے بھیجنے والے (یعنی اللہ۔احسنؐ) کے قول کے مطابق ہدایت کے لئے ناکافی ہے" (ایضاً صفحہ ۵۴۴)
قارئین نے دیکھ لیا کہ علامہ نے آنحضرتؐ کو قرآن کے برابر قرار دے کر حضورؐ پر کتنا ظلم کیا؟ پبلک کو فریب میں مبتلا کر کے آیات (۳ تا ۱ / ۲۵) کے مضمون اور مقصد سے دور لے گئے۔ اب علامہ کی دوسری خیانت کو سامنے لائیں۔

(۲) علامہ نے رسولؐ کی شان گھٹانے کے لئے جانتے بوجھتے عالمین کے معنی دنیا کئے۔ اور دیکھیں کہ علامہ نے رسولؐ کے مقابلے میں عالمین کو دنیا بنایا ہے۔

لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا ﴿۱﴾ (فرقان ۱ / ۲۵)

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر ساتھ حکم اللہ کے اور جو کوئی ایمان لاوے ساتھ اللہ کے

يَهۡدِ قَلۡبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ

ہدایت کرتا ہے دل اس کے کو اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی

(۱۱) اور کسی پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں آتی ہے۔ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا حقیقی عالم ہے (۱۲) اور تم سب اللہ کی اطاعت کرو

۱۔شاہ ولی اللہ : ’’تاباشد تر سانندہ عالمھارا (ترجمہ صفحہ ۴۸۱)

۲۔رفیع الدین: ۔’’تو کہ ہووے واسطے عالموں کے ڈرانے والا (ترجمہ صفحہ ۴۰۵)

۳۔مودودی : ’’تاکہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۳۱۔۴۳۲)

۴۔’’ایک ملک کے لئے نہیں، پوری دنیا کے لئے ‘‘(ایضاً صفحہ ۴۳۲)

رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (انبیاءؑ ۱۰۷ / ۲۱)

۱۔شاہ ولی اللہ : ’’زروئے مہربانی بر عالمھا ‘‘(ترجمہ صفحہ ۴۴۲)

۲۔رفیع الدین : ’’مگر رحمت واسطے عالموں کے ‘‘(ترجمہ صفحہ ۳۷۲)

۳۔مودودی : ’’تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے‘‘(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۳۲ حاشیہ ۴)

۴۔’’ تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔‘‘(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۸۹)

۵۔’’تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔‘‘(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۹۲)

۶۔’’نوع انسان کے لئے خدا کی رحمت ہے ‘‘(ایضاً صفحہ ۱۹۲)

قارئین نے دیکھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ، جنہیں مودودی بھی حکیم اُمت اور خاتم المحدثین مانتے ہیں ۔ دو صدی قبل لفظ عالمین کاترجمہ تمام عالم (عالمھا) کرتے ہیں اور ان کے صاحبزادے جناب علامہ رفیع الدین مرحوم بھی تمام عالم لکھتے ہیں۔ لیکن علامہ مودودی عالمین کو پہلے دنیا بناتے ہیں اور دنیا میں بھی ساری مخلوقات کے لئے رحمت ہونے کی نفی کرکے آخر صرف نوع انسان تک محدود کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ اس شخص نے رب العالمین کا ترجمہ ’’تمام کائنات کا رب‘‘ (سورۂ فاتحہ) کیا تھا ۔ لیکن اس شخص کو نبوت و رسالت سے ایسی گہری دشمنی ہے کہ جہاں جہاں لفظ عالمین انبیا علیہم السلام کے سلسلے میں آیا ہے اس نے بھول کر بھی اس کا ترجمہ کائنات یا تمام جہان نہیں کیا ہے ۔

اللہ نے مشرک مسلمانوں کا منہ بند کرنے کے لئے انبیاءؑ کی حکومتوں کا اعلان کیا۔ بہرحال قریشی ملاعین نے چاہا کہ اس کائنات کی بادشاہت و حاکمیت اللہ کے سوا کسی اور سے وابستہ نہ ہو لیکن اللہ نے بار بار انبیاءؑ کو اپنی حکومت و حاکمیت و اقتدار میں شامل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ کی حکومت و حاکمیت کے لئے انبیاءؑ کو اپنا نائب بنایا اور ان کو ملک السموات والارض کے دیئے جاتے رہنے کا ان ہی الفاظ میں اعلان فرمایا ہے جو الفاظ اپنی حکومت وحاکمیت کے لئے استعمال کئے ہیں ۔ چنانچہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ :

(۲ ۔ ج) حکومت کا عطا کرنا و اقتدار سونپنا اللہ کا کام ہے نہ کہ خود حاکم بن بیٹھنا ؟

مودودی ترجمہ : ’’کہو ! خدایا! ملک کے مالک تو جسے چاہے، حکومت دے اور جس سے چاہے، چھین لے ‘‘ (آلِ عمران ۲۶ /۳ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۳)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِى الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ﴿۲۶﴾ آل عمران

قارئین اس اصول کو سامنے رکھیں کہ ساری کائنات کی حکومت و اقتدار کا حقیقی مالک اللہ ہے اور حکومت الٰہیہ کا عطا کرنا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے لہٰذا جو کوئی کسی حکومت کو یا بادشاہ یا خلیفہ یا سلطان کو من جانب اللہ ایک جائز حاکم یا حکومت کہے اس سے اللہ کا وہ حکم طلب کرو جس کی رو سے یہ ثابت ہو سکے کہ اللہ نے اس کو حکومت عطا کی تھی ۔ اگر ایسا حکم

وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی
اور فرماں برداری کرو رسولؐ کی پس اگر پھر جاؤ تم پس سوائے اس کے نہیں کہ اوپر
رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ
رسولؐ ہمارے کے ہے پہنچا دینا ظاہر اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ اور اوپر اللہ ہی کے

اور محمدؐ رسولؐ اللہ کی اطاعت کرو چنانچہ اگر تم اللہ ورسولؐ کی اطاعت کے بجائے اپنی ولایت بنالو تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے رسولؐ کی ذمہ داری اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ٹھیک ٹھیک سمجھا بجھا کر حجت تمام کردے۔ (۱۳) اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں معبود اللہ ہی ہے اور

نہ دکھایا جائے تو وہ حاکم یا حکومت اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا بادشاہ یا خلیفہ نہیں۔ دنیاوی وسائل کو غلط یا صحیح استعمال کرکے خود بخود بادشاہ یا خلیفہ بنا ہوا یا لوگوں کا بنایا ہوا کہلائے گا۔

(۲۔د) عہد موسیٰؑ اور بعد کے مُلّا حضرات مانتے تھے کہ خلافت الٰہیہ کا عطا کرنا اللہ اور نبیؑ کا کام ہے۔

چنانچہ قرآن بتاتا ہے کہ: موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے مولویوں نے اپنے نبیؑ سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک ملک (بادشاہ) کا تقرر فرمادیں"

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلْمَلَإِ مِنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰٓ إِذْ قَالُوا۟ لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ٱبْعَثْ لَنَا مَلِكًا ﴿۲۴۶﴾ (بقرہ ۲۴۶ / ۲)

یہاں قارئین نوٹ کرلیں کہ قریشی لیڈروں کا آنحضرتؐ کی جگہ حکومت پر بلا کسی حکمِ خدا و رسولؐ کے قبضہ کرلینا سراسر باطل تھا۔ اسی لئے ہم قریش کی حکومت کو غاصبانہ اور قومی حکومت لکھتے رہے ہیں۔ اور اس معاملہ میں مسلمانوں کو بنی اسرائیل سے بھی زیادہ گمراہ اور بدعقیدہ سمجھتے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کم از کم خود بخود حکومت سازی کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور حکومت و حاکم بنانے کا اختیار اللہ و نبیؑ سے مخصوص رکھتے تھے۔ مگر وہ بھی قریش کی طرح حاکم بننے کا حقدار دولتمندوں اور سرمایہ داروں کو سمجھتے ہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ:

(۲۔ہ) بنی اسرائیل کے مُلّا سرمایہ داروں ہی کو حکومت کا حقدار سمجھتے تھے نبیؑ ان کا مخالف تھا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ....(۲۴۷) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَٰرُونَ تَحْمِلُهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾ (بقرہ ۲۴۸ / ۲)

علامہ کا ترجمہ: "ان کے نبیؑ نے ان (مُلّاؤں۔احسنؔ) سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ (مَلِک) مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ (مُلّا۔احسنؔ) بولے" ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہوگیا؟ اس کے مقابلہ میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے" نبیؑ نے جواب دیا کہ اللہ نے تمہارے مقابلہ میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی و جسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے دے، اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔" اس کے ساتھ ان کے نبیؑ نے ان کو یہ بھی بتایا کہ "خدا کی طرف سے اس کے بادشاہ مقرر ہونیکی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمہیں واپس مل جائے گا، جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکون قلب کا سامان ہے، جس میں آلِ موسیٰؑ اور آل ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، اور جس کو اس وقت فرشتے سنبھالے (اٹھائے۔احسنؔ) ہوئے ہیں۔ اگر تم مومن ہو تو یہ تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۸۷ تا ۱۸۹)

اس طویل و مفصل دو آیات میں پھر ثابت ہوا کہ اللہ اپنی حکومت صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ اپنی حکومت جسے چاہتا ہے دے سکتا ہے اور دیتا رہا ہے۔ اور اس آیت میں قریشی ذہنیت کی قدامت بھی دکھا دی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس زمانہ ہی سے مولوی ذہنیت کا معیار حکومت اللہ اور انبیاؑ کے معیارِ حکومت سے مختلف ہو گیا تھا۔ مُلّا یا دانشورانِ قوم حکومت کا حق مالداروں کے لئے مخصوص کرتے تھے لیکن اللہ اور انبیاؑ کے یہاں حکومتِ خداوندی کے لئے علمی و جسمی صلاحیت لازم تھی۔

(۲۔و) آلِ محمدؐ کو محمدؐ کی طرح آلِ موسیٰؑ و آلِ ہارونؑ سے کہیں زیادہ افضل ہونا ضروری ہے۔ یہاں یہ بات

فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ

پس چاہیئے کہ توکل کریں ایمان والے اے لوگو جو ایمان لائے ہو تحقیق بعضی

اَزۡوَاجِكُمۡ وَ اَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ ۚ وَ اِنۡ

بیبیاں تمہاری اور اولاد تمہاری دشمن ہیں واسطے تمہارے پس بچو ان سے اور اگر معاف کرو

ایمان لانے والوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کیا کریں (۱۴) اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تمہاری ازواج اور اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن بھی ہیں ذرا ان سے بچ کر رہا کرو البتہ اگر تم ان سے چشم پوشی کرو اور درگزر سے کام لینا چاہو

خاص طور پر نوٹ کرنا چاہیئے کہ حضرت سموئیل نے مُلاّ حضرات کو طالوتؑ کی حکومت کی جو علامت و خصوصیت بتائی وہ یہ تھی کہ "فرشتے تابوت سکینہ کو اٹھائے ہوئے آئیں گے اور اس تابوت میں آلِ موسٰیؑ اور آلِ ہارونؑ کا چھوڑا ہوا سامان ہوگا" چونکہ علامہ انبیاؑ علیہم السلام کے عموماً اور انبیاؑ کی آلؑ و اولاد کے خصوصاً دشمن تھے اس لئے انہیں یہ پسند نہ آیا کہ آلؑ موسٰیؑ اور آلؑ ہارونؑ کے استعمال کردہ سامان کو فرشتے اٹھا کر لائیں۔ اس لئے انہوں نے آیت کے اس حصے کے معنی میں ردو بدل اور خیانت کی ہے جس میں تابوت سکینہ کی آمد بیان ہوئی ہے۔

(۲۔ ز) رسالتؐ اور خانوادۂ رسالتؐ کی عظمت پر پردہ ڈالنے کے لئے قرآن میں خیانت ضروری ہے۔

ہمارا فریضہ یہ تھا کہ ہم اُمت اور انسانیت کے سامنے وہ تمام بددیانتی، خیانت، فریب سازی اور عیاریاں رکھ دیں جو قریش اور ان کی قومی حکومتوں اور ان کے وظیفہ خوار علما نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ اسلام کی آڑ میں روا رکھیں ہمیں معلوم ہے کہ ہم قریشی سازش کو واضح کرنے میں اتنی فرصت نہ پا سکے کہ قرآن کریم کے دیگر احکام و مسائل اور مختلف علوم و فنون پر توجہ دے سکیں۔ ہم نے علوم القرآن اور احکام القرآن کے بیان کو اپنی کتاب "نظامِ ہدایت وتقلید" کے لئے پس انداز کرکے یہ ہی ضروری سمجھا کہ قریشی سازش کو پہلے کھول کر رکھ دیا جائے۔ رہ گئے قرآنی مسائل وہ تو یوں بھی چودہ سو سال سے علما لکھتے چلے آرہے ہیں لیکن جس چیز پر قلم نہیں اٹھایا گیا اسے مکمل کرنا فرض تھا بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ قرآن کی "آپ بیتی" لکھنے کی ابتدا ہوجائے ہمارے بعد ذی علم حضرات اسے اور چار چاند لگا دیں گے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ فی الحال مسلمانوں کے دونوں، شیعہ سنی علما ہماری تحریروں کو پبلک تک پہنچانے میں مانع ہیں۔ لیکن اس محاذ کی وجہ سے ہم ان تشریحات کو ملتوی نہ کرسکتے تھے۔ جلد وہ وقت آئے گا جب انسان اپنے محسوسات کو کھل کر بیان کرسکے گا۔ اور اس کی آزادئ تقریر میں مذہبی جنون حارج نہ ہوگا۔ اور تصوراتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ایسے ہی زمانہ میں نتیجہ خیز ہوں گے۔ بہرحال یہاں تابوتِ سکینہ والی آیت اوراس کے مختلف تراجم دیکھیں اور علامہ کی دشمنی پر ابلیس کو داد دیں۔ اس لئے کہ ابلیس سن سکتا ہے مگر علامہ کے کانوں میں موت کی ڈاٹ لگا دی گئی ہے وہ اب حقیقی معنوں میں مردہ ہے۔

(۲۔ح) تابوتِ سکینہ کو ملائکہ اٹھا کر لائیں گے آلِ موسٰیؑ اور آلِ ہارونؑ کی عظمت۔

نبیؑ نے فرمایا:

"يَأۡتِيَكُمُ التَّابُوۡتُ فِيۡهِ سَكِيۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَاٰلُ هٰرُوۡنَ تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ﴿۲۴۸﴾ (الخ البقرۃ: ۲۴۸ / ۲)

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ: "گفت ایشان را پیغامبر ایشان ہر آئینہ نشانِ بادشاہی او آنست کہ بیاید بشما صندوق (تابوت) کہ درآن آرام دل است از پروردگارِ شما و بقیہ از تبرکاتے کہ گزاشتند آل موسٰیؑ و آل ہارونؑ بر میدارند اورا فرشتگان" (صفحہ ۵۳)

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: "کہا ان کو ان کے نبیؑ نے نشان اس کی سلطنت کا یہ کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسٰیؑ اور ہارونؑ کی اولاد اٹھا لاویں اس کو فرشتے" (ایضاً صفحہ ۵۳)

علامہ شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ: "کہا واسطے ان کے نبیؑ ان کے نے تحقیق نشانی بادشاہی اس کے کی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس صندوق بیچ اس کے تسکین ہے پروردگار تمہارے سے اور باقی ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئی قوم موسٰیؑ کی اور قوم ہارونؑ کی اٹھا لاویں گے اس کو فرشتے" (ترجمہ صفحہ ۴۴)

اور انہیں ان کی خطاؤں پر بخش دینا چاہو تو سمجھو کہ یقیناً اللہ بھی غفور اور رحیم ہے ۔ (۱۵) یہ بھی سمجھ لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس جو اجر و ثواب تمہارے لئے موجود ہے وہ عظیم الشان ہے۔	تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اور در گزر کرو اور بخش دو ان کو پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے سوائے اس کے اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ نہیں کہ مال تمہارے اور اولاد تمہاری آزمائش ہے اور اللہ نزدیک اس کے ہے ثواب بڑا

یہ تین اردو و فارسی کے قدیم ترین ترجمے ہیں اور تینوں میں یہ دو اہم باتیں صحیح ترجمہ سے تسلیم کی گئی ہیں کہ :
(۱) تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے پاس لایا جائے گا ۔
(۲) اور تابوت لانے والے ملائکہ ہوں گے ۔
مگر علامہ ان دونوں باتوں کو یوں گول کرتے ہیں :
(۱)" يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ (۱) "صندوق تمہیں واپس مل جائے گا "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۸۸)
(۲) تَحْمِلُهُ الْمَلَٰٓئِكَةُ (۲) جس کو اس وقت فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)
یعنی اس شخص کے نزدیک وہ تابوت ملائکہ کی تحویل میں تھا اور پھر کسی وقت کسی طرح بنی اسرائیل کو مل جائے گا۔ فرشتوں کے اُٹھا کر حاضر ہونے کی نفی کر دی گئی ۔ حالانکہ اللہ نے نہایت سادہ اور بار بار استعمال ہونے والے الفاظ میں تابوت کے لائے جانے کا اعلان کیا ہے یعنی :
يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ (۲۴۸ / ۲) اس جملے میں علامہ نے پہلے لفظ يَأْتِيَكُمُ کے معنی "تمہارے پاس لایا جائے گا " نہیں کئے ہیں مگر ہم دکھاتے ہیں کہ دوسرے مقامات پر اس لفظ کے صحیح معنی و ترجمہ کرتے رہے ہیں مثلاً :
(۱) قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللَّهُ ﴿۳۳﴾ (ہود ۳۳ / ۱۱) "جواب دیا ! وہ تو اللہ ہی لائے گا "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)
علامہ کی قرآن کے تراجم اور تشریحات میں بد دیانتی اور خیانت بار بار سامنے لائی جا چکی ہے اس کے بعد اس آیت کا آخری مذکورہ جملہ لیجئے فرمایا گیا کہ : تَحْمِلُهُ الْمَلَٰٓئِكَةُ ﴿۲۴۸﴾ (البقرۃ: ۲۴۸ / ۲)
اس جملے میں بھی علامہ نے پہلے لفظ تَحْمِلُهُ کا ترجمہ نہ "اٹھائے ہوئے" کیا نہ "لئے ہونے آنا" لکھا ہے مگر ہم علامہ کا صحیح ترجمہ بھی دکھاتے ہیں تاکہ ایک ہی آیت میں دو عدد بد دیانتیاں پوری ہو جائیں :
فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ﴿۲۷﴾ (مریمؑ ۲۷ / ۱۹)
موودوی ترجمہ : "پھر وہ (مریمؑ۔احسن) اس بچے کو "لئے ہوئے " اپنی قوم میں آئی۔" (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۶۵)

۳۔ اللہ نے اپنی کائناتی حکومت نوع انسان کی پیدائش سے کہیں پہلے اپنے خلیفہ کے ماتحت کردی تھی ۔

یہاں ہم یہ دکھائیں گے کہ ابلیس اور قریش کی خالص توحید اور حکومت الٰہیہ سے انبیاؑ علیہم السلام کی نفی ایک بڑا قدیم فریب ہے اللہ نے قرآن میں ملائکہ اور انبیاؑ کو اپنے ہر کام میں شریک و شامل رکھا ہے ۔ چنانچہ حضرت آدمؑ علیہ السلام کی تخلیق ہی اس غرض سے کی گئی تھی کہ انہیں اللہ اپنا خلیفہ ، نائب و جانشین بنائے ۔ (بقرۃ ۳۰ / ۲)

(۳۔الف) لفظ خلیفہ کے معنی اور آدمؑ کی خلافت کی تشریح مودودی کے قلم سے۔ اس سلسلے میں مودودی کے چند جملوں کا پڑھنا ضروری ہے تاکہ خلیفہ اور خلافت کی پوزیشن واضح ہوجائے اور علامہ کی مشرکانہ بکواس کے خلاف ان ہی کے قلم سے دلیل مل جائے ۔ لکھا ہے کہ :

(۱) خلیفہ کی پوزیشن: "خلیفہ : وہ جو کسی کی "مِلک میں " اس کے "تفویض کردہ اختیارات " اس کے نائب کی حیثیت سے "

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا

پس ڈرو اللہ سے جتنا ڈر سکو تم اور سنو اور فرماں برداری کرو اور خرچ کرو بہتر ہو گا

لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

واسطے جانوں تمہاری کے اور جو کوئی بچایا جاوے بخیلی جان اپنی کی سے

(۱۶) چنانچہ تم لوگوں سے کم از کم جتنا بھی ہو سکے اتنی ذمہ داریاں تو اختیار کرلو اور رسولؐ کی بات سن لیا کرو اور ہو سکے تو اطاعت بھی کر لیا کرو اور ضرورت مندوں پر خرچ بھی کر دیا کرو یہ باتیں تمہاری جان بچانے کے لئے بہتر ثابت ہوں گی

استعمال کرے۔ خلیفہ مالک نہیں ہوتا، بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۲ زیر آیت ۲/۳۰) اور سنئے:

(۲) ملائکہ سے تعلق اور خلیفہ کی مزید کائناتی پوزیشن: "یہ فرشتوں کا اعتراض نہ تھا بلکہ استفہام (سوال۔احسنؔ) تھا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ "سلطنتِ کائنات کے اس نظام میں" کسی با اختیار مخلوق کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۲۔۶۳)

(۳) اللہ کی تسبیح و تقدیس اور اس کے تمام کام ملائکہ انجام دے رہے تھے پھر بھی خلیفہ کی کمی کائنات میں محسوس تھی۔

پھر یہ دیکھیں کہ اللہ کے تمام کام ملائکہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتے ہوئے اور پوری کائنات میں اس کی عبادت و تقدیس جاری رہنے کی باوجود ملائکہ خلیفہ کی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر تھے۔ علامہ اقرار کرتے ہیں کہ:
"بلکہ اُن (ملائکہ۔احسنؔ) کا مطلب یہ تھا کہ حضور کے فرامین کی تعمیل ہو رہی ہے آپ کے احکام بجا لانے میں ہم پوری طرح سرگرم ہیں اور آپ کی تسبیح و تقدیس بھی ہم خدام ادب کر رہے ہیں۔ اب کمی کس چیز کی ہے کہ اس کے لئے ایک خلیفہ کی ضرورت ہو؟ ہم اس کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔" (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۴) فرشتوں کو اللہ کا جواب مودودی کے قلم سے؟ لگے ہاتھ مودودی کی زبانی اللہ کا جواب بھی سن لیں:

"خلیفہ مقرر کرنے کی ضرورت و مصلحت میں جانتا ہوں تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ اپنی جن خدمات کا تم ذکر کر رہے ہو، وہ کافی نہیں ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر کچھ مطلوب ہے۔" (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۵) خلیفہ خداوندی کائنات کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور کائنات کی ہر چیز مع ملائکہ اس کی مطیع و مسخر ہے۔

مودودی کے چند اور جملے جن سے خلیفۂ خداوندی کی عظمت مطلوب ہے: ۱۔ "آدمؑ کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام اشیا کا علم دینا تھا۔ ۲۔ گویا اس طریقے سے اللہ نے فرشتوں کو بتادیا کہ میں آدمؑ کو صرف اختیارات ہی نہیں دے رہا ہوں بلکہ علم بھی دے رہا ہوں۔" ۳۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقۂ کائنات میں جس قدر فرشتے مامور ہیں۔ ان سب کو انسان (خلیفہ۔احسنؔ) کے لیئے مطیع و مسخر ہوجانے کا حکم دیا گیا" (ایضاً صفحہ ۶۳ تا ۶۵)

(۶) فرشتوں کا کارہائے خداوندی انجام دینا اور خلیفہ خداوندی سے بہت کم علم ہونا۔

ملائکہ کو اللہ نے کائناتی کام انجام دینے کے لئے ڈیوٹیاں سپرد کر رکھی ہیں یعنی اللہ خود براہ راست ہر کام نہیں کرتا بلکہ ملائکہ کو واسطہ و وسیلہ بنا رکھا ہے اور یہ بھی کہ ملائکہ کو خلیفہ کے مقابلے میں بہت کم علم دیا گیا ہے یہ آخری اقتباس اور سن لیں:
"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرشتے اور فرشتوں کی ہر صنف کا علم صرف اسی شعبے تک محدود ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ مثلاً ہوا کے انتظام سے جو فرشتے متعلق ہیں، وہ ہوا کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں مگر پانی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ یہی حال دوسرے شعبوں کے فرشتوں کا ہے۔ انسان کو ان کے برعکس جامع علم دیا گیا ہے۔" (تفہیم القرآن اوّل صفحہ ۶۴)

(۷) مندرجہ بالا بیانات سے علامہ کے تمام عقائد باطل اور انبیاؑ و ملائکہ کی شرکت ثابت۔ حکومت و حاکمیت کے متعلق علامہ کا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

پس یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے اگر قرض دو تم اللہ کو قرض اچھا

يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ

دو گنا کرے گا اس کو واسطے تمہارے اور بخشے گا واسطے تمہارے اور اللہ

اور جس کسی کو اللہ قلبی بخیلی سے محفوظ کر دے وہی لوگ ہوتے ہیں جو کامیاب ہوا کرتے ہیں (۱۷) اے مومنین اگر تم اللہ کو قرض حسنہ ہی دے دیا کرو تو اللہ تمہاری دی ہوئی رقم کو تمہارے لئے دو گنا کر دیا کرے اور تمہاری بخشش کرے اور اللہ تو بھلائی کرنے والوں کا قدر دان نرم مزاج ہے۔

عقیدہ یہ تھا کہ حاکمیتِ خداوندی میں کسی غیر اللہ کو جزوی یا کلی کسی قسم کی شرکت حاصل نہیں ہے ۔ لیکن قرآن اور ان کے اپنے بیان سے انبیاؑ اور ملائکہ کو اللہ کا اپنے انتظامِ کائنات اور حاکمیتِ کائنات میں شریک کرنا ثابت ہے ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل جملوں میں سے علامہ نے تسلیم کیا ہے کہ :

۱۔ اللہ نے اپنی مِلکیت اور حاکمیت میں خلیفہ کو اختیارات تفویض کر کے اپنا نائب مقرر کیا تاکہ عطا کردہ اختیارات سے کائناتی حکومت کے انتظام میں اللہ کا مطلوبہ انتظام و تصرف کرے اور ۔

۲۔ اللہ نے خلیفہ کے حضور میں ساری کائنات اور ملائکہ کو مطیع و مسخر کر رکھا ہے ۔ تاکہ اس کی بے چوں و چرا اطاعت کی جائے اور بلا تاخیر اس کے احکام بجا لائے جائیں ۔

۳۔ خلیفۂ خداوندی کو کائنات کی ہر چیز کا علم اور ان پر اختیار دیا گیا ہے ۔

۴۔ اللہ نے کائنات کے تمام شعبوں کو ملائکہ کے ہاتھ سونپا ہوا ہے جو اس کی مرضی اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں ۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ آئندہ ہر اس آدمی کو ابلیس کا نمائندہ سمجھیں جو اللہ کو اس کی عظمت و تقدس اور قدرت کی آڑ میں بلا وسیلہ اور بلا واسطہ بذاتہٖ کام کرنے والا کہتا یا لکھتا ہوا ملے یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ :

(۸) رسولوںؑ کو اللہ سے جدا کرنے والے مذہب کے مسلمان حقیقی کافر ہیں ۔

"جن مسلمانوں نے اللہ اور رسولوں کے تعلق کو چھپانے کی مہم چلائی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کو اس کے رسولوںؑ سے الگ کر کے ایک درمیانی مذہب جاری کرنے کا منصوبہ قائم کر گزریں ۔ جس میں بعض چیزوں کو مان لیا جایا کرے اور بعض کی حقیقت کو چھپایا جا سکے ۔ وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنی میں حق پوشی کی اسکیم کے سرغنہ ہیں. (نساء ۱۵۱۔۱۵۰ / ۴)

۴۔ سورۂ تغابن میں قریشی مسلمانوں کی صفات اور ان کو ساتھ رکھنے کا بیان ہوتا رہا ہے ۔

سورۂ تغابن میں حکومت الٰہیہ کے سلسلے میں مومن و کافر کا تذکرہ کر کے قریش کے ان مومنین کی صفات و حالات بیان ہوئے ہیں جو قومی حکومت و ولایت کے قیام میں کوشاں تھے (۶ / ۶۴) ان کے دلوں میں مخفی منصوبے اور ظاہری پروپیگنڈے میں برابر ایمان و کفر جاری رہتا تھا ۔ وہ اپنے اعلانیہ اور پوشیدہ بیانات میں آیاتِ خداوندی کے غلط معنی کر کے تکذیب کرتے تھے ۔ (۱۰، ۴ / ۶۴) سابقہ اُمتوں کی طرح اپنی جمہوری اور قومی حکومت قائم کر رہے تھے۔ (۱۲، ۲ / ۶۴) پہلے ان سے چاہا گیا کہ وہ اس نورؑ پر ایمان لے آئیں جسے رسولؐ کے بعد اسلام کی سربراہی کرنا تھی ۔(۸ / ۶۴) تعمیل نہ کرنے اور قومی ولایت پر جمے رہنے کے بعد چاہا گیا کہ وہ اللہ ہی کی طرح رسولؐ کی اطاعت بھی اختیار کرلیں (۱۲ / ۶۴) یہ بھی نہ کیا تو صرف اللہ کی اطاعت کے لئے کہا گیا (۱۶ / ۶۴) اور اللہ کی اطاعت میں بھی یہ کہہ کر ڈھیل دی گئی کہ اللہ کی کم از کم اتنی اطاعت کرلیا کرو جتنی تم سے ہوسکے (۱۶ / ۶۴) مطلب یہ تھا کہ جب تک تم بالکل منکر اسلام ہونے کا اعلان نہ کر دو مسلمانوں میں شمار کیا جاتا رہے گا ۔ انہیں ضرورت مندوں کے لئے مالی مدد دینے کا حکم دیا گیا (۱۶ / ۶۴) مگر ان کی بخیلی اور اولاد و ازواج سے ان کا لگاؤ دیکھ کر (۱۵۔۱۴ / ۶۴) ان سے دو گنے منافع پر قرض مانگا گیا (۱۷ / ۶۴) ان کی اولاد و ازواج اور مال و دولت کو فتنہ اور ان کا دشمن بتا کر انہیں دین کی طرف متوجہ کیا گیا (۱۵۔۱۴ / ۶۴) اور صرف اللہ پر توکل کرنے کی دعوت دی گئی (۱۳ / ۶۴) اجر عظیم کا لالچ دیا گیا (۱۵ / ۶۴) انہیں یہ کہہ کر ڈرایا گیا کہ دیکھو ایک دن

شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

قدردان ہے تحمل والا جاننے والا پوشیدہ کا اور ظاہر کا غالب صاحب حکمت

(۱۸) غیب کی ہر چیز کا بھی عالم ہے اور مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کا بھی عالم ہے ہر حال میں غالب حکمت والا ہے

تم سب کو جمع کر لیا جانے والا ہے۔ اس وقت تمہارے تمام غصبی مال اور غبن کی ہوئی دولت زبردستی رکھوالئے جائیں گے (۹ / ۶۴) ان کو بتایا گیا کہ اگر وہ حقیقی ایمان لے آئیں اور اصلاحی اعمال کرنے کے پابند ہو جائیں تو ان کی سابقہ غلطیاں، نافرمانیاں وغیرہ سب چھپا دی جائیں گی (یُکَفِّرْ) اور انہیں جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دیا جائے گا (۹ / ۶۴) مگر قریش نے خود پسندیدہ اسلام اختیار کیا۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ اثْنَتَا عَشَرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ (۱۲) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ

اے نبیؐ جس وقت طلاق دو تم عورتوں کو پس طلاق دو تم ان کو وقت عدت ان کی

وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ

کے اور گنو تم عدت کو اور ڈرو اللہ پروردگار اپنے سے مت نکال دو ان کو

مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ

گھروں ان کے سے اور نہ نکل جاویں وہ مگر یہ کہ کریں بے حیائی ظاہر

(۱) اے نبیؐ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت شروع کرنے کے حساب سے طلاق دیا کرو اور طلاق کے فوراً بعد عدت کی گنتی شروع ہو جانا چاہیئے اور طلاق کے معاملہ میں تقویٰ اور ذمہ داری بحال رکھنا اور اللہ اپنے پروردگار کے روبرو جوابدہی مدّ نظر رکھنا لازم ہے اور طلاق دیتے ہی نہ تو عورتوں کو ان کے گھروں سے نکالنا اور نہ وہ خود ہی نکل کر چلی جاویں۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے کھلی کھلی بے حیائی پر کمر باندھ رکھی ہو۔

تشریحات سورۂ طلاق :

ا۔ یوں تو رسولؐ اللہ ہی قرآن کے اوّل مخاطب ہیں لیکن یہ کہ حقیقتاً کہاں کہاں حضورؐ مخاطب ہیں آیت کے بیان سے معلوم ہو گا۔

قارئین کو رسولؐ اللہ کے علم و عظمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے اور جہاں جہاں حضورؐ کے علم و عظمت پر حرف آتا ہو وہاں یہ سوچنا چاہیئے کہ کیا اللہ خود ہی رسولؐ کو علم و عظمت عطا کرنے کے بعد ذلت و توہین انگیز طریقے پر مخاطب کرے گا؟ ظاہر ہے کہ اللہ اپنے فیصلے کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا گو وہاں خطاب کی تمام شرطیں حضورؐ کو مخاطب کر رہی ہوں تب بھی خطاب حضورؐ سے نہیں کسی اور سے ہوتا ہے۔ مگر رسولؐ کی معرفت ہوتا ہے۔

(ا۔ الف) قائد و راہنما کو جماعت کے لئے مخاطب کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ خامیاں قائد میں ہوں۔ مودودی

علامہ مودودی بھی اس قاعدے پر مطلع اور متفق ہیں: "اس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ کسی مقصد کے لئے ایک جماعت جو کوشش کر رہی ہو اس کی خامیوں کے لئے اس جماعت کے قائد و راہنما ہی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔

وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

اور یہ ہیں حدیں اللہ کی اور جو کوئی نکل جاوے حدوں اللہ کی سے پس تحقیق ظلم کیا

نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

اس نے اوپر جان اپنی کے نہیں جانتا تو شاید کہ اللہ پیدا کر دے پیچھے اس کے کچھ بات

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ

پس جس وقت کہ پہنچیں وعدے اپنے کو پس بند رکھو ان کو اچھی طرح یا جدا کر دو ان کو

بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا

ساتھ اچھی طرح کے اور گواہ کر لو دو صاحب عدل کو آپس میں سے اور درست کرو

الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

گواہی واسطے خدا کے یہ بات نصیحت دیا جاتا ہے ساتھ اس کے جو کوئی کہ ایمان لاوے

بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ

ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے گا واسطے اس کے

وہ تمام ہی پابندیاں اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ اور جو کوئی ان حدود سے تجاوز کر جائے تو وہ یقیناً اپنے اوپر ظلم روا کرتا ہے۔ تمہیں یہ پہلے سے معلوم نہیں ہے کہ اس طلاق اور عدت کے سلسلے میں کوئی نئی صورت حال سامنے آ کھڑی ہو(۲) چنانچہ جب انکی عدت کا زمانہ خاتمہ پر آ پہنچے تو اب دو صورتیں ہیں یا تو انہیں عالمی پسندیدہ طریقہ پر اپنی زوجیت میں روک لو یا پھر انہیں پسندیدہ صورت میں جدا کر دو اور اس جدائی پر دو عادل اشخاص کو گواہ مقرر کردو جو تم ہی میں سے ہوں۔ اور گواہ اللہ کی خاطر درستی اور محکم طریقہ پر گواہی قائم کریں۔ وہی ہدایات تم میں سے ان لوگوں کے لئے نصیحت ہیں جو اللہ اور قیامت کے مواخذے پر ایمان رکھتے ہوں اور جو اللہ کے سامنے ذمہ دارانہ زندگی بسر کرے اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کی راہیں کھول دی جائیں گی۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ خامیاں قائد کی ذاتی خامیاں ہیں۔ دراصل وہ اس جدوجہد کی کمزوریاں ہوتی ہیں جو پوری جماعت بحیثیت مجموعی کر رہی ہوتی ہے ۔ مگر خطاب قائد سے کیا جاتا ہے کہ آپؐ کے کام میں یہ کمزوریاں ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۴) اس مسلّمہ اور فطری اصول کو بھی سامنے رکھ کر دیکھیں کہ سورۂ طلاق میں آیات کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ یہاں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب سمجھا جائے اس لئے کہ اس وقت کسی اور کو يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا مگر آیات میں جو کچھ فرمایا گیا وہ رسولؐ سے تعلق نہیں رکھتا یعنی عورتوں کو طلاق دینے کی تعلیم رسولؐ اللہ کو نہیں بلکہ اُمت کے حاضر لوگوں کو دی جا رہی ہے جو بعد میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے راہِ عمل اور قانون بنے گی ۔ قرآن کی بنیادی آیات کی رو سے ہر نبیؑ مبعوث ہونے سے پہلے اپنی کتاب اور سابقہ تمام کتابوں کا عالم ہوتا ہے ۔ لہٰذا ہر وہ خطاب جس میں قرآن کچھ سکھاتا ہے یا تنبیہ کرتا ہے وہ آنحضرتؐ سے خطاب کی حد تک تعلق رکھتا ہے ۔ تعلیم و تنبیہ اُمت سے متعلق ہوا کرتی ہے ۔

(۲) طلاق کو عہد رسولؐ کے قریشی مذہب کے مومنین نے تماشہ بنا رکھا تھا ان کو پابند کیا گیا ہے ۔

سورۂ بقرہ کی آیات (۲۲۶ / ۲ تا ۲۳۲ / ۲) میں طلاق کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور سورۂ احزاب آیت (۴۹ / ۳۳) میں یہ قانون بیان ہوا ہے کہ اگر نکاح کے بعد بلا جنسی تعلقات قائم کئے طلاق دے دی جائے تو عورت پر کوئی عدت یا پابندی کی مدت عائد نہیں ہوتی ہے اور سورۂ طلاق میں طلاق کے متعلق چند ایسی پابندیاں عائد کی گئی ہیں جو طلاق کی مذکورہ ہدایات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو روکتی ہیں اور ایسے طریقے بیان کرتی ہیں جن سے طلاق کی بیماری کو پھیلنے اور شوہر و زوجہ کے تعلقات کو خراب ہونے سے روکا جا سکے ۔ یعنی سورۂ طلاق ، سورۂ بقرہ اور سورۂ احزاب کے قوانین کو نہ منسوخ کرتی ہے نہ ان میں ترمیم و اضافہ کرتی ہے ۔ بلکہ ان کے نفاذ کو قانونی صورت دیتی ہے ۔ اور جو بدمعاشیاں اور بدعنوانیاں قریشی مومنین نے اپنے سابقہ اسلام کی رو سے جاری کر لی تھیں جن کی چند مثالیں خود علامہ کی زبان میں سن لیں :

مَخْرَجًا ۝۲ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ

راہ نکلنے کی مشکل سے اور رزق دے گا اس کو اس جگہ سے کہ نہیں گمان کرتا اور

مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ

جو کوئی توکل کرے اوپر اللہ کے پس وہ کفایت ہے اس کو تحقیق اللہ پہنچنے والا ہے

اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَ الّٰٓـِٔیْ

ارادے اپنے کو تحقیق مقرر کیا ہے اللہ نے واسطے ہر چیز کے اندازہ اور وہ عورتیں جو

يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

ناامید ہو گئی ہیں حیض سے بیبیوں تمہاری میں سے اگر شک میں ہو تم پس عدت ان کی

ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ

تین مہینے ہیں اور اسی طرح وہ جو نہیں حائض ہوئی ہیں اور حمل والیاں

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ

وقت ان کا یہ کہ رکھ دیں حمل اپنا یعنی جَن لیویں اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے گا

لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ

واسطے اس کے کام اس کے سے آسانی یہ ہے حکم خدا کا اتارا ہے اس کو طرف تمہاری

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ

اور جو کوئی ڈرے گا اللہ سے دور کر دے گا اس سے برائیاں اس کی اور بڑا دے گا

(۳) اور اسے سامانِ حیات و ترقی اس طرح اور ایسی جگہ سے فراہم کرے گا جس کا وہ حساب اور اندازہ بھی نہ لگا سکے گا۔ اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ بھروسہ کرنے والے کے حساب پر پورا اترے گا۔ اللہ اپنے احکام کو نتیجہ خیزی تک پہنچا کر چھوڑنے والا ہے۔ اللہ نے ہر ہر چیز کے لیے ایک ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔ (۴) اور تمہاری بیویوں میں سے وہ عورتیں جو زیادہ عمر کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے بارے میں اگر تمہارا اجتہادی اسلام کوئی گنجلک رکھتا ہے تو سنو کہ ان کی عدت صرف تین ماہ کی ہے اور وہ عورتیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں جن کو ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت کا زمانہ یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ اور جو شخص اللہ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا کرتا رہتا ہے اللہ اس کے معاملات میں سہولت پیدا کر دیتا ہے (۵) وہ اللہ ہی کے احکام ہیں جو تمہاری جانب بھیجے گئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے اللہ اس کے اعمال نامے سے اسکی برائیاں غائب کر دے گا اور

(۲۔ الف) وہ بدعنوانیاں اور حرامکاریاں جو قریشی لیڈر اور مومنین کر رہے تھے۔

۱۔ عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضرت عمر نے جا کر حضورؐ سے اس کا ذکر کیا آپؐ سن کر سخت ناراض ہوئے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)

۲۔ "رسولؐ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالیں۔ حضورؐ یہ سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ اَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ

رسولؐ کی موجودگی میں قرآن کا تماشہ بنا رکھا تھا۔

کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)

۳۔ عبادہ بن صامت کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ عبادہ بن صامت نے رسولؐ اللہ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "تین طلاقوں کے ذریعہ سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی، اور نو سو ستانوے طلاقیں ظلم و عدوان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر اللہ چاہے تو اسے عذاب کرے اور چاہے تو معاف کر دے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)

۴۔ "حضرت عثمان سے ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے بیٹھا ہوں انہوں نے فرمایا وہ تین طلاقوں سے تجھ سے جدا ہو گئی۔ " (ایضاً صفحہ ۵۵۶)

۵۔ "ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے

لَهٗۤ اَجۡرًا ﴿۵﴾ اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَ لَا

اس کو ثواب رکھو ان کو جس طرح سے رہتے ہو تم مقدور اپنے سے اور مت

تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ ؕ وَ اِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا

ایذادو ان کو تو کہ تنگی کرو تم اوپر ان کے اور اگر ہوویں حمل والیاں پس خرچ کرو

عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ

اوپر ان کے یہاں تک کہ رکھیں حمل اپنا پس اگر دودھ پلاویں تمہارے کہنے سے

فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَ

پس دو تم ان کو مزدوری ان کی اور موافقت رکھو آپس میں ساتھ اچھی طرح کے اور

اِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ؕ﴿۶﴾ لِيُنۡفِقۡ

اگر ایک دوسرے سے تنگی کرو تم پس دودھ پلاوے گی اس کو کوئی اور چاہیئے کہ خرچ

اس کے اجر کو عظمت دے گا (۶) طلاق دینے کے بعد ان کو اسی طرح سہولت و آرام سے آباد رکھو جیسے تم اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہو اور ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچاؤ تاکہ ان پر انکا رہنا تنگ کر دو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کے اخراجات اس وقت تک پورے کرتے رہو جب تک کہ وہ اپنا بچہ پیدا نہ کر لیں۔ پھر اگر وہ بچہ کو تمہارے لئے دودھ بھی پلائیں تو دنیا میں پسندیدہ طریقے پر دودھ پلانے کی اجرت طے کر کے انہیں دیتے رہو۔ اور خوشی خوشی یہ دن گزارو۔ لیکن اگر کسی وجہ سے تم دونوں دل تنگ ہو جاتے ہو تو دودھ پلانے کا کوئی دوسرا انتظام کر کے اسے آزاد کر دو (۷) خوشحال آدمی ہے تو اسے چاہیئے کہ

جواب دیا "تیرے چچانے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔" (ایضاً صفحہ ۵۶)

۶۔"ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، پھر ابن عباس سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا" تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی ستانوے طلاقوں سے تونے اللہ کی آیات کو کھیل بنایا۔" (ایضاً صفحہ ۵۶)

یہ تھا وہ تماشہ جو عہد رسولؐ کے صحابہ اور قریش نے عورتوں سے جنسی تعلقات میں جاری رکھا اور طلاق کے سیدھے سادے اور قرآن میں مذکور مسائل میں اجتہاد کی روشنی سے اندھیرا پھیلایا۔ اور سینکڑوں اختلافات و مسائل بنا کر کھڑے کر دیئے جو آج تک مسلمانوں کو الجھائے ہوئے ہیں۔

۳۔ طلاق دینے کے لئے صحیح پسندیدہ اور قرآن کے مطابق طریقہ نوٹ کر لیں۔

بہر حال قرآن کریم کا یہ کہنا کہ: فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ۔ "انہیں عدت شروع کرنے کے لئے طلاق دیا کرو اور عدت کو صحیح صحیح متعین کرو" اللہ کا منشاء اور الفاظ کا زور بتاتا ہے کہ طلاق کا صحیح نفاذ عدت کے صحیح صحیح تعین پر منحصر ہے اور سورۂ بقرہ (۲۲۸ / ۲) میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ جس عورت کے ساتھ جنسی تعلقات جاری ہوں اور اسے حیض بھی آتا ہو اس کی عدت کا زمانہ طلاق کے بعد تین مرتبہ یکے بعد دیگرے حیض کا آنا ہے۔ لہٰذا سورۂ طلاق کی عائد کردہ عدت کی پابندی کو پورا کرنے کے لئے حیض کے دوران طلاق نہیں دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس حیض کے بعد تین اور حیض شمار کرنے سے تین کی جگہ چار حیض ہو جاتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ تقریباً ایک مہینہ بڑھ جاتا ہے اور وہ حیض شمار کر لینا جس میں طلاق دے دی قرآن کے خلاف ہوجاتا ہے۔ لہٰذا عدت کا صحیح تعین اور شمار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ طلاق حیض سے پاک ہو چکنے کی صورت میں دی جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد مباشرت کر لی ہو تو بھی دوسرا حیض ہونے سے پہلے طلاق نہ دی جائے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس مباشرت سے حمل رہ گیا ہو اور پھر نو ماہ تک حیض ہی نہ آئے اور عدت کا شمار ممکن ہی نہ رہے۔ بہر حال طلاق حیض سے پاک ہونے کے بعد دی جائے گی یا اس یقین کے بعد دی جائے گی کہ عورت حاملہ ہے تاکہ تین حیض گننے کے بجائے وضع حمل کو عدت کی مدت سمجھا جائے۔ عدت کی وجہ سے حیض اور حمل کی پابندی کرنے کے دوران وہ غصہ بے اثر ہو سکتا ہے جو طلاق کا تقاضا کرتا ہے۔ یعنی اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو غصہ اور عجلت میں طلاقیں جلدی جلدی ہوا کرتیں۔ حمل کے پورے زمانہ کو اس لئے عدت شمار کیا گیا کہ اس دوران خیالات بدلنے اور حالات سنورنے کی امید ہے۔ عدت کے دوران اچھا سلوک اور الگ رہنے کا عمل دونوں میں

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ

کرے کشایش والا کشایش اپنی سے اور جو شخص کہ تنگی کی گئی اوپر اس کے

رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

رزق اس کے کی پس چاہیئے کہ خرچ کرے اس چیز سے کہ دی ہے اس کو اللہ نے

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ

نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ کسی جی کو مگر جتنا کہ دیا ہے اس کو شاب ہے کرے گا اللہ

بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۠ ۷ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ

پیچھے سختی کے آسانی اور بہت بستیاں ہیں کہ سرکشی کی انہوں نے حکم

رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا

پروردگار اپنے کے سے اور پیغمبروں اس کے سے پس حساب لیا ہم نے ان سے

حِسَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ

حساب سخت اور عذاب کیا ہم نے ان کو عذاب ناپہچان پس چکھا انہوں نے وبال

اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

کام اپنے کا اور تھا آخر کام ان کا ٹوٹا تیار کیا اللہ نے واسطے ان کے عذاب

شَدِیْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ

سخت پس ڈرو اللہ سے اے عقلمندو وہ جو ایمان لائے ہو تحقیق اتارا ہے

اپنی آسودہ حالی اور کشادہ دستی کے مطابق (حاملہ کی یا دوسری عورتوں کی عدت کے دوران) اخراجات جاری رکھے اور جس کے رزق میں پہلے ہی مقدرات بر سرِ کار ہیں اسے چاہیئے کہ اللہ کے عطا کردہ میں برابر اخراجات برداشت کرے۔ اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اسی کے مطابق اس پر ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ عنقریب اللہ تنگ دستی اور دقتوں کے بعد فراخ دستی و خوشحالی عطا کر دے گا۔ (۸) بہت سی ایسی آبادیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کی اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی اور سرتابی کی تھی اور ہم نے ان سے سخت باز پرس کی اور بدترین عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ (۹) ان بستیوں والے نافرمانوں نے اپنے منصوبوں پر سزا کا مزا چکھا اور ان کے تمام منصوبے آخرکار نقصان اور خسارہ ثابت ہوئے (۱۰) ان کے لئے ابھی اللہ نے شدید ترین عذاب تیار رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا اے قریش کے سابقہ مذہب کے دانش ور مومنین تم بھی اللہ کے عذاب سے بچ کر رہو اور تقویٰ اختیار کرنے کے لئے اللہ نے تمہارے پاس رسولؐ کو ذکر بنا کر نازل کر دیا ہے

کشش پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور دونوں شرمندہ ہو کر رجوع کر سکتے ہیں ۔ لیکن اگر گھر سے نکال دیا جاتا یا عورت خود میکے چلی گئی ہوتی تو نفرت اور کشیدگی بڑھنے کا سامان ہو جاتا ۔

۴۔قریش کا سابقہ اسلام ،اس کے مومنین اور ان مومنین کو حقیقی مومن بنانے کے لئے نورؐ سے تعلق ۔

مسئلۂ طلاق واضح کرنے کے بعد اللہ نے پھر قریشی لیڈروں یا قریشی صحابہ کے سامنے ان اقوام کا حشر بیان کیا ہے جن کی پیروی یہ صحابہ کر رہے تھے ۔ اور انہیں تنبیہہ کی ہے کہ :

(۴۔الف) آیات (۱۱ تا ۸ / ۶۵) میں قریشی مومنین کو خبردار کیا گیا ہے اور مودودی مانتے ہیں ۔

”اب مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ اور اس کی کتاب کے ذریعہ سے جو احکام ان کو دیئے گئے ہیں اُن کی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا و آخرت میں کس انجام سے دو چار ہوں گے،اور اگر اطاعت کی راہ اختیار کی تو کیا جزا پائیں گے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸۰) یعنی سابقہ اقوام کے قدم بقدم چلوگے تو تمہیں سخت ترین و بدترین عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ (۱۰ تا ۸ / ۶۵)

(۴۔ب) آیات (۱۱۔۱۰ / ۶۵) میں عہد رسولؐ سے پہلے والے اجتہادی اسلام کے مومنین کو مخاطب کیا گیا ہے ۔

ان آیات (۱۱۔۱۰ / ۶۵) میں جو خاص بات نوٹ کرنا ہے اور جس کی طرف روا روی میں توجہ نہیں دی جاتی وہ یہ ہے کہ

(۱۱) جو تمہارے سامنے اللہ کی بولتی چالتی آیات کی تلاوت اور تشریحات پیش کررہا ہے تاکہ قریش کے سابقہ مومنین میں سے جو لوگ اب والے اسلام پر ایمان لائیں اور اصلاح پر کاربند ہوجائیں انہیں اجتہادی

اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا ۝۱۰ رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ

اللہ نے طرف تمہاری ذکر کہ پیغمبر ہے جو پڑھتا ہے اوپر تمہارے نشانیاں اللہ کی

مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بیان کرنے والیں تو کہ نکالے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

یہاں جو مومنین یا جن مومنین کے دانشور مخاطب ہیں وہ یوں تو مسلمانوں ہی میں ملے جلے ہوئے لوگ ہیں لیکن وہ رسوؐل اللہ کے پیش کردہ اسلام کے مومن نہیں بلکہ اس اسلام کے مومن ہیں جسے عہدِ رسوؐل کے قبل والے مجتہدین نے تیار کرکے عرب میں عموماً اور قریش میں خصوصاً رائج کررکھا تھا۔ جس میں اجتہاد کی شرائط کے ساتھ حج بھی ہوتا تھا۔ نمازیں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ (ماعون ۵۔۴ / ۱۰۷) روزے بھی رکھے جاتے تھے زکوٰۃ بھی دی جاتی تھی۔ نکاح اور طلاق بھی بیسیوں طریقے سے ہوتے تھے۔ وہ ایسے مومن تھے کہ رسوؐل پر ایمان لانے کے بعد نہ ان کے نام بدلے گئے نہ ان کا لباس اور سینکڑوں مسائل بدلے گئے۔ ان کے عہدِ رسوؐل سے قبل والے اجتہادی اسلام کے مومن ہونے اور رسوؐل کے مومن نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہیں پہلے یہ کہا گیا کہ :فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۝۱۰ (الطلاق: ۱۰ / ۶۵)

"اے وہ دانشورو جو مومن ہو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ وہ دانشور مومن تھے مگر متقی نہ تھے۔ پھر ان سے یہ فرمایا کہ :

قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝۱۱ (۱۱۔۱۰ / ۶۵)

"اے پہلے سے مومن دانشورو اللہ نے تمہارے پاس ایک مجسمۂ ذکر رسوؐل بھیجا ہے جو اے پہلے سے مومن دانشورو! تمہارے سامنے اللہ کی بولتی چالتی آیتیں تلاوت کرتا ہے تاکہ پہلے کے مومن دانشوروں میں سے ایمان لانے والوں اور اعمالِ صالحہ بجالانے والوں کو اندھیروں سے نکال کر نورؐ کی طرف راہنمائی کردے"۔

اور پھر فرمایا: وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ (۱۱ / ۶۵) "اور جو کوئی پہلے سے مومن دانشوروں میں سے اللہ ... پر ایمان لائے گا۔ اسے ..."

(۴۔ج) عہدِ رسوؐل سے پہلے والے اجتہادی اسلام کے مومنین سے خطاب کا یہ نیا انداز نہیں ہے۔

جو لوگ عہدِ رسوؐل سے پہلے والے اجتہادی اسلام کے مومن تھے ان کو قرآن میں بار بار سابقہ مومنین کہہ کر مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ مثلاً : " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۝۱۳۶ ...نساء ۱۳۶ / ۴)

"اے پہلے کے مومنین تم اللہ پر اور اسکے رسوؐل پر ایمان لاؤ اور اے پہلے سے مومن لوگو تم اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے محمدؐ پر نازل کی ہے۔ اور اے پہلے والے مومنین تم ان کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو محمدؐ اور قرآن سے پہلے نازل کی جاچکی ہیں۔ اور سن رکھو کہ اے سابقہ اجتہادی اسلام کے ماننے والو تم میں سے جو کوئی اللہ و ملائکہ اور تمام الہامی کتابوں اور محمدؐ سمیت تمام رسوؐلوں اور آخرت کی حقیقی پوزیشن کو اجتہادی طور پر چھپاتا رہے گا اور خود کو موجودہ اسلام کا مومن بھی سمجھے گا وہ اپنی گمراہی میں بہت ہی دور نکل چکا ہو گا۔"

قارئین پھر نوٹ کرلیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منکرینِ اسلام یا بے دین لوگوں میں مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ رسوؐل اللہ کو مومنین میں سے مومنین ہی کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ جو مومنین کو قرآن کی تلاوت کرکے سناتے تھے اور مومنین ہی کا تزکیۂ نفس کرتے تھے اور مومنین ہی کو قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان مومنین کی کثرت اسلام میں اجتہادی مسائل پر کاربند ہونے کی وجہ سے کھلی گمراہی میں بھی مبتلا تھی (آلِ عمران ۱۶۴ / ۳) اور اللہ نے حضورؐ کی بعثت کا مومنین پر وہ احسان جتایا ہے (۱۶۴ / ۳) جو حضرت ابراہیمؑ کی منت

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ

اندھیروں سے طرف روشنی کے اور جو کوئی ایمان لاوے ساتھ اللہ کے اور

يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

کام کرے اچھے داخل کرے گا اس کو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے ان کے سے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ

نہریں ہمیش رہنے والے بیچ ان کے ہمیش تحقیق اچھا دیا اللہ نے اس کو

رِزْقًا ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ

رزق اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو اور زمین مانند ان کی

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اترتا ہے حکم اس کا درمیان ان کے تو کہ جانو تم یہ کہ اللہ اوپر ہر چیز کے

قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲ ع ۲ ۱۸

قادر ہے اور یہ کہ تحقیق اللہ نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو علم میں

اندھیروں سے نکال کر نورِ مرتضویؑ کی طرف راہنمائی کرے اور جو کوئی اب اللہ پر اور ذکر رسولؐ پر اور اس نورؑ پر ایمان لے آئے گا وہ اسے ان بہشتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور یقیناً اللہ نے ان کے لئے اچھا سامانِ حیات فراہم کیا ہے۔ (۱۲) اللہ وہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کے مانند زمینیں پیدا کیں اور ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے انتظام کے لئے اللہ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ یہ علم حاصل کر سکو کہ اللہ کائنات کی ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اس حقیقت پر بھی مطلع ہو سکو کہ اللہ نے اپنے ہمہ گیر علم سے ہر ہر چیز پر احاطہ کر رکھا ہے۔

اور منت و دعا کی صورت میں کیا تھا (بقرہ ۱۲۹۔۱۲۸ / ۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کے بعد ایک مسلم اُمت برقرار رہے اور اس مسلم اُمت میں ایک رسولؐ مبعوث کیا جائے (بقرہ ۱۲۹ / ۲) لہٰذا وہ تمام علما فریب خوردہ یا فریب ساز ہیں جنہوں نے بعثتِ محمدؐیہ کے وقت تمام عربوں کو اور قریش کو بے دین وغیر مسلم لکھا ہے۔ یہ تصور قرآن کے خلاف ہے۔

۵۔ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی کم از کم سات ہیں اور آج بھی احکامِ خداوندی کائنات کے خلیفہؑ پر نازل ہو رہے ہیں۔

قارئین پہلے یہاں یہ نوٹ کریں کہ ہم اکثر و بیشتر لفظ الارض کا ترجمہ اسی آیت (۱۲ / ۶۵) کے ماتحت جمع یعنی "زمینیں" کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ نوٹ کریں کہ اللہ اپنی کائنات میں جو انتظامی احکامات نازل کرتا ہے ان کو نوعِ انسان اس وقت تک نہیں جان سکتی جب تک اللہ خود اس کا مادی و محسوس انتظام نہ کر دے۔ چنانچہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مرکزِ کائنات ہیں جن پر تمام احکاماتِ خداوندی نازل ہوتے ہیں اور حضورؐ اس وقت عربوں اور قریش کے درمیان موجود تھے اور آنجناب انہیں ہر وہ علم واطلاع فراہم کرنے پر مامور تھے جس کا انہیں علم نہ ہو اور جسے وہ معلوم کرنا یا سیکھنا چاہتے ہوں (بقرہ ۱۵۱ / ۲) یہ حقیقت سورۂ قدر آیات (۵ تا ۱ / ۹۷) میں واضح کر دی گئی ہے کہ وہ تمام ملائکہ اور ارواح جو احکامِ خداوندی اور وحی و الہام پہنچانے پر مامور ہیں شبِ قدر میں سربراہِ کائنات، نائبِ خداوندی پر نازل ہوتے ہیں اور درود و سلام کے بعد تمام پروگرام پیش کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ اثْنَتَا عَشَرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں بارہ(۱۲) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ

اے نبیؐ کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو کہ حلال کی ہے خدا نے واسطے تیرے

تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ

چاہتا ہے تو رضامندی بیبیوں اپنی کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تحقیق

فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ

مقرر کر دیا ہے اللہ نے واسطے تمہارے کھولنا قسموں تمہاری کا اور اللہ دوست ہے تمہارا

وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ

اور وہ ہے جاننے والا حکمت والا اور جس وقت چھپا کر کہا نبیؐ نے طرف بعضی

اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ

بی بی اپنی کے ایک بات پس جب خبر کر دی اس بی بی نے اس بات کی اور ظاہر کر دیا

اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ

اس کو خدا نے اوپر اس کے یعنی اوپر نبیؐ کے جتادی بعضی بات اس کی اور منہ پھیر لیا

بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ

بعضی سے پس جب خبر کی اس بی بی کو اس جتا دینے کی کہنے لگی کس نے خبر دی تم کو

(۱) اے نبیؐ آپ کیوں اپنی باغی ازواج کی خوشنودی کے لئے ایسی چیز اپنے لیے حرام کر رہے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر رکھا ہے اور جبکہ اللہ تحفظ فراہم کرنے والا رحیم بھی ہے (۲) یقیناً معاہدوں کو ختم کر دینا اللہ نے تم پر فرض قرار دیا ہے۔ اور اللہ تمہارا ہمدرد ترین حاکم بھی ہے اور مجسم علم و حکمت بھی وہی ہے یہ یوں کہ : (۳) اور جب نبیؐ نے معاہدے کے سلسلے کا ایک پہلو اپنی بیوی سے راز میں رکھنے کو کہا تھا۔ چنانچہ اس بیوی نے وہ راز فاش کر دیا تو اللہ نے نبیؐ کو اس راز فاش کردیئے جانے پر مطلع کر دیا۔ تب نبیؐ نے اس راز فاش کرنے والی بیوی کو اللہ کی بتائی ہوئی صورت حال میں سے کچھ بتا دی اور کچھ کو محفوظ کر لیا۔ چنانچہ اس عورت سے افشائے راز پر بازپرس کی گئی تو اس بیوی نے کہا بات ٹھیک ہے مگر آپؐ کو کس نے بتایا کہ میں نے راز فاش کر دیا ہے؟

تشریحات سورۂ تحریم :

قریشی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے رسولؐ کے گھروں میں بھی جاسوسی اور قومی محاذ کی پشت پناہی کا انتظام تھا۔

سورۂ تحریم میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے سرسری نظر میں بھی قریشی محاذ کی گہرائی اور وسعت معلوم ہو جاتی ہے جس طرح سورۂ ممتحنہ نے یہ بتایا تھا کہ مومنین دشمنانِ خدا و رسولؐ سے رشتۂ ولایت وحکومت و مودۃ رکھتے تھے اور رسولؐ اللہ کی اسکیموں کو قریش کے مکی ہیڈ کوارٹر میں چپکے چپکے پہنچاتے رہتے تھے (۱ / ٦۰) بالکل اسی طرح رسولؐ اللہ کی ازواج قریشی لیڈروں کے ہاتھ بِکی ہوئی اور ان کی وفادار تھیں ان ازواج نے رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ اور اسلام کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا اللہ نے ان میں سے دو ازواج کو جو زنانہ محاذ کی (Ring Leader) اسی طرح

رسولؐ نے جواب دیا کہ مجھے ہر بات کو جاننے والے خبر دار رہنے والے نے بتا دیا ہے (۴) کہ اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ بھی کر لو تب بھی تم دونوں کے دل تو حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکے ہوئے ہیں ہی اور اگر تم دونوں رسولؐ کے مقابلہ میں گٹھ جوڑ جاری رکھو گی تو سنو کہ وہ اللہ ہی ہے جو اسکا ہمدرد حاکم ہے اور جبرائیل اور تمام مومنین کا سب سے صالح ترین شخص اور ملائکہ، اللہ کے بعد اسکے پشت پناہ ہیں۔ (۵) ممکن ہے جلد ہی رسولؐ کا پروردگار اگر تمہیں طلاق دے دے تو تمہارے بدلے میں اپنے رسولؐ کے لئے تم سے بہتر، حقیقی مسلمان، مومن ،اطاعت شعار، متوجہ رہنے والی، عبادت گزار ، شریک سفر رہنے والی ، شوہر دیدہ اور کنواری ازواج فراہم کر دے۔ (٦) اے قریشی مومنین تم بھی ازواج رسولؐ کے ساتھ ساتھ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانوں کو اس آگ میں

هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ

یہ کہا خبر کی مجھ کو صاحب علم خبر دار نے اگر توبہ کرتی ہو تم دونوں طرف اللہ کی

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ

پس تحقیق کج ہوگئے ہیں دل تمہارے اور اگر ایک دوسری کی مدد کرو گی اوپر اس کے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ

پس تحقیق اللہ وہ ہے دوست اس کا اور جبرائیل اور صالح لوگ مسلمانوں میں سے اور

الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ

فرشتے پیچھے اس کے مددگار ہیں شتاب ہے پروردگار اس کا اگر طلاق دے تم کو یہ کہ

يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ

بدل دیوے اس کو بی بیاں بہتر تم سے مسلمان عورتیں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں

تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ

توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں خاوند دیکھی ہویاں اور

اَبْكَارًا ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

بن دیکھی ہویاں اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ جانوں اپنی کو اور لوگوں اپنوں کو آگ سے

رہنما تھیں جیسا کہ ان کے والد قریشی مومنین کے راہنما تھے (فرقان ۲۹، ۲۸، ۲۷ / ۲۵) جن کے متعلق اللہ نے یہ فرمایا کہ :

(ا۔الف) عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر کی پوزیشن اللہ اور قرآن کی رو سے ۔

(۱) رسولؐ اللہ کو ان کی خوشنودی حاصل کرنے سے منع کر دیا گیا۔ (۲) یہ اللہ و رسولؐ کے راز فاش کرتی رہتی تھیں ۔(۳)ان کے دلوں میں اسلام اور رسولؐ کی قدر و منزلت نہ تھی بلکہ وہ باطل کی طرف دار و حمایتی تھیں ۔(۴) رسولؐ کے مقابلہ میں ایک محاذ بنا کر اس کو سرگرمی سے چلا رہی تھیں ۔(۵) اللہ نے بتایا کہ ان کا محاذ ایسی کثرت پر مشتمل ہے جس میں اللہ، رسولؐ اور علی مرتضیٰؑ اور جبرائیل کے علاوہ سب ہی شامل ہیں ۔(٦) ممکن تھا کہ ان کو طلاق دے دیا جائے ۔(۷) ان ازواج رسولؐ سے بہتر ، نیکو تر، حقیقی معنی میں مسلمان اور مومن عورتیں موجود تھیں جو فرمان بردار و عبادت گزار تھیں ۔

قارئین یہ ساتوں باتیں آپ خود آیات (۵ تا ۱ / ٦٦) میں دیکھ لیں اور اگر قرآن پر ایمان رکھنا اور اللہ کے یہاں صاحبِ ایمان شمار ہونا ہے تو طے کر لیں کہ قریشی حکومتوں کی بیان کردہ تمام فضیلتیں محض بکواس مبین ہیں ۔ یعنی ۸۔ ۹ ھ میں ازواج رسولؐ میں مندرجہ بالا قسم کی عورتیں بھی موجود تھیں ۔

(ا۔ب) قریشی علما نے سورۂ تحریم میں مذکورہ ازواجِ رسولؐ کی شان میں کیا کیا مانا ؟

یہ بھی دیکھتے چلیں کہ ان سازش کرنے والی ازواجِ رسولؐ کے لئے قریشی علمانے کیا کچھ لکھا اور مانا ہے ؟ علامہ مودودی کی تفہیم قرآن میں چھنا ہوا سامان یہ ہے :

(۱) "ازواج رسولؐ نے ازواجِ نبیؐ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا۔ "(تفہیم القرآن جلد ٦صفحہ ۱۵)

وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ

کہ ایندھن اس کا لوگ ہیں اور پتھر ہیں اوپر اس کے مقرر ہیں فرشتے سخت دل

شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا

زور آور نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی جو حکم کرے ان کو اور کرتے ہیں جو

يُؤْمَرُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ

حکم کئے جاویں اے لوگو جو کافر ہوئے ہو مت عذر کرو آج یعنی قیامت کو

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

سوائے اس کے نہیں کہ بدلا دیئے جاؤ گے تم جو کچھ کرتے تھے اے لوگو جو

اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ

ایمان لائے ہو توبہ کرو طرف اللہ کی توبہ خالص شتاب ہے پروردگار تمہارا یہ کہ

يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

دور کرے تم سے برائیاں تمہاری اور داخل کرے تم کو بہشتوں میں کہ چلتی ہیں

جھونکے جانے سے بچانے کی فکر کرو جس کا ایندھن تمہارے ایسے انسان اور پتھر ہیں اور جس پر بہت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں یعنی جہنم میں تمہارے ساتھ کسی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔ (۷) وہاں اس روز تم سے کہا جائے گا کہ اے حق کو چھپانے والو آج تم اپنے باطل عذرات فضول پیش نہ کرو اب تو صرف اس قدر ہو گا کہ تمہاری جزا میں تمہارے ساتھ وہی کام کئے جائیں گے جو تم کرتے رہے (تاکہ مظلوم لوگ تم سے انتقام لے سکیں) (۸) اے مومنین تم اپنے جرائم پر ایسی توبہ کرو جو تمہارے پہنچائے ہوئے نقصانات کو پورا کرنے والی ہو اللہ سے بعید نہیں ہے کہ ایسی توبہ کی صورت میں تمہاری برائیاں تمہارے اعمال نامے میں سے چھپا دے اور

(۲) "عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "مجھے کسی عورت کا (ازواجِ رسولؐ میں۔احسنؔ) آنا اس قدر ناگوار نہ ہوا جتنا ماریہؓ (قبطیہ۔احسنؔ) کا آنا ہوا تھا، کیونکہ وہ حسین و جمیل تھیں اور حضورؐ کو بہت پسند آئی تھیں۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ١٦)

(۳) "حفصہ کے گھر میں حفصہ کی عدم موجودگی میں آنحضرتؐ کے ساتھ ماریہ کا تخلیہ حفصہ کو بہت ناگوار گزرا انہوں نے حضورؐ سے سخت شکایت کی۔ (ایضاً صفحہ ١٦)

(۴) "صحیح نسائی میں حضرت انس سے صرف اتنی بات منقول ہوئی ہے کہ "حضورؐ کی ایک لونڈی تھی جس سے آپ تمتّع فرماتے تھے۔ پھر حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ آپؐ کے پیچھے پڑ گئیں" (ایضاً صفحہ ١٦)

(۵) "حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مجھ کو اس پر رشک لاحق ہوا اور میں نے حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں جس کے پاس بھی آپؐ آئیں وہ آپؐ سے یہ کہے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔" (ایضاً صفحہ ١٧)

(٦) آپؐ کو حضرت زینبؓ کے یہاں ٹھیرنے سے روکنے کے لئے یہ (مندرجہ نمبر ۵) تدبیر کی گئی۔ متعدد بیویوں نے آپؐ سے یہ کہا کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے" (ایضاً صفحہ ١٧)

(۷) "حضورؐ نے اپنی ایک بیوی سے ایک بات راز میں کہی تھی اور اس بیوی نے ایک دوسری بیوی سے اس کا ذکر کر دیا۔ (ایضاً صفحہ ۲۱)"

(۸) "راز کے افشا کرنے پر ہی تو اللہ ایک بیوی کو ٹوک رہا ہے" (ایضاً صفحہ ۲۱)

(۹) "ازواج میں سے ایک کو اس غلطی پر ٹوکنا ہے کہ ان کے عظیم المرتبہ شوہر نے جو بات راز میں ان سے فرمائی تھی اسے انہوں نے راز نہ رکھا اور اس کا اِفشاء کر دیا۔ ایسی ہستی کے گھر میں بے شمار ایسی باتیں ہو سکتی تھیں جو اگر راز نہ رہتیں اور قبل از وقت ظاہر ہو جاتیں تو اس کارِ عظیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا، جو وہ ہستی انجام دے رہی تھی۔" (ایضاً صفحہ ۲۱۔۲۲)

(۱۰) "اصل الفاظ ہیں۔ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۔صَغْوٌ عربی زبان میں مڑ جانے کے معنی میں بولا جاتا ہے (لہٰذا ازواج رسولؐ کے لئے اللہ جو کچھ کہتا ہے اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔احسنؔ)

(ا ۔ ج) دلوں کے ٹیڑھا ہو جانے پر مختلف ترجمے پیش کئے ہیں۔

(الف) "شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فقرے (صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا) کا ترجمہ کیا ہے۔

مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ يَوۡمَ لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيۡنَ

نیچے ان کے سے نہریں اس دن نہ رسوا کرے گا اللہ نبیؐ کو اور ان لوگوں کو کہ

اٰمَنُوۡا مَعَهٗ ۚ نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ

ایمان لائے ساتھ اس کے نور ان کا دوڑتا ہو گا آگے ان کے اور داہنے ان کے

تمہیں ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں۔ وہی دن تو ایسا ہو گا کہ اللہ اپنے خاص نبی محمدؐ کو اور ان لوگوں کو جو روز ازل محمدؐ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ ان لوگوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنے ہاتھوں کی طرف ضیاء باری میں کوشاں رہے گا

"ہر آئینہ کج شدہ است دل شما" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۲) (ب) "شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہے "کج ہو گئے ہیں دل تمہارے" صفحہ (ایضاً ۲۲) (ج) "حضرات عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سفیان ثوری اور ضحاک نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے "تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں" (صفحہ ۲۲) (د) "امام رازی اس کی تشریح میں کہتے ہیں "تمہارے دل حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے "(صفحہ ۲۲)

(ہ) "اور علامہ آلوسی کی تشریح یہ ہے "تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسولؐ اللہ جو کچھ پسند کریں اسے پسند کرنے میں اور جو کچھ آپؐ ناپسند کریں اسے ناپسند کرنے میں آپؐ کی موافقت کرو مگر تمہارے دل اس معاملہ میں آپؐ کی موافقت سے ہٹ کر آپؐ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں "(صفحہ ۲۲-۲۳)

(ا - د) رسولؐ کے خلاف محاذ بنا کر تعاون کرنا۔ مختلف ترجمے۔

(۱۱) "اصل الفاظ ہیں وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيۡهِ - تَظَاهَرَا کے معنی ہیں "کسی کے مقابلہ میں باہم تعاون کرنا یا کسی کے خلاف ایکا کرنا" (صفحہ ۲۳)

(الف) شاہ ولی اللہ نے اس فقرے کا ترجمہ کیا ہے "اگر باہم متفق شوید بر رنجانیدن پیغمبرؐ" (صفحہ ۲۳)

(ب) شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ ہے۔ "اگر تم دونوں چڑھائی کرو گیاں اس پر "(صفحہ ۲۳)

(ج) مولانا اشرف علی کا ترجمہ ہے "اور اگر اسی طرح پیغمبرؐ کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں "(صفحہ ۲۳)

(د) اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں "(صفحہ ۲۳)

(ا - ہ) رسولؐ کے مقابل محاذ میں جتھا بندی کرنے والی ازواج عائشہ اور حفصہ تھیں۔

اس کے بعد علامہ نے بڑی طویل روایات کا ترجمہ لکھا ہے جسے ہم دوران تشریحات پہلے لکھ چکے ہیں یہاں تو ابن عباس کی زبانی بیان شدہ اس روایت سے خلیفہ دوم کے اور دیگر اشخاص کے چند جملے واوین میں لکھنا کافی ہو گا جس سے ازواجِ رسولؐ کا حال معلوم ہو گا:

(۱) "عمر نے جواب دیا وہ دونوں عائشہ اور حفصہ تھیں۔ "(صفحہ ۲۳)

(۲) "خلیفہ دوم کی زوجہ نے کہا "خدا کی قسم رسولؐ اللہ کی بیویاں حضورؐ کو دو بدو جواب دیتی ہیں۔ ان میں سے کوئی حضورؐ سے دن دن بھر روٹھی رہتی ہے "(صفحہ ۲۳-۲۴) بخاری کی روایت ہے کہ حضورؐ اس سے دن بھر ناراض رہتے ہیں "(صفحہ ۲۴)

(۳) "عمر نے ان دونوں باتوں کی تصدیق حفصہ سے چاہی تو انہوں نے دونوں باتوں کا اقرار کیا۔ عمر نے کہا نامراد ہو گئی اور گھاٹے میں پڑ گئی وہ عورت جو تم میں سے ایسا کرے۔ "(صفحہ ۲۴)

(۴) "مطلب یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں جتھہ بندی کر کے تم اپنا ہی نقصان کرو گی "(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲٦)

(۵) "اس سے معلوم ہوا کہ قصور صرف حضرت عائشہ اور حفصہ ہی کا نہ تھا بلکہ دوسری ازواج بھی کچھ نہ کچھ قصوروار تھیں "(ایضاً صفحہ ۲٦)

(٦) "بخاری میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپس کے رشک و رقابت میں مل جل کر حضورؐ کو تنگ کر دیا تھا "(صفحہ ۲٦)

(۷) "عمر نے کہا میں ازواج رسولؐ کے میں سے ایک ایک کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ "تم رسولؐ اللہ کو تنگ کرنے سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں حضورؐ کو عطا فرما دے گا "(صفحہ ۲٦)

وَ بِاَيۡمَانِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ
کہیں گے اے پروردگار ہمارے پورا کر واسطے ہمارے نور ہمارا اور بخشش کر

لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ
واسطے ہمارے تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے اے نبیؐ جھگڑا کر کافروں

اور وہ درخواست کریں گے کہ اے ہمارے پالنے والے تو ہمارے لئے ہمارے نور کو منتہائے کمال تک پہنچا دے اور ہمارے لئے تحفظ فراہم کردے یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۹) اے نبیؐ تم اب حق پر پردہ ڈالنے والوں اور ان کے

۲۔ قومی حکومتوں نے اپنی طرف دار اور رسولؐ کی دشمن جان ازواجِ رسولؐ کا کس طرح انتقام لیا اور کس طرح بچاؤ کیا

قارئین نے دوبارہ ازواجِ رسولؐ کی سازش اور رسولؐ کے خلاف قومی محاذ کی حمایت میں ان کا عمل درآمد دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ صحابہ نام کے قریشی مومنین ان کی قومی حکومتیں اور ان کے علمانے مندرجہ بالا ستائیس (۲۷) صورتوں میں عائشہ اور حفصہ کو مجرم تسلیم کیا ہے۔ اور جو کچھ قرآن میں کہا گیا تھا وہ سب قبول کرلیا ہے۔ لیکن قبول کرنے کے لئے انہوں نے چند قصے گھڑ کر پبلک میں پھیلائے اور روایات کی صورت میں حدیث و تاریخ کی کتابوں میں لکھ کر دنیا میں مشہور کئے تاکہ جہاں مذکورہ بالا جرائم ہلکے پڑجائیں وہیں رسولؐ پر چند الزامات بھی عائد ہوجائیں۔

(۲۔ الف) عائشہ و حفصہ کا انتقام لینے کے لئے رسولؐ کی پوزیشن پر اعتراضات۔

چنانچہ علامہ اینڈ کمپنی کے تصورات بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

(۱) "یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپؐ نے یہ کام کیوں کیا ہے، بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلینے کا جو فعل آپؐ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ کو ناپسند ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵)

(۲) "اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔"(ایضاً صفحہ ۱۵)

(۳) "اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے تحریم کا یہ فعل خود اپنی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ آپؐ کی بیویوں نے یہ چاہا تھا کہ آپ ایسا کریں اور آپ نے محض ان کو خوش کرنے کے لئے ایک حلال چیز اپنے لئے حرام کرلی تھی۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵)

(۴) "نبیؐ، نبیؐ ہے۔ خدا نہیں ہے کہ اس سے کوئی لغزش نہ ہو۔ نبیؐ کا احترام اس بنا پر نہیں ہے کہ اس سے لغزش کا صدور ناممکن ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ مرضی الٰہی کا مکمل نمائندہ ہے اور اس کی ادنیٰ سی لغزش کو بھی اللہ نے اصلاح کے بغیر نہیں چھوڑا ہے"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۱)

(۵) "اسی طرح صحابہ کرام ہوں یا ازواجِ مطہرات، وہ سب انسان تھے، ان سے غلطیوں کا صدور ہوسکتا تھا۔ ان کو جو مرتبہ بھی حاصل ہوا وہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ کی راہنمائی اور اللہ کے رسولؐ کی تربیت نے ان کو انسانیت کا بہترین نمونہ بنا دیا تھا۔ ان کا جو کچھ احترام ہے اسی بنا پر ہے، نہ کہ اس مفروضے پر کہ وہ کچھ ایسی ہستیاں تھیں جو غلطیوں سے بالکل مبرا تھیں۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں صحابہ یا ازواجِ مطہرات سے بشریت کی بنا پر جب بھی کسی غلطی کا صدور ہوا اس پر ٹوکا گیا۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۱۔۱۲)

۳۔ مودودی نے آنحضرتؐ کو بشریت میں مشترک کرکے ازواج و اصحاب کے درجہ سے بھی گرا دیا۔

مودودی کے یہ پانچوں بیانات قارئین کے سامنے ہیں۔ جن میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ علامہ اپنے پسندیدہ ازواج و اصحاب کے ان جرائم پر پردہ ڈالتے رہے ہیں۔ جو سورۂ تحریم نے عائد کئے اور جن کا اقبال خود مودودی اور ان کے ہم مکتب علمانے کیا اور جن کا نمبر ستائیس (۲۷) کی تعداد تک پہنچا تھا۔ اس جرم پوشی میں انہوں نے جو حربہ استعمال کیا ہے وہی ان کے

مذہب اور خودساختہ اسلام کی بنیاد ہے یعنی رسولؐ ہوں یا کوئی اور آدمی ہو سب سے غلطیاں، لغزشیں، خطائیں اور جرائم، بھول چوک سرزد ہونا ضروری ہیں۔ اور وہ عمداً بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے اور کرتے تھے۔ اور قرآن نے رسولؐ کی غلطیوں پر ان کو ٹوکا ہے اور اسی طرح ازواجِ رسولؐ اور صحابہ کو ٹوکا ہے۔ لہٰذا جس طرح رسولؐ اللہ سورۂ تحریم کی رو سے حلال کو حرام کرنے کے باوجود رسولؐ اور قابلِ احترام ہیں اسی طرح ازواجِ رسولؐ بھی قابلِ احترام ہیں اور برابر ازواجِ رسولؐ ہیں۔ لہٰذا چھٹی ہوئی۔ سب ٹھیک اور معمول کے مطابق ہوا۔

(۳۔ الف) مودودی کے مذہب اور فیصلوں کو تسلیم کرلینے کے بعد بھی چند سوالات ابھرتے ہیں؟

سورۂ تحریم میں یہ جملہ لِمَ تُحَرِّمُ (توکیوں حرام کرتا ہے؟) ہوتے ہوئے آیت یا آیات کے کون سے لفظ یا الفاظ سے یہ سمجھا اور لکھا ہے کہ: "یہ دراصل استفہام (سوال۔احسنؔ) نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵) یہ وہ سوال ہے جس کا علامہ اینڈ کمپنی قیامت تک جواب نہیں دے سکتے۔ اس کا جواب اس کے سوا ہرگز اور کچھ نہیں ہے کہ: "علامہ نے اپنے ملاعین و مجرم لوگوں کو جرائم سے بچانے کے لئے ابلیسی ذہنیت سے بلا کسی قرآنی آیت یا لفظ کے یہ فیصلہ کرلیا کہ اللہ نے سوال کرکے پوچھا نہیں ہے بلکہ رسولؐ پر حلال کو حرام کردینے کا جرم عائد کردیا ہے۔"

دوسرا سوال (۲): پھر علامہ سے یہ سوال ہوتا ہے کہ تم نے لفظ تُحَرِّمُ کو کس آیت یا لفظ کی بنا پر مضارع واحد مذکر مخاطب کی جگہ ماضی مذکر مخاطب یعنی حَرَّمْتَ (تو نے حرام کردیا ہے) بنا لیا ہے؟ مضارع کی صورت میں تو بات یہ تھی کہ: "توکیوں حرام کرتا ہے" یا توکیوں حرام کرے گا"؟ یعنی تو حرام کر نہیں چکا ہے بلکہ تیرا ارادہ کیوں ہوا ہے کہ تو حرام کرنے کی سوچ رہا ہے؟ یا تو اس فکر میں کیوں غلطاں ہے کہ حلال کو حرام کروں یا نہ کروں؟ بہرحال اس سوال کا جواب بھی کسی سے بن نہیں پڑسکتا اور تمام عربی دان حضرات کو یہ ماننا ہو گا کہ مودودی اینڈ کمپنی نے صرف دشمنانِ محمدؐ کو بچانے کے لئے رسولؐ پر بلا قرآنی دلیل و لفظ، کے الفاظِ قرآن میں تبدیلی کرکے آنحضرتؐ پر زبردستی اور بددیانتی سے جرم عائد کیا تھا۔

تیسرا سوال (۳): مودودی اینڈ کمپنی سے یہ بھی دریافت طلب ہے کہ انہوں نے کس بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ:

"آپؐ نے محض ان (ازواج) کو خوش کرنے کے لئے ایک حلال چیز "اپنے لئے" حرام کرلی تھی" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵) کیا اللہ نے شہد کو دنیا میں صرف رسولؐ اللہ کے لئے حلال کیا تھا؟ اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ جو چیز رسولؐ اللہ نے (معاذاللہ) حرام کردی تھی یا حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ سب کے لئے حلال تھی اور آپ نے سب کے لئے حرام کردی تھی یا کرنا چاہتے تھے؟ اس لئے کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "جو چیز اللہ نے حلال کی ہے اسے تو اپنے اوپر کیوں حرام کرتا ہے؟ اور نہ ہی اللہ نے یہ فرمایا کہ: "جو چیز اللہ نے صرف تیرے لئے حلال کی تھی تو اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتا ہے"؟ لہٰذا تحریم کا یہ معاملہ صرف ذاتِ رسولؐ تک مخصوص نہ تھا۔ اس لئے شہد کا شربت پینے پلانے والا قصہ حکومتوں کے طرف داروں نے گھڑا ہے اور جب قصہ باطل ہے تو آیت کی یہ تشریح و توجیہ بھی باطل ہے۔

چوتھا سوال (۴): یہ بھی بتانا ہو گا کہ اللہ رسولؐ سے مخاطب ہے اور ان سے تحریم کے متعلق سوال کیا ہے کہ ایسا کس لئے کیا ہے یا کرتے ہو؟ یا بقول مودودی رسولؐ کو تنبیہ کی ہے۔ یعنی بات صرف اللہ و رسولؐ میں ہو رہی ہے۔ یہ اچانک اگلی آیت میں تمام اُمت یا کم از کم اس عہد کے تمام مسلمانوں سے بقول علامہ یہ کیوں کہا کہ:

"اللہ نے تم لوگوں کے لئے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے۔ اللہ تمہارا مولیٰ اور وہی علیم و حکیم ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵۔۱۸) کیا پہلی آیت میں کہیں کسی کے قسم اور وہ بھی غلط کھا لینے کا ذکر ہوا ہے؟ ہرگز نہیں ہوا۔ کیا پہلی آیت میں کہیں یہ معلوم کیا ہے کہ ہمارا مولیٰ کون ہے؟ یا کسی لفظ سے مولیٰ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ہرگز ہرگز مولیٰ کے ذکر کی ضرورت پہلی آیت سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی کا ترجمہ اور تفہیم پہلی آیت سے تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ یہ صرف حقیقتِ حال پر پردہ ڈالنے اور شہد والا قصہ گھڑنے کے لئے تیاری کی گئی ہے۔ ورنہ آیت میں قائم صورت حال اس کے مخالف ہے۔

پانچواں سوال۔(۵): یہ بھی دریافت طلب ہے کہ دوسری آیت میں لفظ قسم نہیں ہے۔ وہاں تو لفظ اَیمَان ہے اور اَیمَان

کے معنی نہ قسم ہیں، اس لئے کہ قسم عربی کا لفظ ہے اور اللہ کو معلوم ہے اور قرآن میں استعمال ہوا ہے(واقعہ ٧٦-٧٥ / ٥٦) (فجر ٥ / ٨٩) اور نہ اَیمَان کے معنی حلف ہیں یہ بھی اللہ کو معلوم اور قرآن میں استعمال ہوا ہے(قلم ١٠ / ٦٨ مجادلہ ١٤ / ٥٨) اور نہ اس کے معنی عہد ہیں۔ بلکہ اَیمَان کہتے ہیں ایسے معاہدہ کو جس میں عہد کرنے والوں کے دونوں دہنے ہاتھ استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوسری آیت کا ترجمہ بھی غلط ہے اور شربت نہ پینے والے قصہ کو پکا کرنے کے لئے اَیمَان کو قسم بنایا گیا ہے جو باطل ہے۔
چھٹا سوال (٦): اور اسی آیت میں لفظ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ آیا ہے اور اس کے معنی بھی غلط کئے گئے ہیں۔ ذرا یہ دو عدد تراجم دیکھیں۔

(١) فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْءَانَ (قصص ٨٥ / ٢٨)
(٢) فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ (التحریم: ٢ / ٦٦)
(٣) فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ (احزاب ٣٨ / ٣٣)

علامہ کے فریب کارانہ دو عدد ترجمے :

(١) "قرآن تم پر فرض کیا ہے" "یعنی اس قرآن کو خلق خدا تک پہنچانے اور اس کی تعلیم دینے کی ذمہ داری تم پر ڈالی ہے"(تفہیم القرآن جلد ٣صفحہ ٦٦٥-٦٦٦)
(٢) اللہ نے تم لوگوں کے لئے ...طریقہ مقرر کر دیا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ١٥-١٨)
(٣) "ان الفاظ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے لئے تو اس طرح کا نکاح محض مباح ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ایک فرض تھا جو اللہ نے آپ پر عائد کیا تھا۔"(تفہیم القرآن جلد ٤صفحہ ١٠٢)
ان تراجم و تشریحات سے یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ علامہ سورۂ تحریم میں لفظ فرض اللہ کا ترجمہ اپنے بزرگوں کے خود ساختہ قصہ کی طرف جھکاتے ہیں یہ سوچیں کہ بقول علامہ اینڈ کمپنی، غلط کام تو کیا ہے (معاذاللہ) رسوؐل نے اور قسم کا توڑنا یا دستی معاہدہ کو ختم کرنے میں مخاطب ہیں عام مسلمان۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ غلط قسم کھایا کریں رسوؐل اللہ اور قسم کو توڑا کریں عوام؟ یا غلط دو (٢) دستی معاہدہ تو رسوؐل اللہ کرلیا کریں اور مسلمانوں پر ایسے معاہدوں کو توڑ ڈالنا فرض ہو؟ یعنی علامہ اینڈ کمپنی نے ایک سادہ اور صاف جرم کو چھپانے کے لئے ان دونوں آیات (٢-١ / ٦٦) کو تماشہ بنا دیا ہے۔
ساتواں سوال: پھر ساتواں سوال یہ ہے کہ کیا اس قرآن میں کہیں کوئی ایسی اور آیت ہے جس میں کسی رسوؐل کا ایک عام حلال چیز کو اپنے لئے حرام کرلینا منع ہو؟ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی آیت قرآن میں نازل نہیں ہوئی ہے البتہ اس کے برخلاف ایسا کرلینا جائز رہا ہے: سنیئے

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَٰٓءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ ﴿٩٣﴾ الخ (آل عمران)

علامہ کا ترجمہ اور تشریح: "کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمدیؐ میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں، البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں تورات کے نازل کئے جانے سے پہلے اسرائیل (یعقوبؑ۔احسنؔ) نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔" (آلِ عمران ٩٣ / ٣ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ٢٧٣)
تشریح: "نزول تورات سے صدیوں پہلے حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے بعض چیزوں کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی ان چیزوں کی تارک رہی"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ٥٩٤، ٢٧٣ وغیرہ)
قارئین قریشی علما کے اس چکر میں الجھ کر یہ نہ بھول جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کی طرف سے حلال و حرام کرنے کے لئے سو فیصد مجاز ہیں اور اللہ نے ان کے حرام و حلال کرنے کی توجیہ یوں بیان فرمائی ہے کہ:

علامہ کو ماننا پڑتا ہے کہ رسوؐل اللہ تحریم و تحلیل کا اختیار رکھتے تھے۔ "جو اس پیغمبرؐ نبی اُمیؐ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے۔ بدی سے روکتا ہے ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے (وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَٰٓئِثَ ﴿١٥٧﴾ الاعراف) اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔"(اعراف ١٥٧ / ٧ تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ٨٥)
قارئین ان دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ کی بے رحمانہ بد دیانتیوں کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ جس نبیؐ کو اللہ نے حرام و حلال کے پورے اختیارات دیئے اور جو حرام و حلال کرتا رہا اور جسے باقی انبیاؑ کی طرح خود اپنی ذات پر ہر ناپسندیدہ چیز کو حرام کرلینے

کا اختیار بھی تھا اور جس کے لئے اسی مندرجہ بالا آیت (۱۵۷ / ۷) میں فلاح پانے کے لئے یہ شرط لگائی تھی کہ :

نجات اور فلاح پانے کے لئے رسولؐ پر ایمان و احترام اور نورؑ مرتضوی کی اتباع کرنا لازم ہے

فَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُۥ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ الاعراف

"جو لوگ محمدؐ پر مذکورہ تمام صفات کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کی ہر طرح حمایت و نصرت و تائید کریں اوراس نورؑ کی پیروی کریں جو رسولؐ اللہ کے ساتھ ساتھ نازل کیا گیا تھا (چالیس سال بعد نہیں۔احسنؔ) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"

ان قریشی علما وخلفا نے اس ذات پاک کے لئے یہ شیطانی جملہ لکھا کہ: "یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ نا پسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۵) ان لوگوں پر ہمارا لعنت کرنا اس لئے ہے کہ یہ پوری قوم خدا و رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی دشمن تھی اور یہ دشمنی قرآن کے تراجم و تفہیم و تفاسیر سے بھی واضح اور عیاں ہے ۔

(۳۔ب) ان آیات (۲۔۱ / ٦٦) کے متعلق ہمارا بیان سننے سے پہلے علامہ کا ایک عقیدہ اور قرآن کی آیت دیکھیں۔

ہم نے علامہ اینڈ کمپنی کے ترجمہ اور تفہیم کی پوزیشن آپ کے سامنے رکھ دی ہے ۔یہاں علامہ اینڈ کمپنی کا ایک ایسا عقیدہ پڑھ لیں جس پر تمام مجتہدین بھی متفق ہیں ۔

رسولؐ اللہ پر دو طرح کی وحی ہوا کرتی تھی ؟؟

"ان امور کے علاوہ ایک اور اہم حقیقت جو اس سورۂ تحریم سے ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف وہی علم نہیں آتا تھا جو قرآن میں درج ہوا ہے، بلکہ آپؐ کو وحی کے ذریعے سے دوسری باتوں کا علم بھی دیا جاتا تھا جو قرآن میں درج نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی صریح دلیل اس سورۂ کی آیت نمبر ۳ ہے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے ایک بیوی سے راز میں ایک بات کہی اور اس نے وہ کسی اور کو بتا دی اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ پھر جب حضورؐ نے اس غلطی پر اپنی اس بیوی کو تنبیہ فرمائی، اور اس نے پوچھا کہ آپ کو میری یہ غلطی کس نے بتائی تو حضورؐ نے جواب دیا کہ مجھے علیم و خبیر ہستی نے اس کی خبر دی ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ پورے قرآن میں کہاں وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ "اے نبیؐ، تم نے اپنی بیوی سے راز میں جو بات کہی تھی وہ اس نے کسی اور پر ،یا فلاں شخص پر ظاہر کر دی ہے"؟ اگر ایسی کوئی آیت قرآن میں نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نہیں ہے، تو یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی نبیؐ پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔ اس سے منکرین حدیث کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہوجاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے سوا اور کوئی وحی نہیں آتی تھی۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱۴)

وہ آیت بھی دیکھ لیں جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے ۔

وَالَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ﴿٣٤﴾ (نساء ۳۴ / ۴)

علامہ کا ترجمہ سرکش عورتوں کی سزا پر :

"اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور مارو، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۴۹۔۳۵۰)

(۳۔ج) سورۂ تحریم والی ازواجِ رسولؐ میں سازش کرنے والی وہی عورتیں ہیں جن کو سورۂ احزاب میں سامنے لایا گیا تھا۔

علامہ کے مندرجہ بالا بیان کے بعد اس میں شبہ نہیں رہنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ سے اللہ کا رابطہ ہر وقت رہتا تھا ۔ اور قرآن میں صرف وہی مضامین آتے تھے جن کو عوام تک گھر گھر پہنچانا مفید سمجھا جاتا تھا ۔ چنانچہ زیر بحث ازواجِ رسولؐ کے متعلق بھی آنحضرتؐ کو اس سے کہیں زیادہ معلومات فراہم کی گئی تھیں جتنی قرآن میں ہمارے پڑھنے اور

سمجھنے کے لئے نازل کی گئی ہیں ۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر یہ بھی یاد کریں کہ جن عورتوں کے محاذ اور گٹھ جوڑ کا تذکرہ سورۂ تحریم میں کیا گیا ہے وہ وہی عورتیں ہیں جن کے لئے سورۂ احزاب میں بڑی تفصیل سے ان کا تعارف مسلمانوں سے کرایا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا کہ :
۱۔اے نبیؐ کی ازواج اگر تم میں سے کسی نے کھل کر شرمناک فعل(زنا) کیا تو تمہیں دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ ۲۔تم لوگوں سے ایسی لچکدار وچیکتی ہوئی باتیں نہ کیا کرو کہ بیمارانِ عشق تم پر جری ہوجائیں (۳۲۔۳۰ / ۳۳) ۔۳۔تم پہلے دور کی طرح اپنی نمائشِ حسن و رعنائی کرتی ہوئی نہ پھرا کرو بلکہ اپنے گھروں میں رہا کرو(۳۳ / ۳۳) ۔۴۔تم نمازیں پڑھا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کیا کرو(۳۳ / ۳۳)۔ ان ازواج کے ساتھ ساتھ پھر ان مومنین پر پابندیاں عائد کی گئیں جن سے روکنے کے لئے ازواجِ رسولؐ کو پابند کیا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ :
۵۔ اے مومنین بلا اجازت نبیؐ کے گھروں میں مت جایا کرو۔۶۔ اور وہاں بیٹھ کر کھانا پکانے کے برتنوں کو نہ تکتے رہا کرو۔ ۷۔جب تک تمہیں کھانے کی دعوت نہ دی جائے مت جاؤ اور بلایا جائے تو کھانا کھاتے ہی چلے آیا کرو وہاں بیٹھ کر انس و محبت کی باتیں بنانے کے لئے نہ بیٹھے رہا کرو ۔۸۔ تمہاری یہ حرکتیں قابل اعتراض اور رسولؐ کے لئے باعث ایذا ہیں ۔ وہ تمہیں ان باتوں سے منع کرتے ہوئے شرماتے ہیں ۔ لیکن اللہ حق بات کہنے میں شرماتا نہیں ہے ۔ ۹۔جب تمہیں ازواجِ رسولؐ سے کچھ لینا ہوا کرے تو باہر کھڑے رہ کر پردے کے پیچھے سے مانگا کرو ۔ تمہارے دلوں کو اور ازواج رسولؐ کے دلوں کو ناپاکی سے بچانے کے لئے یہ احکام دیئے گئے ہیں ۔ ۱۰۔ اور اے مومنین تمہارے لئے یہ بات موزوں نہیں ہے کہ تم رسولؐ کو ایذا پہنچاتے رہو اور تم رسولؐ کے بعد بھی اس کی ازواج سے ابداً نکاح نہیں کرسکتے ہو۔ ۱۱۔خواہ تم ازواجِ رسولؐ کے متعلق خفیہ منصوبے بناؤ یا اعلانیہ کارروائیاں کرو اللہ ہر صورت حال کو جانتا ہے (احزاب ۵۴ / ۳۳) آگے چل کر ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو ازواجِ رسولؐ کے سلسلے میں رسولؐ اللہ کو ایذا دیتے تھے (۵۷ / ۳۳)
(۳۔د) :یہی وہ ازواجِ رسولؐ ہیں اور یہی وہ مومنین ہیں جن کے متعلق سورۂ تحریم نے اس شرمناک وخطرناک سازش کا راز کھولا ہے جو قریش نے اعلانِ بعثت سے بھی پہلے شروع کی تھی اور کچھ مذہبی ماہرین کو رسولؐ کے حلقہ احباب میں داخل و شامل کردیا تھا اور جنہوں نے رسولؐ کے گھر کے راز معلوم کرتے رہنے کے لئے مذکورہ ازواج رسولؐ کے لئے اپنے خرچ پر رسولؐ کے لئے فراہم کی تھیں ۔ اس تعارف اور تمہید کے بعد یہ نوٹ کرلیں کہ علامہ کے بیان کے بعد والی آیت (نساء ۳۴ / ۴) ان ازواج سے جنسی تعلق ہی کو روکنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ ان کو مارنے پیٹنے کی اجازت اور حکم بھی دیتی ہے جو اطاعت شعاری کے بجائے شوہروں سے سرکشی کرتی ہوں۔ یعنی سرکش بیویوں سے جنسی تعلق یا مباشرت نہ کرنا اللہ نے حلال و جائز رکھا ہے۔

(۳۔ ہ) بلا طلاق دیئے بیویوں سے مباشرت نہ کرنا حلال ہے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے بھی اپنی زیر بحث سرکش ازواج سے مباشرت نہ کرنا حلال ہونا چاہیئے ۔ اس لئے کہ یہ آیت عام حکم دیتی ہے اور ہر شوہر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی ازواج سے سرکشی کی سزا میں مباشرت ترک کرسکتے ہیں ۔ رات کو ان عورتوں کو تنہائی کی سزا دیں اور ضرورت ہو تو ان کی پٹائی بھی کردیا کریں ۔ لہٰذا سورۂ تحریم کی پہلی آیت میں اسی بات کو منوانے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ :
”اے نبیؐ ہم نے تمہارے لئے یہ حلال کیا ہے کہ تم اپنی سرکش بیویوں سے ترک مباشرت کردو مگر تم نے ابھی تک اس پر عمل جاری نہیں کیا ہے کیا تم اس حلال کو حرام سمجھ رہے ہو؟ یا حرام قرار دیتے ہو؟
چونکہ اللہ نے ان عورتوں کے نام نہ بتائے تھے اس لئے ضروری تھا کہ جن عورتوں سے ترک مباشرت کیا جائے ان کو بتایا جاسکے کہ تمہیں یہ سزا تمہاری سرکشی کے لئے اللہ نے دلوائی ہے لہٰذا اللہ نے مذکورہ راز کی بات کہنے کا حکم دیا اور بتایا کہ راز فاش کرنے والی عورتوں کو یہ سزا دی جائے گی اور یوں آنحضرتؐ اطمینان سے ترک مباشرت کرسکیں گے ۔ چنانچہ سرکشی اور سازش کرنے والی ایک عورت سے راز کی بات کہی گئی اور اس نے اپنی ہمراز و دمساز عورت کو راز بتا دیا اور یوں وہ دونوں خود اپنی نظر میں بھی مشخّص ہوکر سامنے آگئیں۔
دوسری آیت (۲ / ٦٦) میں ان لوگوں کو یاد دلایا ہے جو اس سازش میں قریبی تعلق رکھتے تھے ۔ ان کا منہ بند کرنے کے

الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

اور منافقوں سے اور سختی کر اوپر ان کے اور جگہ رہنے ان کے کی دوزخ ہے

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

اور بری ہے جگہ پھر جانے کی بیان کی ہے اللہ نے مثال واسطے ان لوگوں کے جو

كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

کافر ہوئے عورت نوحؑ کی اور عورت لوطؑ کی تھیں دونوں نیچے دو بندوں ہمارے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

صالحوں میں سے پس خیانت کی ان دونوں نے ان کی پس نہ کفایت کی انہوں نے

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ

ان دونوں عورتوں میں اللہ کی طرف سے کچھ اور کہا گیا داخل ہو تم دونوں آگ میں

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

ساتھ داخل ہونے والوں کے اور بیان کی خدا نے مثال واسطے ان لوگوں کے کہ

جاسوسوں کے ساتھ جدّوجہد اور سختی کا برتاؤ اختیار کر لو ان سب کا آخری ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اور جہنم بہت ہی بُری جگہ ہے واپسی کے لئے۔(۱۰) اللہ نے حق پوش لوگوں کے لئے معین و مددگار بننے والی جن عورتوں کی مثال موزوں کی ہے ان میں سے ایک تو نوحؑ کی زوجہ تھی اور دوسری لوطؑ کی بیوی تھی جو دونوں ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں اور ان دونوں بیویوں نے نوحؑ اور لوطؑ کے ساتھ خیانت کی تھی۔ چنانچہ وہ دونوں یعنی نوحؑ اور لوطؑ ان دونوں عورتوں کو اللہ سے بچانے میں کچھ بھی کام نہ آئے اور ان سے کہا گیا کہ تم دونوں بھی باقی جہنمیوں کے ساتھ ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ (۱۱) اور حقیقی مومنین کے لئے اللہ نے رسولؐ کی تائید کرنے والے مومنین کے لئے جن عورتوں کی مثال موزوں سمجھی

لئے یہ کہا گیا کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ نکاح ہو یا کوئی اور دو (۲) دستی معاہدہ (ایمان) ہو اس میں اگر ایک فریق خلاف ورزی کرتا ہے تو دوسرے فریق پر فرض و واجب ہو جاتا ہے کہ وہ بھی معاہدہ کو توڑ دے اور پابندی ختم کردے۔ اور اپنے مولا، علیم و حکیم ہونے کو بطورِ اختیار و سند پیش کیا ہے۔ ہمارے اس بیان پر آیت (۳ / ٦٦) کا آخری حصہ یہ بتاتا ہے کہ "جب اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو افشائے راز کرنے والی عورت کی تفصیلات پر مطلع کر دیا تو آنحضرتؐ نے اس عورت یعنی عائشہ کو وہ تمام تفصیلات نہیں بتائی تھیں جو اللہ سے حضورؐ کو معلوم ہوئی تھیں بلکہ اسے اتنا ہی بتایا تھا جس سے اس کو اپنے مجرم ہونے اور سزا پانے پر اطمینان ہو سکے۔"

قارئین اس بات پر بھی توجہ دیں کہ آیت میں راز فاش کرنے کو اللہ نے لفظ نَبَّأَتْ سے واضح کیا اور راز فاش ہوجانے کی اطلاع جب رسولؐ کو دی تو لفظ وَأَظْهَرَهُ استعمال کیا۔ پھر جب رسولؐ نے اس عورت کو اس کی شرارت پر مطلع کیا تو پھر وہی لفظ نَبَّأَهَا لایا گیا۔ اور جب مجرم عورت نے پوچھا کہ راز فاش ہونا تمہیں کس نے بتایا تو پھر وہی لفظ أَنْبَأَكَ رکھا گیا اور اسی لفظ نَبَّأَنِيَ کو رسولؐ نے جواب میں استعمال کیا۔ لیکن یہ بتانے کے لئے کہ آنحضرتؐ نے اس مجرم عورت کو سب کچھ نہ بتایا تھا بلکہ بعض باتیں بتائی تھیں لفظ عَرَّفَ لایا گیا جو سابقہ تمام الفاظ سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ وسیع مفاہیم اور صورت حال کے مکمل تعارف کو پیش کرتا ہے اور اس وحی کا ثبوت بنتا ہے جو ہر وقت رسولؐ اللہ پر جاری رہتی تھی۔ اور جس میں ہمارا یہ پورا بیان و تفہیم داخل ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ اور رسولؐ نے اس ترکیب سے مجرم ازواج و اصحاب کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور انہیں بتا دیا کہ تمہاری کثرت کے لئے اللہ، جبرائیل ملائکہ اور خود رسولؐ اور صالح المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کافی ہیں۔

(۳۔ و) وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ پر ہی تو قریش کو اختلاف اور دشمنی تھی۔ قریش اور ان کے لیڈروں اور ان کی حکومتوں کے سارے منصوبے تمام سازشیں اور سارے مکرو فریب صرف اس لئے تھے کہ جس طرح ہو سکے رسولؐ اللہ کے بعد علی علیہ والسلام کو رسولؐ کی حکومت سے محروم رکھا جائے اور حکومتِ الٰہیہ کی جگہ قومی حکومت بنائی جائے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) قریش مقام علویہ کو چھپانے کی وجہ سے کافر کہلائے ان کے خلاف جاسوسی کرنے پر منافق قرار پائے۔ علیؑ کی

اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ	ان میں ایک فرعون کی زوجہ ہے جس نے کہا تھا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان تیار کر رکھ اور مجھے فرعون سے اور اس کے شوہرانہ اعمال و افعال سے نجات بخش دے
ایمان لائے ہیں عورت فرعون کی جس وقت کہا اس عورت نے اے رب میرے	
ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ	
بنا واسطے میرے نزدیک اپنے گھر بیچ بہشت کے اور نجات دے مجھ کو فرعون سے	

حکومت سے متعلق ہر لفظ کے معنی بدلنے پر مکذب قرآن ٹھہرے ۔ لہٰذا اگر وہ اور ان کے ہم مسلک علما "صالح المومنین" کے غلط معنی کرلیں تو کوئی ایسا نیا اور بڑا جرم نہیں بنتا جو وہ پہلے کر نہ چکے ہوں ۔ ان ملاعین کو معلوم ہے کہ جملہ "صالح المومنین" مرکب اضافی ہے اور اس کے معنی "مومنین کا صالح شخص" ہیں ۔ مگر یہ ترجمہ کرنے سے انہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں میں سے طرفدارانِ محمدؐ میں صرف ایک مرد صالح رہ جاتا ہے اور باقی تمام مسلمان خارج ہو جاتے ہیں اس لئے انہوں نے وَصَٰلِحُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ کے غلط ترجمہ پر اتفاق کرلیا اور تمام مسلمانوں کو صالح کی شرط کے ساتھ طرفدارانِ محمدؐ میں داخل کردیا۔ یعنی انہوں نے مرکبِ اضافی کا ترجمہ مرکبِ صفاتی کی طرح کر دیا ۔اور یہ فکر نہ کی کہ مرکبِ صفاتی میں موصوف پہلے آتا ہے اور صفت بعد میں رکھی جاتی ہے یعنی اس کو یوں ہونا چاہیئے کہ المومنین پہلے اور صالح بعد میں رکھا جائے ۔ اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ مرکبِ توصیفی میں دونوں ، صفت اور موصوف، ایک ہی حالت میں ہوتے ہیں ۔ اگر واحد ہوں تو دونوں واحد ، جمع ہوں تو دونوں جمع ، نکرہ ہوں تو دونوں نکرہ ، معرفہ ہوں تو دونوں معرفہ ہوں گے ۔ اور دونوں کے اعراب بھی یکساں ہوں گے ۔ مثلاً وَصَٰلِحُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ کو اگر مرکب توصیفی بنانا ہو تو اسے یوں لکھنا پڑے گا " المومنین الصالحین اور اب اس کے معنی ہوں گے "تمام صالح مومنین "مرکبِ توصیفی خود سورۂ تحریم (آیت نمبر ۱۰) میں یوں آیا ہے ۔ " عِبَادِنَا صَالِحَيۡنِ " یعنی "ہمارے صالح بندے " اس میں موصوف اور صفت مندرجہ بالا شرائط کے مطابق دونوں جمع اور دونوں نکرہ ہیں ۔ یعنی قریشی علما نے متفقہ طور پر علیؑ کی دشمنی میں تمام مسلّمہ قواعد کو بالائے طاق رکھ دیا اور غلط معنی جڑ دیئے ۔

صالح المومنین کے چند قریشی ترجمے دیکھ لیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ قارئین یہاں چند ترجمے دیکھ کر قریشی علما کی غلط معنی پر ہم آہنگی بھی دیکھ لیں اور جب ان پر گرفت کی جائے تو آپ معنی کے فرق کو آسانی سے سمجھ بھی سکیں ۔دیکھئے :

وَجِبۡرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ (۴ / ٦٦)

مودودی : "جبرائیل اور تمام صالح اہل ایمان "(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۵)

محمد احمد رضا خان بریلوی : "اور جبرائیل اور نیک ایمان والے "(ترجمہ صفحہ ۷۷۲)

اشرف علی تھانوی : "اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان ہیں "(صفحہ ٦۷۲)

بشیر الدین محمود احمد قادیانی : "اسی طرح جبرائیل اور سب مومن "(صفحہ ۷۵٦)

شاہ عبدا لقادر : "جبرائیل اور نیک ایمان والے "(صفحہ ۷۳۹)

یہ چاروں ترجمے قریشی سازش میں سو فیصد شریک ہیں ان کے بعد دو ایسے ترجمے دیکھیں جن سے حق کا پتہ لگانا ممکن ہے :

شاہ ولی اللہ محدث : "جبرائیل و مرد ما شائستہ از مسلمانان"(۷۳۹)

علامہ رفیعؒ الدین : "اور جبرائیل اور صالح لوگ مسلمانوں میں سے "(صفحہ ٦۳۵)

اگر ان دونوں ترجموں میں کسی کا دستِ سازش شریک نہیں ہوا ہے تو ہم یہ کہیں گے ان دونوں (باپ بیٹے) نے کثرت کے طنز سے بچنے کے لئے ایسا پہلو اختیار کیا کہ سازشیں بھی اپنا منہ بند رکھیں اور حق بھی ظاہر ہو سکے ۔ لہٰذا اگر پہلے ترجمہ میں سے لفظ مردمان شائستہ کو "مان" نکال کر لکھ دیا جائے تو صحیح ترجمہ باقی رہ جاتا ہے یعنی : "مرد شائستہ از مسلماناں" یعنی "مسلمانوں میں سے شائستہ مرد اور جبرائیل "پھر دوسرے ترجمہ میں سے لفظ "لوگ" الگ کر دینے سے صحیح ترجمہ

وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ	اور مجھے اپنے احکام کو بدلنے اور مجتہدانہ احکام نافذ کرنے والی قوم سے بھی نجات دے دے (۱۲) اور دوسری مثال مریمؑ بنتِ عمران کی ہے جس نے اپنی شرم گاہ کو مقدس بنائے رکھا چنانچہ ہم نے ان کی شرم گاہ میں اپنی روح میں سے کچھ روح پہنچا دی
اور عمل اس کے سے اور نجات دے مجھ کو قوم ظالموں سے اور مریمؑ بیٹی	
عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ	
عمران کی جس نے محافظت کی شرمگاہ اپنی کی پس پھونکا ہم نے بیچ اس کے	

ہوجاتا ہے یعنی ”جبرائیلؑ اور صالح مسلمانوں میں سے۔“

مطلب واضح ہے کہ نہ توسارے شائستہ مسلمان اور نہ تمام صالح مسلمان بلکہ تمام مسلمانوں میں سے جو شائستہ یا صالح مسلمان ہے وہ اور جبرائیل اور ملائکہ آنحضرتؐ کے پشت پناہ ہیں۔ اور یہ بھی مدنظر رہے کہ یہاں ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے جسے اللہ، جبرائیل اور ملائکہ کے ساتھ بلا کسی کراہت کے شمار یا کھڑا کیا جا سکے۔ اور جس کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ و السلام کہنا جائز ہو چونکہ مومنین میں دوسرے لوگ بھی صالح تھے پھر بھی صالح المومنین فرمایا گیا تو مطلب یہ ہوا کہ تمام صالح مومنین میں سے سب سے بڑھ کر صالح۔“

شاہ ولی اللہ اور شاہ رفیع الدین نے اپنے اپنے ترجموں میں حقیقت نمائی کے لئے تمام مسلمانوں میں انتخاب کی گنجائش رکھ دی تھی جو دوسرے مترجمین نے غائب کرلی تھیں۔ یعنی یہ الفاظ لکھ دیئے تھے :

(۱) از مسلمانان“ مسلمانوں میں سے یا مسلمانوں میں کا“

(۲) ”مسلمانوں میں سے“ یعنی کوئی ایک شخص“

<u>مودودی مرکبِ اضافی کا ترجمہ ہر جگہ گول مول کرتے ہیں۔</u> علامہ پر گرفت کے لئے چند مرکباتِ اضافی کے ترجمے بھی ملاحظہ کرلیں۔

نام مترجم	قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۵۱ / ۲۴	اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ i. ۷/۱۴۳ ii. ۲۶/۵۱	اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۱۶۳ / ۶
مودودی	ایمان لانے والوں کا کام	سب سے پہلا ایمان لانے والا	سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا
اشرف علی	مسلمانوں کا قول	i. سب سے پہلے یقین کرتا ہوں ii. سب سے پہلے ایمان لائے	سب ماننے والوں سے پہلا
محمد احمد رضا خان	مسلمانوں کی بات	i. سب سے پہلا مسلمان ii. سب سے پہلے ایمان لائے	سب سے پہلا مسلمان
شاہ عبدالقادر	ایمان والوں کی بات	سب سے پہلے یقین لایا	سب سے پہلے حکم بردار
رفیعؒ الدین	بات مسلمانوں کی	اوّل ایمان لانے والا	اوّل مسلمانوں کا
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	قول مسلمانان (مسلمانوں کا قول)	اوّل مسلمانان (مسلمانوں کا پہلا)	نخستین مسلمانان (ایضاً)

قارئین نے دیکھ لیا کہ جن علما نے علی مرتضیٰ علیہ السلام کی فضیلت پر پردہ ڈالنے کے لئے مرکب اضافی کا ترجمہ مرکب توصیفی کی طرح کرکے معنی چھپانے کا کفر کیا تھا وہی علما مرکب اضافی کا صحیح ترجمہ کرتے ہوئے دیکھ لئے گئے اور ان کی سازش خود قرآن سے ثابت ہوگئی۔ بہرحال جن ازواجِ رسولؐ کی سازش اللہ نے سورۂ تحریم میں دکھائی ہے انہیں سورۂ کے آخیر میں زوجہ نوحؑ اور زوجہ لوطؑ کے مانند آنحضرتؐ سے خیانت کرنے اور ان کے جہنمی ہونے کا فیصلہ سنا دیا ہے (۱۰ / ٦٦) اور ساتھ ہی ان کے تعینات کرنے والوں اور ان سے جاسوسی کرانے والوں کے لئے بھی جہنم کا وعدہ کرلیا ہے (۹ / ٦٦)

مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا	اور جس نے اپنے پروردگار کے
روح اپنی کو اور مانتی تھی باتوں پروردگار اپنے کی کو	کلماتؑ اور کتابوں کی تصدیق کی
وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ ﴿۱۲﴾	تھی اور جو اطاعت گزار لوگوں
اور کتابوں اس کی کو اور تھی فرماں برداروں سے	میں برقرار رہتی چلی گئی۔

۴۔ رسولؐ کے خلاف محاذ چلانے والے یہاں بھی مومن کہلاتے رہے ہیں۔ قارئین کرام یہ جانتے ہیں کہ عائشہ و حفصہ اور ان کی معین و مددگار دوسری ازواجِ رسولؐ یقیناً مومنات اور مسلمات تھیں ورنہ رسولؐ کے نکاح سے خارج ہوجاتیں۔ سمجھنا یہی ہے کہ وہ قومی قسم کا اسلام لائی تھیں اور ان کے اس ظاہری اسلام کی وجہ سے ان سے نکاح اور مسلمانوں کا سا سلوک جائز تھا بالکل اسی طرح ان کے طرفدار صحابہ اور مومنین کا حال تھا ان ہی سے کہا گیا ہے کہ :
"اے مومنین تم اپنی اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کی جانوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں (٦ / ٦٦)

۵۔ زمانۂ رجعت میں مخالفین اسلام کے ساتھ انتقامی سلوک کیا جائے گا۔ ان ہی قریشی مومنین سے یہ کہا گیا کہ جو کچھ تم اس دنیا میں کرتے رہے ہو اس کے بدلے میں تمہارے ساتھ وہی کچھ کیا جائے گا۔ یعنی قاتلوں کو ان کے مقتولوں کے ہاتھوں قتل کرایا جائے گا۔ لٹیروں کو لٹنے والوں سے لٹوایا جائے گا۔ جبر کرنے والوں کو مجبوروں سے مجبور کرایا جائے گا۔ ستم ڈھانے والوں پر ستم رسیدہ لوگ اسی طرح ستم ڈھائیں گے۔ اور اس کے بعد انہیں مندرجہ بالا آگ کے جہنم میں ہمیشہ کے لئے جھونک دیا جائے گا۔ ورنہ اس آیت (٧ / ٦٦) کے الفاظ کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ ان ہی کو اور ان ہی کی قسم کے مومنین سے یہ کہا گیا ہے کہ تم ایسی توبہ کرو جس سے دنیا میں کئے ہوئے مظالم اور نقصانات پورے ہوسکیں اور تمہیں جنت میں جانا مل سکے۔ (٨ / ٦٦)

٦۔ محمدؐ و آل محمدؐ کو قیامت میں شرمندہ نہ ہونے دیا جائے گا مومنین کو مبارک۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم پر قیامت میں کوئی مواخذہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان مانتے ہیں کہ وہ حضرات مومنین کی شفاعت کریں گے اور قرآن کی رو سے اپنے اطاعت شعار بندوں کے تمام گناہاں کبیرہ وصغیرہ کو اللہ سے بخشوائیں گے (زمر ۵۳ / ۳۹) لیکن اس آیت (٨ / ٦٦) کی رو سے تو یہ یقین دلایا گیا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اللہ کے روبرو سفارش اور منت سماجت کرنے کی شرمندگی بھی نہ اٹھانا پڑے گی۔ بلکہ اللہ خود ہی اپنے لطف و کرم کو ارزاں فرمائے گا۔ اور ہر اس مومن کو بخش دے گا جسے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت اور ان کے مندرجہ بالا دشمنوں سے عداوت رہی ہوگی۔
اور اسی خوشخبری کو حدیث میں یوں فرمایا گیا تھا کہ :

مَنۡ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ محمدؐ مَاتَ شَهِيۡداً

جو بھی ایسے حال میں مرا کہ اس کے دل میں آلِ محمدؐ کی محبت تھی وہ شہیدوں میں شمار ہوا۔ اور یہ بھی کہ "جو شخص حسینؑ اور شہدائے کربلا پر روئے یا دوسروں کو رلائے یا رونے والوں ایسا چہرہ بنائے اس کے لئے جنت میں جانا واجب ہوگیا"
اللھم صلی علی محمدؐ و آلؑ محمدؐ

(٦۔ الف) محمدؐ مصطفٰی کائنات میں پہلے مسلم اور پہلے عابد تھے اس لئے ان کو مجسمۂ ایمان کہنا واجب ہے۔

وہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں جو یہ کہتے یا سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد چالیس سال بعد یا پہلے ایمان لائے تھے۔ حالانکہ حضورؐ ہی نے کائنات کی ہر چیز کو اللہ پر ایمان لانا سکھایا تھا۔ اور اس آیت (٨ / ٦٦) میں وہ حضرات جن کا آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ ایمان لانا مذکور ہوا ہے وہ خود آنحضرتؐ کے نور کے اجزاء علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور دیگر نو (٩) آئمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِیَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیس(۳۰) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

بہت برکت والا ہے وہ شخص کہ بیچ ہاتھ اس کے ہے بادشاہی اور وہ اوپر ہر

قَدِيْرُ ۙ ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

چیز کے قادر ہے جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو تو کہ آزماوے تم کو

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ

کون سا تم میں سے بہتر ہے عمل میں اور وہی ہے غالب بخشنے والا جس نے پیدا کیا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ

سات آسمانوں کو اوپر تلے نہ دیکھے گا تو بیچ پیدائش رحمٰن کے کچھ چوک

(۱) نہایت برکتوں اور بزرگیوں والی ہے وہ ذاتِ پاک جس کے ہاتھ(ید) میں ہر قسم کی حکومت واقتدار ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت واختیار رکھتا ہے۔(۲) وہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمہیں موت اور زیست میں الجھائے اور دیکھے کہ تم میں سے کون کون موزوں زندگی گزارتا ہے اور وہ ہر حالت میں غالب ہے اور تحفظ عطا کرنے والا بھی ہے (۳) وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو طبقات کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ تم رحمٰن کی ان تخلیقات میں کوئی بے ربطی وبے تعلقی نہ پاؤ گے۔

تشریحات سورۂ الملک:

ا۔ کائنات کی مطلق العنان حکومت محسوس و مشہود صورت میں دیکھنا ہو تو یدُ اللہ کو دیکھ لو؟

قارئین نے حکومت الٰہیہ کے متعلق کافی گفتگو سورۂ تغابن میں سنی تھی اور ہم نے وہاں قرآن اور قریشی علما کے بیانات سے ثابت کیا تھا کہ عملاً اللہ کی حکومت اور حکمرانی اس کے نائب حضرات انبیا علیہم السلام کے ذریعہ سے جاری رہتی ہے ۔ اور یہ کہ روز ازل سے اللہ کا ازلی و ابدی اور مطلق نائب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ۔ اور قرآن کے بیانات اور اس کی تنزیل و ترتیب وغیرہ کے متعلق بھی بار بار پڑھا ہے کہ اس میں ہر جگہ اور ہر معاملہ میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ قریشی علما و سیاسئین نہ تو قرآن کے متن میں تبدیلی کر سکیں نہ انہیں کوئی دیرپا سیاسی حربہ مل سکے کہ وہ قرآن کو پھیلنے سے روک سکیں ۔ یہ گفتگو بھی مودودی کی تصدیقات کے ساتھ ہو چکی ہے کہ قرآن اپنی پالیسی کے ماتحت عموماً نہ مخالفین کے نام لے کر بات کرتا ہے نہ وہ تائید کرنے والوں کے نام بڑھ چڑھ کر لیتا ہے ۔ بلکہ ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ ان دونوں کو غور و فکر کرنے والے خود ہی پہچانتے چلے جائیں اور نام نہ لینے سے کوئی دقت محسوس نہ کریں ۔ چنانچہ اسی قاعدے کو یہاں سورۂ ملک میں بھی استعمال کیا ہے ۔ چونکہ اللہ کو اور اس کے رسوؐل کو اور رسوؐل کے ازلی ساتھیوؐں کو حقیقت حال معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ قریشی لیڈر کسی مطلق العنان حکومت کو پسند نہیں کرتے اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ رسوؐل اللہ یا کوئی اور ان کی مثل نظر آنے والا انسان اللہ کی جگہ ان پر بے چوں و چرا آنکھ بند کر کے اطاعت کا تقاضا کرے ۔ ابھی ابھی یہ معلوم ہو چکا کہ وہ رسوؐل کو ، باوجود دوہری دوہری وحی کے خاطی و گنہگار سمجھتے تھے اور ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ان کے کسی حکم کو اپنے لیڈروں کی صوابدید اور مشورے کے بغیر مان لیں۔ اور اسی اصولِ خطاکاری کی بنا پر وہ قومی حکومت بنانا طے کر چکے تھے ۔(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ

پس پھیر لے جا نظر کو کیا دیکھتا ہے تو کچھ شگاف پھر پھیر لے جا نظر کو

كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ۝۴ وَ لَقَدْ

دوبارہ پھر آوے گی طرف تیری نظر ذلیل اور وہ تھکی ہوئی ہے اور البتہ تحقیق

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا

زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو ساتھ چراغوں کے اور کیا ہم نے ان کو مارنا

لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵ وَ

واسطے شیطانوں کے اور تیار کیا ہم نے واسطے ان کے عذاب جلنے کااور

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ

واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے ساتھ رب اپنے کے عذاب ہے دوزخ کااور بری ہے

الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا

جگہ پھر جانے کی جب ڈالے جاویں گے بیچ اس کے سنیں گے واسطے اس کے چلانا

وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ

اور وہ جوش کرتی ہوگی یعنی دوزخ قریب ہے کہ پھٹ جاوے غصے سے

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ

جب ڈالی جاوے گی بیچ اس کے کوئی جماعت پوچھیں گے ان سے چوکیدار اس کے کیا

سب طرف نظر ڈالو وہ کوئی خلل نہ پائے گی کیا تمہیں کہیں کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ (۴) پھر اپنی نظر گھما کر غور سے دیکھو تو بھی تمہاری نظر دوبارہ تھکی ہوئی اور عیب جوئی میں ناکام تمہاری طرف پلٹ آئے گی۔ (۵) اور یہ بھی ایک قابلِ دید حقیقت ہے کہ ہم نے اس دنیا والے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور چراغوں ہی کو شیطانوں کے سنگسار کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے ۔ اور ان شیطانوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ کے گڑھے تیار کر رکھے ہیں۔ (۶) اور ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ حق کو چھپانے کا رویہ اختیار کیا ہے جہنم کا عذاب ہے اور وہ انجام کار بہت بری جگہ ہے۔ (۷)جب حق پوش جہنم میں پھینکے جائیں گے تو جہنم کے دھاڑنے کی ہولناک آواز سنیں گے ۔ اور وہ جوش مار رہا ہو گا اور (۸) غیظ و غضب کی شدت سے جہنم پھٹا پڑ رہا ہو گا ہر بار جب کوئی فوج دوزخ میں ڈالی جائے گی اس سے جہنم کے نگراں دریافت کریں گے کہ کیا

تاکہ قرآن کے تمام احکام کو اپنے لیڈروں کی مصلحت کے ماتحت نافذ کریں ۔ چنانچہ اللہ کو معلوم تھا کہ وہ دین و دنیا کی پرواہ کئے بغیر قومی حکومت قائم کرکے رہیں گے اس لئے حقیقی سربراہانِ حکومتِ الٰہیہ میں سے صرف آنحضرتؐ کا کھلا کھلا ذکر فرمایا ہے اور باقی بارہ حضرات معصومین علیہم السلام کا تذکرہ محض دلائل کی صورت میں کیا ہے ۔ اور نام لینے میں بھی یہ گنجائش رکھی ہے کہ قریشی لیڈر الٹی سیدھی تاویل کرنے کی کوشش کریں اور اہل علم کے ہاتھوں خوار ہوتے رہیں۔ اسی طریق کار کو یہاں آیت (۱ / ۶۷) میں ”بِیَدِہِ الْمُلْکُ“ کہہ کر سامنے لایا گیاہے ۔یعنی ”حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے“ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر اور نہ سر ہے نہ دماغ ہے نہ جسم ہے نہ روح ہے وہ ہر ایسی چیز اور صورت حال سے مبرا و منزہ ہے جس سے اس کی ذات میں کوئی نقص و عیب و احتیاج ثابت ہوتی ہو۔ اس کے باوجود اللہ نہایت اطمینان سے اپنے لئے الفاظ وجہٗ، یدٗ، نفسٗ فرماتا ہے ۔ عرش پر جلوہ فرما ہونے کا اعلان کرتا ہے اپنے آنے اور جانے کی بات کرتا ہے ۔ (۲ / ۵۹) اظہار غیظ و غضب کرتا ہے خفا ہوتا ہے ۔ غصہ اور افسوس کرتا ہے (زخرف ۵۵ / ۴۳) انتقام لینے کا وعدہ کرتا ہے ۔ پسند و ناپسند کرتا ہے محبت اور عداوت رکھتا ہے الغرض ہروہ کام اپنے ساتھ منسوب کرتا ہے جو انسانوں سے متعلق ہیں ۔ اور حکومت و بادشاہی کے متعلق تو خاص تصورات پیش کئے ہیں۔ جن پر مودودی کو بھی یہ لکھنا پڑا ہے کہ :

(ا۔ الف) اللہ اور مخلوق میں بادشاہ اور رعایا والا تعلق ظاہر کرنے کے لئے الفاظ۔

”یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے ۔قرآن

يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا

نہیں آیا تھا تمہارے پاس ڈرانے والا کہیں گے ہاں تحقیق آیا تھا ہمارے پاس

نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ

ڈرانے والا پس جھٹلایا ہم نے اور کہا ہم نے نہیں اتارا اللہ نے کچھ نہیں تم

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

مگر بیچ گمراہی بڑی کے اور کہیں گے اگر ہوتے ہم سنتے یا سمجھتے نہ ہوتے

مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ

ہم بیچ رہنے والوں دوزخ کے پس اقرار کیا انہوں نے ساتھ گناہوں اپنے کے

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

پس دوری ہے واسطے رہنے والوں دوزخ کے تحقیق جو لوگ ڈرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَ اَسِرُّوْا

پروردگار اپنے سے بن دیکھے واسطے ان کے بخشش ہے اور ثواب بڑا اور چھپاؤ تم

قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا

بات اپنی کو یا پکار کر کہو اس کو تحقیق وہ جانتا ہے سینے والی بات کو کیا

يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ ع هُوَ

نہ جانے وہ جس نے پیدا کیا اور وہ ہے باریک دیکھنے والا خبر دار وہی ہے

تمہارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا اور تمہیں خبر دار نہ کیا تھا؟ (۹) وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں؟ نذیر تو ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے ہمیں اللہ کے نازل کردہ احکام بھی سنائے تھے مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا تھا اور اس سے ہم نے کہا تھا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے پہرے داروں نے کہا کہ تم تو بلا شبہ گمراہی میں بہت مبتلا تھے (۱۰) وہ کہیں گے کہ اگر ہم نے غور سے سنا ہوتا اور عقل سے کام لیا ہوتا تو ہم آج اس طرح دوزخی صحابہ میں شامل نہ ہوئے ہوتے (۱۱) چنانچہ وہ لوگ اپنے غلط متعلقات کا اعتراف کر لیں گے لہٰذا آگ کے گڑھوں میں جانے والے صحابہ پر پھٹکار ہے۔ (۱۲) یقیناً جو لوگ اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور تمام بن دیکھی چیزوں کو مانتے ہیں ان کے لیے تحفظ اور بڑا اجر ہے۔(۱۳) اور خواہ تم اپنی باتیں راز میں چھپا کر کرو یا ان کو تم بلند آواز میں کہو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تو تمھارے سینوں کے اندر والے خیالات تک کو جانتا ہے (۱۴) کیا جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہی ان کو نہ جانے؟ ارے وہ تو بڑا باریک بین اور خبر دار ہے (۱۵) وہی تو ہے

مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ و اصطلاحات و استعارے اور اندازِ بیان انتخاب کئے گئے ہیں۔ جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو سمجھ کر قرآن کو پڑھتا ہو اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض کم فہم ناقدین کے معکوس دماغوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ کتاب جس عہد کی "تصنیف" ہے اس زمانے میں انسان کے ذہن پر شاہی نظام کا تسلط تھا۔ اس لئے مصنف نے (جس سے مراد ان ظالموں کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کو بادشاہ کے رنگ میں پیش کیا"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶۔۳۷)

(ا ۔ ب) کائنات کا دارالخلافہ، تختِ حکومت اور آسمانوں سے زمین پر شاہی احکام کا آنا۔ مودودی بھی قرآن سے اللہ کی حکومت اور بادشاہت کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ، اصطلاحات اور استعاروں کو انسانی حکومتوں اور بادشاہوں کے انداز میں بیان شدہ اور نمایاں مانتے ہیں۔ اب قرآن اور مودودی کے بیان سے یہ بھی دیکھ لیں کہ اللہ جو کائنات میں کسی ایک مخصوص جگہ نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔وہ یہ بھی کہتا ہے کہ:

علامہ کا ترجمہ سورۂ ملک کیا کہتی ہے؟ (۱) "کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے" (ملک ۱۶ / ٦٧) (۲) "کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے" (۱۷ / ٦٧)

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَ کُلُوۡا
جس نے کیا واسطے تمہارے زمین کو فرش پس چلو بیچ راہوں اس کے کے اور کھاؤ
مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ
رزق اس کے سے اور طرف اسی کے ہے جی اٹھنا کیا نڈر ہو تم اس شخص سے کہ
فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوۡرُ ﴿۱۶﴾
بیچ آسمان کے ہے یہ کہ دھنسا دیوے تم کو زمین میں پس ناگاہ وہ پھٹ جاوے گی
اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ
یا نڈر ہوئے تم اس شخص سے کہ بیچ آسمان کے ہے یہ کہ بھیجے اوپر تمہارے
حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ﴿۱۷﴾ وَ لَقَدۡ کَذَّبَ
مینہ پتھروں کا پس البتہ جانوں گے تم کہ کیوں کر تھا ڈرانا میرا اور البتہ تحقیق جھٹلایا

جس نے تمہارے لئے زمین کو تابع کر رکھا ہے چلو زمین کے سینے پر اور کھاؤ زمین سے پیدا ہونے والے سامان حیات کو تمہیں اللہ ہی کے سامنے زندہ ہو کر حاضری دینا ہے (۱٦) کیا تم اس ہستی سے بے خوف اور لاپرواہ ہو گئے جو آسمان میں مقیم ہے اور یہ کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور یکایک یہ زمین جھولنے لگے (۱۷) یا تم اس سے محفوظ ہو جو آسمان میں ہے جو چاہے تو تم پر پتھر برساتی ہوئی ہوا مسلّط کردے پھر تمہیں پتہ لگ جائے کہ میری تنبیہات کیا چاہتی تھیں (۱۸) ان قریش سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی اسی طرح سے جھٹلاتے رہے چنانچہ

اللہ بلا کسی جھجک کے اپنا آسمان کے اوپر ہونا اور وہاں سے حکومت کرنا بتاتا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ اسی زیر قلم سورۂ میں اللہ بے تکلف ہو کر اپنا قیام آسمانوں پر بتاتا ہے اور وہاں سے دنیا والوں کے لئے احکام نازل کرنے کا اعلان کرتا ہے۔(۱۷۔۱٦ / ٦۷) مگر علما نے ہمیشہ اللہ کے ایسے اعلانات و بیانات کی مخالفت کی ہے۔

مودودی گھبرا کر ان آیات (۱۷۔۱٦ / ٦۷) کو جھٹلاتے چلے گئے ہیں۔ مگر نوعِ انسان کو فطری طور پر آسمان سے وابستہ مانتے ہیں۔

علامہ نے لکھا ہے کہ:
"اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے بلکہ یہ بات اس لحاظ سے فرمائی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر جب خدا سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔۲۔ دعا مانگتا ہے تو آسمان کی طرف ہاتھ (مودودی بھی۔احسنؔ) اٹھاتا ہے۔۳۔ کسی آفت کے موقع پر سب سہاروں سے مایوس ہوتا ہے تو آسمان کا رخ کر کے خدا سے فریاد کرتا ہے۔۴۔ کوئی ناگہانی بلا آ پڑتی ہے تو کہتا ہے یہ اوپر سے نازل ہوئی ہے۔۵۔غیر معمولی طور پر حاصل ہونے والی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ یہ عالم بالا سے آئی ہے۔٦۔ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کتب سماوی یا کتب آسمانی کہا جاتا ہے"
(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۴۸۔ ۴۹ زیر تشریح آیات (۱۷۔۱٦ / ٦۷)

اس حقیقت نما بیان پر آپ تو یہ سوچیں کہ نوع انسان میں یہ فطرت کس نے پیدا کی ؟ اور کیوں ہر انسان آسمان سے تقدس و احترام کا رشتہ رکھتا ہے؟ حالانکہ یہ بھی حقیقت واقعی ہے کہ اللہ ہرگز کسی ایک جگہ مقیم نہیں ہے۔ لیکن آسمانوں کا یوں فطرت انسانی پر چھا جانا اور ایسی بے پناہ حقیقت بن جانا کہ تمام وہابی اور خود مودودی بھی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا مانگتا مر گیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آسمان پر کوئی ایسی ہستی مقیم ہو جو عملی حیثیت سے اللہ سے مشابہ ہو جس نے مسلسل آدمؑ سے لے کر مودودی تک نوع انسان کی مشکلات آسان کی ہوں انہیں انعامات دیئے ہوں اور آسمان کی بلندیوں میں اسے کبھی کبھی زیارت کا موقع دیا ہو۔ اور جس کی رعایت سے اللہ بھی آسمانوں سے کتابوں کا نازل ہونا کہتا ہے۔ اور نہایت واضح الفاظ میں اس آسمانی ذاتِ پاک کے لئے قرآن میں فرماتا ہے کہ:

محمدؐ مرکز کائنات اور آسمانوں سے نیچے زمین پر لائے گئے۔

قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ﴿۱۱﴾ (طلاق ۱۰۔۱۱ / ٦۵)

"بلا شبہ اللہ نے تو تمہاری طرف آسمان سے ایک مجسمۂ ذکر رسولؐ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَ لَمْ

ان لوگوں نے جو پہلے ان سے تھے پس کیوں کر ہوا عذاب میرا کیا نہ

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ؕ

دیکھا انہوں نے طرف جانوروں کے اوپر اپنے پر کھولے ہوئے اور سمیٹ لیتے ہیں

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا

نہیں تھام رکھتا ان کو مگر رحمان تحقیق وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے کیا کون ہے

الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ

وہ شخص جو لشکر ہو واسطے تمہارے مدد دے تم کو سوائے رحمٰن کے نہیں کافر

وقف لازم / وقف غفران / بہ اختلاف وقف منزل

دیکھا جا چکا ہے کہ ہماری گرفت کتنی ناگوار گزرنے والی تھی؟ (۱۹) کیا یہ قریش اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے ہوئے صف در صف نہیں دیکھ سکتے ؟ رحمٰن کے علاوہ اور کوئی نہیں جو اُنہیں فضا میں تھامے رہتا ہو وہی ہر چیز کو دیکھنے اور سنبھالنے والا ہے (۲۰) بتاؤ تو آخر تمہارے پاس وہ کون سا لشکر ہے جو اُس رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے حقیقت یہ ہے کہ یہ حق پر پردہ ڈالنے والے

نازل کر دیا ہے ۔ جو تمہارے سامنے اللہ کی منہ بولتی آیات کی تلاوت کر رہا ہے تاکہ صالح مومنین کو اجتہادی اندھیروں سے نکال کر نورِ مرتضوی کی طرف لے جائے۔"

سوچیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی اوپر ہی سے یعنی آسمانوں ہی سے زمین پر اتارا تھا۔ جس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضورؐ سرکار دو جہاں تمام عالمین کے لئے رحمت اور تمام عالمین کے لئے نذیر آسمانوں ہی میں مقیم رہتے چلے آئے تھے ۔ اور ان کا وجود ذی جود ہی ساری نوع انسان کو آسمان سے وابستہ رکھتا رہا ہے ۔ ان ہی کی طرف نظریں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے رہے وہی ذات محمدؐی تھی جسے روز ازل اپنی جگہ عرش پر بٹھایا تھا جس کے لئے کرسی تیار کی تھی اور اپنی تمام قوتیں اور قدرتیں اس میں مرکوز کر دی تھیں اور تدبیر کائنات اور اپنے احکامات اسی کے ذریعہ سے نافذ کرنا شروع فرمائے تھے ۔ اور ان حقائق پر قرآن اور مودودی دونوں گواہ ہیں ۔(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶ صفحہ ۲۵۵ ، صفحہ ۲۶۲ ، صفحہ ۴۴۱ ۔ ۴۴۱ ۔ ۴۴۲) یہ دوسری بات ہے کہ قریشی علما اپنے قصور فہم کا بہانہ اور حق پوشی کر لیں ۔

اور حقائق کو الٹ کر دوسری طرف موڑ دیں ۔ مگر ساری دنیا کے انسانوں کے ہاتھ اور نظریں تو آسمان کی طرف سے نہیں موڑ سکتے نہ اللہ کو آسمان اور عرش پر بٹھا سکتے ہیں اللہ تو بیٹھنے اٹھنے کی چیز ہے ہی نہیں ۔ یہ اس کی پوزیشن کے منافی ہے کہ وہ کہیں ایک جگہ مقیم ہو اور وہاں سے فرشتے اور ارواح احکام لے کر کائنات میں جاتے آتے ہوں۔ (معارج ۴ / ۷۰) ملائکہ اور ارواح کا عروج و نزول نائبِ خداوندی اور عرش مکین (تکویر ۲۰ / ۸۱) کے حضورؐ میں ہونا چاہئے ۔ جن کے لئے فرمایا گیا کہ:

"یقیناً یہ قرآن تو رسوؐل کریم اور امین کی باتیں ہے جو قوت والا ہے اور عرش والے کے پاس مکین ہے اور اس کا حکم مانا جاتا ہے سب اس کے مطیع ہیں۔"

إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي ٱلۡعَرۡشِ مَكِينٖ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٖ ثَمَّ أَمِينٖ ﴿٢١﴾ (تکویر ۲۱ تا ۱۹ / ۸۱)

یہ بات اللہ کی پوزیشن کے خلاف ہے کہ وہ عرش پر بیٹھ کر آسمانوں سے زمین کے امور کی تدبیر کرے اور پھر احکام کے نتائج بلند ہو کر اس کے پاس آسمان میں یا عرش پر پہنچیں (سجدہ ۵ ۔ ۴ / ۳۲) یہ سب کچھ اللہ نے محمدؐ کو ذریعہ بنا کر کیا ہے اور نام اپنا لے دیا ہے ۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اللہ نے جسم و جسمانیات سے مبرا و منزہ ہونے کی پرواہ کئے بغیر اور توحید کو حربہ بنانے والوں کے اعتراضات سے لاپرواہ ہو کر وہ سب کچھ اپنی ذات سے منسوب کر لیا جو محمدؐ سے متعلق تھا اپنے ہاتھ کہا اور مراد آنحضرتؐ اور علیؑ کے ہاتھ لئے ۔ اپنا چہرہ فرمایا اور علیؑ کا چہرہ مراد لیا ۔ اپنا غم و غصہ اور افسوس کہا اور انوار محمدؐیہ کا غم و غصہ و افسوس مراد لیا۔ ان حقائق پر قرآن کے علاوہ ایک مفصل حدیث کے آخری جملے دوبارہ سن لیں :

قریش فریب خوردہ ہیں (۲۱) یا یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمٰن تمہارا رزق روک لے در اصل یہ لوگ سرکشی اور حق سے نفرت پر اڑے ہوئے ہیں (۲۲) جو شخص منہ اوندھائے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح راہ چل سکتا ہے؟یا وہ جو سر اُٹھائے سیدھا ہو کر قائم رہنے والے راستے پر چلا جا رہا ہو؟

اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنۡ ہٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَہٗ ۚ بَلۡ

مگر بیچ فریب کے آیا کون ہے وہ شخص جو رزق دیتا ہے تم کو اگر بند کر لیوے رزق اپنا بلکہ

لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی

لگے جاتے ہیں بیچ سرکشی کے اور بھاگنے کے کیا پس وہ شخص کہ چلتا ہے گرا ہوا اوپر

وَجۡہِہٖۤ اَہۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾

منہ اپنے کے بہت راہ پانے والا ہے یا وہ شخص کہ چلتا برابر اوپر راہ سیدھی کے

(ا۔ج) محمدؐ اور ان کے اہلؑ بیت کے حالات کو اللہ نے اپنے حالات قرار دیا ہے۔

عَنْ ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزّوجل " فَلَمَّآ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡہُمۡ (الزخرف۵۵/۴۳) فقال: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَاسف کَاَسَفنا وَلٰکنۃ خلق اولیاءَ لِنَفسہ یاسفون و یرضون وھم مخلوقون مربُوبُون فَجَعَلَ رضاھم رضا نفسہ وسخطھم سخط نفسہ لِاَنَّہٗ جعلھم الدعاۃ الیہ والادلاء علیہ فَلِذٰلك صاروا کذلك وَلَیۡسَ اَنَّ ذٰلك یصل اِلَی اللّٰہِ کما یصل اِلٰی خلقہ لکن ھذا معنی ما قال مِن ذٰلك وَقَدۡ قَالَ: مَنۡ اَھَانَ لِیۡ وَلِیًّا فَقَدۡ بَارَزَنِیۡ بِالمحاربۃ ودَعَانی الیھا" وقال وَمَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ﴿۸۰﴾ النساء" وقال " اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ﴿۱۰﴾ الفتح " فکل ھذا و شبھہ عَلٰی ما ذکرتُ لَكَ وَھٰکذا الرضا والغضب وغیرھما مِنَ الاشیاءِ مِمَّا یَشاکل ذلك وَلَوۡ کَانَ یصل اِلَی اللّٰہ الاسف والضجر وھو الذی خلق ھما وانشاھما لجاز لِقائِلِ ھذا اَنۡ یقول " اِنَّ الخالق یبید یوماً ما" لانہ اذا دخلہ الغضب والضجر دخلہ التغییر واذا دخلہ التغییر لم یومن علیہ الابادۃ ثُمَّ لَمۡ یعرف المکوِّن مِنَ المکوَّن وَ لا القادر من المقدُور علیہ ولا الخالق مِنَ الۡمَخۡلُوق۔۔۔۔ الخ (اصول کافی کتاب التوحید باب النوادر)

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ کی اس آیت کو پڑھا کہ "جو شخص رسوؐل کی اطاعت کرے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے" اور اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ "یقیناً جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر تمہارا ہاتھ اللہ ہی کا ہاتھ ہے" یہ سب کچھ جو میں نے تجھ سے ذکر کیا اور اسی قسم کی تمام صورت حال میں اللہ کی جگہ محمدؐ کو رکھا گیا ہے۔ اور اسی طرح یہ جو فرمایا ہے کہ "ہمیں ان لوگوں نے افسوس کی حالت میں رکھ دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا" یہاں بھی اللہ کا افسوس کرنا یا غضبناک ہونا اللہ کا افسوس اور غضبناکی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ آیات میں مذکور ہوا اللہ نے اپنے لئے کچھ اپنے ماتحت حاکم اولیا پیدا کئے ہیں جن کے افسوس اور غم و غصہ کو اپنا افسوس اور غم و غصہ اور ان کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی قرار دیتا ہے۔ اگر کہیں اللہ پر غم و غصہ وغیرہ طاری ہونے لگے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کی ذات میں تغیر واقع ہوتا ہے اور جس چیز میں تغیر واقع ہوتا ہے وہ یقیناً فانی ہوتی ہے۔اور اس طرح (معاذاللہ) اللہ کو فانی ہونا چاہئے۔حالانکہ اللہ تو غم و غصہ و رنج و الم اور تمام جذبات کا خالق اور ان کو نشوونما دینے والا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ پر جذبات طاری ہوتے ہیں تو خالق اور مخلوق میں کوئی امتیاز نہ رہے گا۔ نہ قادر و مقدور کی تمیز ہوسکے گی۔ لہٰذا اللہ پر غم وغصہ و افسوس وغیرہ طاری نہیں ہوتے بات وہی ہے کہ ہماری خوشنودی کو اپنی خوشنودی ہمارے غم و غصہ کو اپنا غم و غصہ قرار دیتا ہے جیسے کہ ہمارے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ اور ہماری اطاعت کو اپنی اطاعت فرماتا ہے" لہٰذا اللہ کا یہ کہنا کہ "بِیَدِہِ الۡمُلۡكُ" حکومت اس کے ہاتھ میں ہے یہی کہنا ہے کہ "اللہ کی حکومت یداللہ میں ہے" اور یہ ثابت ہو چکا کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور باقی آئمہ اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم سب

(۲۳) ان سے کہو کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں سوچنے سمجھنے کے لئے دل دیا تم لوگ شکر بھی بہت ہی کم کرتے ہو۔ (۲۴) انہیں یہ بھی کہو کہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جانے والے ہو۔ (۲۵) اور وہ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ یہ حشر ونشر کا وعدہ کب پورا ہو گا۔ اگر تم اس وعدے میں سچے ہو تو وہ دن بتا دو۔ (۲۶) کہو اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ میں تو بس صاف اور واضح طور پر خبردار کر دینے والا ہوں۔ (۲۷) پھر جب وہ اُس کو قریب دیکھ لیں گے تو ان سب لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے حق کو چھپانے کا کام کیا ہے اور اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے

قُلْ هُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ

کہہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو اور کیا واسطے تمہارے سننا اور دیکھنا اور دل

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۲۳ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

تھوڑا سا شکر کرتے ہو تم کہہ وہ ہے جس نے پھیلایا تم کو بیچ زمین کے اور

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۲۴ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

طرف اسی کے اکٹھے کئے جاؤ گے اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ۝۲۵ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ

سچے کہہ سوائے اس کے نہیں کہ علم نزدیک اللہ کے ہے اور سوائے اس کے

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۶ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

نہیں کہ میں ڈرانے والا ہوں ظاہر پس جب دیکھیں گے اس کو نزدیک ہوتی

سِيْۗـــــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ

برے بن جاویں گے منہ ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے اور کہا جاوے گا یہ ہے جو کہ

محمدؐ بھی تھے اور اللہ کے ہاتھ بھی تھے۔ اس کی آنکھیں، اس کی زبان، اس کا چہرہ اور کائنات کے بادشاہ و ناظم بھی تھے۔ (ایضاً کافی و کتاب و باب احادیث نمبر ۷ تا ۱۱)

(۱۔د) قرآن کریم محمدؐ اور اہل بیتِ محمدؐ کو بعد ظہور بھی اَلْمُلْكُ الْعَظِيْمُ دیئے جانے کی اطلاع دیتا ہے۔

روز ازل سے عرش مکین محمدؐ و آلِ محمدؐ کا مُلْكُ السَّمٰوٰتِ والارض کا بادشاہ و ناظم ہونا اور وسائل و وسائطِ خداوندی ہونا اپنے مقام پر برقرار رکھتے ہوئے جب ان حضرات علیہم السلام کو مادی وجسمانی ظہور عطا کیا تب بھی انہیں سُورَةُ الْمُلْك والی بادشاہت بڑی عظمت و شان سے دے دی تھی چنانچہ فرمایا ہے کہ:

أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۖ فَقَدْ ءَاتَيْنَآ ءَالَ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَءَاتَيْنَـٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ۝٥٤ (نساء ۵۴ / ۴)

"کیا قریشی لوگ اس بنا پر جل بُھن رہے ہیں (آتش حسد میں) کہ اللہ نے انؐ کو اپنے فضل سے یہ مقام دیا ہے؟ اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور حکمت دے دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم الشان بادشاہت عطا کر رکھی ہے" اور مسلسل فرمایا کہ:

فَمِنْهُم مَّنْ ءَامَنَ بِهِۦ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝٥٥ (نساء ۵۵ / ۴)

"چنانچہ ان مکیوں میں سے وہ بھی ہیں جو محمدؐ و آل محمدؐ کی اس عظیم الشان بادشاہت پر ایمان لے آئے ہیں اور ان ہی میں وہ بھی ہیں جو اس حکومت کو روکنے اور قومی حکومت بنانے میں مصروف ہیں چنانچہ رکاوٹ ڈالنے والوں کے لئے تو بس جہنم کی بھڑکتی آگ ہی مناسب و کافی ہے۔"

(۱۔ہ) رسولؐ کی حمایت اور نصرت اور ان کے بالکل ساتھ ساتھ نازل ہونے والے نورؑ کی اتباع اور کائناتی حکومت پر ایمان لازم

پوری کائنات کی حکومت کے دو حکمرانوں کو پوری نوع انسان تک یہ اعلان کرتے ہوئے بھیجا گیا تھا کہ:

كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ

تھے تم اس کو مانگتے کہہ کیا دیکھا تم نے اگر ہلاک کرے مجھ کو اللہ اور ان کو جو

مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

ساتھ میرے ہیں یا رحمت کرے ہم کو پس کون پناہ دے گا حق پوشوں کو عذاب

اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ

درد دینے والے سے کہہ وہی ہے رحمان ایمان لائے ہم ساتھ اس کے اور اوپر اسی

تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

کے توکل کیا ہم نے پس شتاب جانو گے کون ہے بیچ گمراہی ظاہر کے کہہ کیا دیکھا تم

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾

نے اگر ہو جائے پانی تمہارا خشک پس کون لاوے گا تمہارے پاس پانی جاری

وہ چیز جس کے لئے تم تقاضا کر رہے تھے۔ (۲۸) ان سے کہو کہ تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ اللہ خواہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم کرے تب بھی حق پوش لوگوں کو درد ناک عذاب سے کون اور بچالے گا؟ (۲۹) اے نبیؐ ان کو یہ بھی بتا دو کہ وہ ہی تحفظ فراہم کرنے والا ہے اور ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں چنانچہ تم بھی جلد ہی معلوم کرلوگے کہ ہم دونوں میں سے وہ کون کُھلا کُھلا گمراہ ہے؟ (۳۰) ان سے کہو کہ کبھی تم نے اس پر غور کیا ہے کہ اگر تمہارے کنوؤں، دریاؤں اور چشموں کا پانی زمین میں اتر جائے تو وہ کون ہے جو اِس پانی کی بہتی ہوئی سوتیں تمہیں نکال کردے دے۔

فَالَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِى لَهُۥ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ ﴿١٥٨﴾ (اعراف ۱۵۸۔۱۵۷ / ۷)

”لہٰذا جو لوگ محمدؐ پر ایمان لائیں اور اس کی تائید و نصرت و حمایت کریں اور اس نوؔر کی پیروی کریں جو محمدؐ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے وہی کامیاب ہونے والے مومنین ہوں گے۔اے نبیؐ آپ اعلان کردیں کہ اے تمام نوع انسان میں اس اللہ کی نیابت و نمائندگی کے لئے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں جو پوری کائنات (آسمانوں اور زمینوں) کی حقیقی بادشاہت کا بادشاہ ہے۔“ یعنی تم سب مجھ پر اللہ کی حکومت چلانے والے کی حیثیت سے ایمان لاؤ اور میری اطاعت اور میرے بعد والے نوؔر کی پیروی اختیار کرو۔

(ا۔و) کیا پوری نوع انسان کی طرف رسوؔل بن کر آنے والی ذات پاک کی رسائی ہمہ گیر نہیں ہوگی؟

علامہ مودودی نے آنحضرؐت کو تمام عالمین کے لئے رحمت ماننے کے بجائے صرف دنیاکے لئے رحمت مانا تھا اور پھر اس سے بھی کم کرکے صرف انسانوں تک محدود کر دیا تھا۔ لیکن اب جب کہ اللہ نے پوری نوع انسان کو رسوؔل اللہ کا مخاطب قرار دیا ہے (۱۵۸ / ۷) تو یہاں علامہ خاموشی سے گزر گئے ہیں۔ اور کسی وضاحت اور تشریح کی ضرورت محسوس نہیں کی حالانکہ اگر وہ چاہتے تو اس پہلو پر کافی کچھ لکھ سکتے تھے۔بہرحال یہ محمدؐ مصطفی اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا معاملہ ہے اور انسانوں کے حالات و معاملات اس معاملہ میں چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں اس لئے ہمیں کم ازکم قارئین کو کچھ ایسا سامان تو دینا ہی پڑے گا جس پر وہ غور فکر کرکے کسی مفید نتیجے پر پہنچیں۔ چنانچہ ان الفاظ پر از سرنو غور کرنے کی اپیل کی جاتی ہے جو اللہ نے آنحضرؐت سے کہلوائے ہیں تاکہ یہ دیکھا جائے کہ جو کچھ اس آیت سے سمجھا گیاہے وہ کافی اور آیت کے الفاظ کے مطابق ہے یا نہیں؟ فرمایا یہ گیا کہ:

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴿١٥٨﴾ الأعراف

اے انسانو !میں یقیناً تم سب کی طرف اللہ کا رسوؔل ہوں۔

آیت کے اس جملے میں سب سے زیادہ توجہ کا مستحق لفظ إِنِّى ہے۔ یعنی ”میں“بات کو جلدی سے سمجھنے کے لئے یہ سوال ہے کہ ”کیا ہمارے قارئین بھی آنحضرؐت کے مخاطب ہیں“؟

آیت کا تقاضا ہے کہ عہد رسوؐل سے لے کر قیامت تک کا ہر ہر فرد خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو، آنحضرؐت کا مخاطب ہے۔ مگر دوسرا سوال یہ ہے کہ: کیا ہمارے قارئین میں اور عہدِ رسوؐل کے مکی بنی ہاشم، قریش یا مدینے والوں میں کوئی فرق ہے؟ کیا انہیں بھی رسوؐل اللہ نے اسی طرح سامنے آکر مخاطب کیا ہے جس طرح مکے اور مدینے والوں کو مخاطب کرتے رہے؟ اگر اسی طرح مخاطب نہیں کیا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ نہیں کیا تو آیت میں لفظ إِنِّي اورجَمِيعًا کا تقاضا ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ اس آیت میں ہرگز اس معنی یا مفہوم کی گنجائش نہیں ہے کہ:

میں گنتی کے چند لوگوں کو براہ راست مخاطب کروں گا اور اللہ کے پیغامات انہیں پہنچاؤں گا پھر وہ لوگ جتنے لوگوں کو ممکن ہوگا اللہ کے پیغامات پہنچائیں گے اور اسی طرح اللہ کے پیغامات لوگوں میں پھیلتے اور پہنچتے چلے جائیں گے۔" یا یہ کہ:

میں تیئس (۲۳سال میں اپنے قریب کے لوگوں کو اللہ کے پیغامات پڑھ کرسناؤں گا۔ اُن پیغامات کی حامل کتاب دوں گا اور عمل کرکے دکھاؤں گا۔ میرے بعد وہ لوگ اس کتاب سے میری جگہ دوسروں کو اور دوسرے تیسروں کو پیغامات پہنچاتے چلے جائیں گے۔"

اور یہی کچھ مسلمانوں نے سمجھا لیکن بہت غلط اور خود آیت میں ایک بہت بڑی تحریف وتبدیل اور اضافہ اورترمیم کرکے سمجھا۔ اور الفاظ " إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا " اپنا سر پیٹتے رہ گئے۔ پھر اس سمجھ کے مطابق یہ بھی ماننا ہو گا کہ اس بالواسطہ رسالت یا پیغام رسانی میں عہد رسوؐل والوں نے جوکچھ سمجھا؟ اور ان کی سمجھ میں ان کے مرنے تک جوکچھ تبدیلی ہوئی اورجو کچھ انہوں نے دوسروں کو بتایا وہ سب بھی لفظ "إِنِّي" کہنے اور کہلوانے والوں کی تعلیم تھی؟ اور اسی طرح نسل درنسل جوکچھ ہوتا رہا وہ سب کچھ اللہ کی تعلیم تھی جو إِنِّي کہنے والے نے انسانوں کو پہنچائی تھی مثلاً یہ کہ:

(۱) "پالتو گدھے کو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی حرام قرار دیتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۵۹۲)

(۲) "بعض دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ پالتو گدھا حرام نہیں ہے" (ایضاً)

(۳) "درندہ جانوروں اورشکاری پرندوں اور مردارخور حیوانات کو حنفیہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔" مگر (ایضاً صفحہ ۵۹۳)

(۴) "امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں" (ایضاً)

(۵) "لَیث کے نزدیک بلی حلال ہے۔" (ایضاً)

(۶) "امام شافعی کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں جو انسان پر حملہ کرتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا اور چیتا وغیرہ۔" (ایضاً)

(۷) "عکرمہ کے نزدیک کوا اور بجو دونوں حلال ہیں۔" (ایضاً)

(۸) "حنفیہ کے نزدیک تمام حشرات الارض حرام ہیں۔" (ایضاً) مگر

(۹) "ابن ابی لیلیٰ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔" (ایضاً)

(۱۰) "نکاح متعہ مذہب شیعہ میں حلال ہے باقی فرقے حرام کہتے ہیں۔" مسلّمات

(۱۱) "شیعوں میں انبیاً سے غلطی و گناہ ناممکن ہے باقی فرقے آنحضرؐت کو بھی خطا کار سمجھتے اور لکھتے ہیں۔" وغیرہ ایک ہزارحرام و حلال ہیں۔

اگر ان تمام تعلیمات کو اللہ و رسوؐل کی تعلیمات نہ کہا جائے تو یقیناً رسوؐل اللہ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہونے والا رسوؐل نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر ان کو اللہ و رسوؐل کی تعلیمات قرار دیا جائے تو ایسے مذہب سے بے دینی ہزار درجے بہتر ہے۔ پھر یہ سوچیئے کہ رسوؐل کی ہربات اللہ کی بات ہوتی تھی۔ اور ان کی ہربات کاماننا اور ان کی اطاعت کرنا اور نافرمانی یا ان سے اختلاف نہ کرنا واجب تھا۔ ان کی ہرحال میں تعظیم و پیروی واجب تھی۔ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر اس شخص

کی بات اللہ کی بات ہوتی تھی جو رسوؔل اللہ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ سنی ہوئی تعلیمات کو دوسروں کو پہنچاتا تھا۔ اور اس کی بھی ہربات کا ماننا واجب تھا۔ تو ساری نوع انسان کو رسوؔل اللہ ماننا ہوگا۔ لیکن جیسا کہ معلوم ومشہودہے کہ نوع انسان کا ہرفردخاطی ہے تو وہ سنی ہوئی تعلیمات کے پہنچانے میں بھی خطاکرے گا۔ اور یہ سابقہ حرام وحلال کی فہرست سے ثابت ہے۔ لہٰذا جوکچھ مسلمانوں نے زیر بحث آیت (اعراف ۱۵۸ / ۷) سے سمجھا وہ ازسرتاپا، اوّل سے آخر تک، عملاً و آزمودہ طورپر باطل اورشیطانی تصورہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوزیشن بعدِ خدا ہمہ گیرہستی کے طورپر ماننا ہوگی اور قریشی حکومتوں کی تیار کردہ روایات کو ابلیس کے حوالے کرکے یہ ماننا ہو گا کہ حضوؐر کو عالمین کے اس سرے سے لے کراس سرے تک اور اوپر سے لیکر نیچے تک ہر جگہ اور ہر مخلوق سے مخاطبہ کی قدرت و قوت و اختیار دیئے گئے تھے۔ اور بیک وقت جتنی جگہ ضروری ہو موجود رہ سکتے تھے ہر مخلوق سے اس کے سمجھنے کی زبان میں گفتگو کرسکتے تھے۔ اور جس طرح حضوؐر روز ازل سے مادی ظہور تک ساری کائنات میں رحمت و نذیر تھے اسی طرح قیامت تک ان کا مادی وجود بھی جس کا نام محمدؐ تھا، برابر مسلسل ہدایت و تبلیغ رسالت کرسکتا تھا۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے فرمایا گیا تھا کہ "ہمارا پہلا بھی محمدؐ ہے اور ہمارا آخری بھی محمدؐ ہے اور ہمارے درمیان والے بھی محمدؐ ہیں اور ہم سب محمدؐ ہیں۔"
اور یہ سب کچھ احادیث معصومین علیہم السلام سے بھی ثابت ہے اور قرآن توہم پیش کرتے ہوئے آ ہی رہے ہیں اگر آپ یہ نہیں مانتے تو آنحضرؐت کو ساری نوع انسان کے لئے حقیقی رسوؔل بھی آپ نہیں مانتے لہٰذا وہؐ چند مکی و مدنی لوگوں کے لئے حقیقی رسوؔل مانے جا سکتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ اثْنَانِ وَ خَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَاتٍ

سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں باون(۵۲) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے || شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾

قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی کہ لکھتے ہیں نہیں تو ساتھ نعمت رب اپنے کے دیوانہ

وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾

اور تحقیق واسطے تیرے ثواب ہے نہ کاٹا گیا اور تحقیق تو البتہ اوپر خُلق بڑے کے ہے

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ

پس شتاب دیکھے گا تو اور دیکھیں گے وہ کون سے کو تم میں سے فتنہ ہے تحقیق

رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۪

پروردگار تیرا وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ گمراہ ہوا راہ اس کی سے

(۱) نٓ، قلم، اور اھلِؑ قلم اور ان سطروں کی قسم جو وہ لکھ رہے ہیں کہ (۲) اے محمدؐ تم بفضلِ خدا ہرگز پاگل نہیں ہو۔(۳) اور آپ کی تعلیم وتربیت کے اجر کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہونے پائے گا (۴) اور بلاشبہ تم اپنے اخلاق و کردار میں عظیم ترین مقام پر فائز ہو۔ (۵) چنانچہ بہت جلد تم بھی اور مخالفین بھی دیکھ لیں گے کہ (۶) تم دونوں فریق میں سے کون فتنہ پردازی میں مبتلاہے۔ (۷) تمھارا پروردگار ان لوگوں کو بھی اچھی طرح جانتاہے جواُسکے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں

وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ۝

اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو بھی پس مت کہا مان جھٹلانے والوں کا

وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَیُدۡهِنُوۡنَ ۝ وَ لَا تُطِعۡ

دوست رکھتے ہیں کاش کہ اگر سُستی کرے تو پس سستی کریں وہ اور مت کہامان

اور وہی ان کو بھی خوب جانتا ہے جو راہِ راست پر ہیں (۸) چنانچہ آپ حقائق کو جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنے دیں۔ (۹) ان کو بہت ہی عزیز ہے کہ اگر تم ان کے اجتہادات برداشت کرنے لگو تو وہ بھی تمہیں برداشت کرنے لگیں (۱۰) اور آپ

تشریحات سورۂ قلم :

ا۔ حروف ن اور قلم کن حقائق کے لئے استعمال کئے گئے ہیں ؟

سب سے پہلے تو یہ نوٹ کرلیں کہ جس طرح حرف یٰسٓ آنحضرؐت کا ایک لقب ہے اسی طرح ''ن'' بھی سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں استعمال ہوا ہے ۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ پہلی آیت میں قلم کو جمع استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات جملہ وَمَایَسۡطُرُوۡنَ (جو وہ لکھتے ہیں) سے ثابت ہے ورنہ مَایَسۡطُرُ (جو وہ لکھتا ہے) ہونا چاہیئے تھا۔ معلوم ہوا کہ کسی ایک قلم کی قسم نہیں کھائی گئی ہے بلکہ ایک سے زیادہ قلم ہیں جو ترتیب و قاعدے کے مطابق جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ باقاعدہ سطروں کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ قلم ایک لکھنے کا آلہ ہے جو خود نہیں لکھ سکتا بلکہ وہ لکھنے والے کا محتاج ہوتا ہے ۔لہٰذا جتنے قلم قابلِ قسم تھے اتنے ہی اہلِ قلم کا موجود ہونا اور لکھنے میں مشغول ہونا ثابت ہے ۔چنانچہ ان اہلِ قلم کو یقیناًان کے استعمال میں آنے والے قلموں سے مرتبہ میں افضل و اعلیٰ ہونا چاہیئے اور جب کہ وہ قلم بے جان و بے سمجھ ہوتے ہوئے بھی صرف اس بنا پر متبرک و مقدس ہیں کہ ان سے صحفِ خداوندی لکھے جاتے ہیں اور یہ کہ اللہ ان کی قسم کھاتا ہے تو ان قلموں کو استعمال کرنے والوں اور صحفِ خداوندی کو مکتوبی شکل و شمائل دینے والوؐں کے مراتب و مدارج تو بے حد و حساب ہونا لازم ہیں ۔ چنانچہ اللہ نے ان صحیفوں کا اور ان کے لکھنے والوں اور ترتیب و تدوین کرنے والوں کا مقام الگ سے بھی بیان فرما دیا ہے ۔

۲۔بیت النبوۃ و امامۃ میں تمام کتبہائے خداوندی اور قدیم وجدید ریکارڈ اور احادیث نبوؐی کی تدوین جاری تھی۔

اور قرآن میں یہ ثبوت فراہم کردیا ہے کہ بیت النبوۃ و امامۃ میں مسلسل سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتابیں اور تعلیمات موجود ومحفوظ رہتی چلی آتی تھیں اور خانوؐادہِ نبوت ہمہ وقت قدیم و جدید وحی و الہام میں تطبیق و توفیق جاری رکھتا چلا آتا تھا۔ اور یہی دلیل ہے اس حقیقت پر بھی کہ پورا قرآن نازل شدہ اور لکھا ہوا موجود تھا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ :

کَلَّاۤ اِنَّهَا تَذۡکِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ (سورۂ عبس ۱۷ تا ۱۱ / ۸۰)

''وہ سب کچھ (جو آیات ۱۰ تا ۱ / ۸۰ میں بیان ہوا) وہ کچھ ہرگز نہیں ہے جو سمجھ لیا گیاہے ۔ وہ تو وہی مخصوص تذکرہ ہے چنانچہ جو کوئی حقیقت کو سمجھنا اور مطابقت کرنا چاہے اسے چاہیئے کہ وہ تذکرہ ان مکرم و معظم و بلند مرتبہ اور پاکیزہ صحیفوں میں دیکھے جو معززو پارسا کاتبوں (سفیروں) کے ہاتھوں میں موجود رہیں ۔ اور اللہ نے اس مخصوص انسان کو قتل کرڈالنا اور لعنتی قرار دینا طے کررکھا ہے جس کی حق پوشی ان صحیفوں اور ان آیات (۱۰ تا ۱ / ۸۰) میں مذکور ہوئی ہے۔''

۳۔قرآن اور دیگر تمام انبیاؑ کی کتابوں کی موجودگی وغیرہ کے ساتھ ساتھ ایک واجب القتل مخالف کا تذکرہ بھی غور طلب ہے۔

سورۂ عبس کی ان سات آیات (۱۷ تا ۱۱ / ۸۰) نے جہاں یہ ثابت کردیا ہے کہ بیت النبوۃ و امامۃ میں تمام صحفِ خداوندی موجود تھے ۔ وہیں ان کے مقدس کاتبوؐں اور ان کے قلموں کا مرتبہ اور منزلت تفصیل سے بیان کردی ہے۔ ہم بیت النبو ۃ و امامۃ میں تمام انبیاؑ کی تعلیمات اور کتابوں کے موجود ہونے کی تفصیل سورۂ عبس کی ذیل میں لکھیں گے ۔یہاں تو یہ دیکھیئے کہ سورۂ عبس کی پیش کردہ آیات (۱۷ تا ۱۱ / ۸۰) کی آخری آیت (۱۷ / ۸۰) میں بھی اس زبردست قومی لیڈر کی مخالفت کا اور اس کے واجب

كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ	ان میں سے کسی بھی ایسے شخص کی اطاعت
ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل کا عیب کرنے والا لوگوں کو چلنے والا	نہ ہونے دیں جو حلفیہ بیان دیتا ہے اور باریک
بِنَمِيمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢	بین ہے (۱۱) جو طعن وطنز کرتا ہے اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے (۱۲) بھلائی کے خلاف
ساتھ چغلی کے منع کرنے والا بھلائی سے حد سے نکل جانے والا گنہگار گردن	محاذ بنانے والا گناہوں میں حدود فراموش،

القتل ہونے کا تذکرہ ہوا ہے جس کی تفصیل زیر قلم سورۃ القلم میں بیان کی جا رہی ہے ۔

(۳۔الف) قریشی لیڈر قرآن پر ایمان رکھتا ہے مگر آنحضرتؐ کی تفہیمات کو دیوانہ کی بڑ سمجھتا ہے۔

وہ لیڈر جس نے اپنی پوری قوم کو رسوؐل کی تفہیمات کے خلاف مجتمع کرلیا تھا جو یہ بات ثابت کر رہا تھا کہ رسوؐل اللہ قرآن کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اور یہ کہ جب قرآن کی آیات پر آنحضرتؐ کی توضیحات کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ ایک مخبوط الحواس آدمی کے تصورات سے زیادہ کچھ نہیں ہوتیں ۔ وہ لیڈر اور اس کے قومی دانشور آنحضرتؐ کو سچ مچ کا دیوانہ یا شاعر نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ یہ شخص (معاذ اللہ) قرآن کی تفہیم غلط کرتا ہے ۔ خیالی باتیں بناتا ہے۔ جن کا عملی دنیا میں نافذ ہونا اور برسر کار آنا ممکن نہیں ہو سکتا ۔ یا ایسی تفہیم و تعبیر کرتا ہے جو گھریلو منصوبوں اور ذاتی اقتدار یا خاندانی عداوت اور تعصب پر مبنی ہوتی ہے۔چنانچہ سورۃ القلم کی ابتدا ہی میں قریشی لیڈروں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ ذرا دیکھتے جاؤ کہ رسوؐل کی تفہیمات صحیح نکلتی ہیں یا تمہاری تعبیرات و تاویلات برسرحق ثابت ہوتی ہیں ؟ پھر معلوم ہو گا کہ تم میں سے کون حواس باختہ اور مخبوط الحواس تھا۔ تم یا اللہ کا رسوؐل؟ (٦۔۵ / ٦٨) اور اس کے بعد رسوؐل اللہ کو حکم دیا گیا ہے کہ اس معلوم ومشہور و معروف لیڈر کی کوئی تفہیم ،کوئی تعبیر و تاویل اور رائے تسلیم نہ کریں جو اپنی قرآنی توجیہات اور بیانات پر حلفیہ یقین دہانی اور باریک بینی کا عادی ہے (۱۰ / ٦٨) رسوؐل اللہ کو قرآن میں بار باراس لیڈر کی اطاعت سے روکنا (علق ۱۹ / ۹٦) (دھر ۲۴ / ۷٦) (احزاب ۴۸ / ۳۳) (احزاب ۱ / ۳۳) (فرقان ۵۲ / ۲۵) (کہف ۲۸ / ۱۸) (انعام ۱۱۷ / ٦) ثابت کرتا ہے کہ اس قریشی لیڈر کی تعبیرات اتنی دلچسپ ،عام فہم اور ابلیسی مکر کے ایسے پردوں میں لپٹی ہوئی ہوا کرتی تھیں کہ اگر اللہ براہ راست دخل اندازی نہ کرتا تو آنحضرتؐ ان تعبیرات و تاویلات کو اسلامی سمجھ کر اختیار کر لیتے یہ ممانعت اس لیڈر کی عظمتِ فکر پر واضح دلیل و ثبوت ہے ۔چنانچہ قارئین قریش کے اس عظیم الشان لیڈر کو اللہ کی بتائی ہوئی اس شناخت سے پہچان سکتے ہیں ۔کہ وہ لیڈر اپنی تفہیمات نہایت باریک بینی سے (مَّهِينٍ) اور حلفیہ پیش کرتا ہے(۱۰ / ٦٨) اور اس شان و اطمینان سے پیش کرتا ہے کہ اللہ اگر اپنے رسوؐل کو بار بار روکتا اور ٹوکتا نہ رہے تو مغالطہ کھا جانے کا اللہ کو بھی اندیشہ رہتا ہے ۔ چنانچہ قارئین اس قومی راہنما کو دوبدو پہچاننے کے لئے سورۃ بقرہ کی آیات (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اپنے سامنے لائیں اور یاد کریں کہ یہ وہی شخص ہے جسے اللہ نے بڑا زبر دست بحث ومناظرہ کرنے والا اور رسوؐل کا مدمقابل (أَلَدُّ الْخِصَامِ) کامیاب حریف قرار دیا ہے اور کہاہے کہ اس کی قوم تو آخر جاہلوں کا مجمع ہے یہاں تو خود آنحضرتؐ بھی اس کی دینی و دنیاوی تاویلات و توجیہات کو حیرانی کی حد تک پسند فرماتے تھے ۔ اور یہ کہ وہ اپنے ظاہری بیانات اور قلبی حالات و تصورات پر خدا کو حاضر و ناظر وشاہد سمجھ کر بات کرتا ہے (۲۰۴ / ۲) یہاں سورۃ قمر میں اسی صورت حال کو واضح کرنے کیلئے اس لیڈر کو " حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ القلم" باریک بینی پر حلفیہ یقین دلانے والا شخص فرمایا ہے ۔ وہاں یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ شخص جب اسلامی حکومت کا سربراہ بنے گا تو ساری دنیا میں اتھل پتھل مچا کر رکھ دے گا ۔ فوج کشی اورجنگ وجدل سے دنیا بھر کی کھیتیاں اور فصلیں تباہ کردے گا ۔ اور قتل و غارت سے نسل انسانی کو موت کے گھاٹ اتار دے گا (۲۰۵ / ۲) یہی وہ قومی خلیفہ ہے جس کو سورۃ عبس میں واجب القتل اور لعنتی قرار دیا ہے (۱۷ / ۸۰) اور یہاں اس کی قومی ناک پر داغ لگانے کا ذکر کیا ہے (۱٦ / ٦٨) اور یہ معلوم ہے کہ اُمت کے کسی خلیفہ یا اُمت کے کسی فرد یا مخالفین میں سے کسی شخص کی ناک کو گرم اور دھکتے ہوئے لوہے سے داغ نہیں لگائے گئے ۔اب یا تو یہ ماننا ہو گا کہ (معاذاللہ) اللہ

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۱۴﴾

کش پیچھے اس کے بے نصیب اس واسطے کہ تھا صاحب مال کا اور بیٹوں کا

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

جس وقت پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے نشانیاں ہماری کہتا ہے کہانیاں ہیں

(۱۳) جفا پرست وسفّاک ہی نہیں بلکہ بد اصل و اولادِ زنا بھی ہے۔ (۱۴) یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ قوم کی مال و دولت کا اور بیٹوں کا ذمہ دار و مالک بنا ہوا ہے (۱۵) جب اس کے روبرو ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو مانتا ہے کہ یہ تو وہ لکھی ہوئی سطریں ہیں

کا وعدہ غلط نکل گیا۔یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمانہ رجعت میں یہ سزا مذکورہ شخص یا لیڈر کو دی جائے گی ۔پھر اس شخص کے لئے فرمایا ہے کہ وہ خیر یا بھلائی سے کھل کر منع کرتا ہے ۔ اور خیر کی مخالفت میں حد سے گزر گیا ہے (۱۲ / ۶۸) اور یہ معلوم ہے کہ کوئی شخص خواہ کافر ہو یا مومن ،اچھائیوں اور بھلائیوں سے نہ تو کھل کر منع کرتا ہے نہ ایسا کرنے والا لوگوں میں مقبول ہوسکتا ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ جن کاموں سے روکتا ہے وہ بظاہر مفاد عامہ کے خلاف ہیں ۔مثلاً وہ آمریت کے خلاف محاذ بناتا ہے ۔وہ چاہتا ہے کہ رسوؑل اللہ تنہا اپنی عقل سے فیصلے نہ کیا کریں بلکہ قومی دانشوروں سے مشورہ کرکے حکم دیا کریں ۔اور یہ کہ اپنے بعد کسی کو اپنے خاندان میں سے آمر اور واجب الاطاعت بنانے کا خیال ترک کردیں اور اس خیال کو خیرالعمل قرار نہ دیا کریں ۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے مسائل میں وہ قریشی راہنما آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متفق نہ تھا ۔ مثلاً قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ : (علامہ کا ترجمہ)

إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَٱلْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۶۰﴾ (توبہ ۹ / ۶۰)

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور ان کے لئے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا وبینا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۸)

(۳۔ ب) قریشی لیڈر نے رسوؑل کے بعد قرآن کی پوری تعلیم کو معطل و ناقابل عمل ثابت کرکے بدل دیا۔

قارئین دیکھیں کہ مندرجہ بالا آیت قرآن میں موجود ہے ۔ اور اس کا ترجمہ بھی تقریباً صحیح کرلیا گیا ہے ۔ اس کے باوجود زیرنظر قریشی لیڈر نے اس آیت کی ایسی تعبیر و تاویل بیان کردی جو پوری قوم کے مفاد میں تھی ۔ اس لئے اس آیت کو سارے مسلمانوں نے ناقابل عمل و نفوذ قرار دے رکھا ہے ۔ جس سے یہ ثابت ہوتا چلا آیا ہے کہ قریشی قوم اور قریشی لیڈروں نے قرآن کی ہر اس آیت کو معطل اور ناقابل عمل قرار دے دیا تھا جو ان کی مصلحت اور مفاد کو نقصان پہنچانے والی تھیں۔ اس عمل درآمد کی مذمت کرتے ہوئے اللہ نے قرآن میں زیربحث قومی لیڈر کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ (القلم: ۱۲ / ۶۸) "بھلائیوں کو روکنے میں حدود فراموش گنہگار" قرار دیا ہے ۔ یعنی وہ شخص جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہر مفید چیز ہر اچھے حکم کو روک کر اپنی قومی مصلحت و مفاد کے ماتحت لانے والا شخص تھا۔

(۳۔ ج) قرآن کی آیتوں ،علامہ کے ترجموں اور تشریحات سے عمر بن الخطاب وہ قومی لیڈر تھا جس نے رسوؑل کے خلاف پالیسی جاری کی۔

علامہ کے بیانات پڑھیں اور شریعت محمدؐیہ کو بدل ڈالنے اور قریشی شریعت سازی اور شریعت ساز قریشی لیڈروں کے عذرات پر نظر ڈالیں:

(۱) اللہ رسوؑل اور تمام صحابہ کا شریعت ساز لیڈر کے خلاف ہونا۔

"حنیفہ کا استدلال اس واقعہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عُیَیْنَہ بن حِصْن اور اَقرَع بن حابِس حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور انہوں نے ایک زمین آپ سے طلب کی ۔ ابوبکر نے ان کو

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا

پہلوں کی شاب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے تحقیق

بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ

آزمایا ہے ہم نے ان کو جیسا آزمایا تھا ہم نے باغ والوں کو جس وقت

جو اوّلین زمانے کے لوگوں سے چلی آ رہی ہیں (۱۶) ہم جلد ہی اس لیڈر کی سونڈ کی مانند لمبی قومی ناک پر گرم گرم لوہے سے داغ لگائیں گے (۱۷) ہم نے قریشی قوم کو بھی اُسی طرح اسلام کے متعلق آزمائش میں ڈال دیا ہے جس طرح ایک باغ کے مالکوں کو ہم نے واقعات و حالات پر اتنا یقین دلا دیا تھا کہ

عطیہ کا فرمان لکھ دیا۔ انہوں نے چاہا کہ مزید پختگی کے لئے دوسرے اعیانِ صحابہ بھی اس فرمان پر گواہیاں ثبت کر دیں۔ چنانچہ گواہیاں بھی ہوگئیں۔ مگر جب یہ لوگ حضرت عمر کے پاس گواہی لینے گئے تو انہوں نے فرمان پڑھ کر اسے ان کی آنکھوں کے سامنے چاک کر دیا اور ان سے کہا کہ "بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی تالیف قلب کے لئے تمہیں دیا کرتے تھے مگر وہ اسلام کی کمزوری کا زمانہ تھا۔ اب اللہ نے اسلام کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔" اس پروہ حضرت ابو بکر کے پاس شکایت لے کر آئے اور آپ کو طعنہ بھی دیا کہ "خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟" لیکن نہ تو حضرت ابو بکر ہی نے اس پر کوئی نوٹس لیا اور نہ دوسرے صحابہ میں سے کسی نے حضرت عمر کی اس "رائے" سے اختلاف کیا۔ اس سے حنفیہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ "جب مسلمان کثیر التعداد ہوگئے اور ان کو یہ طاقت حاصل ہوگئی کہ اپنے بل بوتے پر کھڑے ہو سکیں تو وہ سبب باقی نہ رہا جس کی وجہ سے ابتداءً مؤلفۃ القلوب کا حصہ رکھا گیا تھا۔ اس لئے "باجماع صحابہ یہ حصہ ہمیشہ کے لئے ساقط ہو گیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۶۔۲۰۷)

(۳۔ د) اللہ کے حکم رسوؐل کے عمل اور خلیفہ اوّل ابو بکر اور تمام بزرگ (اعیان) صحابہ کے اجماع کے خلاف مسلمان عمل کرتے رہے۔

تاریخی بیانات اور مسلمانوں کی شریعت گواہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے رسوؐل اللہ کی تعلیم و تفہیم اور عمل درآمد کے خلاف قرآن کی تاویل و تعبیر جاری رکھی یہاں تک کہ ایک خود ساختہ شریعت پر قریش اور عرب و عجم کو رواں دواں کر کے مرے۔ اور عملاً قرآن کو اپنی "ذاتی رائے" سے مہجور کرنا ثابت کر گئے (فرقان ۳۰ / ۲۵)

(۳۔ ہ) عمر اور حنفی علما کی تاویل، واقعات اور قرآنی بیانات و الفاظ کی مخالف ہے۔ قارئین آیت زیر بحث (۶۰/۹) کو بار بار اور لفظ بلفظ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور دیکھیں کہ اس آیت میں کسی طرح اس ابلیسی تاویل کی گنجائش نکل ہی نہیں سکتی۔ نہ یہاں مسلمانوں کے کمزور ہونے کی شرط ہے نہ یہ کہا گیا ہے کہ جب تم "کثیر التعداد" ہو جاؤ تو مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کر دینا۔ نہ یہ ذکر ہوا کہ کسی زمانہ میں تالیف قلب کی ضرورت نہ رہے گی۔ وہاں تو یہ ہے کہ جب تک فقراء و مساکین و صدقات کے عاملین و فی الرقاب اور غارمین کو حصہ دیتے رہنا فرض ہے اس وقت تک مؤلفۃ القلوب کا حصہ برابر ادا کرنا فرض رہے گا۔ لہٰذا اس شیطانی تاویل کی اس آیت میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ اس حصہ کی ادائیگی کے فرض کرنے کا سبب نہ مسلمانوں کی کمزوری ہے نہ قلّتِ تعداد ہے۔ بلکہ سبب تو خود لفظ "مؤلفۃ القلوب" میں موجود ہے یعنی غیر مسلموں کی "تالیف قلب" "دل موہ لینا" اس کا سبب ہے۔ جس کی ضرورت ہر زمانہ میں موجود ہے۔ اور جس کو غیر ضروری قرار دینے کی وجہ سے مسلمانوں کی تبلیغ کا نتیجہ صفر رہ گیا۔ اور جس پر عمل کرنے کی وجہ سے عیسائی مذہب دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے غیر مسلم ہی نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور خود پاکستان میں روزانہ دو مسلمان عیسائی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔

(۳۔ و) سورۂ توبہ نویں ۹ ھ سال ذیقعد میں نازل ہوئی اور تمام مخالفین اسلام کو چیلنج کیا اور ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

سورۂ توبہ ہی کا دوسرا نام سورۂ براءت ہے۔ یہی سورۂ ہے جو اللہ کے قہر آلود چیلنج کی وجہ سے بلا بسم اللہ نازل ہوئی۔ یہی سورۂ ہے جسے خانہ کعبہ میں بر سر منبر ایسے بزرگ ترین انسان نے پڑھ کر سنایا جس کے سامنے سے قریش اور یہود کا ہر سورما

اَقۡسَمُوۡا لَيَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِيۡنَ ﴿ۙ۱۷﴾ وَ

قسم کھائی انہوں نے البتہ کاٹ لیں گے اس کو ہم صبح ہوتے اور انشاء اللہ بھی

لَا يَسۡتَثۡنُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيۡهَا طَآئِفٌ

نہ کہتے تھے پس پھر گیا اوپر اس کے ایک پھر جانے والا یعنی عذاب الٰہی

مِّنۡ رَّبِّكَ وَ هُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِيۡمِ ﴿ۙ۲۰﴾

پروردگار تیرے کی طرف سے اور وہ سوتے تھے پس صبح کو ہو گیا جیسے جڑ کٹا ہوا

انھوں نے اُس یقین پر قسم کھا کر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کل ہم عَلَی الصَّباح اپنے باغ کے پھل توڑیں گے (۱۸) اور کسی دوسری طاقت یا کسی دوسرے قانون کی مداخلت کے بھی وہ قائل نہ رہے تھے۔ (۱۹) چنانچہ وہ تو سوتے ہی رہ گئے اور تیرے پروردگار کی طرف سے ایک طواف کرنے والا آیا اور باغ کا چکر لگا گیا (۲۰) اور صبح ہوتے ہوتے وہ باغ ایسا ہو گیا کہ جیسے کٹی ہوئی فصل ہوتی ہے

راہ فرار اختیار کرتا رہا جس نے عمر بن عبدود اور مرحب جیسے نامور تیغ آزما بہادروں کو للکار کر قتل کیا۔ جس سے آنکھ ملا کر بات کرنا ممکن نہ تھا۔ اور جب ماہ ذی الحج ۹ھ کو آنجنابؑ نے سورۂ توبہ کے فرمانات سنائے تو ہر موافق و مخالف سننے والا لرزہ براندام تھا۔ اسی ہیبت و جلال کو پیش کرنا مقصود تھا اسی لئے ابوبکر کو سورۂ برأت پڑھنے سے برسرراہ معزول کیا تھا۔ سورۂ توبہ کی جان نکل جاتی اگر اسے کوئی ایسا شخص سناتا جو سامعین کے سامنے سے بھاگتا رہا تھا تو ہو سکتا تھا کہ کوئی بڑھ کر دو طمانچے مارتا اور سورۂ ہاتھ سے چھین لیتا۔ بہرحال ماہ رمضان ۸ھ میں اسلام کے تمام مخالفین کی کمر حضرت علی علیہ السلام نے توڑ کر رکھ دی تھی اور ''دو پیسے'' قیمت والے مسلمان نام کے لوگ سردارانِ قریش کو باندھ باندھ کر طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے لانے کی جرأت دکھا سکے تھے اور آنحضرتؐ نے اس روز فتح مکہ کا اعلان فرما کر تمام مخالفین اسلام کو معاف اور مواخذہ سے آزاد کر دیا تھا۔ قارئین سوچیں کہ فتح مکہ سے ڈیڑھ سال بعد سورۂ توبہ میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ فرض کیا گیاہے۔ تو یہ کیسے مان لیا جائے کہ مفتوحہ و مقبوضہ مخالفین سے کوئی خطرہ تھا اور اللہ و رسولؐ نے اپنی قلت تعداد اور کمزوری کی وجہ سے مخالفوں کو مخالفت سے روکنے کے لئے رشوت دیتے رہنا فرض کر دیا تھا؟ لٰہذا قریشی لیڈر اور اس کے طرف دار علما نے بہت بڑا اور قرآن و حقیقت واقعی کے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ اور اللہ و رسولؐ اور قرآن پر تہمت لگائی ہے۔

(۳۔ز) قریشی لیڈر اور اس کی قوم روز اوّل سے دولت بٹورنے کے لئے اسلام لائے تھے۔ اور ہرگز نہ چاہتے تھے کہ مال و دولت کی تقسیم ان کی مصلحت کے خلاف کی جائے۔

قارئین سورۂ آل عمران (۱۵۲/۳) میں دیکھیں کہ یہ وہ مسلمان تھے جن کو اللہ نے دنیاپرست آخرت سے بے بہرہ قرار دیا۔ دولت پرست فرمایا۔ اور وہ ایسے دشمنانِ رسولؐ مومن تھے جو آنحضرتؐ کو قتل ہو جانے کے لئے تنہا نرغۂ کفار میں چھوڑ کر پہاڑوں پر بھاگ گئے۔ (۱۵۳ / ۳) اور دور جانے کی ضرورت نہیں مؤلفۃ القلوب والی آیت (۶۰ / ۹) سے چند آیات (۵۹ تا ۵۳ / ۹) پہلے ملاحظہ فرمالیں کہ یہ وہ مومن تھے جنہیں اللہ نے فاسق فرمایا۔ سورۂ مائدہ میں فاسق کے معنی دیکھ لیں۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو خالص طور پر ماننا غلط سمجھتے تھے۔ اور ہر حکم کی ایسی تاویل کر لیتے تھے جو ان کے لئے مفید بن جائے جیسا کہ (۶۰ / ۹) مؤلفۃ القلوب کو ان کے حصہ وحق سے محروم کرنے کے لئے اختیار کر لی گئی۔ اور چونکہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ بھی قوم کو ملنا تھا اس لئے قوم نے فوراً اس تاویل کو اختیار کر لیا۔ اس عمل درآمد سے وہ بھلائی ہمیشہ کے لئے روک دی گئی جو غیر مسلم لوگوں کی مدد اور تالیفِ قلب سے اللہ کو منظور تھی لٰہذا اسی لیڈر کے لئے مَنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ ﴿۱۲﴾ (القلم: ۱۲ / ۶۸) نیکیوں اور بھلائیوں کی ممانعت کرنے والا فرمایا گیا۔ اور چونکہ یہ اپنی رائے سے تمام بزرگ صحابہ اور خلیفۂ اوّل کے خلاف ہی نہ تھا بلکہ اس نے اللہ کی آیت اور حکم کی موجودگی میں بھلائی کو ہمیشہ کے لئے روک دیا اس لئے اسے ہی مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ﴿۱۲﴾ (القلم: ۱۲ / ۶۸) حدود فراموش مجرم قرار دیا گیا ہے دیکھنا یہ ہے کہ ''مؤلفۃ القلوب'' کا حق مارنے والے لیڈر اور اس کی پوری قوم کو چند آیات پہلے اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۳﴾ التوبۃ: تم تو یقیناً ایک فاسق قوم ہو فرمایا تھا اور کہا تھا کہ خواہ تم برضا و رغبت راہِ خدا میں خرچ کرو یا ناگواری سے خرچ کرو تم سے یہ خیرات قبول ہی نہ کی جائے گی (۵۳ / ۹) پھر یہ کہا گیا کہ بھلا ان سے خیرات کیسے قبول

(۲۱) صبح ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا (۲۲) کہ اگر پھل توڑنا چاہتے ہو تو سویرے سویرے اپنی کھیتی پر جا پہنچو (۲۳) چنانچہ وہ باغ کی جانب چل پڑے اور وہ سب لوگ چپکے چپکے آپس میں یہ باتیں کرتے جا رہے تھے کہ (۲۴) یہ کہ

فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِيۡنَ ۙ﴿۲۱﴾ اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰى حَرۡثِكُمۡ

پس ایک دوسرے کو پکارنے لگے صبح ہوتے یہ کہ سویرے چلو اوپر کھیتی اپنے کے

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِيۡنَ ﴿۲۲﴾ فَانۡطَلَقُوۡا وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَ ۙ﴿۲۳﴾ اَنۡ

اگر ہو تم کاٹنے والے پس چلے وہ اور وہ چپکے چپکے باتیں کرتے تھے یہ کہ

کی جاسکتی ہے؟ جب کہ یہ مومن نما فاسق قوم اللہ اور اس کے رسولؐ کے مشن کو چھپانے میں لگے ہوئے ہیں اور نماز میں بھی الکساتے ہوئے آتے ہیں اور راہِ خدا میں بھی ناگواریوں کے عالم میں خرچ کرتے ہیں (۵۴ / ۹) اور جس طرح اللہ نے سورۂ بقرہ (۲۰۴ / ۲) میں یہ بتایا تھا کہ اس مومن نما فاسق قوم کے لیڈر کی پالیسیاں رسول اللہ کو تعجب میں ڈالتی تھیں بالکل اسی طرح اس قوم کا دولتمند ہونا رسولؐ کو تعجب میں ڈالے ہوئے تھا (۵۵ / ۹) یعنی یہ ایک مالدار و سرمایہ دار قوم تھی اور آنحضرتؐ کو حکم دیا گیا کہ ان کی دولت سے متاثر نہ رہیں نہ ان کی افرادی قوت کی پرواہ کریں (۵۵ / ۹) اگر آپ اسی طرح آیات کو پڑھتے ہوئے مؤلفۃ القلوب والی آیت (۶۰ / ۹) تک پہنچیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جن لوگوں نے مؤلفۃ القلوب کو ان کا فرض حصہ دینا بند کیا تھا وہ وہی مومنین تھے جنہیں عہد رسولؐ میں بھی ہمیشہ رسولؐ کی مالی تقسیم و تفہیم پر اعتراض رہتا تھا۔ چنانچہ مودودی کا ترجمہ سنیں:

"اے نبیؐ ان میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں تم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر اس مال میں سے انہیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جائیں، اور نہ دیا جائے تو بگڑنے لگتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسولؐ نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ "اللہ ہمارے لئے کافی ہے، وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسولؐ بھی ہم پر عنایت فرمائے گا، ہم اللہ ہی کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں۔" (توبہ ۵۹ / ۹) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۳-۲۰۵)

(۳۔ ح) مؤلفۃ القلوب کا حق ادا کرنا وہ غلط سمجھتے تھے۔

(۳۔ ط) قریش کا لیڈر اور پوری قوم جب اپنی حکومت بنا بیٹھے تو اس تقسیم اور احکام کو بدل دیا جو ناپسند تھے۔

اس آیت کے بعد آئی ہے وہ آیت (۶۰ / ۹) جس میں صدقات کی تقسیم کے حقداروں کا حصہ دینا فرض کیا تھا۔ لیکن جن لوگوں کو رسولؐ کی تفہیم و تقسیم ان کی زندگی میں غلط معلوم ہوتی تھی وہ رسولؐ کے بعد اس طرزِ عمل پر کیوں راضی ہو جاتے؟ آنحضرتؐ کے تمام طرزِ فکر و عمل کو بدلنے کے لئے ہی تو انہوں نے قومی حکومت قائم کی تھی۔ اپنی حکومت کے زمانے میں وہ کیوں نہ قرآنی احکام کی تاویل و تبدیل کرتے؟ اور جب کہ اللہ اور رسولؐ نے پہلے ہی قرآن کو مہجور کرنے کا جرم بھی ان پر عائد کر دیا تھا (فرقان ۳۱-۳۰ / ۲۵) مجرم بن چکنے اور مشہور ہو جانے کے بعد تو انہیں انتقام کے طور پر ہر ہر وہ کسر پوری کر ڈالنا چاہئے تھی جو عہد رسولؐ میں رہ گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے پورا پورا انتقام لیا اور قرآن کا ہر حکم بھی بدل دیا۔

۴۔ قریشی لیڈروں نے قرآن اور سابقہ الہامی کتابوں کو اور آنحضرتؐ کے عمل درآمد و طریقہ کار کو پرانا و فرسودہ قرار دیا

مؤلفۃ القلوب والی آیت (۶۰ / ۹) کے بعد والی آیات (۶۶ تا ۶۱ / ۹) کو بھی اس آیت (۶۰ / ۹) کے ساتھ ساتھ پڑھا جائے تو قارئین کو یقین ہو جائے گا کہ: (۱) قریش اور ان کے لیڈر ایمان لائے تھے۔ (۶۶ / ۹) ایمان لانے کے بعد انہوں نے حق پوشی شروع کی تھی (۶۶ / ۹) اور کفر کے یہی معنی ہیں۔

(۲) قریش کے لیڈروں نے رسول اللہ کو ایذا دینے کے لئے ان کی تفہیم کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا۔ اور اس کے برخلاف وہ لوگ (۳) مسلمانوں کی کثرت کی رضامندیاں حاصل کرنے کے لئے اپنے حلفیہ بیانات و تعبیرات سے رسولؐ کے مخالف احکام گھڑتے رہتے تھے (۶۲ / ۹) اور زیرِ تشریح سورہ میں بھی یہ حقیقت ثابت ہے کہ وہ اپنی ماڈرن تاویلات و تشریحات سے یہ ثابت کرتے تھے کہ یہ قرآن اور سابقہ الہامی کتابیں آج اس دورِ جدید اور عہدِ ترقی میں فرسودہ (Out Of Date) ہو

لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ مِّسۡکِیۡنٌ ۙ﴿۲۴﴾ وَّ غَدَوۡا عَلٰی

نہ پیٹھ آویں اس باغ میں آج اوپر تمہارے کوئی فقیر اور سویرے گئے اوپر

حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوۡهَا قَالُوۡۤا اِنَّا

بخیلی کے اندازہ کر کر پس جب دیکھا اس کو کہا انہوں نے تحقیق ہم

لَضَآلُّوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾ بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ اَلَمۡ

راہ بھول گئے ہیں بلکہ ہم محروم ہوئے کہا بیچ والے ان کے نے کیا نہ

اَقُلۡ لَّکُمۡ لَوۡ لَا تُسَبِّحُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَ

کہا تھا میں نے تم کو کیوں نہیں تسبیح کہتے خدا کو کہا انہوں نے پاکی ہے

رَبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی

پروردگار ہمارے کو تحقیق ہم ہی تھے ظالم پس منہ کیا بعضے ان کے نے اوپر

آج مُنہ اندھیرے جانے کی وجہ سے کوئی مسکین اور فقیر کچھ مانگنے کے لئے تمہارے پاس نہ پھٹکے گا (۲۵) اور کنجوسی کا نتیجہ بھگتنے کے لئے وہ صبح سویرے اس طرح باغ تک آئے جیسے کہ وہ پھل توڑنے اور جو چاہیں کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہوں (۲۶) جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو شائد راستہ بھول کر غلط باغ پر آ گئے (۲۷) بلکہ سمجھ گئے کہ ہم تو اپنے طرزِ عمل اور مقصد میں محروم ہو گئے ہیں (۲۸) ان میں سے ایک درمیانی درجہ عقیدے والے نے ان سے کہا کہ کیا میں تم پر تسبیح نہ کرنے کا اعتراض نہ کیا کرتا تھا؟ (۲۹) اب انہوں نے مانا کہ ہمارے پروردگار ہی کا طریقہ بے عیب ہے حقیقتاً ہم ہی نے تعلیمات خداوندی کی غلط تعبیر کی تھی (ظلم کے معنی ۴۵/۵) (۳۰) پھر وہ ایک دوسرے کو

چکی ہیں ۔یہی مطلب تھا مؤلفۃ القلوب کے فرض شدہ حق کو ساقط کرنے والے لیڈر کا جب اس نے یہ کہا کہ "ھٰذَآ أَسَٰطِیرُ ٱلۡأَوَّلِینَ (سورہ القلم "(۱۵ / ٦٨) "چھوڑو یہ تو گئے گزرے زمانے کے پس ماندہ لوگوں کی تحریری سطریں ہیں"(۱۵ / ٦٨) یعنی یہ لیڈر بھی اس حقیقت کا منکر نہیں ہے جو سورۃ القلم میں بیان ہوئی ہے یعنی خانوادہ نبوۃ و امامۃ میں چند بزرگ اہل قلم مقدس و متبرک قلموں سے صحفِ قدیم و جدید کو سطروں میں مدون کررہے ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ یہ لیڈر اُن تمام تحریروں اور سطروں کو گئے گزرے (BackWard) زمانہ کی تحریری سطریں قرار دیتا ہے ۔

۵۔ وہ لیڈر پوری قوم کی ناک یعنی لمبی اور معزز ناک رکھتا ہے ۔ یگانہ لیڈر رہے ۔

مؤلفۃ القلوب کا فرض شدہ حق ساقط کرنے والا یہ لیڈر بقول علمائے اہل سنت عمر بن الخطاب ہے اور علمائے اہل سنت کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ یہ حضرت، اُن کے تمام پسندیدہ صحابہ میں سب سے زیادہ قانون دان اور عزت والے تھے اور بقول محدث دہلوی شاہ ولی اللہ، اہل سنت کے چاروں مذاہب ، حنفی ، مالکی ، شافعی، اور حنبلی عمر بن الخطاب کے تیار کردہ احکام و فتاوٰی اور فیصلوں سے تیار ہوئے ہیں ۔ جن میں ایک ہزار احکام ایسے ہیں جو ان چاروں مذاہب میں مشترک ہیں اور جن پر امام ابو حنیفہ ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل متفق رہے ہیں ۔ لہٰذا وہی شخص ہے جس کی ناک کو اللہ نے سونڈ(خرطوم) فرمایا ہے اور لوہے کی سلاخوں کو لال کرکے اس کی ناک پر داغ لگانے کا اعلان فرمایا ہے ۔

٦۔قرآن میں مذکور اس لیڈر کے لئے چند جملے مودودی کی تشریحات سے بھی سن لیں ۔

مودودی نے آیت (۱۳ / ٦٨) میں آئے ہوئے لفظ زَنِیمٍ کی تشریح میں لکھا ہے کہ :
"کلام عرب میں یہ لفظ اس " وَلَدُالزِّنا"کے لئے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو " (تفہیم القرآن جلد ٦صفحہ ٦١)

(٦ ۔ الف) مودودی نے آیات (١٦ تا ١٠ / ٦٨) میں مذکور شخص کو ایک بہت مشہور و معروف آدمی مانا ہے ۔

اسی ولدا لزنا شخص کے لئے یہ بھی لکھا ہے کہ :
(ا) "قرآن مجید میں نام لئے بغیر صرف اس کے اوصاف بیان کر دیئے گئے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں وہ

مخاطب کر کے ملامت کرنے لگے (۳۱) اور آخر مان لیا کہ ہائے افسوس ہماری کم بختی کہ در اصل ہم باغیانہ و سر کشانہ اسلام پر چلتے رہے (۳۲) شائد ہماری ندامت اور اقبالِ جرم پر ہمارا پروردگار ہم کو برباد شدہ باغ کے بدلے میں اس سے اچھا باغ دے دے بہر حال اب ہم اپنے رب کی طرف رغبت اختیار کرتے ہیں (۳۳) وہ تھا عذاب اور آخرت والا عذاب ضرور بہت بڑا ہوتا ہے کاش وہ لوگ اس حقیقت کو عذاب سے پہلے ہی جان و مان لیتے (۳۴) پرہیز گاروں اور ذمہ دار لوگوں کے لئے یقیناً ان کے رب کے یہاں بہشتیں نعمتوں سے لبریز ہیں۔ (۳۵) کیا ہم حقیقی مسلمانوں کو مجرم مسلمانوں کی مانند شمار کر لیں؟ (۳۶) اے قریشی لیڈرو تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے غلط فتوے دیتے رہتے ہو؟ (۳۷) کیا تمہارے پاس

بَعۡضٍ يَّتَلَاوَمُوۡنَ ۝۳۰ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا

بعضوں کے ملامت کرتے ہوئے کہا انہوں نے اے وائے ہے ہم کو تحقیق تھے ہم ہی

كُنَّا طٰغِيۡنَ ۝۳۱ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَنَا خَيۡرًا مِّنۡهَاۤ اِنَّاۤ

سرکش شاب ہے پروردگار ہمارا یہ کہ بدلا دیوے ہم کو بہتر اس سے تحقیق ہم

اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ ۝۳۲ كَذٰلِكَ الۡعَذَابُ ؕ وَ

طرف پروردگار اپنے کی رغبت کرنے والے ہیں اسی طرح ہے عذاب اور

لَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۳۳ اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ

البتہ عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے اگر ہوتے جانتے تحقیق واسطے پرہیزگاروں

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ۝۳۴ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ

کے نزدیک رب ان کے کے بہشتیں ہیں نعمتوں کی کیا پس کر دیویں ہم مسلمانوں کو

كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝۳۵ مَا لَكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ۝۳۶ اَمۡ لَكُمۡ

مانند گنہگاروں کے کیا ہے تم کو کیوں کر حکم کرتے ہو کیا واسطے تمہارے

اپنے ان اوصاف کے لئے اتنا مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ٦١)

(۲) "چونکہ وہ اپنے آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا تھا اس لئے اس کی ناک کو سونڈ کہا گیا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ٦٢)

(۷) قریش کا مومن ہونا اور اپنے خود ساختہ عقائد پر استقلال سے جمار ہنا اور دنیا و آخرت میں عذاب پانا ثابت کیا ہے۔

آیات (۳۳ تا ۱۷ / ٦٨) میں جن باغات والوں کا قصہ بیان ہوا ہے وہ لوگ ان آیات میں ویسے ہی مسلمان تھے جیسے قریشی قوم کے لوگ تھے۔ اور دونوں کو اللہ نے آزمائش کے لئے پوری آزادی و اختیار عطا کیا تھا (۱۷ / ٦٨) دونوں نے اپنے خود فہمیدہ عقائد پر عمل کیا۔ باغ والوں کا قصہ اور ناکامی تفصیل سے بیان کر دی ہے۔ تاکہ قارئین قریش پر نظر بھی رکھیں اور یہ بھی سمجھ جائیں کہ قریش کو بھی تباہی اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ فرق یہ رہے گا کہ باغ والوں نے خود کو گمراہ ، سرکش ، ظالم تسلیم کر لیا تھا (۳۱, ۲۹, ۲٦ / ٦٨) مگر قریش اپنی گمراہی (ضلالت) ظلم (احکام بدلنے ۴۵ / ۵) اور طاغوتیت پر مسلسل برقرار رہے۔ انہوں نے خود ساختہ عقائد و اعمال پر ایک دوسرے کو ملامت کی تھی اور اللہ کے صحیح طریقے کو اختیار کرنے کا اعلان کیا تھا۔ مگر قریش نے خودساختہ عقائد پر ایک دوسرے کو ملامت تو آج تک برابر کی ہے مگر اپنی اپنی اصلاح کے لئے خودساختہ عقائد کی اصلاح بھی اپنے ہی خود ساختہ عقائد سے کی اور سینکڑوں فرقوں میں بکھرتے چلے آئے ۔ اور باغ والوں کی طرح ہر اصلاح کے ساتھ خدا سے اچھی امیدیں رکھیں مگر ہر اصلاحی پروگرام انہیں قیامت تک مزید گمراہی اور ذلت و تنزل کی طرف دھکیلتا چلا جائے گا۔ اور انہیں یہ موقع ہی نہ ملے گا کہ باغ والوں کی طرح دنیا میں نادم ہوکر توبہ کریں البتہ قریش ایام رجعت و آخرت میں پچھتائیں گے اللہ نے یہ فیصلہ سورۃ المومنون (۱۱۰-۱۰٦ / ۲۳) میں مع تفصیل بیان کر دیا ہے اور ان کے دو بڑے سربراہانِ مملکت کا پچھتانا سورۂ فرقان (۲۷ تا ۲۹ / ۲۵) میں دکھایا ہے۔ اور وہاں ان کی جو حالت ہو گی اس کا ہلکا سا نظارہ اسی سورۂ زیر تشریح (القلم ۴۳ تا ۴۲ / ٦٨) میں قارئین خود دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں ان کے خود ساختہ عقائد اور شریعت سازی پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ	اپنے احکام اور فیصلوں کے لئے کوئی مرتّب شدہ کتاب ہے جس میں تم نے یہ احکام بطورِ درس پڑھے ہیں؟ (۳۸) کہ بلا شبہ تمہارے لئے وہی سب کچھ طے شدہ ہے جو تم اختیار کرتے ہو ؟ (۳۹) کیا تمہارے لئے ہمارا کوئی ایساعہد تحریراً موجودہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قیامت تک ہم تمہارے احکام، فتاوٰی اور فیصلوں کو صحیح ماننے کے پابند ہیں؟ (۴۰) ان سے دریافت کرو کہ ان میں سے کون شخص ہے جو کتاب کی موجودگی یاہمارے معاہدہ کی موجودگی کا دعویٰ کرتا ہے؟ (۴۱) یاپھر یہ بتائیں کہ کیاان کے لئے دین وعقائد
کوئی کتاب ہے بیچ اس کے پڑھتے ہو تحقیق ہے واسطے تمہارے بیچ اس کے	
لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا	
جو پسند کرتے ہو کیا واسطے تمہارے قسمیں ہیں اوپر ذمہ ہمارے کے	
بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾	
پہنچنے والی ہیں دن قیامت تک تحقیق ہے واسطے تمہارے جو کچھ حکم کرو	
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ	
پوچھ ان سے کونسا ان میں سے ساتھ اس کے ضامن ہے کیا واسطے ان کے	

(۷۔ الف) قرآن شاہد ہے کہ قریش اپنے اختیار کردہ اسلام میں اللہ ورسولؐ کے خلاف احکام وفتاوٰی صادر کرتے تھے۔

ان کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تمہارا طرزِ عمل تمام کتبہائے خداوندی کے خلاف ہے۔ اپنی ذاتی رائے اور مصلحتوں کے ماتحت احکامات نافذ کرنا (۳۸ تا ۳۶ / ٦٨) اور قرآن کو جھٹلانے والے فیصلے کرنا (۴۴ / ٦٨) جس کتاب میں لکھا ہو اور جس نے ایسا مشورہ دیا ہو اسے پیش کرکے اپنی شریعت سازی کو حق بجانب ثابت کرو یا یہ دکھاؤ کہ ہم نے شریعت سازی کرنے والوں سے کوئی دہنے ہاتھ سے لکھا ہوا معاہدہ (ایمان) کرکے انہیں قیامت تک چھٹی دے رکھی ہے کہ جو فیصلے وہ کریں ہم بھی ان کی پابندی کرتے رہیں گے ؟

(۷۔ب) آخروعدہ کے مطابق قریش کو، قریشی حکومتوں کو اور ان کے مسالک ومذاہب کے پیروؤں کو بتدریج تباہ کردیا۔

پھر قارئین قریشی حکومتوں اور ان کے پیروؤں کی تاریخ پڑھیں یا پرویز کی لکھی ہوئی کتاب "زوالِ اُمت" دیکھیں کہ اللہ اپنے وعدے (۴۵۔۴۴ / ٦٨) کے مطابق کس طرح بتدریج ان کو منتشر و تباہ کرتا گیا۔ ان کی قوت و حکومت کو توڑا۔ ان پر ان سے بہتر اقوام اور حکومتوں کو مسلط کیا (حج ۴۰ / ۲۲) اور رفتہ رفتہ انہیں کافروں کا یہود و نصاریٰ کا اور انتہا یہ کہ منکرینِ خداوندی کا محتاج و بھکاری بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ اگر آج کفار و غیر مسلم اقوام متحد ہوجائیں تو ان کا سارا تانا بانا اور نام نہاد اسلام تباہ ہو کر رہ جائے یہ پرائے عطاکردہ ہوائی جہاز یہ ٹینک یہ موٹریں یہ ٹیلی وژن و ریڈیو کباڑیوں کے ہاتھوں دو دو آنے میں فروخت کرنا پڑیں اور چند سال میں فاقوں کی تاب نہ لا کر شہرِ خموشاں کو آباد کرنا پڑے اور کفن بھی میسر نہ آئے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ باب (لعن) اور بہاء اللہ (لعن) اور شیخیوں کی سرزمین سے ایک نام نہاد شیعہ مذہب کے طاغوت نے امامت اور جانشینِ خداوندی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو اُمتِ مسلمہ کے منتشر الحال و کنگال مسلمانوں کو دنیا کی تمام غیر مسلم اقوام کے خلاف جہاد کا نعرہ مار کر متحد و مشتعل کرنے میں مشغول ہے اور جس نے ہزارہا بے گناہ شیعوں کو گولی سے مروا دیاہے۔ اگر اس کے جواب میں غیر مسلم اقوام مشتعل ہوگئیں تو وہ دن دور نہیں جب ان نام نہاد مسلمانوں کو سچ مچ کا مومن بننے کے لئے ایک دفعہ پھر غلام بننا پڑے۔ یعنی وہ پیش گوئی ان دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ لہٰذا ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ نام نہاد مسلمان جلد جلد متحد ہو کر دیگر اقوام کو اتحاد پر مجبور کریں تاکہ وہ اس خود ساختہ قریشی مذہب کا نام و نشان مٹا کر حقیقی اسلام کی تعلیمات کو پھیلنے کا موقع فراہم کریں۔ اور وہ لٹریچر سامنے آئے جسے نظام اجتہاد کسی طرح اور کسی مقدار میں پسند نہیں کرتا۔ جس کو زبان پر لانا قید وبند و دار ورسن کو دعوت دینا ہے۔

(۸) آیت (۴۷ / ٦٨) بھی سابقہ آیات (۴۱ تا ۳٦ / ٦٨) سے مربوط مگر زیرِ سوال حقیقت کو طشت از بام کرتی ہے۔

قارئین کرام پلٹ کر دوبارہ دیکھیں اور غور فرمائیں کہ یہ پوری سورۂ قریش کے خلاف عموماً اوران کے مشہور و معروف و معلوم

گھڑنے والے کچھ اور دانشور شریک ہیں ؟ اگر ایسا ہے تو ان شریکوں کو شہادت اور ثبوت میں پیش کردیں اگر یہ لوگ سچے ہیں (۴۲) وہ دن جس روز تمام مجرموں کو سجدے کے لئے پھر بلایا جائے گا اور وہ دن ایسا ہو گا کہ ان کی پنڈلیاں جڑی ہوئی (۲۹ / ۷۵ قیامت) کھل کر ننگی ہوجائیں گی اوروہ سجدہ نہ کرسکیں گے (۴۳) ان کی نظریں ذلت کی پھٹکار سے جھکی ہوئی ہوں گی یہی لوگ تھے جو اطاعت کے لئے بلائے جاتے تھے اور تندرستی کے عالم میں بھی سجدہ الکساتے ہوئے کرتے تھے (توبہ ۵۴ / ۹) (۴۴) چنانچہ اے نبیؐ اب تم مجھے اور اس شخص کو آزاد چھوڑ دو جو اس قرآن کو اپنی تاویلات سے جھٹلا رہاہے (مثلا سورہ توبہ ٦٠ /۹ میں صدقات کی تقسیم) میں انہیں مع ان کے لیڈر کے اس طرح بتدریج تباہی کی طرف لے جاؤں گا کہ جس کا وہ علم نہیں رکھتے ۔

شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ

شریک ہیں پس چاہئے کہ لے آویں شریکوں اپنوں کو اگر ہیں سچے جس دن کہ

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

کھولا جاوے گا پنڈلی سے اور بلائے جاویں گے طرف سجدے کی پس نہ کرسکیں گے

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ

نیچے ہوں گی آنکھیں ان کی ڈھانکتی ہوگی ان کو ذلت اور تحقیق تھے بلائے جاتے

اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِىْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ

طرف سجدے کی اور وہ سالم تھے پس چھوڑ مجھ کو اور اس شخص کو کہ جھٹلاتا ہے

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اس بات کو شتاب آہستہ آہستہ کھینچیں گے ہم ان کو اس طرح سے کہ نہیں جانتے

لیڈر کے کردار کی مخالفت خصوصاً کرتی چلی آئی ہے ۔ اور اس سورہ میں جو چیز سب سے اہم ہے وہ مذکورہ لیڈر کی تاویلات وتعبیرات اورشریعت سازی کی اسکیم ہے ۔ جس کو قیامت تک ثابت کرسکنے کے لئے اللہ نے اس قرآن میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ ہر زمانہ اور ہر حال میں فرض کر کے مسلمانوں کو یہ موقع فراہم کردیا کہ وہ جب بھی مذکورہ لیڈر کی خود ساختہ شریعت یا اس کے چاروں مذاہب کوجانچیں تو قرآن کی یہ آیت (٦٠ / ۹) ان سب کو قرآن کا اللہ کا اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مخالف ثابت کر کے باطل قرار دے سکے ۔پھر اس سورۂ (القمر) میں قریشی شریعت سازی پر چندسوالات کرکے قریشی لیڈروں کا اور ان کے اجتہادات اور تاویلات کا منہ قیامت تک بند کرتے ہوئے یہ دلیل قائم کردی ہے ۔کہ:

(۱) ”کوئی حکم،فیصلہ اور فتوٰی اس وقت تک اسلامی یا اللہ کا حکم ،فیصلہ یا فتوٰی نہیں ہوسکتا جب تک وہ حکم ،فیصلہ یا فتوٰی اللہ کی نازل کردہ کسی کتاب میں لکھا ہوا موجود نہ ہو۔ “(القلم ۳۸ تا ۳٦ / ٦٨) اور(مائدہ ۴۷ تا ۴۵ / ۵) یا

(۲) ”جن لوگوں کو اللہ نے دہنے ہاتھ سے لکھے ہوئے معاہدے (ایمان کے معنی) کے ماتحت خود بخود حکم ،فیصلے یا فتوٰی جاری کرنے کا مجاز قرار نہ دیا ہو ان کا اپنی طرف سے حکم دینا ، فیصلہ سنانا یا فتوٰی دیناباطل ہے “(۴۰۔۳۹ / ٦٨)

چونکہ مسلمانوں کی شریعتیں ان دونوں شرائط پر پوری نہیں اترتیں یعنی ان کی خودساختہ تمام فرقوں کی شریعتوں کے احکام و فیصلے اور فتوے نہ مُنَزَّل مِن اللہ کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور نہ ان شریعت سازوں میں سے کسی کو اپنی ذاتی سوجھ بوجھ و بصیرت و اجتہاد سے احکام نافذ کرنے ، فیصلے سنانے اور فتوے دینے کا مجاز کیا گیا تھا ۔لہٰذا وہ اور ان کی شریعت طاغوتی احکام کے ماتحت تھے جو انہیں ان کا پوشیدہ یا نظروں سے غائب نظام یا ادارہ بہم پہنچاتا تھا ۔چنانچہ یہ بھی ایک ایسا سوال ہے (أَمۡ عِندَهُمُ ٱلۡغَيۡبُ۔ ۴۱ / ۵۲) کیا ان کی ہدایت کے لئے کوئی پوشیدہ یا غیبی انتظام ہے جہاں سے احکام و فیصلے و فتوے لکھے جاتے ہیں ۔ یعنی نہ یہ احکام وفیصلے اور فتوٰی کسی مُنَزَّل مِن اللہ کتاب میں سے ہیں نہ ان کی اجازت دی گئی ہے نہ کوئی ظاہری شرکاء ہیں جومدد کررہے ہوں ۔ اور چونکہ شریعت سازی کرنا ایک واقعاتی حقیقت ہے لہٰذا لازم ہوا کہ ان کے یہاں کوئی چور دروازہ اور غائب و پوشیدہ انتظام ہو جسے پیش کرنے سے قریش کی پول کھل جاتی تھی ۔اور بقول علامہ شبلی بھی، یہ ادارہ یہودی ہیڈکوارٹر اور درسگاہ و شریعت کدہ تھا ۔اور حضرت عمر وہ تنہا شخص تھے جو اس ادارہ سے وابستہ ہونے کی وجہ سے یہود کو بہت پسند تھے ۔ اور وہ وہاں سے نوٹس (Notes) لکھ کرلایا کرتے تھے ۔ اور ضرورت ہوتی تھی تو وہ نوٹس اور توریت آنحضرتؐ کو بھی سنا دیا کرتے تھے (الفاروق) اور بار بار رسولؐ اللہ کے غیظ و غضب کا باعث بنتے رہتے تھے ۔

(۴۵) میں ان کو ڈھیل دے کر ان کی رسی دراز کررہا ہوں میرا مکر اور چال بڑی سنجیدہ ہے (۴۶) کیا تم ان سے کچھ دولت بطوراجر طلب کررہے ہو جو وہ اس کو جرمانہ اور چٹّی سمجھ کر زمین گیر ہوئے جارہے ہیں ؟ (۴۷) یا یہ کہ ان کو غائبانہ اطلاعات دینے والا طاغوتی ادارہ جو احکام بھیجتا ہے وہ ان کو لکھتے اور بیان کرتے جارہے ہیں (۴۸) بہرحال آپ اپنے پروردگار کے فیصلے پر صبر سے قائم رہیں اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہوجانا جب کہ اس نے ہمیں غصہ پیتے ہوئے پکارا تھا ۔ (۴۹) اگر اس کے پروردگار کی نعمت وعصمت اس کے شریک حال نہ رہی ہوتی تو وہ مذمت کے قابل ہوکر چٹیل میدان میں پڑا ہوتا (۵۰) چنانچہ نعمت و عصمت کی بنا پر اس کے غصہ پی جانے پر اس کے پروردگارنے اسے مجتبٰی بناکر مجتبٰی اور مخصوص صالحینؑ میں شامل کردیا (۵۱) جب یہ قریشی جو حقیقت کو چھپانے والے لوگ ہیں قرآن سنتے ہیں تو اس انداز سے تمہیں دیکھتے ہیں کہ گویا تیرا نام و نشان مٹا کرچھوڑیں گے اور قرآن کے مقابلہ میں تجھے پاگل کہتے ہیں (۵۲) اور جسے وہ دیوانہ کہتے ہیں

وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ

اور ڈھیل دوں گا میں ان کو تحقیق تدبیر میری مضبوط ہے کیا مانگتا ہے تو ان

اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ

سے کچھ بدلا پس وہ تاوان سے بوجھل ہیں کیا ان کے پاس علم غیب ہے

فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا

پس وہ لکھ دیتے ہیں پس صبر کرواسطے حکم پروردگار اپنے کے اور مت ہو

تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْ لَاۤ

مانند مچھلی والے کے جس وقت کہ پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا اگر نہ ہوتا

اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ

یہ کہ پالیا اس کو نعمت پروردگار اس کی نے البتہ ڈالا جاتا بن درخت کی زمین میں

وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ

اور وہ ہوتا ملامت کیا گیا پس برگزیدہ کیا اس کو رب اس کے نے پس کیا اس کو

مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ

صالحوں سے اور تحقیق نزدیک ہیں وہ لوگ کہ کافر ہوئے کہ البتہ بچلاویں تجھ کو

بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾

ساتھ نظروں اپنی کے جب سنتے ہیں ذکر اور کہتے ہیں کہ تحقیق یہ البتہ دیوانہ ہے

(۹) آنحضرتؐ خود بھی ذکر للعٰلمین ہیں قریش کا آنحضرتؐ کو بار بار دیوانہ قرار دینے کا سبب؟

سورہ کی آخری آیات (۵۲ تا ۵۱ / ۶۸) میں پھر قریشی لیڈروں کا وہ حربہ دوہرایا ہے جس کے تذکرے سے سورہ کو شروع کیا گیا تھا (۶ تا ۲ / ۶۸) اور آخروہ مقصدواضح کردیا جس کے ماتحت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا کرتے تھے ۔ یعنی رسوؐل کی تفہیمات کو پاگل کی بڑ یا بکواس قرار دے کروہ چاہتے تھے کہ اپنی ہر دل عزیز و قومی معیار پر مفید تاویلات کرکرکے آنحضرتؐ کا دین کی دنیا سے نام و نشان تک مٹا کرر کھ دیں گے ۔ چنانچہ ان کی خود ساختہ شریعتوں میں سب کچھ ہے مگر نہیں ہیں تو تعلیمات محمدؐ نہیں ہیں ۔ اور جسمانی و مادی طور پر بھی انہوں نے محمدؐ و خانوادۂ محمدؐ کو دنیا سے مٹا ڈالنے کا پورا پورا بندوبست کیا تھا ۔ تاریخ سے یہ دونوں باتیں ثابت ہیں ۔ اورہم نے بڑی تفصیل سے اپنی تصنیفات (مثلاً کتاب "مذہب شیعہ ایک قدیم تحریک و ہمہ گیر قوت" میں) اور خود قرآنی توضیحات میں تذکرہ کر دیا ہے۔یہاں تو یہ دیکھیں کہ مترجمین و مفسرین حضرات ان دونوں آیات (۵۲ تا ۵۱ / ۶۸) کے معنی و مفاہیم کو بدل کر اصلی صورت حال کو چھپا ڈالنے کا متفقہ مشن چلاتے ہیں ۔

(۹۔الف) معنی بدلنے پر متحدہ محاذ شیعہ و سنی مترجمین سب ہم آواز رہے۔

یہاں پہلے یہ دیکھیں کہ آیت (۵۱ / ۶۸) میں آئے ہوئے لفظ "لَیُزْلِقُوْنَكَ" کا ترجمہ کیا ہے ؟ ہم چند شیعہ سنی علما کے ترجمے لکھتے ہیں :

وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ اور نہیں یہ مگر نصیحت واسطے عالموں کے	وہ تو اس کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں کہ وہ تمام عالمین کے لئے مجسمۂ قرآن و ذکر ہے

(۱) مودودی ”تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے “(یعنی ڈگمگا دیں۔احسنؔ)

(۲) رفیع الدین ”البتہ بچلاویں تجھ کو “(یعنی من سے کچھ کا کچھ اور نکلوا دیں۔احسنؔ)

(۳) احمد رضا ”تمہیں گرا دیں گے “

(۴) اشرف علی ”آپ کو پھُسلا کر گرا دیں گے “

(۵) امداد حسین کاظمی ”تمہیں پھسلادیں “(شیعہ مترجم)

(۶) فرمان علی ”ضرور پھسلا دیں گے “(شیعہ مترجم)

(۷) مقبول احمد ”تمہیں پھسلا دیں “(شیعہ مترجم)

ان تمام ترجموں میں علامہ مودودی کا ترجمہ حق کے قریب ہے یعنی اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ قریش آنحضرتؐ کو نظروں ہی نظروں میں یہ بتاتے تھے کہ ہم تمہیں اسلامی میدان میں کہیں بھی قدم جمانے کا موقع نہ آنے دیں گے۔ یعنی تمہارا تذکرہ تمہاری بیان کردہ شریعت اور تمہارا تصور اسلام ہم دنیا سے ختم کر کے رہیں گے ۔ اور ترکیب یہ ہے کہ تمہاری تفہیم کو دیوانے کی بکواس کہتے اور بناتے رہیں گے ۔ مگر مودودی نے اپنے ترجمے کا یہ مفہوم اختیار نہیں کیا ہے ۔ بلکہ وہ سرسری طور پر گزر جانے کے لئے یہ ترجمہ لاشعوری میں کرگئے ہیں ۔ پھر ان سے لاشعوری طور پر اللہ نے یہ جملے بھی بطور وضاحت لکھوالئے کہ :

(۹ ۔ ب) لاشعوری طور پر وہ حقیقی مقصد مودودی سے ظاہر ہوگیا جس کا اظہار قریش کیا کرتے تھے ۔

”یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کو کھاجائے گا۔“(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۶۸ حاشیہ نمبر ۳۵ ”قدم اکھاڑ دیں گے “کی تشریح)

علامہ نے یہاں یہ سمجھا ہے کہ قریش جذبہ غیظ و غضب میں ایسی نظروں سے دیکھتے تھے ۔لیکن آیات میں سورۂ کی ابتدا سے لے کر انتہا تک اللہ نے کہیں بھی قریش کے غم و غصہ اور غیظ و غضب کا اشارہ تک نہیں کیا ۔ بلکہ نہایت سنجیدہ صورت حال باقی رکھی ہے قارئین یہ بھی نوٹ کریں کہ عقلمند لوگ جسے سچ مچ دیوانہ سمجھتے ہیں اس پر ہرگز غصہ نہیں کرتے بلکہ دیوانہ سے بچ کر گزرتے ہیں ۔ اور نہ اسے قہر و غضب آلود نظروں سے دیکھتے ہیں ۔ نہ اسے کھاجانے کا اشارہ یا ارادہ کرتے ہیں ۔ یہ تمام تصورات اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے سامنے لائے گئے ہیں ۔ اور نہ مذکورہ لفظ لَیُزۡلِقُوۡنَكَ سے یہ تاثرات پیدا ہوتے ہیں ۔

(۹ ۔ج) قرآن کریم تحریف کرنے والوں کو گرفتار کرانے کا دوہرا انتظام رکھتا ہے ۔

بہرحال اب ہم قرآن کریم سے ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جہاں سورۂ القلم کے باغ والوں کی طرح کے دو باغ والوں کا تفصیلی ذکر ہوا ہے اور ایک شخص کے باغ کو سورۂ الکھف میں مذکور باغ کی طرح تباہ ہوجانے کے امکان کی بات یوں ہو رہی ہے کہ :

وَيُرۡسِلَ عَلَيۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ (الکھف ۴۰ / ۱۸)	مودودی : ”اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے “ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۷)

رفیع الدین : ”اور بھیجے اوپر اس کے عذاب آسمان سے پس ہوجاوئے زمین پھسلنی “

اشرف علی: ”اور اس (تیرے باغ) پر کوئی (تقدیری) آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف میدان ہو کر رہ جاوے “

احمد رضا خان : ”اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ پٹ پر میدان ہو کر رہ جائے “

امداد حسین کاظمی: ”اور اس (تیرے باغ) پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے پھر وہ صاف زمین ہو جائے“
فرمان علی: ”اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آفت آسمان سے نازل کرے کہ خاک سیاہ ہو کر چٹیل چکنا صفا چٹ میدان ہو جائے۔“
مقبول احمد: ”اور اس (تیرے باغ) پر آسمان سے عذاب بھیج دے کہ یہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے“
ان ساتوں ترجموں پر بات کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ یَزْلِقُوْنَ اور لفظ زَلَقًا کی بنیاد یا مادہ ۔ز۔ل۔ق۔ہے ۔ یعنی یہ دونوں الفاظ ایک ہی خاندان کی دو صورتیں ہیں ۔پہلی صورت یَزْلِقُوْنَ فعل مضارع ہے ۔ لغات القرآن سے ملاحظہ ہو ۔

(۹ ۔ د) یَزْلِقُوْنَ اور زَلَقًا پر لغات القرآن کا بیان:

یزلقونك ۔جمع مذکر غائب مضارع (جلد ٦صفحہ ۲۳۲) زَلَقًا۔ تیڑ، ایسا صاف کہ جس پر پیر پھسلنے لگے زَلِقَ یَزْلِقُ کا مصدر ہے۔(جلد ۳صفحہ ۱۴۲)

معلوم ہوا کہ اگر یہ دونوں الفاظ باغ وغیرہ کے لئے استعمال ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ باغ مٹ کر اس کی جگہ ایسی چکنی زمین رہ گئی ہے کہ جہاں کسی باغ کے کبھی موجود ہونے کا کوئی نشان وسراغ نہیں مل سکتا ہے ۔ لہٰذا جب یہی لفظ انسان کے حق میں بولا جائے گا تو یہ تمام مطلب برقرار رکھنا ہوگا ۔ یعنی اس انسان کو اور اس کے وجود کو ثابت کرسکنے والی ہر ہر چیز کو اس طرح مٹا دیا جائے کہ گویا وہ کبھی اس زمین پر تھا ہی نہیں یہ زمین اس سے خالی اور صاف رہتی چلی آئی ہے ۔ چنانچہ وہی ساتوں مترجم جب اسی لفظ لَیُزْلِقُوْنَ کے مصدر کا ترجمہ کرتے ہیں تو وہ سب ہمارے اختیار کردہ اور لغات میں موجود معنی کی تائید کر دیتے ہیں ۔ لہٰذا ان کے اس دوسرے ترجمہ اور مفہوم کو آیت (۵۱ / ٦٨) کے ماتحت لانا ہوگا ۔ اور اب جس طرح ”پھسلا کر گرادینا“ ایک باطل و خیالی معنی ہو جائیں گے ، اسی طرح قدم اکھیڑ دینا ”بہکا دینا“ بچلا دینا ”ڈگمگا دینا“ بھی بعیدترین قیاسات کہلائیں گے حقیقی معنی یہ ہوئے کہ:

(۹ ۔ ہ) آیت (۵۱ / ٦٨) میں قریش کا حقیقی مفہوم و تصور و تاثر:

”قرآن ایک عظیم الشان کتاب ہے اور تم اس کی تشریحات و توضیحات وتنفیذات کرنے کی اہلیت وقابلیت تنہا نہیں رکھتے تم قرآنی حقیقت اورمنشائے خداوندی کو سمجھنے سے اسی طرح قاصر ہوجس طرح ایک پاگل لوگوں کی بات اورمنشاء سمجھنے سے قاصررہتا ہے لہٰذا اس خبط و دیوانگی کو چھوڑو اور دانشواران قوم کی صوابدید سے قرآن کو نافذ کرو ورنہ یاد رکھو کہ ہم تمہارا نام و نشان اور تمام متعلقات کو مٹا دیں گے۔“چنانچہ قریشی علما اس لیڈر کے متعلق جس نے مؤلفۃ القلوب کا حق و حصہ ساقط کیا تھا یہ لکھتے اور فخریہ بیان کرتے آئے ہیں کہ :
(۱)” حق عمر کی زبان سے بولتا ہے “(”اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عمر“) (۲)” ان کی رائے کا ہمیشہ وحی کے موافق ہونا “ (”موافقت رائے اُوْبَاوَحی“) (ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۴۰۸)
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس تحقیق کے مطابق خلیفہ دوم اگر پورے قرآن کے احکام کو بدل ڈالتے یا قرآن کے کسی فیصلے میں ترمیم و تنسیخ کردیتے تو یہ ماننا لازم تھا کہ حضرت عمر نے جوکچھ فرمایا اور جو کچھ کیا وہ سو فیصد حق ہے ۔ اور اللہ کی وحی کا صحیح مفہوم وہی تھا جو عمر نے سمجھا ۔ یہ تھے وہ قریشی دانشور جن کا قلب و ذہن وحیٔ خداوندی کے مطابق کام کرتا ہے ۔ یہ اگر آنحضرؐت کے اعمال وافعال و طرز تحمل کی اصلاح نہ کریں تو اور کون کرے گا ۔ یہ تھے وہ راہنما جو نظروں ہی نظروں میں آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دنیا سے نیست و نابود کردینے کا تاثر دیا کرتے تھے ۔

(۹ ۔ و) لفظ ”زَلِقٌ “ہلاکت کے معنی میں قرآن نے استعمال کیا ہے حضرت ابیؓ بن کعب کی قرأت

قارئین آخر میں یہ بات بھی ہم ہی سے سنیں گے کہ آنحضرؐت کے صحابہ میں جو معتبر ترین اور مسلّمہ بین الفریقین حافظ قرآن تھے ان کا نام حضرت اُبیؓ بن کعب تھا وہ مندرجہ ذیل آیت میں آئے ہوئے لفظ ”اَزْلَفْنَا“ کو ”اَزْلَقْنَا“ سمجھتے تھے اور اس کے معنی ہلاکت کرتے تھے ۔ چنانچہ مسلمانوں کی سب سے قدیم ترین لغات القرآن اور سب سے پہلے قرآن کے الفاظ پرعبور رکھنے والے عالم فرماتے ہیں کہ :

” قَالَ یُوْنُس لَمْ یَسْمَعُ الزُّلَقُ وَ الْاَزْلَاقُ اِلَّا فِی الْقُرْاٰنِ وَرُوِیَ اَنَّ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ قَرَأَ“ وَاَزْلَقْنَا ثَمَّ

یعنی ”یونس نے کہا ہے کہ قرآن کے علاوہ لفظ اَلزَّلَق اور اَلْاَزْلَاق سنا ہی

نہیں گیا ہے اور روایت یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں لفظ اَزْلَفْنَا کو اَزْلَقْنَا کہا گیا ہے اور اس کے معنی اَهْلَكْنَا (ہم نے ہلاک کیا) کئے گئے ہیں" امید ہے کہ اب قارئین کے پاس ہمارے ترجمہ اور تفہیم کے خلاف کوئی عذر باقی نہ رہا ہوگا۔ پھر یاد کریں کہ عرب کے دانشور جناب محمدؐ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سچ مچ کا دیوانہ پاگل یا مجنون نہ کہتے تھے بلکہ وہ حضورؐ کی قرآن فہمی کو دیوانہ پن یعنی آوٹ آف ڈیٹ قرار دیتے تھے۔

> الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ الشعراء: اَیْ اَهْلَكْنَا" (المفردات فی غریب القرآن صفحہ ۲۱۴ مصنفہ الامام المفسر اللغوی علامہ الحسین بن محمد المفضّل المُلقّب بالراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ ھجری)

(۹۔ ز) سورۃ القلم کی آخری آیت (۵۲ / ۶۸) میں کیا فرمایا؟ مقامِ محمدؐ کا انکار

اس جگہ صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ سورۃ القلم کی آخری آیت (۵۲ / ۶۸) جس ذات پاک کو " ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾ القلم " فرمایا گیا ہے۔ وہ ہر گز قرآن کریم نہیں ہے بلکہ وہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ وہ قریشی لیڈر جب " اَلذِّكْرَ " کو سنتے ہیں تو آنحضرتؐ کو " مَجْنُوْنٌ " کہتے ہیں۔ یعنی وہ " اَلذِّكْرَ " (قرآن) پر کوئی الزام عائد نہیں کرتے لہٰذا اب اللہ کو " اَلذِّكْرَ " کے لئے کسی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ الزام عائد کیا گیا ہے رسولؐ اللہ پر کہ "وہ دیوانہ ہے "لہٰذا ضروری ہوا کہ لیڈروں کے لگائے ہوئے اس الزام کو رفع کیا جائے اس لئے فرمایا کہ: "محمد دیوانہ نہیں ہے بلکہ وہ تو تمام عالمین کے لئے مجسم ذکر ہے" یعنی محمدؐ قرآنِ ناطق ہے"

(۹۔ ح) قرآن محمدؐ کے بغیر نہ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے اور نہ وہ تنہا رہ کر کتاب اللہ ثابت ہو سکتا تھا۔

یہ حقیقت مسلّماتِ عقلیہ اور اعلاناتِ قرآنیہ میں سے ہے کہ "قرآن جو کچھ بھی ہے وہ اپنے "وہ کچھ "ہونے میں محمدؐ کے وجود کا محتاج و رہینِ منت ہے۔ مطلب واضح اور عملی ہے کہ اگر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ فرق نہ بتاتے کہ یہ میرا کلام ہے اور یہ وحی میں نازل شدہ کلام ہے تو انسانوں کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہر گز موجود نہ تھا جس سے وہ کلامِ خدا کو الگ پہچان کر یقینِ کلّی حاصل کرسکتے۔ پھر قرآن کی تعلیمات کے لئے اگر آنحضرتؐ نہ ہوتے تو آج کہیں حق کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔ آج ہم جس شان و دبدبہ اور چیلنج کے ساتھ اسلام کو پیش کررہے ہیں یہ تمام انتظام و اہتمام بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ نے کیا ہے۔ وہ نہ ہوتے تو قرآن کہاں ؟یہ کائنات ہی نہ ہوتی۔

(۹۔ ط) جن ملاعین نے قرآن کو ساری کائنات کے لئے تعلیمی کتاب نہ مانا، وہ شیاطین محمدؐ کو پوری کائنات کا معلّم کیوں مانتے؟

قارئین سوچیں کہ اگر قرآن کو تمام عالموں یا ساری کائنات کے لئے ایک تعلیمی کتاب مان لیا جائے تو لازم ہوگا کہ محمدؐ کو پوری کائنات کا معلم مانا جائے اس لئے کہ قرآن کی تلاوت و تعلیم و تفہیم محمدؐ کے ذمہ ایک واجب فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ اسلام نے قرآن کو بھی پوری کائنات کے بجائے صرف دنیاوالوں کے لئے نصیحت مانا ہے۔ سنیئے ایک شیطان نے ترجمہ لکھا ہے کہ: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ (سورۂ یوسف ۱۰۴ / ۱۲) "یہ تو ایک نصیحت ہے جو "دنیا "والوں کے لئے عام ہے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۴۔۴۳۵) اگر یہ خبیث شخص یہاں عالمین کا وہ ترجمہ کر دیتا جو سورۂ فاتحہ میں اس نے عالمین کا ترجمہ کیا ہے یعنی "تمام کائنات" تو اس ابلیس زادے کو یہ ماننا پڑتا کہ قرآن تمام ملائکہ، جنات، ارواح زمینوں، آسمانوں، چرندوپرند درندوں جمادات و نباتات اور کیڑوں مکوڑوں الغرض کائنات کی ہر جاندار و بے جان و صاحب عقل وشعوروبے عقل مخلوقات و موجودات کی ہدایت کے لئے کتاب ہے اور اس طرح اسے اس پر بھی ایمان لانا پڑتا کہ پوری کائنات کی ہر مخلوق کی ہدایت کرنا محمدؐ مصطفٰی کے ذمہ تھا اور یوں وہ نذیر للعالمین (فرقان ۱ / ۲۵) رحمۃ للعالمین (انبیاء ۱۰۷ / ۲۱) اور ذکر للعالمین (۵۲ / ۶۸) ہیں اور ایسا ایمان ابلیس کے یہاں ممنوع ہے۔ کیوں کہ وہاں رسولوں کی جانشینی خطاکاروں کو دینا طے کیا ہوا ہے ایک یا سو (۱۰۰) خطاکار جنات و ارواح و ملائکہ وغیرہ کو کیسے ہدایت و تعلیم دیں گے اور کس طرح پوری کائنات کو زیر نظر رکھیں گے ؟ کس طرح ہر بولنے والے کی زبان سمجھیں اور بولیں گے ؟ دراصل قریش اور ان کے تیار کردہ مومنوں نے نہ قرآن کو ذکر للعالمین مانا نہ رسولؐ کو ماننا چاہتے تھے۔ اس لئے قرآن کو ایک محدود کتاب قرار دے کر کہا کہ کروڑوں چیزیں ایسی ہیں اور لاکھوں مسائل ایسے ہیں جن کا قرآن میں ذکر نہیں ہے۔ قرآن میں چار سو کے قریب احکام ہیں۔ باقی قرآن متشابہات و عام وخاص و مجمل و مبہمات سے بھرا پڑا ہے۔

سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ

سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ وَ ھِیَ اثْنَتَانِ وَ خَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں باون(۵۲) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلْحَآقَّۃُ ۝۱ مَا الْحَآقَّۃُ ۝۲ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا

حق ہونے والی کیا ہے حق ہونے والی اور کس چیز نے جتایا تجھ کو کیا ہے

الْحَآقَّۃُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَۃِ ۝۴ فَاَمَّا

حق ہونے والی جھٹلایا تھا ثمود نے اور عاد نے ٹھوکنے والی یعنی قیامت کو پس جو تھے

ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَۃِ ۝۵ وَ اَمَّا عَادٌ

ثمود پس ہلاک کئے گئے ساتھ آواز حد سے نکل جانے والی کے اور جو تھے عاد

فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَۃٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ

پس ہلاک کئے گئے ساتھ باؤ تند حد سے نکل جانے والی کے لگا دیا اس باؤ کو اوپر ان کے

سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَۃَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ

سات رات اور آٹھ دن جڑ کاٹنے والی پس دیکھتا تو اس قوم کو بیچ اس کے گری ہوئی

(۱) وہ پوری ہو کر رہنے والی حقیقت (۲) وہ وقوع میں آنے والی حقیقت کیا ہے ؟ (۳) اور اے نبیؐ تمہیں کس چیز سے اس حقیقت کا ادراک ہوا؟ (۴) قوم عادو ثمود نے بھی اس جھنجھوڑ ڈالنے والی حقیقت کو (مفہوم بدل کر) جھٹلایا تھا ۔ (۵) چنانچہ ثمود تو ایک قطعی سرکش حادثہ سے ہلاک ہوئے اور (۶) عاد کو بڑی حد سے گزر جانے والی آندھی نے ہلاک کر ڈالا تھا (یہ سب کچھ مذکورہ حقیقت کے ماتحت ہوا تھا) (۷) اس بے پناہ آندھی کو ان کے اوپر سات راتوں اور آٹھ دن مسلط رکھا جس نے انہیں بے بس کر دیا تھا تم نے اس قوم کو دیکھا تھا کہ وہ وہاں اس طرح پچھاڑ کر ڈال دی گئی تھی

تشریحات سورۃ اَلْحَآقَّۃُ

۱۔ آیات (۴تا۱ / ۶۹) الفاظ اَلْحَآقَّۃُ اور اَلْقَارِعَۃُ قیامت کے نام نہیں ادوار و حالات ہیں ۔

مفسرین و مترجمین نے لفظ قیامت اور قیامت کے حالات و واقعات کو جس بری طرح گڈمڈ کیا اور بلاسوچے سمجھے لکھا اس طرح کسی اور اصولی عقیدہ کو تلپٹ نہیں کیا ہے ۔ توحید و عدل و نبوتؑ اور امامتؑ کے متعلق غلط عقائد تو لکھے ہیں مگر جو کچھ بھی لکھاہے وہ خواہ صحیح ہویا غلط مگر قابل فہم ہے ۔ لیکن قیامت کو الٹ پلٹ کر ایسا بنا دیا ہے کہ جسے سمجھنے کے لئے سمجھ بھی تیار نہیں ہوتی ۔ جس پر اگر عقل سے غور کیا جائے تو ان کے ہربیان کی دوسرے بیان سے تردید وابطال ہوتا چلاجاتا ہے ۔ علاوہ ازیں وہ جو کچھ قیامت کے متعلق بتاتے ہیں وہ قرآن کریم کی بنیادی یا اصولی تعلیمات کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ ہم نے اس سلسلے میں سابقہ تشریحات میں بہت لکھاہے ۔ اور جہاں جہاں قیامت یا قیامت سے متعلق قرآن میں تذکرہ آتا جائے گا وہیں ہم بلاتکان و تکلف بات کو واضح کرنے میں کوشاں رہیں گے ۔ چنانچہ پہلا اہم لفظ ''اَلْحَآقَّۃُ'' لایا گیا اور اسے تین مختلف صورتوں سے دہرایا گیاہے ۔ قارئین یہ لفظ بھی حق و حقیقت کے خاندان سے ہے اور اس کے معنی وہ حقیقت ہیں جو یقیناً وقوع میں آکر رہتی ہے اور جس کا وقوع میں آنا آیت(۱۵ / ۶۹) میں ہے جس کا حقیقی ''واقعہ'' بن کر سامنے آکھڑا ہونا بیان فرمایا گیاہے ۔ اور جس کونوٹ کرانے کے لئے یہ سورہ بڑا اہتمام کرتی ہوئی شروع ہوتی ہے ۔ مگر یہ واقعہ یعنی اَلْحَآقَّۃُ

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

گویا کہ وہ لکڑی ہیں کھجور کی کھوکھلی پس کیا دیکھتا ہے تو ان میں سے کوئی باقی

وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ وَ مَنْ قَبْلَهٗ وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾

اور آیا فرعون اور جو کوئی پہلے اس سے تھے اور الٹ جانے والے ساتھ خطاؤں کے

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا

پس نافرمانی کی انہوں نے پیغمبر پروردگار اپنے کی پس پکڑا ان کو پکڑنا بلند تحقیق

لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا

جس وقت طغیانی کی پانی نے چڑھا لیا ہم نے تم کو بیچ کشتی کے تو کہ کریں ہم

لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

اس کو واسطے تمہارے یاد گاری اور یاد رکھے اس کو کوئی کان یاد رکھنے والا

جیسے کہ کھجوروں کے بوسیدہ تنے پڑے ہوں (۸) چنانچہ اے نبیؐ کیا آپ نے تب ان میں سے کسی کو باقی رہا ہوا دیکھا ؟؟؟ (۹) اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور قوم لوطؑ کی بستیوں والے جو تلپٹ کردیئے گئے تھے قومِ عاد و ثمود والی خطا پر کاربند رہے (۱۰) اور انہوں نے بھی اپنے رب کے ہر رسولؐ کی نافرمانی جاری رکھی تھی چنانچہ ان پر بہت بڑھا چڑھا کر گرفت کی گئی تھی (۱۱) جب طوفانِ نوحؑ کے وقت پانی میں انتہائی طغیانی آگئی تو ہم نے تم کو ایک کشتی میں سوار کر دیا تھا (۱۲) تاکہ ہم تمہارے سوار ہونے اور کشتی کے واقعات کو تمہارے حق میں جاری رہنے والی یادگار بنا دیں اور ان تمام حالات و واقعات کو بھی خبر گیرو نگرانؑ کان اپنی حفاظت و حافظہ میں شامل کرلے ۔

خود قیامت کا نام نہیں ہے ۔ جیسا کہ اکثر مترجمین نے سمجھ لیا ہے ۔ انہیں آیات (۱۴-۱۳ / ۶۹) سے مغالطہ ہوا ہے وہ اس لئے کہ اللہ نے صور بجائے جانے اور زمین اور پہاڑوں کے ہموار کردیئے جانے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ : ''اس روز وہ واقعہ وقوع میں آئے گا'' (۱۵ / ۶۹) اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صور بجانے کا دن قیامت کا دن ہے ۔ لہٰذا انہوں نے خود ہی طے کرلیا کہ اَلْحَاۤقَّةُ خود قیامت کو کہا گیا ہے ۔ یہاں بھی انہوں نے دو غلطیاں کی ہیں ۔ اوّل یہ کہ اگر مذکورہ واقعہ واقعی صور بجانے کے بعد وقوع میں آنا مان بھی لیا جائے تو قیامت کسی ایک واقعہ کا نام نہیں ہے اس میں تو ہزاروں ہی واقعات ہونا ہیں ۔ یعنی خود صور کا بجایا جانا بھی ایک واقعہ ہے ۔ زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ہموار کر ڈالنا ایک دوسرا واقعہ ہے ۔ آسمانوں کا الگ الگ ہوجانا تیسرا واقعہ ہے ۔ لیکن یہ ان آیات میں بیان نہیں ہوا کہ وہ کون سا واقعہ ہے ۔ لہٰذا ماننا ہوگا کہ ان مترجمین کے خیال میں وہ واقعہ ان تین عدد واقعات کے بعد کوئی چوتھا یا کسی اور نمبر کا واقعہ ہوگا تو یہ کیسے درست ہوگا کہ اس چوتھے یا کسی اور نمبر کے واقعہ کو تو قیامت کہا جائے اور باقی واقعات کو نہ قیامت کہا جائے نہ واقعاتِ قیامت قرار دیا جائے ؟ دوسری غلطی یہ کی ہے کہ انہوں نے قیامت کے دن کو شاید اپنے جیسا یعنی چوبیس گھنٹے والا دن سمجھا ہے۔ حالانکہ قیامت کے دن کی لمبائی لاکھوں سال کے برابر ہوگی اور نہ معلوم اس دن میں کتنی راتیں اور کتنے دن آئیں گے؟ اس لئے کہ اللہ کے بعض دن تو پچاس ہزار سال کے برابر بھی ہوتے ہیں ۔ اور ان میں رات یا دن کا آنا بند نہیں ہوجاتا۔ ایک اور لاپرواہی یہ کی ہے کہ اس واقعہ کے تذکرہ سے سورہ شروع ہوئی تھی ۔ یعنی سورہ شروع ہی اس واقعہ کے نام سے ہوئی تھی اس کے باوجود اس کو صور بجائے جانے کے بعد وقوع میں آنے والا واقعہ مان لیا ۔ مطلب تو یہ تھا کہ قیامت اور قیامت کے تمام واقعات اس مخصوص واقعہ کے بعد وقوع میں آئیں گے ۔ اور خود اَلْحَاۤقَّةُ کے ماتحت رہ کر واقع ہوں گے ۔ یعنی قیامت کا دن اس واقعہ یا اَلْحَاۤقَّةُ کے مکمل ہوچکنے کے بعد والا دن ہوگا۔ دوسرا اہم لفظ جسے اَلْحَاۤقَّةُ کی طرح قیامت کا نام یا قیامت سمجھا گیا ہے ۔ وہ اَلْقَارِعَةُ ہے ۔ یہ غلط فہمی اس بنا پر ہوئی ہے کہ قوم عادوثمود کے لئے یہ فرمایا گیا کہ ''وہ قارعہ کو جھٹلاتے رہے'' لہٰذا علما نے خود ہی طے کرلیا کہ ہو نہ ہو عادوثمود قیامت کو جھٹلاتے رہے ہوں گے ۔ لہٰذا قارعہ ضرور قیامت ہے ۔ حالانکہ قارعہ کے اگر تمام معنی و استعمال دیکھ لئے جاتے تو یوں لفظ قارعہ کے معنی قیامت کرنے پر زور نہ دیا گیا ہوتا ۔ جبکہ اس کے معنی میں ''کھٹکھٹانا'' بھی ہیں ۔ ''پچھتانا اور دانت پیسنا'' بھی لکھے گئے ہیں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد و ثمود کو اپنے مذہب اور رویہ پر عربوں کی طرح یہ یقین تھا کہ وہ ہمیشہ سرخرو و کامیاب رہیں گے اور کبھی شرمندگی یا ندامت

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ

پس جب پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پھونکنا ایک بار اور اٹھائی جاوے زمین

وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ

اور پہاڑ پس توڑے جاویں توڑنا ایک بار پس اس دن ہو پڑے گی

(۱۳) چنانچہ جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی۔ (۱۴) اور پہاڑوں اور زمین دونوں کو ساتھ ساتھ اٹھا کر تمام راہیں ہموار کرنے کی حد تک ایک دفعہ ہموار کردی جائیں گی (۱۵) اور اسی روز وہ واقعہ رونما ہوگا جو الحاقہ کہلاتا ہے(۳ تا ۱ / ٦۹)

کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اور کبھی کوئی انہیں روک کر باز پرس نہ کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے قیامت سے پہلے ہی عادوثمود کو روکا ٹوکا سمجھایا اور نہ ماننے پر عذاب و ناکامی و ندامت پر مجبور کردیا تھا۔ یہی کچھ عربوں اور قریشیوں کے ساتھ ہونا تھا۔ اور جس دور میں یہ سب کچھ ہونا تھا، اس کو وہ خاص الخاص واقعہ قرار دیا جس کو لفظ اَلْحَاقَّةُ پرزور دے کر کہا کہ وہ ایک واقع ہوکر رہنے والی حقیقت ہے۔ جس کے ساتھ ہی ساتھ صور پھونک دیا جانا بھی ایک لازمی بات ہے۔

۲۔ آیات (۱۲ تا ۱۱ / ٦۹) میں ان مبارک ہستیوں کے وجود کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا وجود بقائے کائنات کا ضامن ہے

فرمایا یہ گیا ہے کہ: مودودی کا ترجمہ: "جب پانی کا طوفان "حد سے گزر گیا" تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر دیا تھا"(۱۱ / ٦۹)
اس آیت (۱۱ / ٦۹) سے مودودی اینڈ کمپنی کیا سمجھی وہ پہلے سن لیں۔
مودودی کی تشریح: "اگرچہ کشتی میں سوار وہ لوگ کئے گئے تھے جو ہزاروں برس پہلے گزر چکے تھے، لیکن چونکہ بعد کی پوری انسانی نسل ان ہی لوگوں کی اولاد ہے جو اس وقت طوفان سے بچائے گئے تھے، اس لئے فرمایا کہ: "ہم نے تم کو کشتی میں سوار کرا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم آج دنیا میں اسی لئے موجود ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طوفان میں صرف "منکرین کو غرق کیا تھا" اور ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا۔"(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۷۳۔۷۴)
علامہ نے حقیقت حال کو چھپانے کے لئے یہ دورازکار بیان دے کر اطمینان کرلیا کہ اب کوئی ان کی تشریح کے خلاف لب کشائی نہ کرے گا اور یوں ایک سادہ الفاظ میں بیان شدہ حقیقت چھپ کررہ جائے گی۔ اور ہم نے دیکھا کہ تمام شیعہ مترجمین بھی اس آیت کو لکھ کر اور صحیح ترجمہ کرکے گزرتے رہے اور کسی نے اس آیت کے الفاظ پر غور کرنا یا سمجھنا ضروری نہ سمجھا۔ مگر ہم یہاں رک کر اپنے قارئین سے دریافت کرتے ہیں کہ:

(۲۔الف) مودودی اینڈ کمپنی کی تفہیم، قرآن کے الفاظ اور آیات کے سراسر خلاف ایک بچگانہ فریب ہے۔

مودودی کے ترجمے اور آیت کے الفاظ کی رو سے جن لوگوں کو کشتی میں سوار کرنے کا ذکر ہوا ہے انہیں اس وقت سوار کیا گیا تھا جب "پانی کا طوفان حد سے گزر گیا تھا"(آیت ۱۱ / ٦۹ تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۷۳) یعنی طوفان کے پانی کے آتے ہی انہیں کشتی میں نہ بٹھا دیا گیا تھا۔ بلکہ جب پانی طوفان کی حدود سے گزر گیا تب انہیں کشتی میں سوار کیا گیا تھا۔
سوال یہ ہے کہ: طوفانی پانی کے آنے اور حد سے گزر جانے تک کیا وہ لوگ کشتی سے نیچے اور باہر کھڑے رہ کر ڈوب نہ گئے ہوں گے؟ جب کہ صورت حال یہ تھی کہ:
علامہ محمد احمد رضا خان نے یہ لکھا ہے کہ: جب پانی نے سر اٹھایا تھا اور وہ درختوں، عمارتوں، پہاڑوں، اور ہر چیز سے بلند ہو گیا تھا"(ترجمہ و حاشیہ صفحہ ۷۳٦)
ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کوئی آدمی بغیر ڈوبے نہ رہ سکتا تھا۔ سوار کئے جانے والے ایسے لوگ ہونا چاہئیں جن پر پانی اثرانداز نہ ہو یعنی مثلاً جوں جوں پانی بلند ہوتا جائے وہ بھی بلند ہوتے جائیں تاکہ ان کا سر ہر حال میں پانی سے اوپر رہے اور اس حساب سے ان کی لمبائی یا اونچائی پہاڑوں سے بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اور بڑھتے رہنے والی ہونا چاہئے؟ یا مثلاً یہ کہ وہ اتنے طاقت ور اور مشّاق تیرنے والے ہوں کہ برابر پانی کے اوپر تیرتے رہے ہوں؟ اگر وہ لوگ ان دونوں حالتوں سے عاری اور محروم تھے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ نے اس گروہ کی لاشیں کشتی میں لادی ہوں گی اور پھر انہیں زندہ کیا ہو گا۔ بہرحال

(۱٦) اور ساتھ ہی ساتھ آسمان جد اجدا ہو جائیں گے اور اس روز ان کے اندر گزر گاہیں پیدا ہوجائیں گی (۱۷) اور فرشتے آسمانوں کی بیرونی حدود اور سرحدوں پر جمع ہوجائیں گے اور تیرے پروردگار کے عرش کو آٹھ افراد اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے (۱۸) تم سب کو اُسی دن باز پرس کے لئے پیش کیا جائے گا اس روز تمہاری پوشیدہ رکھی ہوئی چیزوں میں سے کچھ بھی چھپا نہ رہے گا ۔(۱۹) چنانچہ جن لوگوں کو ان کی کتاب ان کے دھنے ہاتھوں میں دی جائے گی وہ کہیں گے ”لو دیکھو،

الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ الْوَاقِعَةُ ﴿۱٦﴾ وَّ

ہو پڑنے والی اور پھٹ جاوے گا آسمان پس وہ اس دن سست ہو گا اور

الْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

فرشتے ہوں گے اوپر کناروں اس کے کے اور اٹھاویں گے عرش رب تیرے کا اوپر اپنے

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ

اس دن آٹھ شخص اس دن روبرو لائے جاؤ گے تم نہ چھپی رہے گی تم میں سے کوئی

خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ

بات چھپی ہوئی پس جو کوئی دیا گیا عملنامہ اپنا بیچ دہنے ہاتھ کے پس کہے گا تو

یہ ثابت ہے کہ اگر آیت کے مطابق زندہ سوار کئے گئے تو وہ عام قسم کے انسان ہرگز نہ تھے ۔ جیسا کہ مودودی اینڈ کمپنی نے سمجھا اور بلا اس صورت حال پر نظر ڈالے اور بلا تشریح کئے دبے پاؤں گزر گئے تاکہ وہ حقیقت حال کو زیر دامن رکھ کر عوام الناس کو کشتی میں سوار کرنے کا تصور پیدا کرسکیں لیکن ہم تو بیٹھے ہی یہ طے کرکے ہیں کہ قریشی پالیسیوں اور فریب سازیوں کا پردہ فاش کرکے دم لیں گے ۔ اور حقیقت حال کو عوام تک پہنچا کر چھوڑیں گے اور یہ مقصد ہرگز پورا نہیں ہوسکتا جب تک قرآن کے ہر لفظ اور ہر آیت پر آنکھیں کھول کر نہ گزرا جائے اور جب تک تمام شیعہ و سنی مترجمین و مفسرین پر تنقید و تشکیک جاری نہ رکھی جائے اس لئے کہ قریشی حکومتوں کے مسلسل ظلم و استبداد و داد و دہش نے ان کے قائم کردہ تعلیمی و درسی اداروں اور علما نے ساری دنیا میں ایک ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ حق کا پتہ لگانا ناممکن ہوگیا تھا۔ تاریخ و تفسیر و روایات کے ماتحت لغات تیار کی گئی تھیں چنانچہ ایک متلاشئ حق کی تمام راہیں روک دی گئی تھیں اور دوست و دشمن ان کے تیار کردہ ریکارڈ کے تسلسل اور پروپیگنڈے سے اسے صحیح سمجھتے اور اسی کے مطابق اپنا اپنا مذہبی گھروندہ بناتے چلے آئے ہیں ۔

(۲۔ب) قرآن کریم اور مودودی کا ترجمہ مودودی مذہب کے خلاف یہ بتاتا ہے کہ عوام الناس کو اللہ نے نہیں نوحؑ نے سوار کیا تھا۔

قرآن کریم نے قریش اینڈ کمپنی کے اس تصور کی دوطرح تردید اور ابطال کیا ہے ۔ اوّل یوں کہ اللہ نے جن کو خود سوار کیا ان میں عوام مومنین نہیں بلکہ حضرت نوحؑ اور مقدس و صاحبانِ فضیلتؑ لوگ تھے (دیکھو بنی اسرائیل ۳ / ۱۷، مریم ۵۹ تا ۵۷ / ۱۹، یٰسٓین ۴۱ / ۳٦ اور قمر ۱۳ / ۵۴) دوم اس طرح کہ عام مومنین کو طوفان کے شروع ہوتے ہی سوار کرا دیا گیا تھا نہ کہ طوفان کی طغیانی حد سے گزر جانے کے بعد ۔ قرآن اور مودودی ترجمہ پڑھیئے :

اوّل ۔ علامہ کا ترجمہ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۳۹) : ”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور وہ تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا ”ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی ۔۔۔۔ اس میں سوار کرا دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے ہیں ۔“ قارئین دیکھ لیں عوام کو سوار کرانے کا حکم حضرت نوحؑ کو دیا گیا اور جیسے ہی ایک پہلے سے نامزد تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا سب کو سوار کرنے کی خبر موجود ہے ۔ طوفان کی طغیانی کا انتظار کرتے تو یہ سب لوگ ڈوب کر مرجاتے ۔

دوم ۔ پھر قرآن اور مودودی ترجمہ پڑھیں ارشاد ہوا کہ : مودودی ترجمہ : ”ہم نے اسؑ پر وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار ۔ کر پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور ابل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا

اوّل ۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ ـــ وَمَنْ اٰمَنَ ﴿۴۰﴾ (ھود ۴۰ / ۱۱)

دوم ۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ ﴿۲۷﴾ (المومنون ۲۷ / ۲۳)

اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ

پڑھو عمل نامہ میرا تحقیق میں جانتا تھا یہ کہ میں ملوں گا حساب اپنے سے پس وہ

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا

بیچ زندگانی خوش کے ہے بیچ بہشت بلند کے کہ میوے اس کے نزدیک ہیں کھاؤ

وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَ اَمَّا

اور پیؤ سہتا بدلے اس کے جو کر چکے ہو تم بیچ دنوں گزرے ہوؤں کے۔ اور جو کوئی

مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾

دیا گیا عملنامہ اپنا بیچ بائیں ہاتھ اپنے کے پس کہے گا اے کاش میں نہ دیا گیا ہوتا عملنامہ اپنا

پڑھو میری کتاب" (۲۰) میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنے حساب سے دوچار ہونا پڑے گا (۲۱) پس وہ پسندیدہ زندگی گزارے گا (۲۲) چنانچہ وہ عالی مقام جنت میں رہا کرے گا (۲۳) جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑرہے ہوں گے (۲۴) تم مزے لے لے کر کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم گزرے ہوئے دنوں میں کرتے رہے تھے (۲۵) اور جس کسی کو اس کی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہے گا "اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی گئی ہوتی تو اچھا ہوتا

لے کر اس میں سوار ہو جا، اور اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۷۵۔۲۷۶)
یہاں بھی طوفان کی طغیانی کی شرط نہیں بلکہ پہلے سے تیار رہنے اور تنور سے پانی جاری ہونے کے ساتھ ہی عوام کو سوار کرنے کا کام حضرت نوحؑ کو سونپا گیا ہے۔

(۲۔ج) علامہ اینڈ کمپنی کا پیدا کردہ تصور باطل ہو چکا لہٰذا طغیانی کی حد تک سوار نہ ہونے والے حضرات اللہ کی آنکھیں تھے۔

بہر حال یہ آیت صاف طور پر دو باتیں اور بھی بیان کرتی ہے کہ اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کے لئے پہلی بات یہ بتائی ہے کہ:

پہلی بات: "کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے بنانا" "اَصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا"

دوسری بات یہ کہ: "کشتی ہماری وحی کی ہدایات کے مطابق بنانا" "وَوَحْيِنَا" چونکہ علامہ کا کام الفاظ کے معانی و مفاہیم کو بدلنے سے چلتا ہے لہٰذا مودودی نے پہلی بات کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ: "ہماری نگرانی میں کشتی تیار کر" اور اس کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ: "کشتی کی تعمیر صرف ان اوقات میں کرنا جب ہم نگرانی کرنے یا دیکھنے کے لئے موجود ہوں۔" اور یہ بات اس لئے غلط ہے کہ خواہ حضرت نوحؑ یا کوئی اور چاہے یا نہ چاہے یا اللہ یہ بات کہے یا نہ کہے اللہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر حال میں موجود رہتا اور ہر چیز اور ہر کام کو دیکھتا رہتا ہے۔ لہٰذا اگر علامہ اینڈ کمپنی والا مفہوم اختیار کیا جائے تو پہلی بات مہمل، بلا ضرورت اور عبث ہے اور اللہ کی کوئی بات نہ مہمل ہو سکتی ہے نہ بلا ضرورت اور نہ عبث ہوتی ہے۔ لہٰذا آیت میں وہی کچھ کہا گیا جو الفاظ کے براہ راست اور لغوی معنی ہیں۔ یعنی دونوں آنکھوں کے سامنے کشتی بنانے کا حکم دیا ہے" اور وہ دونوں آنکھیں وہی دو (۲) حضرات صلی اللہ علیہم ہیں۔ جن کو وجہُ اللہ فرمایا گیا ہے۔ جن کو اپنے دونوں ہاتھ قرار دیا ہے یعنی جن دونوں ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں کام کیا تھا جنہیں ساری دنیا یدُ اللہ کے لقب سے جانتی اور کہتی رہی ہے کہ:

؎ شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذوالفقار

جن کے آنے کو اللہ نے اپنا آنا قرار دیا ہے (حشر ۲ / ۵۹) جن کے کاموں کو اپنے کام فرمایا ہے (انفال ۱۷ / ۸) جن کے کلام کو (۴۰ / ۶۹) کلام اللہ بتایا ہے۔

(۲۔د) طوفان کی طغیانی کا انتظار کرنے کی ایک وجہ قرآن ہی نے بتائی ہے۔

ان آفتاب سے زیادہ روشن قرآنی حقائق پر قریش اور ان کے ہم مذہب لوگوں کا ایمان نہ لانا بالکل قابل فہم ہے۔ وہ دونوں میں سے ایک ہی راہ اختیار کر سکتے تھے یعنی یا تو وہ رسولؐ کی حکومت اور رسولؐ کے مسلک کو چھوڑ کر قومی حکومت و قومی مذہب کی راہ اختیار کرتے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) یا محمدؐ و آل محمدؐ کی حکومت و مذہب پر ایمان لانے کی راہ اختیار کرتے۔

وَ لَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَهۡ ﴿۲۶﴾ یٰلَیۡتَهَا کَانَتِ

اور نہ جانتا میں کیا ہے حساب میرا اے کاش کہ یہ موت ہوتی

الۡقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَهۡ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیۡ

تمام کرنے والی نہ کفایت کیا مجھ کو مال میرے نے جاتی رہی مجھ سے

سُلۡطٰنِیَهۡ ﴿۲۹﴾ خُذُوۡهُ فَغُلُّوۡهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الۡجَحِیۡمَ صَلُّوۡهُ ﴿۳۱﴾

سلطنت میری پکڑو اس کو پس طوق پہناؤ اس کو پھر دوزخ میں لے جاؤ اس کو

(۲۶) اور درایت و دلیل سے مجھے یہ بھی نہ جاننا پڑتا کہ میرا حساب کیا کیا ہے۔ (۲۷) اے کاش میری پہلی ہی موت فیصلہ کن ہوتی (۲۸) مجھے میرے مال و دولت نے آخر کار غنی نہ رہنے دیا اور (۲۹) مجھ سے میری حکومت و حاکمیت و سلطنت بھی چھن گئی (۳۰)۔یہی نہیں بلکہ حکم دیا جارہاہے کہ اسے "پکڑ کر گرفتار کرو طوق وغیرہ پہناؤ (۳۱) پھر اسے شدید ترین گرم قید میں رکھو

چنانچہ بقول خلیفہ دوم قریشی قوم نے اجماع کرلیا تھا کہ وہ خانوادہِ رسولؐ میں حکومت نہ جانے دیں گے اور اپنی حکومت بنا کررہیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اس اجماعی فیصلے نے انہیں مجبور کیا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ہر اس فضیلت کا انکار کریں یا اُس کو چھپا دیں جو انؑ کی قدامت یا مافوق البشر فضیلت ہو۔ یہ وجہ ہے کہ زیر بحث آیت (۱۱ / ۶۹) میں آئے ہوئے واضح اور سادہ الفاظ کو نظر انداز کردینا ضروری ہوگیا۔ بہرحال قرآن کا ایک اور مقام پڑھیں جہاں اسی طوفان وکشتی کا ذکر کیا گیاہے اور وہ وجہ بتائی ہے جو مذکورہ مقدسؑ حضرات کو طوفان میں انتہائی طغیانی کے بعد سوار کرنے پر متوجہ کرتی ہے۔

محمدؐ اور علیؑ کشتی کی اور کشتی میں سوار افراد کی سلامتی و نگرانی کے ذمہ دار تھے لہٰذا اگر کوئی شخص توبہ کرتا اسے کون سوار کرتا؟

وَهِیَ تَجۡرِیۡ بِهِمۡ فِیۡ مَوۡجٍ کَالۡجِبَالِ ۟ وَنَادٰی نُوۡحُ ابۡنَهٗ وَکَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ ﴿۴۳﴾ (ھود ۴۳-۴۲ / ۱۱)

قرآن بتاتا ہے کہ: مودودی ترجمہ: "کشتی ان لوگوں کو لئے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھی۔ نوحؑ کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوحؑ نے پکار کر کہا "بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ۔" اس نے پلٹ کر جواب دیا "میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچالے گا۔" نوحؑ نے کہا "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے "(تفہیم القرآن جِلد ۲ صفحہ ۳۴۰-۳۴۱)

قارئین اس ترجمہ اور آیات پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ آیات میں صورت حال کیاہے؟ ان آیات پر بھی نہ غور کیا گیا نہ کوئی توضیح لکھی گئی خاموشی سے اصل صورت حال کو ٹال دیا ہے۔ لہٰذا پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ جس طوفانی پانی میں سے کشتی گزر رہی ہے اس میں اٹھنے والی موج پہاڑوں کی طرح بلند ہوتی اور گرتی جا رہی ہے۔ اور علامہ اشرف علی نے لکھ دیا ہے کہ: "اس سے معلوم ہوا کہ طوفان کا پانی پہاڑ سے اونچا تھا "(ترجمہ صفحہ ۲۷۳ حاشیہ نمبر ۴)

اس صورت حال پر تین سوالات پیدا ہونا چاہئیں:

اوّل یہ کہ جسے نوحؑ کا بیٹا کہا گیاہے وہ کتنی اونچائی پر ہے جو اس طوفان کے پانی میں ابھی تک ڈوبا نہیں ہے؟ (بلکہ بھیگنا بھی ثابت نہیں)

دوم یہ کہ اگر وہ شخص حضرت نوحؑ کی دعوت پر رضامند ہو جاتا تو اسے پہاڑوں ایسی امواج میں کشتی تک آنا کس طرح ممکن ہوتا؟

سوم یہ کہ حضرت نوحؑ کو بھی اور اس شخص کو بھی یہ یقین ہے کہ اگر وہ چاہے تو کشتی میں اس کا سوار ہونا بالکل یقینی ہے ورنہ نہ حضرت نوحؑ اسے دعوت دیتے اور وہ بھی کہہ دیتا کہ آپ کی دعوت ایک سنجیدہ مذاق ہے میں کیسے سوار ہوسکتا ہوں؟ قارئین انصاف سے بتائیں کیا ہم نے خواہ مخواہ یہ تین سوال اٹھا کر آپ کا وقت ضائع کیا ہے؟ یاواقعی مذکورہ صورت حال میں یہ سوال اٹھانا اور ان کا جواب چاہنا ضروری ہے۔ اگر ضروری ہے تو یہ تمام مترجمین کیوں خاموشی سے گزرتے چلے گئے؟ اگر اللہ نے اس شخص کے یا اور توبہ کرنے والوں کے سوار کرنے کا انتظام نہ کیا تھا؟ تو واقعی اس شخص کے ساتھ یہ ایک مذاق ہوتا۔ لیکن حضرت نوحؑ کی دعوت اور اس شخص کا اعتراض نہ کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسا انتظام موجود تھا اور تمام

ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَۃٍ ذَرۡعُہَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُکُوۡہُ ﴿۳۲﴾ اِنَّہٗ

پھر بیچ زنجیر کے کہ پیمائش اس کی ستر ہاتھ ہے پس داخل کرو اس کو تحقیق

کَانَ لَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ

وہ تھا نہیں ایمان لاتا ساتھ اللہ بڑے کے اور نہ رغبت دلاتا تھا اوپر کھانے

الۡمِسۡکِیۡنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیۡسَ لَہُ الۡیَوۡمَ ہٰہُنَا حَمِیۡمٌ ﴿۳۵﴾

فقیر کے پس نہیں واسطے اس کے آج اس جگہ کوئی دوست

(۳۲) پھر اسے ایسی ایک زنجیر پہناؤ جس کی لمبائی ستر ہاتھ کی ہے (۳۳) یقیناً یہ وہی شخص ہے جو اللہ پر اس کی عظمتوں کے ساتھ ایمان نہ رکھتا تھا۔ یعنی اللہ کے وجود کا منکر نہ تھا (۳۴) اور نہ ہی یہ شخص کبھی مساکین و یتامیٰ کی پرورش کے نظام میں رغبت رکھتا تھا۔ (۳۵) آج یہاں اس کے یار و غم خوار (فرقان ۲۸۔۲۷/۲۵) مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں

متعلقین کے مشاہدہ و تجربہ میں آچکنے والا انتظام تھا۔ اور وہی دونوں دست ہائے خداوندی (یدُ اللہ) تھے جو کائنات کی ہر چیز تک رسائی رکھتے تھے۔ اور اس شخص کو اٹھا کر کشتی میں سوار کرسکتے تھے۔ یہ تھی وہ صورت جس کے بعد انہیں کشتی میں سوار ہو جانے کا موقع ملنا چاہیئے کہ اب باہر سے کسی کے آنے اور نہ آنے پر اتمام حجت ہو چکی۔

دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ: "اس شخص نے حضرت نوحؑ کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ "میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں۔" اس جملے کے لئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے اس نے تو یہ کہا ہے کہ "میں عنقریب ایک پہاڑ کو پناہ گاہ بناتا ہوں جو مجھے پانی سے محفوظ رکھے گا" یعنی وہ اونچے سے اونچے پہاڑ کو نظر میں رکھے ہوئے ہے اور یقیناً وہ پہاڑوں سے اوپر ہے اور زیر نظر پہاڑ کی طرف جا رہا ہے اور یہ بھی علامہ کی چالاکی ہے کہ آیت کے ترجمہ میں لفظ۔اللہ۔کا اضافہ کردیا ہے۔ یعنی اس جملے میں "اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ" خواہ مخواہ اللہ کو گھسا دیا۔ یعنی علامہ کے نزدیک کوئی اور وہاں تھا ہی نہیں جو اس طوفان میں کسی انسان پر رحم کرسکتا۔ بہرحال گفتگو یہ ہے کہ علامہ جہاں ضروری سمجھتے ہیں قرآن کے مفاہیم میں رد و بدل اور اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور اہم ترین حقائق کو چھپاتے اور بدلتے چلے جاتے ہیں۔یہی وہ سلوک ہے جو ان کے قریشی بزرگ عہد رسولؐ میں قرآن کے ساتھ کرتے رہے اور رسولؐ اللہ نے اللہ سے ان کی شکایت کی۔ (۳۰ / ۲۵)

محمدؐ اور آئمہِ اہل بیتؑ کی مذکورہ بالا پوزیشن معصوم احادیث میں:

طوفانِ نوحؑ میں محمدؐ و علیؑ کا مقام احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہوا کہ: "میں ہی وہ شخص ہوں جس نے نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا تھا میں ہی نوحؑ کا ساتھی اور ان کو طوفان سے نجات دلانے والا ہوں میں ہی دوسرے طوفان میں ساتھ ساتھ تھا۔ میں عرم کے سیلاب میں بھی موجود تھا۔ میں ہی ایوبؑ کو آزمائش میں ڈالنے اور شفا دینے والا ہوں۔ میں یونسؑ کا ساتھی اور اسے نجات دینے والا ہوں میں ہی نے ابراہیمؑ خلیل اللہ کو سلامت رکھا تھا۔" اور چند جملے سنیں۔

اَنَا الَّذِیۡ حَمَلۡتُ نُوۡحاً فِی السَّفِیۡنَۃِ، اَنَاْ صاحب نُوح و مُنَجِّیه اَنَاْ صاحب الطوفان الثانی انا صاحب السیل العرم اَنَا صاحب ایّوب المبتلی وشافِیه انا صاحب یونس و منجیه اَنَا الذی اسلم ابراهیم الخلیل۔ الخ کتاب المبین جلد اوّل صفحہ ۳۳۰۔۳۳۱

محمدؐ اور علیؑ و دیگر آئمہؑ اہلبیتؑ ہی وجہ اللہ، عین اللہ، ید اللہ وغیرہ ہیں۔

جَعَلۡنَا عَیۡنَہٗ فِی عباده ولسانه الناطق فی خلقه ویده المبسوطة علٰی عباده بالرَّافة والرَّحمۃ ووجه الذی یوتی منه وباب الذی یَدَلُّ علیه ۔ الخ (کافی)

اس نے ہمیں اپنی آنکھیں بنایا تاکہ اس کے بندوں پر نظر رکھیں اور ان پر اور ان کے اعمال پر شاہد رہنے کا فرض ادا کرسکیں (نحل ۸۹ / ۱۶، ۱۰۵ / ۹)

اور اس نے ہمیں اپنی مخلوقات کی ہدایت و تعلیم کے لئے اپنی طرف سے بولنے والی زبان بنایا (نجم ۵۶ / ۵۳) (فرقان ۱ / ۲۵) اور اپنی رحمت اور مہربانیاں پہنچاتے رہنے کے لئے ہمیں اپنے پھیلے ہوئے ہمہ گیر دست و بازو بنایا (اعراف ۱۵۶ / ۷، ۶۴ / ۵) اور ہمیں وہ دروازہ بنایا جو اس کے وجود و قرب پر دلیل قائم کرتا ہے اور ہمیں اپنا وہ چہرہ بنایا جس سے ہر ہر مخلوق کو اس کا

وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِیۡنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا یَاۡکُلُہٗۤ اِلَّا

اور نہ کھانا مگر دھوون دوزخیوں کے سے نہیں کھاویں گے اس کو مگر

الۡخَاطِـُٔوۡنَ ﴿۳۷﴾ ع فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا

گنہگار پس قسم کھاتا ہوں میں اس چیز کی کہ دیکھتے ہو تم اور اس چیز کی کہ

(۳۶) اور نہ ہی زخموں کے دھوون کے علاوہ اس کے لئے کوئی اور کھانے کی چیز ہے (۳۷) اس خوراک کو خطائے اجتہادی کو جائز ماننے والوں کے سوا اور کوئی نہیں کھاتا ہے۔ (۳۸) یقیناً میں اس حقیقت کی بھی قسم کھا کر کہتا ہوں جو تمہیں نظر آتی ہے۔ (۳۹) اور اس کی بھی جو

سامانِ بقاء و ترقی دیتا ہے (رحمٰن ۲۷-۲۶ / ۵۵)"

قارئین سے التماس ہے کہ اس طویل الذیل حدیث کے ان چند کلیدی جملوں کے ترجمہ کو بریکٹوں میں دی ہوئی آیات کے ترجموں کے ساتھ پڑھیں تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کا ہر لفظ قرآن کریم سے سینکڑوں آیات کا لب لباب ہوا کرتا ہے۔ اور قرآن کے ان مقامات و الفاظ کی ترجمانی نہایت سادگی سے کر دیتا ہے جن کو دشمنانِ قرآن نے متشابہ کہہ کر غور نہ کرنے کی تاکید کی ہے تاکہ مقامِ محمدؐ چھپ کر رہ جائے۔

۳۔ صور پھونکنے (۶۹/۱۴) آسمان پھٹنے (۶۹/۱۶) اور مخصوص واقعہ (۶۹/۱۵) عرش و حساب کتاب (۶۹/۲۴ تا ۱۷)

قارئین پہلے یہ سن لیں کہ ہم نے قیامت اور حشر ونشر اور حساب و کتاب و شہادت اور جزا و سزا اور رجعت کے عنوانات پر بڑی تفصیل سے قرآن کے بیانات و آیات پہلے ہی پیش کر دی ہیں جو سورۂ الزمر سے لے کر سورۃ الملک تک کی تشریحات میں برابر ملیں گی۔ اور یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ قیامت میں واقعات و حالات کی ترتیب وہ نہیں ہے جو قریشی پالیسی کے ماتحت ان کے وظیفہ خوار علما نے دکھائی ہے۔ بلکہ قیامت اور قربِ قیامت کے واقعات و حالات سو فیصد فطری اور ضرورت و دلیل کے ماتحت وقوع میں آئیں گے۔ مثلاً یہ حقیقت قرآن سے ثابت اور مسلمات میں سے ہے کہ تمام مواخذہ اور حساب اسی زمین پر واقع ہو گا۔ لہٰذا یہ تصور باطل ہے کہ مواخذہ اور حساب سے پہلے ہی اس زمین کا چورا چورا کر دیا جانا مان لیا جائے۔ ورنہ وہ مکانات و مقامات و نشانات کیسے منظر عام پر لائے جائیں گے جن میں کسی نے جرم یا مظالم کئے تھے؟ چوری، چوری کا مال، واقعہ کی ترتیب دکھانے کے لئے ضروری ہے کہ یہ زمین اور وہ ساز و سامان موجود رہیں۔ اگر سورج کو پہلے ہی ختم کر دیا جائے تو نتیجہ میں پیدا ہونے والا گھپ اندھیرا اور منجمد کر دینے والی سردی کس طرح انسانوں اور حیوانوں کو مشاہدہ اور ترتیب کار کی اجازت دے گی؟

(۳۔ الف) قرآنی الفاظ کے معنی میں ہم نے تضاد و اختلاف وغیرہ پیدا نہیں کیا بلکہ جہاں حقیقت کا تقاضا ہوا وہاں حقیقی معنی کئے۔

ان فطری تقاضوں کو واضح کرنے اور قریشی فریب کے پردوں کو ہٹانے کا جہاں جہاں تقاضا ہوا ہے ہم نے الفاظ کے معنی کو لغت اور قوانین صرف و نحو وعلم و بیان کے مطابق لانے پر اصرار کیا ہے ورنہ جہاں جہاں عام مترجمین کے اختیار کردہ معنی سے کوئی خرابی پیدا نہ ہوتی تھی انہیں بحال رکھا ہے تاکہ قاری ہر قدم پر نہ الجھے۔ مثلاً ہم نے لفظ وَانۡشَقَّتِ السَّمَآءُ ﴿۱۶﴾ (الحاقۃ: ۶۹/۱۶) کے معنی "آسمانوں کا جدا جدا" کرنا بھی کئے ہیں۔ اس لئے کہ لفظ "شق" کے معنی شگاف پیدا کرنا ہیں۔ جس کو پھٹنا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ریزہ ریزہ ہو جانا اس کے معنی غلط ہیں۔ اسی طرح لفظ دکّہ کے معنی ہم نے ہموار کرنا کئے ہیں۔ اور اس لفظ کے معنی بھی ہرگز ریزہ ریزہ یا چُور چُور کر ڈالنا نہیں ہیں۔ بہرحال نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ کم علمی یا غلطی سے کسی لفظ کے غلط معنی لکھے جانا اور بات ہے۔ اور کسی حقیقت کو ابھرنے سے روکنے کے لئے غلط معنی لکھنا ایک سنگین جرم ہے۔ اور قرآن کے معاملہ میں الفاظ کے معنی و مفاہیم کا بدلنا ایک ایسا جرم ہے جو قرآن کی رو سے جہنمی بنانے اور اللہ و رسولؐ کی دشمنی کا ثبوت ہے (فرقان ۳۱-۳۰ / ۲۵)

۴۔ وہ کون شخص تھا جس کا دولت و اقتدارِ حکومت، قربِ قیامت یا رجعت میں چھین لیا جائے گا؟ مواخذہ اور طوق و زنجیر (۶۹/۳۷ تا ۲۵)

یہ تیرہ آیات (۶۹/۲۵ تا ۳۷) قریش کے اس عظیم لیڈر کا قصہ سناتی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھو سورۂ واقعہ تشریحات نمبر ۳-۴)

لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا

نہیں دیکھتے ہو تم تحقیق وہ البتہ کہنا ہے پیغام پہنچانے والے بزرگ کا اور نہیں ہے

ہُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوۡلِ کَاہِنٍ ؕ

وہ کہنا شاعر کا تھوڑا تھوڑا ایمان لاتے ہو اور نہ کہنا سیانے کا

قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَوۡ

تھوڑے سے نصیحت پکڑتے ہو اتارا ہوا ہے پروردگار عالموں کی طرف سے اور اگر

تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴿۴۵﴾

باندھ لیوے اوپر ہمارے بعضی باتیں البتہ پکڑیں ہم اس کا داہنا ہاتھ

ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ

پھر کاٹ ڈالیں ہم اس سے رگ گردن کی پس نہ ہووئے تم میں سے کوئی ایک

تمہارے مشاہدہ میں نہیں ہے کہ (۴۰) یہ قرآن درحقیقت رسول کریمؐ ہی کا قول ہے۔ (۴۱) اور قرآن ہرگز کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ اے قریشی لیڈرو تم تو ایمان بھی بہت ہی گھٹا گھٹا کر لاتے ہو۔ (۴۲) یہ قرآن کسی کاھن کا کلام بھی نہیں ہے تم لوگ تو قرآن کا تذکرہ بھی کم ہی کرتے ہو۔ (۴۳) قرآن تمام عالمین کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ (۴۴) اور اگر وہ رسولؐ کریم ہمارے اوپر بعض اقوال کی ذمہ داری عائد کر دے۔ (۴۵) تو ضروری ہے کہ ہم اسکا داہنا ہاتھ پکڑ لیں۔ (۴۶) پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالیں۔ (۴۷) چنانچہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو کہ بعض باتیں منسوب کرنے پر ہم کو اُسے

جس کے یار غار کا بیان سورۂ فرقان (۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) میں زیر بحث رہا ہے جس نے آنحضرتؐ کی موجودگی میں اپنے ایک خلیل یا یار کو رسوؐل کے طریقِ حکمرانی سے باز رکھنے کا انتظام کیا تھا۔ جس نے نسلِ رسوؐل کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور قتل و غارت کے ذریعہ ساری دنیا پر تسلط جمانے کا پروگرام رسوؐل سے بیان کیا تھا اور خود اپنی سازباز سے سربراہ اسلام بن بیٹھا تھا (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) جس نے ایک مکمل شریعت خود تیار کرکے جاری کی تھی۔ اور اسلام و نظام شرک کے درمیان کی ایک راہ تیار کی تھی (نساء ۱۵۰ / ۴) اس کی تفصیل اور ان آیات کی تشریح سورۃ الدخان کے مباحث (دخان تشریح نمبر ۴) میں ملاحظہ ہوں۔

۵۔ وہ کون سے اقوال (اقاویل) تھے کہ اگر ان کو اللہ کے ذمہ عائد کردیا جائے تو رسوؐل کریم کو ذبح کردیا جاتا (۵۲ تا ۴۴ / ۶۹)

وہ اقوال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مار ڈالنے کا سبب بن سکتے تھے کیا تھے؟ اس کا پتہ لگانے کے لئے دو طریقے ہیں ایک قرآن کے الفاظ پر غور و فکر کرنے سے اور دوسرا قرآن کے الفاظ کی نشاندہی سے قریش کی مرتب کردہ تاریخ سے پہلے قرآن کی ان ہی آیات پر ایک مربوط نظر ڈالیں۔ اور ان آیات (۵۲ تا ۴۴ / ۶۹) کا مجموعی خطاب اور مدعا و مقصد سمجھیں اور وہ اس طرح کہ جن باتوں کو عائد کرنے سے محمدؐ جیسا محبوب رسوؐل واجب القتل ہوجاتا وہ باتیں قریش کے خلاف تھیں یا ان کے حق میں ہوتیں؟ بس یہ سوال بات صاف کر دیتا ہے اس لئے کہ اللہ نے قریش سے یہ کہا ہے کہ:

"ہم محمدؐ کو اس جرم میں ذبح کر ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے بچانے یا ہمیں روکنے والا نہ ہوتا (۴۷ تا ۴۴ / ۶۹)"

معلوم ہوا کہ وہ جرم قریش کی اللہ کے خلاف طرف داری کرنا تھا۔ اور وہ طرفداری اگر کر لی جاتی تو قریش کی حسرت و ارمان پورے ہو کر انہیں مسرت و شادمانی و کامرانی و کامیابی حاصل ہوجاتی (۵۱۔۵۰ / ۶۹) اور گو رسوؐل نے قریش کے اقوال اللہ کے ذمہ عائد نہیں کئے مگر اللہ نے بتا دیا کہ قریش پھر بھی وہ اقوال اللہ کے ذمہ خود ہی لگاتے رہیں گے یعنی اللہ کا منشاء وہی تھا جو قریش کے اقوال اور فیصلے تھے۔ اللہ نے وہی کچھ کیا جو وہ چاہتے تھے (۴۹ / ۶۹)

اللہ کا یہ فرمانا کہ "تم محمدؐ کو اس جرم کی سزا سے بچا نہ سکتے تھے" صاف بتا رہا ہے کہ اگر رسوؐل ایسا کرتے تو قریش اسی طرح ان کی طرف داری کرتے جس طرح ہر مجرم کی طرف داری وہ لوگ کیا کرتے ہیں جن کی وفاداری کی بنا پر مجرم جرم کرتا ہے۔ لہٰذا بات یہاں تک تو واضح ہوگئی کہ:

"ا۔ قریش اللہ کی وحی یا منشاء یا تعلیمات اور طریقہ کار کے خلاف رسوؐل اللہ سے چاہتے تھے کہ وہ از خود اپنی طرف سے قریش کے

سزا دینے سے باز رکھ سکے۔ (۴۸) اور یقیناً یہ سرگزشت بھی ذمہ دار لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے (۴۹) اور ہم تو یقیناً یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ گو رسولؐ کریم نے وہ باتیں نہیں کہیں لیکن یقیناً تم میں کچھ لوگ پھر بھی حقائق کے خلاف جھوٹی باتیں اللہ پر عائد کرتے رہیں گے۔ (۵۰) مگر رسولؐ کا ان بعض اقاویل کو منسوب نہ کرنا حق پوشوں کے واسطے دائمی حسرت و یاس کا سبب رہے گا (۵۱) اور یقیناً قریش کا دائمی حسرت میں مبتلا رہنا اور ان کے اقوال کو اختیار نہ کرنا ہی حقیقی یقین ہے (۵۲) چنانچہ تم اس یقین کے لئے اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔

عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾

اس سے باز رکھنے والا اور تحقیق یہ البتہ نصیحت ہے واسطے پرہیزگاروں کے

وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَ

اور تحقیق ہم البتہ جانتے ہیں یہ کہ تم میں سے بعضے جھٹلانے والے ہیں اور

اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ

تحقیق یہ البتہ پچتاوا ہے اوپر کافروں کے اور تحقیق یہ البتہ تحقیق

الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾

یقین ہے پس پاکی بیان کر ساتھ نام پروردگار اپنے بڑے کے

اقوال اللہ کے اقوال کہہ کر پیش کردیں۔ ۲۔ لیکن رسولؐ نے ایسا نہیں کیا۔ ۳۔ جس کی بنا پر قریش کی یہ حسرت دائماً پوری نہ ہوئی کہ "کاش رسولؐ نے وہ اقوال اللہ سے منسوب کرکے قریش کی باتیں پوری کردی ہوتیں"۔ ۴۔ لیکن قریش نے جھوٹ موٹ یہ مشہور کردیا کہ " اللہ نے بالکل ان کی منشاء و اقوال کے مطابق وہ کام کیا ہے جس کی سند وہ رسولؐ کی زبانی لینا چاہتے تھے۔"

(۵ ۔ الف) ۔ قریش کی وہ تمنا کیا تھی جو حسرت میں بدل گئی۔ وہ رسولؐ سے کیا چاہتے تھے ؟ اور انہوں نے کون سے جھوٹ کو اللہ سے منسوب کیا؟

ہم نے حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس کا مکالمہ علامہ شبلی کی کتاب الفاروق سے نقل کرکے دکھایا کہ تمام قریش کا "کہنا" (یا اقوال) یہ تھا کہ رسولؐ کے بعد "امامت و خلافت" رسولؐ کے خاندان میں نہ جانے دیں گے "(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

چنانچہ قریش کے یہ ہی وہ اقوال فیصلے اور اجماعی اجتہاد تھا جسے آنحضرؐت نے اللہ کی طرف منسوب نہ کیا اور کبھی اور کسی طرح یہ نہ فرمایا کہ "اللہ قریش کی قومی حکومت چاہتا ہے" یا یہ "کہ اے ابوبکرو عمر اللہ یا میں یا ہم دونوں تمہیں اپنا جانشین و خلیفہ بناتے ہیں"۔ یا یہ کہ " میرے بعد میرے صحابہ خود مشورہ کرکے جسے میرا جانشین بنالیں گے وہ اللہ کا جانشین نائب یا خلیفہ ہوجائے گا "ایسا نہ کہنے کے اور ماننے کے باوجود قریش جھوٹ یہ ہی کہتے رہے کہ ابوبکر و عمر وعثمان خلفائے رسولؐ تھے (۴۹ / ٦۹) اور اس طرح ان کے برحق خلفاء ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈا جاری رکھا۔

(۵ ۔ب) قریش نے بھی یہ طے کرلیا تھا کہ وہ رسولؐ کو قتل کرکے اپنی قومی حکومت بنالیں گے ۔

قارئین یہ بھی نوٹ کرلیں کہ جس طرح قریشی اقوال اختیار کرنے پر اللہ نے حضوؐر کو قتل کرنے کی دھمکی دے رکھی تھی۔ اسی طرح قریش نے طے کررکھا تھا کہ اگر ان کو حکومت و اقتدار میں شریک نہ کیا گیا تو وہ رسولؐ کو موقع پاتے ہی قتل کردیں گے اس سازش کا پتہ اس وعدہ سے چلتا ہے جو اللہ نے حقیقی خلیفہ کی خلافت کا اعلان کرنے کے سلسلے میں کیا تھا اور فرمایا تھا کہ۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ﴿٦٧﴾ (المائدۃ: ٦٧ / ۵)

"اے رسولؐ تم حقیقی خلیفہ کے مخالفوں سے نہ ڈرو ہم تمہیں ان قریشی لوگوں سے محفوظ رکھیں گے لہٰذا جو حکم تم پر بہت پہلے سے نازل ہوچکا ہے اس کی فوراً تبلیغ اور اعلان کردو اور اگر تم نے عملاً خلیفہ کو روشناس نہ کیا تو سمجھ لو کہ تمہاری رسالت کی تبلیغ ہی شمار نہ کروں گا۔" یعنی مدعا و مقصدِ رسالت اعلانِ خلافت و امامت تھا۔ اس کے بغیر تمام سابقہ وموجود نبوت و رسالت بے معنی تھیں ۔ آیت میں تحفظ کا وعدہ قریشی سازش کا پتہ دیتا ہے ۔چنانچہ وہ علی الاعلان تو قتل نہ کرسکے مگر بخاری کی روایت بتاتی ہے کہ رسولؐ کے باربار منع کرنے کے باوجود ایک ایسی چیز آنحضرؐت کو پلائی جاتی رہی کہ جس کی ایک بوند بھی آدمی کو مار ڈالنے کے لئے کافی تھی

یعنی مردوں سے بچے تو قریشی عورتوں نے شہید کردیا۔ اس موت پر قریش کو کبھی رنج نہ ہوا اور آج تک بارہ وفات کے نام پر جشن مسرت منایا جاتا ہے مجلس عزا نہیں کی جاتی۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے پہلے حاکم نے خاندانِ اہل بیتؑ کو غم منانے پر یہ طعنہ دیا تھا کہ "جو کوئی محمدؐ کی مطلق اطاعت کرتا تھا وہ مایوس ہوجائے کہ محمدؐ یقیناً مرگیا۔ اور جو کوئی اللہ کی مطلق اطاعت کرنے والا ہے وہ خوشی منائے کہ اللہ زندہ ہے" (تمام تواریخ)

وہ مذکورہ حسرت آیت جو (۵۰ / ۶۹) میں بیان ہوئی اسی خلیفہ نے واضح کردی تھی۔

چونکہ خلیفہ اوّل نے اپنے یار غار کی خوشنودی کے لئے بلا استحقاق حکومت اختیار کرلی تھی (فرقان ۲۷ تا ۲۹ / ۲۵) اس لئے سب سے پہلے وہی اپنی حسرت کا اظہار کرتے ہیں سنئے: "مجھے رسوؐل للہ سے تین باتیں دریافت کرنے کی حسرت ہی رہ گئی جن میں سے پہلی یہ ہے کہ "کاش میں رسوؐل اللہ صلعم سے پوچھ لیتا کہ یہ امارت (حکومت و خلافت) کس کو ملنی چاہئے؟ اور کیا انصار کا بھی حکومت میں کچھ حصہ ہے؟ تاکہ جھگڑے کا موقع نہ رہتا" (ترجمہ طبری حصہ ۲ صفحہ ۲۷۶)

سُوْرَةُ الْمَعَارِج

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَ هِيَ اَرْبَعٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ رُكُوْعَانِ

سورۂ معارج مکے میں نازل ہوئی اس میں چوالیس (۴۴) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ

پوچھا ایک پوچھنے والے نے عذاب کو کہ ہونے والا ہے۔ واسطے کافروں کے نہیں اس کو کوئی

دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ

دفع کرنے والا۔ وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو سیڑھیوں والا ہے۔ چڑھتے ہیں فرشتے

وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤

اور روح طرف اس کی وہ عذاب ہوگا بیچ اس دن کے کہ ہے مقدار اس کی پچاس ہزار برس کی

(۱) ایک شخص نے وقوع میں آجانے والے عذاب کی درخواست کی تھی (۲) جو حقائق کو چھپانے والوں کے لئے ہو اور جسے کوئی ٹال نہ سکے (۳) وہ عذاب معراجوں کے مالک اللہ کی طرف سے واقع ہوا تھا اور (۴) ملائکہ اور ارواح اس کے مقام تک پہنچنے کے لئے ایک ایسے دن بھر پرواز کرتے ہیں جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہوتی ہے۔

تشریحات سورۂ معارج:

ا۔ آیات (۱ تا ۳ / ۷۰) میں دلیل کے ساتھ ایک قریشی مومن نے عذاب طلب کیا جو وقوع میں آیا۔

ان تینوں آیات کے متعلق قریشی علما کو باقاعدہ محاذ بنانا تھا۔ مگر ان کے ایک محدث نے وہ محاذ نہ بننے دیا اور ایک ایسی روایت لکھ دی جس سے حقیقت حال کی طرف راہنمائی ہوسکتی تھی۔ اور کئی ایک مفسرین نے اصل واقعہ کو لکھ بھی دیا ہے۔ یہاں پہلے مودودی کے بیان سے اصل بات کا رخ متعین کرلیں۔ پھر ہم وہ واقعہ لکھیں گے جس سے سابقہ سورۂ (۴۴ تا ۴۷ / ۶۹) میں "اِن اَقَاوِيْل" کا تعلق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ سے منسوب نہ کئے اور ان کے خلاف اس حکم کی تعمیل کی جس کی تعمیل نہ کرنے پر رسالت کی نفی ہوجانے کی دھمکی ملی تھی۔ اور ایک قریشی مومن نے عذاب طلب کیا تھا۔

(۵) پس اے نبیؐ آپ ان کے عقائد پر بہت موزوں صبر کریں (۶) قریش کی رائے میں وہ بعید از عقل و اجتہاد ہے ۔(۷) اور ہماری رائے میں بالکل قریب ہی ہے ۔یعنی (۸) وہ دن بھی قریب ہے جس روز آسمان پگھلی ہوئی چیز کے مانند ہوں گے (۹) اور پہاڑ

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّ نَرٰىهُ

پس صبر کر صبر اچھا تحقیق وہ دیکھتے ہیں اس کو دور اور ہم دیکھتے ہیں اس کو

قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ

نزدیک جس دن کہ ہو گا آسمان مانند تلچھٹ تیل کے اور ہوویں گے پہاڑ

(۱۔ الف) مودودی اینڈ کمپنی عذاب کے نزول کا حقیقی سبب چھپا کر گزر جانا چاہتے رہے ۔

علامہ لکھتے ہیں کہ :

"اصل الفاظ ہیں "سَاَلَ سَائِلٌ" بعض مفسرین نے یہاں سوال کو پوچھنے کے معنی میں لیا ہے اور وہ آیت (۴ تا ۱ / ۷۰) کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھنے والے نے پوچھا ہے کہ وہ عذاب ، جس کی ہمیں خبر دی جارہی ہے۔ کس پر واقع ہو گا؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ کافروں پر واقع ہو گا ۔ لیکن اکثر مفسرین نے اس جگہ سوال کو مانگنے اور مطالبہ کرنے کے معنی میں لیا ہے ۔ نسائی اور دوسرے محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ نَضر بن حارث کَلَدہ نے کہا تھا۔ "خدایا اگر یہ واقعی تیری ہی طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر درد ناک عذاب لے آ۔" اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآن مجید میں کفارِ مکہ کے اس چیلنج کا ذکر کیا گیا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ ٱلۡحَقَّ مِنۡ عِندِكَ فَأَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ أَوِ ٱئۡتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (الانفال آیت ۳۲)

جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ لے کیوں نہیں آتے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں یونس ۔آیات ۴۶ تا ۴۸۔ الانبیاؑ ۳۶ تا ۴۱۔ النمل ۶۷ تا ۷۲۔ سبا ۲۶ تا ۳۰۔یٰس ۴۵ تا ۵۲۔ الملک ۲۴ تا ۲۷"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۸۶)

(۱۔ب)مودودی نے عذاب طلب کرنے کا ذکر صحیح کیا ہے مگر حوالہ جات کا ڈھیر لگا کر هَٰذَا هُوَ ٱلۡحَقَّ کو اس میں چھپا دیا۔

علامہ نے یہ مان لیا کہ قریش کے کسی شخص نے کسی ایسی بات کو یا چیز کو سامنے موجود پایا جو اس کے نزدیک اللہ کی طرف سے ہرگز "حق" نہ ہوسکتی تھی اور اس پر کسی نے یہ تقاضا کیا تھا کہ وہ شخص اس بات یا اس چیز کو اللہ کی جانب سے حق تسلیم کرے ۔ علامہ کے بیان میں نہ یہ بتایا گیا کہ وہ کیا بات تھی جسے هَٰذَا هُوَ ٱلۡحَقَّ قرار دیا گیا تھا ؟ اور نہ یہ بتایا گیا کہ وہ کون تھا جو کسی بات کو حق کہتا یا حق منوانا چاہتا تھا ؟ ان دونوں کلیدی جوابات کو چھپا کر علامہ یہ تاثر دیتے ہوئے گزر گئے کہ یہ تو کفار کی عام عادت تھی کہ وہ عذاب لانے کا چیلنج کرتے رہتے تھے اور انہوں نے چھ عدد ایسے حوالے قرآن سے لکھ مارے جن کو پڑھ کر علامہ کی تصدیق کی جا سکتی ہے ۔ اور علامہ کے قاری اوّل تو حوالہ جات کو قرآن میں تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں گے یعنی انہیں مودودی کی کسی بات پر شک ہی کیوں ہو گا ؟ پھر ان چھ حوالہ جات میں بتیس (۳۲) آیات کا ڈھیر دیکھنے کے بعد کون ایسا سخت جان اور بدعقیدہ قاری ہو گا جو علامہ کا سچ اور جھوٹ پرکھ کر دیکھے ۔ لیکن ہم علامہ کے بہت محنت کش اور متلاشیٔ حق قاری ہیں ۔ اور تمام علما وعوام الناس کو ببانگ دہل بتاتے ہیں کہ علامہ نے آیات کے اس انبار کو دکھا کر کھلا فریب دیا ہے ۔

(۱۔ج) مودودی نے قرآن کے نام پر فریب اور قرآن کی آڑ میں حق کو چھپایا ہے۔

آپ مذکورہ (۳۲) آیات اور ان کا مودودی یا کوئی اور ترجمہ پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ ان آیات میں کہیں بھی کسی نے اللہ سے یا محمدؐ سے عذاب طلب نہیں کیا۔عذاب طلب کرنا تو الگ ان بتیس (۳۲) آیات میں اللہ نے لفظ "عذاب" استعمال بھی نہیں کیا۔پھر ان حوالوں میں سے ہر ایک حوالے میں قیامت کے لئے کفار کی طرف سے یہ جملہ ضرور آیا ہے کہ "وہ وعدہ کب پورا ہو گا"؟ (مَتَىٰ هَٰذَا ٱلۡوَعۡدُ ۝۴۸ ۱۔(یونس ۴۸ / ۱۰) ۲۔(انبیا ۳۸ / ۲۱) ۳۔(نمل ۷۱ / ۲۷) ۴۔(سبا ۲۹ / ۳۴) ۵۔(یسیٰن ۴۸ / ۳۶) ۶۔(الملک ۲۵ / ۶۷) علامہ

رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (۱۰) اور کوئی غمخوار دوست بات تک نہ پوچھے گا۔ حالانکہ (۱۱) تمام دوست ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ ہر مجرم یہ چاہے گا کہ اس روز کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بدلے میں اپنے بیٹے کو پیش کر دے (۱۲) اور اپنی زوجہ اور اپنے بھائی کو بدلے میں دے کر جان چھڑالے	كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿١٠﴾ مانند اون دھنی ہوئی کے اور نہ پوچھے گا کوئی دوست دوست کو يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ دکھلائے جاویں گے ان کو دوست رکھے گا گنہگار کاش کہ بدلہ دیوے عذاب يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿١١﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ﴿١٢﴾ اس دن کے سے ساتھ بیٹوں اپنے کے اور بی بی اپنی کے اور بھائی اپنے کے

نے اس جملے کے لئے ہرحوالہ میں آیات کا اس لئے ڈھیر لگایا کہ قاری اگر پڑھے تو دماغ سے اصل سوالات ہی نکل جائیں۔ لیکن ایک ذی ہوش انسان جو تلاشِ حق میں ہو وہ کیسے وہ چیز معلوم نہ کرے گا جسے خود اللہ نے هٰذَا هُوَ الْحَقَّ "یہ ہی وہ الحق ہے" یا "یہی وہ مکمل حق ہے" کہا ہو۔

(ا ۔ د) قارئین پلٹ کر سورۂ حاقہ (۵۱ / ۶۹) دیکھیں کہ خلافت و امامت علوؑیہ کوحق الیقین فرمایا تھا۔

قارئین نے سابقہ سورہ کی تشریحات اور قریشی اقاویل (۴۶ تا ۴۴ / ۶۹) کی ذیل میں یہ آیت پڑھی تھی کہ:

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ (الحاقۃ: ۵۱ / ۶۹)

"اور بلا شبہ یہی تو ضرور حق الیقین ہے" یہی حق الیقین وہ مکمل حق تھا جس کو قریشی لیڈروں نے رسوؐل اللہ کی ذاتی رائے سمجھا تھا۔ اور یہ ماننے کو ہرگز تیار نہ تھے کہ قومی حکومت کی جگہ اللہ شخصی حکومت کو پسند کرسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ سے دعا میں وہ جملہ کہا جسے اللہ نے آیت کی صورت میں قرآن کے اندر ریکارڈ کر دیا۔لہٰذا جواب یہ ہے کہ:
(۱) وہ حقِ مطلق امامت و خلافت مرتضویؑ تھی جس پر رسوؐل نے بیعت کا اور مبارکباد دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور
(۲) وہ ذاتِ رسوؐل پاک تھی جنہیں وحی نے بتایا تھا کہ اعلانِ حکومتِ الٰہیہ علوؑیہ مقصد نبوت و رسالت ہے (مائدہ ۶۷ / ۵)

(ا ۔ ہ) آیات (۳ تا ۱ / ۷۰) اعلانِ امامت کے منکر نے نزولِ عذاب کی دعا کی (انفال ۳۲ / ۸) تھی

ان آیات کی ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حج سے واپسی پر غدیر کے مقام پر پہنچے اور وہاں حضرت علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام اور تمام مسلمانوں کا اپنے ایسا مولا و آقا بنا دیا اور اس اعلان کی اطلاع گردونواح میں پھیل گئی تو ایک شخص نعمان ابن حارث فہری آنحضرؐت کے پاس آیا اور سوال کیا کہ آپ نے علیؑ کی جانشینی و خلافت کا حکم اپنی طرف سے دیا ہے یا اللہ کی طرف سے دیا ہے حضوؐر نے فرمایا کہ یہ تقرری اللہ کے حکم سے کی گئی ہے۔ اس پر نعمان نے کہا کہ آپ نے حکم دیا کہ ہم خدا کی یکتائی کی شہادت دیں اور آپ کو اللہ کا رسوؐل مانیں ہم نے قبول کیا۔ پھر جہاد کا حکم دیا ہم نے مانا اور جہاد کیا۔ پھر آپ نے حج کا روزہ اور نماز کا حکم دیا ہم نے حج کئے روزے رکھے نمازیں پڑھیں۔ آپ نے زکاۃ کا حکم دیا اس پر عمل کیا۔ آپ نے ان احکام پر صبر نہ کیا اور اب اس لڑکے کو حاکم بنا کر ہماری گردنوں پر مسلط کر دیا" اور وہ دعا کی جو آیت (انفال ۳۲ / ۸) میں بیان ہوئی چنانچہ اس کے سر پر ایک پتھر گرا جس نے اسے واصل جہنم کر دیا۔(تفسیر مجمع البیان ،تفسیر قمی وغیرہا)

(ا ۔ و) حقیقی لیڈر کو چھپانے کے لئے کئی نام مشہور کئے ہیں مگر آیت اس کا تعین کرتی ہے۔

ہم نے بار بار عرض کیا ہے کہ قریشی حکومتوں اور ان کے انتظام نے جن واقعات کو پبلک کے حافظہ سے مٹانے میں ناکامی ہوتی دیکھی ان کو اپنے مقرر کردہ راویوں سے اس طرح بیان کرنے کا حکم دیا کہ واقعات میں اختلاف عام ہوجائے۔ چنانچہ

وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۟ۙ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

اور کنبے اپنے کے جو جگہ دیتا ہے اس کو اور جو کوئی کہ بیچ زمین کے ہیں سارے

ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۟ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۟ۙ

پھر چھٹاوے یہ بدلا دینا اس کو ہر گز نہ چھوٹے گا تحقیق وہ شعلے والی آگ ہے

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۟ۚ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ

ادھیڑنے والی ہے منہ کی کھال کو بلاتی ہے اس شخص کو کہ اس نے پیٹھ دی

وَ تَوَلّٰى ۟ۙ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ۟ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ

اور منہ پھیر لیا اور اکٹھا کیا مال پس بند رکھا تحقیق آدمی پیدا کیا گیا ہے

(۱۳) اور اپنے بدلے میں اس پورے کنبے کو جو اسے اپنی پناہ میں رکھتا رہا تھا (۱۴) اور روئے زمین کے سب لوگوں کو بدلے میں دے دے تاکہ وہ اس طرح اسے نجات دلا سکے (۱۵) ہر گز نجات نہ ملے گی یقیناً وہ تو شعلہ زن آگ ہے (۱۶) جس کی لپٹیں گوشت پوست کو جلا کر جُدا کردیں گی (۱۷) وہ تو اس شخص کی تلاش میں ہے جس نے قبولِ حق سے پشت پھرائی اور ولی وحاکم بن بیٹھا۔ (۱۸) اور اپنی ولایت پر لوگوں کو مجتمع کرتے رہنے کو بڑی حاضر دماغی سے یاد رکھتا رہا (۱۹) حقیقت یہ ہے کہ عموماً انسانوں کو

جس شخص کا نام عذاب طلب کرنے میں لیا گیا ہے وہ ہر روایت میں مختلف ہے مودودی نے اس کا نام نضر لکھا ہے ۔ کسی نے ابوجہل کا نام لیا ہے ۔ کسی نے حرث ابن عمر فہری کو آگے بڑھایا ہے اور اختلاف پیدا کر کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ "چونکہ روایت میں اختلاف اور احتمال ہے لہٰذا ناقابل اعتبار ہے۔" لیکن آگے چل کر سورۂ معارج اس مجرم کا ایسا تشخص کر دیتی ہے کہ کسی کو عذر و حیلہ سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

(۱۔ز) ہر سازش اپنے مرکزی لیڈر کی طرف پلٹتی ہے اور وہیں سے جاری ہوتی ہے یہ وہی شخص ہے جسے سورۂ بقرہ (۲۰۵ / ۲) نے متعین و مشخص کیا تھا۔

عذاب طلب کرنے والی آیت (انفال ۳۲ / ۸) میں عذاب طلب کرنے والا ایک شخص نہیں تھا۔ مودودی نے آیت (انفال ۳۲ / ۸) کو شروع کے تین الفاظ چھوڑ کر لکھا ہے ۔ آیت یوں شروع ہوتی ہے ۔

وَإِذْ قَالُواْ ٱللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ ٱلْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ الانفال

علامہ نے آیت کا جو حصہ لکھا ہے اسکے ترجمہ میں بھی دو جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے لہٰذا آیت میں الفاظ یوں ہیں۔ قَالُواْ ۔(انہوں نے کہا) ۲۔فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا (برسا ہم پر) ۳۔أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (لے آ ہم پر درد ناک عذاب) معلوم ہوا کہ سورۂ معارج میں جس تنہا شخص کے عذاب طلب کرنے کا تذکرہ ہوا ہے وہ پوری قوم کا نمائندہ ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے وہ پوری قوم (قَالُواْ) کی زبان میں کہتا ہے۔ اور یہ بات بار بار لکھی جاچکی کہ (بقول خلیفہ دوم) قریش ہر گز علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حکومت پر راضی نہ تھے ۔ ان کے اقاویل سامنے آچکے۔ اور ان کا عمل ثابت ہے کہ خلافت و نبوت کو ایک خاندان میں جمع نہ ہونے دیا اور اپنی قومی حکومت بنالی۔

(۱۔ح) قومی ولایت بنانے والے کا انتظار کیا جارہا ہے آیت معارج (۱۷ / ۷۰) دیکھیں۔

چنانچہ ہم آپ کو آیت (۱۷ / ۷۰) میں لفظ أَدْبَرَ (پیٹھ دکھائی) اور لفظ تَوَلّٰى (ولایت قائم کرلی) کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ شخص جس نے رسولؐ اللہ پر قومی اقوال (اقاویل) تھوپنے کا بندوبست کیا تھا (۴۴ / ۶۹) جس نے قریش کو اپنی قومی حکومت بنانے پر متفق کیا تھا اور خود اپنی ولایت قائم کرلی تھی اور ولایت علویہ سے روگردانی کی تھی (۱۷ / ۷۰) پھر اگلی آیت میں (۱۸ / ۷۰) دو الفاظ ہیں اوّل وَجَمَعَ (اکٹھا کیا۔ جمع کیا اس شخص نے) یہاں مال وغیرہ یا کسی اور چیز کا ذکر نہیں لہٰذا یہ جمع کرنا اپنی ولایت یا ولایت پر لوگوں کو متفق و مجتمع کرنا ہوا جو کہ پہلی آیت سے ثابت ہے (۱۷ / ۷۰) دوسرا لفظ ہے اَوْعیٰ اس لفظ کے وہی معنی کرنا ہوں گے ۔ جو سورۂ حاقہ آیت (۱۲ / ۶۹) میں الفاظ تَعِيَهَا اور وَاعِيَةٌ کے کئے گئے ہیں ۔ اس لئے کہ لفظ اَوْعیٰ اسی مصدر سے صادر ہوتا ہے ۔ لہٰذا علامہ مودودی کا ترجمہ باطل ہے ۔

هَلُوۡعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۝۲۰ وَّ اِذَا

جلد باز و بے چین پیدا کیا گیا ہے (۲۰) جب اس پر شر اثر انداز ہوتا ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے (۲۱) اور جب اس پر بھلائیوں کا اثر مرتب ہوتا ہے تو اسے اعلانیہ ظاہر کرنے سے منع کرتا ہے (۲۲) مگر مخصوص نمازی اِن جذبات سے بچ جاتے ہیں (۲۳) یعنی وہ لوگ

بے صبر جب لگتی ہے اس کو برائی اضطراب کرنے والا ہے اور جب

مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ۝۲۱ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ۝۲۲ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ

لگتی ہے اس کو بھلائی منع کرنے والا ہے مگر نماز پڑھنے والے وہ جو اوپر نماز اپنی کے

۲۔لفظ تَوَلّٰی کے معنی میں موقع شناسی اور حق پوشی کا پردہ بار بار چاک کیا گیا ہے۔ مودودی کے تراجم پر نظر۔

یہاں پر باقاعدہ علامہ کی غلط ترجمانی آپ کے روبرو پھر لائی جاتی ہے۔ملاحظہ ہوں آیات اور الفاظ اور ترجمے:

(۱) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَـرۡثَ وَالنَّسۡلَ ۝۲۰۵ البقرة

رفیع الدین: "اور جب حاکم ہو تا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تا کہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانوروں کو (ترجمہ صفحہ ۳۴ بقرہ ۲۰۵ / ۲)

مودودی: "جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

مودودی نے لفظ تَوَلّٰی کے صحیح معنی "اقتدار حکومت حاصل کرنا" کئے ہیں۔ قارئین نوٹ کریں کہ یہ لفظ تَوَلّٰی ہی تھا جو آیت (۱۷ / ۷۰) میں آیا اور وہاں یہ معنی نہ کئے گئے۔

(۲) تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ (المعارج: ۱۷ / ۷۰)

مودودی: "پکار پکار کر بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے حق سے "منہ موڑا" اور پیٹھ پھیری "(تفہیم القرآن جلد۶ صفحہ ۸۹)
یہاں علامہ پر دو اعتراض قائم ہوئے اوّل یہ کہ لفظ تَوَلّٰی کے معنی یہاں بھی وہ شخص کرنا لازم تھے جس نے حکومت الٰہیہ کے مقابلہ پر خود اقتدار حاصل کیا تھا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہاں خود لفظ اَدۡبَرَ موجود ہے جس کے معنی "پیٹھ پھرانا" ہیں اور جو شخص پیٹھ پھرا لیتا ہے تو اس کا منہ تو پیٹھ کے ساتھ ہی ساتھ مڑ جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں لفظ تَوَلّٰی کے معنی غلط ہی نہیں کئے بلکہ لفظ اَدۡبَرَ کی موجودگی میں یہ معنی بکواس بن کر رہ گئے ہیں۔ مگر علامہ کو قریش کے ایک عظیم لیڈر کو قرآن کی زد سے بچا کر نکالنا تھا اس لئے دین اور علمی دیانت کو قربان کرنا ضروری ہو گیا۔

مودودی کی دین فروشی اور پسندیدہ صحابہ کے تحفظ کی ایک اور بھیانک مثال: رسولؐ نے اپنے مخصوص قریشی صحابہ کے جہنم میں جانے، حوضِ کوثر سے ہٹائے جانے اور اپنے بعد دنیا میں قتل و غارت کرتے رہنے کی بار بار اطلاع دی (بخاری باب الفتن) ان ہی کے لئے اللہ نے یہ فرمایا کہ:

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ۝۲۲ محمدؐ ۲۲ / ۴۷)

رفیع الدین: "پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی "(ترجمہ صفحہ ۵۷۴)

مودودی: "اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر "تم الٹے منہ پھر گئے" تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶)
قارئین ذرا اس ترجمہ کا بے تکا پن پہلے دیکھ لیں یعنی جب کوئی الٹے منہ پھر جائے تو وہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے گلے تو کاٹ ہی نہیں سکتا جن کی طرف سے الٹے منہ واپس پلٹ آیا ہے؟ بہر حال علامہ کو ان کے ضمیر نے ستایا تو حاشیہ نمبر ۳۳ میں یہ لکھا کہ:
آخر مودودی نے صحیح معنی قبول کر لئے: حاشیہ ۳۳ "اصل الفاظ ہیں اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ۔ ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے (یعنی الٹے منہ پھر گئے) اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ: "اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶)

دَآىِٕمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾

ہمیش رہنے والے ہیں اور وہ جو بیچ مالوں ان کے کے حصہ ہے معلوم

لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ

واسطے مانگنے والے کے اور بن مانگنے والے کے اور وہ لوگ کہ تصدیق کرتے ہیں

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

دن جزا کے کو اور وہ لوگ وہ جو عذاب پروردگار اپنے کے سے ڈرتے ہیں

جو دائمی طور پر اپنی نماز کے پابند ہوتے ہیں (۲۴) اور وہ وہی لوگ ہیں جو اپنے اموال میں حقوق العباد کا حصہ مانتے اور جانتے ہیں (۲۵) کہ ان پر واجب و فرض ہے کہ اپنے اموال میں سے ہر بھکاری اور مالی وسائل سے محروم شخص کو ان کا حصہ برابر دیں (۲۶) اور وہ وہی لوگ ہیں جو روز جزا کو عملاً سچا کر کے دکھاتے ہوں (۲۷) اور وہ لوگ بھی جو اپنے پروردگار کے عذاب سے نرم رو بن گئے ہیں

یہ آیت پوری قریشی قوم کو ان کے مستقبل کی اطلاع دیتی ہے مگر علامہ نے دین سے روگردانی کر کے ان کے اعمال پر نقاب ڈالا تھا۔

قارئین جانتے ہیں کہ عموماً قاری قرآن ترجمہ بھی نہیں پڑھتے اور جو چند لوگ ترجمہ پڑھتے ہیں وہ حاشیہ اس لئے پڑھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن ان کے اپنے مکتب فکر کے مترجم کا ہے لہٰذا وہ جو کچھ ترجمہ کرے گا وہ سو فیصد صحیح ہی ہوگا۔ حاشیوں اور توضیحات کو پڑھنے والے قاری چند ہوتے ہیں۔ وہ ان حاشیوں کو پڑھتے ہیں جن میں انہیں کچھ زیادہ تفصیلی معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسطری حاشیہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ مودودی کی اسلامی جماعت کے نوے فیصدی لوگوں نے یہ حاشیہ نمبر ۳۳ نہیں پڑھا لہٰذا وہ ان "اصل الفاظ" إِنْ تَوَلَّيْتُمْ کا دوسرا اور صحیح ترجمہ پڑھنے سے محروم رہے۔ آپ کسی اسلامی جماعت کے شخص سے دریافت کر کے ہماری اس بات کو آزما کر دیکھیں۔ بہر حال الفاظ۔ ا۔ تَوَلّیٰ ۲۔ تَوَلَّيْتُمْ ۳۔ يَتَوَلّیٰ ۴۔ يَتَوَلَّوا ۵۔ وَلِیٌّ ۶۔ وَلَّوْا ۷۔ وَلَّيْتُمْ ۔ تمام کا مادہ ۔و۔ل۔ی ہے اور اسی سے الفاظ ۔۸۔ وَلِی ۹۔ اَوْلِيَآء ۱۰۔ وَالِی ۱۱۔ وِلَايَة ۱۲۔ مَوْلیٰ وغیرہ بنتے ہیں۔ اور ان سب کے معنی میں ولایت و حکومت کے معنی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ یہ آخری زیر بحث آیت (محمدؐ ۲۲ / ۴۷) قریش سے یہ کہتی ہے کہ:

"تم سے اب یہی توقع ہے کہ جب تم حکومت کو ہڑپ کر لو گے تو دنیا بھر میں قتل و غارت کر کے فساد پھیلا دو گے" اور دنیا کا ہر شخص جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے آنکھ بند ہوتے ہی جس قریشی حکومت نے اسلام کی سربراہی سنبھالی اس نے پانچ سو سال تک انسانوں کے خون کی ندیاں جاری رکھیں۔ اور جس قریشی لیڈر نے قتل و غارت کا تصور دیا تھا اس کی پالیسی تھی جو ہم نے اپنی پیش کردہ ان تین تَوَلّیٰ والی آیات میں سے پہلے نمبر میں پیش کی ہے (بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور اسی لیڈر کا تذکرہ ہوا ہے سورۂ معارج کی آیت (۱۷ / ۷۰) میں جہاں اس لیڈر نے "حکومت الٰہیہ سے روگردانی کی (أَدْبَرَ) اور اپنی قومی ولایت کا فیصلہ کیا (تَوَلّیٰ) اور اس قومی ولایت پر پوری قوم کو متفق اور جمع کر دیا (وَجَمَعَ) اور اس اتفاق و اجماع کو برابر مستحکم کرتا اور اس پر نگران رہا کبھی اس کو ذہن سے خارج نہ ہونے (فَأَوْعَىٰ) دیا (۱۸ / ۷۰) (دیکھو ہماری تشریح و ترجمہ)

۳۔ آیات (۱۸ تا ۶ / ۷۰) میں اور سورۂ حاقہ (آیات ۳۷ تا ۲۵ / ۶۹) میں دنیا کے سب سے بدترین مجرم کے ماخوذ کرنے کو واضح کیا گیا ہے۔

ان دلائل کے بعد ہمارے قارئین یہ دیکھیں کہ جس قریشی لیڈر نے خلافت الٰہیہ سے پیٹھ پھرا کر اپنی قومی حکومت بنائی تھی (۱۸۔۱۷ / ۷۰) (محمدؐ ۲۲ / ۴۷) (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اسی کے شان میں پچھلی سورۂ (حاقہ) میں تیرہ (۱۳) آیات (۳۷ تا ۲۵ / ۶۹) نازل ہوئی تھیں۔ اور معاملہ ان ہی پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ اس موجودہ سورۂ معارج میں پھر تیرہ عدد آیات (۱۸ تا ۶ / ۷۰) نازل کی گئی ہیں۔ تاکہ قاری کی توجہ اور طبیعت پر اس قریشی لیڈر کی حیثیت جم کر رہ جائے۔ سورۂ معارج کی ان تیرہ آیات میں سے جو آیات سورۂ حاقہ کی طرف متوجہ کرتی ہیں وہ یہ کہتی ہیں کہ:

"گوشت پوست کو جلا ڈالنے والے آگ کے شعلے اور لپٹیں اس شخص کو بلا رہی ہوں گی جس نے حکومت الٰہیہ سے پیٹھ پھرا کر خود اپنی حکومت و ولایت قائم کی تھی" (۱۷ تا ۱۵ / ۷۰)

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ

تحقیق عذاب پروردگار ان کے کا نہیں کوئی اس سے نڈر کیا گیا اور جو لوگ کہ وہ

لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا

واسطے شرمگاہ اپنی کے نگہبانی کرنے والے ہیں مگر اوپر جوروؤں اپنی کے یا جن کے

مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ﴿۳۰﴾

مالک ہوئے ہیں داہنے ہاتھ ان کے پس تحقیق وہ نہیں ملامت کئے گئے پس

(۲۸) یہ ایک باربار آزمودہ حقیقت ہے کہ ان کے رب کا عذاب ایسا نہیں ہے کہ اس سے کوئی بھی بے خوف رہ سکے (۲۹) وہ لوگ بھی خیر وشر سے بُرا اثر نہیں لیتے جو اپنے اعضائے تناسل کی روک تھام رکھتے ہیں (۳۰) بجز اپنی بیویوں یا ان عورتوں کے جو ان کے دہنے ہاتھوں کے معاہدہ کی ملکیت میں ہوں آلاتِ تناسل کی روک تھام نہ رکھنے پر یقیناً انہیں ملامت نہیں کی گئی ہے

یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ولایت بنانے والا وہ لیڈر کہیں ان شعلوں اور لپٹوں کے سامنے قریب ہی ہے ورنہ لفظ ”دعوت دینا“ کچھ موزوں نہ ہوتا بلکہ یہ کہنا زیادہ سجتا کہ ”شعلے اور لپیٹیں اس کا انتظار کررہی ہیں“ اب ذرا پلٹ کر سورۂ حاقہ والا نظارہ دیکھیں جہاں اللہ کے مخالف ایک :”سلطان کی سلطنت اور اقتدار چھین کر گرفتار کیا گیا ہے طوق اور بیڑی پہنائی گئی ہے اور ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں باندھ کر باز پرس کے لئے تیار کیا گیا ہے ۔ چونکہ اس کے لئے جہنم طے شدہ ہے، اس لئے اس کو جہنم کے لئے تیار کرنے کی غرض سے جہنم کی آگ سے گرمائے ہوئے جحیم میں رکھا گیا ہے تاکہ جہنم کے شعلوں اور لپٹوں میں جائے تو تسلسل محسوس کرے“ (۳۲ تا ۲۸ / ۶۹)
قارئین قرآن کریم کی یہ طرز تلاوت وترتیب کا معجزہ ہے کہ اسی شخص کو قرآن کے جمع کرانے پر مجبور ہونا پڑا جو اِن چھبیس آیات کا ہیرو ہے کہیں اگر یہ آیات ،نیز اسی قسم کی اور ہزاروں آیات ایک ساتھ اور ایک جگہ اور ایک ہی وقت میں تلاوت کر دی گئی ہوتیں تو قریشی لیڈر ہرگز قرآن کو ہم تک بلفظہٖ نہ پہنچنے دیتے ۔ یہ ترتیب و تلاوت کا معجزہ ہی تھا کہ قرآن جس ابلیسی قوم کی مذمت و بدکاری سے لبریز ہے اسی کے ہاتھ سے شائع ہوا وہی قوم قرآن کو حفظ کرکے روٹی کمانے کا ذریعہ بنائے اور اپنے حفظ اور رٹنے پر فخر کرے ۔ اور ستم ظریفی کی حد ہوگئی کہ وہی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ قول بھی اپنی کتابوں میں ریکارڈ کرے کہ :
”وہ قوم قرآن کے حفظ کرنے پر فخر کیا کرے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترا ہوگا۔“ (درجنوں کتب احادیث) یعنی قرآن کو سمجھے بغیر رٹا کرے گی ۔ قرآن کی تعلیم کا اثر ان پر ہرگز نہ ہوگا ۔ چنانچہ کربلا میں یزید کی فوج اپنے ساتھ چھ سو (۶۰۰) حافظانِ قرآن بھی لائی تھی (تواریخ)

(۳ ۔ الف) ان چھبیس آیات میں شخصِ واحد مذکور ہے ۔

قارئین ان چھبیس آیات (۳۷ تا ۲۵ / ۶۹) (۱۸ تا ۶/ ۷۰) میں صرف ایک شخص کا تذکرہ مترجمین کو متوجہ کرنے کے لئے کافی تھا اور اس شخص کو اللہ نے ایک مخصوص مجرم (اَلۡمُجۡرِمُ) قرار دیا ہے ۔ اور تمام صرف ونحو اور عربی قواعد کے علما جانتے ہیں کہ کسی اسم پر الف اور لام آنے سے یا تو وہ نام مخصوص ہوجاتا ہے یا پھروہ نام اپنی پوری نوع کی نمائندگی کرتا ہے ۔ جیسے لفظ ”اَلۡحَمۡدُ“ کے معنی میں ”ساری اور ہر قسم کی حمد “ داخل سمجھی جاتی ہے ۔اس صورت میں لفظ ”اَلۡمُجۡرِمُ“ کے معنی یہ کرنا ہوں گے کہ ”وہ شخص جو تمام گناہوں اور تمام جرائم کا ذخیرہ ہے “ (۱۱ / ۷۰) اس سب کے باوجود دونوں فریق کے علما قطعاً نہ چونکے اور نہایت خاموشی اور معنی خیز انداز میں صحیح ترجمہ کرتے ہوئے گزرتے چلے گئے ۔ لیکن ہمارا فریضہ ہے کہ ہم قارئین کو روک کر غور کرنے کی درخواست کریں اور پوچھیں کہ وہ کون ایسا خاص مجرم ہے جس کے لئے یہ خاص اہتمام کیا گیاہے کہ اسے تنہا کو گرفتار کیا گیا، طوق اور بیڑیاں پہنانا ہی کافی نہ سمجھا گیا بلکہ ایک ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں بھی باندھنا ضروری سمجھا گیا ؟ اور یہ کہ اگر لفظ جحیم کے معنی واقعی اور سچ مچ جہنم یا دوزخ ہیں تو کیا جہنم ایسی کھلی جگہ ہے کہ طوق و زنجیر نہ پہنائے جائیں تو مجرم وہاں سے نکل بھاگیں ؟ قرآن تو کہتا ہے کہ جہنم کے دروازے بند رہتے ہیں (زمر ۷۱ / ۳۹) اور جہنمی لوگ جہنم کے دروازے پر آتے

ہیں باہر نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن دروازوں کے نگہبان انہیں واپس کر دیتے ہیں (سجدہ ۲۰ / ۳۲) سوال یہ ہے کہ ایسی بند اور محفوظ جگہ میں طوق اور بیڑیوں میں رکھنے کی ضرورت کیا ہے ؟ اور کیا یہ مفروضہ ضرورت کسی آیت میں بیان ہوئی ہے ؟ اور کیا کسی آیت میں جہنم کے اندر طوق اور بیڑیوں کے نہ پگھل جانے کا ذکر ہوا ہے ؟ جہاں پتھر جلتے اور پگھلتے ہوں وہ لوہے کا طوق وزنجیر اور بیڑیاں مخصوص ہونا ضروری ہیں اور یہ خصوصیت ہمیں آیات کے الفاظ میں درکار ہے پھر وہاں وہ ستر ہاتھ لمبی زنجیر کیوں ؟ اور کیوں ہر جہنمی کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر پہنانے کا تذکرہ نہ کیا گیا ؟ اسی مجرم کے لئے یہ خصوصیت کیوں ہے؟ یہ بھی آیت کے الفاظ سے بتانا ہوگا ۔ ہمارا جواب دیکھنے کے لئے سورۂ زمر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ سب کچھ قیام قیامت سے پہلے زمانہ رجعت کی باتیں ہیں۔ اس مجرم کو مختلف عدالتوں کے حضور پیش کرنے کے دوران طوق بیڑیاں ہتھکڑیاں اور لمبی زنجیر پہنائی جائے گی تاکہ ستر ہاتھ سے زیادہ دور نہ جا سکے۔ اور سب کی نظروں کے سامنے رہے ۔

(۳۔ب) اس قریشی لیڈر، خلیفہ اور سلطان کی ایک خاص الخاص اور اہم خصوصیت، جو ایک خلیفہ یا بادشاہ ہی اپنی نجات کے لئے کر سکتا ہے۔

سورۂ معارج کی آیات (۱۴ تا ۱۱ / ۷۰) میں اس فدیہ کا یا عذاب سے بچنے کے لئے اس بدلے کا ذکر ہوا ہے جو عام مجرموں کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ یعنی وہ المجرم ایسی پوزیشن میں ہو گا کہ اس زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ اگر قبول کر لیا جائے تو بدلے یا فدیہ میں دے سکے اور اس کے سامنے بالغ اور آزاد وخود مختار بیٹا، زوجہ بھائی اور پورا کنبہ انکار نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ روئے زمین کے سب لوگوں کو بدلے میں دے دے۔ اور یہ پوزیشن ایک مطلق العنان اور بے حساب اختیارات رکھنے والے بادشاہ یا سلطان یا خلیفہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اس جرم وگناہ کے ذخیرہ یا مرکز کی سلطانی کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس سے بھی تحقیق ہوا کہ وہ مجرم وہی شخص ہے جس نے اللہ کی قائم کردہ حکومت سے روگردانی کر کے اپنی ولایت قائم کی تھی (معارج ۱۷ / ۷۰) (۲۹ / ۶۹) (بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور محمدؐ وآلِ محمدؑ کے مقام پر تخت نشین ہوا تھا اور قیامت تک ہر مجرم وگنہگار کے جرائم اور گناہوں کا سبب اور ان میں حصہ دار بنا جو لوگوں نے اس کی قائم کردہ حکومت کے دوران کئے اور جب تک فاروقی شریعت بر سر کار ہے۔ اس لئے اسے تمام جرائم وگناہوں کا ذخیرہ اور بانی مبانی المجرم قرار دیا گیا۔

۴۔ سورۂ معارج (۲۵۔۲۴ / ۷۰) اور سورۂ حاقہ کی تفسیر اس المجرم کے ایک عظیم اور مسلسل جرم کا اور مظلوموں کا ذکر کرتی ہے۔

قرآن اس مجرم پر ہر جگہ نظر رکھتا ہے بظاہر نظر اس مجرم کا ذکر آیت (۱۸ / ۷۰) میں ختم ہو گیا اور انسانوں کی عمومی تخلیق پر بات شروع ہوگئی ۔ اور ان لوگوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے ہوا جو عمومی فطرت سے بلند رہتے ہیں اور آخر کار جنت میں معزز طریقہ پر داخل کئے جا سکتے ہیں اور ان کے اعمال اور مختلف صفات کا تذکرہ پھر تیرہ عدد آیات (۳۴ تا ۲۲ / ۷۰) میں ہوا ہے۔ جنت میں جاسکنے کی صفات یا شرائط میں ایک ایسی شرط و صفت کا اعلان بھی کر دیا گیا جس کے خلاف اس مجرم اور خود ساختہ خلیفہ نے مستقل محاذ بنا کر رکھا یعنی پہلے اس نے مال فے سے آلِ رسولؐ کو محروم کر کے (حشر ۶ / ۵۹) اس مال کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے مخصوص کر دیا۔ جس مال سے اللہ نے چاہا تھا کہ سرمایہ دار و اجارہ دار و اغنیاء محروم رہیں غربا و مساکین ویتامیٰ کو اغنیاء کے برابر لایا جائے (۸ تا ۶ / ۵۹) پھر اس نے مؤلفۃ القلوب کو جھڑک کر اور تلوار دکھا کر ان کے حق کو ضبط کر لیا جس کی ادائیگی کو اللہ نے تا قیامت فرض کیا تھا۔ (توبہ ۶۰ / ۹) پھر اس نے مال خمس کو بھی اولاد رسولؐ سے ہمیشہ کے لئے ضبط کر لیا (انفال ۴۱ / ۸) اور یوں اس نے غربا کی پرورش کے نظام کو سو فیصد ختم کر دیا۔ اس لئے اس کے متعلق سورۂ حاقہ (آیت ۳۴ / ۶۹) میں مساکین کی پرورش کو بند کرنے کا جرم عائد کیا گیا۔ اور اسی خبیث کے خلاف ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو اپنے ہر مال میں ہر ضرورت مند کا حق فرض سمجھ کر ادا کرتے ہوں (سورۂ معارج ۲۵۔۲۴ / ۷۰)

(۴۔الف) مال و دولت کسی کے پاس ہو کسی طرح بھی حاصل کیا ہو اس میں ہر غریب و محتاج و ضرورت مند کا حصہ برابر ہے۔

قارئین ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لیں کہ کوئی شخص اس دنیا میں اپنے حاصل کردہ مال و دولت و جائیداد کا خالصتاً مالک و مختار نہیں (معارج ۲۵۔۲۴ / ۷۰)

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

جو کوئی چاہے سوا اس کے پس وہ لوگ وہی ہیں حد سے نکل جانے والے

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور وہ لوگ کہ واسطے اپنی امانتوں کے اور عہد اپنے کے رعایت کرنے والے ہیں

وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ

اور وہ لوگ کہ وہ ساتھ شہادتوں اپنی کے قائم رہنے والے ہیں اور

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِىْ

وہ لوگ کہ وہ اوپر نماز اپنی کے محافظت کرنے والے ہیں یہ لوگ بیچ

جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ

بہشتوں کے ہیں تعظیم کئے گئے پس کیا ہے واسطے ان لوگوں کے کہ

كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ

کافر ہوئے سامنے تیرے دوڑتے ہیں داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے

عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ

جماعت جماعت کیا طمع رکھتا ہر ایک شخص ان میں سے یہ کہ داخل کیا جاوے

(۳۱) چنانچہ جو لوگ آلاتِ تناسل کو اس حد سے زیادہ استعمال کرنا چاہنے والے ہوں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہوتے ہیں (۳۲) اور وہ لوگ بھی خیر و شر سے برا اثر نہیں لیتے جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و معاہدوں کو ملحوظ رکھتے ہیں (۳۳) اور وہ لوگ بھی جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں (۳۴) اور وہ لوگ بھی خیر و شر سے برا اثر نہیں لیتے جو اپنی صلات کا تحفظ کرتے رہیں گے (۳۵) وہی لوگ ہوں گے جو جنّتوں میں استفادہ کریں گے۔ (۳۶) اے نبیؑ ان حقایق پر پردہ ڈالتے رہنے والے مومنین کو کیا ہو گیا کہ وہ تمہارے آگے آگے سہمے اور نظر جمائے چلے جا رہے ہیں؟ (۳۷) دہنی اور بائیں طرف سے گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں؟ (اور سب کے سب آپس میں ایک دوسرے سے عقائد میں تعلق و نسبت رکھتے ہیں) (۳۸) کیا ان حق پوش مختلف فرقوں اور گروہوں میں کا ہر مومن شخص اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر یہ طمع کرتا ہے کہ وہ نعمتوں والی جنّت میں

۵۔جنت میں داخلہ اور استفادہ کے لئے کم از کم شرائط کا بیان (۳۴ تا ۲۲ / ۷۰) بار بار سمجھ کر اختیار کریں۔

قارئین پہلے یہ سوچیں کہ آیات (۳۴ تا ۲۲ / ۷۰) میں کئی ایک اسلامی فرائض کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مثلاً زکوٰۃ، جہاد، اور روزہ مذکور نہیں ہیں اس لئے ان آیات میں چونکہ تمام فرائض و واجبات نہیں لہٰذا یہ کم از کم وہ فرائض ہیں جو کسی شخص کو باعزت طور پر جنتوں میں لے جاسکتے ہیں اور درحقیقت یہی وہ فرائض ہیں جو کسی حالت و صورت میں ساقط نہیں ہوتے حج مالی اور جانی استطاعت نہ ہونے پر ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جہاد ہر حال میں واجب نہیں رہتا زکوٰۃ بھی مال و سرمایہ چاہتی ہے لہٰذا اگر کوئی مذکورہ مالی و جانی استطاعت نہ رکھتے ہوئے ساری زندگی بھی روزہ حج و جہاد و زکوٰۃ پر عمل نہ کرے تو اس کی اسلامی زندگی میں کوئی نقص واقع نہیں ہو سکتا۔

(۵۔ الف) کیا نماز ہر حال و ہر صورت میں واجب ہے؟ جب کہ حیض کے زمانہ کی نماز ساقط ہے؟

نماز واقعی حکم شرع کے مطابق مسلّمہ طور پر حائضہ عورتوں سے ساقط ہے۔ اور جان کا مستقل خطرہ ہو تو مستقلاً نماز ساقط ہے (رسولؐ کی عمر کے چالیس سال اور بعد کے کافی دن) لیکن قارئین جانتے ہیں کہ اللہ نے جس صلاۃ کو اپنا اور تمام ملائکہ کا وظیفہ قرار دیا ہے وہ یہ نماز نہیں جو ساقط ہو جاتی ہے (احزاب ۵۶ / ۳۳) اور جو صلاۃ طائرین سماوات پڑھتے ہیں وہ بھی یہ نماز نہیں جو ساقط ہو سکتی ہے (نور ۴۱ / ۲۴) اور ساقط ہو جانے والی نماز مان کر دوام (دَآئِمُوْن) کی شرط بھی پوری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس نماز کے اوقات مقرر ہیں ان کے درمیان وقفے ہیں ان میں وہ نمازیں ساقط ہیں یعنی ان نمازوں کو جب چاہیں یا ہر وقت نہیں پڑھا جا سکتا۔ اور شرط دوام کی ہے۔ نہ وقت آنے پر پابندی سے پڑھنے کا ذکر۔ علاوہ ازیں قرآن کی سنت یہ ہے کہ وہ نماز کو زکوٰۃ کی جوڑی بنا کر بیان کرتا ہے۔ لہٰذا یہاں (معارج ۲۴، ۲۳، ۲۲ / ۷۰) دونوں قسم کی صلات ماننا واجب و لازم ہے۔ اللھم صلی علیٰ محمد و آلِ محمدؐ

جَنَّةَ نَعِيۡمٍ ۟ۙ‏ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّمَّا	داخل کئے جانے کا حقدار ہے؟ (۳۹) ہرگز ہرگز یہ فرقے جنت میں داخل نہ ہوں گے جس سامان سے ہم نے ان کی تخلیق کی ہے وہ خود بھی اس صورت حال سے واقف ہیں (۴۰) چنانچہ میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ اس پر بھی ہم قدرت رکھتے ہیں کہ (۴۱) ہم قریش کو ان سے بہتر لوگوں سے بدل ڈالیں اور کوئی ہم پر سبقت کرنے اور ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے (۴۲) چنانچہ آپ قریشی مجتہدین کو ان کے مجتہدانہ غور و خوض کی دلچسپیوں میں منتشر رہنے دیں یہاں تک کہ اپنے لیے مقررہ وموعودہ دن سے ملاقات کر لیں (۴۳) جس روز وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے اور جلدی جلدی روانہ ہوں گے گویا کہ وہ سب اپنی اپنی نصب کردہ مراد مندیوں کی
بہشت نعمت کی میں ہرگز نہیں تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے ان کو اس چیز سے کہ	
يَعۡلَمُوۡنَ ۞ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ اِنَّا	
جانتے ہیں پس قسم کھاتا ہوں میں پروردگار مشرقوں کی اور مغربوں کی تحقیق ہم	
لَقٰدِرُوۡنَۙ‏ ۞ عَلٰٓى اَنۡ نُّبَدِّلَ خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَمَا نَحۡنُ	
البتہ قادر ہیں اوپر اس کے کہ بدل ڈالیں بہتر ان سے اور نہیں ہم	
بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ‏ ۞ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى	
عاجز کئے گئے پس چھوڑ دے ان کو کہ جھگڑیں اور کھیلیں یہاں تک کہ	
يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَۙ‏ ۞ يَوۡمَ يَخۡرُجُوۡنَ	
ملاقات کریں دن اپنے سے وہ جو وعدہ دئے گئے ہیں جس دن نکلیں گے	

۶۔آیات (۳۹ تا ۳۶ / ۷۰) میں قریش کے جنسی اشتراک اور ان کے اسلام پر کاری ضرب لگائی ہے۔

ان چار آیات میں منکرین و مخالفین اسلام مراد لے کر مودودی اور تمام علما نے فریب دیا اور فریب کھایا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ یہاں لفظ ''اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' آ گیا ہے۔ اور قریشی فریب کا یہ ایک مستقل حربہ رہتا چلا گیا کہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی الفاظ '' کفر، کَافِر۔ کَافِرُون۔ یَکۡفُرُوۡنَ۔ کَافِرِیۡن۔ اور کَفَرُوۡا وغیرہ آئے ہیں وہاں ہر جگہ ان کے معنی انکار منکر انکار کرنے والے اور غیر مسلم کرتے رہے ہیں۔ تاکہ قرآن و حدیث کے پڑھنے والوں کو یہ وہم تک بھی نہ ہو سکے کہ یہ مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ آج سو فیصد مسلمان یہ سمجھنے کے عادی ہیں کہ کافر غیر مسلم کو کہا گیا ہے۔ یہ اللہ اور قرآن کے الفاظ ، مفہوم اور معنی کے خلاف ایک مسلسل کامیاب فریب ہے جس میں علما و عوام دونوں بفضل قریشی شیطان مبتلا ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ قرآن نے ننانوے فیصد مرتبہ قریش کے مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ اور ہر جگہ یہ الفاظ قریشی مسلمانوں کے لئے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ اور ہم یہ ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ قریش آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد بھی مسلمان تھے۔ اور ایسے ہی مسلمان تھے جیسے آج کے مسلمان ہیں۔ جس طرح آج کے مسلمانوں میں ہزاروں اختلاف اور ماشاء اللہ بہت سے فرقے ہیں اسی طرح عربوں میں بھی اجتہادی اختلافات تھے مگر وہ سب ان مسلمانوں کی طرح ملت ابراہیمؑ اور اسلام کے دعویدار تھے اور ہم نے اپنے ہر بیان پر قرآن اور علامہ مودودی کو گواہ بنایا ہے۔ چنانچہ مودودی ہی نے لکھا ہے کہ:

''۱۶۱۔ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

اس کے باوجود یہ شخص بھی اپنی تفہیم کی چھ (۶) جلدوں میں ہر جگہ لفظ کفر وغیرہ کے معنی غیر مسلم کرتا چلا گیا۔ لیکن یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اس نے محرفین قرآن کو ہمیشہ اپنے الفاظ کی گرفت میں رکھا ہے چنانچہ زیر بحث آیات (۳۸ تا ۳۶ / ۷۰) پر ذرا سا غور کرنے اور انہیں سمجھ کر پڑھنے والا فوراً قریش کے اس قدیم اور ہمہ گیر فریب کو سمجھ سکتا ہے۔ سوچئے کہ جنت میں جانے کی طمع یا لالچ کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں جو کہ رسوؐل کے آگے اور دہنے بائیں دکھائے گئے ہیں؟ اور کیا ان ہی لوگوں کی اس طمع اور آگے پیچھے اور دہنے بائیں دوڑ دھوپ پر رسوؐل سے سوال نہیں ہوا ہے جنہیں ''اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' فرمایا گیا ہے؟ اور پھر یہ سوچیئے کہ کیا عہد رسوؐل کے غیر مسلم اور منکرینِ خدا و رسوؐل جنت میں جانے کی طمع

مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمۡ اِلٰى نُصُبٍ يُّوۡفِضُوۡنَ ۝ خَاشِعَةً

قبروں سے دوڑتے ہوئے گویا کہ وہ طرف تھانوں بتوں کے دوڑتے ہیں نیچے ہوں

اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ۝

گی آنکھیں ان کی ڈھانکتی ہوگی ان کو ذلت یہ دن وہ ہے جو تھے وعدہ دئے جاتے

طرف رواں دواں چلے جارہے ہوں۔ مگر (۴۴) ان کی آنکھیں سہمی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور وہی روز ہوگا جس دن کو ان قریشی مسلمانوں کے لیے آخری فیصلے اور وعدے کا روز کہا جاتا رہا ہے۔

کرسکتے تھے؟ جو نہ اللہ کو مانتا ہو۔ نہ رسولؐ پر ایمان لایا ہو جو جنت و جہنم اور قیامت و حساب کتاب کا منکر ہو وہ کیسے جنت میں جانے کی تمنا کرے گا؟ یہ تھا وہ پروپیگنڈے کا پردہ جس کے اٹھتے ہی واضح ہوگیا کہ عہد رسولؐ کے قریشی مسلمانوں کو ہی کافر لوگ فرمایا جاتا رہا ہے۔ فرق یہ تھا کہ وہ بنیادی حقائق کو چھپانے والے مسلمان تھے وہ امامت و حکومتِ آئمہؑ اثنا عشر کے، عدل اور رجعت کے منکر نہ تھے۔ بلکہ ان عقائد کی صورت کو بدل کر مانتے تھے اور آج تک حق پوشی کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کے یہاں شخصی کی جگہ قومی اور چاریاری امامت کو مانا گیا ہے۔ ان کے یہاں اللہ کے لئے لفظ عدل کو ظلم کے معنی میں بولا گیا۔ انہوں نے قیامت کو رجعت قرار دے لیا۔ انہوں نے نبیؐ اور نبوت سے عصمتِ مطلقہ کی نفی کر دی۔ اور تمام بنیادی مسائل و عقائد کو مسخ و تبدیل کرکے مانا۔اس لئے وہ روز اوّل سے قیامت تک کافر کہلائے ہیں۔

(۶۔ الف) آیت (۳۹ / ۷۰) میں تخلیق سے مراد۔

قریشی مسلمانوں کا یا منکرین اسلام کا نطفہ سے پیدا ہونا اسی صورت میں قابل مذمت ہو سکتا تھا جب کہ وہ اپنی کوششوں کے نتیجہ میں نطفہ سے پیدا ہوتے اور اللہ نے ان کی پیدائش کا کوئی اور طریقہ رکھا ہوتا۔ جب کہ خود اللہ نے نسل آدمؑ علیہ السلام کا اجراء نطفہ سے کیاہے تو ہر انسان مجبور ہے کہ وہ نطفہ سے پیدا ہو اور اللہ اپنے قانون کو جاری کرنے اور جاننے کے بعد نطفہ سے پیدا ہونے کی ہرگز مذمت نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ مذمت خود اس کی اپنی مذمت ہے۔ لہٰذا آیت (۳۹ / ۷۰) کا ہرگز ہرگز وہ مطلب نہیں جو تمام مترجمین نے اختیار کیا ہے اس آیت کا اور ہر ایسی آیت کا منشاء، مفہوم مراد اور معنی وہ نطفہ ہیں جس کی تیاری میں خود انسان مختار ہوں یعنی وہ نطفہ کو حرام یا حلال کر سکنے پر قادر ہوں۔ اور کوشش کر کے جانتے بوجھتے حرام نطفہ کو اختیار کریں۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جنسی اشتراک کو ملکی یا قومی قانون قرار دے دیا جائے تاکہ ہر پیدا ہونے والا بچہ پوری قوم کا بچہ کہلائے (یہ کمیونزم کا مائۂ ناز مقصد اور اصول ہے تاکہ انسانوں میں سے طبقہ واریت و مالی ناہمواری ختم ہو جائے) اسی اصول اور جنسی شرکت کو انفرادی طور پر اختیار کرنے کا نام زنا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ انسانوں کو ابلیس اتنا پسند کرنے لگے کہ وہ جنسی تعلق کے دوران ان کے ساتھ لطف اندوز ہو اور اپنا نطفہ اپنے پسندیدہ گروہ میں جاری کرکے اپنی صفات ان میں مستقل طور پر پیدا کر دے۔ چنانچہ عربوں میں عموماً اور قریش میں خصوصاً یہ دونوں صورتیں بطور مستقل اور بطور نظام جاری تھیں۔ وہاں ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ کے رشتے جنسی تعلق میں حارج نہ تھے۔ لہٰذا انہیں معلوم تھا کہ وہ نظام اشتراک کی تخلیق ہیں۔ اور یہی معنی ہیں آیت (۳۹ / ۷۰) کے اور ظاہر ہے کہ جس طرح قریش کو اپنی تخلیق کا علم تھا اسی طرح اللہ کو بھی معلوم تھا۔ مگر اللہ نے اس برے علم کو قریش ہی کی طرف منسوب کر کے ان کی تخلیق کو اور گھناؤنا بنا دیا ہے۔

(۷)۔آیات (۴۳۔۴۲ / ۷۰) قریش کے نظام اجتہاد پر عمل کی مسلسل مدت قیامت تک ثابت کرکے آیات (۳۹ تا ۳۶ / ۷۰) کی تصدیق کرتی ہیں۔

قارئین یہ سورۂ معارج ختم و مکمل ہوتے ہوتے یہ بھی بتاتی ہے کہ عہد رسولؐ کے وہ لوگ جن کو اللہ نے "اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا" فرمایا ہے (۳۶ / ۷۰) جن کا رسولؐ کے آگے اور دہنے بائیں نظریں جمائے چلنا بتایا ہے (۳۷۔۳۶ / ۷۰) جن کو جنت کی طمع میں مبتلا فرمایاہے (۳۸ / ۷۰) اور جن پر جنت کو كَلَّا کہہ کر ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دیاہے (۳۹ / ۷۰) ان کے لئے قیامت تک اپنے غوروخوض کی دلچسپیوں میں مصروف رہنا بھی بتا دیا ہے (۴۲ / ۷۰) اگر یہ لوگ غیر مسلم تھے؟ اور قریش

کے منکرین اسلام لوگ تھے ؟ تو وہ قریشی تاریخ کی رو سے عہد رسولؐ ہی میں مر گل کر اور اسلام لا کر ختم ہوگئے تھے۔ جب وہ قیامت تک باقی ہی نہ رہنا تھے توان کے متعلق یہ کہنا فضول تھا کہ :
(بقولِ علامہ) ”لہٰذا انہیں اپنی بیہودہ باتوں اور اپنے کھیل میں پڑا رہنے دو۔یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے “(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۹۴) (۴۲ / ۷۰)
اس کے برعکس اللہ کو وہی کچھ کہنا چاہیئے تھا جو قریشی تاریخ کے مطابق وقوع میں آنا تھا۔یعنی صحیح تو یہ ہوتا کہ اللہ اپنے رسولؐ سے کہتا کہ :
”اے نبیؐ تم ان لوگوں کی پرواہ نہ کرو یہ تو چند روز بعد کچھ مر کر ختم ہوجائیں گے اور کچھ مسلمان ہوجائیں گے “چونکہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ قریش نے فرضی اورخود ساختہ تاریخ لکھی اور اس قرآنی حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مذکورہ لوگ خود قریشی مسلمان تھے جنہیں کافر کہا گیا تھا۔ اور جو برابر بعدِ وفاتِ رسولؐ بھی موجود رہے۔ جن کو غوروخوض کی دل چسپیوں میں قیامت تک مصروف رہنا تھا (۴۲ / ۷۰) اور جن کے نظامِ اجتہاد سے رسولؐ کو الگ رہنے کا حکم ملا تھا۔ اور قرآن کی یہ بات لفظ بلفظ آج تک اور قیامت تک صحیح ثابت ہے پھر آیت (۴۳ / ۷۰) وہی نظارہ پیش کرتی ہے جو اس سے پہلے آیات (۳۸ تا ۳۶ / ۷۰) میں دکھایا تھا کہ وہ تمام قریشی مسلمان اپنے خودساختہ فرقوں اور گروہوں میں بروز محشرجنت کی تمنا لئے ہوئے مگر ذلت و خوف کے عالم میں ان مفروضہ منزلوں کی تلاش میں داہنے بائیں اور آگے پیچھے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو اُن کے رہبروں اور علما نے اجتہاد سے بتائی تھیں ۔

(۷۔ الف) قریشی علمانے جن کی راہنمائی اختیار کی ان کو صرف اس لئے جاہل و بے ہودہ قرار دیا کہ ان سے بے تعلقی ثابت ہو جائے۔

قارئین یہاں علامہ مودودی اور ان کے ہم مذہب لوگوں کی اس قابلِ رحم مجبوری کو نوٹ کریں کہ ان کے اختیار کردہ تمام اعتقادات وہی ہیں جو قریش کے اوّلین لیڈروں اور راہنما دانشوروں نے بیان کئے تھے۔ مثلاً وہ ہر رسولؐ کو ایک عام آدمی اور عام جذبات سے مغلوب ہوجانے والا اپنے جیسا شخص کہتے تھے (مومنون ۴۷ / ۲۳) اور یہ کہ اگر تم نے اپنے ایسے ایک آدمی کی اطاعت اختیار کرلی تو تم خالص گھاٹے اور خسارے میں رہو گے (مومنون ۳۴ / ۲۳) اور تمہارے ایسا بشر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمہاری ہی طرح کھاتے پیتے ہیں (۳۳ / ۲۳ وغیرہ وغیرہ) چنانچہ اہل سنت کا لیبل لگانے والے تمام مجتہدین کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ لیکن ان کواس بات کا اقرار کرتے ہوئے شرم آتی ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ اور یہ کہ وہ ان لوگوں کے پیرو نہیں ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر تم ان کے پیرو نہ ہوتے تو اس آیت کا وہ بیہودہ ترجمہ نہ کرتے۔ جو مودودی نے کیا ہے۔ اور جو سابقہ تشریح نمبر (۷) میں گزرا ہے۔ ذرا بتائیے کہ اس آیت (۴۲ / ۷۰) میں لفظ ”بیہودہ“ کے لئے کون سا عربی کا لفظ ہے؟ پھر یہ بتائیے کہ وہ کون سی بیہودہ بات ہوسکتی ہے جو قرآن کے مقابلے میں زیادہ غور و خوض کا تقاضا کرتی ہو؟ پھر یہ بتائیں کہ کیا قرآن کے مخاطب لوگ بچے تھے ؟ کہ ان کے غور و خوض کے عمل کو اللہ کھیل قرار دے ؟ یہ سب کچھ اس حقیقت کو چھپانے کے لئے کیا گیا ہے جو ہمارے ترجمہ میں ظاہر ہے دیکھو ترجمہ آیت (۴۲ / ۷۰)۔

سُوْرَةُ نُوْحٍ

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانٌ وَّ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھائیس(۲۸) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ

تحقیق بھیجا ہم نے نوحؑ کو طرف قوم اس کی کے یہ کہ ڈرا قوم اپنی کو پہلے

اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ

اس سے کہ آوے ان کو عذاب درد دینے والا کہا اے قوم میری تحقیق میں

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ

واسطے تمہارے ڈرانے والا ہوں ظاہر یہ کہ عبادت کرو اللہ کو اور ڈرو اس سے اور

اَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ

فرمانبرداری کرو میری بخشے گا واسطے تمہارے گناہ تمہارے اور ڈھیل دے گا تم کو

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

وقف لازم

ایک وقت مقرر تک تحقیق وعدہ خدا کا جب آتا ہے نہیں ڈھیل دیا جاتا

(۱) یقیناً ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف ان ہدایات کے ساتھ ارسال کیا تھا کہ تم اپنی قوم کو ان پر درد ناک عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اُن کی بد کاریوں کے نتائج سے خبردار کر دو (۲) چنانچہ نوحؑ نے کہا تھا کہ اے میری قوم بلا شبہ مجھے تمہارے لیے ایک خبر دار اور ہوشیار کرنے والے کی واضح پوزیشن میں بھیجا گیا ہے (۳) تاکہ تم اللہ کی عبادت یعنی ہر حال اور ہر معاملہ میں مطلق اطاعت کرو اور اس کی عائد کردہ ذمہ داریاں پوری کرو اور یہ سب کچھ میری ذاتی اور مطلق اطاعت سے خود بخود ہو جائے گا(۴) اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تمہارے تمام غلط متعلقات سے تمہیں تحفظ عطا کر دے گا اور تمہیں تمہاری فطری مقررہ مدت تک مواقع عطا کرے گا یقیناً جب اللہ کی مقرر

تشریحات سورۂ نوحؑ:

ا۔ رسوؐل کی اطاعت غیر مشروط طور پر واجب رہی ہے ۔

قارئین کرام یہاں آیت (۳ / ۷۱) میں جس طرح اللہ کی عبادت واجب ہے۔ بالکل اسی طرح رسوؐل کی اطاعت بھی واجب ہے اور یہ وجوب اتنا ہی قدیم ہے جتنا حضرت نوحؑ علیہ السلام کا زمانہ قدیم ہے ۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی اطاعت اتنی معلوم و مشہورو ضروری ہے کہ اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ ضرور ہی ہر اُمت کو یہ بتائے کہ: ''میرے حکم یا اذن سے تم انبیاؑ اور رسوؐلوں کی اطاعت کیا کرو'' انبیاؑ کی اطاعت کا لازم و واجب ہونا اس سے ثابت ہے کہ نوحؑ اپنی جانب سے اپنی قوم پر اپنی اطاعت واجب ولازم فرمار رہے ہیں ۔ اور اللہ کوئی اعتراض نہیں کرتا ۔ لہٰذا یہ عقیدہ طاغوتی ہے کہ ''اطاعت صرف اللہ کی واجب ہے۔''

۲۔ آیت (۴ / ۷۱) میں بعض غلط متعلقات یا بعض گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے نہ کہ سب کی مغفرت ؟

اس آیت کی تشریح میں علامہ مودودی نے اپنے ذاتی اجتہاد سے ایک لفظ کے معنی بدل کر اپنے ان قدیم مجتہدین کے تمام گناہ بخشوانے کا اہتمام یوں کیا ہے کہ: ''اصل الفاظ ہیں يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ'' اس فقرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ''اللہ تمہارے گناہوں میں سے بعض کو معاف کر دے گا'' بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ''اگر تم ان تین باتوں کو قبول کر لو جو

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ

کاش کہ ہوتے تم جانتے کہا اے پروردگار میرے تحقیق بلایا میں نے قوم اپنی کو

لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَ

رات کو اور دن کو پس نہ زیادہ کیا ان کو پکارنے میرے نے مگر بھاگنا اور

اِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

میں نے جب کبھی پکارا ان کو تاکہ بخشے تو ان کو کیں انہوں نے انگلیاں اپنی

کردہ گھڑی آجاتی ہے تو پھر اس کے واقع ہونے میں کوئی بھی تاخیر نہیں کرسکتا کاش تم اس حقیقت کو عملاً جان سکتے؟ (۵) نوحؑ نے تنگ آکر شکایت کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن رات اسلام کی دعوت دی ہے (۶) مگر میری دعوت سے اُن پر دور بھاگنے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہ ہوا (۷) اور جب بھی میں نے انہیں اس غرض سے دعوت دی کہ تو اُن کو اُن کے متعلقات میں تحفظ عطا کرے تو

تمہارے سامنے پیش کی جارہی ہیں (یعنی خالص اللہ کی بندگی اور اللہ کا تقویٰ اور نبیؑ کی اطاعت۔ احسن) تو اب تک جو گناہ تم کرچکے ہو ان سب سے وہ درگزر فرمائے گا۔" یہاں مِنْ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ عَنْ کے معنی میں ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۹۸)

(۲۔ الف) مودودی بلادلیل قرآن کے الفاظ کے معنی و مفہوم بدلتے ہیں اور باطل مقصد کے لئے قرآن میں اصلاح کرتے ہیں۔

قارئین مودودی کے اختیارات اور جرأت ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے قرآن کی اس آیت (۴ / ۷۱) پر بلا کوئی وجہ یا دلیل بتائے ہوئے دو حکم صادر کردیئے اوّل یہ کہ اللہ نے اس آیت میں لفظ مِنْ کہہ دیا حالانکہ لفظ عَنْ ہونا چاہیئے دوسرا یہ کہ اس آیت میں لفظ مِنْ کے معنی نہ بدلے جائیں تو آیت کا مطلب و مفہوم غلط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ نوحؑ کی قوم کے تمام گناہ بخشنے کا وعدہ کیا تھا نہ کہ تمام میں سے چند گناہ بخشنے کا۔ لامحالہ یہاں اس اصلاح کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا لازم ہے کہ:

"اگر نوح کی قوم اللہ کی عبادت اور اللہ کا تقویٰ اور نبیؑ کی اطاعت اختیار کرلیتی تو نہ روزوں کی ضرورت تھی نہ زکوٰۃ وحج و جہاد کی احتیاج تھی۔ اور ان تین چیزوں کے بدلے ان کا سابقہ کفر و شرک و قتل و زنا وغیرہ وغیرہ تمام گناہانِ کبیرہ وصغیرہ معاف ہو جاتے۔"

کیا علامہ مسلمانوں کو اجازت دیں گے کہ وہ بھی کوئی سی اور کسی طرح کی اللہ کی عبادت کرلیا کریں اور خدا ترسی اختیار کرکے نبیؑ کے وہ احکام مان لیا کریں جن پر ان کو یقین ہو کہ وہ اللہ کے احکام ہیں اور یہ کافی ہو جائے گا مسلمانوں کی سو فیصد یقینی نجات کے لئے؟ لاواللہ علامہ ہرگز تیار نہ ہوں گے اور نہ وہ یہ مانیں گے کہ نبیؑ کی اطاعت باقی تمام فرائض کے برابر اور ان کا نعم البدل ہے۔ بہرحال علامہ کا بیان یہ ہے کہ نوحؑ کی قوم سو فیصد باغی اور بے دین تھی اور دن رات گناہ اور اللہ کی مخالفت پر کاربند رہتی تھی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"ان کو اس بات سے آگاہ کردے کہ جن گمراہیوں اور اخلاقی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں وہ ان کو خدا کے عذاب کا مستحق بنا دیں گی اگر وہ ان سے باز نہ آئے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۹۸)

(۲۔ ب) قریشی علما کا پیدا کردہ یہ تصور غلط ہے کہ نوحؑ کی قوم منکر اور مخالفِ دین تھی بلکہ وہ تو سو فیصد قریشی قسم کی مومن تھی۔

جس طرح قریشی حکمت عملی یہ ہے کہ مکہ کے اوّلین قریشی مخالفین کو غیر مسلم بت پرست اور دشمن اسلام ثابت کرکے بعد والے قریشی عوام کو قریشی صحابہ اور قریشی حکومتوں کو مسلمان، خدا پرست اور دوستدارانِ اسلام ثابت کیا جائے اور یوں قریش کے دو حصے کرکے بعد والوں کو پہلے والوں سے الگ دکھایا جائے۔ لیکن ہماری حکمت عملی یہ ہے کہ یہ راز کھول کر رکھ دیا جائے کہ قریش اوّل سے آخر تک ایک ہی مذہب کے پیرو رہے اور یہ کہ اوّلین قریش بھی ایسے ہی مسلمان تھے جیسے بعد والے قریش تھے۔ انہوں نے اس اسلام کو کبھی قبول نہ کیا جو اللہ نے قرآن میں پیش کیا تھا۔ جس میں رسوؐل کی سو فیصد اور بے چون و چرا اطاعت واجب تھی۔ انہوں نے رسوؐل کو ایک عام اور ممکن الخطا آدمی قرار دیا تھا اور چاہا تھا کہ رسوؐل ان کے دانشوروں کو حکومت و اقتدار میں برابر کا شریک کرے اور ہر حکم ان شرکاء کے مشورے اور صوابدید سے نافذ کیا کرے۔ لیکن قرآن نے ان کی اس حکمت عملی کو شرک قرار دے کر ایسا کرنے کو حرام اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت

فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَ اَصَرُّوۡا وَ

بیچ کانوں اپنے کے اور اوڑھ لئے کپڑے اپنے اور استادگی کی انہوں نے اور

اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیۡۤ

تکبر کیا انہوں نے تکبر کرنا بڑا پھر تحقیق میں نے بلایا ان کو پکار کر پھر تحقیق میں

اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۹﴾

نے ظاہر کیا واسطے ان کے اور چھپا کر کہا میں نے واسطے ان کے چھپا کر کہنا

فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ یُّرۡسِلِ

پس کہا میں نے بخشش مانگو پروردگار اپنے سے تحقیق وہ ہے بخشنے والا بھیجے گا

السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ

مینہ آسمان سے اوپر تمہارے بہت برسنے والا اور مدد دیگا تم کو ساتھ مالوں

انھوں نے دعوت سننے اور قبول کرنے کے بجائے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر انہیں بند کر لیا اور اپنے کپڑوں سے خود کو آڑ میں چھپا لیا اور اپنی روش جاری رکھنے پر اصرار کیا اور خود کو میری دعوت سے بہت ہی بڑا اور بزرگ سمجھا (۸) پھر میں نے انہیں ڈانٹ کر گرم آوازی سے بھی دعوت اسلام دی مگر پرواہ نہ کی (۹) پھر میں نے ان کے لیے اپنی تنذیرات کو اعلانیہ بھی پیش کیا اور نہایت راز دارانہ انداز میں بھی پہنچایا (۱۰) میں نے یہ بھی چھوٹ دی کہ تم اپنے پروردگار سے کم از کم مغفرت ہی طلب کر لو حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا بھی ہے (۱۱) صرف مغفرت طلبی ہی سے وہ تم پر خوب اور مفید بارشیں آسمان سے برسائے گا (۱۲) تمہیں مال اور

نوح علیہ السلام کی قوم کا تھا۔ وہ بالکل اسی قسم کے مسلمان تھے۔ جیسے قریش مسلمان تھے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ قریش نے وہی اسلام اختیار کیا تھا جو حضرت نوحؑ کی قوم کے مجتہدین نے ایجاد کیا تھا اور جس پر ہر اُمت کے مجتہدین عمل کرتے چلے آرہے تھے۔ لہٰذا نوحؑ کی قوم اسلام کے تمام احکام پر اسی طرح اور اتنا ہی عمل کر رہی تھی جتنا اور جس طرح قریشی مسلمان عمل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے قریش کو ایسے خود ساختہ اسلام سے باز رکھنے کے لئے ان کے سامنے حضرت نوحؑ اور باقی اُمتوں کے مجتہدانہ عمل درآمد کے قصے اور واقعات رکھے گئے اور بتایا گیا کہ ان کا طریقہ عذاب واجب کرتا ہے۔ اور انہیں چاہیئے کہ وہ بھی وہ تین کام اختیار کرلیں جو انہوں نے نوحؑ کی قوم کی طرح اسلام سے خارج کر دیئے ہیں تاکہ ان کا اسلام مکمل ہوجائے۔ اور وہ اس قابل ہوجائیں کہ انہیں حقیقی مومن سمجھ کر ان کی ان تین غلطیوں یا گناہوں یا ذنوب کو معاف کر دیا جائے اس لئے صرف ان تین بنیادی ذنوب یا غلط متعلقات کو بخشنے کے لئے مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ فرمایا تھا۔ چنانچہ مودودی صاحب اس لئے "تمام گناہ" بخشنے اور لفظ مِّن کو بدل کر عَنۡ کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ نوحؑ کی قوم کو سرتا پا گنہگار اور بے دین ثابت کر دیں اور قاری کو یہ خیال آنے کا موقع نہ دیں کہ وہ قوم بھی قریش کی طرح بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی۔ لہٰذا ہم پر واجب ہوا کہ ہم علامہ سے تعارض کرکے ان کے قلم سے نوحؑ کی قوم کی پوزیشن دکھائیں اور قرآن کے الفاظ میں تبدیلی اور قریشی پالیسی کو باطل کر ڈالیں سنیئے:

(۲۔ د) نوحؑ کی قوم بھی اسی طرح بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی جیسی قریشی قوم تھی علامہ مودودی کے قلم سے

علامہ لکھتے ہیں: "یہاں اور دوسرے مقامات پر حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا جو حال قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ یہ قوم نہ تو اللہ کے وجود کی منکر تھی، نہ اس سے ناواقف تھی، نہ اسے اللہ کی عبادت سے انکار تھا، بلکہ اصل گمراہی جس میں وہ مبتلا ہو گئی تھی، شرک کی گمراہی تھی یعنی اس نے اللہ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو خدائی میں شریک اور عبادت کے استحقاق میں حصہ دار قرار دے لیا تھا۔ پھر اس بنیادی گمراہی سے بے شمار خرابیاں اس قوم میں رونما ہو گئیں۔ جو خود ساختہ معبود خدائی میں شریک ٹھیرا لئے گئے تھے ان کی نمائندگی کرنے کے لئے قوم میں ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا جو تمام مذہبی سیاسی اور معاشی اقتدار کا مالک بن بیٹھا اور اس نے انسانوں میں اونچ اور نیچ کی تقسیم پیدا کر دی، اجتماعی زندگی کو ظلم و فساد سے بھر دیا اور اخلاقی فسق و فجور سے انسانیت کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس حالت کو بدلنے کے لئے ایک زمانۂ دراز تک انتہائی

وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

اور بیٹوں کے اور کرے گا واسطے تمہارے باغ اور کرے گا واسطے تمہارے نہریں

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ

کیا ہے واسطے تمہارے کہ نہیں اعتقاد کرتے واسطے خدا کے بزرگی کا اور تحقیق

خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ

پیدا کیا ہے تم کو طرح طرح سے کیا نہیں دیکھا تم نے کیوں کر پیدا کیا اللہ نے سات

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ

آسمانوں کو اوپر تلے اور کیا چاند کو بیچ ان کے روشن اور کیا سورج کو

سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

چراغ اور اللہ نے اگایا تم کو ایک طرح کا اگانا پھر پھیر لے جاوے گا تم کو

اولاد عطا کرے گا تمہارے لیے باغات فراہم کرے گا اور تمہاری کھیتیوں اور باغوں کی آبیاری کے لیے اللہ نہریں جاری کر دے گا (۱۳) تمہیں یہ کیا ہوگیاہے کہ تم خدا کے لیے کسی وقاروعظمت کی توقع نہیں کرتے؟ (۱۴)باوجود یہ کہ اس نے تمہیں بہت طوروطریقوں کے ساتھ خلق کیاہے (۱۵) کیا تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اللہ نے سات آسمانوں کوکیسے طبقہ وار پیدا کیا ہے؟ (۱۶) اور اُن آسمانی طبقات میں مخصوص چاند بطور نور مقرر کیا اورسورج کوروشنی کا مرکز چراغ بنادیا (۱۷)اور اللہ نے تمہیں زمین سے نباتات کی طرح سے نبات بنا کراُگایا (۱۸) پھر واپس زمین میں تمہیں پہنچانے کا اعادہ کرے گا

صبر وحکمت کے ساتھ کوشش کی مگر عامۃ الناس کو ان لوگوں نے اپنے مکر کے جال میں ایسا پھانس رکھا تھا کہ اصلاح کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر کار حضرت نوح علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ ان کافروں میں سے ایک کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ، کیونکہ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی زندہ چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور نمک حرام پیدا ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو سورۂ ھود ،رکوع ۳۔سورۂ شعراء رکوع ٦۔اور سورۂ نوح مکمل) (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۴۱)

(۲۔ہ) علامہ مودودی کے اس قرآنی بیان میں مذکور حقائق اور ان کی قریشی قوم سے مطابقت اور علامہ کی خیانت

علامہ نے اس بیان میں یہ تسلیم کرلیا کہ حضرت نوحؑ کی قوم اللہ کو جانتی مانتی اور اس کی عبادت کرتی تھی اور یہ سب کچھ قریش کے لئے بھی قرآن سے ثابت ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ وہ نمازیں پہلے سے پڑھتے تھے۔ حج کرتے تھے روزے رکھتے تھے وغیرہ وغیرہ (تاریخ اور قرآن)

دوسری حقیقت یہ تسلیم کرلی گئی کہ نوحؑ کی قوم نے کچھ لوگوں کو اللہ کے ساتھ اس کی خدائی اور عبادت میں شریک کرر کھا تھا۔ لیکن یہاں اللہ کی خدائی اور عبادت کی تشریح ضروری ہے۔

(۱) مشرکین کے نزدیک کائنات کا خالق صرف اللہ ہے۔ علامہ کا ترجمہ: اوّل ”اِن لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کوکس نے پیدا کیاہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔“(سورۂ زمر ۳۸ / ۳۹ تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۳۷۳۔۳۷۴)

دوم ”اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے ؟ تو یہ خود کہیں گے کہ انہیں اسی زبردست (العزیز۔احسنؔ) علیم (العلیم) ہستی نے پیدا کیا ہے۔ (زخرف ۹ / ۴۳) (تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۵۲۵)

علامہ نے لفظ شرک کی تشریح کے لئے اپنی تفہیم جلد چہارم کی فہرست صفحہ ٦٦۷ پر وہ حوالے لکھے ہیں جہاں مشرکین کے عقائد دیکھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات اور علامہ کے عنوانات ملاحظہ ہوں

سوم ”مشرکین عرب خود مانتے تھے کہ ان کا اور ان کے معبودوں کا خالق اللہ ہی ہے “(تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۵۵۲) اور

چہارم ”وہ مانتے تھے کہ رزق دینے والا بھی اللہ ہی ہے “(تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱)

پنجم ”وہ مانتے تھے کہ کائنات کا مالک اورپروردگار اللہ ہے “(تفہیم القرآن جِلد ۴ صفحہ ۵٦۱)

فِيهَا وَ يُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ	اورپھر تمہیں زمین سے بجنسہٖ نکال کر چھوڑے گا (۱۹) اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھادیا ہے (۲۰) تا کہ تم زمین پر کُھلے کشادہ راستوں میں چل کر زندگی گزارسکو (۲۱) نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار یقیناً اِن لوگوں نے میری نافرمانی اور میرا گناہ کیا ہے اور اس کی پیروی کی ہے
بیچ اس کے اور نکالے گا تم کو ایک طرح کا نکالنا اور اللہ نے کیا ہے	
لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ	
واسطے تمہارے زمین کو بچھونا تو کہ چلو اس میں راہیں کشادہ کہا	
نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَ اتَّبَعُوۡا	
نوحؑ نے اے پروردگار میرے تحقیق انہوں نے نافرمانی کی میری اور پیروی کی	

ششم ”مشرکوں کے معبودوں نے نہ زمین میں کچھ پیدا کیا ہے نہ آسمان و زمین کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے۔“
(تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۲۳۹ تا ۶۰۱)

یہاں تک قرآن اور علامہ کے ترجمہ و تصدیقات سے ثابت ہے کہ مشرکین ہرگز اپنے معبودوں کو خدا کی خدائی میں شریک و حصہ دار نہیں کہتے تھے بلکہ قریشی حکمت عملی یہ ہے کہ ایسا ہی کہا جاتا رہے۔

(۲) لفظ عبادت کو بھی قریشی علما نے مبالغہ اور فریب بنایا ہے۔ قریش نے مشرکین کو جان بوجھ کر گھناؤنا بنا کر پیش کیا ہے اور شرک کی حقیقی صورت کو برابر چھپایا ہے یہاں چند بیانات ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ نے کہا کہ:

(اوّل) عبادت اور معبود حقیقتاً اطاعت اور مطاع کو کہتے ہیں۔ ”خواہش نفس کو خدا بنالینے (اَتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴿۲۳﴾ جاثیہ ۲۳ / ۴۵) سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش کا بندہ بن کر رہ جائے۔ جس کام کو اس کا دل چاہے اسے کر گزرے، خواہ خدا نے اسے حرام کیا، ہو اور جس کام کو اس کا دل نہ چاہے اسے نہ کرے، خواہ خدا نے اسے فرض کر دیا ہو۔ (مثلاً اللہ نے مؤلفۃ القلوب کا حق اور حصہ فرض کر دیا تھا (توبہ ۶۱۔۶۰ / ۹) مگر قریشی معبود نے اسے ہمیشہ کے لئے ساقط کر دیا تھا۔احسنؔ) (الفاروق وغیرہ کتب تواریخ) جب آدمی اس طرح کسی کی اطاعت کرنے لگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا معبود خدا نہیں ہے بلکہ وہ ہے جس کی وہ اس طرح اطاعت کررہا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ زبان سے اس کو اپنا اِلٰہ اور معبود کہتا ہو یا نہ کہتا ہو، اور اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ اس لئے کہ ایسی بے چون و چرا اطاعت ہی اس کے معبود بن جانے کے لئے کافی ہے اور اس عملی شرک کے بعد ایک آدمی صرف اس بنا پر شرک کے جرم سے بری نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنے اس مطاع کو زبان سے معبود نہیں کہا ہے اور اس کو سجدہ نہیں کیا ہے۔ اس آیت (۲۳ / ۴۵) کی یہی تشریح دوسرے اکابر مفسرین نے بھی کی ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۸۹)

(دوم) عبادت کا وسیع مفہوم ”بندگی “یعنی غلاموں کی طرح بے چون و چرا اطاعت ہے۔

دوسرے الفاظ و انداز میں سنیئے: ”بلکہ عبادت کو بھی اگر ”پرستش“ (پوجا۔احسنؔ) کے بجائے ”بندگی“ کے وسیع تر مفہوم میں لیا جائے تو مدعا سے قریب تر ہوگا۔“ (تفہیم القرآن جِلد ۳صفحہ ۲۴۹)

(۲۔ و) مودودی اینڈ کمپنی کا مکروفریب تارتار ہوگیا قوم نوحؑ اور قریش کا اسلام ایک ہی تھا۔

قارئین نے دیکھ لیا کہ مشرک لوگ ہرگز کسی کو اللہ کی خدائی میں حصہ دار یا شریک نہیں مانتے تھے اور یہ کہ اس قسم کے اتہامات لگا لگا کر قریشی حکمت عملی نے قرآن کے قاریوں کو لفظ کفر کی طرح لفظ شرک کی حقیقت سے بھی دور رکھا ہے۔ علامہ نے اپنے اس بیان میں جس پر تنقید ہورہی ہے (۲۔د) مان لیا ہے کہ نوحؑ کی قوم میں ”ایک خاص طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو تمام مذہبی، سیاسی اور معاشی اقتدار کا مالک تھا جو پوری قوم کو منجانب اللہ نمائندگی و راہنمائی کرتا تھا۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۴۱)

اور چونکہ نوحؑ کی قوم اس طبقے کی بے چوں وچرا اطاعت کرتی تھی لہٰذا گویا وہ طبقہ ان کا معبود بن گیا تھا۔ اور چونکہ ان کی

مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾

اس شخص کی کہ نہ زیادہ کیا اس کو مال اس کے نے اور اولاد اس کی نے مگر ٹوٹا دینا

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ

اور مکر کیا انہوں نے مکر بہت بڑا اور کہا انہوں نے ہرگز مت چھوڑو

اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ

معبودوں اپنوں کو اور مت چھوڑو ودّ اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو

وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ

اور نسر کو اور تحقیق گمراہ کیا انہوں نے بہتوں کو اور مت زیادہ کر الٰہی ظالموں کو

جو مال و اولاد حاصل کرتے رہنے کے باوجود خسارہ میں رہا اور کسی مفید چیز میں اضافہ نہ کر سکا (۲۲) اور میری قوم نے دین میں قوم کو پسند آنے والا ایک بہت بڑا مکر کیا (۲۳) اور قوم سے کہا کہ تم ہرگز اپنے معبودوں کو منتشر نہ ہونے دینا اور نہ ہی تم لوگ محبت کے نمایندے سے بچھڑنا اور نہ وقت و زمانہ کے نمایندے کو چھوڑنا نہ فریاد رس کو اور نہ روک تھام کرنے والے کو اور نہ ہی چھین جھپٹ کرنے والے معبود کو چھوڑ دینا (۲۴) اے اللہ یقیناً اُن لیڈروں نے کثرت کو گمراہ کیا ہے لہٰذا تو بھی اُن لوگوں میں گمراہی کے علاوہ اور کسی بھی چیز میں اضافہ نہ کرنا

اطاعت اللہ کی اطاعت سمجھی جاتی تھی لہٰذا وہ معبود گویا اللہ کے اقتدار اور خدائی میں شریک تھے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضرت نوحؑ ناکام ہوگئے تھے۔

(۲۔ز) اہلِ علم سے انصاف کی اپیل کہ وہ ایمانداری سے بتائیں کہ کیا بعد رسولؐ وہ طبقہ مسلمانوں پر مسلط نہیں رہا؟؟

ساری دنیا جانتی ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد والی تمام حکومتوں کے اجماعی فیصلے اُمت کے لئے نہ صرف واجب التعمیل قرار دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے فیصلوں سے قرآن کے احکام معطل و بے اثر ہوتے رہے ہیں (خمس۔اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ انفال ۴۱ / ۸ ،توبہ ۶۱۔۶۰ / ۹) اور لاکھوں مخالفت کرنے والے ایسے مومنین کو تلوار کے گھاٹ اتارتے رہے جو نمازی پرہیز گار، تہجد گزار روزہ اورحج کے پابند تھے جن میں سارا خاندانِ رسولؐ فرزندانِ علیؑ و بتول علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ وہ لوگ دنیا میں خدا اور رسولؐ بن کر نوع انسان کی گردنوں پر سوار ہوگئے اسی طرح خمینی نے بھی اللہ و رسولؐ اور امامِ زمانہ بننے کی پریکٹس کی اور اس نے اپنی توہین و مخالفت کرنے والوں کو اللہ کی توہین کرنے اور اللہ کا مخالف ہونے کی فرد جرم لگا کر سینکڑوں مسلمانوں کو گولی سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ نوحؑ کی قوم کے مجتہدین کی اتباع میں ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ قریشی لیڈروں کا اور خمینی ایسے اماموں کا معبودانِ باطل ہونا ثابت ہے گو ان کی پرستش نہ ہوتی تھی نہ انہیں اللہ کہا گیا نہ معبود کا لقب دیا گیا۔ پھر اس طبقہ کے لیڈروں صحابہ اور خلفاء نے بھی نوحؑ کی قوم کے اربابِ اقتدار کی طرح اُمتِ مسلمہ اور ساری دنیا کی اقوام کے ساتھ وہی کچھ کیا جو انہوں نے کیا تھا۔مثلاً:

(۲۔ح) مودودی کی زبان میں رسولؐ کے بعد والے خلفاء اور ان کی حکومتوں کے کارنامے:

قریشی لیڈروں نے خدا کی خدائی اور اقتدار و حکومت میں شرکت کر کے خدا کے نازل کر دہ قرآن کو مہجور کیا (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور اپنی سوجھ بوجھ اور بصیرت و اجتہاد سے ایسے احکام، فتوے اور فیصلے صادر کئے جن سے یہ دنیا جنگ کا اکھاڑہ بن گئی مسلمانوں میں ہزاروں فرقوں نے جنم لیا اور بے شمار خرابیاں مسلمانوں میں پیدا ہوگئیں۔ مسلمانوں میں مساوی حقوق کی جگہ اونچ نیچ اور ایسی طبقہ واریت جاری کردی کہ ایک طبقہ کے لوگوں کو پچیس ہزار روپیہ بطور وظیفہ ملتا تھا اور ان کی بے اولاد عورتوں کو بارہ بارہ ہزار کا وظیفہ دیا جاتا تھا اور کچھ لوگوں کو صرف اڑھائی سو وظیفہ پر ٹرخا دیا جاتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولؐ کے بعد صرف پندرہ سال کے اندر اندر جہاں گلیوں میں اور مساجد کے دروازوں پر فقیروں کا جمگھٹا دیکھنے کو ملتا تھا وہیں ملک میں امیر طبقہ کے لوگ کروڑ پتی بن چکے تھے ان کی داشتہ کنیزوں کے لئے آسمان بوس محل بن چکے تھے۔ غرباء کی طرف داری کرنے والے ایک لیڈر کو برہنہ پیٹھ کے اونٹ پر سوار کر کے اس کے دونوں پیروں کو اونٹ کے پیٹ کے نیچے باندھ کر دمشق سے مدینہ تک اونٹ کو دوڑا کر بھیجا گیا تھا جس وقت اس بزرگ لیڈر یعنی

اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ

مگر گمراہی بسبب گناہوں اپنے کے ڈبائے گئے پس داخل کئے گئے آگ میں

فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ

پس نہ پایا انہوں نے واسطے اپنے سوائے خدا کے مدد دینے والا اور کہا نوحؑ نے

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ

اے رب میرے مت چھوڑ اوپر زمین کے کافروں میں سے بسنے والا تحقیق تو اگر چھوڑ دے

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

گا ان کو گمراہ کر دیں گے بندوں تیرے کو اور نہ جنیں گے مگر بدکار کفر کرنے والا

جو تیرے خالص احکام نافذ نہ کرتے تھے (۷۱ / ۵) (۲۵) جو کہ آخر کار اپنی خطا ہائے اجتہادی پر غرق کر دیئے گئے اور پھر آگ میں داخلے کے لیے تیار ہوئے اور انہیں اللہ کے سوا کوئی مدد گار نہ مل سکا (۲۶) اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پالنے والے اب تو حق پر پردہ ڈالنے والوں میں سے کسی کو زمیں پر آباد رہنے والا نہ رہنے دینا۔(۲۷) اگر تو نے ان میں سے کسی کو رہنے دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور وہ حق پر پردہ ڈالنے والے بدکاروں کے علاوہ کچھ اور پیدا ہی نہ کریں گے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہ کو اونٹ سے اتارا گیا تو وہ کھڑے نہ ہوسکے گر گئے پنڈلیوں کا گوشت کٹ چکا تھا جب انہیں حاکم وقت کے حضور لٹایا گیا تو خلیفہ نے ان کے سینہ پر کود کود کر ان کی پسلیاں توڑیں اور انہیں تاحیات ربذہ کے ریگستان میں مع خاندان جلا وطن کر دیا گیا۔ جن کی وفات اسی ریگستان میں ہوئی تھی۔

۲۔ ان سرداروں ،لیڈروں اور خلفا نے اجتماعی زندگی کو ظلم اور فتنہ و فساد سے مملو کر کے رکھ دیا۔ اخلاقی فسق و فجور اور شرمناک اعمال کو جاری کر کے انسانیت کی بنیادیں مسمار کر دیں۔یہاں تک کہ آج مسلمان کافروں ،ملحدوں اور یہود و نصاریٰ اور بے دینوں کے سامنے کاسۂ گدائی لئے بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور زندگی کی ہر ضرورت کے لئے ان کا منہ تکنے پر مجبور ہیں۔

۳۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے لیڈروں نے خود کو بزرگ اور جہاندیدہ و دانشور سمجھا (نوح ۲۲ / ۷۱) مگر نوحؑ کو پاگل اور جاہل قرار دیا (قمر ۹ / ۵۴) اسی طرح اور اسی حیثیت سے قریشی لیڈروں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ ، گمراہ اور بہکا ہوا شخص کہا تھا (قلم ۲ ، ۶ / ۶۸) (۳۔۲ / ۵۳ نجم) اور جس طرح انہوں نے حضرت نوحؑ کو اپنے جیسا خطا کار آدمی کہا تھا (مومنون ۲۴ / ۲۳) اسی طرح قریشی لیڈروں نے بھی رسولؐ اللہ کو ایک عام آدمی قرار دے کر ناقابل اعتبار قرار دے دیا تھا اور آج تک قریشی لیڈروں اور علما کا یہی عقیدہ ہے سنیئے :

مثلاً انبیاء کے متعلق قریشی علما کا عقیدہ مع مودودی: اوّل "تھے وہ بندے اور بشر ہی۔ ۲۔رائے اور فیصلے میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی تھی۔۳۔قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور ان پر اللہ کی طرف سے مواخذہ بھی ہوتا تھا۔"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

آنحضرتؐ کے متعلق مودودی اور ان کے صحابہ کا عقیدہ ؟ اور رسولؐ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ: (دوم) مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپؐ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپؐ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپؐ سے سرزد ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اللہ نے آپؐ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپؐ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۵)

قارئین نوٹ کر لیں جو شیطانی عقائد تمام انبیاؑ کے لئے لکھے تھے ان تینوں ناہنجار عقائد کو جس طرح بھی ہوا آنحضرتؐ سے سرزد ہونا لکھ دیا ہے۔

(۲۔ط) قریشی قوم سو فیصد سے زیادہ نوحؑ کی قوم کے نقش قدم پر چلتی رہی مگر ان پر عذاب کو رجعت تک ملتوی کر دیا جانا طے ہوا

قارئین نے دیکھ لیا کہ جن جرائم پر نوحؑ کی قوم کو دھمکیاں دی گئیں وہی جرائم قریش نے کھل کر کئے اور انہیں بھی عذاب کی بار بار دھمکیاں دی جاتی رہیں لیکن ان پر عذاب نازل نہ کیا گیا۔ بلکہ ان کو قرب قیامت تک ڈھیل اور موقع دیا گیا جس کے

(۲۸) پروردگارا بخشش اور تحفظ عطا فرما میرے لئے اور میرے والدین کے لئے اور اس شخص کے لئے جو میرے بیت النبوت میں مستقل ایمان لا کر داخل ہوا ہے اور تمام حقیقی مومنین اور حقیقی مومنات کے لیے اور اے اللہ احکام کو خالصتاً نافذ نہ کرنے والوں (مائدہ ۴۵/ ۵) کے لئے تباہی و ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں زیادتی نہ کرنا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ

اے پروردگار میرے بخش مجھ کو اور واسطے ماں باپ میرے کے اور واسطے اس

دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

شخص کے کہ داخل ہو گھر میرے میں ایمان لا کر اور واسطے سب ایمان والوں کے

وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

اور سب ایمان والیوں کے اور مت زیادہ دے ظالموں کو مگر ہلاک کرنا

بہت سے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح قریش کو جڑ بنیاد سے ختم کرنے کی بد دعا نہ دی تھی۔ ورنہ اللہ قریش کو بھی اسی طرح تباہ و برباد کر ڈالتا جس طرح ان اقوام کو تباہ و برباد کرتا چلا آیا تھا جن کے قصے اس خبیث قوم کو قرآن میں سنائے ہیں۔ لیکن اللہ و رسولؐ کو معلوم تھا کہ ابھی اس قوم کا سپوت پانچواں خلیفہ یزید بن معاویہ (لعنۃ اللہ علیہ) اپنے بزرگ چاروں خلفاء کے جاری کردہ نظام کا نچوڑ اور نتیجہ بر آمد کر کے دکھائے گا کہ ان کی حکومتیں خانوادہ رسولؐ اور نسلِ رسولؐ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے قائم ہوئی تھیں (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

(۲۔ ی) مودودی اینڈ کمپنی حضرت نوحؑ علیہ السلام کے بے پناہ علم و اطلاع کا ذکر نہیں کرتی۔

قارئین حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق جو بات سب سے پہلے نمبر پر نوٹ کرنے کی تھی وہ ان کا علم غیب تھا۔ ذرا علامہ کے بیان کا آخری جملہ دوبارہ پڑھیں (تشریح ۲۔د) جو سورۂ نوحؑ کی ستائیسویں (۲۷) آیت کا ترجمہ ہے جس میں یہاں تک بتا دیا ہے کہ نوحؑ کی قوم سے قیامت تک کوئی بھی مومن پیدا نہ ہونا تھا۔ ظاہر ہے کہ نبیؑ اللہ کی زبان سے بولتا ہے۔

۳۔ وہ چیزیں کیا تھیں جن کو اعلانیہ تبلیغ سے نہیں بلکہ صیغہ راز میں رکھ کر دعوت دی گئی

یہاں تک یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کی قوم نے جو کچھ حضرت نوحؑ اور ان کے پیش کردہ اسلام کے ساتھ کیا وہی کچھ قریشِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اسلام و اسلامی تصورات کے ساتھ کیا تھا۔
اس کی تصدیق میں مودودی کے چند الفاظ سن کر آگے بڑھیں لکھا ہے کہ: (۱) "یہ ٹھیک وہی طرز عمل تھا جو کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کر رہے تھے۔ سورۂ ھود آیت ۵" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۰۰) (۲) "قریب قریب یہی باتیں تھیں جن سے قریش کے سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بہکایا کرتے تھے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۰۳)
تاریخ کا یہ بیان بھی تمام دنیا کو معلوم ہے کہ قریش نے آنحضرتؐ کی دعوت کی ابتدا ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ "محمدؐ پر اس سلسلے میں نہ کوئی وحی آئی ہے نہ کوئی فرشتہ ہی خبر لایا ہے یہ تو خود محمدؐ اور ان کے خاندان نے اپنے اقتدار اور حکومت کا منصوبہ بنایا ہے۔"
اور یہ بات انہوں نے اس دن سمجھی تھی جس روز وہ آنحضرتؐ کی دعوت پر تین مرتبہ حضورؐ کا بھائی، وزیر اور خلیفہ بننے پر آمادہ ہونا اپنی توہین سمجھے اور خاموش رہے۔ اور آنحضرتؐ نے سب کو حکم دیا کہ:
"یہ علیؑ ہے یہ میرا بھائی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے میری حیات میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی لہٰذا تم اس کی بات سنو اور تعمیل کرو۔"
اس اعلان کے بعد قریش نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم خلافت و حکومت کو نبیؐ کے خاندان میں ہرگز نہ جانے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) یہ ہی وہ بات تھی جسے نوحؑ کی قوم کے مجتہدین نے یوں کہا تھا کہ:

"نوحؑ کی قوم کے حق پوش ملاؤں نے کہا کہ یہ شخص تم جیسے ایک بشر کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں ہے اس کے باوجود ارادہ یہ کرتا ہے کہ تم پر مسلط ہو جائے۔"

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ﴿۲۴﴾ مومنون ۲۴ / ۲۳) (۲) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ

"نوحؑ کی قوم کے حق پوش ملاؤں نے کہا کہ اے نوحؑ ہم تجھے اپنی مانند ایک بشر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے اور نہ ہی تیرے ماننے اور قدم بقدم چلنے والوں کو اس کے

اَتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ ھود ۲۷ / ۱۱)

سوا کچھ اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری قوم کے رذیل و حقیر اور ناعاقبت اندیش لوگ ہیں اور نہ ہی تمہارے اندر وہ اپنے مقابلے میں کوئی بزرگی دیکھتے ہیں بلکہ ہم تو تم سب کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

بات واضح ہوگئی کہ وہاں بھی سربراہی، اقتدار وحکومت کا مسئلہ پیدا کرکے قوم کو دانشورانِ قوم نے نوحؑ کے مقابلہ میں کھڑا کردیا تھا۔ اور جس طرح قریش نے ایک طاغوت یعنی سب سے بڑے مُلّا کی حکومت بنالی تھی (نساء ۶۰ / ۴) اسی طرح اس قوم نے بھی حضرت نوحؑ کے مقابلہ میں ایک مُلّا کی پیروی اختیار کرلی تھی (۲۲ / ۷۱) اور سب نے اس کی بالادستی مان لی تھی (۲۳ / ۷۱) اور ظاہر ہے کہ اُس شخص کے خلاف اعلانیہ تبلیغ کرنا موت کو دعوت دینا تھا اور اس پر سنگسار کردیئے جانے کی دھمکی دے دی گئی تھی (شعراء ۱۱۶ / ۲۶) چنانچہ لازم تھا کہ اس مُلّا کے خلاف چپکے چپکے اور دبی زبان میں پبلک کو دعوت دی جاتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خفیہ دعوت دعوتِ امامت و خلافت تھی اس لئے جب حضرت نوحؑ علیہ السلام نے دعا مانگی ہے تو پہلے نمبر پر اپنے والدین کے لئے دعا کی پھر اپنے اہل بیتؑ کے لئے اور تیسرے نمبر پر تمام حقیقی مومنین کے لئے دعا مانگی تھی۔ اور ان کا اپنا گھر ہی بیت النبوۃؑ و امامۃؑ تھا (۲۸ / ۷۱)۔

(۳۔ الف) مودودی آنحضرتؐ کے والدین اور حضرت ابراہیمؑ کے والدین کی طرح حضرت نوحؑ کے والدین کے بھی دشمن تھے۔

چلتے چلتے آخر میں قارئین یہ بھی نوٹ کرلیں کہ حضرت نوحؑ کی دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ نے ان کے والدین کو قابل بخشش نہیں سمجھا چنانچہ آیت کا ترجمہ تو مجبوراً صحیح کرنا پڑا مگر سورۃ کے عنوانات اور مضامین کی آیت وار تفصیل لکھتے ہوئے نبیؑ کے والدینؑ کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔ سنیئے: "آخری آیات میں حضرت نوحؑ علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انہوں نے عین نزولِ عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی۔ اس میں وہ اپنے لئے اور سب اہل ایمان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ سے .... الخ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۹۷)

علامہ نے یہاں کافرانہ اختصار سے کام لیا ہے یعنی قرآن میں اللہ تو الگ الگ درجہ وار (۱) نبیؑ (۲) نبیؑ کو جنم دینے والوںؑ کا (۳) نبیؑ کے بیت النبوۃ کی ذمہ داری لینےؑ والے کا (۴) مومن مردوں کا اور (۵) مومن عورتوں کا ذکر کرتا ہے۔ مگر یہ قریشی چمچہ نبیؑ کے والدینؑ اور نبیؑ کے جانشینؑ کو مشروط طور پر عوام مومنین میں چھپا دیتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْجِنِّ

سُوْرَۃُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانٌ وَّ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھائیس (۲۸) آیتیں اور دو رکوع ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) اے نبیؐ تم ان قریشی لیڈروں کو اطلاع دے دو کہ مجھے وحی کے ذریعہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے سنا

قُلْ اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

کہہ وحی کی گئی طرف میری یہ کہ سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے

اور غور و خوض کے بعد اپنی قوم کو بتایا کہ ہم نے ایک نہایت حیرت انگیز پڑھی جانے والی چیز (قرآن کے معنی) سنی ہے (۲) جو راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتی ہے لہٰذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں چنانچہ اب ہم اپنے پروردگار کے عملی اقتدار و احکام میں کسی اور کے اختیار و شرکت کو نہ مانیں گے (۳) اور یہ بھی کہ ہمارے پالنے والے کی پوزیشن اس قسم کی احتیاج سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آدمیوں کی طرح شادی کر کے بیوی سے اپنی نسل جاری کرے یا لوگوں کو اپنے احکام اور فیصلوں میں دخل دینے کی اجازت دے (۴) اور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے عقلی بد ہضمی رکھنے والے لوگ اللہ کے ذمہ مختلف اور غیر واضح احکام دینے کا الزام لگا کر ان کی اجتہادی وضاحت کرنے والا غلط تصور رکھتے ہیں (۵) اب تک ہمارا اجتہادی شرکت کے رویہ پر عملدر آمد اس لئے تھا کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ انسان اور جِن اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں ہرگز نہیں لگائیں گے۔ (۶) قرآن سن کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں اللہ کا نام لے کر غلط اجتہاد کرتے رہے اور یہ بے دینی جنوں میں اس لئے اور زیادہ پھیل گئی کہ بعض انسانی لیڈر لوگ جنوں کے حضور میں دینی مشکلات کے لیے پناہ اور راہ نمائی کے لیے دست سوال دراز کرتے رہے ہیں

فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى

پس کہا انہوں نے تحقیق سنا ہم نے قرآن عجب کہ راہ دکھاتا ہے طرف

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ

بھلائی کے پس ایمان لائے ہم ساتھ اس کے اور ہرگز نہ شریک لاویں گے ہم

بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا

ساتھ رب اپنے کے کسی کو اور یہ کہ بہت بلند ہے عزت پروردگار ہمارے کی

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا

نہیں پکڑی اس نے بی بی اور نہ اولاد اور یہ کہ کہا کرتے تھے بے وقوف ہمارے

عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ

اوپر اللہ کے زیادتی اور یہ کہ ہم گمان کرتے تھے یہ کہ ہرگز نہ کہیں گے آدمی

وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

اور جن اوپر اللہ کے جھوٹ اور یہ کہ تھے کئی مرد آدمیوں میں سے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾

پناہ پکڑتے تھے ساتھ مردوں کے جنوں سے پس زیادہ کیا ان کو تکبر

توضیحات سورۂ جن:

(۱) آیات (۶ تا ۱ / ۷۲) کا مسلسل و مربوط ترجمہ آیات کے الفاظ وترتیب کا نمائندہ ہے۔

ان آیات کی توضیح کے لئے سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے رکھیں کہ قرآن کی تلاوت اور اندازِ بیان میں ہر جگہ یہ خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جسے قریش کے لیڈر سیاسی یا مذہبی حربہ بنا کر دعوت و تبلیغ میں موثر رکاوٹ پیدا کر سکیں۔ چنانچہ تمام مذہبی ریکارڈ یہ ثابت کرتا ہے کہ انسانوں اور جنات کی ہدایت و راہنمائی انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذمہ تھی اور ہر نبیؑ کا جنوں سے اسی طرح تعلق رہا ہے جس طرح انسانوں سے رہتا چلا آیا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی باقاعدہ ملتا ہے۔ اور خصوصاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات میں قرآن نے جنات کو ان کے تسلط میں دکھایا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرآنی پوزیشن یہ ہے کہ حضورؐ نہ صرف انسانوں اور جنات کے لئے رسولؐ ہیں بلکہ وہ کائنات کی ہر مخلوق چرند و پرند وغیرہ کے لئے بھی ہادی، بشیر و نذیر اور رحمت ہیں۔ لیکن ہر زمانہ میں ایسے اجتہادی علما و لیڈر گزرے ہیں جو انبیا علیہم السلام کے حق میں ہر اس بات کا انکار و نفی کرتے رہے ہیں جو عام انسانوں سے ارفع و اعلیٰ ہو تاکہ وہ انبیاؑ و رسلؑ کے جانشین بن کر انسانوں پر دین کے نام سے حکومت چلا سکیں اور کوئی ان سے کسی ایسی قوت کے اظہار کا تقاضا نہ کر سکے جو عام انسانوں کے قابو و قدرت سے باہر ہو۔ اس قسم کے مجتہد اور ماہرینِ سیاسیات و مذہبیات اپنی پوری قابلیت کے ساتھ عہد رسولؐ سے قبل ہی دنیا میں عموماً اور شہر مکہ میں خصوصاً موجود تھے۔ قرآن کی تلاوت اور بیانات کا انداز وترتیب اس معجزانہ تدبیر کا پتہ دیتی ہے جس سے عاجز ہو کر دانشورانِ قریش قرآن کا ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ اوّل سے آخر تک ان کو یہ پتہ ہی نہ چلنے پایا کہ جو کچھ وہ سن چکے اس کے بعد کیا نازل ہوگا؟ چنانچہ وہ قرآن میں کمی و اضافہ بھی نہ کر سکے اس لئے بھی کہ قرآن ساتھ کے ساتھ لکھا اور یاد کیا جاتا رہا۔ اسی تدبر کا تقاضا تھا کہ رسولؐ قریش

(۷) اور یہ کہ انسانوں نے بھی یہی اجتہاد کر لیا تھا جیسا کہ تم نے اجتہاد کر رکھا ہے کہ اب اللہ کوئی بھی رسولؐ تبلیغ کے لیے کھڑا نہ کرے گا (۸) اور یہ بھی سن رکھو کہ بلا شبہ ہم نے آسمانِ دنیا کا چپہ چپہ چل پھر کر دیکھا اور ہم نے پایا کہ

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ

اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا تھا جیسا گمان کیاتھا تم نے یہ کہ ہرگز نہ

يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا

بھیجے گا اللہ کسی کو اور یہ کہ ہم نے ٹٹولا آسمان کو پس پایا ہم نے اس کو

سے یہ نہ کہیں کہ میں نے جنات کو قرآن سنایا اور تبلیغ کی ہے ۔ ورنہ وہ کہتے کہ جنات غیر مرئی یعنی ان مادی آنکھوں سے فرشتوں کی طرح جنات بھی نظر نہیں آسکتے ۔ اور ان کی یہ بات صحیح اور مسلّمہ ہوتی ۔ لہٰذا رسوؐل کے بیان کو بلا ثبوت جھوٹ سمجھا جاتا ۔ اب یا تو حضوؐر کو تبلیغ روک کر قبل ازوقت یہ ثابت کرنا پڑتا کہ آنجنابؐ کی آنکھیں عام انسانوں والی آنکھیں نہیں بلکہ وہ جس طرح آگے دیکھتی ہیں اسی طرح پیچھے دہنے بائیں اور اوپر و نیچے اور اندھیرے و اجالے میں بھی دیکھتی ہیں۔ حتّٰی کہ حضوؐر سوتے ہوئے بھی دیکھتے رہتے ہیں ۔ ایسی قبل از وقت بحثوں میں الجھنے سے بچنے اور بڑھتا قدم رکھنے کے لئے یہ فرما دیا کہ ”مجھے وحی کے ذریعہ“ سے بتایا گیاہے چونکہ وحی اللہ کی طرف سے مانی جاتی تھی ۔ لہٰذا مذکورہ قسم کی بحث نے راستہ نہیں روکا ۔ اور بات اللہ کے ذمہ چلی گئی ۔ اور اللہ کی قدرتوں اور انتظام کا اقرار قریشی اسلام میں بھی موجود تھا ۔

(ا ۔ الف) ابلیس نے اعلان کے مطابق انسانوں میں اپنا گروہ تیار کیا ان کی ہدایت کاری و مدد کا انتظام کیا ۔

ان چھ آیات میں جو بنیادی بات ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں کا آپس میں ایسا تعلق رہا ہے کہ بعض انسانوں کو جنوں کی مدد اور پناہ کی ضرورت رہتی چلی آرہی تھی ۔ اور یہ کہ جنوں کو بالادستی اور انسانوں کے تحفظ کی قدرت و مقام حاصل تھا (۶ / ۷۲) اور انسانوں کو یہ علم و تجربہ تھا کہ انہیں جنوں سے پناہ اور مدد حاصل ہوسکتی ہے اس لئے وہ اس علم و تجربے سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے اور اس بات پر جنوں کی گواہی موجود ہے (۶ / ۷۲) اور بقول جنوں کے جنوں کی بے دینی اور شرارتیں (رہق کے معنی) انسانوں کے تحفظ اور پناہ چاہنے کی وجہ سے بڑھتی چلی گئیں (۶ / ۷۲)۔

(ا۔ب) ابلیس نے جن لوگوں کو جہنم تک پہنچایا ان کی کثرت نہ بے دین تھی نہ منافق تھی بلکہ وہ سب اجتہادی مومن تھے۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ نے اس کو مردود و رجیم و لعنتی قرار دے دیا اور اس کے بعد جنات کی راہنمائی و ہدایت کاری بھی آدمؑ اور آدم زاد انبیاؑ کی ذمہ داری بن گئی ۔ ابلیس کا مستقل اور اٹل اجتہاد یہ تھا کہ آدمؑ غیر اللہ ہے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہرحالت اور ہر صورت میں شرک ہے ۔ اس لئے اس کا اوّلین اور آخری اجتہادی فیصلہ یہی تھا کہ اللہ کے سوا نہ کسی اور کی عبادت جائز ہے نہ بے چوں و چرا اطاعت کی جا سکتی ہے ۔اس لئے اس نے طے کیا کہ وہ آدمؑ کی مخالفت کرے گا اور اگر اسے قیامت تک کی مہلت مل جائے تو وہ تمام انبیاؑ ورسل کے خلاف محاذ قائم کرے گا اور دکھائے گا کہ اولادِ آدمؑ کی کثرت اسی طرح اغوا ہوجائے گی جیسے وہ غیرخدا کو سجدہ کے معاملے میں اغوا ہو گیا تھا چنانچہ اسے مہلت ملی اور وہ تمام اختیارات اور وسائل و قدرت ملی جس کی اسے ضرورت پیش آنا تھی ۔ اس نے اعلان کیا کہ میں انسانوں میں سے اپنے مشن کے لئے ایسے انسان تیار کرتا رہوں گا جو انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں میرے اجتہادی مشن کو جاری رکھیں گے (نساء ۱۱۸ / ۴ وغیرہ وغیرہ) چنانچہ اس نے اپنے مشن کو اتنی کامیابی کے ساتھ جاری رکھا کہ اللہ نے قرآن میں اس کو داد دی ہے (ص ۸۵ تا ۸۲ / ۳۸ ، یٰس ۷ / ۳۶ ، سجدہ ۱۱۴۔۱۳ / ۳۲) خصوصاً یہ فرمایا کہ:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۰ (سبا ۲۰ / ۳۴)

اس آیت کا ترجمہ علامہ رفیع الدینؒ اور ان کے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علاوہ تمام شیعہ سنی علمانے سو فیصد غلط رگڑا ہے ۔ اس لئے ہم ان دونوں حضرات کا ترجمہ لکھ کر پھر اپنا دو ٹوک ترجمہ لکھیں گے دیکھئے :

مُلِئَتۡ حَرَسًا شَدِيۡدًا وَّ شُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ

بھرا ہوا چوکیداروں سخت سے اور شعلوں آگ سے اور یہ کہ بیٹھا کرتے تھے ہم

مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ

آسمان میں سے ٹھکانوں میں واسطے سننے کے پس جو کوئی سنتا ہے اب پاتا ہے

وہ نگراں اور ہوشمند پاسبانوں سے پٹا پڑا ہے اور شہاب ثاقب برستے رہتے ہیں (۹) اور یہ کہ پہلے ہم سُن گُن اور خبر سَار لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب تو یہ حال ہے کہ جو کوئی چھپ کر سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لئے

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ: ”اور البتہ تحقیق سچا کیا اوپر ان کے ابلیس نے گمان اپنا پس پیروی کی اس کی مگر ایک فرقے نے ایمان والوں سے “ (ترجمہ صفحہ ۴۸۵)

شاہ ولی اللہ : ”وہر آئینہ راست یافت شیطان در حق ایشاں اندیشہ خود را پس پیروی او کردند مگر گروہے اندک از مسلمانان“

ہمارا ترجمہ : ”نوع انسان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا بیان کردہ یقین (حجر ۴۰-۳۹ / ۱۵ ،صٓ ۸۳-۸۲ / ۳۸) سچا کر دکھایا اس طرح کہ مومنین میں سے ایک فرقے کے علاوہ تمام مومنین نے اس کی پیروی کی “

یہ تینوں ترجمے اور قرآن کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اور اللہ نے مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ فرما کر کسی دوسرے مختلف ترجمہ کی گنجائش ختم کردی ہے ۔ یعنی جن لوگوں نے شیطان کی پیروی نہیں کی ”وہ مومنین ہی میں سے ایک فرقہ تھا“ کافروں میں سے ایک مومن فرقہ نہیں کہا گیا ہے ۔ یعنی ” مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ“ نہیں فرمایا ہے ۔ بہرحال یہاں ہم قرآن سے ایک دوسرا مقام لکھ کر غلط کاروں کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ ایک ہی جملے کے دو مختلف معنی سامنے آ جائیں ۔

(۱) وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ (۵ / ۸)
(۲) فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ (۲۰ / ۳۴)

(۱) مودودی کا صحیح ترجمہ: (۱) ”اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ سخت ناگوار تھا“(۵ / ۸) (تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۱۳۱)
(۲) مودودی کا غلط ترجمہ: (۲) ”اسی کی پیروی کی بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا“(سبا ۲۰ / ۳۴) (تفہیم القرآن جلد۴صفحہ ۱۹۴)

یہ ہیں قریش کے نمائندہ عالم جو قرآن کے ایک ہی جملے کے دو مختلف و متضاد معنی کرنے کے عادی ہیں ۔ قارئین مودودی کے پہلے ترجمہ پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آیت کے اس جملے میں تمام متعلقہ لوگ ”مومن“ ہیں مگر دو طرح کے مومن ہیں ۱۔ایک وہ مومن تھے جن کو رسوؐل اللہ کا اپنے گھر سے نکلنا سخت ناگوار تھا اور ۲۔ دوسرے وہ مومن تھے جن کو رسوؐل اللہ کا اپنے گھر سے نکلنا بالکل ناگوار نہ تھا۔ “ اسی طرح آیت زیربحث میں بھی تمام مومنین تھے ۔۱۔ ایک وہ مومن تھے جنہوں نے ابلیس کی پیروی کی تھی ۔اور ۲۔ دوسرے وہ مومن تھے جنہوں نے اسکی پیروی نہ کی تھی ۔ لہٰذا اس آیت(۲۰ / ۳۴) سے نوع انسان کی کثرت کو اپنے اپنے خود ساختہ مذہبِ اسلام کا مومن قرار دیا گیا ہے اور صرف ایک فرقہ کو حقیقی مومن فرمایا ہے ۔ اور وہ اس لئے کہ اس نے ابلیس کے جاری کردہ نظامِ اجتہاد کو اختیار نہ کیا بلکہ اپنے عقائد و اعمال کو تعلیمات انبیاؑ تک محدود رکھا۔ اور اللہ کے اسی بیان کی بنیاد پر ہم تمام قریش کو خصوصاً اور پورے عرب کو عموماً عہد رسوؐل سے پہلے بھی اجتہادی یا بقول علامہ ” بگڑے ہوئے “ مسلمان مانتے ہیں ۔ اعلان نبوت کے بعد انہوں نے پھر تعلیمات محمدؐیہ کو چھوڑ کر اسلام کو مجتہدانہ اصول کے ماتحت اختیار کیا اور برابر آج تک اسلام کے مومن کہلائے ۔ جن لوگوں نے اجتہاد اختیار کیا ان میں اجتہادی اختلاف سے بہت سے فرقے(طَرَآئِقَ قِدَدًا) پیدا ہوتے اور مٹتے چلے گئے اور آج کم ازکم سات فرقے موجود ہیں اور ماشاء اللہ سب مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں ۔ رسوؐل اللہ نے بھی فرمایا تھا کہ :

”میری اُمت میں بہت سے فرقے یا مذاہب پیدا ہوجائیں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ یا مذہب جنتی ہوگا باقی فرقے جہنمی ہوں گے ۔“

ظاہر ہے کہ ان میں سے بھی وہی فرقہ (فَرِيقًا مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ) نجات یافتہ ہوگا جو اجتہادی مسائل و عقائد سے سو فیصد الگ رہتا چلا گیا ہو ۔اور باقی تمام اجتہادی مومنین ماشاء اللہ جہنم کی بھینٹ چڑھ جائیں گے ۔

رصدگاہ سے ایک شہاب دہکتا ہوا تیار پاتا ہے۔ (۱۰) اور یہ بھی سنو کہ مذکورہ انتظامات کا صحیح مقصد ہم دلیل و درایت سے نہیں جانتے کہ آیا اُس سے اہل زمین کو شر میں الجھانا مطلوب ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ ہدایت یابی اور

لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ

واسطے اپنے شعلہ گھات لگائے ہوئے اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ برائی

اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ

ارادہ کی گئی ہے ساتھ ان لوگوں کے کہ بیچ زمین کے ہیں یا ارادہ کیا ہے

(ا۔ج) ابلیس نے انبیاؑ کی خلافت کے مقابلے میں محاذ جاری رکھا مودودی کا اقرار:

یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ ابلیس اللہ پر اور اس کی وحدانیت پر اور صرف اس کی عبادت اور اطاعت پر ایمان رکھتا چلا آیا ہے۔اس کی عزت و وقار کی قسم (صٓ ۸۲ / ۳۸) کھاتا رہا ہے یعنی وہ اللہ کے خلاف نہیں بلکہ انبیاؑ کے خلاف اٹھا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ ان کی بے چون وچرا اطاعت کی جائے اور انہیں واجب الاطاعت حاکم اور خلیفۂ خدا مانا جائے۔اس بات کو مجتہد علما بھی اسی طرح مانتے رہے ہیں سنیئے مودودی کہتے ہیں کہ:

"بالفاظ دیگر ابلیس کامطلب یہ تھا کہ میں زمین کی زندگی اور اس کی لذتوں اور اس کے عارضی فوائد و منافع کو انسان کے لئے ایسا خوشنما بنا دوں گا کہ وہ خلافت اور اس کی ذمہ داریوں اور آخرت کی باز پرس کو بھول جائیں گے اور خود تجھے بھی یا تو فراموش کردیں گے، یا تجھے یاد رکھنے کے باوجود تیرے احکام کی خلاف ورزیاں کریں گے۔"

(تفہیم القرآن جِلد ۲صفحہ ۵۰۶) اللہ کو یاد رکھتے ہوئے اس کی خلاف ورزی ہی اجتہاد ہے۔

(ا۔د)ابلیس نے نبوت وخلافت وامامت کے خلاف محاذ بنا کر اپنے پسندیدہ دانشوروں میں نظامِ وحی واجتہاد جاری کیا تھا

قرآن کریم نے طرح طرح یہ بتایا ہے کہ ابلیس نے اپنے تیار کردہ (نساء ۱۱۸ / ۴) لیڈروں کو وہ تمام وسائل فراہم کئے جو انہیں انسانوں کو انبیاؑ کے خلاف محاذ میں شریک کرنے کے لئے ضروری تھے۔ حتّٰی کہ انہیں انبیاؑ کے مقابلہ میں وحی کرنے کا نظام بھی دیا گیا تھا۔قرآن سنئے :

وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَٰدِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (انعام ۱۲۲ / ۶)

"اور یہ ایک حقیقت ہے کہ شیاطین اپنے مقرر کردہ حکمرانوں (اولیا) کو ضرور وحی کرتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے بحث و مناظرہ جاری رکھیں اور اگر تم نے ان حکمرانوں کی اطاعت کی تو تم حکومت و خلافت الٰہیہ میں شرک یا شرکت کے مجرم ہوجاؤ گے"

(ا۔ہ) تمام اُمتوں کی کثرت کو ابلیس نے اجتہادی نظام کے ذریعے سے اسلام کے بگڑے ہوئے مسلمان بنایا تھا۔

یہاں تک سورۂ جن (۶ / ۷۲) کی یہ حقیقت ثابت ہو گئی ہے کہ ابلیس کی وجہ سے جنوں اور انسانوں میں برابر تعلق رہتا چلا آیا اور ابلیس نے اپنے پسندیدہ اور تیار کردہ انسانوں کو انبیاؑ کے خلاف برسرکار رکھا اور ان کو تحفظ و ہدایات دیتا رہا اب اس حقیقت پر کہ قیامت میں ساری نوع انسان مومن ہی ہوگی علامہ کے چند بیانات ضروری ہیں تاکہ سورۂ سباء (۲۰ / ۳۴) کی مزید تصدیق ہوجائے۔

اوّل۔عہد رسوؐل میں دو قسم کے مسلمان۔

علامہ مودودی مانتے ہیں کہ :"بہت سے تمدنی معاملات کی طرح مسلمان ابھی تک جنگ کے معاملے میں بھی اکثر پرانی جاہلیت ہی کے تصورات لئے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے جو جو کچھ مالِ غنیمت لوٹا تھا وہ عرب کے پرانے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھ بیٹھے تھے۔ لیکن ایک دوسرا فریق (یعنی فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ) جس نے غنیمت کی طرف رخ کرنے کے بجائے کفار کا تعاقب کیا تھا "(تفہیم القرآن جِلد ۲صفحہ ۱۲۸)

چونکہ علامہ خود اجتہادی مومن ہیں اس لئے وہ لفظ اجتہاد کو زبان پر نہیں لاتے اس کی جگہ الفاظ "پرانی جاہلیت" اور "عرب کے پرانے طریقے" استعمال کرتے ہیں جن کا مطلب وہ مجتہدانہ اسلام ہی ہے جو عہد رسوؐل سے پہلے قریش میں جاری

بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ

ساتھ ان کے پروردگار ان کے نے بھلائی کا اور یہ کہ بعضے ہم میں سے نیک ہیں

وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّ

اور بعضے ہم میں سے سوائے اس کے ہیں ہم رہیں گے راہ میں مختلف اور یہ کہ

بھلائی کا ارادہ کیا ہے (۱۱) اور یقیناً ہم میں صالح جن بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم ایک ہی دین میں سے کٹ کٹ کر بہت سے فرقوں میں تقسیم ہوتے چلے آئے ہیں ۔ (۱۲) اور ہمیں اس

تھا ۔ بہرحال علامہ کے چالاک اور محتاط الفاظ کے باوجود بھی یہ ثابت ہوگیا کہ عہد رسولؐ ہی میں مسلمانوں کی دو قسمیں موجود تھیں ۔ جن سے بڑھتے گھٹتے اب سات قسمیں رہ گئی ہیں ۔

دوم ۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم پہلے بھی اجتہادی مسلمان تھی منکر اسلام نہ تھی ۔ قارئین نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھ لیا تھا (نوحؑ تشریحات (۲۔ب وغیرہ) اب حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی قوم کا مذہب ملاحظہ ہو۔ مودودی نے مانا کہ:

"یہ پوری تقریر اس بات پر شاہد ہے کہ وہ قوم اللہ فاطر السموات والارض ہستی کی منکر نہ تھی بلکہ اس کا اصلی جرم اللہ کے ساتھ دوسروں کو خدائی صفات اور خداوندانہ حقوق میں شریک قرار دینا تھا۔ اوّل تو حضرت ابراہیمؑ خود ہی فرمارہے ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہو۔ دوسرے جس طرح آپؐ ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ کا ذکر فرماتے ہیں، یہ اندازِ بیان صرف ان ہی لوگوں کے مقابلے میں اختیار کیا جاسکتا ہے جو اللہ کے نفس وجود سے منکر نہ ہوں ۔ لہٰذا ان مفسرین کی رائے درست نہیں ہے جنہوں نے اس مقام پر یا دوسرے مقامات پر قرآن کے بیانات کی تفسیر اس مفروضے پر کی ہے کہ قوم ابراہیمؑ اللہ کی منکر یا اس سے ناواقف تھی اور صرف اپنے معبودوں ہی کو خدائی کا بالکلیہ مالک سمجھتی تھی۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۵۹۔۵۶۰)

یہاں علامہ نے ابراہیمؑ کی قوم کو مسلمان تو نہیں لکھا مگر یہ واضح کردیا کہ اس قوم کی اصل گمراہی اقتدارِ خداوندی میں شرکت تھی ۔اور یہی وہ بات ہے جو اجتہاد کے ذریعے سے کی جایا کرتی ہے ۔ یعنی دانشورانِ قوم دین کے احکام اور فیصلے اپنی صوابدید کے ماتحت رکھا کرتے ہیں اور ان ہی کو اجتہادی مومن کہا جاتا ہے یعنی حضرت ابراہیمؑ کی قوم پوری کی پوری مومن تھی مگر حقیقی نہیں بلکہ شیطان کی پیروی میں اسلام کو اپنے اجتہاد کے ماتحت رکھنے والی مومن مگر جہنمی قوم تھی ۔ اس بات کو کھلی صورت میں مودودی ہی کے قلم سے دکھانا ہماری ذمہ داری ہے ملاحظہ ہو:

سوم ۔ حضرت شعیبؑ کی قوم بگڑی ہوئی مسلمان یعنی اجتہادی مومن قوم تھی ۔ "اس فقرے " ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ الاعراف " (اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔ احسنؔ) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود مدعیِ ایمان تھے ۔ یہ "دراصل بگڑے ہوئے مسلمان تھے " اور اعتقادی اور اخلاقی فساد میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے اندر نہ صرف ایمان کا دعویٰ باقی تھا بلکہ اس پر انہیں فخر بھی تھا۔ اسی لئے حضرت شعیب نے فرمایا کہ "اگر تم مومن ہو تو تمہارے نزدیک خیر اور بھلائی راستبازی اور دیانت میں ہونا چاہئے اور تمہارا معیار خیروشر ان دنیا پرستوں سے مختلف ہونا چاہئے جو خدا اور آخرت کو نہیں مانتے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵)

قارئین دیکھ لیں کہ علامہ کا یہی مطلب تھا حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے بارے میں بھی لیکن وہاں علامہ ذرا محتاط اور دبے پاؤں گزرنا چاہتے تھے ۔

چہارم ۔ شعیبیؑ قوم ہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل بھی بگڑے ہوئے قریشی مومنین ایسے مسلمان تھے ۔ مودودی

اب ہم مودودی کے قلم سے قریش کہلانے والی قوم کی وہ ترکیب اور عربوں کا وہ دستور بھی ایک مرتبہ پھر آپ کو دکھاتے ہیں جس ترکیب و دستور کے پردے میں یہ لوگ آل و اولادِ ابراہیمؑ مشہور ہوگئے تھے اور جس فریب سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے خاندانِ رسولؐ کی ہمسری اور ان کی حکومت پر قابو حاصل کیا تھا اور عرب میں خانہ کعبہ کے مجاور اور چودھری بنے رہے تھے سنیئے اور قریش کے مذہب کے ساتھ ساتھ ان کی نسل وحسب ونسب کو بھی سمجھیئے ۔

اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰہَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَنۡ

جانا ہم نے یہ کہ ہرگز نہ عاجز کریں گے اللہ کو بیچ زمین کے اور ہرگز نہ

نُّعۡجِزَہٗ ہَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡہُدٰۤی اٰمَنَّا

عاجز کریں گے اس کو بھاگ کر اور یہ کہ جب سنی ہم نے ہدایت ایمان لائے ہم

بِہٖ ؕ فَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخۡسًا

ساتھ اس کے پس جو کوئی ایمان لائے ساتھ رب اپنے کے پس نہیں ڈر تا کم کر دینے

حقیقت پر بھی مجتہدانہ یقین رہتا رہا ہے کہ ہم نہ تو روئے زمین پر رہ کر اپنی کوششوں سے اللہ کو مجبور کر سکیں گے اور نہ ہی ہم سپر انداختہ ہو کر اُسے عاجز کرنے پائیں گے۔ (۱۳) اور یہ بھی سُن لو کہ جیسے ہی ہم نے ہدایاتِ قرآنیہ سنیں ہم اُن پر ایمان لے آئے چنانچہ جو کوئی قرآنی تعلیمات پر ایمان لے آئے اُسے فروگزاشت اور سابقہ غلط کاریوں اور اجتہادی بے دینی کا خوف نہیں ہو گا۔

"اہل مدین کے متعلق ایک اور ضروری بات جس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے، یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں جو ان کی تیسری بیوی قطورا کے بطن سے تھے۔ قدیم زمانہ کے قاعدے کے مطابق جو لوگ کسی بڑے آدمی کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تھے وہ رفتہ رفتہ اُسی کی آل و اولاد میں شمار ہو کر بنی فلاں کہلانے لگتے تھے۔ اسی قاعدے پر عرب کی آبادی کا بڑا حصہ "بنی اسماعیل کہلایا"۔ اور اولادِ یعقوبؑ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہونے والے لوگ سب کے سب "بنی اسرائیل" کے جامع نام کے تحت کھپ گئے۔ اسی طرح مدین کے علاقے کی ساری آبادی بھی جو مدیانؑ بن ابراہیمؑ علیہ السلام کے زیر اثر آئی "بنی مدیان کہلائی" اور ان کے ملک کا نام ہی "مدین" یا "مدیان" مشہور ہو گیا۔ اس تاریخی حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ اس قوم (مدین یا قوم شعیب۔احسنؔ) کو دینِ حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیب کے ذریعے سے پہنچی تھی۔ در حقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداً وہ بھی مسلمان ہی تھے۔ اور شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک "بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی سی تھی"، جیسی ظہور موسیٰ علیہ السلام کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ (ارے کم بخت یہ بھی کہدے کہ جیسی حالت قریش کی ظہور مصطفیٰ کے وقت تھی۔احسنؔ) حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بداخلاق (یعنی مجتہد۔احسنؔ) قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک (یعنی احکام میں مجتہدانہ شرکت۔احسنؔ) بھی سیکھ گئے تھے۔ اور بد اخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے تھے، مگر اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ اور اس پر فخر برقرار تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۔۵۵)

یہاں تک ہمارے اس موقف کی تصدیق ہو گئی کہ نہ صرف قریش بلکہ آنحضرتؐ کے عہد سے پہلے کے یہود و نصارا یعنی بنی اسرائیل اور سابقہ تمام اُمتوں کی کثرت اپنے اختیار کردہ اجتہادی اسلام کی مومن تھیں اور اللہ کے فرمان (سورۂ سبا ۲۰ / ۳۴) کے مطابق بروز حشر و نشر ساری نوع انسان کی کثرت شیطان کو صادق القول ثابت کرنے والی اور اس کی پیروکار مومن ہو گی۔ چلتے چلتے مودودی سے قریش کے متعلق خاص طور پر تصدیق کرا کے اس گنجلک کو ہمیشہ کے لئے صاف کر دینا ضروری ہے کہ قریش کا مذہب اعلانِ نبوت کے وقت وہی اجتہادی اسلام تھا جو بعدِ وفاتِ نبیؐ قریش نے دنیا میں اسلام کے نام پر جاری کیا تھا۔ اور یہ کہ قریش نے اپنے سابقہ عقائد و تصورات میں آنحضرتؐ کی تعلیم سے کوئی تبدیلی نہ کی بلکہ ان کے بیان کردہ ہر مسئلہ کو اپنے مجتہدانہ سانچوں میں ڈھال کر دنیا میں پھیلایا تھا۔ اور آج قریش کے اسی سابقہ اور مستقل مذہب کو قرآن و حدیث کی آڑ میں مودودی اور ان کی دوسری کمپنیاں پیش کر رہی ہیں۔

(ا۔و) قریش بعدِ وفاتِ نبیؐ اسی خود ساختہ اجتہادی اسلام پر برقرار رہے جس پر وہ اور ان کے آباؤ اجداد قدیم سے چلے آ رہے تھے۔

عہد رسولؐ میں قریش کے ایک بزرگ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقہ کار پر اعتراضات کئے اور اپنا مذہب پیش کیا تھا۔

اوّل۔ قریش منکر اسلام نہ تھے اور انہیں رسولؐ سے شکایتیں تھیں۔

مودودی سے سنیئے: "عتبہ بن ربیعہ (ابوسفیان کے خسر) نے سردارانِ قریش سے کہا صاحبو اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کروں اور ان کے سامنے چند تجویزیں رکھوں، شاید کہ

(۱۴) اور یہ بھی ایک قابلِ اعلان حقیقت ہے کہ ہم میں سے کچھ جنّات مسلم ہیں اور کچھ جنّات نے اسلام کی قسطیں بنا رکھی ہیں چنانچہ جس نے اسلام اختیار کرلیا اُس نے بھلائی اور ہدایت کے لیے حرّیت سے کام لیا (۱۵) اور رہ گئے اسلام کی قسطیں بنانے والے؟ وہ جنّات جہنم کے لیے ایندھن ہیں (۱۶) اب اے نبیؐ تم قریش سے کہو کہ اگر

وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ

سے اور نہ زیادہ رکھ دینے سے اور یہ کہ بعضے ہم میں سے مسلمان ہیں اور

مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

بعضے ہم میں سے ظالم ہیں پس جو کوئی اسلام لایا پس انہوں نے قصد کیا بھلائی کا

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ

اور اے پر ظالم پس ہیں وہ واسطے دوزخ کے لکڑیاں اور وحی کی گئی ہے طرف میری

وہ ان میں سے کسی کو مان لیں اور ہم بھی اسے قبول کرلیں اور اس طرح وہ ہماری مخالفت سے باز آجائیں۔ سب حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور عتبہ اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: ”بھتیجے، تم اپنی قوم میں اپنے نسب اور خاندان کے اعتبار سے جو حیثیت رکھتے ہو وہ تمہیں معلوم ہے۔ ۱۔مگر تم اپنی قوم پر ایک بڑی مصیبت لے آئے ہو۔ ۲۔تم نے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ ۳۔ ساری قوم کو بے وقوف ٹھیرایا۔ ۴۔ قوم کے دین اور اس کے معبودوں (یعنی راہنما لیڈروں۔احسن) کی برائی کی ہے۔ ۵۔اور ایسی باتیں کرنے لگے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم سب کے باپ دادا ”کافر“ تھے“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۳۴)

ہم نے اس بیان میں سے ضروری حصہ نقل کرکے قارئین کو یہ دکھا دیا کہ قریش خود کو ”کافر“ یعنی بقول مجتہدین منکر اسلام نہ سمجھتے تھے۔ لیکن ان کے اسلام میں ان کے لیڈروں کا وہی مقام تھا جو مجتہدین کا رہتا چلا آیا ہے۔ یعنی وہ جانشینانِ خدا ہوتے ہیں ان کا حکم و فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے ان کی نافرمانی کی سزا موت اور دین سے خروج ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کی برائی اور مذمت کرنے کا شکوہ کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا نظامِ اسلام قوم کی انتہائی ہوشمندی و بصیرت کا ثبوت ہے اس کو بے وقوفی قرار دینے کا بھی شکوہ کیا گیا ہے۔ اور عتبہ نے یہ جو کہا کہ ”تم نے جماعت میں تفرقہ ڈالا ہے“ اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ تم نے ہمارے اختیار کردہ اسلام میں ایک نیا فرقہ قائم کرکے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ یعنی نہ وہ آنحضرتؐ کو نیا دین گھڑنے اور اسلام سے خارج ہوجانے کا الزام دیتا ہے نہ خود کو اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ وہ اور تمام قریش اور ان کے آباؤ اجداد سب پہلے سے مسلمان چلے آرہے ہیں۔ اور حضرت محمدؐ مصطفی کو گمراہ اور دین سے خارج نہیں کہتا۔

دوم۔ایک مسلّمہ اصول جس کی بنا پر قریش کو مسلمان ماننا ہوگا۔ لہٰذا وہ اور تمام قریش مودودی کے مسلّمہ اصول کے ماتحت بھی مسلمان مانے جائیں گے۔ وہ اصول سنیئے ارشاد ہے۔ ”دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک نبیؑ کی آمد سے پہلے جو لوگ سابق نبیؑ کو مانتے ہوں وہ اصولاً ”مسلمان“ ہی کی تعریف میں آتے ہیں۔ اور جب تک بعد کے آنے والے نبیؑ کی دعوت ان کو (پوری کی پوری۔احسن) نہ پہنچے اور وہ اس کا (سمجھ کر۔احسن) انکار نہ کردیں ان کا شمار ”مسلمانوں“ ہی میں رہتا ہے۔“(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۳۰)

اس بیان کے مطابق قریش اعلانِ نبوت سے پہلے تو یقیناً مسلمان ثابت ہیں اور عتبہ کا بیان اور رسولؐ کا انکار نہ کرنا اس کی تائید کرتا ہے یہاں دو شرطیں ایسی ہیں جنہیں ثابت کرنے کے بعد تو قریش کے مسلمان ہونے میں شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہ رہے گی۔ چنانچہ علامہ کا ایک اور بیان سننا ضروری ہے۔

سوم۔ قریش سابقہ نبیؑ کو مانتے اور ان کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ یعنی ”سیرت ابراہیمؑ کے اس دور کی تاریخ خاص طور پر جس وجہ سے قرآن بار بار سامنے لاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ بالعموم اور قریش بالخصوص اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ”پیرو سمجھتے اور کہتے تھے“ اور یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ ”ملت ابراہیمؑ ہی ان کا مذہب ہے۔“ مشرکین عرب کے علاوہ نصاریٰ اور یہود کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے دین کے پیشوا ہیں۔“(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۹۹)

قسطیں بنانے والے جنّات بھی بلا قسط والے طریقے پر قائم رہے ہوتے تو ہم نے اُن پر ضرور بالضرورت وسائل حیات کی بارشیں برسائی ہوتیں تاکہ (۱۷) وسائل حیات کی بھرمار سے اُن کی مزید آزمائش کرتے اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ذکر سے رو گردانی کرتے ہیں یا آئندہ اُسے نظرانداز کریں گے اُنہیں بڑھتے چڑھتے رہنے والے عذاب سے منسلک کیا جائے گا (۱۸) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام

اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِنَفْتِنَهُمْ
اگر یہ قائم رہتے اوپر راہ کے البتہ پلاتے ہم ان کو پانی وافر تو کہ آزماویں ہم ان کو
فِيهِ ۚ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ
بیچ اس کے اور جو شخص اعراض کرتا ہے یاد رب اپنے کی سے داخل کرے گا اس کو
عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ
عذاب سخت میں اور یہ کہ مسجدیں واسطے اللہ کے ہیں پس مت پکارو ساتھ

یہاں مودودی کے قلم سے نہ صرف یہ تصدیق ہوگئی کہ قریش سلسلہ انبیاؑ کے ماننے والے تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیرو تھے اور ملت ابراہیمیؑ پر عمل کرتے تھے۔ رہ گیا وہ اختلاف جو قریش کی ملت ابراہیمیؑ میں قرآن نے بتایا ہے، وہ قریش کے علما کے اجتہاد کی وجہ سے ویسا ہی اختلاف تھا جیسا کہ بعدِ رسولؐ قریشی مجتہدین کے اندر رہتا اور بڑھتا چلا آیا ہے۔ ورنہ دین وہی تھا۔ اور یہ امر مجتہدین کے یہاں مسلّمات میں سے ہے کہ مجتہدانہ اختلاف، اختلاف کرنے والوں کو دین سے خارج نہیں کرتا۔ گو اختلاف اتنا عظیم ہو کہ ایک فرقہ دوسرے پر کفر کے فتوے جاری کرتا رہے۔ اجتہادی اختلاف کا جواز ہم بعد میں لکھیں گے۔

چہارم۔ اسلام ہی سے مجتہدین نے مختلف فرقے اور مذاہب نکالے۔ پہلے یہ دیکھ لیں کہ قریشی مسلمانوں نے ملت ابراہیمیؑ سے اختلاف اجتہاد کی بنا پر کیا تھا جو اُن کے یہاں بھی جائز تھا۔ چنانچہ علامہ نے مانا ہے کہ:

"مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو پیغمبرؑ بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانے میں آیا ہے، اس کا دین اسلام ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے، اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے اس اصل دین کو مسخ کرکے اور (اپنے اجتہاد سے۔ احسنؔ) اس میں کمی و بیشی کرکے جو بہت سے مذاہب نوع انسان میں رائج کئے گئے، ان کی پیدائش کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ (مجتہد حکمران۔ احسنؔ) لوگوں نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق، فائدے اور امتیازات حاصل کرنے چاہے۔ اور اپنی خواہشات (یعنی عقلی ضرورت و مصلحت۔ احسنؔ) کے مطابق اصل دین کے عقائد اصول اور احکام میں ردوبدل کر ڈالا۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۰)

ہم نے عرض کیا ہے کہ قریشی علما دوسرے اہل مذاہب کے اجتہاد کو جائز قرار نہیں دیتے اس لئے وہ ان کے متعلق اپنے بیانات کو گھناؤنا کرکے پیش کیا کرتے ہیں۔ ذرا سوچیئے کہ مندرجہ بالا بیان میں جو کچھ لکھا گیا سو (۱۰۰) فیصد وہی کچھ ہے جو مسلمان مجتہدین نے کیا ہے مگر ان کے لئے جب بیان دیں گے تو انہیں طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے برسرِ حق قرار دیں گے حالانکہ وہ بھی اپنی خواہش اور مصلحت کے ماتحت قرآن کے احکام میں ردوبدل کرتے اور فرقے پر فرقہ بناتے چلے گئے مگر وہ سب مسلمان مانے گئے۔ ذرا اور آگے بڑھیں ہم علامہ کے قلم سے سب کچھ لکھا ہوا پیش کرکے ان کا پیچھا چھوڑیں گے۔

پنجم۔ قریش نے بھی ملت ابراہیمؑ یا اسلام میں اجتہاد جاری رکھا تھا۔ چنانچہ قریش کا ملت ابراہیمؑ میں اجتہاد کرنا بھی علامہ کے قلم سے دیکھیں فرمایا ہے کہ:

"مطلب یہ ہے کہ ان فقہی جزئیات (یعنی مجتہدانہ تفصیلات) میں کہاں جا پھنسے ہو۔ اب بحث کرتے ہو فقہی (یعنی اجتہادی۔ احسن) مسائل میں، حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جو اصل ملت ابراہیمیؑ سے ہٹ جانے کے بعد انحطاط کی طویل صدیوں میں تمہارے علما کی موشگافیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔" (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۲۷۴)

ششم۔ قریش اور اہل عرب میں ہر زمانہ کے اندر علمائے مجتہدین موجود و برسرِ اجتہاد رہے۔

گو علامہ نے یہاں بھی لفظ "اجتہاد" سے قلم کو بچایا ہے اور اجتہاد کی جگہ انہوں نے لفظ "موشگافیاں" استعمال کیا ہے جس

اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ

اللہ کے کسی کو اور یہ کہ جس وقت کھڑا ہوا بندہ خدا کا پکارتا ہے اس کو

كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ

نزدیک ہیں کہ ہوویں اوپر اس کے حلقہ حلقہ کہہ سوائے اس کے نہیں کہ

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

پکارتا ہوں میں رب اپنے کو اور نہیں شریک لاتا میں ساتھ اس کے کسی کو

مسجدیں عبادت خانے صرف اللہ کے لئے ہوتے ہیں لہٰذا وہاں اللہ کے ساتھ کسی اور کو دعوت دینا غلط ہے
(۱۹) اور یہ بھی ہو رہا ہے کہ جب اللہ کا بندہ (محمدؐ) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو اُسے چاروں طرف سے حلقہ میں لے کر لُبادہ میں لپیٹ لینا چاہتے رہے
(۲۰) اے نبیؐ یہ بھی کہدو کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو دعوت نہیں دیتا ہوں اور اُس کے احکام و نظام میں کسی اور کی شرکت نہیں مانتا ہوں

کے معنی ہیں ”بال کی کھال نکالنا“ اور یہ کھال اتارنا جب ہی ممکن ہے جب کہ پہلے سے ”بال“ موجود ہوں۔ یعنی پہلے سے بقول علامہ مودودی ”اصل ملت ابراہیمؑ“ موجود تھی۔ علما موجود تھے اور قومی و ملکی ضروریات موجود تھیں۔ شیطان اور اس کی قوم کے علما کی مدد و پناہ (۶ / ۷۲) موجود تھی قدیم الایام سے تیار کردہ قوانین فقہ و اجتہاد موجود تھے۔ ابلیس کا نظام وحی تازہ بتازہ ہدایات دینے کے لئے موجود تھا (انعام ۱۲۲ / ۶) ضرورت اس بات کی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کے بعد کی قوم کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور تقاضوں پر قانون و قواعد قوم کو دیئے جائیں۔

اور مصلحت یہ تھی کہ قومی اطمینان کے لئے قانون اللہ اور ابراہیمؑ کے نام سے پیش کیا جائے لہٰذا علما نے ”اصل ملت ابراہیمی“ پر نظر رکھی اور قوانین فقہ کے زیر سایہ دلائل و براہین استصحاب و استحسان کی روشنی میں اجماعی مشوروں اور اجتماعی مصلحتوں سے وہ قوانین وضع کئے جو ملکی و قومی احتیاجات و تقاضات کو باحسن الوجہ رفع کریں۔ ایسے قوانین جو ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ کے مجتہدین کے معیار و شرائط کے مطابق تھے جنہیں اسی طرح اصل ملت ابراہیمی کے مطابق سمجھا گیا جس طرح مسمانوں کے پانچ فرقوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور جعفری کے مجتہدین کے تیار کردہ مسائل کو سب نے قرآن و حدیث کے مطابق سمجھ رکھا ہے۔

اگر کوئی ان پانچوں فرقوں کا عالم، مجتہد یا آیت اللہ ہمارے اس بیان میں کوئی ایسی خامی بتائیں جو ان کے اپنے معیار و شرائطِ اجتہاد کی شان پوری نہ کرتی ہو تو ہم مکمل تفصیلات پیش کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں یہاں قارئین یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ایسے تمام بیانات فریب ہیں جو عربوں کو تہذیب و تمدن سے عاری اور جاہل مطلق قرار دیتے ہیں۔ یا سادہ لوح اور نادان کہتے ہیں۔

ہفتم۔ مجتہدین کو اور اجتہادی مسلمانوں کو ایسی حالت میں بھی منکرِ اسلام قرار نہیں دیا گیا جب کہ وہ وہ خیانت کار، نافرمان اور قرآن میں کافر قرار دیئے گئے۔

اب قارئین یہ دیکھیں کہ یوں تو قریشی علما و مترجمین نے قرآن میں آئے ہوئے الفاظ۔ كَافِر۔ كَافِرِين۔ كَافِرُوْن۔ كُفَّار۔ الذین كَفَرُوا، وغیرہ وغیرہ تمام کے معنی۔ دین اسلام سے انکار۔ منکر۔ مخالف اسلام اور خارج از دین کئے ہیں مگر جہاں اللہ نے قریش یا قریشی قسم کے مومنین کو کافر اور جہنمی فرمایا ہے وہاں قریشی علما نے اپنے ان بزرگ صحابہ کو مسلمان ہی مانا ہے۔ پہلے قرآن سنئے اور علامہ کا ترجمہ دیکھئے پھر ان کی تشریح اور فیصلہ ملاحظہ کیجئے۔

وَمَن لَّمْ يُؤْمِنۢ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ (فتح ۱۳ / ۴۸)

علامہ کا ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسوؐل پر جو لوگ ”ایمان نہ رکھتے ہوں“ ایسے کافروں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۱)

علامہ کی تشریح: ”۲۵۔ یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر اور ایمان سے خالی قرار دیتا ہے جو اللہ اور اس کے دین کے معاملہ میں مخلص نہ ہوں اور آزمائش کا وقت آنے پر دین کی خاطر اپنی جان و مال اور اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنے سے جی چُرا جائیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی بنا پر دنیا میں کسی شخص یا گروہ کو ”خارج از اسلام“ قرار دے دیا جائے، بلکہ وہ کفر ہے جس کی بنا پر آخرت میں وہ غیر مومن قرار پائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت (۱۳ / ۴۸)

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ

کہہ تحقیق میں نہیں اختیار رکھتاواسطے تمہارے ضرر کواور نہ بھلائی کو کہہ تحقیق مجھ کو

لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ

ہر گز نہ پناہ دے گا خداسے کوئی اور ہر گز نہ پاؤں گا میں سوائے اس کے

(۲۱) یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہیں نقصان یا ہدایت فراہم کرنے پر مستقل مالک نہیں ہوں یعنی مالک تو اللہ ہے (۲۲) اور یہ بھی بتا دو کہ اللہ کے مقابلے میں میری مدد کوئی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اُس کے علاوہ کہیں اور کسی کو

کے نزول کے بعد بھی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مسلمان۔احسنؔ) لوگوں کو، جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی، خارج از اسلام قرار نہیں دیا اور نہ ان سے وہ معاملہ کیا جو کفار سے کیا جاتا ہے۔ ‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۱۔۵۲)
قارئین اس بیان سے یہ سمجھ لیں کہ عہد رسولؐ میں ایسے صحابہ موجود تھے جن کو اللہ نے کافر اور غیر مومن وغیرہ فرمایا اور جنہیں مسلمانوں میں شریک رہنے دیا گیا باوجودیکہ انہوں نے نہ توبہ کی نہ اپنا رویہ تبدیل کیا۔ اسی جگہ یہ ماننا پڑے گا کہ جن اقوال و اعمال کی وجہ سے وہ کافر وغیر مومن قرار پائے اور خود کو مسلمان بھی سمجھتے رہے یقیناً وہ اقوال و اعمال اسلامی احکام میں ان کے اجتہاد سے جائز تھے اور انہیں اجتہادی احکام پر عمل درآمد کی وجہ سے دنیا میں مومن و مسلمان سمجھا جاتا رہا۔ اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا کہ تمام مسلمان ان کو مسلمان اور مومن سمجھتے اور ان سے مسلمانوں کی طرح تعلق جاری رکھیں۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے کیوں اپنا رویہ نہ بدلا؟ اور جواب یہ ہے کہ وہ مجتہد تھے اور اجتہادی خطاؤں کو معاف سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ اگر ہمارے اقوال و اعمال اور فیصلوں میں کہیں غلطی بھی ہوگی تو وہ شرعاً نظر انداز کردی جائے گی اور ہمیں بہرحال آدھا ثواب ضرور ملے گا۔ ہم یہی کہتے ہیں اور ان ہی لوگوں کو قریشی لیڈرو مجتہد قرار دیتے ہیں اور بعدِ رسولؐ والے اسلام کو ان ہی مجتہدین کا تیار کردہ سمجھتے ہیں۔ وہی مجتہد صحابہ تھے جنہوں نے عہدرسولؐ ہی میں قرآن سے ہجرت کی (فرقان ۳۰ / ۲۵) طاغوت کے نظام اجتہاد کو اپنا مستقر اور راہنما بنایا دعویٰ اسلام کا کرتے رہے کام کافروں کے جاری رکھے۔ (نساء ۶۰ / ۴)

ہشتم۔ بعدِ رسولؐ بھی قریشی لیڈروں نے اللہ و رسولؐ کے احکام میں ردوبدل کے لئے موشگافیاں جاری رکھیں اور سابقہ اقوام کو اجتہاد میں مات کر دیا۔

اب علامہ مودودی کا ایک ایسا بیان سن لیں جس میں وہ ہمارے ہم مسلک اور حقیقی مسلم معلوم ہو رہے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:

’’ یعنی پہلے انہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں ’’موشگافیاں‘‘ کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا، پھر خود ہی اس میں الجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہوگئے۔ اس گروہ (مائدہ ۱۰۲ / ۵) سے مراد یہودی ہیں۔ جن کے نقش قدم پر چلنے میں، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے ‘‘(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۵۰۸ حاشیہ ۱۱۷)

نہم۔ مودودی نے مان لیا کہ مسلمانوں نے قرآن ،اللہ اور رسولؐ و اسلام کے عقائد کے خلاف گمراہ کن عقائد پھیلانے اور عملی نافرمانی جاری کرنے میں کمال کر دیا۔

علامہ کے اس بیان کا تقاضا ہے کہ ان کے لئے دعا کی جائے کہ انہوں نے اللہ و رسولؐ کے بیانات کی تصدیق کی ہے ان کا یہ جملہ کہ ’’مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی‘‘ ایک ہمہ گیر جملہ ہے۔ اس میں عہد رسولؐ کے مسلمان بھی داخل ہیں اور وفاتِ رسولؐ کے بعد ۱۳۹۹ھ تک کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ اس میں تمام قریش اور پورے عرب کے مسلمان بھی گھِرجاتے ہیں۔ یہ جملہ نہ صحابہ کو بخشتا ہے نہ تابعین کو نہ تبع تابعین باہر رہ جاتے ہیں نہ مسلمانوں کے اپنے خلفاء بچتے ہیں۔ اس میں ازواجِ نبیؐ اور تمام صحابیات بھی محصور ہیں اور باقی ہرزمانے کی عورتیں بھی مجرم ہیں۔ اس بیان کی زد سے جو لوگ بچتے ہیں وہ وہی ہوسکتے ہیں جنہوں نے اللہ و رسولؐ کے احکام پر بلاچون وچرا بلفظہٖ وبعینہٖ عمل کیا ہو اور ایمان رکھا ہو

پناہ دینے والا پاتا ہوں ۔ (۲۳) مگر مجھے اللہ کی طرف سے اُس کے پیغامات پہنچانے کی بنا پر اُسی کی مدد، پناہ اور نقصان وہدایت کا اختیار حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اُس کے رسولؐ (محمدؐ) کی نافرمانی اور گناہ کرے تو یقیناً اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں تمام نافرمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ دائمی طور پر رہنا اور جلنا ہو گا (۲۴) قریش اپنے اجتہادی اسلام سے اُس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک کہ

مُلْتَحَدًا ۝۲۲ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ

جگہ پناہ کی مگر پہنچانا اللہ کی طرف سے اور پیغام لانے اس کے اور جو کوئی

يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ

نافرمانی کرے گا اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی پس تحقیق واسطے اس کے آگ ہے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝۲۳ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا

دوزخ کی ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے ہمیشہ ۔یہاں تک کہ جب دیکھیں گے

(مائدہ ۴۷ تا ۴۵ / ۵) اور اجتہاد کو حرام اور مجتہدین کو حرام کار سمجھا اور کسی خاطی انسان کی تقلید واتباع نہ کی ہو اور یہی وہ مسلک و مذہب ہے جو اللہ، رسولؐ، قرآن اور معصومین علیہم السلام نے سکھایا ہے ۔ اس مذہب و مسلک کے خلاف مسالک بنانے والوں کو جنات نے بھی قاسطون اور گمراہ وجہنمی قرار دیاہے (۱۵۔۱۴ / ۷۲) اور دوسروں کو صالح اور مسلم کہاہے (۱۴۔۱۱ / ۷۲)

۲۔آنحضرتؐ کو اللہ نے اپنے علم غیب پر غلبہ اور قابو عطا کرنے کے لئے مرتضیٰ بنایا تھا اس لئے وہؐ غیب میں سخی تھے ۔

ہم جنات کے متعلق اتنا اور لکھ کر اس عنوان کو مختصر کرتے ہیں کہ جنات نے ان پندرہ آیات (۱۵ تا ۱ / ۷۲) میں جو کچھ بیان کیا اور پھر اللہ نے جنات کے متعلق اور قریش کے سلسلے میں جو انکشافات کئے (۲۸ تا ۱۶ / ۷۲) ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کا قرآن سننا اتفاقی فعل نہ تھا ۔ بلکہ انہیں مکمل قرآن سنایا جاتا رہا تھا اس لئے کہ آیات میں مذکورہ تمام باتیں ایسی ہیں جو جنوں اور قریش کی پوری پالیسیوں کو سمجھے بغیر کہنا ممکن ہی نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ وہ تمام قصے خودساختہ یا نامکمل ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے قرآن اس وقت سنا تھا جب آنحضرتؐ نے نخلہ کے مقام پر نماز پڑھی تھی۔ ظاہر ہے کہ نماز میں اور وہ بھی جماعت کی نماز میں پھر وہ بھی سفر کی جماعت میں گنتی کی چند آیات سنی جاسکتی تھیں۔ چند آیات سن کر وہ بیانات دینا ممکن ہی نہیں جو جنوں نے دیئے ہیں ۔

اب یہ دیکھیئے کہ اللہ نے آیات (۲۸ تا ۲۶ / ۷۲) میں رسولؐ اللہ کو تمام رسولوں میں سے منتخب کرنے و مرتضیٰ بنانے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ نے اپنے علم غیب پر غالب کر دیا تھا یا انہیں علم غیب پر غلبہ عطا فرمایا تھا ۔ ہم نے لفظ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ ۝۲۶ الجن: کا ترجمہ یہ کیاہے کہ:

"اللہ اپنے علم غیب پر غلبہ نہیں دیتا "سوائے مرتضیٰ رسولؐ کے "(۲۷۔۲۶ / ۷۲)

اس ترجمہ کی دو وجوہات ہیں اوّل آنحضرتؐ کا بے پناہ و لامحدود علم ہے جو انہیں قرآن کے عالم و معلم ہونے کی بنا پر دیا گیا ہے ۔ قرآن کی پوری تفصیلات (یوسف ۱۱۱ / ۱۲) اس کائنات کی ہرظاہروباطن چیز پر احاطہ کرتی ہیں پھر کوئی خشک و تر اور غائب و مشہود چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں ہے جو قرآن مبین میں نہ ہو (نمل ۷۵ / ۲۷،یونس ۶۱ / ۱۰،انعام ۵۹ / ۶) پھر ان علوم و اطلاعات کے علاوہ آنحضرتؐ کے لئے یہ بھی فرمایا گیاہے کہ: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝۲۴ (تکویر ۲۴ / ۸۱)

علامہ کا بلابریکٹ ترجمہ : "اور وہؐ غیب کے معاملے میں بخیل نہیں ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۷۰)

علامہ کی تشریح : " یعنی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتے ۔غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کھولے گئے ہیں، خواہ وہ اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں ہوں، یا فرشتوں کے بارے میں، یا زندگی بعدِ موت اور قیامت اور آخرت اور جنت اور جہنم کے بارے میں، سب کچھ تمہارے سامنے بے کم و کاست بیان کر دیتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۷۰ حاشیہ ۲۰)

ہم نے علامہ کا یہ ترجمہ اور تشریح یہ دکھانے کے لئے پیش کئے ہیں کہ آپ کو یہ یقین آجائے کہ اس آیت میں جناب محمد

مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا

جو کچھ وعدہ دئے جاتے ہیں پس البتہ جان لیویں گے کون شخص ناتوان ہے مدد گار

وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا

اور کم ہے عدد میں کہہ میں نہیں جانتا کیا نزدیک ہے جو کچھ

تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

وعدہ دیئے جاتے ہو تم یا کرے گا واسطے اس کے پروردگار میرا مدت

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا

وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبر دار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر

مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے پس تحقیق وہ چلاتا ہے آگے اس کے سے

وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا

اور پیچھے اس کے سے نگہبان۔ تو کہ ظاہر کردے یہ کہ تحقیق انہوں نے پہنچائے

وہ اُس وقت و حالت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ اُس حالت میں بہت جلد انہیں پتہ چلے گا کہ کس کے مدد گار کمزور اور تعداد میں کم ہیں (۲۵) یہ بھی کہہ دو کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے میں مادی وسائل سے یا درایتاً نہیں جانتا کہ وہ وعدہ مستقبل قریب کا ہے یا میرا پروردگار اُس وعدہ کی ابتدا وانتہا میں طول دے دے (۲۶) وہ اپنی پوشیدہ اسکیموں کا خود ہی عالم ہے چنانچہ وہ کسی کو بھی اپنے غیب پر علمی غلبہ نہیں دیتا (۲۷) مگر اُس رسولؐ کو اپنے علم غیب پر غلبہ دیتا ہے جسے اُس نے رسولوںؐ میں سے مرتضیٰ بنا دیا ہو یعنی غلبہ کے لیے پسند کر لیا ہو چنانچہ غیب پر غلبہ دینے کے بعد اللہ یقیناً اُس رسول کے آگے، پیچھے، داہنے بائیں اوپر اور نیچے ایک رصد گاہ منسلک کر دیتا ہے (۲۸) تا کہ مادی طور پر بھی معلوم ہوتا رہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی رسالت کی تبلیغ کر دی ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہی علم غیب کی بات ہوئی ہے۔ چنانچہ علامہ نے ذرا محتاط طریقہ پر مان تو لیا ہے مگر وہی قریشی پالیسی کہ آنحضرتؐ کو مافوق البشر علم و علوم سے عاری دکھایا جائے یہاں بھی اس صورت میں سامنے لائی گئی ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی اس "غیب" سے تعلیماتِ قرآن مراد لیتی ہے۔ اور یہ کہنا چاہتی ہے کہ "رسولؐ اللہ تمام دینی احکام و تعلیمات اور آیات بلا کم و کاست بیان کر دیتے ہیں" اور بس یہ علم غیب میں بخیل نہ ہونے کا گویا مطلب ہے۔ لیکن علامہ اینڈ پارٹی کی پہلی خیانت تو یہ ہے کہ آیت میں صرف لفظ "غیب" ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہاں لفظ "الغیب" ہے (تکویر ۲۴ / ۸۱) یعنی آنحضرتؐ "اَلْغَيْبِ" کے معاملے میں کنجوس نہیں بلکہ سخی ہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ لفظ غیب کے ساتھ الف اور لام لگانے کے کیا مفید معنی ہو جائیں گے؟ اس کا جواب علامہ کی دوسری خیانت بیان کرنے کے بعد دیں گے۔

علامہ کی دوسری خیانت بھی قرآنی بیانات کے خلاف ہے۔

علامہ کا یہ لکھنا کہ رسولؐ اللہ تمہیں ہر بات بلا کم و کاست بتا دیتے ہیں قرآن کے خلاف ہے سنیئے:

(۱) لوگوں نے "الروح" کی حقیقت جاننا چاہی (بنی اسرائیل ۸۵ / ۱۷) اللہ نے رسولؐ سے یہ کہنے کا حکم دیا کہ روح امر خداوندی سے ہے۔ تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے" مطلب یہ کہ رسولؐ کو بلا کم و کاست بتانے سے روک دیا گیا تھا۔

(۲) اللہ نے ہر اس سوال کی پرسش بند کر دی جس کے جواب سے لوگوں کے پوشیدہ اور شرمناک راز کھلتے ہوں (مائدہ ۱۰۱ / ۵) یعنی رسولؐ اللہ ہر گز اچھی بری تمام باتیں بلا کم و کاست بتانے کے مجاز ہی نہ تھے۔

(۳) بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ اس رسولؐ کا طریقہ تو یہ ہے کہ جن چیزوں کو تم نے کتاب اللہ میں سے چھپا رکھا ہے ان سب کو رسولؐ ظاہر نہیں کرتا بلکہ کثرت سے ایسی باتوں سے درگزر و صرف نظر کر جاتا ہے جو تمہیں رسوا کرتی ہوں (مائدہ ۱۵ / ۵) لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نہ خود ہی ہر بات بتاتے تھے اور نہ سوال کرنے والے کو ہر سوال کا پورا جواب دینے کے مجاز تھے۔ یہاں تک کہ قرآن میں کئی جگہ لفظ "فلاں" استعمال کر کے اصل مجرم کا نام چھپا لیا ہے (فرقان ۲۸ / ۲۵ وغیرہ)

(۴) علامہ نے خود اپنے بیان کو بھی جھٹلایا ہے۔ انہوں نے مانا تھا کہ:

اور اللہ اُن کے ماحول اور تمام عطا شدہ سامان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اُس نے ہر ہر چیز کی تعداد شمار کر رکھی ہے (جسے غیب داں کو محفوظ رکھنا ہو گا)

رِسٰلٰتِ	رَبِّهِمۡ	وَ	اَحَاطَ	بِمَا	لَدَيۡهِمۡ

پیغام پروردگار اپنے کے اور گھیر لیا ہے اس چیز کو جو پاس ان کے ہے

ع ۲ / ۱۲

وَ اَحۡصٰى كُلَّ شَىۡءٍ عَدَدًا ۝۲۸

اور گن لیا ہر چیز کو شمار میں

"اور ہر جگہ گمراہ کرنے والوں کا نام لینے کے بجائے ان کو صیغۂ مجہول کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے، تاکہ ان کے معتقدین ٹھنڈے دل سے اپنے معاملے پر غور کر سکیں اور کسی کو یہ کہہ کر اشتعال دلانے اور ان کا دماغی توازن بگاڑ دینے کا موقع نہ ملے کہ دیکھو یہ تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں پر چوٹیں کی جا رہی ہیں ۔ اس میں حکمت تبلیغ کا ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے ۔ جس سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۲۸۲)

گویا علامہ نے یہ کہہ کر "رسوؐل اللہ ہربات بلا کم و کاست بیان کردیتے تھے" یہ کہا ہے کہ رسوؐل خود اپنی حکمت تبلیغ سے ہر وقت غافل رہتے تھے ۔

ہمارے ترجمہ کی دوسری وجہ خود علامہ کا اپنا ترجمہ بھی ہے ۔

اب ہم اپنے ترجمہ کی دوسری وجہ اور دلیل سامنے لانے کے لئے علامہ مودودی کے ترجمے کو استعمال کرتے ہیں اور ساتھ ہی لفظ "غیب" اور "الغیب" کا فرق اور معنی بھی علامہ ہی کے قلم سے دکھاتے ہیں ۔ اس سلسلے میں آپ کو ایک آیت کو پڑھنا ہو گا۔ جو قرآن میں تین دفعہ دہرائی جاتی رہی ہے اور اس میں ہر دفعہ لفظ يُظۡهِرُ کو استعمال کیا گیا ہے اور علامہ نے ہر دفعہ اس لفظ کا ترجمہ غلبہ یا غالب آنا کیا ہے ۔ سنیئے:

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۝۹ الخ (توبہ ۳۳ / ۹) (الفتح ۲۸ / ۴۸) (صف ۹ / ۶۱)

علامہ کا ترجمہ : "(۱) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین (اَلدِّیۡنِ کے معنی) پر غالب کردے "(۳۳ / ۹)

(۲) "تاکہ اسے پوری جنس دین (الدین کے معنی) پر غالب کردے (فتح ۲۸ / ۴۸)

تیسرا ترجمہ: (۳) "تاکہ اسے پورے کے پورے دین (الف لام کا زور) پر غالب کر دے " (۹ / ۶۱)

(بالترتیب تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ ، جلد ۵صفحہ ۶۲، ۴۷۷)

ان تینوں ترجموں کی رو سے بھی اور لفظ غیب پر الف لام (الغیب) آنے کی وجہ سے بھی ترجمہ میں "جنس غیب کو مکمل یا پوری مقدار میں ماننا ہو گا اور علامہ نے تینوں ترجموں میں لفظ "يُظۡهِرُ" کے معنی غالب ہونا کئے ہیں لہٰذا آیت کا پورا ترجمہ یوں صحیح ہو گا کہ:

وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۝۲۴ (التکویر: ۲۴ / ۸۱)

"وہؐ علم غیب کی پوری جنس کے سلسلے میں بخیل نہیں ہیں۔"

قارئین فیصلہ کریں کہ جس رسوؐل کی یہ شان ہو کہ وہ علم غیب کے تمام پہلوؤں اور پوری جنس میں سخی کہلایا ہو اسی کے لئے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ "اللہ کسی کو بھی اپنے غیب پر غلبہ نہیں دیتا سوائے اس مرتضیٰ رسوؐل کے کہ جو پہلے ہی مکمل علم غیب میں سخی ہے ۔" اللھم صلی علیٰ محمدؐ و آل محمد ۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بیس (۲۰) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ

اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑا آدھی اس کی یا کم کر لے

مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ

اس میں سے تھوڑا سا یا زیادہ کر لے اوپر اس کے اور آہستہ آہستہ یعنی واضح پڑھ

الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ

قرآن آہستہ پڑھنا تحقیق ہم ڈالیں گے اوپر تیرے بات بھاری تحقیق

نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ

اٹھنا رات کا وہ بہت سخت ہے کچلنے نفس کے میں اور بہت سیدھا

قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦

کرنے والا ہے بات کو تحقیق واسطے تیرے بیچ دن کے شغل ہے بڑا

(۱) اے رفاقت میں توازن کے خواہاں رسولؐ (۲) رات کو اٹھا تو کرو مگر اس میں کمی کر دو (۳) پوری رات قیام کرنے کے بجائے اب اسے آدھی رات کر لو یا آدھی رات سے بھی کم کر سکتے ہو۔ (۴) یا آدھی رات سے ذرا زیادہ کر لو اور القرآن کی وہ مخصوص ترتیب و تدوین مکمل کر دو جو ہر مفید و نتیجہ خیز ترتیب کا انتہائی معیار ہو (۵) حقیقت یہ ہے کہ اب ہم عنقریب تمہیں ایک بہت گراں بار و سخت ذمہ داری کی بات سے دوچار کرنے والے ہیں۔ (۶) یقیناً رات کے دوران دی ہوئی تربیت و نشو نما ہی وہ صورت حال ہے جس میں ذہنی ہمواری اور فیصلوں میں شدت و استقامت اپنی انتہا کو پہنچتی ہے۔ (۷) دن کے دوران تو در حقیقت تمہاری ہمہ گیر مصروفیات اس نشو نما اور تربیت کے لئے گنجائش نہیں رکھتی

تشریحات سورۂ مزمل:

ا۔ سورۂ مزمل کے مقاصد پر نمازِ تہجد کا پردہ ڈال کر اور معنی بدل کر قرآن کے قاریوں سے چھپا لیا گیا اور غور و فکر کی راہیں بند کر دی گئیں۔

قریشی حکومتوں کی خانہ ساز تاریخ و روایات کی تائید و تصدیق کے لئے ضروری تھا کہ سورۂ مزمل کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جائے جو باقی قرآن کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ ان کی روایات کا تقاضا تھا کہ سورۂ مزمل کا شانِ نزول نماز تہجد (یعنی رات کو سوتے سے اٹھ کر نماز پڑھنے) کے حکم پر مبنی رکھا جائے۔ حالانکہ ان کی بد قسمتی سے اس سورہ میں آنحضرتؐ کو کسی قسم کی نماز کا حکم دیا ہی نہیں گیا۔ یا یوں عرض کروں کہ اس سورہ میں نماز کو موضوع بنایا ہی نہیں گیا ہے۔ جب سورہ کے تمام اغراض و مقاصد مکمل کر دیئے گئے تو معمول کے مطابق نماز و زکوٰۃ و قرض حسنہ کو یاد دلا کر سورۂ کو ختم کر دیا گیا۔ معمول کے مطابق اس لئے کہا کہ نماز و زکوٰۃ کو قرآن میں یاد دلاتے رہنا اللہ نے لازم رکھا ہے۔ بہر حال شیعہ و سنی مترجمین اور علما نے اس سورۂ میں نمازِ شب کا حکم دیا جانا لکھا اور مانا ہے۔

(i) مودودی اینڈ کمپنی اس سورہ کے نزول سے پہلے آنحضرتؐ کی نمازِ شب کا اور نزولِ قرآن کو برداشت کرنے کی قابلیت کا انکار کرتی ہے۔

اور مودودی نے اس جھوٹ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اوّل: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ان الفاظ کے ساتھ حضورؐ کو مخاطب کرنے اور پھر یہ حکم دینے سے کہ:

وَ اذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾	(۸) اور اس سلسلے میں اپنے پروردگار کا نام ہر وقت سامنے رکھتے ہوئے ہر اس چیز سے تعلق ختم کردو جو تمہیں اللہ کے نظام سے وابستگی میں رکاوٹ معلوم ہوتی ہو۔
اور یاد کر نام پروردگار اپنے کا اور منقطع ہو جاؤ طرف اس کی منقطع ہو جانے کر	
رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ	(۹) اللہ مشرقوں اور مغربوں کا خالق و مالک و ربوبیت کرنے والا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے
پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا نہیں کوئی معبود مگر وہ پس پکڑ اسی کو	

"آپ اٹھیں اور راتوں کو عبادت کے لئے کھڑے رہا کریں" یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت یا تو آپؐ "سو چکے تھے" یا "سونے کے لئے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے۔" اس موقع پر آپؐ کو "اے نبیؐ" یا "اے رسولؐ" کہہ کر خطاب کرنے کے بجائے "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے" کہہ کر پکارنا ایک لطیف اندازِ خطاب ہے جس سے خودبخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ "اب وہ دور گزر گیا جب آپؐ آرام سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔ اب آپؐ پر ایک کارِ عظیم کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے جس کے تقاضے کچھ اور ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۶ حاشیہ ۱) اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

دوم۔ حاشیہ نمبر ۵۔ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ المزمل۔ "مطلب یہ ہے کہ تم کو رات کی نماز کا یہ حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ ایک بھاری کلام ہم تم پر نازل کررہے ہیں" جس کا بار اٹھانے کے لئے تم میں اس کے تحمل کی طاقت پیدا ہونی ضروری ہے، اور یہ طاقت تمہیں اسی طرح حاصل ہوسکتی ہے کہ راتوں کو اپنا آرام چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھو اور آدھی آدھی رات یا کچھ کم وبیش عبادت میں گزارا کرو۔ قرآن کو بھاری کلام اس بنا پر بھی کہا گیا ہے کہ اس کے احکام پر عمل کرنا ...(وغیرہ) ایک ایسا کام ہے جس سے بڑھ کر کسی بھاری کام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس بنا پر بھی اس کو بھاری کلام کہا گیا ہے کہ اس کے نزول کا تحمل بڑا دشوار کام تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۷۔۱۲۸)

سوم۔ "اولاً اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپؐ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں تاکہ آپؐ کے اندر نبوت کے بارِ عظیم کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قوت پیدا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضورؐ کی نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوا ہوگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب کے لئے آپ کی تربیت کی جارہی تھی۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

چہارم۔ "ثانیاً اس میں حکم دیا گیا ہے کہ نماز تہجد میں آدھی آدھی رات یا اس سے کم وبیش قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ یہ ارشاد خودبخود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس وقت قرآن مجید کا کم ازکم اتنا حصہ نازل ہوچکا تھا کہ اس کی طویل قرأت کی جاسکے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

(ii) ان بیانات میں قرآن اور رسولؐ کے خلاف تہمتیں تراش کر اللہ و رسولؐ کی توہین کی گئی ہے۔

ان بیانات میں مندرجہ ذیل تہمتیں لگائی گئی ہیں۔

۱۔ سورۂ مزمل کے نزول سے پہلے آنحضرتؐ رات بھر پاؤں پھیلا کر آرام سے سویا کرتے تھے۔ یعنی رات میں کوئی دینی کام یا عبادت نہ کرتے تھے۔

۲۔ سورۂ مزمل نے آکر آپؐ کو نماز تہجد کا حکم دیا یعنی سورۂ مزمل کے نزول سے قبل نماز تہجد کا وجود نہ تھا۔

۳۔ اللہ نے آپؐ کو ایسی حالت میں نبیؐ بنا کر قرآن نازل کرنا شروع کر دیا تھا جب کہ ابھی آنحضرتؐ یہ کارِ نبوت بجا لانے کے قابل تھے نہ نزول وحی کا وزن برداشت کرسکتے تھے۔ یعنی تربیت یافتہ نہ تھے۔

۴۔ قرآن کو قَوۡلًا ثَقِیۡلًا قرار دیا اور اس کا مستقبل میں اترنا اس ترجمے سے مانا کہ "ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں (۵ / ۷۳)" یعنی جو سورۂ مزمل کے نزول تک نازل نہ ہوا تھا؟

۵۔ اگر قرآن ابھی مستقبل میں نازل ہونا تھا تو سورۂ مزمل اور اس سے پہلے نازل ہو چکنے والی سورتیں قرآن سے خارج ماننا

لہٰذا تم اسی کو اپنے قریش کے مقدمہ میں وکیل بنائے رکھو۔ (۱۰) اور قریش کے اجماعی اقوال اور فیصلوں پر صبر کرو اور تم بھی ان سے ویسی ہی دل لگتی ہجرت اختیار کرلو جیسی کہ انہوں نے قرآن سے ہجرت اختیار کررکھی ہے (۳۰ / ۲۵) (۱۱) اور مجھے اپنے وکیل کی حیثیت سے اور قرآن کے ان جھٹلانے والے

وَكِيْلًا ۝۹ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ

کارساز اور صبر کر اوپر اس چیز کے کہ کہتے ہیں اور

اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ

چھوڑدے ان کو چھوڑ دینا اچھا اور چھوڑدے مجھ کو اور جھٹلانے والوں

ہوں گی یعنی قرآن کے اس پورے حصے کو قرآن سے خارج کرنا ہوگا جس کی طویل قرأت کئے جاسکنے کو بیان چہارم میں مانا گیاہے ۔ اورساتھ ہی ساتھ :

۶۔ سورۂ مزمل کو اور اس کے قبل نازل ہونے والی تمام سورتوں اور آیات کو ناقابل اعتبار بھی ماننا ہوگا ۔ اس لئے کہ (معاذ اللہ) آنحضرتؐ ابھی تربیت یافتہ نہ تھے ۔ اور وحی کے نزول اور منصبِ نبوت کوبرداشت کرنا ان کے قابو سے باہر تھا۔

(iii) مودودی اینڈ کمپنی کے پاس ان کے خود ساختہ افسانوں کے علاوہ کوئی عقلی و قرآنی ثبوت نہیں ہے ۔

علامہ نے یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ بہت کچھ اس اطمینان پر بلا دھڑک لکھ مارا کہ شیعہ سنی مترجمین اور مفسرین نے بھی یہی کچھ لکھا ہے ۔ لہٰذا قرآن کا قاری مجبور ہوکر یہ سب کچھ مانتا چلا جائے گا ۔ چنانچہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے قرآن اور سورۂ مزمل کے متعلق یہی کچھ مانا اور لکھا گیا ہے ۔ مگر ہم ساری دنیا کو دکھاتے چلے آرہے ہیں کہ قرآن کے معاملے میں یہ سب کچھ ابلہ فریبی سے زیادہ کچھ نہیں ہے ۔

(ا) رسوؐل اللہ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی شب و روز عبادت کیا کرتے تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شان میں اللہ نے "اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱" فرما کر (زخرف ۸۱ / ۴۳) اپنی عبادت میں سب سے پہلا عابد اور عبادت کو شروع کرنے والا فرمایا ہے لیکن قریشی پالیسی میں یہ ماننا لازم رہاہے کہ نبوت مل چکنے کے بعد بھی حضوؐر ایک نا اہل شخص تھے جن کو نبوت مل جانے کے بعد بھی تربیت کی ضرورت تھی اور جنھیں سوتے سے جگا کر عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ آپ کا غارِ حرا میں عبادت کرنا قبل اعلانِ نبوت بھی ثابت ہے ۔ مودودی کی زبانی بھی سن لیں:

"پھر آپ تنہائی پسند ہوگئے اور کئی کئی شب و روز غارِ حرامیں رہ کر عبادت کرنے لگے ۔ آپ کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جا کر وہاں چند روز گزارتے، پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے اور وہ مزید چند روز کے لئے سامان آپؐ کو مہیا کر دیتی تھیں ۔ ایک روز جب کہ آپؐ غارِ حرا میں تھے، یکایک آپؐ پر وحی نازل ہوئی"(تفہیم القرآن جلد۶ صفحہ ۳۹۲) معلوم ہوا کہ علامہ نے سراسر جھوٹی تہمت لگائی تھی جو ذات پاک لاکھوں سال عالم نوری سے لے کر عالم مادی تک عبادت میں مصروف رہی ہو اور جس نے تمام مخلوق کو عبادتِ خداوندی کی تعلیم دی ہو اسے ساری رات پاؤں پھیلا کر آرام سے سونے والا کہنا ایک ایسا جھوٹ ہے جو تنہا جہنمی بناتا ہے ۔

۲۔ نمازِ تہجد کا حکم سورۂ مزمل میں نہیں بلکہ سورۂ بنی اسرائیل میں دیا گیا ہے۔ (سنہ ۱۲ نبوت)

سورۂ مزمل میں مذکورشب بیداری اور نماز تہجد ایک دوسری سے وابستہ مگر دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ شب بیداری نبوت کے اعلان سے بھی قبل جاری ہوئی تھی ۔ اور اسی شب بیداری کے دوران جہاں اور فرائض اداکئے گئے وہاں(۱۲) بارہ سال بعد نماز تہجد کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا تھا۔ اللہ نے بڑے واضح الفاظ میں نمازِ تہجد کا حکم دیا اور اس کا مقصد بھی یوں بتایا ہے کہ:

(الف) نمازِ تہجد کا حکم مقام محمود سلطانؐ و ناصر عطا کئے جانے کے لئے دیا گیا تھا۔

لَّكَ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹ وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ

"اور اسی قرآنی شب بیداری کے ذریعہ سے اپنے لئے بطورتحفہ طلبی نمازِ تہجد بجا لاؤ اس لئے کہ اس طرح تیرے پروردگار کی جانب سے یہ امیدہے کہ وہ تمہیں مقام ستائش میں قیام

سرمایہ داروں کو انتشار کی حالت میں نمٹنے کے لئے آزاد کر کے ان کو تھوڑی سی اور مہلت دے دو اور دیکھو کہ (۱۲) یقیناً ہمارے یہاں ان کے لئے بیڑیاں اور آگ کے گڑھے موجود ہیں (۱۳) اور ایسا کھانا تیار ہے جو کہ حلق میں پھنس پھنس جائے گا اور پھر درد انگیز عذاب

أُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿۱۱﴾ إِنَّ لَدَيْنَآ

صاحبوں آرام کے کو اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی تحقیق نزدیک ہمارے

أَنكَالًا وَّ جَحِيمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا

بیڑیاں ہیں اور آگ ہے اور کھانا ہے گلے میں اٹکنے والا اور عذاب

عطا کرے گا اور یہ دعا کرو کہ اے میرے پروردگار تو مجھے داخلہ بھی صدق کی بنیاد پر دینا اور میرے خروج کو بھی سچائی کی بنیاد بنانا اور تو اپنی جناب سے مجھے مستقل نصرت کرنے والا سلطانؑ مرحمت فرمانا۔" لہٰذا قرآن سے ثابت ہوا اور

وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴿۸۰﴾ (الإسراء: بنی اسرائیل ۸۰۔۷۹ / ۱۷)

علامہ مودودی کی تصدیق موجود ہے کہ نمازِ تہجد سورۂ بنی اسرائیل (۷۹ / ۱۷) میں واجب ہوئی اور یہ سورۂ ہجرت سے ایک سال قبل یعنی نبوت کے بارہویں سال نازل ہوئی تھی (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۸۶)۔ لہٰذا ماننا ہوگا کہ سورۂ مزمل میں نہ کسی قسم کی نماز کا ذکر ہے نہ قرآن پڑھنے کی بات ہے۔

۳۔ علامہ کی تیسری تہمت میں اللہ و رسولؐ دونوں کو ان کے مقام سے گرا دیا گیا ہے۔

قریشی علما آنحضرتؐ کو شروع سے آخر تک نبوت و رسالت کے لئے موزوں نہ سمجھتے تھے۔ انہیں ایک عام ممکن الخطا آدمی کہتے تھے اپنے مقابلہ میں انہیں پاگل قرار دیتے تھے۔ ان کی تفہیم میں غلطیاں اور اپنے لیڈروں کی رائے کو وحی کا ہم پلہ قرار دیتے تھے یعنی وحی ان کی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھی اور اکثر رسولؐ اللہ کے فیصلوں کی مذمت ہوتی تھی (تفہیم ہر جلد) لیکن اگر ہم علامہ اینڈ کمپنی سے وہ آیت طلب کریں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ "ہم نے محمدؐ کو تربیت دیئے بغیر ہی پہلے نبوت دے دی اور انؐ پر قرآن نازل کرنا شروع کر دیا تھا اور جب اتنا قرآن نازل کر چکے کہ آدھی رات سے زیادہ دیر تک پڑھا جا سکے تو محمدؐ کی تربیت کے لئے سورۂ مزمل میں رات کی عبادت لازم کر دی تاکہ وہ قرآن وصول کرنے کی قوت بھی حاصل کر لے" یہ مضمون یا مفہوم شیاطین کے دماغوں اور ان کی تصنیفات کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتا۔ قرآن کریم اس قسم کی بکواس سے اس لئے بلند و بالا ہے کہ ایسا تصور خود اللہ کی ناتجربہ کاری ناعاقبت اندیشی اور لاعلمی کا ثبوت ہوتا۔ قرآن سے یہ تو ہر نبیؑ کے لئے ثابت ہے کہ اللہ نے اسے اس کے منصب کے لئے تیار کر کے مبعوث کیا لیکن اس کے خلاف کا وہم بھی قرآن سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ کسی نبیؑ کا نا اہل ہونا، خطاکار ہونا لاعلم ہونا، اللہ کی اپنی شان و مصلحت کے خلاف ہے۔

قرآن کو قَوْلًا ثَقِيلًا قرار دینا نہ صرف نازل شدہ قرآن کے ایک حصے کو باطل کرنا ٹھہرتا ہے بلکہ قرآن کی مخالفت بھی ہے۔

سورۂ مزمل تو یہ بتاتی ہے کہ وہ قول جس کو "ثَقِيلًا" فرمایا گیا ہے۔ مستقبل میں پیش آئے گا (۵ / ۷۳) لفظ سَنُلْقِي" کے معنی "مستقبل میں نازل کرنا" نہیں ہیں۔ بلکہ مستقبل میں "ملاقات کرانا" رو در رو آمنے سامنے ہونا "دو چار ہونا" اس کے معنی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی نبیؑ کے لئے سب سے گراں بار یا بھاری قول وہ ہو سکتا ہے جو اس کی نبوت و رسالت کو خطرے میں ڈال دے۔ مثلاً یہ قول کہ "وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴿۶۷﴾" (المائدۃ ۶۷ / ۵) "اور اگر تم نے بالفعل نہ کیا تو تم نے اللہ کی رسالت پہنچائی ہی نہیں" یعنی جس کے نہ کرنے پر نبوت و رسالت ہی بے نتیجہ اور بے مقصد ٹھہر جائے۔ اور جب تک اللہ یہ اعلان نہ کر دے "وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۶۷﴾ (مائدہ ۶۷ / ۵) "اور اللہ تجھے مخالف لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً حق کے چھپانے والوں کی راہنمائی اللہ نہیں کیا کرتا ہے۔" تو اس قول کو منہ سے نکالنا ممکن نہ ہو۔ یہ تھا وہ سخت خطرناک و ثقیل قول جس کو رسولؐ برابر ٹالتے رہے (۶۷ / ۵) اور اس وقت تک اس قول کی تعمیل نہ کی جب تک رسالت کے ضبط و ضائع ہو جانے کی دھمکی اور تحفظ کا وعدہ نازل نہ ہو گیا (مائدہ ۶۷ / ۵)

گھیر لے گا(۱۴) یہ قریش کو اس روز پیش آئے گا جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑوں کی وہ حالت ہو جائے گی جیسے بکھر جانے والے ریت کے ٹیلے ہوتے ہیں۔ (۱۵) اے اہل مکہ و قریش یقیناً ہم نے تمہارے پاس اسی طرح سے رسوؐل اور تم پر گواہی دینے والا شاہد

اَلِيْمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ

درد دینے والا اس دن کہ کانپے گی زمین اور پہاڑ اور ہو جاویں گے پہاڑ

كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿١٤﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا

ٹیلے بھر بھرے تحقیق ہم نے بھیجا ہے طرف تمہاری پیغمبرؐ گواہی دینے والا

۴۔ سورۂ مزمل کے مخصوص الفاظ کا قریشی ترجمہ ناقابل اعتبار ہونے کا صرف ایک ثبوت کافی ہے۔

مودودی قسم کے علما کے عائد کردہ اتہامات کا یہ مختصر جواب دیکھ لینے کے بعد اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ تمام مترجمین نے مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی بدل کر وہ تصورات پیدا کئے تھے جن کو رد کرنے کے لئے ہم نے اپنی تین تشریحات پیش کی ہیں۔

(۴۔ الف) جن الفاظ کے معنی بدلے گئے۔ ۱۔ اَلْمُزَّمِّلُ ۔۲۔ وَرَتِّلِ ۔۳۔ تَرْتِيْلًا ۔۴۔ نَاشِئَةَ ۔۵۔ وَطْاً وغیرہ۔ ان پانچوں الفاظ کے معنی پر الگ الگ بحث و تفصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم یہ دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے کہ قریش کے وظیفہ خوار علما اور ان کے ہم عقیدہ مترجم ومفسر قرآن کے ان تمام الفاظ کے معنی بدلتے رہتے ہیں جہاں ان کے مذہب پر آنچ آتی تھی۔ مثلاً مودودی صاحب نے الفاظ وَرَتِّلِ اور تَرْتِيْلًا کے معنی ”ایک مخصوص ترتیب“ کئے تھے۔ آیت ملاحظہ فرمائیں اور علامہ کا ترجمہ دیکھیں:

(۴۔ ب) جہاں خطرہ نہ تھا وہاں صحیح معنی کرنے کی مثال:

”وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ (فرقان ۳۲ / ۲۵)

منکرین کہتے ہیں” اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟۔“ ہاں، ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لئے) ہم نے اس (قرآن۔احسن) کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۴۸)

(۴۔ ج) جب سورۂ مزمل میں اس خاص ترتیب کے لئے راتوں کی بیداری کا ذکر ہوا تو ترجمہ بدل دیا گیا۔

قارئین نوٹ کریں کہ جب سورۂ مزمل میں وہی الفاظ آئے تو مودودی نے اس کی فکر نہیں کی کہ اگر کسی نے میرا پہلا ترجمہ یاد رکھا تو وہ مجھے کیا کہے گا؟ وہ مجبور ہوئے کہ قریش کی خانہ ساز تاریخ و روایات کی تائید میں اپنے ترجمہ کے خلاف معنی و مفہوم لکھیں۔ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ (المزمل: ۴ / ۷۳)

علامہ کا غلط ترجمہ: ”یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)

اگر علامہ صحیح ترجمہ کرتے تو یوں ہوتا: ”اور قرآن کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دے دو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۴۸)

(۴۔ د) قریشی علما کی بددیانتی ثابت ہوگئی تو سورہ فرقان (۳۲ / ۲۵) سے سورۂ مزمل کا ربط اور خاص ترتیب کا مقصد بھی دیکھ لیں

قارئین پہلے یہ سوچیں کہ تفہیم القرآن لکھتے ہوئے علامہ کے سامنے پہلے سورۂ فرقان آئی تھی اور اس کا ترجمہ و تشریحات انہوں نے تیسری جلد میں مکمل کی تھیں اور وہاں آیت (۳۲ / ۲۵) کا ترجمہ صحیح کیا تھا جو آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد مودودی صاحب نے پارہ نمبر ۱۹ سے نمبر ۲۹ تک اور سورہ نمبر ۲۶ سے لے کر نمبر ۷۲ تک ترجمہ کیا اور چھٹی جلد شروع ہوگئی یہاں ۷۳ ویں نمبر پر سورۂ مزمل آئی تو ساتھ ہی علامہ کو یاد آیا کہ ان کے اوّلین بزرگوں نے سورۂ مزمل کی تلخ حقیقت کو چھپانے کے لئے رسوؐل کو بھی چادر اُڑھا کر نماز میں لگا دیا تھا لہٰذا اگر وہ یہاں صحیح ترجمہ کر دیں تو ایک نہایت خطرناک سازش منکشف ہو جائے گی اس لئے غریب و مقلد علامہ نے رسوؐل اللہ کو ”خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنے“ کا حکم نافذ کر دیا۔ انہیں یہ وہم تک

بھیجا ہے جیسے کہ فرعون کی طرف رسوؑل بھیجا تھا (۱۶) چنانچہ فرعون نے اس رسوؑل موسیٰؑ کی نافرمانی کا گناہ کیا تھا تو ہم نے اسے رسوؑل کی نافرمانی پر ماخوذ کیا اور بڑا ہی وبال انگیز مواخذہ کیا تھا۔(۱۷) قریش سے دریافت کرو کہ اگر تم بھی فرعون کی طرح حقائق کو چھپاتے چلے جاؤ گے تو تم

عَلَيۡكُمۡ كَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ؕ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى

اوپر تمہارے جیسے بھیجا تھا ہم نے طرف فرعون کے پیغمبرؑ پس نہ کہا مانا

فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيۡفَ

فرعون نے پیغمبرؑ کا پس پکڑا ہم نے اس کو پکڑنا بھاری پس کیوں کر

نہ ہوا تھا کہ کوئی شخص ان کے منفی و مثبت دونوں سروں کو ملا کر قریشی سازش و مودودی بد دیانتی کو روشنی میں لے آئے گا۔

(i) سورۂ فرقان ایک یارغار کے بیان اور قریش و قرآن پر روشنی ڈالتی ہے۔ آپ سورۂ فرقان کی آنے والی آیات کی عربی بھی پڑھیں اور ہمارا ترجمہ بھی دیکھیں اور ہمارے ترجمہ کے توضیحاتی الفاظ کو عربی کے اہم الفاظ میں تلاش کرتے ہوئے اگلی آیت (۳۲ تا ۲۷ / ۲۵) پڑھتے چلیں :

وَيَوۡمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيۡهِ يَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي ٱتَّخَذۡتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلٗا ﴿۲۷﴾ (الفرقان: ۲۷ / ۲۵)
يَٰوَيۡلَتَىٰ لَيۡتَنِي لَمۡ أَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيلٗا ﴿۲۸﴾ لَّقَدۡ أَضَلَّنِي عَنِ ٱلذِّكۡرِ بَعۡدَ إِذۡ جَآءَنِيۗ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَٰنُ لِلۡإِنسَٰنِ خَذُولٗا ﴿۲۹﴾ (الفرقان: ۲۹ تا ۲۸ / ۲۵)
وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوۡمِي ٱتَّخَذُواْ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ مَهۡجُورٗا ﴿۳۰﴾ (الفرقان: ۳۰ / ۲۵)
وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا مِّنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيٗا وَنَصِيرٗا ﴿۳۱﴾ (الفرقان: ۳۱ / ۲۵)
وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ ٱلۡقُرۡءَانُ جُمۡلَةٗ وَٰحِدَةٗۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَۖ وَرَتَّلۡنَٰهُ تَرۡتِيلٗا ﴿۳۲﴾ (الفرقان: ۳۲ / ۲۵)

"اور اس روز ایک معروف ومشہور مجسمۂ ظلم صحابیٔ رسوؑل اپنا ہاتھ چبا چبا کر یہ بیان دے گا کہ "اے کاش میں نے محمدؐ رسوؑل اللہ کے دین والا راستہ اختیار کیا ہوتا اور ان کی مخالفت سے باز رہا ہوتا" "ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں لیڈر کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا حقیقت یہ ہے کہ اسی میرے یار نے مجھے رسوؑل اللہ کے خلاف بیعت لینے کے لئے ایسی صورت میں بھی گمراہ کر دیا جب کہ مجھے ایسی حکومت کے لئے منع کر دیا گیا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ شیطان دوست اپنے انسانی دوستوں کو بے سہارا چھوڑ دیا کرتا ہے"
"اور محمدؐ رسوؑل اللہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے قومی راہنمائی جاری رکھنے کے لئے قرآن سے ہجرت اختیار کر لی ہے"
"اور اسی طرح سے ہم نے جرائم پیشہ لوگوں میں سے ہر نبیؑ کے دشمن برابر قائم رکھے ہیں اور تمہارے قرآنی مشن کے لئے تمہارا پروردگار نصرت اور ہدایت کے لئے کافی ہے کہ قرآن صحیح صحیح لوگوں تک پہنچے"
"قریش کے حق پوش گروہ نے چاہا اور کہا تھا کہ محمدؐ پر سارا کا سارا قرآن ایک دم کیوں نہیں اتار دیا گیا یہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہمیں کیوں سنایا جاتا ہے ؟
ان کے اعتراض کو قبول کر لیا گیا تھا اس لئے کہ آپؐ کا ذہنی خلجان بھی ثابت ہوتا جائے اور ان کا قرآن کو مہجور کرنا بھی بے اثر ہو جائے اور اسی لئے ہم نے تمہارے ہاتھوں قرآن کی وہ خاص ترتیب اور جز بندی کی تھی جو سورۂ مزمل میں مذکور ہے"

(۴-ہ) سورۂ مزمل اور سورۂ فرقان قریشی سازش کو اور اس کے مقابلہ پر اللہ کے انتظام کو واضح کرتی ہیں۔

سورۂ فرقان نے قریش اور دو قریشی لیڈروں کی سازش کو سامنے رکھا ہے عہد رسوؑل میں قریش کے دو راہنما لیڈر اپنے آپس کے یارانہ اور دوستی کے حقوق کو رسوؑل کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور قریش کے اس اجماعی فیصلے کو پروان چڑھاتے ہیں کہ رسوؑل کے بعد رسوؑل کی منشاء کے خلاف حکومت کو خاندانِ رسالت میں ،یعنی علیؑ کے ہاتھوں میں نہ جانے دیں گے۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) چنانچہ قریش نے اپنی قومی حکومت قائم کی اور علیؑ اور اولادِ علیؑ کو حکومت سے ، وراثتِ رسوؑل سے، اور تمام انسانی حقوق ہی سے محروم نہیں رکھا بلکہ قومی پروپیگنڈے اور دولت و تلوار کی قوت سے انہیں اُمت میں ملعون بھی قرار دلا کر پوری مملکت کی مساجد اور منبروں سے ان پر لعنت جاری کی اور پورے خانوادۂ رسوؑل کا قتل عام کرایا۔

اس روز کس طرح پرہیز گار شمار ہوسکو گے جس سے بچے خوف سے بوڑھے ہوجائیں گے (۱۸) اور جس دن کے دباؤ سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا اور اللہ کا وعدہ تو گویا پورا ہوا رکھا ہے ۔ (۱۹) یقیناً یہ تمام بیانات (۱۸ تا ۱ / ۷۳) ایک ایسا

تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾

بچوگے تم اگر کفر کروگے تم اس دن کہ کر دیوے گا لڑکوں کو بوڑھے

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

آسمان پھٹ جانے والا ہے ساتھ اس کے ہے گا وعدہ اس کا کیا گیا تحقیق یہ

اور یہ سب کچھ کرنے کی اسکیم عہد رسولؐ ہی میں بنائی (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اور قرآن کو مہجور کرنے (۳۰ / ۲۵) اور جھٹلانے (انعام ۶۶ / ۶) کی مہم شروع کی تھی ۔ قیامت میں باز پرس کے دوران ان دونوں یاروں میں سے ایک یار نے اپنے ان ہاتھوں کو چبا کر بیان دیا ہے جن سے وفاداریٔ حکومت کی بیعت لی تھی اور بتایا ہے کہ رسولؐ نے اسے ایسا کرنے سے منع بھی کیا تھا مگر اسے اپنے اوپر غالب رہنے والے شیطان یار نے مجبور کیا تھا کہ وہ رسولؐ کی قائم کردہ راہِ ہدایت یعنی حکومت الٰہیہ علویؑہ کے خلاف قریش کی قومی حکومت کی سربراہی اختیار کرے ۔ چنانچہ اس نے اپنے یار کے کہنے سے یہ گمراہی اختیار کی تھی ۔ اور جب آنحضرتؐ نے قریش کی اس سازش کی شکایت کی کہ قریش اپنی قومی حکومت اور ادارۂ اجتہاد قائم کرنے کے لئے قرآن سے ہجرت کر گئے ہیں تو اللہ نے بتایا کہ ان کی ہجرت سے قرآن کا کچھ نہ بگڑے گا اس کا علاج اس مخصوص ترتیب اور جز بندی سے کر دیا گیا ہے جس کے لئے تمہیں راتوں کو کم جاگنے اور قرآن کی ترتیب و تدوین کے لئے سورۂ مزمل کے احکام میں بھی تعینات رکھا گیا تھا۔ اور تیری حقیقی خلافت دنیا پر واضح کرنے کا اسی ترتیب وجزبندی میں انتظام کر دیا گیا ہے ۔ یہ اس طرح کہ تلاوتِ قرآن کا یہ انداز انہیں عنوانات و موضوعات کا قبل ازوقت پتہ نہ چلنے دے گا ۔ لہٰذا وہ قرآن کے الفاظ میں رد وبدل سے محروم رہیں گے اور قرآن ساتھ کے ساتھ لوگوں کے حافظوں میں محفوظ اور تحریف سے بلند ہوتا چلا جائے گا ۔ اور انہیں قرآن کو اس کے حقیقی متن کے ساتھ شائع کرنا پڑے گا ۔ اور یوں ان کی معنوی ردوبدل بے کار ہوکر رہ جائے گی " چنانچہ آج ہم قرآن کے متن ہی کی وجہ سے قریش کی سازشوں اور پالیسیوں کو سمجھے اور اس کے حقیقی و مربوط مفاہیم و مقاصد کو پیش کرنے کی توفیق پا سکے ہیں ۔ اور قرآن کے قاریوں کو اس توفیق سے محروم کرنے اور قریش کی سازش پر پردہ ڈالنے ہی کے لئے مودودی اینڈ کمپنی يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ المزمل: کے معنی "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے" کرتی رہی ہے تاکہ نہ تو لوگوں کو تزمیل رفاقت نبوت و امامت کا پتہ چلے اور نہ اس شب بیداری اور نبوت کے رفیقؑ کی تربیت و نشونما کا علم ہوسکے اور نہ ہی قرآن کی عملی ترتیب اور لوحِ محفوظ والی ترتیب کا فرق معلوم ہوسکے ۔

۵۔ آیات (۱۰ تا ۱ / ۷۳) کا مفہوم قرآن اور صاحبانِ قرآن کے تحفظ کا ذمہ دار ہے ۔

اس سورہ میں حضورؐ کو اسی صفت یا لقب سے یاد کیا گیا ہے جس میں آپ مصروف تھے یعنی آپؐ ولایت اور ولیؑ کو نبوت اور نبیؐ سے ہم آہنگ اور ردیف رکھنے کا وہ کام بڑے انہماک سے کررہے تھے جس کے لئے اللہ نے یہ حکم دیا تھا کہ :

"یقیناً ہم ہی نے آپؐ کے اوپر قرآن کو اس کی بہترین صورت میں نازل کیا ہے تم تو اپنے پروردگار کے احکام پر صبر کے ساتھ عمل درآمد جاری رکھو اور ان میں کے سب سے نمایاں گناہ اور جرم پر رغبت دلانے والے اور حقائق پر پردہ ڈالنے والے لیڈر کی اطاعت نہ کرو ۔ اور اسے ناکام کرنے کے لئے علی الصباح اور شام اپنے پروردگار کے خاص نام کا تذکرہ جاری رکھو اور رات کو اس نام کی مطلق اطاعت (سجدہ) کا انتظام کرو اور پھر رات کی طویل ترین لمبائی بھر اس کی ہمہ گیری کا بندوبست کرتے رہو۔"

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾
سورۂ دھر ۲۶ تا ۲۳ / ۷۶)

(۵ ۔ الف) رات رات بھر شب بیداری کے دوران نمازِ تہجد واجب ہوئی ۔

اس حکم پر پوری پوری رات عمل کرتے ہوئے جب کافی عرصہ گزر

تذکرہ ہیں جن سے جو چاہے اللہ کی حقیقی منشاء معلوم کرسکتا ہے ۔ (۲۰) اے نبیؐ تم ہماری اجازت کے مطابق کبھی دو تہائی رات اور کبھی دو تہائی رات کا آدھا حصہ اور کبھی دو تہائی رات کا تیسرا حصہ ترتیبِ قرآن (۳ / ۷۳) اور تربیتِ سلطانؐ (۶ / ۷۳) پر قائم رہ کر صرف کرتے آ رہے ہو اور تمہارے ساتھ ساتھ دن رات کے رہنے والے مومنینؓ میں سے بھی ایک جماعت	تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے پکڑ لیوے طرف پروردگار اپنے کے راہ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ تحقیق پروردگار تیرا جانتا ہے یہ کہ تو کھڑا رہتا ہے نزدیک دو تہائی رات کے وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اور آدھی اس کی کے اور تہائی اس کی کے اور ایک جماعت ان لوگوں میں سے

گیا تو بارہ سال بعد نماز تہجد بھی اس شب بیداری میں شامل کردی گئی ۔ اور مقامِ محمود اور ایک نصرت کرنے والے سلطانؐ کے عطا کئے جانے کی دعا شامل ہوگئی اور جب مقام محمود عطا کرنے اور سلطانؐ کے سپرد کرنے کا وقت آ گیا تو سورۂ مزمل میں یہ رعایت دی گئی کہ شب بیداری کو اپنے اختیار اور حالات کے مطابق کم سے کم کرلیا جائے لہٰذا فرمایا گیا کہ :
۱۔ اے نبوت و امامت کی رفاقت میں توازن کے خواہاں رسولؐ تم ۲۔ رات کو اٹھتے تو رہو مگر اس میں کمی کردو ۔ ساری رات مصروف رہنے کی جگہ ۳۔ اب اسے آدھی رات یا آدھی رات سے بھی کم کر سکتے ہو ۔ چونکہ ۴۔ تمہیں القرآن کو مخصوص ترتیب دے کر مکمل کرنا ہے لہٰذا اگر ضرورت پڑے تو تم شب بیداری میں اضافہ کرسکتے ہو۔ یہ بات سمجھ لو کہ ۵۔ ہم مستقبل قریب میں تم پر ایک بہت گراں گزرنے والی بات کی ذمہ داری پیش کرنے والے ہیں ۔اور یہ نوٹ کر لو کہ ۶۔ رات کے دوران موعودہ سلطانؐ کی تربیت اور نشو نما ذہنی ہمواری اور فیصلوں میں استقامت کے لئے سخت ضروری ہے۔ جو کہ ۷۔ دن کی طویل مصروفیات میں ممکن نہیں ہوسکتی ۔ چنانچہ اس سلسلے میں ۸۔ اپنے رب کے مخصوص نام کا پرچار برابر دن میں جاری رکھو اور غیر ضروری تمام چیزوں سے لاتعلق ہوجانے کا انتظام کرتے رہو ۔ ۹۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ مشرقوں اور مغربوں کا ربوبیت کرنے والا اللہ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تم اسی کو اپنی طرف سے قریش کے مقابلے میں وکیل بنائے رکھو اور ہرگز ۱۰۔ قریش کی اور ان کے فیصلوں اور اقوال کی پرواہ نہ کرو ۔ صبر کے ساتھ اپنا عمل درآمد جاری رکھو اور تم بھی ان کی طرف سے اسی قسم کی خوبصورت ہجرت اختیار کرلو جیسی انہوں نے قرآن سے ہجرت کرر کھی ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور ۱۱۔ ان سے نمٹنے کے لئے مجھے اور ان تکذیب قرآن کرنے والوں (انعام ۶۶ / ۶) کو مہلت دے کر آزاد چھوڑ دو اور دیکھو کہ ۱۲۔ہم نے ان کے لئے بیڑیاں ، آگ کے گڑھے اور دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے ۔ وغیرہ وغیرہ یوں قریش کے مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ جو آیات (۱۸ تا ۱ / ۷۳) میں یہاں تک بیان ہوا ہے ایک ایسا تذکرہ ہے (۱۹ / ۷۳) جس سے ہر اس شخص کو اللہ کی حقیقی راہ معلوم ہوسکتی ہے جو حقیقی راہ جاننا چاہے ۔ یعنی یہ تذکرہ ان تمام رکاوٹوں کو دور کرتا ہے جو حق طلبی و دین فہمی میں ڈالی گئی ہیں اور اس سے نماز تہجد وغیرہ کی بکواس کے سارے پردے ہٹ جاتے ہیں اور قریش کی وہ سازش سامنے آجاتی ہے جو قرآن کے ساتھ کی گئی تھی ۔ اور جو اب تک مودودی اینڈ کمپنی کی طرف سے جاری ہے ۔

(۵ ۔ ب) قریشی لیڈروں کے مکرو فریب کے جواب میں قرآن کی پالیسی ۔

علامہ مودودی نے مانا ہے کہ قرآن ان پہلوؤں کو کھول کر سامنے لانے سے احتراز کرتا ہے جو مخالف محاذ کے لئے اشتعال یا حربہ کا کام دیں اور اس طریقے کو "حکمت تبلیغ کا ایک اہم نکتہ" قرار دیا ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔ صفحہ ۲۸۲)
لہٰذا قارئین نوٹ فرمائیں کہ قرآن میں جہاں جہاں یہ آیت آتی ہے کہ:
"یقیناً یہ ایک ایسا تذکرہ ہے جس سے اگر کوئی چاہے اپنے رب کی راہ جان سکتا ہے"
وہاں ہر جگہ صاحبانِ قرآن علیہم السلام کے متعلق یا قریشی سازش کی تفصیل کے

> اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ (۱۹ / ۷۳، ۵۴ / ۷۴ مدثر ، ۲۹ / ۷۶ دھر وغیرہ)

مَعَكَ ۚ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ۚ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ	تمہارے ساتھ مصروف رہی ہے۔ اور اللہ ہی دنوں
کہ ساتھ تیرے ہیں اور اللہ اندازہ کرتا ہے رات کو اور دن کو جانا یہ کہ ہر گز	اور راتوں کے مقدّرات طے کرتا ہے۔ اور یہ معلوم
تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ	ہے کہ تم اور تمہارے ہمہ وقت کے ساتھی مقدّرات پر حاوی نہیں آسکتے چنانچہ اللہ نے تمہاری سہولتوں
نہ نباہ سکو گے تم اس کو پس پھر آیا اوپر تمہارے پس پڑھو جو میسر ہو قرآن سے	کی طرف توجہ کی ہے لہٰذا تمہیں اب یہ رعایت دی جاتی ہے کہ القرآن میں سے جس قدر سہولت سے
عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ	قرأت کر سکو کر لیا کرو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں
جانا یہ کہ البتہ ہوں گے تم میں سے بیمار اور اور لوگ ہوں گے کہ چلیں گے	سے بیمار ہو جانے والے بھی ہیں جو یہ موجودہ ذمہ داری

متعلق آیات گزر چکنا بتایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اور اسی اصول پر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمایا جاتا ہے کہ: وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ ﴿۸﴾ الخ (مزمل ۸ / ۷۳ ، دھر ۲۵ / ۷۶) "اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہ۔" سوال یہ ہے کہ پروردگار کے کون سے نام کا ذکر کیا جائے ؟ اور بہترین جواب یہ ہے کہ "اس نام کا ذکر کیا جائے جو اس آیت سے پہلے آنے والی آیات میں پوشیدہ رکھے گئے نام سے ملتا ہوا اور آیات میں مذکور مقاصد سے تعلق رکھتا ہو۔" اور وہ نام "علیؑ" ہوتا ہے۔ جس کو سننا تک قریش کو گوارا نہ تھا۔ اور جسے منہ سے کہنا بھی گوارا نہ تھا۔ اور نام لینے کے بجائے۔ "رَجُلٌ" کہا جاتا تھا اور قریش کا بچہ بچہ، مرد و عورت جانتے تھے کہ وہاں رَجُلٌ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا گیا ہے۔ اور قریش کی اسی عداوت کی بنا پر حضورؐ نے بھی جنگ خیبر میں یہ اعلان کرتے ہوئے "رَجُلًا كَرَّارًا غَيۡرَ فَرَّارٍ" ہی فرمایا تھا "کل میں ایک ایسے مرد کو علم دوں گا جو جم کر جنگ کرنے والا اور جنگ سے فرار کر جانے والوں کے علاوہ ہوگا۔" یہی وہ نام ہے جس کو اللہ نے جگہ جگہ اپنی صفت کی آڑ میں رکھا ہے مثلاً فرمایا کہ:

(۱) حٰمٓ (۲) ہم بیان کرنے والی مجسم و مکمل کتابؑ کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ (۳) ہم نے اُسی کو عربی زبان میں قرآن بنا دیا ہے تاکہ تم اپنی عقل سے اپنی مادری زبان میں اس کے احکام کو سمجھ سکو (۴) اور یقیناً وہ عربی قرآن دراصل کتابوں کی بنیاد یعنی لوح محفوظ میں ہمارے یہاں ضرور بالضرور صاحب حکمت علیؑ ہے۔ (۵) کیا ہم تمہاری حدود شکن قوم کی وجہ سے اور اس کی بد عنوانیوں کے خیال سے اَلذِّكۡرَؑ کی بات بھی اٹھا رکھیں ؟

> حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ ﴿۵﴾ (زخرف ۵ تا ۱ / ۴۳)

۶۔ الفاظ کے معنی بدلنے کی ایک شرمناک اور عام فہم مثال: قارئین کو یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے کہ علامہ رفیع الدین مرحوم کو ہم نے دشمنانِ آل محمدؐ میں شمار نہیں کیا اور باوجود اس کے کہ ان کے ترجمہ میں بھی اکثر حقیقی معنی نہیں ہوتے پھر بھی ہم نے ان کو اپنی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں جہاں الفاظ کے غلط معنی اختیار کرتے ہیں وہاں عموماً ان کی سادگی اور اردو زبان کی بے چارگی سے ایسا ہوتا ہے مثلاً انہوں نے لفظ ثَقِيۡلًا کے معنی بھی بھاری (۵ / ۵۳) کئے ہیں اور لفظ وَبِيۡلًا کے معنی بھی بھاری (۱۶ / ۷۳) ہی کر دیئے ہیں کہنا یہ ہے کہ ہمارے علامہ رفیع الدین کو نشانہ نہ بنانے کے یہ معنی نہیں کہ ان کے معنی ہر جگہ صحیح ہوتے ہیں۔ ہم نے علامہ مودودی کو اپنی تنقیدات میں ہر وقت اور ہر معاملے میں سامنے رکھا ہے اس لئے کہ وہ نہ صرف دینیات اور قرآن کے معاملے میں سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں بلکہ وہ اردو زبان کے بھی ماسٹر کہلاتے ہیں۔ اور ہم نے ان کی تصنیفات کا عموماً اور ان کی تفہیم القرآن کا خصوصاً تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مودودی اس دور کا سب سے بڑا اور خطرناک اور کامیاب دشمن محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام ہے اور اس دشمنی کے لئے انہوں نے بد دیانتی چالاکی مکر و فریب کو ان کی پوری وسعتوں تک استعمال کیا ہے اور قلم سے وہ کچھ کہا ہے جو خلفائے بنی امیہ و بنی عباس تلوار سے نہ کر سکے۔ اس لئے اس ملعون کو ہم اپنی نظر سے اوجھل نہیں ہونے

فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ

بیچ زمین کے چاہتے ہوں گے فضل خدا کے سے اور اور لوگ ہوں گے کہ لڑتے

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۫ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنۡہُ ۙ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ

ہوں گے بیچ راہ خدا کے پس پڑھو جو آسان ہو اس میں سے اور قائم رکھو نماز کو

وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا

اور دو زکوٰۃ کو اور قرض دو اللہ کو قرض اچھا اور جو کچھ آگے بھیجو گے تم

لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُوَ خَیۡرًا وَّ

واسطے جانوں اپنی کے بھلائی سے پاؤ گے تم اس کو نزدیک اللہ کے وہ بہتر اور

اَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَ اسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲ / ۱۴

بڑا ہے ثواب میں بخشش مانگو اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ادا نہ کر سکیں گے ۔ پھر وہ بھی ہیں جو اللہ کے فضل کی تلاش میں روئے زمین پر پھیلنے والے ہیں وہ تمہارے پاس نہ رہ سکیں گے ۔ پھر وہ بھی ہیں جنہیں جنگ کرنا اور اللہ کی راہ کو کھولنا ہوگا لہٰذا اب یہی ٹھیک ہے کہ مذکورہ مصروفیت کو کم کر کے جتنی ہو سکے قرآن کی قرأت کرتے رہا کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور ضرورت مند لوگوں کو اللہ کے لئے معاف کر دیئے جانے والا قرض دیتے رہو یاد رکھو کہ نیکیوں میں سے جتنا بھی تم اپنے لئے ذخیرہ کرو گے اسے اللہ کے یہاں پورا پورا موجود پاؤ گے یہ پہلے سے ذخیرہ کی ہوئی نیکیاں ہی وہ نیکیاں ہوں گی جو بہترین اور بزرگ اجر کی حامل ہوں گی اور ساتھ ہی اللہ سے اپنے لئے تحفظ طلب کرتے رہو ۔ بلاشبہ اللہ تحفظ فراہم کرنے والا رحیم ہے ۔

دیتے۔ ذرا یہ دو ترجمے دیکھیں ۔

۱۔ یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ (۱ / ۷۳) ”اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے “(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)

۲۔ یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ (۱ / ۷۴) ”اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے “(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)

۷۔ نبیؑ کی نافرمانی کرنے والوں پر اللہ کے یہاں وبال اور مواخذہ لازم ہے ۔ قریشی مذہب میں نبیؑ کی نافرمانی جائز کرنے کے لئے نبیؑ کو بھی کئی حالتوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ یعنی جب اور جس معاملے یا مسئلے میں رسولؐ اللہ کی نافرمانی ضروری ہو جائے وہاں یہ کہہ کر نافرمانی کرلی جاتی ہے کہ، ”فلاں حکم یا فیصلہ رسولؐ اللہ نے ذاتی طور پر یا اپنے ذاتی اجتہاد سے نافذ کیا تھا۔ “ یعنی اس ابلیسی مذہب میں رسولؐ کا وہی حکم ماننا واجب ہے جو وہ وحی کے ماتحت دیں لیکن اس مذہب کے کرتا دھرتا لیڈروں اور خلفاء نے تو وحی کے نازل شدہ احکام کی بھی خلاف ورزی اور مخالفت کی ہے ۔ مثلاً رسولؐ اللہ کی وراثت اور حکومت، مؤلفۃ القلوب کا حق و حصہ اور خمسِ رسولؐ خود ہضم کر گئے ۔ (قرآن و تاریخ سے ثابت شدہ حقائق)

۸۔ آیت (۲۰ / ۷۳) میں اس پروگرام کے مکمل ہو جانے کی اطلاع ہے جس میں حضورؐ اور حضورؐ کے ازلیؑ ساتھی مصروف تھے۔

سورۂ مزمل کے ساتھ ساتھ قرآن کی مخصوص ترتیب اور حضورؐ کے جانشین علیہ السلام کی تربیت (نَاشِئَۃَ) مکمل ہوگئی ہے ۔ اس طویل آیت میں بھی کہیں نماز تہجد کا ذکر نہیں ہے ۔ اور دلیل خود یہ الفاظ ہیں ”وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ﴿۲۰﴾ المزمل: “ یعنی جو کچھ پہلے بیان ہوا اس میں کسی طرح کی نماز کا ذکر نہ تھا۔ رعایت ملی ہے اس عمل درآمد میں جو سورۂ دھر (۲۶ / ۷۶) میں نقطہ عروج پر تھا۔ جسے سورۂ مزمل (۵ تا ۱ / ۷۳) میں تکمیل اور رعایت کی جانب لایا گیا تھا اب آئندہ رسولؐ اللہ اور ان کے مخصوصینؑ جہاد اور عالمی تبلیغ (۲۰ / ۷۳) کا انتظام کریں گے ۔ رہ گئی نماز تہجد؟ (بنی اسرائیل ۷۹ / ۱۷) وہ تو خود رسولؐ اللہ کے لئے نفل تھی اس میں کمی کے تذکرہ کی ضرورت ہی نہیں ۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سِتٌّ وَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن(۵۶) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ③

اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو پس ڈرا لوگوں کو اور پروردگار اپنے کی پس بڑائی کر

وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤

اور کپڑوں اپنوں کو پس پاک رکھ اور پلیدی کو پس چھوڑ دے

(۱) اے دشمنانِ اسلام کی ہلاکت کی فکر سے تھک جانے والے رسولؐ (۲) اٹھو اور بدترین نتائج سے انہیں متنبہ کرو (۳) اور اپنے پروردگار کی بالادستی کا اعلان کرتے رہو (۴) لوگوں کو جمع کرتے اور پاک کرتے جاؤ (۵) اور خوف سے لرزنے اور کانپنے سے ہجرت کرکے جم کر بے خوف کھڑے ہونے کا موقف اختیار کرلو

تشریحات سورۂ مدثر:

۱۔ دشمنانِ محمدؐ نے توہینِ محمدؐ کے لئے ہر گنجائش کو استعمال کیا۔

وہ حضرات جو لغات یا ڈکشنری کو الفاظ اور معنی کی تحقیق کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ وہ برابر یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ایک لفظ کے بہت سے معنی لکھ دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ عربی زبان کے الفاظ کے دو معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ہر لفظ کے لئے ایک مصدر اور مادہ ہونا لازم ہے اور اس مادہ یا مصدر سے بننے والے تمام الفاظ میں وہ مصدری معنی موجود ہونا (یا رکھنا) لازم ہیں۔ عربی میں ایک ہی لفظ کے دو یا زیادہ معنی سے دو چیزوں کا پتہ چلتا ہے اوّل جو عموماً ممکن ہے یہ ہے کہ ایک شخص کو عربی کا وہ حقیقی لفظ معلوم نہ ہو یا حافظہ سے غائب ہو جو اس کے صحیح مفہوم کو پیش کر سکے تو وہ مجبوراً کوئی دوسرا لفظ استعمال کرلیتا ہے جو مذکورہ مفہوم کے قریب قریب ہو۔ اور اگر یہ بھولنے والا یا حقیقی لفظ سے ناواقف شخص کوئی بڑی مشہور اسامی ہے تو وہ مجبوراً استعمال کیا ہوا لفظ فیشن کے طور پر استعمال ہونے لگے گا۔ اور استعمال کی سند میں اس مشہور ادیب و شاعر یا عالم کا نام پیش ہونے لگے گا۔ اس کے علاوہ دوسری چیز یہ ہوگی کہ کسی خطرے کی وجہ سے ایسے الفاظ استعمال کر دیئے جائیں جو ہمارے تیار کردہ لوگوں میں کچھ دوسرے معنی رکھتے ہوں۔ تاکہ عوام ان الفاظ کے روزمرہ والے معنی کرکے ہم پر اعتراض نہ کریں بلکہ مطمئن ہوجائیں۔ یہ دو صورتیں عموماً پیش آتی ہیں۔ ان دونوں صورتوں سے ان لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا ہے جو قرآن کے الفاظ کے استقلال کو تباہ کرنے کی اسکیم بنا رہے تھے اور چاہتے تھے کہ قرآن سے اپنے مقاصد برآمد کرنے کے لئے الفاظ کے معنی میں ردو بدل کی جائے (فرقان ۳۰ / ۲۵) ان لوگوں نے الفاظ کو بڑی چابکدستی کے ساتھ ادل بدل کر اس طرح استعمال کیا کہ ایک ایک لفظ کے ماتحت سینکڑوں معنی داخل کردیئے حتٰی کہ وہ معنی بھی لکھ دیئے گئے جن کا اس لفظ کے مصدر سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں ملتا۔ یہ وہ فریب ساز گروہ تھا جو قریشی حکومتوں نے اپنی دولت اور اثر و رسوخ سے تیار کیا تھا۔ اسی کے ممبران نے ایسی لغات تیار کیں جن میں الفاظ کے حقیقی معنی کا ستیاناس کرکے رکھ دیا گیا۔ انہوں نے ایسی روایات گھڑیں جن میں الفاظ کا غلط استعمال کرکے حدیث رسولؐ کے رعب سے غلط معنی اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بہرحال آج آپ کو لغات میں ہر لفظ کے نیچے بہت سی بکواس بھی لکھی ہوئی ملتی ہے۔ اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ آپ کو ایک لفظ کے نیچے اچھے اور برے، اعلیٰ درجے کے اور گھٹیا معنی بھی ملیں گے۔ یعنی آپ کو مختار بنا دیا گیا کہ آپ مصدر و مادہ کی فکر کے بغیر جو معنی آپ کو پسند آئیں وہ اختیار کرلیں۔ اسی فریب سے قریشی حکومتوں نے اسلام

وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾

اور مت دے کسی کو زیادہ لینے کو اور واسطے پروردگار اپنے کے پس صبر کر

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِکَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَی

پس جب پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس وہ اس دن دن بھاری ہے اوپر

الۡکٰفِرِیۡنَ غَیۡرُ یَسِیۡرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ﴿۱۱﴾ وَّ

کافروں کے نہیں آسان چھوڑ مجھ کو اور اس شخص کو کہ پیدا کیا ہے میں نے اکیلا اور

(۶) اپنے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے احسان نہ کرو (۷) اور ہر مشکل میں اپنے پروردگار کے لئے صبر و برداشت کرو (۸) صبر اس لئے کہ جب نرسنگھے (BUGLE) سے غضبناک دعوت دی جائے گی (۹) وہی دن تو بڑی مشکلات کا دن ہو گا یعنی (۱۰) حق پر پردے ڈالنے والوں کے لئے تو ہر حال میں وہ دن آسانی کا نہ ہو گا (۱۱) اے نبیؐ تم مجھے اور اس شخص کو آزاد چھوڑ دو جسے میں نے بے مثل و یکتا پیدا کیا تھا

میں سینکڑوں فرقے تیار کئے ۔ قرآن سب کے پاس ایک ہی رہا اس لئے کہ قرآن کے اپنے الفاظ مستقل اور ہر قرآن میں ایک ہی تھے ۔ کیا یہ گیا کہ ہر فرقے کے مترجم نے وہ معنی اختیار کر لئے جو اس کے مذہبی تصورات کی تائید کرتے تھے ۔

(ا ۔ الف) کم از کم اللہ ، رسوؐل اور قرآن کے لئے تو اچھے معنی کا انتخاب کرنا چاہیئے تھا ؟

یوں ایک قرآن کے سینکڑوں مختلف و متضاد قرآن بن گئے ۔ بہر حال اگر ہم یہ تقاضا ترک کر دیں کہ ہر مترجم کو مصدر و مادہ کی پابندی کے ساتھ معنی کرنا چاہئیں ۔ تو اتنا ضرور کہیں گے کہ آپ اچھے برے موزوں و بے ہنگم اور اعلیٰ و ادنیٰ معنی میں سے وہ معنی اختیار کریں جن سے اللہ و رسوؐل اور قرآن کی توہین نہ ہوتی ہو۔ ہم اس پہلو پر سورۂ مدثر میں آپ کو متوجہ رکھنا چاہیں گے ۔ اور بتائیں گے کہ قریشی مذہب کے علما نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ معنی اختیار کئے ہیں جن سے رسوؐل اللہ کو ان کے معلوم و مشہور مقام سے نیچے اتار کر ہی صبر نہیں کیا گیا بلکہ انہیں ایک شائستہ اور عقلمند و نفاست پسند آدمی کی سطح سے گرا کر ایک گندہ ، گھناؤنا اور بدبودار راہب ، بت پرست اور جاہل مطلق آدمی کی صورت میں پیش کیا ہے ۔ چنانچہ ہم وہ آدمی آپ کو دکھاتے ہیں تاکہ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ تصویر آپ کے سامنے آ جائے جس میں قریشی علما نے آنحضرؐت کو اپنے ترجموں میں پیش کیا ہے دیکھیئے اور علامہ مودودی سمیت جتنے ترجمے ملیں ان سے ہماری تصدیق کیجیئے پھر ہمارا ترجمہ اور لغات کو دیکھ کر فیصلہ کیجیئے :

(ا ۔ ب) قریشی علما کے ترجموں سے آنحضرؐت کی تصویر اور مرقع کشی ملاحظہ ہو۔

اوّل : (۱) اے ناپاک کپڑے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے شخص (۱ تا ۴ / ۷۴) (۲) فی الحال اسی ناپاک حالت میں اٹھ کر تنذیر شروع کر دے (۲ / ۷۴) (۳) اور اللہ اکبر کے نعرے مارتا چلا جا ۔ (۳ / ۷۴) (۴) آئندہ اپنے کپڑوں کو پاک رکھنا ۔ (۴ / ۷۴) (۵) گندہ رہنا اور بتوں سے تعلق چھوڑ دینا ۔ (۵ / ۷۴)

یعنی ان خبیث لوگوں کا رسوؐل سورۂ مدثر سے پہلے ایک گندہ گھناؤنا اور بتوں سے وابستہ اور اللہ کی کبریائی سے الگ رہنے والا شخص تھا ۔ شیعہ لیبل کے قریشی علما کی تصویر میں بتوں کے علاوہ باقی سب کچھ یہی ہے ۔

دوم ۔ قادیانی تصویر ۔(۱) اے بارانی کوٹ پہن کر کھڑے ہونے والے (۲) دور دور جا کر تنذیر کر دے (۳) اللہ کی کبریائی بیان کر (۴) اپنے پاس رہنے والوں کو پاک کر (۵) شرک کو مٹا ڈال "(۱ تا ۵ / ۷۴)

اگر قادیانی واقعی کافر ہیں ؟ تو قریشی شیعہ سنی مسلمان علما سے قادیانی بہتر ہیں ۔

(ا ۔ ج) لغات کے وہ معنی جو قریشی مسلمان علما نے اختیار نہ کئے ۔

۱۔ "مدثر" ۔ ہلاک کرنے والا ۔ مٹا دینے والا۔ تھک جانے والا ۔

۲۔"ثیاب" اپنے ساتھی لوگوں کو جمع کرنا ۔ صحت یاب ہونا ۔ اللہ کی طرف واپسی

۳۔"رجز" لرزنا۔ کانپنا ۔تلاوت کرنا ۔ شعر تیار کرنا ۔ شعر پڑھنا

جَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِیۡنَ شُهُوۡدًا ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدۡتُّ

کیا واسطے اس کے مال پھیلا ہوا اور بیٹے حاضر ہونے والے اور بچھایا میں نے

لَهٗ تَمۡهِیۡدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ﴿۱۵﴾ کَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ

اس کے لئے بچھونا پھر طمع رکھتا ہے یہ کہ زیادہ دوں میں ہر گز نہیں تحقیق وہ ہے

لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ﴿۱۷﴾

واسطے نشانیوں ہماری کے عناد کرنے والا شتاب چڑھاؤں گا میں اس کو صعود پر

(۱۲) اور جس کے لئے میں نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اموال پر قابو دیا (۱۳) اور اس کے کاموں پر نگران بیٹے بھی اس کو دیئے (۱۴) اور اس کے لئے تہہ در تہہ اقتدار کی تمہید قائم کر دی تھی (۱۵) پھر بھی اس کو یہ طمع وہوس رہی کہ میں اسے اور زیادہ دوں (۱۶) ہر گز لینے دینے کا وقت نہیں رہا ہے اس نے بلاشبہ ہماری آیات میں اپنی دشمنی اور عناد روا رکھا تھا (۱۷) اب تو ہم اس پر پہاڑ پر چڑھنے کی فرد جرم لگائیں گے (آلِ عمران۔۱۵۳ / ۳)

(۱۔ د) قریشی علما کی عادت ہے اور ان کے لئے باعث مسرت بھی ہے کہ کوئی گھٹیا لفظ مل جائے تو چپکا دیں۔

سورۂ مزمل کی طرح سورۂ مدثر کی آڑ میں بھی رسوؐل کے لئے چندا فسانے گھڑے گئے اور انہیں اس قدر شہرت دی گئی کہ دشمنانِ قریش (یعنی نام نہاد شیعہ) بھی ان افسانوں کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ان کو موقع بموقع اپنی کتابوں میں لکھتے بھی ہیں۔ چنانچہ یہاں چند ایسے توہین انگیز جملے ملاحظہ ہوں جن کا قرآن میں وہم تک بھی نہیں ہے۔

۱۔ جبرائیلؑ کو دیکھ کر ہیبت زدہ ہوگئے تھے۔

۲۔ (۴۔۷۴) کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس کو نجاست سے پاک رکھو کیونکہ جسم و لباس کی پاکیزگی اور روح کی پاکیزگی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی لئے آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں بھی طہارت کا ایک اعلیٰ معیار قائم فرمائیں۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۲۔۱۴۳)

۳۔ "ایک مدت تک آپؐ پر وحی کا نزول بند رہا اور اُس زمانہ میں آپ پر اس قدر شدید غم کی کیفیت طاری رہی کہ بعض اوقات آپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینے کے لئے آمادہ ہوجاتے تھے۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۳۸) یعنی نبوت مل چکنے کے بعد بھی خودکشی کو جائز سمجھتے تھے (انا للہ و انا الیہ راجعون)

۴۔ "ابتدائی تعارف کرا کے آپ کو کچھ مدت کے لئے چھوڑ دیا گیا تاکہ آپ کی طبیعت پر جو شدید بار اس پہلے تجربے سے پڑا ہے اس کا اثر دور ہوجائے اور آپ ذہنی طور پر آئندہ وحی وصول کرنے اور نبوت کے فرائض سنبھالنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ اس وقفہ کے بعد جب دوبارہ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس سورۂ (مدثر۔احسنؔ) کی ابتدائی سات (۷) آیتیں نازل کی گئیں" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۳۹)

(۱۔ ہ) یہ خانہ ساز توہین کے قصے اور روایات قرآن کے اور خود خانہ ساز روایات کے بھی خلاف ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قرآن کریم میں نہ کہیں حضوؐر کا جبرائیل سے خوفزدہ ہونا مذکور ہے نہ کہیں وحی کے بند رہنے کی بات ہے نہ خودکشی کرنے کا تذکرہ ہے۔ یہ سب قریشی حکومتوں کی پالیسی کے کرشمے ہیں جس میں رسوؐل اللہ کو اس لئے اپنے ایسا گندہ، ناپاک، ناعاقبت اندیش وجاہل اور خطا کار شخص ثابت کرنا ضروری تھا کہ وہ آنحضرؐت کی جانشینی کے لئے موزوں ثابت ہو جائیں۔ چونکہ اللہ نے حضوؐر پر وحی بند کرکے انہیں وحی وصول کرنے اور فرائضِ نبوت سنبھالنے کا موقع دینے کی بات کہی ہی نہیں لہٰذا آنحضرؐت کے متعلق یہ خانہ ساز قصہ باربار غلط نکلا ہے۔ یعنی اگر اللہ نے یہ موقع دیا ہوتا تو یقیناً رسوؐل اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور آئندہ (بقول علامہ) وحی وصول کرنے میں غلطی نہ کرتے۔ مگر وہاں تو (بقول قریش) برابر غلطیاں جاری رہیں۔ سنیئے کہ سورۂ مدثر کے بعد اور مذکورہ وقفہ و موقع مل جانے کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں بھی آنحضرؐت (معاذ اللہ) غلطی اور گڑبڑ کرتے رہے ہیں۔

اوّل سورۂ قیامت کو وصول کرتے ہوئے پھر غلطی کا ہوجانا۔

"یہ جملا معترضہ (یعنی آیات ۱۹ تا ۱۶ / ۷۵۔احسنؔ) اپنے موقع و محل سے بھی اور روایات کی رو سے بھی اس بنا پر دورانِ کلام میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت جبرائیلؑ یہ

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾

تحقیق اس نے فکر کی اور اندازہ کیا پس مارا جائیو کیوں کر اندازہ کیا

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ

پھر مارا جائیو کیوں کر اندازہ کیا پھر دیکھ لیا پھر تیوری چڑھائی اور

(۱۸) یقیناً اس نے بڑے غور و فکر کے ساتھ دشمنی اور عناد رکھنے کو اپنا مقدر بنایا تھا (۱۹) چنانچہ غور طلب یہ ہے کہ اس نے ایسا مقدر کیونکر بنالیا جس میں وہ قتل ہو چکا ہو (۲۰) پھر سوچو کہ مقتول ہونے کا مقدر اس نے کیسے بنایا تھا؟ (۲۱) پھر اپنے مقدر یا فیصلے پر نظرِ بازگشت ڈالی

سورہ حضورؐ کو سنا رہے تھے اس وقت آپؐ اس اندیشے سے کہ کہیں بعد میں بھول نہ جائیں اس کے الفاظ اپنی زبان مبارک سے دھراتے جا رہے تھے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نزول وحی کا نیا نیا تجربہ ہو رہا تھا۔ اور ابھی آپؐ کو وحی اخذ کرنے کی عادت اچھی طرح نہیں پڑی تھی۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۰)

دوم ۔ وہ خانہ سازروایت جس کی تائید میں قرآن کو موڑا گیا ہے ۔ قارئین وہ روایت بھی دیکھ لیں جس پر قرآن کو ڈھالنا ضروری ہوا ہے ۔ "اوپر ان آیات کے درمیان یہ فقرے بطور جملۂ معترضہ آنے کی جو توجیہہ ہم نے کی ہے وہ محض قیاس پر مبنی نہیں ہے ، بلکہ (قریشی حکومتوں کی تیار کردہ۔احسنؔ) معتبر روایات میں اس کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔ مُسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی ، ابن جریر، طبرانی، بیہقی اور دوسرے محدثین نے متعدد سندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضورؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کوئی چیز بھول نہ جائیں، جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ دہرانے لگتے تھے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۸)

یہ روایت اور اسی قسم کی ہزاروں روایات ہیں جن کو بنیاد مان کر قرآن کریم کی تفسیر کی گئی اور قرآن کے تمام حقائق کو چھپا دیا گیا۔ اسی حکمت عملی کو آنحضرتؐ نے یوں بیان فرمایا تھا کہ میری زندگی ہی میں میرے متعلق باطل احادیث گھڑی جا رہی ہیں ۔اور یہ کہ جب تمہیں کوئی حدیث سنائے تو دیکھو کہ وہ قرآن اور میرے عمل کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اسی کی اللہ سے شکایت فرمائی تھی(فرقان ۳۰ / ۲۵) بہرحال یہ معلوم ہوگیا کہ قریشی روایات کی روسے آنحضرتؐ برابر وحی کے اخذ کرنے میں گڑبڑ کرتے رہے ۔ایک اور مقام دیکھیں جہاں سورۂ مدثر اور سورۂ قیامت کے بعد تیرہ سورتیں اور نازل ہوجانے کے دوران بھی وحی وصول کرنے میں غلطی کا ہونا مانا گیا ہے :

سوم ۔سورۃ الاعلیٰ کے وصول کرنے تک بھی وحی کے وصول کی مشق نہ ہوئی تھی۔

"سورۃ الاعلیٰ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی وحی اخذ کرنے کی اچھی طرح مشق نہیں ہوئی تھی اور نزولِ وحی کے وقت آپؐ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں میں اس کے الفاظ کو بھول نہ جاؤں۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۰۸)

پھر نوٹ کیا جائے کہ سورۂ مزمل کی تشریحات میں یہ کہا گیا تھا کہ آنحضرتؐ کو قرآن جیسے بھاری کلام کے لئے تحمل اور برداشت کی قوت حاصل نہ تھی ۔ اس لئے راتوں کو تہجد کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کو قوتِ برداشت حاصل ہوجائے پھر سورۂ مدثر کی ذیل میں کہا کہ رسولؐ اللہ وحی وصول کرنے میں اناڑی تھے اور انہیں پریکٹس کا موقع دیا گیا تھا ۔ اور پھر یہ بتایا گیا کہ سورۂ اعلیٰ کے نزول تک یعنی تیرہ مزید سورتیں نازل ہوچکنے کے دوران بھی آپؐ سے غلطی ہونا بند نہ ہوئی تھی ۔

چہارم ۔ رسولؐ کو نبوت کرتے اور وحی وصول کرتے پانچ سال گزر گئے مگر غلط کار رہے ۔

اب اس سلسلے کی آخری بات سن کر عنوان تبدیل کرلیں اور وہ یہ ہے کہ پہلی وحی کے وقت سے لے کر ہجرت حبشہ تک پانچ سال نبوت کے گزر گئے اور برابر وحی جاری رہی مگر (معاذاللہ) رسولؐ اللہ برابر وحی اخذ کرنے میں غلط عمل درآمد کی اصلاح نہ کرسکے ۔ علامہ نے لکھا ہے کہ :

"رخصت ہوتے ہوئے فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات پر خبردار کرتا ہے جو وحی نازل کرنے

بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ	(۲۲) پھر تیوروں اور چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اظہار کیا
منہ تھتھایا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پس کہا نہیں یہ مگر جادو کہ	اور (۲۳) بالا دستی کی طرف ہی پلٹا (۲۴) چنانچہ فیصلہ کیا کہ
يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ	اس کیلئے اور کوئی موزوں ریمارک نہیں سوائے اس کے کہ
نقل کیا جاتا ہے نہیں یہ مگر بات آدمی کی شتاب داخل کروں گا اس کو	یہ نہایت اثر انگیز جادو ہے (۲۵) اور یہ کہ یہ بشری کلام کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں (۲۶) عنقریب میں اس شخص کو

کے دوران میں اس کے مشاہدے میں آئی ۔ بیچ میں ٹوکنا مناسب نہ سمجھا گیا، اس لئے پیغام کی ترسیل مکمل کرنے کے بعد اب وہ فرشتہ اس کا نوٹس لے رہا ہے... نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا پیغام وصول کرنے کے دوران میں اسے یاد کرنے اور زبان سے دہرانے کی کوشش فرمارہے ہوں گے ۔ اس کوشش کی وجہ سے آپ کی توجہ بار بار بٹ جاتی ہوگی ۔ سلسلۂ اخذِ وحی میں خلل واقعی ہو رہا ہوگا ۔ اور پیغام کی سماعت پر توجہ پوری طرح مرکوز نہ ہو رہی ہوگی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ آپؐ کو پیغام وحی وصول کرنے کا صحیح طریقہ (پانچ سال کے بعد آخر۔احسن) سمجھایا جائے، اور بیچ بیچ میں یاد کرنے کی کوشش جو آپ کرتے ہیں اس سے منع کردیا جائے ۔ ابتدائی زمانے میں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اخذ وحی کی عادت اچھی طرح نہ پڑی تھی آپ سے کئی مرتبہ یہ فعل سرزد ہوا ہے '' (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

یہ ہے وہ تصویر جو قریشی حکومتوں نے صدیوں کی کوششوں سے تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کی ہے ۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن کے مقاصد و مفاہیم کو اپنی شیطانی پالیسیوں پر فٹ کرلیا ہے ۔ بلکہ خود رسولؐ اللہ کے لئے یہ تصور پیدا کر دیا ہے کہ وہ نہ وحی کو صحیح طریقہ پر وصول کرنے کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ وحی کو صحیح طریقے پر نافذ کرسکتے تھے ۔ یعنی کارِ نبوت کے لئے آنحضرتؐ کو طرح طرح سے نا اہل قرار دیا ہے۔ تاکہ ان کی وہ روایات قبول کی جاسکیں جن میں رسولؐ اللہ کی اجتہادی غلطیاں دکھائی گئی ہیں اور جن میں آپ کو قریشی صحابہ سے مشورہ پر مجبور دکھایا گیا ہے اور یہ بتایا گیاہے کہ قریش کے لیڈروں میں ایک ایسا صحابی تھا کہ قرآن اس کی رائے کے مطابق نازل ہوا کرتا تھا اور یہ کہ اس کا بیان کردہ مسئلہ کبھی غلط نہیں نکلا۔

۲۔آیات (۲۶ تا ۱۱ / ۷۴) میں قریش کا یکتا لیڈر اور اس کا انداز قرآن فہمی اور زمانہ رجعت میں اس کا حشر

یہاں سورۂ مدثر میں اسی لیڈر کا قصہ سولہ (۱۶) آیات میں آپ کے سامنے رکھا گیا ہے جسے قریشی حکومتوں نے ایک دلچسپ افسانہ گھڑوا کرولید بن مغیرہ کے سر چپکا دیا ہے چنانچہ اس افسانے میں قریش کی ایک کانفرنس منعقد کرکے اس میں اسلامی تبلیغ کو روکنے اور رسولؐ اور قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کی تدابیر و تجاویز پر اتفاق کرنا دکھایاہے ۔ پھر ولید بن مغیرہ کو ہیرو بنا کر یہ دکھایا گیاہے کہ مغیرہ نے کانفرنس کی تمام تجاویز کو نامنظور کر دیا تھا اور کہا کہ مختلف الزامات لگانے سے خود ہماری ہوا خیزی ہوگی ۔ متفقہ طور پر ایک بہت موزوں الزام طے کرو۔ چنانچہ لوگ ایک ایک تجویز کرتے گئے اور مغیرہ ہر الزام میں نقص بیان کرکے رد کرتا گیا۔ ہم ان الزامات اور مغیرہ کے جوابات مودودی کی کتاب سے دکھاتے ہیں ان کو خوب سمجھ کر پڑھیں تاکہ ہماری تنقید کا نتیجہ اخذ کرنے میں سہولت رہے :

(۱) ولید بن مغیرہ کی کہانی میں فرضی پلاٹ کیا تھا ؟

''ولید نے کہا، نہیں خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے جیسی باتیں وہ گنگناتے ہیں اور جس طرح کے فقرے وہ جوڑتے ہیں ، قرآن کو ان سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں ہے ۔ ۲۔ولید نے کہا وہ مجنون بھی نہیں ہے ۔ ہم نے دیوانے اور پاگل دیکھے ہیں ۔ اس حالت میں آدمی جیسی بہکی بہکی باتیں اورالٹی سیدھی حرکات کرتا ہے ۔ وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں ۔ ۳۔ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہے ہم شعر کی ساری ہی اقسام سے واقف ہیں اس کلام پر شاعری کی کسی قسم کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا۔ ۴۔ لوگ بولے تو انہیں ساحر کہا جائے ''ولید نے کہا وہ ساحر بھی نہیں ہیں'' جادوگروں کو ہم جانتے ہیں اور اپنے جادو کے لئے جو طریقے وہ اختیار کرتے ہیں ان سے بھی ہم واقف ہیں ۔ یہ بات بھی محمدؐ پر چسپاں نہیں ہوتی ۔ پھر ولید نے کہا ''ان باتوں میں سے جو بات بھی تم کروگے لوگ اس کو ناروا الزام سمجھیں گے ۔

سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾

دوزخ میں اور کیا جانے تو کیا ہے دوزخ نہیں باقی رکھتی اور نہیں چھوڑتی

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَ مَا

جھلس دینے والی ہے چمڑے کواوپر اس کے ہیں اونیس فرشتے اور نہیں

سقر سے وصل کراؤں گا۔(۲۷) اور مادی دلائل سے تم سقر کو کیسے جان سکتے ہو؟ (۲۸) وہ نہ تو باقی و برقرار رکھتا ہے اور نہ فنا کی طرف جانے دیتا ہے۔ (۲۹) بُشروں اور چہروں کو جھلس ڈالتاہے۔(۳۰)اس پر اُنیس(۱۹) نگراں تعینات ہیں۔(۳۱) ہم نے آگ کے

خدا کی قسم اس کلام میں بڑی حلاوت ہے اس کی جڑبڑی گہری ہے اور اس کی ڈالیاں بڑی ثمردار ہیں۔" اس پر ابوجہل ولید کے سر ہو گیا اور اس نے کہا تمہاری قوم تم سے راضی نہ ہوگی جب تک تم محمدؐ کے بارے میں کوئی بات نہ کہو۔ اس نے کہا اچھا مجھے سوچ لینے دو۔ پھر سوچ سوچ کربولا قریب ترین بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم عرب کے لوگوں سے کہو کہ یہ شخص جادوگر ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۰)

(۲) اس سازشی بیان میں ایک داخلی اور ایک خارجی خامی قریش کو جھوٹا کہتی ہیں۔

دروغ گو را حافظہ نہ باشد کے اصول پر اس بیان میں ایک داخلی نقص رہ گیا لیکن تعصب نے اس نقص کو نوٹ کئے بغیر افسانے کو برابر آگے بڑھانے میں مدد دی۔ ولیدبن مغیرہ کو اس افسانے میں ہیرو اورسب سے بڑے دانشور کا پارٹ دیا گیا ہے۔ اس کی دانش کا تقاضا تھا کہ وہ کوئی ایسی تجویز پیش نہ کرے جسے وہ خود "ناروا الزام" اور اہل عقل و ہوش کے لئے ناقابلِ قبول کہتا ہو۔ لہٰذا اسی ہیرو اور دانشور کا غوروفکر کے بعد بھی "ساحر" قرار دینا اس افسانے کوباطل قراردیتا ہے۔ خارجی دلیل یہ ہے کہ اس کانفرنس میں ، کاہن ، مجنون، اورشاعر نہ کہنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ مگر قرآن کریم بتاتا ہے کہ انہوں نے یہ الزام لگائے۔ جس سے اس کانفرنس کا وقوع میں آنا باطل ہوگیا۔ یعنی یہ واقعہ نہیں بلکہ ایک سرسری طورپر گھڑا ہوا افسانہ ہے، جو صرف عقیدت مندوں کوبے وقوف بنا سکتاہے۔ یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ سورۂ مدثرمیں آنحضرتؐ کوساحرنہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ جس چیز کو "اثر انگیزسحر یا جادو" کہا گیاہے اس کا نام نہیں لیا گیاہے۔ یہ تیسری چیز ہے جو قریشی افسانہ کو بکواس بنا دیتی ہے جن لوگوں نے ان آیات (۲۵۔۲۴ / ۷۴) سے قرآن مرادلیا ہے ان کے پاس قیاس کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۳) قریشی لیڈر کا مقام مودودی کے یہاں کیا ہے؟

علامہ مودودی کے بیان سے یہ شخص ولید بن مغیرہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ وہی ولیدہے جس کے مشہور بیٹے کا نام خالد(بن ولید) ہے علامہ نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیا کچھ نعمتیں دی تھیں۔ اور ان کا جواب اس نے کیسی حق دشمنی کے ساتھ دیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کی ذہنی کشمکش کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ ایک طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صداقت کا قائل ہوچکا تھا، مگر دوسری طرف اپنی قوم میں اپنی ریاست و وجاہت کو بھی خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۱)

دوم: "(ذَرْنِيْ ۱۱ / ۷۴) یہ خطاب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی کفار کی اس کانفرنس میں جس شخص (ولید بن مغیرہ) نے تمہیں بدنام کرنے کے لئے یہ مشورہ دیا ہے کہ تمام عرب سے آنے والے حاجیوں میں تمہیں جادوگرمشہور کیا جائے، اس کا معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اس سے نمٹنا اب میرا کام ہے ، تمہیں اس کی فکرکرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۶۔۱۴۷)

سوم: "وحیداً کے دو مطلب۔ ا۔بلا مال و دولت و وجاہت اور ریاست کے پیدا کیا جانا دوسرا یہ کہ اس کا پیدا کرنے والا میں اکیلا ہوں "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

(۴) ولیدبن مغیرہ کی آڑ میں کہی گئی باتیں ہمیں اللہ تعالیٰ کے یکتاویگانہ پیدا کئے جانے والے شخص کے لئے مدد دیتی ہیں؟

مودودی کے ان تین بیانات میں ولید بن مغیرہ کو قرآن میں مذکور یکتا شخص بنا ڈالنے کے سلسلے میں ہمیں یہ بتانا ہے کہ ولید بن مغیرہ ہی نہیں بلکہ پورے عرب میں عموماً اور قریش میں خصوصاً کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا نہ اب تک ہوا جیسے

جَعَلۡنَآ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّ مَا جَعَلۡنَا عِدَّتَهُمۡ اِلَّا

کئے ہم نے داروغے دوزخ کے مگر فرشتے اور نہیں کی ہم نے گنتی ان کی مگر

فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۙ لِيَسۡتَيۡقِنَ الَّذِيۡنَ

گمراہی واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے تو کہ یقین کرلیں وہ لوگ کہ

مالک فرشتوں کے سوا کسی اور کو کبھی نہیں بنایا اور فرشتوں کی اس تعداد کو(۱۹کو) حق پوش لوگوں کے حق میں بُری آزمائش بنا رکھا ہے تاکہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے انکے لئے یقین فراہم ہوتا رہے ۔

شخص کا سورۂ مدثر (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) میں تفصیلی تذکرہ ہوا ہے ۔ یوں تو مودودی نے ولید بن مغیرہ کو نعمتیں ملنے کا ذکر کیا ہے مگر ثبوت کہاں سے لاتے ؟ پھر یکتا شخص کے لئے ان نعمتوں کا ذکر نہیں جو عموماً کروڑ پتی سرمایہ داروں کو ملتی ہیں۔ پھر مودودی نے خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ﴿۱۱﴾ المدثر: (میں نے اس کو یکتا پیدا کیا تھا) (۱۱ / ۷۴) کی توضیح میں اپنی فریب کاری کا مذاق اڑا دیا ہے ۔ یعنی ولید ہی نہیں بلکہ ہر شخص کو خالی ہاتھ بلا مال و دولت وغیرہ کے پیدا کیا جاتا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ”اللہ“ تنہا ویکتا ہے لہٰذا ولید کی خصوصیت کیا ہوئی ؟ البتہ علامہ نے ولید کے لئے الفاظ ریاست اور وجاہت کہہ کر جہاں یہ مان لیا کہ قرآن میں مذکور یکتا شخص قومی ریاست و وجاہت رکھتا تھا۔ جو ہرگز ہرگز ولید بن مغیرہ کو قریش میں نہ حاصل تھی ۔ نہ ہوئی تھی اور نہ اس کے خاندان کو قوم قریش کی ریاست حاصل ہوسکی ۔لیکن اس یکتا شخص میں نہ صرف قومی ریاست مرکوز تھی بلکہ قرآن میں مذکور (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) ہر چیز موجود تھی ۔ لہٰذا مودودی اس رئیس و سربراہِ قوم کو ولید بنا کر پیش کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں اور علامہ کی یہ چال پہلے ہی پٹ چکی ہے کہ مذکورہ کانفرنس میں آنحضرتؐ کو جادوگر یا ساحر کہنے کی رائے ولید نے یعنی یکتا شخص نے دی تھی ۔ اس لئے کہ قرآن میں نہ اس کانفرنس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے نہ ان آیات (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) میں رسولؐ اللہ کو ساحر کہا گیا ہے (۲۴ / ۷۴) رہ گیا آیت (۱۱ / ۷۴) میں الفاظ ذَرۡنِيۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ﴿۱۱﴾ المدثر: کا اطلاق نہ دنیاوی حیات پر ہوتا ہے اور نہ ہی قریش کے کسی شخص وحید کے ساتھ اللہ نے وہ کچھ کیا جو آیات (۱۷ / ۷۴، ۲۶ / ۷۴) میں مذکورہ ہے ۔ علامہ نے ہر جگہ تقاضا کیا ہے کہ قرآن فہمی میں آیات کے سیاق و سباق یعنی اگلی اور پچھلی آیات کو ملحوظ رکھ کر مفہوم اخذ کرنا چاہیئے ۔ لیکن یہاں اور ہر خطرناک موقع پر علامہ اپنے اس صحیح اصول کو نظر انداز کرکے قارئین کو فریب دینے میں کوئی تکلف نہیں کیا کرتے اس یکتا شخص کے متعلق یہ سب کچھ آخرت کے مواخذہ کے دوران فرمایا گیا ہے (۱۰ تا ۸ / ۷۴) اور اللہ اس آخری مواخذہ کے لئے رسولؐ اللہ سے آزادی و اجازت مانگ کر اس شخص کی دنیاوی پوزیشن اور کارکردگی کا قصہ سنا رہا ہے (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) اور رسولؐ اللہ سے اجازت اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ مواخذہ دنیا میں عہد رسالت محمدؐیہ کے زمانہ یعنی عہد رجعت میں ہونا ہے ورنہ قیامت کے آخری مواخذہ میں رسولؐ اللہ سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ”اے نبیؐ تم مجھے اور فلاں ...فلاں کو نپٹنے کے لئے آزادی دے دو ۔“ البتہ عہد رسالت میں ایسا کہنا اور کرنا قانونی ہے ۔

(۲۔الف) آیات (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) میں مذکورہ لیڈر کی یکتائی وغیرہ پر قرآن کے الفاظ و آیات سے وضاحت اور اس کا تشخص

شخص زیر بحث کو چھپانے اور ولید بن مغیرہ کو آڑ بنانے کی کوشش سامنے آچکی ہے اب ہم مذکورہ آیات (۲۷ تا ۱۱ / ۷۴) کے الفاظ اور قرآن کی دیگر آیات سے اس قریشی لیڈر کے تشخص اور تعین کی کوشش کرتے ہیں ۔ اور یہ کوشش یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ اس شخص کی اہمیت اور خصوصیت کے لئے جو الفاظ اللہ نے فرمائے ہیں وہ قرآن میں کسی اور شخص کی شان میں نہیں کہے گئے حتّٰی کہ آنحضرتؐ یا کسی اور نبیؑ یا ولی اللہ کے لئے بھی استعمال نہیں ہوئے ہیں ۔ ”خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا“ کے معنی بے مثال و یکتا و یگانہ کے سوا اور کچھ ہرگز نہیں ہیں ۔ لفظ وحیدٌ صفت مشبہ مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ ایسا تنہا اور منفرد جس کی صفات میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو ۔ بے ہمتا ۔ یگانہ اور بے نظیر ہستی ۔ لہٰذا ایسے شخص کا نام لینا ضروری ہے جو اپنے عہد میں اپنی مثال و نظیر نہ رکھتا ہو یعنی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں خود رسولؐ سے لے کر تمام اہل زمانہ میں کوئی اس کی مثل نہ ہو ۔ رسولؐ اس

اور ان لوگوں کا ایمان بڑھے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ اور مومنین کسی الجھن یا شش و پنج میں نہ رہیں اور اس لئے بھی کہ جن لوگوں کے دلوں میں اقتدار حاصل کرنے کی بیماری ہے اور جو حق پوشی میں مبتلا ہیں وہ یہ سوال اٹھائیں گے کہ آخر اللہ نے اس مثال کو بیان کرنے میں کون سا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ ان کو بتاؤ کہ اللہ مذکورہ مثالوں سے جسے چاہتا ہے ہدایت کا موقع فراہم کرتا ہے اور جسے چاہے گمراہ ہوجانے کا سامان کر دیتا ہے اور تیرے پروردگار کی افواج کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ قصہ و مثال اس کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں کہ یہ تو ایک خاص بشر کے لئے یاد دہانی کا معاملہ ہے۔ (۳۲) یہ یاد دہانی ہرگز وہ بات نہیں جو بنائی جا رہی ہے قسم ہے چاند کی اور (۳۳) رات کے پلٹنے کی اور (۳۴) صبح کے اس وقت کی قسم جب وہ رات کے پیٹھ پھیرنے پر روشن ہوجائے۔ (۳۵) یقیناً وہ یاد دہانی بالا دستیوں میں سے ایک بالا دستی ہے (۳۶) اور ساری نوع بشر کے لئے یا ایک خاص بشر کے لئے بُرے نتائج سے خبردار کرنے والی ہے۔ اب، (۳۷) تم میں سے جو چاہے اس کے لئے آگے بڑھ آئے اور جو نہ چاہے پیچھے ہٹ جائے مگر (۳۸) یہ یاد رکھو کہ ہر ذی حیات

أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّ لَا

دئے گئے ہیں کتاب اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں اور نہ

يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِيَقُوْلَ

شک لاویں وہ لوگ کہ دئے گئے ہیں کتاب اور ایمان والے اور تو کہ کہیں وہ

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَا ذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

لوگ کہ بیچ دلوں ان کے بیماری ہے اور کافر کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے

بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ

ساتھ اس مثال کے اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ہدایت کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِيَ

جس کو چاہے اور نہیں جانتا لشکر پروردگار تیرے کو مگر وہی اور نہیں وہ قیامت

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۟ؒ ﴿۳۱﴾ كَلَّا وَ الْقَمَرِ ۙ﴿۳۲﴾ وَ

ع ۱ ۱۵

مگر یاد کرنے کو واسطے لوگوں کے تحقیق بات یہ ہے قسم ہے چاند کی اور

الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۙ﴿۳۳﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى

رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب روشن ہو تحقیق وہ ایک

الْكُبَرِ ۙ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۙ﴿۳۶﴾ لِمَنْ

بڑی چیزوں میں کی ہے ڈرانے والی واسطے آدمی کے واسطے اس شخص کے کہ

شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ؕ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

چاہے تم میں سے یہ کہ آگے بڑھے یا پیچھے رہے ہر ایک جی ساتھ اس چیز

کی مثل اس لئے نہیں کہ وہ رسولؑ اور صاحبِ وحی و کتاب ہے۔ یعنی اس کی بے نظیری ان لوگوں میں تلاش کرنا ہوگی جو رسولؑ نہ تھے۔ یعنی اُمتِ رسولؑ میں عموماً اور قریش میں خصوصاً اس شخص کو موجود ہونا چاہیئے۔ اس لاثانی شخص کی دوسری شناخت یہ ہے کہ اس کے پاس اللہ کا عطا کردہ "مَالًا مَّمْدُوْدًا" رہا ہو یعنی ایسا مال جو اللہ کے معیار پر پھیلا ہوا ہو۔ لفظ مَمْدُوْد میں الفاظ ۔ا۔ مَدّ۔۲۔ مُدَّتْ اور مَدِیْن بھی شریک و شامل ہیں اور لفظ مَمْدُوْد ان الفاظ کا بھی مفعول ہے لہٰذا مَمْدُوْد کے معنی میں وہ پھیلا ہوا لمبا چوڑا مال ہونا چاہیئے جو مدتِ مَدِیْن تک اس یکتا و لاثانی شخص کے قبضے میں دیا گیا ہو۔ یعنی جس کے مرجانے کے بعد بھی وہ پھیلا ہوا مال اسی کا مال کہلا سکے۔ اور چونکہ علامہ نے اس شخص کی رئیسی و ریاست کو تسلیم کرنے کی غلطی کی ہے اس لئے بھی اور اس لئے بھی کہ اللہ نے اس کے لئے ہمہ قسم کی تمہیدات قائم کی ہیں (۱۴ / ۷۴) لہٰذا اس کا مذکورہ مال ایک حکمران اور رئیسِ قوم کی طرح کا ہونا چاہیئے یعنی جہاں جہاں تک اس کی حکومت و ریاست ہو وہاں وہاں تک پھیلا ہوا تمام مال و دولت وزمین و جائیدادیں سب اس کے قابو و اختیار میں ہوں۔ لہٰذا اس وحید و یکتا شخص کو قریش کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ اور بے مثل حکمران ہونا چاہیئے پھر اسے ایسا خلیفہ ہونا چاہیئے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو

كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ

کے کہ کمایا ہے گرو میں ہیں مگر داہنی طرف والے بیچ

جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا

بہشتوں کے ہوں گے پوچھتے ہوں گے گنہگاروں سے کیا

اپنے اعمال اور کمائی پر رہن رکھا ہوا ہے یعنی ہر انسان و حیوان اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا میں گرفتار ہیں۔ (۳۹) جو لوگ حساب وکتاب و اعمال سے مبرا ہیں وہ صاحبان برکت لوگ ہیں جو کہ (۴۰) براہ راست جنتوں میں ہوں گے اور باز پرس کررہے ہوں گے (۴۱) مجرموں سے معلوم کریں گے کہ (۴۲) تم

قریش میں سے کوئی خلیفہ نہ بن سکتا یعنی تمام خلافتیں اور خلفا اسی کے رہین منت ہونے کی بنا پر ان سب کا حاکم و حقیقی خلیفہ وہی یکتا شخص مانا جائے گا اور ان سب کا مال و دولت و مملکت اسی کا مال و دولت کہلائے گا۔ یوں وہ مالاً ممدوداً واضح ہو گا جس کے حصول کی تمہیدات اللہ نے ابلیس کی تخلیق کے وقت سے قائم کی تھیں۔ وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ (المدثر: ۱۴ / ۷۴) بڑا ہمہ گیر جملہ ہے اور یہ جملہ بھی اللہ نے کسی کے لئے نہیں فرمایا ہے چونکہ یہ شخص اچھے اور پسندیدہ افراد میں سے نہیں بلکہ جہنمی ہے لہٰذا اس کی تمہید کم ازکم ابلیس کے ساتھ ساتھ شروع ہونا چاہئے کیونکہ گمراہی اور جہنم اسی سے شروع ہوتا ہے لہٰذا انسانوں کے اندر بے مثل و نظیر گمراہ تیار کرنے کا زمانہ بھی ابلیس کے ساتھ ساتھ شروع ہونا چاہیئے۔یعنی اس یکتا شخص کو بنی آدمؑ میں شیطان ثانی ہونا چاہیئے۔

(۲۔ب) اس بے مثل و یکتا قریشی خلیفہ کی علمی و عملی اور فکری پوزیشن بھی مخالف صحابہ میں بے مثال ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد یہ دیکھیئے کہ اس بے نظیر شخص کے لئے ان ستر ہ آیات (۲۷تا ۱۱ / ۷۴) میں کہیں لفظ منافق و کافر و دشمنِ خدا و رسولؐ استعمال نہیں ہوا ہے۔ البتہ اس کے لئے اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ (یقیناً وہ ہماری آیات کے واسطے عناد پر قائم رہا تھا) فرمایاگیا ہے۔یہاں دو حالتیں سامنے آتی ہیں اوّل حالت تو وہی ہے جو علما کے ترجموں سے ظاہر ہے یعنی :

(۱) علامہ مودودی : "وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

(۲) اشرف علی: "وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے" (ترجمہ صفحہ ۶۹۷)

(۳) بشیر الدین محمود: "وہ میری آیتوں کا دشمن تھا" (ترجمہ صفحہ ۷۸۳)

(۴) فرمان علی: "یہ تو میری آیتوں کا دشمن تھا" (ترجمہ صفحہ 918)

(۵) امداد حسین: "یقیناً وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے" (ترجمہ صفحہ ۶۹۵)

(۶) مقبول احمد : "وہ تو ہماری نشانیوں کا دشمن ہے" (ترجمہ صفحہ 919)

(۷) احمد رضا بریلوی: "وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے" (ترجمہ صفحہ ۷۴۸)

یہ سب حضرات اس شخص کو آیتوں کا مخالف ، دشمن اور عناد رکھنے والا مانتے ہیں۔ لیکن نہ تو لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا کے معنی "آیات کا دشمن" ہیں نہ اس کی دشمنی کا یہاں کہیں آگے یا پیچھے ذکرہوا ہے اور نہ ہی لِاٰيٰتِنَا کے معنی "آیات سے" یا "آیتوں کا" ہوتے ہیں بلکہ اس کے معنی ہیں "ہماری آیات کے لئے" یا۔"ہماری آیات کے واسطے" جیسے "اللہ کے لئے دشمنی" سے "اللہ سے دشمنی" نہیں سمجھی جا سکتی اسی طرح لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا کے معنی "ہماری آیات سے دشمنی" نہیں ہو سکتے۔ پھر جو شخص آیات کا دشمن ہو گا وہ آیات میں غوروفکر اور مقدرساز فیصلے کیوں کرے گا؟ اسے تو نہ آیات کو قبول کرنا چاہیئے نہ ان کو سننا چاہیئے۔ وہ ایک دم رسولؐ کو کاذب اور قرآن کو جھوٹ کا پلندہ کہہ کر ان دونوں کے خلاف محاذ بنائے گا۔یہاں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ "اسے ہماری آیات کے لئے عناد تھا" یعنی عناد کسی اور سے تھا۔ اور غالباً اس لئے تھا کہ وہ اس شخص کی تفہیم کے خلاف آیات کے معنی و مفاہیم اخذ کرتا تھا۔ یعنی اس کا عناد ویسا ہی تھا جیسا کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں قرآن فہمی میں عناد ہے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ زیر تفتیش یکتاوبے مثل لیڈر جن سے عناد رکھتا تھا۔ وہ اس کی تفہیم وتعبیر قرآن کو غلط

لوگوں کو سقر میں کس چیز نے منسلک کیا ہے ؟ (۴۳) وہ بتائیں گے کہ ہم لوگ نہ تو مصلین (نماز و درود ادا کرنے والوں) میں سے تھے اور (۴۴) نہ ہی ہم لوگ مسکینوں کے لئے خوراک کا بندوبست کرتے تھے ۔ (۴۵) اور آیات خداوندی میں مجتہدانہ غوروخوض کرنے والوں کے ساتھ ہم بھی ان کے

سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

چیز لے گئی تم کو بیچ دوزخ کے کہیں گے کہ نہ تھے ہم نماز پڑھنے والوں

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ

میں سے اور نہ تھے ہم کھانا کھلاتے فقیروں کو اور تھے ہم بحث کرتے ساتھ

سمجھتے تھے اور یہ شخص اپنی یکتائی کی بنا پر اپنی تفہیم کو نہ صرف صحیح سمجھتا تھا بلکہ اپنی تفہیم و تعبیر پر اللہ کو گواہ کرکے اسے منشائے خداوندی کے عین مطابق کہتا تھا اور اس ذہنیت کو قرآن میں بیان کردیا گیا ہے ۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ :

"اے نبیؐ ان قریش ہی میں وہ شخص بھی تو موجود ہے جس کی باتیں دنیا کی عملی زندگی کے متعلق تمہیں حیران کن حد تک پسند آتی ہیں اور وہ اپنے خلوص اور قلبی حالت پر اللہ کو گواہ کرکے دنیا کی عملی زندگی کو حق بجانب بتاتا ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی تعبیرات میں تمہارا مدمقابل اور بہت ہی بحث و مباحثہ کرنے والا شخص ہے اور جب وہ حاکم بن جائے گا تو روئے زمین پر فساد پھیلا دے گا ۔ قتل و غارت سے دنیا کی فصلوں اور نسلوں کو تباہ کردے گا ۔"

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُۥ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ﴿٢٠٥﴾ (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲)

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نمبر پر اس کو رسولؐ سے اختلاف و عناد تھا ۔ اس لئے کہ وہ اس کی بیان کردہ اسلامی زندگی سے متفق نہ تھے اور یہ کہ تمام صحابہ میں اسی کو الدالخصام یعنی رسولؐ سے مباحثہ کرنے میں مدمقابل قرار دیا گیاہے ۔ اور ایسا غالب اور پریقین مدمقابل فرمایاہے کہ جس کی توجیہات بہرحال پسند آتی تھیں اور اگر اللہ نے مذمت نہ کی ہوتی تو اس کی توجیہات قبول کرلی گئی ہوتیں ۔

(۲) قریشی لیڈر کی علمی پوزیشن پر قرآن کا ایک اور بیان دیکھیں ۔

یعنی وہ شخص آیات میں غور و فکر سے ایک مقدر ساز فیصلہ طے کر چکا تھا ۔ اور چاہتا تھا کہ قرآن کی ان خودفہمیدہ تعبیرات سے حکمران بنے اور ساری دنیا پر تسلط حاصل کرکے اسے اپنے زیرِ نگیں اور مَالًا مَّمْدُودًا بنالے ۔ اسی شخص کا یہ قصہ بھی سن لیں کہ اللہ نے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ :

"اے محمدؐ رسولؐ اللہ ان تمام مخاطبوں کو اس شخص کا حال بھی تلاوت کرکے سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیات دے دی ہیں ۔ اور اس نے ان آیات کی کھال اتارلی ہے (یعنی چھلکا لے لیا اور مغز چھوڑ دیا ہے) اور اس طرح شیطان نے بھی اس کی پیروی اختیار کرلی ہے اور یوں وہ شیطان کی مانند اغوا شدہ لوگوں میں سے ایک ہوگیاہے اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان عطا شدہ آیات کے ذریعہ سے بلند مرتبہ عطا کرتے لیکن اس نے تو دنیا ہی کو مستقل دائمی ٹھکانہ بنا لیاہے اور صرف اپنی پسند و رائے کی پیروی میں لگ گیاہے ۔"

وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱلَّذِيٓ ءَاتَيْنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ﴿١٧٦﴾ (اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷)

مطلب یہ ہے کہ اس نے آیات میں سے ایک ذخیرہ کا انتخاب کیا ہوا تھا اور اس ذخیرہ کو بھی من و عن استعمال نہیں کیا بلکہ ان کی کھال اتارلی تھی ۔ یعنی اپنے اجتہاد سے اسلام کی وہ تعبیر کی جس سے دنیا میں اسے اور اس کی قوم کو دائمی حکومت و تسلط مل جائے ۔ اسی تعبیر پر عمل کرنے کے بعد اس کا یار پچھتایا تھا (فرقان ۲۸ / ۲۵) اور اعلان کیا تھا کہ اس کے یار نے شیطان بن کر اسے رسولؐ کے راستے سے ہٹایا تھا "(۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

(۳) زیر نظر قریشی لیڈر کے لئے علامہ مودودی کے بیانات :

جو شخص ان آیات و توضیحات سے سامنے آتا ہے اس سے ہمارے قارئین بار بار متعارف ہوتے رہے ہیں وہ واقعی رسولؐ کے مخاطب صحابہ میں یکتاو یگانہ تھا اور اس کی حمد وثنا میں

الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰٓى	اجتہاد پر غور و فکر کیا کرتے تھے (۴۶) اور اس غور و خوض
بحث کرنے والوں کے اور تھے ہم جھٹلاتے دن جزا کو یہاں تک	سے وہ نتائج بر آمد کرتے تھے جن سے روز جزا کی تکذیب
اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾	ہوتی تھی ۔(۴۷) یہ کام ہم نے اس وقت تک برابر کئے
آئی ہم کو موت پس نہیں فائدہ دیتی ان کو سفارش سفارش کرنے والوں کی	جب تک ہمارے پاس یقین آنہ گیا (۴۸) چنانچہ ان لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی

قریشی علما چودہ سوسال سے رطب اللسان رہے ہیں ۔ اور اسی کی پردہ پوشی میں ان کے قلب و ذہن وقلم چلتے رہے ہیں ۔ آئیے اب مندرجہ بالا آیات (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲ اور اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) کے متعلق مودودی کے توضیحی نوٹس پر ایک نگاہ ڈال لیں :

اوّل ۔’’یعنی کہتا ہے : خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں، بلکہ صرف حق وصداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کررہا ہوں۔ ‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

علامہ نے مان لیا ہے کہ وہ شخص اپنے اجتہادی تصورات میں پرخلوص بنتا تھا خود کو حق بجانب خیال کرتا ہے اور حق و صداقت اور انسانوں کی بھلائی کے لئے رسولؐ کے مقابلہ میں دینی کام کر رہا تھا ۔ اس کے دینی کام کی تفصیلات کتاب الفاروق اور ازالۃ الخفا میں موجود ہے اس یکتا و بے نظیر شخص نے عہد رسولؐ ہی میں ایک مکمل شریعت اسلامی تیار کی تھی جس کی پیروی اُمت کی کثرت نے آج تک جاری رکھی ہے ۔

دوم ’’أَلَدُّ الْخِصَامِ ‘‘کے معنی ہیں ’’وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو ‘‘(یعنی وحید ہو۔احسنؔ) یعنی جوحق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی غدر و بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔ ‘‘(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

سوم ’’سورۂ اعراف کی آیات (۱۷۶ تا ۱۷۵ / ۷) کی توضیح میں لکھا کہ :’’ان الفاظ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ضرور کوئی متعین شخص ہوگا جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی یہ انتہائی اخلاقی بلندی ہے کہ وہ جب کبھی کسی کی برائی کو مثال میں پیش کرتے ہیں تو بالعموم اس کے نام کی تصریح نہیں کرتے بلکہ اس کی شخصیت پر پردہ ڈال کرصرف اس کی بری مثال کا ذکر کردیتے ہیں ۔ تاکہ اس کی رسوائی کئے بغیر اصل مقصد حاصل ہوجائے ۔ اسی لئے نہ قرآن میں بتایا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں ہے کہ وہ شخص کون تھا۔ ‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

قارئین نوٹ کریں کہ اگر قرآن میں اس کا نام ہوتا اور وہی شخص قرآن کو جمع کرانے کی حکمران پوزیشن میں ہوتا تو ہرگز ان آیات کو قرآن میں لکھنے کی اجازت نہ دیتا ۔ جس طرح اس نے اور اس کے یار نے وہ قرآن لینے سے انکار کردیا تھا جسے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے چھ ماہ میں اعلان کرکرکے جمع کیا تھا ۔ اس لئے کہ اس کی توضیحات میں ان دونوں یاروں کے اور ان کی پارٹی کے نام موجود تھے ۔ چونکہ ان کی چھینی ہوئی حکومت سات سوسال تک برابر قائم رہی اور قرآن ان ہی کے ہاتھوں شائع کرانا تھا لہٰذا ان کی مکمل تصویر ان کے ظاہری و باطنی تصورات قرآن نے بلا نام لئے ان صفات کے ساتھ بیان کردیئے جن سے تمام مخاطب واقف تھے ۔ اور اسی بنا پر قرآن کی قریشی تعبیرات و تفسیرات تیار کرائی گئیں ۔ کہ ان کا پردہ فاش نہ ہو بلکہ ان کو اسلام کا ہیرو سمجھا جائے ۔ لیکن صحیح احادیث میں ان تمام ملاعین کا نام بنام ذکر موجود ہے مگر علامہ اینڈ کمپنی کے اسلام کا اصول یہ ہے کہ :

’’ہر وہ آیت منسوخ یا قابل تاویل ہے جو مذکورہ بالا شخص کی تیار کردہ شریعت اور پالیسی کے خلاف بیان دیتی ہو اور ہر وہ حدیث رسولؐ باطل و غلط وغیر صحیح وضعیف و متروک ہے جو اس شیطان ثانی اور اس کی مجتہد پارٹی کی کسی طرح مذمت کرتی ہو ‘‘(دیکھو تاریخ تشریع الاسلامی یعنی وہ تاریخ جس میں شریعت سازی کی تفصیلات ہیں اور جس کے اردو ترجمہ کا نام بدل کر ’’تاریخ فقہ اسلامی رکھا گیا ہے تاکہ اردو دان طبقہ کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ جس شریعت پر وہ عمل کررہے ہیں وہ رسولؐ اللہ کی نہیں بلکہ چند شیاطین کی تیارکردہ شریعت ہے)

چہارم ۔ علامہ ان آیات (۱۷۵۔۱۷۶ / ۷) سے کیا سمجھے سنئے ۔ وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے آیاتِ الٰہی کا علم رکھتا تھا ۔ یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۱۰۱) (جس طرح ولید بن مغیرہ کے حق میں مانا ہے کہ)"یہ شخص قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا قائل ہو چکا تھا ۔ لیکن اپنی قوم قریش میں محض اپنی وجاہت و ریاست برقرار رکھنے کے لئے ایمان لانے کو پر تیار نہ تھا " (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۱۴۸)

یعنی حقیقتِ واقعی کے برخلاف عمل کی تیاری کررہا تھا بس حضرات اس سے زیادہ وضاحت کی یہاں اس لئے ضرورت نہیں کہ اس شیطان کا تذکرہ تو ابھی بار بار اور ہر بار ہوناہے نہ قرآن اس کا ذکر بند کرے گا اور نہ ہم تکلف کریں گے (انشاء اللہ و امام علیہ السلام)

۳۔جن حضراتؑ کو کتاب براہ راست ملی تھی وہ عام مومنین سے علیحدہ مذکور ہوئے ہیں آیت (۳۱ / ۷۴)

علامہ مودودی نے سابقہ مفسرین کے اقوال کو غلط قرار دینے کے باوجود بھی اس آیت (۳۱ / ۷۴) میں ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ سے یہود و نصاریٰ مراد لے کر اہلؑ ذکر اور اہلؑ قرآن علیہم السلام کی پوزیشن پر پردہ ڈالا ہے ۔ لیکن قرآن کی سینکڑوں آیات علامہ اینڈ کمپنی کو جھوٹا اور فریب ساز ثابت کرتی ہیں اور خود علامہ کے بیانات ان کی تکذیب کے لئے کافی ہیں ۔ اور جب بقول علامہ یہودونصاریٰ کی کتابوں میں سقر کے نگراں ملائکہ کی تعداد کا ذکر ہے ہی نہیں تو نگہبانوں کی تعداد پر یقین کیسے آجائے گا اور کیسے انہیں الجھن نہ رہے گی ؟ جو یہ یقین رکھتے ہوں کہ مسلمانوں کو وہ ان کے اسلام دین سے پھیر سکیں گے اور جن کے لئے اللہ نے یہ فرمایا ہو کہ :

(۳۔ الف) کیا یہود و نصاریٰ وہ صاحبان کتاب ہوسکتے جو آیت (۳۱ / ۷۴) میں مذکور ہیں ۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو اگر تم نے ان لوگوں میں سے ایک فرقہ کی اطاعت کرلی جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لاچکنے کے بعد بھی کافر بنا کر چھوڑیں گے۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تُطِيعُواْ فَرِيقٗا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ يَرُدُّوكُم بَعۡدَ إِيمَٰنِكُمۡ كَٰفِرِينَ ﴿١٠٠﴾ (آل عمران ۱۰۰ / ۳)

اگر اللہ نے آیت (۳۱ / ۷۴) میں ان لوگوں کے یقین میں اضافہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے ؟ تو مطلب یہ ہوا کہ ان کے مسلمانوں کو کافربنا سکنے کے یقین پر اور بھروسہ ہوگیا ہو گا ۔

دوم ۔ "یہوداور عیسائی تجھ سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک اے رسوؐل تم ان کے دین و ملت کی پیروی اختیار نہ کرلو (بقرہ ۱۲۰ / ۲)

وَلَن تَرۡضَىٰ عَنكَ ٱلۡيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡۗ ﴿١٢٠﴾ البقرة

قارئین غور فرمائیں کہ علامہ اینڈ کمپنی چاہتی ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کے یقین میں اضافہ کرتا رہتا ہے جو خود رسوؐل ایسی ہستی سے اپنے مذہب کی پیروی کرانے کی فکر میں رہتے تھے ۔ لیکن آنکھ بچا کر ان کی مذمت میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

"وہ تو اس لئے تم سے ناراض ہیں کہ تم نے اللہ کی آیات اور اس کے دین کے ساتھ وہ منافقانہ اور بازی گرانہ طرز عمل کیوں نہ اختیار کیا ، خدا پرستی کے پردے میں وہ خود پرستی کیوں نہ کی، دین کے اصول و احکام کو اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے میں اُس دیدہ دلیری سے کیوں نہ کام لیا ، وہ ریاکاری اور گندم نمائی و جو فروشی کیوں نہ کی جو خود انکا اپنا شیوہ ہے۔ لہٰذا انہیں راضی کرنے کی فکر چھوڑ دو، کیونکہ جب تک تم ان کے سے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کر لو دین کے ساتھ وہی معاملہ نہ کرنے لگو، جو خود یہ کرتے ہیں،اورعقائد و اعمال کی ان ہی گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ جن میں یہ مبتلا ہیں اس وقت تک ان کا تم سے راضی ہونا محال ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۰۷) سوچئے کہ کیا اللہ ایسے صاحبانِ کتاب سے سقر کے نگہبانوں کی تعداد پر یقین میں اضافہ کا اعلان کرے گا ؟یا انہیں یقین دلانے کی بات کہے گا؟

(۳ ۔ ب) یہود و نصاریٰ تو جیسے تھے وہ تھے ہی مگر عہد رسوؐل کے نام نہاد مومنین بھی ان سے کم نہ تھے ۔

یہود و نصاریٰ اور عہد رسوؐل کے مومنین کا حال سورۂ حدید کی آیت (۱۶ / ۵۷) کے ترجمہ میں ملاحظہ کرکے عنوان کو مکمل کرلیں۔

(۴۹) اس کے باوجود بھی انہیں کیا ہوگیا ہے کہ وہ لوگ اُس مخصوص تذکرہ سے روگردانی کرتے رہتے ہیں (۵۰) گویا کہ وہ لوگ اجتہاد کے علاوہ حقائق سے اتنے اجنبی ہیں کہ حقیقت کے نظارہ سے بدک کر اسی طرح بھاگتے ہیں جیسے گدھے (۵۱) گویا ان پر زبردست مطلق العنان سوار مسلط ہونے کو آرہا ہو (۵۲) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۴۹﴾ كَأَنَّهُمْ
پس کیا ہے ان کو کہ اس نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں گویا کہ
حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيدُ
وہ گدھے ہیں بدکے ہوئے بھاگتے ہیں شیر سے بلکہ ارادہ کرتا ہے

علامہ نے بڑے صبر و دیانت سے تقریباً صحیح ترجمہ کر دیا ہے۔ اور اپنے ہم مسلک مسلمانوں کی رعایت کرنا بھول گئے ہیں۔ سنیئے:
"کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا (یعنی ۱۳ سال مکے کے گزرے اور چھ سال مدینہ میں تبلیغ کو ہوگئے پھر بھی وہ جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ احسن) کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی (اَلَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتٰبَ) پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴) علامہ کی تشریح بھی قابل دید ہے۔

علامہ کے قلم سے عہد رسولؐ کے قریشی مسلمانوں کی حالت یہود و نصاریٰ سے بدتر رہتی چلی گئی۔

"حاشیہ نمبر ۲۹۔ یعنی یہود و نصاریٰ تو اپنے انبیاؑ کے سینکڑوں برس بعد آج تمہیں اس بے حسی اور رُوح کی مُردنی اور اخلاق کی پستی میں مبتلا نظر آرہے ہیں۔ کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ابھی رسولؐ تمہارے سامنے موجود ہے، خدا کی کتاب نازل ہو رہی ہے، تمہیں ایمان لائے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے، اور ابھی سے تمہارا حال وہ ہو رہا ہے جو صدیوں تک خدا کے دین اور اس کی آیات سے کھیلتے رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ کا ہوا ہے؟" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۱۴)

یہ تشریح اور وہ ترجمہ پڑھ لینے کے بعد علامہ اینڈ کمپنی سے دریافت طلب ہے کہ کیا یہی وہ یہود و نصاریٰ ہیں جن کو یقین دلانے کا یا جن کے سابقہ یقین میں اضافہ ہو جانے کا یا جن کے شش و پنج و الجھن میں مبتلا نہ ہونے کا تذکرہ آیت (۳۱/۷۴) میں ہوا ہے؟ ان کفار یعنی حق پر پردہ ڈالنے والے لوگوں کو بتایا جانا چاہیئے کہ جن اہل کتاب کا مذکورہ آیت (۳۱/۷۴) میں ذکر ہوا ہے وہ مذکورہ بالا یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔ بلکہ وہی اہل الذکرؑ ہیں جو قیامت تک ہر سوال کا جواب جانتے اور پوچھنے والوں کو علم عطا کرنے والے ہیں (نحل ۴۳/۱۶۔ انبیاء ۷/۲۱) وہی تو وہ ازلی و ابدی اور مجسمہ علوم خداوندی ہیں جن کے لئے فرمایا گیا کہ:

"بلکہ وہ (قرآن) تو ان لوگوں کے سینوں میں بولنے والی آیات کی صورت میں موجود ہیں جن کو ہم پہلے ہی علم عطا کر چکے ہیں اور ہماری آیات میں ہٹ دھرمی احکامِ خداوندی میں اجتہاد کرنے والے (مائدہ ۴۵/۵) ہی کرتے ہیں۔"

بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿۴۹﴾ عنکبوت (۴۹/۲۹)

(۳۔ج) ازلی و ابدی علومِ خداوندی کے حاملینؑ حضرات کے لئے مجسم و مکمل ایمان روزِ تخلیق لکھ دیا گیا تھا وہی مجسم ایمان ہیں۔

اس سلسلے میں فی الحال آخری بات پھر سمجھ لیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے اپنے علوم کا ذخیرہ اور مجسم ایمان اور نور بنایا ہے۔ لہٰذا اس کائنات میں علم و ایمان اسی ذخیرہ خداوندی سے ملتا ہے وہیں سے تمام سامانِ حیات عطا کیا جاتا ہے اس جگہ (۳۱-۷۴) جن حضرات علیہم السلام کو "اَلَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتٰبَ" فرمایا گیا وہ اجزائے نور محمدیؐ ہیں۔ جن میں سے ہر فرد "محمدؐ" ہے جو محمدؐ کی ان ذمہ داریوں کو مکمل کرتا ہے جو مشیتِ خداوندی نے مختلف صورت میں عائد کی تھیں۔ یہ تمام حضرات محمدؐ کہلائے ہیں اور اگر ان کا ذکر الگ الگ کیا جائے تو ان سب کو شَرِيْكُ الْقُرآن کہا گیا ہے قرآن اپنی کتابی صورت میں محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہما و آلہما پر نازل ہوا مگر قرآن اپنی علمی صورت میں ان سب حضراؑت کے قلوب و اذہان میں ودیعت کر دیا گیا تھا۔ اور بالکل اسی طرح یہ بتایا گیا ہے کہ ان حضرات کو تمام نوع انسان اور کائنات پر غلبہ پانے کی قوت و اختیار دیا گیا ان کی

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝۵۲

ہر ایک شخص ان میں سے یہ کہ دئے جاویں صحیفے کھلے ہوئے

كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝۵۳ كَلَّآ اِنَّهٗ

ہرگز نہیں یوں بلکہ نہیں ڈرتے آخرت سے ہرگز نہیں یوں تحقیق یہ

وہ تمام لیڈر مطلق العنان حکومت کی سند میں الگ الگ کھلی کھلی کتابیں نازل کرانا چاہتے ہیں۔ (۵۳) کتابیں نازل کرنے کی بات حقیقتاً صحیح نہیں بلکہ دراصل وہ تو قومی حکومت کے آخری نتیجے سے بے خوف و مطمئن ہیں (۵۴) یہ اطمینان اور بے خوفی ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ یہ سارا بیان ایک

تائید کے لئے اللہ نے اپنی روح ان کی خدمت میں حاضر رکھی۔ اور مکمل ایمان (اَلْاِیْمَان) ان کے قلوب میں لکھ کر ثبت و مُرْتَسِم کردیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی انہیں پوری نوع انسان سے الگ اور ممتاز رکھنے کے لئے انہیں اپنے اور اپنے رسولوں کے ساتھ ایک پوری قوم قرار دیا ہے سنیئے:

كَتَبَ ٱللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِىٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ قَوِىٌّ عَزِيزٌ ۝۲۱ لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حِزْبُ ٱللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝۲۲ (مجادلة ۲۱-۲۲)

"اللہ نے اپنا یہ فیصلہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسولؐ لازمی طور پر غالب رہیں گے حقیقت یہی ہے کہ اللہ قوی اور ہر حال میں غالب رہنے والا ہے۔ اے رسولؐ تمہیں کبھی اور کسی حالت میں یہ صورت حال نہ ملے گی کہ جو پوری قوم اللہ پر اور آخری فیصلے کے دن پر ایمان لائی ہو وہ ساری یا ان میں سے کوئی ایسے لوگوں سے مودت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں حدبندی اور مخالفانہ فیصلے کرتے ہوں خواہ ایسے لوگ ان کے والدین ہوں یا بنیادی اولاد ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے خاندانی و متعلقین کے بزرگ (UpperTen) ہوں وہ پوری قوم وہی ہے جن کے دلوں کے اندر مکمل ایمان لکھ دیا گیا ہے اور جن کی تائید کے لئے اللہ کی روح تعینات رہتی ہے اور اسی پوری قوم کو ہم ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے بہترین نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اس قوم کے ہر ہر فرد سے اللہ راضی ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں۔ وہی قوم اللہ کا اپنا گروہ ہے اور خبردار رہو کہ اللہ کا گروہ ہی ہر حیثیت سے فلاح یافتہ ہے"

(۳-د) قریشی علماء نے ان آیات (۲۲-۲۱ / ۵۸) کو بھی اپنے مخصوص صحابہ پر ڈھالنا چاہا لیکن آیات انکار کرتی ہیں۔

اس ترجمہ اور ان آیات کے کلیدی الفاظ اور خصوصی مطالب کو اگر سامنے رکھا جائے تو وہ تمام ترجمے اور مفاہیم باطل ہوجاتے ہیں جو قریشی علما نے کئے اور سادہ لوح عوام کو فریب دیا ہے۔ ہم وہ مخصوص الفاظ اور مطالب یہاں لکھے دیتے ہیں تاکہ قارئین مترجمین کی خامیاں یا چالاکیاں نوٹ کرسکیں۔

اوّل۔ یہاں اللہ رسولوں اور ایک پوری قوم کا ذکر ہے۔ بعض اقوام کے بعض ملے جلے لوگوں کا تذکرہ نہیں ہے جو اس سے صحابہ رسولؐ مراد لئے جاسکیں۔ دوم۔ یہاں مودت کی نفی کی گئی ہے اور نفی یا اثبات پوری قوم سے تعلق رکھتا ہے چند مختلف افراد کی بات نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا یہاں ایک پوری قوم دکھانا ہوگی جس نے اللہ و رسولؐ کے مدمقابل محاذ سے مودت نہ رکھی ہو۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ فلاں فلاں صحابہ نے اپنی اولاد یا اعزاء سے جنگ کی یا دشمنی رکھی۔ اس لئے کہ بات صرف مودۃ کی ہے دشمنی کی نہیں اور اللہ نے قریش اور تمام مومنین پر یہ جرم عائد کیا ہے کہ وہ فتح مکہ یعنی ۸ ہجری تک خفیہ اور اعلانیہ طور پر دشمنانِ خدا و رسولؐ سے مودۃ رکھتے اور انہیں اپنا ولی و حاکم سمجھتے رہے (ممتحنہ ۱ / ۶۰) لہٰذا یہ مومنین ہرگز ان آیات (۲۲-۲۱ / ۵۸) کے زمرہ میں داخل نہیں ہوسکتے اور ہرگز ان مومنین کو رضی اللہ عنہم نہیں کہا جاسکتا۔ اور انہیں ان آیات (۲۲-۲۱ / ۵۸) سے پہلے ہی سوم۔ حِزْبُ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ میں داخل کرکے آگے بات ہوئی ہے (۱۹ تا ۱۲ / ۵۸) چونکہ ان يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ کو باربار اے مومنین کہہ کر ان کی خلاف ورزیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کو دشمنان اسلام

تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَ مَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ

نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے یاد کرے اس کو اور نہیں یاد کرتے اس کو مگر

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

یہ کہ چاہے اللہ وہ ہے لائق ڈرنے کے اور لائق بخشنے کے

خاص تذکرہ ہے (۵۵) جو راہ راست چاہے (مزمل ۱۹ / ۷۳) وہ اس تذکرہ کا ذکر جاری رکھے ۔(۵۶) اس تذکرہ کو لوگ کرنا نہیں چاہتے مگر جب اللہ چاہے وہ یہ تذکرہ کرتے ہیں اور اللہ ہی تقویٰ اور مغفرۃ کا مالک ہے ۔

سے اور اغیار سے ساز باز کرنے کا مجرم فرمایا ہے ایمان کو آڑ بنانے والا فریب ساز قرار دیا ہے ۔ انہیں جہنمی قرار دیا ہے ۔ اور آخر میں انہیں شیطان کا گروہ یا پارٹی فرمایا ہے ۔ اس کے بعد رسولوں کو اور مذکورہ قومؑ کو حزب اللہ کہہ کر دو مدمقابل گروہ سامنے لائے گئے ہیں۔ لہٰذا حزب اللہ کا ہر فرد شیطان کے مقابلہ میں نوع انسان کا ہادی و راہنما ہونا چاہیئے۔ اور جن لوگوں کو قریشی رضی اللہ بناتے ہیں وہ نوع انسان کے ہادی نہ تھے خود ہدایت کے اور ہادی کے محتاج تھے چنانچہ انہیں ان آیات (۲۲۔۲۱ / ۵۸) کا مصداق کہنا جرم وجسارت ہے۔

چہارم ۔آخری بات یہ ہے کہ ان آیات (۲۲۔۲۱ / ۵۸) کے مصداق صرف وہ حضرات ہیں جن کی تائید روحِ خداوند کرتی رہی ہو ۔ اور آئمہ علیہم السلام کے علاوہ اُمت میں کسی بھی صحابی یا بزرگ کے لئے نہ یہ مانا گیا اور نہ یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کی تائید جن و ملائکہ اور ارواح کیا کرتے تھے ۔ لہٰذا ان آیات (۲۲۔۲۱ / ۵۸) کی ذیل میں جس نے بھی آئمہ اہل بیتؑ کے علاوہ کسی اور کا مصداق ہونا لکھا ہے وہ یا تو فریب خوردہ تھا یا وہ فریب ساز تھا چنانچہ سورۂ مدثر میں (۳۱ / ۷۴) أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ وہ حضرات ہیں جو مجسمہ اور مکمل ایمان تھے اس لئے ان کا ذکر پہلے اور ان کے بعد مومنین کا ذکر کیا گیا ہے

۴۔آیات (۵۴ ، ۴۹ ، ۳۵ ، ۳۱ / ۷۴) میں ولایت علویہؑ کا تذکرہ مقصود ہے اور وہی تنبیہ وتنذیر ہے ۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ سورۂ مزمل (تشریح ۔۵ ۔ ب) میں ہم نے آیات (۱۹ / ۷۳، ۵۴ / ۷۴، ۲۹ / ۷۶) کی ذیل میں یہ بتایا تھا کہ اکثر قریشی لیڈروں کے تذکرے یا صاحبان قرآن علیہم السلام کے ذکر کے بعد بطور انتباہ یہ اور اس قسم کی آیات آتی ہیں جن پر غور وخوض سے قریشی سازش کا پتہ چل سکتا ہے یا محمدؐ و آل محمدؐ کا مقام بلند واضح ہوجاتا ہے ۔ چنانچہ سورۂ مدثر میں قریش اور اہل بیتؑ اور دیگر مومنین کے تذکرہ کے بعد فرمایا گیا کہ :

وَمَا هِىَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ (المدثر: ۳۱ / ۷۴) اور وہ تو ایک مخصوص بشر کے تعارف یاد دھانی کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں "یا یہ کہ "وہ تو تمام نوع بشر کے لئے یاد دھانی کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں" یہ لفظ "هِىَ" ایک مونث غائب کی ضمیر ہے۔ اور اس سے قرآن مراد نہیں لیا جاسکتا ۔یہاں معصومؑ تفسیر میں "ولایتِ علویہؑ" مراد ہے ۔ ولایت علویہ اور اس کے مخالف قریش کا قومی حکومت بنانے کا تذکرہ آیت (۴۹ / ۷۴) میں مقصود ہے اور اسی کو پھر آیت (۵۴ / ۷۵) میں دہرایا گیا ہے ۔

(۴ ۔ الف) قریش کا ولایت علویہؑ کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا یوم جزاء کے مقاصد اور صورت کو بدلنا۔

اور مسلسل آیات (سورہ مدثر،۱۸ تا ۲۳ پھر ۳۵، ۳۷، ۴۳ تا ۵۴) میں ان کے لیڈروں کے طرز عمل کے لئے بتایا کہ وہ اپنے مقدر ساز فیصلے بڑے غور و فکر اور بزرگانہ ذہنیت کے ماتحت کرتے ہیں ۔ اور ایسا نظام قائم کرنا عین تعلیمات اسلام کے مطابق سمجھتے ہیں ۔ جس میں حقیقی مصلین نہ ہوں جس میں مساکین وفقراء کے لئے کوئی ادارہ قائم کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ ہر شخص لوٹ مار کے مال سے وظیفہ پائے اور دنیا کو قتل و غارت سے لوٹ کر ان کے اموال سے اپنی قوم کو کروڑ پتی بنا دیا جائے ۔ (بقرہ ۲۰۵ / ۲) وہ آنحضرتؐ کے تصورِ حکومت و ولایت پر ایسی کتابیں چاہتے تھے جو براہ راست ان کے تمام لیڈروں کو اللہ کی طرف سے دی جائیں (۵۲ / ۷۴) وہ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ ہمیں ولایت کے سلسلے میں وہ تمام سامان فراہم کرکے دے دو جو دیگر رسولوںؑ پر نازل ہوا ہے (انعام ۱۲۵ / ۶) اور یہ کہ تم ہمارے سامنے معراج کے لئے آسمان پر چڑھو اور وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب اتار کر دکھاؤ تاکہ ہم خود اس مسئلہ حکومت و ولایت کا مطالعہ کرکے یہ دیکھیں کہ جو تم چاہتے ہو وہی اللہ بھی چاہتا ہے؟ (بنی اسرائیل ۹۳ / ۱۷)مطلب

یہ کہ اگر ایسا نہیں کرتے تو ہمارا قومی حکومت کے متعلق اجتہاد ہی برحق فیصلہ ہے ان ہی تصورات کا خلاصہ ہے کہ ہم اپنے مجتہدین کے شانہ بشانہ اجتہاد میں غوروخوض کرتے رہے (۴۵ / ۷۴) یہاں تک کہ ہمیں اپنے تصور حکومت پر یقین آ گیا تھا (۴۷ / ۷۴) اور اس طرح ہم دین کے اس مفصل نتیجہ خیز دن کے خلاف تصورات پر قائم رہتے چلے آئے (۴۶ / ۷۴) اور اے مجرموں کا محاسبہ کرنے والے مبارک حضرات (أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ۴۱ تا ۳۹ / ۷۴) ان تصورات و اعمال نے ہمیں سقر میں منسلک کر دیا ہے (۴۲ / ۷۴) یعنی کھلی کتابوں کو نازل کرانے کا مطلب یہ تھا کہ آخرت کا انہیں کوئی خوف نہ تھا (۵۳ / ۷۴)۔

(۴۔ب) قریشی مجرموں (۴۱ / ۷۴) سے محاسبہ (۴۰ / ۷۴) زمانہ رجعت میں اللہ نہیں بلکہ اصحاب یمینؑ کریں گے

قارئین یہ تمام سوال و جواب اور عملاً پہاڑ پر چڑھنے اور رسولؐ کو قتل ہوجانے کے لئے نرغہ کفار میں چھوڑ جانے (آلِ عمران ۱۵۳ / ۳) پر مواخذہ، (۱۷ / ۷۴) اور سزائے قتل (۲۰، ۱۹ / ۷۴) کا دیا جانا، اور تمام طرفداروں کے موجود ہوتے ہوئے اور سفارش کے باوجود سفارش کا بے سود رہ جانا (۴۸ / ۷۴) اور یہ تمام عذرات و بیانات (۴۷ تا ۴۳ / ۷۴) دینا قیامت کی واقعاتی باتیں نہیں ہیں۔ یہ تو زمانہ رجعت کا وہ مواخذہ ہے جو ایسے حضرات کریں گے جن کے اعمال پر مواخذہ نہیں ہے (۳۹ / ۷۴) جو روزِ اوّل سے جنت میں مقیم ہوں گے (۴۰ / ۷۴) اور ان لوگوں پر مواخذہ کریں گے جن کو سقر میں رکھا گیا ہو گا۔ (۴۲ / ۷۴) اور اپنے اعمال کی شامت میں گرفتار ہوں گے (۳۸ / ۷۴) زمانہ رجعت ہی کا نام یوم الدین اور یوم الآخر یا آخرۃ ہے۔ اس لئے کہ اس میں پورے دین پر مکمل مواخذہ ہو گا اور قیامت سے پہلے پہلے آخری حجت پوری کی جائے گی اور پھر ان سب کو موت کے حوالے کیا جائے گا تاکہ یہ لوگ دو دفعہ موت کا شکار رہوں گے اور پھر قیامت کے صور پر دوسری دفعہ زندہ کئے جائیں گے (سورۂ مومن ۱۱ / ۴۰) اور اب حقوق اللہ پر مواخذہ کے بعد مستقل جزاء و سزا ملے گی۔

(۴۔ج) آیت (۲۶ / ۷۴) پر خصوصی توجہ درکار ہے تمام قریشی علما لفظ سقر میں الجھ گئے ہیں۔

آخر میں لفظ سقر پر پھر نظر ڈال لینا مفید ہو گا اللہ نے قریش کے مذکورہ مقدر ساز لیڈر کو سقر سے متصل رکھنے کی اطلاع دے کر رسولؐ سے فرمایا کہ آپؐ ازروئے درایت سقر کو نہیں جانتے (۲۶۔۲۷ / ۷۴) معلوم ہوا کہ لفظ سقر اور اس کی کیفیت و حقیقت اس وقت تک رسولؐ اللہ کے لئے بھی واضح نہ تھی۔ بہرحال ہم سقر کے متعلق لفظی معنی سے زیادہ کچھ اور تفصیل بتانے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا ہم نے یہاں اس لفظ کو اسی صورت میں رہنے دیا ہے لیکن مترجمین نے بڑے اطمینان سے لفظ سقر کو دوزخ بنا لیا ہے اور آیت نمبر ۲۶ سے لے کر سورۂ مدثر کے آخر تک خود بھی اور سورہ کے تمام حقائق کو بھی اس خودساختہ دوزخ میں دھکیل دیا ہے۔ ہر جگہ اور ہر لفظ وضمیر کو دوزخ سے متصل کرتے پار نکل گئے ہیں۔ یعنی ذکرٰی بھی دوزخ کی بات ہے۔ وہی ہدایت و گمراہی کی مثال ہے۔ وہی یقین و ایمان میں اضافہ کرنے والی ہے۔ اسی کی شان میں چاند اور رات اور صبح کی قسمیں کھائی ہیں۔ وہی تمام بزرگ چیزوں میں کی ایک بزرگ چیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہنا سو فیصد صحیح ہے کہ ان مترجمین نے سورۂ مدثر کے تمام حقائق کو کوشش کرکے اس طرح الٹ کر مسلسل و مربوط کر دیا ہے کہ قاری کو کہیں کچھ سوچنے کا موقع اور گنجائش ہی ملنے نہیں پاتی اور جو کچھ اللہ نے بتایا ہے وہ کسی کو معلوم ہونے نہیں پاتا۔ اس کے برعکس واقعات الٹ جاتے ہیں رسولؐ کی ایک گھناؤنی اور بچگانہ تصویر سامنے آتی ہے۔ بدترین مجرم پردہ تحریر و تفسیر کے پیچھے چھپے رہ جاتے ہیں۔ اور آخرکار چاروں طرف جہنم ہی جہنم نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن سوالات کی ایک قطار دم بخود کھڑی رہ جاتی ہے۔ اور سورہ اور اس کا ترجمہ وتشریح ختم ہوجاتی ہے۔ یہ سلوک قرآن کی ہر سورت کے ساتھ کرتے کرتے آخر قرآن اور اس کی تفسیر بھی ختم ہوجاتی ہے۔ یوں قرآن کو موجود اور سینوں میں محفوظ (رٹا ہوا) رکھتے ہوئے بھی اسے مہجور رکھا گیا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) لیکن سورۂ مدثر قریش کے سب سے زیادہ قد آور دشمنِ رسولؐ کا تذکرہ کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ اس دشمن نے ایک بہت بزرگ و قد آور چیز یعنی اسلامی حکومت و ولایت و حاکم علیہ السلام کے خلاف بہت غوروخوض سے محاذ بنایا تھا۔ اللہ نے اسی شخص کے ہاتھوں اس خبیث کا سارا منصوبہ قرآن کی صورت میں شائع کرانا تھا اس لئے اس تذکرہ کو اس انداز سے ترتیب دیا کہ وہ چونکے بغیر اسے پبلک کے سامنے آنے دے اور اس تذکرے سے لوگوں کو حقیقی سبیلِ خداوندی مل جائے۔

۵۔سور مزمل و مدثر اور تمام سورتوں کے شان نزول پر فی الحال ایک مختصر بیان ۔یعنی نماز بلا وضو اور تبلیغ اسلام

اگر ہمیں وقت ملا تو تفصیل بیان کریں گے ۔ فی الحال اتنا سن لیں کہ ان تمام مترجمین اور قریشی علما سے اگر یہ معلوم کیا جائے کہ نماز کے واجب ہونے کے حکم کی شان نزول اور زمانہ نزول کیا ہے تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے بتائیں گے کہ مکہ ہی کے اوّلین دور میں نماز کے احکام آگئے تھے ۔ پھر دریافت کریں کہ جناب وضو و تیمم کا حکم اور طریقہ آپ کی شانِ نزول کے مطابق جلد سے جلد ۵ ہجری میں یا ۷ ہجری میں نازل ہوا تو ماننا ہوگا کہ کم ازکم اٹھارہ سال ورنہ بیس سال تک نمازیں بلا وضو و تیمم کے پڑھی جاتی رہیں ۔اور پھر یہ دریافت کریں کہ "قُمۡ فَاَنۡذِرۡ" کا حکم آپ کی شان نزول میں ابتدائے نزول وحی میں آگیا تھا ۔ لیکن تمہاری تاریخ کی رو سے آنحضرتؐ نے تین سال تک اعلانیہ تبلیغ نہیں کی جو قُمۡ فَاَنۡذِرۡ کی اسپرٹ ،حکم اور آپ کی تشریحات کے خلاف عمل ہے ۔یہ نہیں کہا گیا تھا کہ تین سال بعد اٹھنا اور تنذیر کرلینا ۔ لہٰذا تمہارا شانِ نزول محض بکواس ہے ۔

سُوۡرَۃُ الۡقِیٰمَۃِ

سُوۡرَۃُ الۡقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ اَرۡبَعُوۡنَ اٰیَۃً وَّ فِیۡھَا رُکُوۡعَانِ

سورۂ قیامۃ مکے میں نازل ہوئی اور اس میں چالیس(۴۰) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴿۲﴾

قسم کھاتا ہوں میں دن قیامت کی اور قسم کھاتا ہوں میں جان ملامت کرنے والی کی

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی

کیا گمان کرتا ہے آدمی یہ کہ ہرگز نہ اکٹھی کریں گے ہم ہڈیاں اس کی یوں نہیں بلکہ

قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ بَلۡ یُرِیۡدُ

رکھتے ہیں ہم قدرت اوپر اس کے کہ درست کریں ہم پوریاں اس کی بلکہ ارادہ کرتا ہے

الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴿۵﴾ یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴿۶﴾

آدمی تو کہ گناہ کر رکھے آگے اپنے پوچھتا ہے کب ہو گا دن قیامت کا

فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ

پس جس وقت کہ پتھرا جاویں گی آنکھیں اور گہہ جاوے گا چاند اور اکٹھا کیا جاوے

الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾ کَلَّا

گا سورج اور چاند کہے گا آدمی اس دن کہاں ہے جگہ بھاگنے کی ہرگز نہیں یوں

(۱) ضروری ہے کہ قیامت کے دن کی قسم کھا کر (۲) اور ملامت کرنے والی ضمیر کی بھی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں کہ (۳) کیا اُس مخصوص انسان نے یہ حساب لگایا ہے کہ ہم اُس کی بکھری بوسیدہ ہڈیوں کو پھر جمع نہ کرسکیں گے؟ (۴) کیوں نہیں ؟ ہم ضرور جمع کریں گے ہم تو اُس کی اُنگلیوں کی پور پور دُرست اور موزوں بنا دینے پر بھی قادر ہیں (۵) بلکہ اُس خاص شخص نے تو یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اُس کے آگے آگے آزاد روی جاری رہے (۶) اِسی لیے وہ بار بار اعتراض کرتا ہے کہ وہ قیامت کا دن آخر کب آئے گا ؟ (۷) اُس کو بتا دو کہ جب نظریں چکا چوند ہو جائیں گی (۸) اور چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی (۹) اور سورج و چاند کو ایک مرکب بنا دیا جائے گا (۱۰) وہ مخصوص انسان بھاگنے کی جگہ نہ پا کر کہے گا کہ آج کے دن بھاگنے کی جگہ کہاں ہے (۱۱) آج ہر گز

لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ اِلْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ يُنَبَّؤُا	وزارت کا سہارا نہیں ہے (۱۲) اُس روز تو تیرے رب کے سامنے جاکر ہی ٹھہرنا پڑے گا۔ اور (۱۳) اُس روز اُس مخصوص با بصیرت قومی لیڈر کو اُس کے تمام اگلے پچھلے کردار پر تمام ظاہر و غائب اطلاعات فراہم کردی جائیں گی (۱۴) بلکہ یہ زیادہ موزوں ہے کہ وہ مخصوص انسان تو اپنی ذات اور متعلقات پر بذات خود ہی بصیر ہے (۱۵) اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ قومی مصلحت پر اپنے عذرات پیش کرتا ہے (۱۶) اے نبیؐ تم اُس لیڈر اور قرآن کے بیان میں
نہیں جگہ پناہ کی طرف پروردگار تیرے کے اُس دن ہے ٹھیرنا خبر دیا جاوے گا	
الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ	
آدمی اس دن اس چیز سے کہ آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا بلکہ آدمی	
عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵ لَا تُحَرِّكْ	
اوپر جان اپنی کے دلیل ہے اور اگرچہ لا ڈالے عذر اپنے مت ہلا	

تشریحات سورۂ قیامت :

۱۔ یوم قیامت کی تفصیل اور وقوع پر ہمیشہ سوالات ہوتے رہے ہیں ۔

قارئین نے یہاں تک بار بار قیامت و آخرت کا ذکر پڑھا ہے اور آئندہ بھی یہ ذکر ہوتا رہے گا ۔ مگر اس سورۂ کا نام ہی "قیامة" رکھ دیا گیا ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ یہاں قیامت اور قیامت کے متعلقات پر کافی گفتگو کی گئی ہے۔یہاں مذہب کو سیاسی حربہ بنانے والوں کے سوال کو سامنے رکھا گیا ہے (۶ / ۷۵) اور انہیں طرح طرح خبردار کر کے راہنمائی کی گئی ہے اور دنیا میں رہنے اور قیامت کو ملحوظ رکھ کر عمل درآمد کرنے پر زور دیا گیا ہے تاکہ وہ نقصان میں نہ رہیں ۔

۲۔ قیامت کا عقیدہ فطرت اور تجربے کے عین مطابق ہے لہٰذا اس کا کلیتاً انکار نہیں کیا گیا بلکہ واقعات و حالات میں اختلاف رہا ہے۔

قیامت کی ہر صورت کا انکار کر دینا اہل عقل کے لئے ممکن نہ تھا۔ جن لوگوں نے اس دنیا اور کائنات کو قدیم مانا ہے اور ان کو ہمیشہ برقرار رہنے والا کہتے ہیں وہ قیامت کو انفرادی صورت میں مانتے رہے ہیں یعنی ہر شخص کی اپنی الگ الگ قیامت کا ہونا مانتے ہیں ۔ اور پوری نوع انسان کو ایک دن جمع کر کے حساب کتاب لینے کے منکر ہیں ۔ تاکہ ان کے کائناتی تصور میں خرابی پیدا نہ ہو دور کیوں جائیں ہمارے مسلمان علما کی کثرت انسانوں کے علاوہ باقی مخلوق کی قیامت کی منکر ہے ۔ حالانکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: "زمین پر چلنے والا ہر جاندار اور ہوا میں اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مثل اُمتیں ہیں (أَمْثَالُكُم) ہم نے الکتٰب میں ان کے متعلق تفصیلات میں بھی کمی نہیں کی ہے آخر کار ان سب کا بھی اللہ کے سامنے حشر ہو گا (إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ) (انعام ۳۸ / ۶) اگر قریش جانوروں کتوں مچھلیوں کچھوؤں اور بھیڑیوں کی مثل تھے تو سمجھ کر کہیے کہ رسول اللہ بھی ان کے مثل ہوں گے۔ مسلمانوں کے بہت سے علما نے اس بدن کے ساتھ محشور ہونے کا انکار کیا ہے جس بدن کے ساتھ آدمی مرتا ہے۔ اور یا تو روحانی حشر مانا ہے یا ایک نئے جسم کا فراہم کیا جانا تسلیم کیا ہے ۔ پھر مسلمانوں کی کثرت قیامت میں رجعت اور ہر جرم و گناہ کی سزا میں ہر مجرم و گنہگار پر وہی کچھ گزرے گا جو اس نے دوسروں کے ساتھ کیا ہو گا یعنی جو سزائیں انہیں اسلامی حکومت دیتی بعینہٖ وہی سزائیں اور وہی رسوائی انہیں بھگتنا پڑے گی ۔

۳۔ سورۂ قیامت اسی جسم کے ساتھ قیامت میں اٹھنے کی تاکید سے شروع ہوئی ہے ۔

یہ سورۂ بتاتی ہے کہ ایک خاص لیڈر نے اپنا خود مختارانہ منصوبہ جاری کرنے کے لئے (۵ / ۷۵) قیامت کے اس دن پر اعتراض کیا تھا جس میں ہر مرنے والا انسان اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ کیا جائے گا (۳ / ۷۵) اسے بتایا گیا ہے کہ اسی جسم کے جوڑو بند و ہڈیاں وغیرہ جمع کر کے سنوار کر اسی مرنے والی حالت وصورت میں زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائے گا (۴-۳ / ۷۵) یہاں تک کہ اس کا وہ ضمیر بھی موجود ہو گا جس کی ملامت کی وہ پرواہ نہ کیا کرتا تھا (۲ / ۷۵) تاکہ وہ قیامت میں بھی ان کو ملامت کر سکے اور بتا سکے کہ اگر میرا مشورہ مانا ہوتا تو یہ سزائیں نہ ملی ہوتیں پھر ایک دم سے قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ شروع کر کے (۹-۷ / ۷۵) اس لیڈر کو خبردار کیا گیا ہے اور اسے اس کا حال دکھایا جائے گا جب وہ اپنی عادت کے مطابق جائے پناہ کی تلاش میں فرار کرنا چاہے گا اور بھاگنے کی گنجائش نہ پائے گا (۱۰ / ۷۵) جب وہ اپنی حکومت و وزارت کی مدد

عجلت نہ کرو اور اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھو (۱۷) یقیناً اُس کا پورا منصوبہ جمع کرکے پڑھوا دینا ہماری ذمہ داری ہے (۱۸) چنانچہ جب ہم خود اُس کے حالات کی قرأت کریں تو تم ہمارے پڑھنے کی پیروی کرتے رہنا (۱۹) پھر اُس بصیر ودانش ور شخص کے متعلق سب تفاصیل بیان کردینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے (۲۰) حقیقت ہرگز یوں نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے لیے عذرات عجلت پسندی اور فوری نتیجہ حاصل کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں (۲۱) اور وہ لوگ آخرت کو قطعاً نظر انداز کئے ہوئے ہیں (۲۲) قیامت کے دن کچھ چہرے تو تروتازہ اور بشاش ہوں گے (۲۳) اپنے پروردگار پر اپنی نظریں جمائے ہوئے اُسے دیکھ رہے ہوں گے (۲۴) اور کچھ چہرے اُس روز اداس اور بسُورتے ہوئے ہوں گے (۲۵) اور خود ہی خود سمجھ رہے ہوں گے کہ

بِہٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ

ساتھ قرآن کے زبان اپنی کو تو کہ جلدی کرے ساتھ اس کے تحقیق

عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۷﴾

ہمارے ذمہ پر ہے اکٹھا کرنا اس کا بیچ دل تیرے کے اور پڑھنا اس کا

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾

زبان تیری سے پس جس وقت پڑھیں اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

پھر تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے بیان کرنا اس کا ہرگز نہیں یوں بلکہ دوست رکھتے ہو تم

الْعَاجِلَةَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى

جلدی کو اور چھوڑ دیتے ہو آخرت کو کتنے منہ اس دن تازے ہیں طرف

رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ

پروردگار اپنے کی دیکھنے والے ہیں اور کتنے منہ اس دن برے ہیں گمان کرتے ہیں

حاصل نہ کرسکے گا (۱۱ / ۷۵) اور آخر اسے اپنے اس رب الارض علیہ السلام کے روبرو ٹھہرنا پڑے گا جسے وہ اپنے مانند خطاکار و ناتواں سمجھا کرتا تھا (۱۲ / ۷۵) اور اس دن اس کے سامنے اس کی اگلی پچھلی زندگی کا تمام کیا دھرا رکھ دیا جائے گا (۱۳ / ۷۵) بہرحال وہ دانشور لیڈر قیامت سے پہلے بھی ایک بابصیرت شخصیت ہے خواہ وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے کتنے ہی عذرات پیش کرتا رہے (۱۵۔۱۴ / ۷۵) لیکن دل میں وہ جانتا ہے کہ اس کی آزادروی غلط اور قابل مواخذہ ہے اور اس کے اجتہادی عذرات ومصالح ہرگز اسے بچا نہ سکیں گے (۱۵۔۱۴ / ۷۵) قارئین قریش کے اس بابصیرت لیڈر کو پہچان سکتے ہیں جس نے اجتہادی عذرات (معاذیر) کی بنیاد رکھی اور ایک ایسی مجتہدانہ شریعت تیار کرکے مسلمانوں کو دی جس پر آج تک مسلمانوں کے علما وعوام کی کثرت عمل پیرا ہے۔ اور جس کو آج اسلامی نظام کہا جا رہا ہے۔

۴۔ آنحضرتؐ پر مکمل قرآن کا ایک دم نازل ہو جانا طرح طرح اور بار بار قرآن سے ثابت ہے لہٰذا آیات (۱۹ تا ۱۶ / ۷۵) کا مدعا کیا ہے؟

قارئین یہ وہی آیات ہیں جنہیں بنیاد بنا کر قریشی علما نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وحی وصول کرنے میں غلط کار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی قسم کی آیات ادھر ادھر سے جمع کرکے یہ دکھایا ہے کہ رسولؐ اللہ ہجرت حبشہ (۵ نبوت) تک قرآن کو بلاغلطی کئے وصول نہ کرسکے۔ (دیکھو تشریحات المدثر) ہم نے قرآن کے واضح الفاظ و آیات سے یہ کئی بار ثابت کردیا ہے کہ پورا قرآن ایک دم رسولؐ اللہ کو دیا گیا تھا۔ اور جن آیات کو یہ اپنی بکواس کی تائید میں پیش کرتے ہیں ان میں بھی پورے قرآن کی بات ہوتی رہی ہے۔ بہرحال ہم پورے قرآن کا ایک دم دیا جانا سورۂ قدر میں پھر باقاعدہ اور تفصیل سے دکھائیں گے یہاں تو ان آیات (۱۸ تا ۱۶ / ۷۵) کی ذیل میں چند اصولی باتیں مودودی کے ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ ساتھ پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ قریشی سازش کھل کر سامنے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگائی ہوئی تہمتیں صاف ہوکر مجرموں کا لعنتی ہونا ثابت ہوجائے۔

پہلی بات: باطل مقاصد کے لئے الفاظ کا ترجمہ اور مفہوم بدلنے کی مثالیں:

قارئین پہلے چند ترجمے دیکھ لیں تو

اَنۡ يُّفۡعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵ كَلَّاۤ اِذَا

یہ کہ کی جاوے گی ان سے توڑنے والی یعنی معاملت ہر گز نہیں یوں جس وقت

بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶ وَ قِيۡلَ مَنۡ ۜ رَاقٍ ۝۲۷ وَّ

پہنچتی ہے جان ہانس کو اور کہا جائے گا کون ہے جھاڑنے پھونکنے والا اور

ظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ ۝۲۸ وَ الۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝۲۹

جانا اس نے کہ یہ ہے جدائی اور لپٹ جاوے گی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے

اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ اِلۡمَسَاقُ ۝۳۰ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۝۳۱

طرف پروردگار اپنے کی ہے اس دن چلنا پس نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی

وَ لٰكِنۡ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝۳۲ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝۳۳

ولیکن جھٹلایا اور منہ پھیر لیا پھر گیا طرف لوگوں اپنے کے اکڑتا ہوا

اَوۡلٰى لَكَ فَاَوۡلٰى ۝۳۴ ثُمَّ اَوۡلٰى لَكَ فَاَوۡلٰى ۝۳۵

وائے ہے تجھ کو پھر وائے ہے پھر وائے ہے تجھ کو پھر وائے ہے

اب ہمیں کنگال و محتاج بنا دیا جائے گا (۲۶) صرف اتنا ہی ہر گز نہ کیا جائے گا جب ارتقاء کی منزل آجائے گی۔ (۲۷) اور سوال ہو گا کہ آج وہ کون ہے جو ارتقائی منازل سے گزارتا ہے۔ (۲۸) اور اب وہ خاص انسان سمجھ لے گا کہ اب میری جدائی ہوگئی ہے (۲۹) اور اُس کی خاص الخاص پنڈلیاں زنجیر اور بیڑیوں میں ملحق کر کے لپیٹ دی جائیں گی (۳۰) اُسی روز تیرے پروردگار کے حضور میں لے جانے کے لئے پنڈلیوں پر مار مار کر ہانکا جائے گا (۳۱) چنانچہ اُس مخصوص انسان نے نہ تو حقیقی تصدیق کی اور نہ صلوٰۃ بھیجی (احزاب ۵۶ / ۳۳)۔ (۳۲) ولیکن اس کے برعکس حقیقت کو جھٹلایا اور اپنا اقتدار و حکومت قائم کرلی حاکم بن بیٹھا۔ (۳۳) پھر اپنے متعلقین اور قابل لوگوں میں چلا گیا اور ڈھیل دے دی (۳۴) تجھ پر اب اولیٰؑ کا مُسلّط ہونا لازم ہو گیا ہے (۳۵) پھر بھی تجھ پر اولیٰؑ ہی کا تسلّط تیرے شایان شان ہے

ہم بات کریں گے۔ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ۝۱۶ (قیامة ۱۶ / ۷۵)

رفیع الدینؒ: "مت ہلا ساتھ قرآن کے زبان اپنی کو تو کہ جلدی کرے ساتھ اس کے"

اشرف علیؒ: "اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں"

مودودی: "اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۷)

فرمان علیؒ شیعہ: "(اے رسولؐ) وحی کے جلدی یاد کرنے کے واسطے اپنی زبان کو حرکت نہ دو"

تراجم پر تحقیقی نظر: پہلے یہ عرض کردیں کہ علامہ رفیع الدین رحمت اللہ علیہ کے علاوہ یہ تینوں ترجے غلط و باطل ہیں اس لئے کہ:

اوّل۔ علامہ اشرف علیؒ نے اپنی طرف سے "قرآن کو جلدی لینے" کا تصور دیا ہے۔

دوم۔ فرمان علی نے لفظ "وحی" کا اضافہ کیا جو آیت میں نہیں ہے۔

پھر "یاد کرنے کے واسطے" کا پورا جملہ داخل کر دیا ہے جو آیت میں نہیں۔

سوم۔ علامہ مودودی بالکل فرمان علی کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تینوں مترجمین قریشی حکومتوں کی گھڑی ہوئی کہانیوں کی تائید میں کھل کر قرآن کو ڈھالتے ہیں۔ تاکہ وہ رسولؐ اللہ کو قرآن سے قطعاً نابلد ثابت کر کے یہ دکھا سکیں کہ کبھی بھی رسولؐ اللہ پورے قرآن کے عالم نہ تھے۔ جتنی آیات جبرائیل لاتے تھے ان کو رسولؐ اللہ اور ان کے صحابہ یاد کر لیتے تھے اور یوں اُمت اور رسولؐ کا قرآنی علم برابر رہتا چلا گیا۔ اور جب قرآن مکمل ہوگیا تو چند روز کے بعد حضورؐ رحلت فرما گئے۔ یعنی رسولؐ اللہ کا کوئی حکم بھی پورے قرآن کو یا پورے قرآن کی اسپرٹ کو سامنے رکھ کر نہیں دیا گیا تھا لہٰذا صحابہ کے احکام اور فیصلے رسولؐ اللہ سے بہتر اور مفید تر اور منشائے خداوندی کے قریب تر ہونا ہی چاہئیں اس لئے کہ ان کے پاس مکمل قرآن تھا اور وہ سب پورے قرآن کو سامنے رکھنے کے بعد اپنے احکام و فیصلے صادر کرتے تھے۔ اور ان جزوی اور محدود احکام کو منسوخ یا معطل یا تبدیل کر دینے کا حق رکھتے تھے جو رسولؐ نے کئے تھے۔ یہ ہے قریش کا وہ طاغوتی منصوبہ جسے ہر سمت

(۳۶) کیا اُس لیڈر نے یہ حساب لگا رکھا ہے کہ اسے اُس کے کردار پر بلاباز پُرس چھوڑ دیا جائے گا (۳۷) کیا وہ شخص دوسرے آدمیوں کی طرح ایک ایسے نُطفے کی صورت میں نہیں رہا جو بہائی جانے والی منی کی ایک بوند تھا؟ (۳۸) اور پھر علقہ یعنی جما ہوا خون کا ایک لوتھڑا تھا۔ چنانچہ ہم نے اُس کی

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ؕ‏ ﴿۳۶﴾ اَلَمۡ يَكُ

کیا گمان کرتا ہے آدمی یہ کہ چھوڑا جاوے بیکار کیا نہ تھا

نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ۙ‏ ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً

ایک بوند مَنیِ کی سے کہ ڈالی جاتی تھی شکم میں پھر تھا لہو جما ہوا

سے مکمل اور ضروری ثابت کرنے کے لئے آنحضرتؐ کو۔ ۱۔ کورا ان پڑھ۔ ۲۔ مذاہب، تاریخ و تمدن سے بے بہرہ۔ ۳۔ عام آدمی، تمام بشری جذبات سے مغلوب ہوسکنے والا لہٰذا۔ ۴۔ خاطی، بھول چوک، غلط فہمی اور غلط کاری میں مبتلا ہو جانے والا۔ چنانچہ۔ ۵۔ بار بار وحی وصول کرنے میں غلطیاں فیصلوں میں لغزشیں اور خطاکاری کا اقرار کرنے والا ایک شخص مشہور کر دیا اور لاکھوں واقعات کہانیاں اور مقدس افسانے گھڑ کر پھیلائے اور انہیں اسلامی تاریخ کہا پھر قرآن کو ان تمام خود ساختہ افسانوں پر فٹ کر لیا۔ یعنی بقول مسٹر پرویز وہ خود ساختہ افسانے حقیقت بن گئے اور قرآن ان کی تشریح و تصدیق کرنے والا بن گیا۔

دوسری بات: آیت (۱۶ / ۷۵) کا تسلسل توڑ کر جملہ معترضہ کہہ کر رسولؐ کی توہین کے لئے ترجمہ میں اضافہ غلط ہے

قارئین اللہ کے سابقہ بیان میں ایک مخصوص انسان (الانسان) کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے (۱۵ تا ۳ / ۷۵) جو قیامت کے متعلق ایک جداگانہ تصور رکھتا ہے اس کے اس تصور کو توڑنے اور مسلمانوں میں اختلاف کو روکنے کے لئے ضروری ہوا کہ اللہ سورۂ قیامت کی تلاوت کرائے۔ چنانچہ اس مخصوص انسان کی بنیادی باتیں بتا کر اسے صاحبِ بصیرت مگر معذور فرمایا گیا اور موقع دیا گیا کہ وہ عذرات کے مقابلہ میں اپنی بصیرت سے کام لے کر اپنا رخ حق کی طرف موڑ سکے اس لئے آنحضرتؐ سے فرمایا گیا کہ تم ابھی اس بصیر و معذور شخص کے سلسلے میں قرآنی وضاحت میں زبان بند رکھو تاکہ اتمام حجت ہو جائے (۱۶ / ۷۵) رہ گیا اس کا باقی عمل درآمد اس کو مناسب طریقہ پر جمع کر دینا اور پڑھوا کر سنا دینا ہماری ذمہ داری ہے جو ضرور پوری کی جائے گی (۱۷ / ۷۵) لہٰذا جب اور جتنا ہم اس کے حالات پڑھوائیں بس تم اتنا ہی پڑھنا یعنی زیادہ نہ سنانا (۱۸ / ۷۵) اور اس کی پوری اسکیم کو بیان کرا دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے جسے ہم ہی بہترین صورت میں پورا کرنے کے اہل ہیں (۱۹ / ۷۵) قارئین کرام سورۂ قیامت کی شروع سے ٹھہر ٹھہر کر مضمون کو مسلسل کرکے پھر تلاوت کریں اور ہماری ترجمانی کے ساتھ یہ اُنیس آیتیں (۱۹ تا ۱ / ۷۵) پڑھیں اور سوچیں کہ کون سا بیان قرآن کے الفاظ میں اضافہ کے بغیر مسلسل صحیح ہے؟

تیسری بات: باقی تین آیات میں قریشی علما نے کون سے الفاظ کا اضافہ کرکے اپنا طاغوتی تصور پروان چڑھایا؟

پھر یہی نہیں کہ ان علما نے ایک ہی آیت (۱۶ / ۷۵) میں اضافہ کیا ہو بلکہ وہ مسلسل آنے والی تین اور آیات (۱۷ تا ۱۹ / ۷۵) میں بھی ایسے الفاظ کا اضافہ کرنے پر مجبور ہوئے جن کا آیات کی عربی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا علامہ مودودی کا ترجمہ دیکھیں اور پتہ لگائیں کہ ان کی ترجمانی والے الفاظ سے آیت کے الفاظ کا کیا رشتہ ہے۔

مودودی کا ترجمہ اور ہماری تنقید: اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ ﴿۱۷﴾ (القیامۃ: ۱۷ / ۷۵)

رفیع الدین: ”تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے، اکٹھا کرنا اس کا بیچ دل تیرے کے، اور پڑھنا اس کا زبان تیری سے“

مودودی: ”اس کو یاد کرا دینا ... اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے“

قارئین توجہ دیں کہ: علامہ نے یہاں لفظ ”جمع“ کے معنی ”یاد کرا دینا“ کئے ہیں جو ساری دنیا کے عربی دانوں اور ساری لغات کے خلاف اور غلط ہیں۔ مگر علامہ کے مذہب میں یہ معنی کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ ان کے افسانوں یا روایات و تاریخ میں رسولؐ قرآن سے ناواقف تھے اور انہیں بھول جانے کا یقین رہتا تھا اس لئے کہ ان کا بے چارہ رسولؐ آگے آنے والی وحی کو سننے اور سمجھنے کے بجائے وحی کے ان الفاظ کو یاد کرنے میں مصروف ہو جایا کرتا تھا جو جبرائیل کے منہ سے سن چکتا

فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَ
پس پیدا کیا پھر تندرست کیا پس کئے اس میں سے دو جوڑے نر اور
الۡاُنۡثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡــىِ الۡمَوۡتٰى ﴿۴۰﴾ ع
مادہ کیا نہیں یہ شخص قادر اوپر اس کے کہ زندہ کرے مردے کو

تخلیق کی اور اُسے موزوں بنایا تھا (۳۹) چنانچہ اُس سے دونوں قسم کی اولاد بھی پیدا کی ایک (خاص) لڑکا اور ایک (خاص) لڑکی اُسے دی (۴۰) اب سوچو کہ جس نے یہ سب کچھ کیا ہے کیا وہ ہستی اس پر قادر نہیں ہوسکتی کہ مُردوں کو زندہ کرے اور اُس خاص شخص پر اُولیٰ کو مسلّط کر دے۔

تھا کوئی مودودی اینڈ کمپنی سے معلوم کرتا کہ تمہاری یہ بات کہ رسولؐ اللہ قرآن کو جلدی وصول کرنے یا حاصل کرنے کی غرض سے یاد کرنے لگتے تھے۔ غلط ہوگئی اس لئے کہ وحی سنتے سنتے رک کر یاد کرنے میں لگ جانے سے نہ صرف قرآن حاصل کرنے میں دیر ہوگی بلکہ ادھر یہ یاد کرنے میں لگے رہیں گے اور ادھر جبرائیل نہ معلوم کیا کیا پڑھتا چلا جائے گا جس کو دوبارہ سننے اور یاد کرنے میں تاخیر ہی ہوگی۔ لہٰذا یہ تصور ہی باطل ہے کہ رسولؐ کو پہلے سے قرآن معلوم اور قلب میں محفوظ نہ تھا۔ اور اس صورت میں قرآن کا الفاظ کی صحیح ترتیب کے ساتھ یاد کرلینا ناممکن ہے کہ ایک شخص رواں دواں پڑھتا چلا جائے اور سننے والا ساتھ کے ساتھ یاد کرکے پوری تقریر کو من وعن سنا دے۔ اگر یہ کام اللہ کسی معجزے سے کراتا جاتا تھا تو دو اعتراض سر اٹھاتے ہیں اوّل یہ کہ تم معجزے کے قائل نہیں دوم یہ کہ جب معجزاتی قوت سے رسولؐ کو یاد ہوتا چلا جاتا تھا؟ تو ان کو یاد کرنے اور دوران وحی رک جانے کی ضرورت ہی نہ تھی لہٰذا تمہارا تصور باطل اور بلا ضرورت ہے۔ قارئین اگلی آیت کا ترجمہ دیکھیں۔

مودودی کا ترجمہ اور ہماری تنقید : فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ (القیامۃ: ۱۸ / ۷۵)

رفیع الدین: ”پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی“
مودودی: ”لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو“

قارئین توجہ فرمائیں کہ: یہاں تک بھی اور آگے بھی کہیں کسی جبرائیل کے پڑھنے پڑھانے اور سنانے کا تذکرہ نہیں ہے۔ پھر اس آیت میں کوئی ایسا لفظ بھی موجود نہیں ہے جس کے معنی ”غور سے سنتے رہو“ کئے جاسکیں لیکن علامہ کی مذہبی روایات کا نظارہ یہ ہے کہ جبرائیل رسولؐ کو قرآن سنا رہے ہیں اور رسولؐ (معاذاللہ) مرگی کے دورہ کی سی حالت میں ہیں اور چپ چاپ دم بخود جبرائیل کو سن رہے ہیں اس لئے مودودی پر لازم ہوا کہ وہ اس آیت (۱۸ / ۷۵) سے خود ساختہ نظارہ کی تصدیق و تائید کے لئے ”فَاتَّبِعۡ“ (قدم بقدم پیروی کر) کے معنی ”غور سے سنتے رہو“ کر دیں یعنی جیسا کہ مولوی رفیع الدین نے بھی ترجمہ کیا اللہ تو خود یہ چاہتا ہے کہ ”رسولؐ اللہ“ اللہ کے ساتھ ساتھ قرأت کرتے جائیں“ اور مودودی اینڈ کمپنی رسولؐ کو خاموش رکھنا چاہتی ہے حالانکہ حقیقی صورت حال یہ ہونا چاہئے کہ ادھر اللہ کا پڑھنا صرف رسولؐ اللہ کے کان سن رہے ہوں اور ادھر رسوؐل لفظ بلفظ سنے ہوئے الفاظ کو بلند آواز سے دہرا رہے ہوں جسے سامعین سن رہے ہوں یعنی یہ پتہ ہی نہ لگنے پائے کہ رسولؐ کسی کی نقل کررہے ہیں۔ قرآن ان کی زبان سے نکلتے چلے آنے والا قول و کلام ہو (الحاقہ ۴۰ / ۶۹) (تکویر ۱۹ / ۸۱) یہاں اللہ اپنے پڑھنے (قُرۡاٰنَهٗ) کی بات کر رہا ہے اور رسولؐ کو اپنی اتباع (پیروی) کا حکم دے رہا ہے مگر یہ طاغوت زادے آنحضرتؐ کو جبرائیل کے ماتحت رکھ کر اس کی پیروی رسولؐ سے کرا رہے ہیں۔ اب قارئین اگلی یا آخری آیت پڑھیں: ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ (القیامۃ: ۱۹ / ۷۵)

رفیع الدین: ”پھر تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے بیان کرنا اس کا“
مودودی: ”پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے“

قارئین غور فرمائیں کہ: اس آیت میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس کے معنی ”مطلب یا معنی سمجھا دینا“ کئے جاسکیں۔ چنانچہ علامہ کے قرآن پر اس اضافے کا مطلب یہ ہوا کہ گویا اللہ نے رسولؐ اللہ سے یہ کہا ہے کہ ”تو وحی کا مطلب سمجھے بغیر اسے یاد کرتا یا رٹتا چلا جایا کر“ پھر کبھی فرصت میں تجھے اسکا مطلب سمجھاتے رہیں گے“

یہ ہے اس آیت میں مذکور صاحب بصیرت شخص کا گھڑا ہوا اللہ جو بلا مطلب سمجھائے ہی دھڑا دھڑ سورۂ بقرہ جیسے لمبے لمبے بیان رٹاتا چلا گیا اور ایک دفعہ پھر مطلب سمجھانے کے دوران سورۂ بقرہ پڑھنے یا پڑھوانے میں وقت ضائع کرے گا۔ اور یہ ہے قریش کا رسولؑ جو آیات پڑھتے ہوئے معنی و مطالب سے کورا ہو گا اور آیات کا مطلب پوچھنے والے صحابہ کو انٹ شنٹ جواب دے دے گا۔ کیوں نہ ہو؟ قریش کو ایسا ہی رسولؑ درکار تھا جس کی جب چاہیں غلطیاں اور غلط کاریاں پکڑ سکیں۔ جس کی غلطیوں پر اللہ تنبیہہ و ڈانٹ پھٹکار کرتا ہوا دکھایا جاسکے۔ جس سے بہتر قریش کے لیڈر قرآن سمجھتے ہوں۔ جس کی مادری زبان عربی ہو پھر بھی قرآن کی عربی مبین کا مطلب اسے الگ سے سمجھانا پڑے (لعنۃ اللہ علیٰ الکذبین) حالانکہ اللہ نے قرآن فہمی کے لئے اس قرآن کو سہل ترین صورت دی ہے (سورہ قمر ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) وغیرہ وغیرہ۔

آخری بات: قرآن کا مقصد و مطلب و بیان خود قرآن کے اندر ہے قرآن تو کتاب مبین ہے۔

علامہ اینڈ کمپنی نے زیر بحث اس آیت (۱۹ / ۷۵) پر حاشیہ نمبر ۱۳۔ دے کر بڑے زور و شوق وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ:
" قرآن کے احکام و فرامین، اس کے اشارات، اس کے الفاظ اور اس کی مخصوص اصطلاحات کا جو مفہوم و مدعا حضورؐ کو سمجھایا جاتا تھا وہ اگر قرآن ہی میں درج ہوتا تو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کا مطلب سمجھا دینا یا اس کی تشریح کر دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے، کیونکہ وہ تو قرآن ہی میں مل جاتا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۹)
پھر ثابت ہوا کہ علامہ اینڈ کمپنی قرآن کو ایسی مہمل کتاب سمجھتی ہے جس کے:
۱۔ الفاظ و اصطلاحات بے معنی ہیں یا جن کے معنی قرآن میں نہیں ہیں۔
۲۔ قرآن کے احکام و فرمانات کو قرآن سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ (انا للہ)

علامہ مودودی تمام جھوٹوں اور فریب سازوں کے سردار ہیں۔

ہم نے سورۂ فاتحہ سے لے کر یہاں تک علامہ کو بار بار کاذب و فریب ساز ثابت کیا ہے اور خود ان کے اپنے قلم سے دکھایا ہے کہ وہ قرآن کے خلاف قارئین کو دھوکا دیتے رہتے ہیں چنانچہ ان ہی کے قلم سے پھر سورۂ یوسف کی پہلی اور دوسری آیات کا ترجمہ اور تشریح پڑھ کر ان پر تین حرف کہہ دیں۔

مودودی کا ترجمہ جو انہیں کاذب ثابت کرتا ہے۔ "یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدعا صاف صاف بیان کرتی ہے۔ (کتاب المبین۔ احسنؔ) ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم (اہل عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔" (یوسف ۲۔۱ / ۱۲)

علامہ کی تشریح انہیں فریب ساز ثابت کرتی ہے۔ " اس فقرے کا اصل مدعا یہ کہنا ہے کہ " اے اہل عرب تمہیں یہ باتیں کسی یونانی یا ایرانی زبان میں تو نہیں سنائی جا رہی ہیں، تمہاری اپنی زبان میں ہیں، لہٰذا تم نہ تو یہ عذر پیش کر سکتے ہو کہ یہ باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں، اور نہ یہی ممکن ہے کہ اس کتاب میں اعجاز کے جو پہلو ہیں، جو اس کے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتے ہیں، وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہ جائیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)
قارئین سوچیں کہ عرب کا ہر گنوار اس کتاب کو سمجھ سکتا تھا۔ نہیں سمجھتا تھا تو قریش کا خودساختہ رسولؑ نہیں سمجھتا تھا۔ علامہ نے کھلے الفاظ میں "بَیَانَهُ" کے معنی "اس کا مطلب سمجھا دینا" لکھے تھے اور کہا تھا کہ " قرآن کا بیان یعنی مطلب قرآن میں نہیں ہے "

جھوٹوں کو گھر تک پہنچا کر چھوڑنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی طویل بحث کا یہ نتیجہ سن لیں: "یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مطالب قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی تھی وہ بہر حال الفاظ قرآن کے ماسوا تھی۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۹)
پھر معلوم ہوا کہ قرآن کا بیان یا مطلب قرآن کے الفاظ میں نہ تھا۔ لیکن علامہ کو یہ آیت دکھا دو۔

اللہ نے پورے قرآن کو بیان یعنی بقول مودودی مطلب فرمایا ہے

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾ (آلِ عمران ۱۳۸ / ۳)

رفیع الدین: "یہ بیان ہے واسطے لوگوں کے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے واسطے پرہیز گاروں کے"
اشرف علی: "یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے

ڈرنے والوں کے لئے "
قارئین یہاں آیت میں خود لفظ "بَيَانٌ" موجود ہے اس لئے کسی بحث و ثبوت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ پھر بھی تمام ترجے دیکھ ڈالیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کے الفاظ ہی میں قرآن کا بیان موجود ہے۔ اور تمام انسانوں کے لئے موجود ہے۔ مگر بقول مودودی رسولؐ کو قرآن میں یہ بیان نہ ملا تھا۔ اور ساری دنیا لفظ "بَيَانٌ" کے معنی جانتی تھی مگر رسول اللہ کو ایسا گیا گزرا بنایا گیا کہ وہ عربی زبان جانتے ہوئے بھی یہ نہ سمجھے کہ یہ قرآن مجسم بیان ہے۔

قرآن مجسم بیان ہے تو علامہ مجسم فریب ہیں لفظ بَيَانٌ کے مختلف معنی کا لطیفہ:

اب ہم یہ دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے کہ علامہ نے اپنا عقیدہ برقرار رکھنے کے لئے لفظ بیان کے ساتھ کیا زیادتی کی ہے۔
۱۔ بیان کے معنی "مطلب ہیں" عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ (القیامة: ۱۹ / ۷۵)
" اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔"(تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۱۶۷)
۲۔ بیان کے معنی " تنبیہ" ہیں۔ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ﴿۱۳۸﴾ (آلِ عمران ۱۳۸ / ۳)
"یہ لوگوں کے لئے ایک صاف و صریح تنبیہ ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۸۹)
۳۔ بیان کے معنی "بولنا ہیں" عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ (رحمٰن ۴ / ۵۵) (تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۲۴۸) " اسے بولنا سکھایا"

لطیفہ مودودی کے تینوں ترجے آیت (قیامۃ ۱۹ / ۷۵) میں قیامۃ پیدا کرتے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے بازی گر علامہ جو آیات اور الفاظ کو قلابازیاں کھلا کر مسلمانوں کو دن رات فریب دیتے رہے ہیں۔سنئے کہ قرآن کے متعلق اللہ نے کیا فرمایا تھا۔
ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ (القیامة: ۱۹ / ۷۵)
۱۔"پھر قرآن کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے"
۲۔" پھر قرآن کو صاف اور صریح تنبیہ کرنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے "
۳۔" پھر قرآن کو بولنا سکھانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے "
قارئین نے دیکھا کہ علامہ اینڈ کمپنی اپنی مصلحتوں کے ساتھ ساتھ ایک ہی لفظ کے معنی کو بدلتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ تبدیلیاں دور دور وقوع میں آتی ہیں۔ اس لئے قرآن کے قاریوں کو ان تبدیلیوں کا پتہ نہیں چلتا اور یہ لوگ قرآن کے معنی مفاہیم و مقاصد کو الٹتے پلٹتے چلے جاتے ہیں۔

۵۔سورۂ قیامت کی تشریحات میں قریشی علما نے اپنے اسی بزرگ ترین لیڈر کے منصوبہ کو چھپانا چاہا ہے۔

اور یہ لوگ اپنے بیانات میں حقیقت کو اس طرح تہہ در تہہ پردوں میں چھپا دیتے ہیں کہ عام قاری تو کہاں مسلمان علما بھی حقائق کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اپنی تحقیق و تفتیش میں وہ قریشی حکومتوں اور علما کے تیار کردہ اصول و قواعد ہی کو استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ہر پھر کر ان ہی نتائج پر جا پہنچتے ہیں جو قریش کے اس عظیم الشان لیڈر نے پہلے سے مقرر کردیئے تھے۔ جس کا تذکرہ قرآن کی ہر سورت میں ہوتا چلا آرہاہے۔ چنانچہ سورۂ قیامت میں بھی اس لیڈر کے تذکرے سے پہلے اللہ نے قیامت کے دن کی قسم کھائی ہے (۱ / ۷۵) اور تمام انسانوں کو متوجہ کرنے کے لئے ان کے اندر ودیعت کی ہوئی اس ضمیر کی قسم کھا کر بات شروع کی ہے جو ہر بری بات پر انسانوں کو ملامت کرنے سے کبھی باز نہیں آتی (۲ / ۷۵) پھر اس لیڈر کو ایک خاص انسان کی صورت میں پیش کرکے یہ بتایا کہ وہ قیامت میں مرنے والے تمام لوگوں کے اصلی جسم سے حاضر کئے جانے کو اپنے فلسفیانہ حساب سے غلط کہتا تھا اور دلیل یہ دیتا تھا کہ آدمیوں کے گوشت پوست اور گلی سڑی ہڈیوں کو دوبارہ جمع کرنا ایک

فضول سا اور ناممکن کام ہے (۳ / ۷۵) اس کو بتایا گیا کہ اللہ مکمل طور پر انسانوں کو بلا کم و کاست دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے (۴ / ۷۵) اور یہ کہ اس لیڈر کی یہ باتیں اس لئے ہیں کہ وہ اپنے آگے ایک آزادولا قانون نظام حیات قائم کرنا چاہتا ہے (۵ / ۷۵) اور بار بار یوم قیامت پر بحثیں کرتا رہتا ہے (۶ / ۷۵) اسے بتایا گیا کہ قیامت اسی وقت شروع ہوجائے گی جب نظریں چکا چوند ہوجائیں (۷ / ۷۵) حالانکہ چاند کی روشنی ختم ہوجائے گی (۸ / ۷۵) اور چاند سورج کو ایک ہی چیز بنا دیا جائے گا (۹ / ۷۵) اور یہ کہ اس روز بھی وہ لیڈر بھاگ کر کہیں محفوظ ہوجانا چاہے گا مگر جائے پناہ نہ ملے گی (۱۰ / ۷۵) اور نہ اس روز اس کی وزارت مددگار ہوگی (۱۱ / ۷۵) اسے بتایا جائے گا کہ آج تو ٹھہرنے کا مقام صرف تیرے پروردگار کے حضور ہی میں ہے اور کہیں ٹھہرا نہیں جاسکتا (۱۲ / ۷۵) اور وہاں اس لیڈر کو اس کی پوری کارکردگی کا لیکھا جوکھا اگلا پچھلا تمام بتایا جائے گا (۱۳ / ۷۵) اور وہ خود بھی تمام متعلقات پر نظر رکھنے والا ایک علیم و بصیر لیڈر رہے (۱۴ / ۷۵) اور یہ کہ وہ بصیر لیڈر اپنے عذرات کی خامیوں پر مطلع ہے (۱۵ / ۷۵) اے رسوؐل تم اس بابصیرت لیڈر کے معاملے پر زبان نہ کھولنا ایسا نہ ہو کہ تم اس کی نقاب کشائی میں عجلت کربیٹھو(۱۶ / ۷۵) اس کے پورے کردار کو ایک جگہ جمع کرکے لوگوں کے روبرو قرأت کرانا ہماری ذمہ داری ہے (۱۷ / ۷۵) چنانچہ جب ہم خود قرأت کریں تو تم ہماری قرأت میں ہماری پیروی کرتے رہو (۱۸ / ۷۵) یہ سمجھ لو کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کے تمام اگلے پچھلے حالات بیان کر چھوڑیں (۱۹ / ۷۵) اس لیڈر کے عذرات کی حقیقت وہ نہیں ہے جو وہ بیان کرتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا منصوبہ پیش کر رہا ہے جس میں فوری نتائج نکلتے ہیں اور اسے یہی پسند ہے کہ یہیں دنیامیں سب کچھ حاصل ہوجائے اور اسی لئے انہوں نے آخرت کو نظر انداز کردیا ہے (۲۰ / ۷۵) لیکن قیامت میں عجلت پسند نہ کرنے والوں کے چہرے دمکتے ہوئے ہشاش وبشاش ہوں گے (۲۲ / ۷۵) اور وہ اپنے پروردگار کو نظریں جمائے مزیدانعامات کے لئے دیکھ رہے ہوں گے (۲۳ / ۷۵) اور عجلت پسندوں کے چہرے اپنے رب کے حضورمیں اداس اور رونے کی صورت میں ہوں گے (۲۴ / ۷۵) اور خود ہی اپنے حالات پر نظر ڈال کر سمجھ لیں گے کہ اب اداس چہروں کو محتاج و کنگال بنا دیا جانے والا ہے (۲۵ / ۷۵) انہیں پوری بات ہرگز معلوم نہیں کہ جیسے ہی حقیقی ارتقاء اور ترقی کا دور آپہنچے گا (۲۶ / ۷۵) تو دونوں فریق سے پوچھا جائے گا کہ آج کون ہے جو ترقی و ارتقا کا دور شروع کرسکے (۲۷ / ۷۵)

قارئین یہاں ٹھہریں اور دیکھیں کہ رب الارض یعنی امام العصرو الزمان علیہ السلام کے حضور میں دونوں قسم کے انسان حاضر ہیں ۔ اب اس لیڈر کو پورے مجمع کے سامنے لایا جانے والا ہے تاکہ سب کو یہ معلوم ہوسکے کہ اس کا جرم کیا ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا ہے ۔ چنانچہ جس طرح اس لیڈر کے متبعین کو خود محسوس ہو گیاتھا کہ اب ان کے دنیاوی ٹھاٹھ کا زمانہ نہیں رہا اب انہیں محتاج و قلاش کی حیثیت میں رکھا جائے گا (۲۵ / ۷۵) اسی طرح وہ لیڈر بھی ماحول کو دیکھ کر سمجھ لے گا کہ اب وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہونے والا ہے (۲۸ / ۷۵) اور فوراً اس کی دونوں پنڈلیوں میں بیڑیاں پہنا دی جائیں گی(۲۹ / ۷۵) اور اسے معلوم ہوگا کہ اب تجھے تیرے رب الارض کے حضور کشاں کشاں جانا ہے (۳۰ / ۷۵) اور اب معلوم ہوگا کہ وہ نہ تو اسلام و رسوؐل کی تصدیق کرنے والا شمار ہوا نہ اسے درود پڑھنے میں گنا گیا (۳۱ / ۷۵) لیکن اس کی پوری زندگی قرآن اور رسوؐل کی تکذیب میں گزری اس لئے کہ اس نے اپنے تصور اسلام کے مطابق اپنی قومی ولایت و حکومت قائم کرلی تھی (۳۲ / ۷۵) اور حکومت اور حاکم و خلیفہ خداوندی کو ماننے اور اطاعت کرنے کے بجائے وہ اعلان نبوی پر (شعرا۔۲۱۴ / ۲۶) معاملہ کو ڈھیل دے کر لمبے قدموں اپنی قوم میں چلا گیا تھا (۳۳ / ۷۵) اب اس سے کہا جائے گا کہ اب تیرے اوپر وہ اولیٰ ہی مسلط رہے گا اور اولیٰ کا تسلط میں رہناہی اب تیرے شایانِ شان ہے (۳۴ /۷۵) چنانچہ اولیٰ کا تسلط ہی تیرے لئے موزوں ہے (۳۵ / ۷۵) اور اب پھر اسی انسان سے دنیا میں کہا جارہا ہے کہ کیا تو نے یہ حساب لگایاہے کہ تجھے یوں ہی بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے ۔(۳۶ / ۷۵) کیا وہ ایک دن بہائی جانے والی منی کا نطفہ نہ تھا ؟(۳۷ / ۷۵) پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بھی تھاایسے حال میں ہم نے اسے موزونیت اور تخلیق سے نوازا تھا (۳۸ / ۷۵) پھر اس کے یہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں طرح کے بچے پیدا کئے (۳۹ / ۷۵) بھلا بتاؤ کہ کیا پھر بھی اللہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے ؟ (۴۰ / ۷۵) ۔

۶۔ سورۂ قیامت کی تفصیلات میں قریش کی قومی حکومت وولایت اور حاکم کو نمایاں کرکے زمانہ رجعت میں ان کی تباہی

سورۂ قیامت کا یہ مفہوم اور ترجمہ نہ صرف یہ کہ مسلسل و مربوط ہے بلکہ سابقہ سورۂ مدثر و مزمل اور پورے قرآن کی تائید بھی کرتا ہے ۔ اور ان ہی حقائق کو اجاگر کرنے اور ان کی داخلی صورت اور تاریخ کو واضح کرنے میں مددگار بنتا ہے جو واقعات اور مسلّمات کی شکل میں آج ساری دنیا کے سامنے ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ۔

۱۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قریش نے اپنی قومی حکومت قائم کی اور وہ حکومت کئی صدیوں تک مسلسل جاری رہی اور ایسی حکومت کے جواز کو ماننے والوں کی کثرت آج تک برقرار چلی آرہی ہے ۔ اور ان خلفاء کو نہ صرف رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے بلکہ ان کے اعمال و افکار ہی کو حقیقی اسلام سمجھا جاتا ہے؟

۲۔ کون نہیں جانتا کہ اس قریشی حکومت سے انصار اور غیرِ قریش عربوں کو شدید اختلاف تھا اور یہ کہ حضرت علیؑ اور خانوادہ رسوؐل کے تمام افراد نے قریشی حکومت کو باطل اور خلفاء کو غاصب و خائن قرار دیا۔ اور انہوں نے اور ان کی اولاد نے اپنی مخالفت کو ایسی حالت میں بھی برقرار رکھا جب کہ ان کا بچہ بچہ اور ان کے انصار و احباب تہہ تیغ کر دیئے گئے ۔ انہیں پوری مملکت میں مطعون و ملعون بنایا گیا اور صدیوں تک ان کا قتلِ عام ہوتا رہا۔ ان کے مکانات منہدم کئے جاتے رہے ۔ ان کی بستیاں چاروں طرف سے گھیر کر معہ آبادی کے جلا دی گئیں انہیں جلا وطن کرنا معمولی سزا رہتی رہی ۔ اور آج تک انہیں دوست دارانِ اہلبیتؑ اور لفظ شیعہ سے عناد و دشمنی برقرار ہے ؟

۳۔ کون نہیں جانتا کہ آخر آلِ محمدؐ کے طرفداروں نے قریشی حکومت کو چاروں طرف سے اپنی اپنی حکومتیں بنا کر گھیر لیا انہیں بے دست و پا کر دیا اور آخر اس حکومت کا ستیاناس کر دیا اور ہلاکو خان کو یہ لوگ آج تک کوستے رہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رسوؐل کے بعد حکومت کا حق ایک متنازعہ مسئلہ تھا۔ اور یہ مسئلہ ایسا تھا کہ جس میں آج تک اتفاق ممکن نہ ہوا۔ اور شیعہ آج بھی مساجد کے میناروں سے علیؑ کو بلافصل خلیفۂ رسوؐل ہونے کا اعلان کرتے اور باقی خلفاء کو باطل و غاصب و خائن کہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن نے ان تینوں حقیقتوں کے لئے کیا کہا ہے؟ کہا بھی ہے یا وہ اس سلسلے میں خاموش ہے ؟

(۶۔۱) رسوؐل کی قوم کی مذکورہ بالا حکومت اور قرآن؟ اور رسوؐل کی قوم کا قرآن اور رسوؐل کے ساتھ سلوک؟

سب سے پہلے یہ سن لیں اور قومی حکومت کو برسرِ حق کہنے والے علما سے دریافت بھی کرلیں کہ قریش کی حکومت کو قائم کرنے کا جواز نہ قرآن میں ہے نہ قومی حکومت کے خلفاء علما اور مفسرین و محدثین نے کبھی یہ دعوٰی کیا کہ ابوبکر و عمر وغیرہ کی حکومت قرآن کے حکم کے ماتحت وجود میں آئی تھی ۔ بلکہ متفقہ طور پر یہ کہا اور لکھا جاتا رہا ہے کہ یہ حکومت مسلمانوں کے اجماع یعنی متفقہ رائے اور صوابدید سے قائم کی گئی تھی ۔اس کے لئے قرآن میں کوئی نص نہیں ہے اور یہ کہ اللہ و رسوؐل نے حکومت و خلافت کے قیام کو اُمت پر چھوڑ دیا تھا یعنی اس سلسلے میں روز اوّل سے لے کر آج تک ہمہ قسمی بکواس ملے گی مگر نہ ملے گی تو قرآن سے اس جواز پر کوئی بھی آیت یا نص نہیں ملتی ہے رہ گیا اس حکومت کا اجماع اُمت سے قائم ہونے کا یا متفقہ رائے اور صوابدید سے قائم ہونے کا دعوٰی؟ یہ دنیا کے بڑے جھوٹوں میں سے ایک بڑا جھوٹ ہے وہ اجماع جس میں علیؑ اور خانوادۂ رسوؐل شریک نہ ہو کیسا اجماع ہوگا؟ جس میں حضرت ابوذر غفاری ، سلمان اور مقداد رضی اللہ عنھم جیسے بڑے صحابہ مخالف ہوں کیسا اور کن کا اجماع ہوگا؟ جس بیعت اور قیام حکومت کو حضرت عمر خود فِلْتَةً یا فِتْنَةً (یعنی اتفاقاً قائم ہونے والی یا ایک فتنہ) قرار دیں وہ کیسی بیعت و حکومت ہوگی (بخاری اور تمام کتب احادیث)

صرف قریش نے اجماع کیا اور عہد رسوؐل ہی میں کیا تھا اور علیؑ کو محروم کرنے کے لئے متفق ہوئے تھے ۔

عمر ہی نے کہا تھا کہ :

” اے ابن عباس میں جانتا ہوں کہ کیوں تمہاری قوم نے علیؑ کو حکومت نہ دی ۔ اس لئے کہ قریش یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت اور حکومت و خلافت ایک ہی خاندان میں محدود ہوکر رہ جائے۔ “(الفارق جلد اوّل صفحہ ۱۰۳)

قریش کے ایک لیڈر کی اللہ و رسوؐل کے سراسر خلاف حکومت سازی آخر پروان چڑھ کررہی ۔

ہم نے باربار یہ آیت اور اس کے مستند ترجمے پیش کئے ہیں پھر دیکھیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ :

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَ الخ ﴿٢٠٥﴾ البقرة

رفیع الدین کا ترجمہ : ’’اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تو کہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانوروں کو‘‘ (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

مودودی کا ترجمہ: ’’جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ (بقرہ ۲۰۵ / ۲ تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

یہ عہد رسوؐل کا ایک صحابی ہے جو رسوؐل سے خدا کو شاہد کر کے بحث و مباحثہ جاری رکھتا ہے اور دنیا میں اپنی اسلامی پالیسی کو صحیح اسلامی اسپرٹ سمجھتا ہے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اس کے متعلق فرمایا گیا کہ جب وہ بقول علامہ مودودی اقتدار حاصل کرلیتاہے اور بقول رفیع الدین جب حاکم ہوجاتا ہے تو وہ تین کام کرتا ہے ۔ا۔ ساری دنیا میں فساد پھیلادیتا ہے۔ ۲۔ دنیا کو قتل و غارت اور لوٹ مار کا اکھاڑہ بنا کر ایک خاص نسل کو ہلاک کردیتا ہے ۔ قارئین بتائیں کہ اسلامی قریشی حکومتوں نے یہ سب کچھ صدیوں تک کیا تھا یا نہیں ؟ لہٰذا دو باتیں معلوم ہوئیں ۔ اوّل یہ کہ قریشی حکومت اسلامی حکومت نہ تھی اللہ و رسوؐل کی مخالف حکومت تھی دوم یہ کہ ایسی حکومت بنانے کی کوشش عہد رسوؐل ہی میں کی جارہی تھی اورطے ہوگیا تھا کہ رسوؐل کے بعدرسوؐل کی قائم کردہ اسلامی حکومت کو قریش میں رکھا جائے گا ۔ اور خاندانِ رسوؐل کو محروم کردیا جائے گا ۔ اور ایسا ہی ہوا اور نسلِ رسوؐل کا قتلِ عام کردیا گیا۔ اب قارئین سورۂ قیامت کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں اور دیکھ کر سوچیں کہ :

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ (القیامۃ: ۳۲۔۳۱ / ۷۵)

کیا دوسری آیت میں وہی لفظ ’’وَتَوَلّٰی‘‘ نہیں ہے؟ جس کا ابھی ابھی ترجمہ رفیع الدین نے ’’حاکم ہوتا ہے ‘‘کیا تھا اور جناب علامہ مودودی نے ’’ اقتدار حاصل ہوجاتا ہے ‘‘ لکھا تھا ؟ لہٰذا ان دونوں آیات کا ترجمہ یوں ہونا چاہئے کہ :

’’نہ اس نے تصدیق کی اور نہ صلوٰۃ پر عمل کیا ولیکن اس نے تکذیب کی اور اقتدارو حکومت حاصل کرلی ‘‘

اور اب سوچیئے کہ یہ مترجم حضرات کیوں اسی ایک لفظ کے معنی بدلتے رہتے ہیں ؟ جواب یہ ہے کہ وہ گروہ وہی ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ قرآن سے اس لیڈر کا پتہ چلنے پائے جس نے حکومت الٰہیہ کے معاملے میں اللہ و رسوؐل اور قرآن کی تکذیب کے لئے اپنی قومی حکومت بنائی تھی ۔ اور عہد رسوؐل ہی میں قرآن کے مفاہیم و مقاصد اورمعانی کو تبدیل کرکے اپنی قوم کو قرآن سے ایک دوسرے اسلام کا تصور دے دیا تھا اور اللہ سے رسوؐل نے اس قوم کی شکایت کی تھی کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو مہجور کردیاہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) معلوم ہوا کہ سورۂ قیامت میں سابقہ سورتوں کی طرح اس ملعون لیڈر کو ایک خاص انسان کہہ کر سامنے لایا گیاہے اور اس کی بار بار دھرائی ہوئی شناخت والا لفظ ’’وَتَوَلّٰی‘‘ لا کر اسے مشخص کر دیا ہے ۔ اور پھر جو کچھ فرمایا ہے اس کے لئے وہ تاریخی واقعہ یاد دلایا ہے جو قوم کے تمام سرداروں (Upper ten) ذوی العشیرہ کو دعوت دینے (شعرا۔ ۲۱۴ / ۲۶) اور ان سے خلیفہ وزیر اور بھائی بننے کی درخواست کرنے سے متعلق ہے یعنی وہ لیڈر وہ خاص انسان وہ ایک خاص بیٹی والا اور ایک مخصوص بیٹے والا شخص اس دعوت ذوی العشیرہ کو سن کر اور اپنی قومی ولایت کی خاطر معاملے کو ڈھیل دینے اور قوم کو تیار کرنے کے لئے واپس اپنی قوم میں چلا گیا تھا (۳۲ / ۷۵) آگے چل کر اس کی وہ مخصوص بیٹی اور اس کے یار غار (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) کی بیٹی ہی وہ عورتیں ہیں جنہوں نے رسوؐل اللہ کے مقابلے میں محاذ بنائے رکھا (تحریم ۵ تا ۱ / ۶۶)

(۶ ۔ ب) اس سورۂ میں مذکور الانسان کو آخرکار ایک مخصوص شخص ابوجہل مانا گیا۔

قارئین یہ بھی غور کریں کہ سورۂ قیامت میں جس’’ ٱلۡإِنسَٰنُ ‘‘کا تفصیلی اور مسلسل تذکرہ ہوا ہے ۔ اسے برابر اونتیس (۲۹)

آیات (۳۲ تا ۳ / ۷۵) میں ایک فرضی اور خیالی اور عام انسان سمجھنے اور سمجھانے میں پورا زور لگایا گیاہے اور جب یہ یقین ہوگیا کہ اب قرآن کے قاری پوری طرح بہک چکے ہوں گے تو مودودی اینڈ کمپنی نے تینتیس (۳۳) آیتوں کے بعد مان لیا کہ: " مجاہد قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ شخص ابوجہل تھا" (علامہ نے مانا کہ) آیت کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایک شخص تھا جس نے سورۂ قیامت کی مذکورہ بالا آیات سننے کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۷۵) اس اقرار کے بعد سورۂ قیامت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اور جو کچھ پورے قرآن کے مقاصد ومفاہیم سے مربوط و مسلسل ہے وہ صرف ہمارا ترجمہ ہے اور وہ لیڈرہے جس نے عہد رسولؐ میں اور بعد وفاتِ رسولؐ اسلام کو اور ساری دنیا کو تہہ و بالا کیا۔

(۷) اللہ کو کسی حالت و صورت میں کوئی آدمی ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

آیات (۲۳۔۲۲ / ۷۵) میں امام عصر جناب محمدؑ بن حسنؑ عسکری علیہما السلام کی زیارت کا ذکر ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تذکرہ ہے چونکہ قریشی مذہب میں علیؑ و اولادِ علیؑ علیہم السلام کی گنجائش نہیں ہے۔اس لئے وہ مجبور ہوئے ہیں کہ خلافِ عقل و بصیرت و منطق و مشاہدہ اعتقادات رکھیں لہٰذا انہوں نے عموماً اور مودودی نے خصوصاً کوشش کی ہے کہ کسی طرح اللہ کو قابل مشاہدہ منوایا جائے۔ چنانچہ وہ ناقابلِ تحقیق اور خیالی وقیاسی بکواس سے آخرت میں اللہ کے دیکھے جا سکنے کی بحثیں کرتے رہے ہیں لیکن اس آیت میں لفظ "نَاظِرَةٌ" آیا ہے (۲۳ / ۷۵) اور اس کے معنی ہوتے ہیں "آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے" یا یہ کہ "نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے" اور اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تھا کہ "لَن تَرَىٰنِي ﴿۱۴۳﴾" تو ہرگز مجھے دیکھ نہیں سکتا" (اعراف ۱۴۳ / ۷) صاف ظاہر ہے کہ اگر آخرت میں اللہ کو دیکھا جاناممکن ہوتا تو ضروری تھا کہ موسیٰؑ سے کہا جاتا کہ "تم مجھے آخرت میں دیکھ سکو گے دنیا میں نہیں" اور حضرت موسیٰؑ نے یہی درخواست کی تھی کہ:

رَبِّ أَرِنِيٓ أَنظُرۡ إِلَيۡكَۚ ﴿۱۴۳﴾ (اعراف ۱۴۳ / ۷)

" اے میرے پروردگار تو مجھے خود دکھا دے کہ میں تجھے اپنی نظروں سے دیکھوں "

لہٰذا کوئی ایسی فرضی اور قیاسی صورت کا ماننا جس میں اللہ نظروں سے نظر آسکے ایک بہت باطل تصور اور فریب ہے۔ اور آیت (۲۳ / ۷۵) میں صاف صاف نظارہ کرنے کا تذکرہ ہے

امام زمانہ حضرت حجتؑ بن جناب امام حسنؑ عسکری کو تمام نوعِ انسان دورانِ قیامت ورجعت دیکھے گی۔

لہٰذا قرآن کریم کے واضح اصول کے مطابق تمام نوع انسان اپنی ان ہی آنکھوں اور نظروں سے امامِ عصرؑ قائم قیامتؑ حضرتِ حجتؑ اور اپنے رب علیہ السلام کو دوبدو اپنے سامنے دیکھے گی۔ اور وہ حضرتؑ عرش خداوندی پر جلوہ فرما ہوں گے

وَٱلۡمَلَكُ عَلَىٰٓ أَرۡجَآئِهَاۚ وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ ثَمَٰنِيَةٞ ﴿۱۷﴾ يَوۡمَئِذٖ تُعۡرَضُونَ لَا تَخۡفَىٰ مِنكُمۡ خَافِيَةٞ ﴿۱۸﴾ (الحاقۃ: ۱۸ تا ۱۷ / ۶۹)

آٹھ ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے اور تمام متعلقہ فرشتے عرش کے اطراف میں اپنے فرائض انجام دینے کے لئے کھڑے ہوں گے اور اس روز تمام ان انسانوں کو ان کے رب کے سامنے پیش کیا جائے گا جن کی کچھ کارکردگی پوشیدہ رہ گئی تھی۔ یعنی جس کی جزا دنیا میں ملنے سے رہ گئی تھی۔ (الحاقۃ ۱۷ تا ۱۸)

یہ دونوں آیات بتاتی ہیں کہ جس ربؑ کی زیارت ہوگی جسؑ کو نظروں سے دیکھاجائے گا اور جس ربؑ کے حضور میں مواخذہ کے لئے پیش کیاجائے گا وہ عرش نشین ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ ہرگز کسی تخت اور کرسی پر نہیں سما سکتا۔ رہ گیا امامؑ کو رب کہنا تو یہ مجازی معنی اور حقیقی صورت حال کے عین مطابق ہے۔

ہروہ شخص مجازی رب ہے جو اللہ کے نظام میں ربوبیت کافریضہ انجام دیتا رہاہے۔

حقیقی صورت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حضرات محمدؐ اور ان کے جانشین آئمہ علیہم السلام وہ دروازہ ہیں جس میں کائنات کی ہر مخلوق کو رزق یعنی ان کا سامانِ بقاو حیات دیاجاتا ہے (کافی) مجازی صورت میں ہرباپ رب ہے (بنی اسرائیل ۲۴ / ۱۷) اور حضرت یوسفؑ کی زبانی اللہ نے فرعون کو رب فرمایاہے (یوسفؑ ۵۰ / ۱۲) (۴۲ / ۱۲) یہ بھی قریش اور ان کے ہم مسلکوں کی بدقسمتی ہے جو انہیں جہنم میں لے جائے گی۔

سُوْرَۃُ الدَّھْر

سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ اِحْدٰی وَ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ اَلدَھر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اکتیس(۳۱) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

تحقیق آیاہے اوپر آدمی کے ایک وقت زمانہ میں سے کہ نہ تھاکچھ چیز ذکر کیاگیا

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ

تحقیق پیدا کیاہے ہم نے آدمی کو ایک بوند سے یعنی نطفہ ملے ہوئے سے کہ

(۱) کیانوع انسان پر لا محدود زمانے کے دوران ایسا وقت (نہیں) آیا تھا جب کہ اُس کا کسی طرح بھی ذکر نہیں ہوا تھا؟ (یعنی یقینا ایسا زمانہ ضرور آیا تھا) (۲) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے نوعِ انسان کو ایک ملے جُلے نطفے سے اِس لیے پیدا کیاہے تاکہ

تشریحات سورۂ دھر :

سورۂ دھر کو مدنی ہوتے ہوئے بھی مکی قرار دینے کا سبب کھل کر علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ سے دشمنی کا اعلان ہے

قارئین کو بتانا ہے کہ سورۂ دھر کو تمام ہی قرآنوں میں "مَدَنِیَّۃٌ" لکھا چلا آتا تھا۔ یعنی جب سے قرآن اس موجودہ صورت میں مرتب ہو کر اُمت کے ہاتھوں میں آیا برابر سورۂ دھر کو مدنی یعنی مدینہ میں نازل ہونے والی سورت مانا جاتا رہاہے۔ مگر دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ کا ایک گروہ اُمت کے اس قدیم ترین اجماع کا منکر ہے اور صرف اس لئے منکر ہے کہ یہ سورہ تمام علمائے صالحین کے نزدیک علیؑ و فاطمہؑ اور حسنین صلوٰۃ اللہ علیہم کی شان بیان کرتی ہے۔ اور دشمنوں کو یہ پسند نہیں ہے۔

۲۔ وہ خبیث علما جوسورۂ دھر کو مکی کہتے ہیں نیز ان کے عذرات ؟

علامہ مودودی دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میں رہنے کے لئے لکھتے ہیں کہ : "اکثر مفسرین اس کو مکی قرار دیتے ہیں ۔علامہ زمخشری، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نظام الدین نیسا بوری ۔ حافظ ابن کثیر اور دوسرے بہت سے مفسرین نے اسے (سورۂ دھر کو۔احسنؔ) مکی ہی لکھا ہے ، اور علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ "یہی جمہور کا قول ہے۔" لیکن بعض دوسرے مفسرین نے پوری سورۂ کو مدنی کہا ہے، اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ ہے تو مکی، مگر آیات ۸ تا ۱۰ مدینے میں نازل ہوئی ہیں۔ جہاں تک اس سورۂ کے مضامین اور انداز بیان کا تعلق ہے، وہ مدنی صورتوں کے مضامین اور اندازِ بیان سے بہت مختلف ہے، بلکہ اس پر غور کرنے سے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ نہ صرف مکی ہے بلکہ مکہ معظمہ کے بھی اس دور میں ناز ل ہوئی ہے جو سورۂ مدثر کی ابتدائی سات آیات کے بعد شروع ہوا تھا۔ رہیں آیات ۸ تا ۱۰(وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ سے لے کر يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا تک) تو وہ پوری سورۃ کے سلسلہ بیان میں اس طرح پیوست ہیں ۔ کہ سیاق وسباق کے ساتھ کوئی ان کو پڑھے تو ہر گز یہ محسوس نہیں کرسکتا کہ ان سے پہلے اور بعد کا مضمون تو ۱۵۔۱۶ سال پہلے نازل ہوا تھا اور اس کے کئی سال بعد نازل ہونے والی یہ تین آیتیں یہاں لا کر ثبت کر دی گئیں۔ دراصل جس بنا پر اس سورۃ کے، یا اس کی بعض آیات کے مدنی ہونے کا خیال پیدا ہواہے وہ ایک روایت ہے جو عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ..." (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۸۰)

قارئین نے دیکھ لیا کہ مودودی نے اپنا پورا زور لگا دیا کہ ان کی تفہیم کے قاری سورۂ دھر کو مدنیۃٌ لکھے چلے آنے کے باوجود بھی مکے کی نازل شدہ مان لیں ۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ عہد رسولؐ کے صحابہ عموماً اور عثمان اورعہد عثمان کے صحابہ

نَّبۡتَلِيۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًاۢ بَصِيۡرًا ②

آزمائش کیا چاہتے ہیں ہم اس کو پس کیا ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا

اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوۡرًا ③

تحقیق ہم نے دکھلائی اس کو راہ یا شکر کرنے والا ہوتا ہے اور یا کفر کرنے والا

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَلٰسِلَا۟ وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِيۡرًا ④

تحقیق ہم نے تیار کیں ہیں واسطے کافروں کے زنجیریں اور طوق اور آگ

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ⑤

تحقیق نیک کام والے پیویں گے پیالہ کہ ہے ملونی اس کی کافور کی

اُسے آزمائشوں سے دو چار کریں چنانچہ اِسی غرض سے ہم نے اُسے غور سے سننے والا غور سے دیکھنے والا سمیع وبصیر بنا کر (۳) ہم نے اُنہیں راہ راست کی ہدایت کا انتظام کردیا ہے۔ خواہ وہ شکر کرنے والے بن جائیں یا حق پوشی کرنے لگیں (۴) حقائق کے چھپانے والوں کے لئے ہم نے زنجیریں اور طوق اور جہنم کی آگ کے دھکتے ہوئے گڑھے تیار رکھے ہیں۔(۵) اور مخصوص ومطلق نیک لوگ ایسے پیالوں سے پئیں گے جن کی بناوٹ میں کافور کی آمیزش ہوگی

خصوصاً اور اس کے بعد تابعین و تبع تابعین نے اس سورۂ کو مدنی کیوں مانا اور کیوں نہ قرآن میں اسے مکی لکھا اور کیوں نہ بعد کے لوگوں نے مدنی کو کاٹ کر اسے مکی لکھا اور کیوں یہ غلطی برابر جاری رہنے دی ؟ ماننا ہوگا کہ یا مودودی اینڈ کمپنی جھوٹی اور فریب ساز ہے یا پھر مذکورہ بالا صحابہ وغیرہ جاہل و لاپرواہ لوگ تھے ۔

۳۔ علامہ مودودی اینڈ کمپنی کا کاذب و فریب ساز ہونا ثابت ہے ۔

علامہ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی سورۂ دھر کے متعلق لکھتے ہیں کہ : ”مجاہد و قتادہ اور جمہور کے نزدیک یہ سورۂ مدنیہ ہے۔ بعض نے اس کو مکیّہ کہا ہے “(ترجمہ صفحہ ۷۵۲) یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ مودودی کے مندرجہ بالا طویل بیان میں علامہ آلوسی کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ ”یہی جمہور کا قول ہے“ یعنی اہل سنت و الجماعت یا مسلمانوں کی کثرت سورۂ دھر کو مکّی مانتی ہے لیکن علامہ محمد احمد رضا نے لکھا ہے کہ ”جمہور کے نزدیک سورۂ دھر مدنیہ ہے“ سوچیں کہ یہ دو رُخا جمہور کسی کا جمورا تو نہیں کہ بجر بٹو پر ناچتا رہے ؟

۴۔ قرآن کریم کی سورتوں کا بلا اختلاف مکی یا مدنی ہونا برابر نقل ہوتا چلا آیا ہے لیکن بعد والوں نے اختلاف کیا

قارئین فی الحال آپ کو یہ سمجھ کر آگے بڑھ جانا چاہیئے کہ صدیوں تک قرآن کی سورتوں کی ابتدا میں ان کا مکی یا مدنی ہونا بلا اختلاف لکھا جاتا رہا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی کی اپنی تفسیر جلالین میں بھی سورۂ دھر کے اوپر لکھا ہے کہ : (۷۶) سورۃ الانسان مدنیۃ وآیاتھا ۳۱ نزلت بعد الرحمٰن (تفسیر جلالین صفحہ ۴۶۴) علامہ سیوطی کا انتقال ۹۱۱ ہجری میں ہوا۔ مگر جوں جوں تعصب اور قرآن کے رموز سے تعارف بڑھتا گیا لوگوں نے قرآن کی سورتوں کے عنوان میں بھی اختلاف شروع کردیا۔ چنانچہ اسی سورۂ دھر کو علامہ مودودی نے مَكِّيَّةٌ لکھا۔ علامہ اشرف علی تھانوی نے مدنیۃٌ لکھا اور شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالقادر ، مقبول احمد شیعہ نے مَكِّيَّةٌ لکھا ہے اور امداد حسین کاظمی شیعہ نے بھی مَكِّيَّةٌ لکھ مارا ہے ۔ اور فرمان علی شیعہ نے دو قدم بڑھ کر نَزَلَتۡ بِمَكَّةِ اَوۡ بِالۡمَدِيۡنَةِ مکہ اور مدینہ دونوں ہی لکھ مارے۔ یعنی بعد والے مترجمین بالکل آزاد ہوگئے اور کثرت ان کی ہے جو فضائل علیؑ و اولاد علی علیہم السلام کو چھپانے یا جھٹلانے کے لئے سورۂ دھر کو مکے میں نازل ہونے والی سورۃ لکھتے ہیں اور شیعہ مترجمین ان میں شریک و شامل ہیں۔ لیکن آج سے چورانوے ۹۴ سال پہلے جناب السید عمار علی صاحب نے اپنی تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ :

”سورۃ الانسان “ اور اس سورہ کو سورۂ دھر اور سورۂ ابرار بھی کہتے ہیں اور یہ مدنی ہے ۔ اور اس سورہ میں جو اہلبیتؑ کے فضائل کا ذکر ہے اس واسطے بعضے عداوت کی جہت سے اس کو مکی کہتے ہیں“(جلد دوم صفحہ ۴۷۸)

لہٰذا آج تک کے تمام شیعہ مترجمین عمار علی صاحب کے نزدیک بھی دشمنانِ اہلؑ بیت ہیں ۔

(٦)وہاں ایک چشمہ ہوگا کہ جس سے حقیقی بندگان خدا پیا کریں گے اور جس طرح سے اور جس طرف چاہیں گے اُس چشمے کو بہالے جائیں گے (۷) یہ وہی ابرار لوگ ہیں جو نذر و منّت کو مقامِ وفا تک پورا کرنے والے اور اس روز سے ڈرنے والے ہیں جس کا شر ہر طرف پھیلا ہوا ہوگا (۸) اوراللہ کی محبت کی بِنا پر وہؑ ابرار بے سہارا لوگوں کواور یتیموں اور قیدیوں کو خوراک فراہم کرتے رہتے ہیں۔ (۹) اور اُن کو بتاتے ہیں کہ ہمارا یہ عملدرآمد اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا کہ ہم محض توّجہاتِ خداوندی کے لیے تمہارے لئے خوراک و پوشاک کا بندوبست کرتے ہیں ہم تم سے بدلہ اور شکریہ بھی نہیں چاہتے۔ (۱۰) یقیناً ہم اپنے پروردگار سے اُس دن کا خوف مدّ نظر رکھتے ہیں جو اپنا منہ بنائے اور تیوری چڑھائے منتظر چلا آ رہا ہے۔ (۱۱) چنانچہ اللہ نے اُن ابرارؑ کو اُس دن کی شر انگیزی سے محفوظ کرکے

عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِيۡرًا ۞٦

چشمہ ہے کہ پیتے ہیں اس میں سے بندے خداکے چیر لیتے ہیں اس کو چیر لے جانے کر

يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ

پورا کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ ہے برائی اس کی

مُسۡتَطِيۡرًا ۞٧ وَ يُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّ يَتِيۡمًا

پھیل جانے والی اور کھلاتے ہیں کھانا اوپر محبت اس کی کے فقیروں کو اور یتیموں کو

وَّ اَسِيۡرًا ۞٨ اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ

اور قیدیوں کو سوائے اس کے نہیں کہ کھلاتے ہیں ہم تم کو واسطے رضامندی

اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوۡرًا ۞٩ اِنَّا نَخَافُ

اللہ کے نہیں چاہتے ہم تم سے بدلا اور نہ شکر کرنا تحقیق ڈرتے ہیں ہم

مِنۡ رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِيۡرًا ۞١٠ فَوَقٰهُمُ

پروردگار اپنے سے اس دن کہ ہوگا منہ بنانے والا تیوری چڑھانے والا پس بچا لیا ان کو

۵۔ قریشی علما نے فضائل محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اگر کبھی بیان کیا تو روایات میں تردید کی گنجائش رکھی

سورۂ هَلۡ اَتٰی میں چار عدد کلیدی آیات (۱۰ تا ۷٦/۷) ہیں جن میں اس نظام کا اور اس نظام کے قائم کرنے والوں کا تذکرہ ہے۔ جو دین اسلام کی ایسی بنیادی غرض کی تکمیل کرتا ہے کہ جس میں حصہ نہ لینے والوں کو پورے اسلام کی تکذیب کرنے والا فرمایا گیا۔ اور ایسے مسلمانوں کی نماز و دیگر عبادات وخیرات کو باطل قرار دیا ہے مثلاً فرمایا کہ:

(۵۔ الف) ضرورت مندوں محتاجوں اور کمزوروں کو مستغنی اور قوی بنانا دین کی اوّلین شرط ہے۔

’’ملائکہ مجرموں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس چیز نے جہنم سے منسلک کیا؟ وہ کہیں گے کہ ہم صلوٰۃ قائم نہ کرتے تھے اور وہ یوں کہ ہم مساکین کے لئے خوراک و پوشاک کا انتظام نہ رکھتے تھے ‘‘(مدثر ۴۴۔۴۰/۷۴)
ماعون پوری کی پوری سامنے آنے والی ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ: (۲) ’’کیا تم نے اس خاص شخص کو دیکھا ہے جو پورے دین (اَلدِّيۡن) کی تکذیب کرتا ہے وہ وہی شخص ہے جو یتامیٰ کو پھٹکار اور دھتکار بتاتا ہے۔ اور مساکین کے لئے بھی خوراک و پوشاک کا کوئی انتظام نہیں کرتا۔ ایسے نمازیوں پر افسوس ہے جو حقیقتِ نماز ہی کو بھلائے ہوئے ہیں (اَلۡمَاعُوۡنَ ۵ تا ۱۰۷/۱) (۳) ’’اپنے تمام مال و دولت میں ضرورت مند اور محروم کا حق تسلیم کرنا اور اسے ادا کرتے رہنا‘‘(ذاریات ۵۱/۱۹) (معارج ۲۵۔۲۴/۷۰) (۴) ’’رسوؐل اللہ کو ایسا نظام قائم کرنے کا حکم ملا تھا جو تمام نوع انسان کی پناہ گاہ بن جائے۔ جس میں ہدایت کاری کی فراوانی رہے جہاں غرباء و فقراء ویتامیٰ مستغنی کردیئے جائیں اور کوئی کسی پر جبر و قہر نہ کرسکے‘‘(ضحیٰ ۱۰ تا ۹۳/٦) ساری دنیا جانتی ہے کہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بچےؑ کائنات کے مالک ہوتے ہوئے دنیا کے فقیروں اور محتاجوں سے گھٹیا اور قلیل غذا کھاتے تھے۔ اور ضرورت مندوں کے ساتھ فداکارانہ اور نفس کشانہ ایثار سے پیش آتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دنیا میں کوئی غریب و محتاج و فقیر و ضرورت مند نہ رہے وہ عہد رسوؐل میں بھی اوربعدِ وفاتِ رسوؐل بھی محنت کش رہنے پر کاربند رہے۔ پھٹے پرانے کپڑوں اور جو کی روکھی سوکھی روٹی پرزندگی گزارتے رہے اور اس نظام کے لئے ہدایت کاری کرنے میں ہر لحہ مصروف رہے اور آج ان کی اور ان کے صحابہ، ابوذر غفاری وغیرہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ضرب المثل

اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىھُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَ جَزٰىھُمْ

اللہ نے برائی اس دن کی سے اور ملا دی ان کو تازگی اور خوشی اور بدلا دیا ان کو

بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْھَا عَلَى

اس کا کہ صبر کرتے ہیں بہشت اور کپڑے ریشمی تکیہ کئے ہوئے بیچ اس کے اوپر

الْاَرَآئِكِ لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْھَرِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَ دَانِیَةً

تختوں کے نہ دیکھیں گے بیچ اس کے دھوپ اور نہ جاڑا اور نزدیک ہو رہیں گے

اُن کی تازگی اور مسرتوں سے ملاقات کرا دی ہے ۔ (۱۲) اور اُنہیں اُن کے صبر و استقلال کے بدلے میں جنّت اور ریشم کا ذخیرہ عطا کر دیا ۔ (۱۳) جنّت میں وہ ابرارؑ اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے جلوہ فرما ہوں گے نہ وہاں انہیں سورج کی دھوپ اور گرمی ستائے گی اور نہ ہی سردی کی زیادتی محسوس ہو گی ۔ (۱۴) جنّت کی اپنی چھاؤں اُن پر جھکی رہے گی

ہیں اور دنیا میں کمیونزم و سوشلزم ان ہی کے نظام کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں جن سے سرمایہ دارانہ نظام کانپ رہے ہیں۔ اور ان کا نعرہ بھی یہی ہے کہ "دنیا سے غربت و افلاس واستحصال کو مٹا دو" یہ تھا وہ مقصد جو سورۂ دھر (۱۰ تا ۷۶/۷) میں مذکورہ ہوا ہے اور جس کے لئے اس نظام پر قربان ہوجانے والوں کو اللہ نے روز قیامت میں مسرتوں اور تابندگیوں کا مختار بنا دیا تھا (۷۶/۱۱) اور انہیں ان کے ایثار و قربانی و صبر و استقلال کے بدلے میں جنت حوالے کردی تھی (۷۶/۱۲) ۔

(۵۔ب) مودودی نے فضائل علیؑ و اولادِ علیؑ پر ایک قریش کی خانہ ساز روایت لکھی اور اس میں رکھے ہوئے نقائص پر نظر ڈالی۔

جیسا کہ عنوان (نمبر ۵) میں عرض کیا گیا ہے یہاں قریش کی خانہ ساز روایت علامہ مودودی نے مفصل طور پر لکھی ہے ۔ اور ان پہلوؤں پر تنقید کی ہے جو روایت سازی کے وقت قریشی ماہرین نے روایت میں سمودیئے تھے تاکہ بے عقل عقید تمند علماوعوام فضائل کی چمک دیکھ کریوں تیار کردہ روایت کو یاد کریں دوسروں کو سنائیں اور اپنی کتابوں میں نقل کرلیں اور جب موقع ملے اورضرورت بھی ہو تو قریشی علما اپنی خودساختہ روایت پر تنقید کرکے روایت کی اور ماننے والوں کی دھجیاں اڑا دیں یہ حربہ بھی صدیوں سے استعمال ہوتا چلا آیا ہے ۔ چنانچہ علامہ مودودی سورۂ دھر کے اس شانِ نزول کی دھجیاں اڑاتے ہیں جو ان کے بزرگوں نے اپنی روایات سے تیار کیا تھا۔ ہم صرف علامہ کی تنقید کے داؤ پیچ آپ کے سامنے رکھتے ہیں ۔سنیئے :

(۵۔ج) مودودی کے تنقیدی پہلو جن سے مسکین ویتیم واسیر کو کھانا کھلانا غلط کہانی ہے۔

"یہ روایت اوّل توسند کے لحاظ سے نہایت کمزور ہے ۔۲۔ پھر درایت کے لحاظ سے دیکھیئے تو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسکین ایک یتیم اور ایک قیدی اگر آ کر کھانا مانگتا ہے تو گھر کے پانچوں افراد کا پورا کھانا اس کو دے دینے کی کیا معقول وجہ ہوسکتی ہے؟ ایک آدمی کا کھانا اس کو دے کرگھرکے پانچ افراد چار آدمیوں کے کھانے پر اکتفا کرسکتے تھے۔ ۳۔ پھریہ بھی باور کرنا مشکل ہے کہ دو بچے جو ابھی ابھی بیماری سے اٹھے تھے اورکمزوری کی حالت میں تھے انہیں بھی تین دن بھوکا رکھنے کوحضرت علیؑ اورحضرت فاطمہؑ جیسی کامل فہم دین رکھنے والی ہستیوں نے نیکی کا کام سمجھا ہوگا۔ ۴۔اس کے علاوہ قیدیوں کے معاملہ میں یہ طریقہ اسلامی حکومت کے دورمیں کبھی نہیں رہا کہ انہیں بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ وہ اگرحکومت کی قید میں ہوتے توحکومت ان کی خوراک اورلباس کا انتظام کرتی تھی ۔ اورکسی شخص کے سپرد کئے جاتے تووہ شخص انہیں کھلانے پلانے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لئے مدینہ طیبہ میں یہ بات ممکن نہ تھی کہ کوئی قیدی بھیک مانگنے کے لئے نکلتا ۔ ۵۔ تاہم ان تمام نقلی و عقلی کمزوریوں کو نظر انداز کر کے اگر اس قصے کو بالکل صحیح مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے جوکچھ معلوم ہوتاہے وہ صرف یہ ہے کہ جب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نیک عمل کا صدور ہوا۔۔۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۸۱۔۱۸۲)

(۵۔د) مسکین ویتیم واسیر والا قصہ قریشی ماہرین صحابہ کا فراڈ تھا تاکہ نظامِ اہل بیتؑ کو تین آدمیوں میں محدود کردیں۔

قارئین نے آیات (۱۲ تا ۷۶/۷) میں بیان شدہ صورت حال کو دیکھ لیاہے وہاں کہیں اس کہانی کا پتہ نہیں چلتا جو قریشی

اور سایہ رکھے گی اور جنّت کے پھل بہت ہی عاجزانہ وملتجیانہ انداز میں حاضر رہیں گے ۔ (۱۵) اُن کے چاروں طرف چاندی اور شیشے کے جام وسبو گردش میں رکھے جائیں گے (۱۶) صراحیاں بھی وہ ہوں گی جو شیشے اور چاندی کا مرکب ہوں گی جن کو بڑی ہی خوبی کے ساتھ پیمائشوں کے حساب سے لبریز رکھا جائے گا

عَلَيۡهِمۡ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتۡ قُطُوۡفُهَا تَذۡلِيۡلًا ﴿۱۴﴾

اوپر ان کے سائے اس کے اور نزدیک کئے گئے ہیں میوے اس کے نزدیک کرنے کر

وَ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِاٰنِيَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّ اَكۡوَابٍ كَانَتۡ قَوَارِيۡرَا۠ ﴿۱۵﴾

اور پھرائے جاتے ہیں اوپر ان کے باسن چاندی کے اور آبخورے ہیں شیشے کے

قَوَارِيۡرَا۠ مِنۡ فِضَّةٍ قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِيۡرًا ﴿۱۶﴾

شیشے کہ ہیں بنائے ہوئے چاندی کے اندازہ کیا اس کو اندازہ کرنا کر

حکومت نے تیار کرکے ایک عالمی نظام کو تین آدمیوں کو کھانا کھلا دینے میں بدل دیا تھا اور جاہل عقیدت مندوں نے اس خود رَو کہانی کو قبول کر لیا ۔ لیکن ہمیں قریش کی تیار کردہ شانِ نزول سرے سے منظور ہی نہیں ہے ۔ خواہ اس میں آلِ محمدؐ کے فضائل ہی کیوں نہ بھر دیئے گئے ہوں ۔ ہم ہرگز یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ قریشی صحابہ اور حکومتوں کے خودساختہ قصوں کو بنیاد مان کر قرآن کو ان کے ماتحت کر دیا جائے ۔ ہم ہر اس قصے یا روایت کو یکسر باطل اور خودساختہ قرار دیتے ہیں جو قرآن کے الفاظ اور بیانات کی تائید نہ کرتے ہوں ۔ اور الٹا یہ تقاضا پیدا ہوتا ہو کہ ان قصوں یا روایات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن کے معنی و مفاہیم کو بدلا جائے ۔ بہرحال ان آیات (۱۲تا۷۶/۷) میں استعمال شدہ الفاظ اگر کسی ایک خاص مسکین کو کھانا دیا جانا بتاتے تو لفظ مِسۡكِيۡنًا نہ ہوتا بلکہ اَلۡمِسۡكِيۡن ہونا لازم تھا۔ اسی طرح اَلۡيَتِيۡم اور اَلۡاَسِيۡر درکار تھا ۔ لیکن آیت میں خصوصیت ہے ہی نہیں ۔ نہ کسی خاص دن اور وقت کی بات ہے نہ کسی ایک فرد کی بات ہے اسی لئے تمام نیک دل اور غیر متعصب مترجمین نے یہاں عمومیت اور معمول کو مدنظر رکھا ہے چنانچہ علامہ رفیع الدین کا ترجمہ یہ ہے کہ :
”اور کھلاتے ہیں کھانا اوپر محبت اس کی کے فقیروں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو “ (۷۶/۸)

معلوم ہوا کہ نہ ایک مسکین کی بات ہے نہ ایک یتیم کا قصہ ہے اور نہ ایک قیدی کو کھانا کھلایا ہے بلکہ آیت میں لفظ وَيُطۡعِمُوۡنَ مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی میں حال واستقبال دونوں داخل ہیں یعنی وہ حضرات مساکین ویتامیٰ اور اساریٰ (قیدیوں) کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں اور کھلاتے رہیں گے یعنی ایک مستقل پروگرام یا نظام ہے جس میں وہ تمام ذمہ داریاں پوری کی جارہی ہیں ۔ جو سورۂ (ضحیٰ ۱۰ تا ۹۳/۶) میں رسوؐل اللہ پر عائد کی گئی تھیں ۔ (دیکھو ۵ ۔الف) اور جن ذمہ داریوں کو رسوؐل کے شرکاء کار نے روز اوّل سے بانٹ لیا تھا اور یہ تقسیم کار اور اس کی انجام دہی ہی ان کی نذر و منت تھی چنانچہ مودودی ہی کا ترجمہ بتاتا ہے کہ اللہ نے تصدیق فرمائی تھی :

مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۳﴾ (احزاب ۲۳ / ۳۳)

”ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کرچکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے انہوں نے اپنے رویے میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کی ‘‘(تفہیم ۴صفحہ ۸۳)
پھر سورۂ دہر (۱۲ تا ۷۶/۷) میں کسی عارضی اور ایک وقتی منت کا ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں یہ خوراک و پوشاک واستغنا کا بندوبست اس لئے کرنا ہے کہ وہ روزِ قیامت سرخرو اور کامیاب رہیں اور اس دن کا شر اور سختی دب کررہ جائے (۱۰، ۷۶/۷) اگر کوئی وقتی منت یا نذر مانی گئی ہوتی اور کامیابی کے بعد منت و نذر کو پورا کیا ہوتا تو وہ ایک خود عائد کردہ واجب فعل ہوتا اور واجب کو اداکرنے میں اللہ کو یہ کہنے کی ضرورت کیوں ہوتی کہ ہم نے انہیں اس روز سے محفوظ کردیا اور تازگی و تابندگی اور جنت کو ان سے ملاقی کردیا(۷۶/۱۱) (۷۶/۱۲) انہیں کسی اور جزا کا حق ہی نہ تھا ۔ معاملہ تو یہ گھڑا گیا ہے کہ حسنین علیہما السلام بیمار ہوگئے تو ان کی صحت و تندرستی کے لئے منت یا نذر مانی گئی تھی ۔ روزے رکھنے کی ۔ مگر آیات میں روزوں اور بیماری کا کوئی وہم تک بھی نہیں ہے بلکہ نذر یہ ہے کہ مساکین ویتامیٰ اور قیدیوں کے لئے خوراک و پوشاک فراہم کیا کریں گے اور وہ اپنی نذر کو وفا کرنے میں یہی کام

(۱۷) اُن کو اُس جنّت میں بھی ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی بھی آمیزش ہوگی

وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝۱۷

اور پلائے جاویں گے بیچ اس کے پیالے سے کہ ہے ملونی اس کی سونٹھ کی

کرتے ہیں اور اسی فعل کو اللہ نے "یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ" فرمایا ہے نہ کہ روزے رکھنے کو۔ پھر نذر ایک دفعہ کی نہیں بلکہ مسلسل بلاناغہ مساکین اور یتیموں اور قیدیوں کو مستغنی کرنا کی ہے۔ لہٰذا مذکورہ ومشہور کردہ کہانی کا ان آیات (۱۲ تا ۷۶/۷) میں کہیں اور کسی صورت میں ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ سراسرباطل و بکواس ہے۔

(۵۔ہ) قریشی کارخانے کی ایجاد شدہ یہ روایت ہی غلط نہیں بلکہ علامہ کے بیان کردہ نقائص بھی غلط ہیں۔

علامہ نے اس خود ساختہ روایت میں پانچ تنقیدی نقائص بیان کئے تھے (۵۔ج) چونکہ روایت میں مسکین و یتیم کی اور اسیر کی پوری ضرورت کا ذکر نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ کھانا اسے پانچ افراد کا دیا گیا تھا۔ اس سے ایک غیر جانبدار شخص یہی سمجھے گا کہ یقیناً وہ کھانا سائل کی ضرورت کی بنا پر دیا گیا تھا۔ یعنی اس کے اہل و عیال اور ساتھیوں کے لئے بھی دیا گیا تھا لیکن دشمنوں کے اعتراض جڑنے کے لئے کسی بہانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا ان سے یہ امید کرنا کہ وہ کوئی اچھا پہلو اختیار کریں گے غلط ہے۔ اسلامی حکومت کے دور میں قیدیوں کی خوراک کا کوئی بھی انتظام رہا تھا۔ اس سے بحث ہی نہیں ہے گفتگو یہ ہے کہ قرآن نے قیدیوں کو کھانا کھلانے کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے مکہ تھا یا مدینہ یہ بات بھی آیات میں نہیں ہے۔ آیت میں یہ بھی نہیں کہ مساکین و یتامیٰ اور اسیر گھر پر بھیک مانگنے آئے تھے وہاں تو یقیناً "کھانا کھلاتے رہنے" کا معمول مذکور ہے لہٰذا دو صورتیں ایسی ممکن ہیں جو آج تک رائج ہیں اوّل یہ کہ قطع نظر اس کے کہ قیدیوں کے لئے حکومت کا انتظام کیا ہے؟ قیدیوں کو عمدہ غذا اور پھل آج تک پہنچانے کا دستور ہے۔ پھر قیدیوں کی دعوت بھی کی جاتی ہے انہیں جیل سے میٹنگ کے لئے لایا جانا اور تمام وفود کے ساتھ بلا ہتھکڑی کھانا کھلانے کے واقعات اخباروں اور ریڈیو پر بیان ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب قیدی جیل سے عدالت میں لائے جاتے ہیں تو انہیں سرراہ بھی اور جج کی اجازت سے بھی کھانا کھلایا جاتا ہے پھل خرید کردیئے جاتے ہیں یعنی علامہ نے آنکھوں پر تعصب کی پٹی کس کر باندھ رکھی ہے اس لئے انہیں کوئی شریفانہ و منصفانہ بات سوجھتی ہی نہیں۔ پھر علامہ قرآن میں ایسے بچوں کا تذکرہ پڑھ چکے ہیں جو عام بچوں کی طرح نہیں ہوتے مگر علامہ دشمنِ آلِ محمدؐ ہیں اس لئے حسنینؑ کو عام بچوں کی مانند سمجھتے ہیں جن کے صدقہ میں ساری کائنات کو رزق اور خلیفہ دوم کو سر کے بال ملے تھے (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۸۹ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کاش اس خبیث علامہ نے اپنے پیرو مرشد کی پیروی کی ہوتی؟

(۵۔و) آیات (۱۰ تا ۷۶/۸) کا سیاق وسباق علامہ حضرات کے لئے مصیبت ہے یعنی وہ تو نظامِ قائم قیامتؑ کا پتہ دیتا ہے۔

مودودی نے ان آیات (۱۰ تا ۷۶/۸) کا سیاق و سباق اپنی سند میں پیش کیا ہے تاکہ یہ ثابت ہوجائے کہ سورۂ دھر پوری کی پوری نازل ہوئی تھی اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آیات (۱۰ تا ۷۶/۸) پہلے یا بعد میں نہیں بلکہ پوری سورۂ کے اندر ہی تلاوت کی گئی تھیں۔ مگر وہ اس کا کوئی مادی ومحسوس ثبوت فراہم کرنے سے قاصرو خاسر رہے کہ یہ سورۂ مکے میں نازل ہوئی تھی۔ بہرحال ان آیات کا صحیح ترجمہ اور سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ مساکین و یتامیٰ اور قیدیوں کی خوراک وپوشاک کا نظام سو فیصد حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام قائم کریں گے اور جناب علیؑ و فاطمہؑ والا نظام اور ان کی نذر قربِ قیامت اور ظہورِ حجتؑ میں مکمل ہوں گے۔ آپ سورۂ دھر کو ازسرنو پڑھنا شروع کردیں اور دیکھیں کہ نوع انسان کی تخلیق کے بعد انسانوں کو عہدِ رسولؐ تک حق و باطل بتا دیئے جانے کا ذکر ہوا ہے اور انسانوں کو کافر و شاکر بننے میں آزادی عطا کردی گئی تھی (۷۶/۳) پھر کافروشاکر لوگوں کے ساتھ سلوک بتایا گیا ہے (۷۶/۴) اور وہ یہ کہ کافروں کو زنجیروں طوقوں اور آگ سے دوچار رہنا پڑے گا (۷۶/۴) اور ابرار کے لئے جام وسبو اور ایک چشمہ ہوگا جس میں سے وہ ابرار اس چشمہ کے مشروب کی شاخیں جہاں جہاں چاہیں گے وہاں وہاں لے جائیں گے (۶۔۷۶/۵)۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ۝ وَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ
چشمہ ہے بیچ اس کے کہ نام رکھا جاتا ہے سلسبیل اور پھریں گے اوپر ان کے
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ
لڑکے ہمیشہ رہنے والے جس وقت دیکھے گا تو ان کو گمان کرے گا تو ان کو

(۱۸) اُس جنّت میں بھی ایک چشمہ ہو گا جس کو جنّت کے دریا کا نام دیا گیا ہے (۱۹) اور اس جنّت میں اُن کے گردو پیش ایسے بچے طواف کریں گے جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے جب تم انہیں دیکھو گے تو تمہیں حساب سے یہ معلوم ہو گا کہ وہ بچے گویا

یہاں ٹھہر جائیں اور دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ ان آیات میں کہیں لفظ جنت یا جہنم نہیں ہے لیکن سمجھا یہ گیا ہے کہ یہ باتیں جنت اور جہنم میں جانے والوں کے ساتھ گزریں گی۔ لہٰذا اکثر مترجمین نے بریکٹ (قوسین) لگا کر خود ہی جنت اور جہنم لکھ دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کے خود فہمیدہ اسلام میں جنت و جہنم کے علاوہ نہ کہیں اللہ کی طرف سے ساغر و مینا ہوسکتے ہیں نہ عمدہ مشروبات مل سکتے ہیں نہ موتیوں ایسے چمکتے دمکتے بچے ہو سکتے ہیں نہ کہیں مسندیں، تخت اور تکئے فراہم ہو سکتے ہیں اور نہ جہنم کے علاوہ کہیں مجرموں کے لئے زنجیریں مل سکتی ہیں نہ طوق و بیڑیاں دنیا میں دستیاب ہوئی ہیں نہ کہیں آگ مل سکتی ہے۔ حالانکہ یہ اور اس کے علاوہ اور بہت سا سامان اس دنیا میں یہ خبیث لوگ دیکھتے رہے ہیں۔ اور ہم نے چیلنج کیا ہے کہ قرآن کی آیت سے یہ دکھایا جائے کہ: ”جہنم میں زنجیریں، بیڑیاں، طوق بھی موجود ہوں گے۔

بہرحال ان آیات (۶ تا ۷۶/۳) سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ مجرموں اور ابرار کے ساتھ مذکورہ سلوک جنت اور جہنم میں ہو گا۔ لہٰذا یہ تمام مذکورہ سہولتیں اور دقتیں اسی زمین پر اُسی آسمان کے نیچے اور جنت و جہنم میں داخلے سے پہلے پیش آئیں گی اور جہاں ہماری دلیل یہ ہے کہ ان آیات (۶ تا ۷۶/۳) میں جنت اور جہنم کے الفاظ نہیں ہیں وہیں ہماری یہ دلیل بھی ہے کہ جنت میں جنتیوں کو نہریں نہ تو خود کھودنا پڑیں گی اور نہ ہی ان کو اس کی احتیاج ہوگی اس لئے کہ جنت کی جس تعریف کو سب سے زیادہ اور بار بار دھرایا گیا ہے وہ یہی ہے کہ جنت وہ ہے ”جس کے اندر نہریں بہتی ملیں گی“ اور یہاں تو مودودی بھی مانتا ہے کہ: ” عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ “(۷۶/۶)

مودودی: ”یہ ایک بہتا چشمہ ہو گا جس کے پانی کے ساتھ اللہ کے بندے شراب پئیں گے اور جہاں چاہیں گے بسہولت اس کی شاخیں نکال لیں گے۔“(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۹۰)

اشرف علی: ”یعنی ایسے چشمے سے (پیویں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے۔“(ترجمہ صفحہ ۷۰۱)

احمد رضا: ”ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔“(ترجمہ صفحہ ۷۵۲)

ان ترجموں سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ ان آیات (۶ تا ۷۶/۳) میں اور ان کے بعد آنے والی آیات میں تمام مومنین یا عام بندوں کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ مخصوص بندوں کا ذکر ہو رہا ہے لیکن مودودی وہ دشمن ہے جو یہاں ان خاص بندوں کو چھپانے کے لئے ”اللہ کے بندے“ لکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اللہ کے بندوں میں شیطان اور اس کا سارا گروہ بھی شریک ہے یزید اور اس کے آباؤ اجداد و نسل بھی اللہ ہی کے بندوں میں شمار ہیں۔ دوسری بات وہی ہے کہ جس چشمہ کا ذکر ہے وہ اکیلا چشمہ ہے اور جہاں وہ چشمہ ہے وہاں نہروں کی ریل پیل نہیں ہے چنانچہ اس چشمے کا مشروب وہاں پہنچانے کے لئے جہاں نہ کوئی اور چشمہ ہے نہ نہر ہے خود اس کی شاخیں اور نہریں لے جانا پڑیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی حقیقی جنت ایسی نہیں جہاں کسی ضروری چیز کی کمی یا خامی ہو اور جہاں ضرورت و احتیاج موجود ہو اور ضرورت پوری کرنے کے لئے اہل جنت کو مشقت کرنا پڑے لہٰذا اس سیاق سے ثابت ہوا کہ وہ مقام وہ اصطلاحی جنت نہیں جہاں مذکورہ سامان و سلوک کا ذکر ہوا۔ اب آتی ہیں وہ آیات (۱۰ تا ۷۶/۷) جن میں مَنّت کو وفا کرنے یعنی پورا اور مکمل کرنے اور مساکین و یتامیٰ اور قیدیوں کی خوراک و پوشاک کے انتظام کا ذکر ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا سباق کے بعد یہ ذکر بتاتا ہے کہ یہ انتظام بھی اسی

بکھرے ہوئے موتی ہیں (۲۰) اور جب تم دیکھ لو تو باربار دیکھتے رہو گے کہ ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور "ایک بڑی عظیم الشان حکومت برسرِکار ہے۔" (۲۱) اور حکمرانوں کے لباس بھی باریک ریشم کے، سبز رنگ کے اور اطلس و دیبا اور تافتے کے ہوں گے اور

لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا

موتی بکھرے ہوئے اور جب دیکھے گا تو اس جگہ دیکھے گا تو نعمت اور بادشاہی

كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ز وَّ

بڑی اوپر ان کے ہوں گے کپڑے لاھی سبز اور تافتے کے اور

دنیا میں کیا جائے گا۔ جس میں ضرورت مندوں کے لئے نہریں کھودنے کا بندوبست کرنا مذکور ہے یعنی اب وہ نظام سو فیصد نافذ کر دیا گیا ہے جس میں تمام ضرورت مندوں کو مستغنی کر دیا جائے گا (ضحیٰ ۶ تا ۹۳/۱۱) اور اس نظام کو قائم کرنے والی وہ عظیم الشان حکومت ہوگی اور وہ حکمران ہوں گے جن کا ذکر اسی سورۂ دھر میں آگے چل کر کیا گیا ہے (دھر ۲۲ تا ۷۶/۲۰) اور جس کا اعلان سورۂ نساء (۴/۵۴) میں کیا جا چکا ہے اور کہہ دیا گیا تھا کہ "اے مخاطبینِ رسولؐ تم میں سے بعض اس عظیم الشان حکومت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے قیام میں کوشاں ہیں اور بعض اس حکومت کے قیام میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں (نساء ۴/۵۵) اور وعدہ کیا گیا تھا کہ جلد ہی رکاوٹ بننے والوں کو آگ کی سزا دی جائے گی (نساء ۴/۵۶) اور یہی آگ کی سزا یہاں سورۂ دھر (۷۶/۴) میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ اس عظیم الشان حکومت میں قریشی لیڈروں نے رکاوٹ ڈالی تھی اور تاریخ و قرآن گواہ ہیں کہ قریش نے ازراہِ حسد اس حکومت کی جگہ اپنی قومی حکومت بنانے کا فیصلہ کیا تھا (نساء ۴/۵۴) (فرقان ۲۹ تا ۲۵/۲۷) (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اس کے باوجود علیؑ، اولادِ علیؑ اور پیرؤانِ علیؑ نے برابر عہد رسولؐ سے لے کر اس روز تک جس دن سرکار حجت علیہ الصلوٰۃ السلام اعلانِ ظہور فرمائیں اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر مساکین و یتامیٰ و اُساریٰ اور تمام ناداروں اور غرباء کے لئے خوراک و پوشاک کا نظام جاری رکھا تھا۔ ان کی یہ کوششیں آخرکار بار آور ہوئیں اور اللہ نے اس سورۂ دھر میں یہ بتا دیا کہ:

"یہ نعمتیں یہ سہولتیں یہ عظیم الشان حکومت تمہارے صبر و استقامت (۷۶/۱۲) کی جزا میں ہے اور تمہاری کوششیں اور کار گزاریاں قابل قدر ٹھہر چکی ہیں" اور اسی کا ذکر یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ ہم نے انہیں اس خاص دن کے شر سے محفوظ کر کے انہیں جنت اور جنت کی تمام

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (۷۶/۲۲)

راحتوں اور مسرتوں سے ملاقات کرا دی (۱۲۔۷۶/۱۱) ان حضرات کو جنتی یعنی جنت میں حصہ دار نہیں کہا بلکہ پوری جنت ان کو بطور جزائے صبر دیئے جانے کا اعلان کیا ہے (۷۶/۱۲)

مختصر یہ کہ اس سورۂ والی جنت میں بعض ایسی مخصوص چیزیں ہیں جو ہر جنتی کو نہیں ملیں گی مثلاً کسی کے لئے بھی جنت کے پھل اتنے عاجزانہ و ملتجیانہ نہ ہوں گے (۷۶/۱۴) اور یہ خصوصیت بھی ان ہی حضرات صلوٰۃ اللہ علیہم کی ہے کہ اللہ بذات خود انہیں شراب پلائے گا (۷۶/۲۱) یہ شرف بھی اور کسی کو حاصل نہیں ہے (وغیرہ)

۶۔ محمدؐ اور ان کے جانشین آئمۂ اہل بیتؑ جہاں چاہیں جنت موجود ہو جاتی ہے۔ ایک معصوم بیان۔

یہاں ہم قارئین کرام کو ایک حدیث کا ترجمہ دکھاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ محمدؐ مصطفی اور ان کے جانشین کس طرح ہر لمحہ جنت میں رہتے تھے اور جنت کو کس طرح اللہ نے ان حضرات صلوٰۃ اللہ علیہم کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا؟ سنیئے:

"حضرت صالح بن سعید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں جناب امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ آپؑ کے مخالفین ہر ہر معاملے میں آپ حضرات کے نور کو بجھا دینے کا انتظام کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر بات میں آپؑ کی شان اور مرتبہ گھٹانا چاہتے ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلے کا ایک اقدام ہے کہ آپؑ کو اس بدترین گھر میں لاکر اتارا ہے جسے اس علاقے میں محتاج خانے کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ سن کر امامؑ نے فرمایا کہ سعید کے فرزند ذرا ٹھہرو۔ اس کے بعد ہاتھ سے ایک اشارہ فرمایا اور مجھ سے کہا کہ ذرا اس گھر کو غور سے دیکھو اب جو دیکھتا ہوں تو میں ایک روح پرور چمنستان اور پھلوں پھولوں سے لدے ہوئے باغات میں ہوں جہاں معطر اور مہکتی ہوئی حوریں اور موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے

حُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّۃٍ ۚ وَ سَقٰہُمۡ رَبُّہُمۡ شَرَابًا	اُنہیں (ان کی رسم کے مطابق) (ان ابرارؑ کو) چاندی کے
پہنائے جاویں گے کنگن چاندی کے اور پلاوے گا ان کو رب ان کا شربت	کنگن پہنائے جائیں گے اور اُنہیں اُن کا پروردگار خود پاکیزہ
طَہُوۡرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ ہٰذَا کَانَ لَکُمۡ جَزَآءً وَّ کَانَ سَعۡیُکُمۡ	شراب پلائے گا (۲۲) حقیقت یہ ہے کہ اے ابرارؑ یہ جنّت، یہ سامانِ راحت وآرائش، یہ عظیم الشان حکومت اور سامانِ
پاکیزہ تحقیق یہ ہے واسطے تمہارے بدلا اور ہے سعی تمہاری	جزاوسزا تمہاری کار گزاری کا بدلہ ہے اور تمہاری کوششیں

بچے (وِلۡدَانٌ کَاَنَّہُنَّ اللُّؤۡلُؤُ المکنون) ہجوم درہجوم موجود ہیں ۔ خوشنوا پرندے اور ہرن اور جوش میں بھری ہوئی نہریں رواں دواں ہیں میری آنکھیں پھٹی رہ گئیں نظروں نے ہار مان لی ۔ اب فرمایا کہ ہم لوگؑ جہاں بھی ہوں یہ سامان ہمارے لئے حاضر رکھا جاتا ہے "(کافی کتاب الحجت باب پیدائش امام علی نقی علیہ السلام)

یہ ہے وہ سعی مشکور اور یہ ہیں جنت کے مالکؑ و قاسم بنائے جانے کے معنی کہ ہر وقت جنت اور سامانِ جنت ان کا طواف کرتا رہتا ہے ۔ وہ مرنے کے بعد نہیں بلکہ عینِ حیات جنتوں میں رہتے ہیں یہی ہیں وہ حضراتؑ جنھوں نے ایسے مطمئن نفوس تیار کئے جن سے کہا جاتا ہے کہ :

" اے نفس مطمئن تو اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ تو ہم سے خوش ہے ہم تجھے پسند کرتے ہیں چنانچہ تو میرے مخصوصؑ بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں آجا" (فجر ۳۰تا ۸۹/۲۷)

یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾

جن مخصوص بندوں میں داخلہ کی دعوت دی جا رہی ہے وہ وہی اللہ کے مخصوص اور ابرارؑ بندے ہیں جن کا تذکرہ سورۂ دھر (۶۔۷۶/۵) میں ہوا ہے اور اپنی نذر کو مکمل کرنے والے کہلاتے ہیں (۷۶/۷)

(۶۔الف) بارھویں امامؑ کے دور حکومت میں دین مکمل طورپر نافذ ہوگا دشمنانِ دین سے انتقام لیا جائے گا"

جیسا کہ سورۂ دھر نے بتایا ہے کہ رسولؐ اللہ بذات خود اس حکومت کو ملاحظہ فرمائیں گے جو آخری زمانہ میں حضرت قائم قیامت محمدؑ بن حسن عسکری علیھما السلام کو دی جائے گی (۷۶/۲۰) اور جس کی اطلاع قرآن میں عظیم الشان حکومت کہہ کر دی گئی تھی (نساء ۴/۵۴) یہی وہ دورِ حکومت ہو گا جس میں دین اپنی پوری جنس کے ساتھ نافذ کیا جائے گا (لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾ (توبہ ۹/۳۳) اور قومی شرکت والی جمہوری حکومت بنانے والوں کو بہت تنگ پکڑا جائے گا ۔ انہیں حکومت الٰہیہ میں رکاوٹ ڈالنے (نساء ۴/۵۵) اور قومی حکومت بنانے کی وجہ سے آگ کی سزا دی بھی دی جائیگی۔ (نساء ۴/۵۶) (دہر ۷۶/۴) پورا پورا انتقام لیتے لیتے آخر انہیں دوبارہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا ۔

(۶۔ب) آگ میں جلانے جحیم وسعیر میں داخل کرنے کا مطلب جہنم میں داخلہ نہیں بلکہ زمانہ رجعت میں جلانے کی سزا ہے

حکومتِ قائمؑ قیامت میں ہی زمانہِ رجعت آئے گا اور تمام محروم الجزاء و سزا مظلوم اور مجرم جزا و سزا کے لئے زندہ کرلئے جائیں گے ان کو ان کے نیک و بد اعمال کی وہ جزا و سزا دی جائے گی جو انہیں دنیا میں ملنا لازم تھی اور مشیتِ خداوندی کے تسلسل میں انہیں جزا یا سزا نہ دی جا سکی تھی ۔ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے ۔ چوری ہو جانے سے جو جو دقتیں پیش آئی تھیں ان کا مداوا کیا جائے گا ۔الغرض جس نے جو ظلم وستم کیا ہو گا اس پر وہی ظلم کیا جائے گا اگر کسی نے کسی کو آگ میں جلایا ہو گا اسے بھی آگ میں جلایا جائے گا ۔ اسی غرض سے سورۂ دہر میں سعیر کا انتظام دکھایا گیا ہے (۷۶/۴) اور سورۂ بروج (۸۵/۱۰) میں بھی باقاعدہ ایسی سزا کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے ۔

فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَ لَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۰﴾ (البروج: ۸۵/۱۰)

علامہ مودودی بھی جہنم کے علاوہ جہنم سے باہر آگ میں جلانے کی سزا مانتے ہیں ۔

مودودی کا ترجمہ: "یقیناً ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلائے جانے کی سزا

مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾

قدر دانی کی گئی تحقیق ہم نے اتارا ہے اوپر تیرے قرآن آہستہ آہستہ اتارنا

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ

پس صبر کر واسطے حکم پروردگار اپنے کے اور مت کہا مان ان میں سے

اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

گنہگار کا یا کفر کرنے والے کا اور یاد کر نام پروردگار اپنے کا صبح اور شام

وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا

اور رات سے پس سجدہ کر واسطے اس کے اور تسبیح کر اس کو رات

طَوِيْلًا ﴿۲٦﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ

بڑی تک تحقیق یہ لوگ دوست رکھتے ہیں جلدی کو یعنی دنیا کو اور

يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ

چھوڑ دیتے ہیں پیچھے اپنے دن بھاری کو ہم نے پیدا کیا ہے ان کو اور

شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَ اِذَا شِئْنَا

مضبوط کیئے ہیں ہم نے بندھن ان کے اور جب چاہیں گے ہم

قابلِ قدر ٹھہری ہیں (۲۳) یقیناً ہم ہی نے آپؐ کے اوپر پر قرآن کو اُس کی بہترین صورت میں نازل کیا ہے (یعنی وہ صورت جسے قریش کبھی بھی بدل نہ سکیں گے) (۲۴) تم تو اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کے ساتھ عملدرآمد جاری رکھو اور اُن میں کے سب سے نمایاں گناہ یا جرم پر رغبت دلانے والے یا حقائق پر پردہ ڈالنے والے لیڈر کی اطاعت نہ کرو۔ (۲۵) اور اُسے ناکام کرنے کے لئے علی الصّباح اور شام اپنے پروردگار کے خاص نام کا تذکرہ جاری رکھو (اس نام کا جس سے قریش ڈرتے اور تنفر رہتے ہیں) (۲٦) اور رات کو مذکورہ نام کی اطاعتِ مطلقہ (سجدہ) کا انتظام کرو اور پھر رات کی طویل ترین لمبائی بھر اُس نام کی ہمہ گیری (سَبِّحْ) کا بندوبست کرتے رہو (۲۷) حقیقت یہ ہے کہ یہ قریشی لیڈر فوری اور جلدی سے برآمد ہو جانے والے مفادات کو محبوب رکھتے ہیں اور اُن دنیاوی مفادات کے لئے ایک نہایت اھم اور گراں بہا دن کو پس پُشت ڈال کر انتشار پھیلا رہے ہیں (۲۸) قریش کو ہم ہی نے پیدا کیا ہے۔ اور ہم ہی نے اُنہیں مضبوط کرکے خود فی الحال دست کشی اختیار کی ہوئی ہے۔ ولیکن ہم جب چاہیں گے

(عذاب۔احسن) ہے "(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۹۹)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مودودی مانتے ہیں کہ جہنم کے عذاب کے علاوہ بھی آگ میں جلائے جانے کی سزا دی جائے گی اور وہ آگ مختلف ہو گی۔

مودودی کی تشریح: "جہنم کے عذاب سے الگ جلائے جانے کی سزا کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انہوں نے مظلوم لوگوں کو آگ کے گڑھے میں پھینک کر زندہ جلایا تھا غالباً یہ جہنم کی عام آگ سے مختلف اور اس سے زیادہ سخت کوئی اور آگ ہو گی جس میں وہ جلائے جائیں گے۔" (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۹۹۔۳۰۰)

لیکن مودودی نے یہ نہیں بتایا کہ اس آگ میں جلائے جانے کی سزا دی کب جائے گی؟ ان کی قریشی قیامت میں تو ایسی سزا کی گنجائش نہیں ہے۔ وہاں تو صور سے زندہ کرنا۔ ۲۔چند ساعت میں حساب کتاب اور۔ ۳۔ جہنم یا جنت میں داخلہ اور بس اور بس۔ ماننا پڑے گا کہ یہ سزا جہنم میں داخلے سے پہلے پہلے مکمل ہو جانا چاہیئے۔ اور یہیں یہ بھی ماننا چاہیئے کہ یہ سزا دیئے جانے کے وقت وہ تمام لوگ بھی موجود ہوں جن کو جلایا گیا تھا تاکہ وہ اللہ کا عدل و انصاف اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور خوش و مطمئن ہو جائیں۔ ساتھ ہی انہیں دنیا میں وہ راحت و زندگی بھی ملے جسے مذکورہ ظالموں نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اور یہی وہ نظام ہے جسے رجعت کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہی ثبوت ہے اس امر کا کہ آدمؑ سے لے کر تا ظہورِ حضرتِ حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مظلوموں اور تمام مجرموں کو وہ جزا و سزا دی جائے گی جس سے وہ محروم رہ گئے تھے۔ لہٰذا سورۂ دھر (۷٦/۲۰) اسی بزرگ ترین و عظیم ترین (نساء ۴/۵۴) مملکت کا اور اس مملکت کے سربراہوںؑ کا ذکر کرتی ہے (۲۰ تا ۷٦/۷) جو مجرموں کو طوق و زنجیر اور آگ کی سزائیں دیں گے (۳۱، ۷٦/۴) اور تمام مجرموں، مظلوموں اور محتاجوں کی داد رسی کریں گے۔ (۷٦/۷)

بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

بدل ڈالیں گے ہم مانند ان کی بدل ڈالنا تحقیق یہ نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَ مَا

پس جو کوئی چاہے پکڑے طرف پروردگار اپنے کے راہ اور نہیں

تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ تحقیق اللہ ہے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ

جاننے والا حکمت والا داخل کرتا ہے جس کو چاہے بیچ رحمت

وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾ ع ٢ ٢٠

اپنی کے اور ظالم تیار کیا ہے واسطے ان کے عذاب درد دینے والا

اُن سے اقتدار و حکومت چھین کر محرومؑ کردہ لوگوں کو دے کر اُنہیں محروم شدہ حضراتؑ سے بدل دیں گے (٢٩) یقیناً یہ تمام بیانات ، یہ ایفائے نذر، یہ مجرم اور طوق و زنجیر، یہ تبدیلی حکومت ایک سبق آموز تذکرہ ہے چنانچہ اس تذکرہ سے جو بھی چاہے اپنے پروردگار کی راہِ راست حاصل کرسکتا ہے (٣٠) اور اے اَبرارؑ و ناظرین تم تو کچھ چاہتے ہی نہیں سوائے اس کے کہ جو تم چاہتے ہو وہی اللہ چاہتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے علیم و حکیم ہوتے ہوئے ہی تمہیں اپنی مشیت کا سرچشمہ بنایا ہے (٣١) جسے اللہ چاہتا ہے یعنی جسے تم چاہتے ہو اُسی کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے(یعنی محمدؐ کی قربت میں ۔١٠٧/٢١) داخل کرتا ہے ۔ اور رہ گئے ظالمین یعنی احکامِ قرآن کو خالصتاً نافذ نہ کرنے والے (مائدہ ٥/٤٥) اُن کے لیے درد انگیز عذاب اور طوق و زنجیر اور آگ ہے (٧٦/٤) ۔

٧۔ محمدؐ علیؑ ، فاطمہؑ اور حسنینؑ اللہ کی مشیت و ارادہ ہیں اور ان کے مدمقابل گروہ دنیا پرست و پیش پا افتادہ مفاد کے گرویدہ ہیں ۔

یہاں تک یہ حقیقت ثابت ہو چکی کہ پوری سورۂ دھر محمدؐ و آل محمدؐ کی شان و فضیلت و حالات میں نازل ہوئی ہے اور قریشی مومنین کی دنیا و آخرت پر فیصلہ کن بیان دیتی ہے ۔ اب آخر میں یہ دیکھیں کہ محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی انتہائی منزل و مقام یہ ہے کہ وہ حضرات اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ ہیں اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ :

''تم کچھ چاہتے ہی نہیں سوائے اس کے کہ جو اللہ چاہے۔'' (٧٦/٣٠) اور (تکویر (٨١/٢٩) یعنی تمہاری پسند و ناپسندیدگی اللہ کی پسند و ناپسندیدگی ہے ۔ یعنی تم جو چاہتے ہو اور جو پسند کرتے ہو وہ اللہ کے چاہنے اور پسند کرنے کا معیار و شناخت ہے اس حقیقت واقعی کو احادیث میں طرح طرح سے واضح کیا ہے مثلاً:

(٧۔الف) محمدؐ و آل محمدؐ احادیث کے آئینے میں ؟؟

''امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

(اِنَّ الْاِمَامُ وَكْرٌ لِاِرَادَةِ اللهِ عَزّوجلّ لَا يَشَآءُ اَلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ)(بحارالانوار) (٢) (وَ قوله صلى الله عليه وآله وسلم اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ قُلُوْبَ اَوْلِيَآئِهٖ وَ كْرً لِاِرَادَةِ اللهِ فَاِذَا شِئْنَا شَآءَ الله (بحار) (٣) (فِیْ زيارة امير المومنين (على) عليه السلام اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَافِظَ سِرِّ اللّٰهِ وَ ممضى حُكم اللّٰهِ وَ مجرى ارادة اللّٰهِ و مَوْضع مشيّة الله (بحار) (٤) (عن ابى الحسن الثالث عليه السلام اِنَّهُ قال اِنّ اللّٰهَ جَعَلَ قُلُوْبَ الْاَئِمَّةِ مَوْرَدًا لِاِرَادَتِهٖ فَاِذا شَآءَ اللّٰهُ شيئًا شَاؤُهُ وَهُوَقول الله:وَمَا تَشَآءُونَ اِلَّآ اَن يَشَآءَ اَللّٰهُ ﴿٣٠﴾ (٧٦/٣٠ بحار)

یقیناً امام اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا آشیانہ ہوتا ہے وہ اللہ کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہتا ۔ (٢) رسوؐل اللہ نے فرمایا کہ:یقیناً اللہ نے اپنے اَوْلِیَآء (حاکموں) کے قلوب کو اپنے ارادہ کا آشیانہ بنایا ہے چنانچہ وہ جب چاہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ چاہتا ہے ۔(٣) جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زیارت میں یوں سلام بھیجا جاتا ہے کہ''سلام ہو تم پر اے رازہائے خداوندی کے محافظ اور اللہ کے احکام کو نافذ کرنے والے اور اللہ کے ارادوں کا اجرا کرنے والے ۔ سلام ہو تم پر جو ورود مشیت خداوندی کا مرکز ہو ۔ (٤) امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ یقیناً اللہ نے آئمہؑ کے دلوں کو اپنے ارادے کے وارد ہونے کا مقام بنایاہے چنانچہ جب اللہ کچھ کرنا چاہتا ہے تو وہ چاہتے ہیں جیسا کہ خود اللہ نے

فرمایا ہے کہ "جب تک اللہ نہ چاہے تم کچھ نہیں چاہتے ہو" (۵) حضرت علیؑ بیان فرماتے ہوئے یہاں تک پہنچے تو فرمایا کہ امام راہِ حقیقت اور اس کی عصمت ہوتا ہے وہ کائنات کی ابتدا کرنے والا اور تخلیق کائنات کا سبب وغرض ہوتا ہے وہ پروردگار عالم کی قدرت اور اس کی مشیۃ ہوتا ہے "(الخرائج)

(۷۔ب) وہ قریش ہی تھے جنھوں نے دین کے مقابلے میں دنیا کو اور آخرت کی جگہ دولت و قومی اقتدار و حکومت کو ترجیح دی۔

مقام نبوت اور امامت کے بعد قریش کے لیے یہ بھی فرمایا گیا کہ "انہوں نے اس دن کو نظر انداز کردیاہے جسے نذر کو وفاکرنے والوں (۹ اور ۷۶/۷) نے تاحیات سامنے رکھا اور اس کی سختیوں سے محفوظ ہوگئے (۱۱۔۷۶/۱۰) اور یہ اس لئے کہ انہیں فوری اور جلدی سے برآمد ہوجانے والے دنیاوی مفادات آخرت سے زیادہ پیارے ہیں (۷۶/۲۷) ان کو ہم ہی نے پیدا کیاہے اورفی الحال ہم ان سے دست کش ہوگئے ہیں اور انہیں مضبوطی عطا کردی ہے لیکن جب ہم چاہیں گے ان کی جگہ ان کا تصوراتی اقتدار وحکومت دوسروں کو دے کر انہیں رعایا کی صورت میں تبدیل کردیں گے (۷۶/۲۸) اور سورۂ دھر کو مکمل کرتے ہوئے ان کو "الظّٰلِمِيْنَ" کہہ کر یہ بتایاہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے یہ طے کرر کھا تھا کہ قرآن کے خالص احکام ہر گز نافذ نہ کریں گے (مائدہ ۵/۴۵) یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے احکام الٰہی کو اپنے اجتہاد سے تبدیل کرکے قرآن کو مہجور و معطل کردیا تھا اور رسولؐ اللہ نے اللہ سے ان کی شکایت کی تھی (فرقان ۲۵/۳۰) جس پر اللہ نے ان کو خدا و رسولؐ سے دشمنی رکھنے کا مجرم فرمایا تھا (۲۵/۳۱) ان جرائم کی بنا پر ان قریشی مسلمانوں کے لئے دردناک عذاب کا مقرر چلا آنا بتا کرسورۂ کوختم کردیا گیا ہے (۷۶/۳۱) اور یاد دلایا گیا ہے کہ یہ وہی کافرین یعنی حق کو چھپانے والے لوگ ہیں جن کے لئے سورۂ دھر کی ابتدا ہی میں (۷۶/۴) طوق و زنجیر اور آگ تیار رکھنے کی بات کی گئی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سورۂ دھر میں محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کے مخالف مسلمانوں کا مکمل تذکرہ ہوا ہے۔ اور دونوں کی دنیا و آخرت اور ان کا مقام ورود طے کردیا ہے۔ قریشی مومنین کو يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ کہہ کر (آل عمران ۳/۱۴۹) یہ بتایا ہے کہ تم دنیا پرست اور لوٹ مارو مالِ غنیمت کو محبوب رکھتے ہو (۳/۱۵۲) یہ ایسے صحابہ تھے جو رسولؐ اللہ کو قتل ہوجانے کے لئے نرغہِ اعداء میں چھوڑ کرایسے بھاگے تھے کہ رسولؐ کے پکارنے پر بھی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔(۳/۱۵۳) یہ وہی قریشی مسلمان صحابہ تھے جن کے متعلق یہ بتایا گیا تھا کہ:

(۱) وہ اللہ کے متعلق اپنے خود ساختہ اسلام میں طرح طرح کے وہی باطل عقائد رکھتے ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے وہ اور ان کے آباؤ اجداد رکھتے تھے "(آلِ عمران ۳/۱۵۴)۔

(۲) وہ رسولؐ کی حکومت میں شرکت اور حصہ چاہتے ہیں اور اس کے علاوہ اور جو کچھ ابھی دلوں میں چھپا رکھا ہے وہ رسولؐ پر ظاہر نہیں کرتے (آلِ عمران ۳/۱۵۴)۔

۸۔ جس طرح صیغہ راز میں رکھے ہوئے خدا کے کسی نام کا ذکر واجب ہے اسی طرح ایک نامعلوم حکم پر صبر کرنا بھی واجب ہے۔

یہاں پہلے یہ یاد فرمائیں کہ اللہ نے قرآن میں دو مقامات پر اپنے کسی نام کا تذکرہ کرتے رہنے کا رسولؐ اللہ کو حکم دیاہے جیسا کہ فرمایا:

(۱) وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (مزمل ۷۳/۸)

(۲) وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (دھر: ۷۶/۲۵)

(۱) "اور اے نبی تم اپنے پروردگار کے نام کا تذکرہ جاری رکھو اور ہر اس چیز سے اپنا لگاؤ ختم کر دو جو تمہیں اس سلسلے میں رکاوٹ معلوم ہوتی ہو۔"

(۲) "اور اے نبیؐ تم اپنے پروردگار کے اس خاص نام کا تذکرہ صبح تا شام جاری رکھو۔"

تمام اہل مذاہب جانتے ہیں کہ خالق و مالک کائنات اللہ کے بہت سے صفاتی نام ہیں اور ہر مذہب کے لوگ اللہ کو اس کی صفات کی بنا پر مختلف ناموں سے پکارتے ہیں چنانچہ اسی کو گاڈ (GOD) کہا جاتا ہے۔ اسے ہی پرماتما کہتے ہیں۔ وہ یہوآ بھی کہلاتا ہے۔ چنانچہ مندروں، گوردواروں گرجوں اور کلیساؤں میں عبادت کے دوران اللہ کو ان گنت ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ دنیا کے تمام مذاہب اپنی بنیادی تعلیمات میں اسلام ہی کی مجتہدانہ شاخیں ہیں۔ اس لئے اللہ نے تمام عبادت گاہوں اور درگاہوں اور خانقاہوں کو اپنی عبادت گاہ قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ:

(۳) ''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیاجاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں''۔

(۳) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ﴿۴۰﴾ ۔الخ (حج ۲۲/۴۰)

اللہ کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ مختلف عبادت گاہوں میں اللہ کے جو مختلف نام لئے جاتے ہیں وہ سب اللہ کو پسند ہیں اور اسی لئے اللہ تمام عبادت گاہوں کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ اب سوچیئے کہ اللہ نے اپنے کون سے نام کا تذکرہ جاری رکھنے کا حکم رسوؐل اللہ کو دیا ہے؟ جب کہ اللہ کے نام لاتعداد و مختلف ہیں؟ اور پھر یہ سوچیئے کہ اللہ نے اس آخری یا تیسری آیت کی طرح ''اسْمُ اللّٰهِ'' نہیں فرمایا بلکہ وہاں دونوں جگہ (۷۳/۸) (۷۶/۲۵) ''اِسْمَ رَب'' فرمایا ہے۔ یعنی پوری کائنات اور اپنیؐ ربوبیت کرنے والے کے نام کا تذکرہ جاری رکھو''

بہرحال اللہ نے یہ نہیں کہا یا یہ کہ کھول کر نہیں فرمایا کہ کون سے نام کا تذکرہ کیا جائے؟ لفظ ''رَب'' فرمانے سے بہرحال یہ پتہ لگتا ہے کہ وہ اللہ کا ایسا نام ہونا چاہیئے جو ہمہ گیر بھی ہو اور ہمہ گیر ربوبیت کا ذمہ دار بھی ہو اس کے بعد پہلی دونوں آیات کے وزن پر ایک اور ایسی ہی بلکہ اس سے بھی اہم صورت حال اللہ نے تین مختلف سورتوں میں سامنے رکھی ہے اور وہاں بھی ''اسْمَ رَبِّكَ'' کی طرح ''لِحُكْمِ رَبِّكَ'' فرمایاہے اور یہ نہیں بتایا یا صاف طریقے پر نہیں فرمایا کہ کائناتی ربوبیت کرنے والے کے کس حکم کے واسطے صبر کیا جائے؟ دیکھیئے ارشادہے کہ:

(۸۔الف) صبر وانتظار لازم کرنے والا ایک حکم جو آنحضرتؐ کو تین مرتبہ دیاگیاہے؟

(۱) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ (طور: ۵۲/۴۸)
(۲) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ (الخ) (القلم ۶۸/۴۸)
(۳) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا (دھر: ۷۶/۲۴)

(۱) ''اے رسوؐل تم پر ہماری آنکھیں نگران ہیں تم اپنے پالنے والے کے حکم کے واسطے صبر وانتظار سے کام لو اور جب بھی تم کھڑے ہوتو اپنی ربوبیت کرنے والے کی حمدوثنا کو ہمہ گیر بنا دو (سبح کے معنی)'' پھر فرمایا کہ: (۲) ''چنانچہ اے رسوؐل تم اپنی ربوبیت کرنے والے کے حکم کے واسطے صبر و انتظارسے کام لو اور تم مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح (جلدی کرنے اور غصہ پی جانے والا) نہ ہو جانا ''(القلم ۶۸/۴۸) یہاں حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیر نظر حکم کے لئے صبر و انتظار کرتے ہوئے انبیاؑ کی حدتک تکلیف پہنچ چکی تھی اور اللہ حضوؐر کو نبیوںؑ سے آگے بڑھانا چاہتا تھا لہٰذا آپؐ شکوہ کا اظہار کئے بغیر صبر و انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ: (۳) ''اے رسوؐل تم اپنے پالنے والے کے حکم کی خاطر صبر وانتظار سے کام لیتے رہو۔ اور ان میں کے سب سے نمایاں گناہ وجرم پر رغبت دلانے والے کی یا حق کوچھپانے والے لیڈر کی اطاعت نہ کرنا۔''

یہاں قریش کی اطاعت نہ کرنے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر حکم قریشی مقاصد اور پالیسیوں کے خلاف تھا اور ان کے شریعت ساز لیڈر چاہتے تھے کہ حضوؐر ان کے مقاصد کی تائید کریں تاکہ حقیت چھپ کر رہ جائے اور رسوؐل جرائم میں ان کے شریک ہو جائیں۔

(۸۔ب) حقیقی ربوبیت کرنے والے رب کا حقیقی اور اوّلین حکم ربوبیتِ مطلقہ ہی کے متعلق ہونا چاہیئے۔

قارئین نے حضوؐر پر تین مرتبہ صبر لازم کرنے والا حکم دیکھ لیا۔ اب یہ سوچنا ہے کہ اللہ ''رَبُّ الْاَرْبَاب'' ہے تمام جزوی اور اللہ کے ماتحت ربوبیت کرنے والوں کا بھی رب ہے۔ وہی ''رب العالمین'' ہے کائنات کے ذرہ ذرہ کا خالق اورسامان بقا فراہم کرنیوالاہے۔ ایسی ہستی سے صادر ہونے والاحکم بھی ربوبیت ہی کے متعلق ہونا چاہیئے یعنی ایسا حکم جو رَبُّ الْعَالَمِين کی صفت کے سو فیصد شایانِ شان ہو۔ رحیم کے شایان شان ایسا حکم نہیں ہوسکتا جوقہر وغضب سے متعلق ہو۔ ایسا حکم۔ قَهَّار کے شایانِ شان ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے مندرجہ بالا پہلی آیت (طور ۵۲/۴۸) میں جہاں رسوؐل اللہ پر اللہ کی

آنکھیں (عینُ اللہ) نگرانی وحفاظت کر رہی ہیں یہ حکم دیا ہے کہ:
"جب بھی اور جہاں بھی تم کھڑے ہو تو اپنی ربوبیت کرنے والے کی حمدوثنا کو ہمہ گیر بنا دو" (طور ۵۲/۴۸) اور ظاہر ہے کہ رَبُّ الْاَرْبَاب اور رَبُّ الْعَالَمِین کی شایان شان حمدوثنا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ ساری نوع انسان میں اور ساری کائنات میں بے لاگ وغیر مشروط نظامِ ربوبیت قائم کردیا جائے کہ ہر زبان پر شکرو حمدِ خداوندی جاری ہوجائے۔ اور ابلیس کا قائم کردہ افلاس و استحصال و سرمایہ داری و اجارہ داری اور طبقہ واریت کا نظام (بقرہ ۲/۲۶۸) (آلِ عمران ۳/۱۷۵) تباہ ہوکر رہ جائے۔ چنانچہ وہ ذواتِ مقدسہ جو سورۂ دھر میں مساکین و بے سہارا اور بے کس انسانوں کی خوراک و پوشاک کا نظام بطور نذر و منت جاری کئے ہوئے تھیں ربوبیت عالمینی کی بنیاد رکھنے والی تھیں۔ وہی چار حضرات وہ آنکھیں تھیں جن کو اللہ نے اپنی آنکھیں قرار دیا اور آج ساری دنیا میں ایک ایسا نظام قائم کرنے کی مختلف جدوجہد ہو رہی ہے جس میں ہر انسان مستغنی ہوجائے طبقہ واری و محتاجگی دم توڑ دے۔ وہی چاروں حضرات تھے جن کی کوششوں اور عمل درآمد نے ابوذر غفاریؓ ایسے لوگ پیدا کئے ان ہی کی تعلیمات رفتہ رفتہ چار دانگ عالم میں پھیل گئیں اور آج بُتانِ سرمایہ داری لرزاں و ترساں ہیں اور دیکھ لو کہ قریشی مذہب کے ورثہ دار آج بھی مایا (دولت) اور لکشمی کے پرستاروں میں شامل اور عالمی ربوبیت کے ادھورے نظام کے بھی خوفزدہ مخالفوں میں شریک و سہیم ہیں اور کافر و مسلم دونوں جانتے ہیں کہ یداللہ ان چاروںؑ حضرات کے سربراہ حضرت علی علیہ السلام کا عملی لقب ہے۔ اور احادیث میں انہیں عین اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور چونکہ وہ چاروں مسلمہ طور پر اجزائے نورِ محمدیؐ اور چاروں محمدؐ بھی ہیں اس لئے اللہ کا لفظ اَعْيُنِنَا (ہماری آنکھیں) بولنا سوفیصد ان ہی حضراتؑ پر صادق آتا ہے (طور ۵۲/۴۸) اور وہ حضرات فی الحقیقت محمدؐ اور تعلیمات محمدؐ کے ایسے محافظ تھے کہ چشم فلک نے نہ ایسے محافظان اسلام پہلے دیکھے نہ وہ مظالم کبھی پہلے دیکھے جو ان حضراتؑ نے اور ان کے جانشینوںؑ نے حمایتِ خداوندی میں برداشت کئے۔ چنانچہ زیرِ نظر تین مرتبہ دھرایا ہوا (۵۲/۴۸ ، ۶۸/۴۸ ، ۷۶/۲۴) حکم قریش کے نظام مشاورت و اجتہاد وسرمایہ داری و اجارہ داری ہی کے خلاف تھا۔ اسی لئے تیسری دفعہ یا آخری مرتبہ آنے والا حکم (۷۶/۲۴) یہ حکم بھی لایا کہ قریش کے لیڈروں کی اطاعت نہ کرنا بلکہ عالمی ربوبیت پر صبر سے کاربند رہنا۔

(۸۔ج) بار بار مذکور صبر کا حکم قریش کے ظالمانہ فیصلے پر اقتدار و حکومت سے تا ظہورِ حجتؑ دست برداری کا حکم تھا۔

جیسا کہ سورۂ دہر (۷۶/۲۸) میں مذکور ہوا ہے کہ:
"یہ قریش بھی باقی مخلوقات کی طرح ہماری ہی مخلوق ہیں یعنی یہ اور ان کا سب کچھ یہاں تک کہ زندگی بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہے اور ہم نے انہیں مضبوطی عطا کرکے فی الحال دست کشی سی اختیار کرکے انہیں آزاد چھوڑ دیا ہے (اسر۔ اور۔ استاسر کے معنی ہوتے ہیں (TO SURRENDER TO ANY ONE AS A PRISONER) خود کو کسی کے ہاتھ قیدی کی حیثیت میں سپرد کردینا) لیکن ہم جب چاہیں گے ان کو مثالی طور پر تبدیل کردیں گے (۷۶/۲۸) اس آیت کے اگر صحیح معنی کئے جائیں تو صاف صاف وہ پوری صورت حال سامنے آجاتی ہے جو قریش نے اپنی جدوجہد اور اجماعی فیصلے سے پیدا کی اور جس کا اقبال خود خلیفہ دوم نے عبداللہ بن عباس سے کیا اور کہا تھا کہ:
"تمہاری قوم (یعنی قریش) کو یہ پسند نہ تھا کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت رہے۔" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳ و طبری)
قریش کے اسی مجرمانہ و ظالمانہ فیصلے کے لئے قرآن نے دو مرتبہ رسولؐ سے کہا تھا کہ:
فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (۵۰/۳۹) وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ (وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ (۵۰/۴۰) فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴿۱۳۲﴾ (وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ○ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ○ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ○ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ○ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ○) (سورہ ق: ۴۱ تا ۵۰/۴۵) (طٰہ ۱۳۰ تا ۲۰/۱۲۳)

نوٹ:۔ ترجمہ پڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ قریشی لیڈروں کے اقوال اور فیصلے ذرا سے تشریحی اختلاف کے ساتھ اللہ نے دو سورتوں میں بیان کئے ہیں چنانچہ ہم نے سورۂ طہٰ کو بنیاد بنا کر آیت نمبر ۱۳۰ سے لکھنا شروع کیا اور سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۹ پر نظر رکھی۔ چونکہ بات میں دو جگہ الفاظ ایک ہی تھے اس لئے اس کے آخری الفاظ نہ صرف بریکٹ میں لکھ دیئے بلکہ سورہ ق کو انڈر لائن بھی کر دیا تاکہ فرق معلوم ہوجائے۔ اسی طرح سورۂ طہٰ کی آیات بریکٹ سے باہر لکھی ہے۔

ترجمہ:۔ ”اے رسولؐ قریشی لیڈروں نے جو کچھ کہا اور فیصلہ کیا، یا آئندہ کہیں اور فیصلہ کریں اس پر صبر و انتظار سے کام لو اور اپنی ربوبیت کرنے والے کی حمد وثنا کو ہمہ گیر بنانے میں مصروف ہوجاؤ، سورج نکلنے سے پہلے یعنی رات کے اندھیروں میں بھی اور سورج چھپنے سے پہلے پہلے یعنی روزِ روشن میں بھی اور رات رات بھر میں بھی ہمہ گیری قائم کرتے رہو۔ اور اطاعت مطلقہ یعنی سجدوں کے بعد بھی، ہمیں امید ہے کہ تم اس پروگرام اور عمل درآمد سے راضی و مطمئن ہو جاؤ گے مگر ساتھ ہی ساتھ تم اس شوکت و اقتدار کی طرف للچائی ہوئی نگاہ تک نہ اٹھانا جو ہم نے فی الحال قریش کے مختلف لوگوں کے سپرد کر دیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انہیں دنیا کے اس سامان کے ذریعہ سے فتنہ میں الجھا دیا جائے۔ اور تیرے پالنے والے کی طرف سے ملنے والا سامان حیات و بقا (رزق) باقی و برقرار رہنے اور قوت و اختیار دینے میں انتہائی مقام رکھتا ہے۔ ادھر اپنے والوں (اہل) کو نماز کا حکم دے دو اور خود بھی نماز پر صبر سے کاربند رہو اور گوش بر آواز رہو کہ ایک روز ایک منادی کرنے والا بالکل قریب سے (قائم آلِ محمدؐ کے نام پر (حدیث) منادی کرے گا (حضرت حجتؑ کی آسمانی حدیث) چنگھاڑ کو یہ قریش بھی سنیں گے وہ حق کی طرف بلاوا ہوگا اسی دن رجعت کے لیئے قبروں سے نکلنا طے کیا جاچکا ہے۔ ہم ہی زندہ کرنے والے اور پھر موت دینے والے ہیں اور ان کو ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔ چنانچہ قبریں پھٹ جائیں گی اور یہ لوگ قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی چلے آئیں گے اور اس طرح تمام ہی متعلقین کو گھیر کر جمع کر لینا ہمارے لئے آسان سی بات ہے چنانچہ اے رسولؐ ہمیں خوب معلوم ہے کہ قریش کیا کیا کہتے ہیں اور کیا کیا کہیں گے مگر تمہیں ان پر جبر نہیں کرنا تم صرف قرآن کے تذکروں سے ان لوگوں پر حقیقت حال واضح کرتے چلے جاؤ جو خوفناک پیش گوئیوں سے ڈرتے ہیں۔“

قریشی اسکیم کے مقابلہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے الٰہی پروگرام عہد رسولؐ سے عہد حجتؑ:

ان دونوں مقامات پر آپ اللہ کا یہ حسنِ ترتیب دیکھتے ہیں کہ دونوں مقامات پر آیات اس ہدایت کے ساتھ شروع ہوتی ہیں کہ: ”اے رسولؐ قریشی لیڈر جو کچھ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ﴿۱۳۰﴾ بھی کہتے ہیں یا کہیں گے تم اس پر صبر سے کام لو۔ (طہٰ ۱۳۰/۲۰ اور قٓ ۵۰/۳۹) یوں آیات کا مضمون اپنے الفاظ اور لب و لہجہ میں ہم آہنگی کے ساتھ آگے بڑھتا اور مقصد میں متفق رہتا چلا جاتا ہے۔ اور جہاں بات مکمل ہوتی ہے وہاں پھر قریش کے اقوال اور فیصلے کے لئے یہ فرما کر بات ختم کردی جاتی ہے کہ: ”ہم وہ سب کچھ خوب جانتے ہیں نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۴۵﴾ (قٓ ۵۰/۴۵) جو کچھ قریش کہتے ہیں یا کہیں گے“ یہ وہ ہم آہنگی ہے جس کی بنا پر ہم نے دونوں مقامات کو جمع کرکے متفقہ و مشرّح مقصد بیان کرنا طے کیا ہے لہٰذا اللہ کا وہ منشا اور مفہوم سنیئے جو لفظ بلفظ ہی نہیں بلکہ کئی گنا ہو کر ظہور میں آتا چلا گیا:

(۸۔د) محمدؐ و آل محمدؐ نے اللہ کی ربوبیت اور اس کے مقاصد کو ساری دنیا میں پھیلایا اور دنیا سرمایہ داری کی دشمن ہوگئی۔

اللہ کی ان ہدایات کی بنیاد یہ تھی کہ قریش کے ساتھ کوئی مادی یا افرادی جبر نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ نزولِ قرآن سے عہدِ جناب حسن عسکری و حضرت حجت علیہما الصلوٰۃ و السلام تک کبھی آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے نہ جبر کیا نہ خود کو ایسی مادی پوزیشن پر آنے دیا کہ افراد کے دباؤ سے جبری محاذ بناتے دوسری بنیاد یہ تھی کہ دن رات اور ہمہ وقت بلا وقفہ و بلاناغہ رب العالمین کی ربوبیت کو عام کیا جائے چنانچہ انہوں نے خود کبھی نہ پیٹ بھر کر کھایا نہ عمدہ لباس پہنا نہ عمدہ مکانات بنائے نہ ذخیرہ اندوزی کی اور مبلّغین تیار کر کر کے ساری دنیا میں پیغام ربوبیت کو پہنچایا خود بھوکے رہنے اور بلا مزد و معاوضہ اور بلا شکریہ ضرورت مندوں کی حاجت روائی کو اپنا اور اپنے پیروؤں کی منزل مقصود اور وظیفہ بنالیا۔ تیسری بنیاد صبر وانتظار تھا محمدؐ اور ان کے خانوادہؑ کا صبر دنیا میں یادگار بن گیا ہر سال دو اڑھائی ماہ ان کے ضبط و صبر و تحمل کی داد دینے کی محفلیں مجالس و جلوس برپا ہوتے ہیں اور انتظار اس طرح کیا کہ ان کا آخری راہنما بذاتِ۔اَلْمُنْتَظَر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کے

پیرو منتظرِبن کررہ گئے ہیں۔
قریش نے کیا کیا کہا اور کیا کچھ کیا اور کررہے ہیں وہ قرآن کی اس آیت میں سمیٹ دیا گیا ہے کہ:

"درحقیقت یہ پورا قرآن تیرا اور تیری قوم ہی کا تذکرہ ہے اور عنقریب ان سے مواخذہ ہونا ہے۔"

وَإِنَّهُۥ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَۖ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُونَ ﴿٤٤﴾ (زخرف ۴۳/۴۴)

اور قریش سے مواخذہ ہی کے لئے مندرجہ بالا آیات میں منادی کی جائے گی اور انہیں زندہ کرکے زمانہ حکومت حضرت قائم قیامت میں مقہور و مجبور رعایا کی صورت میں تبدیل کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور یہی کچھ سورۂ دھر (۷۶/۲۸) میں فرمایا گیا ہے پھر ان پر وہ تمام ظلم وستم کئے جائیں گے جو انہوں نے نوع انسان پر عموماً اور آلِ محمدؐ پر خصوصاً کئے تھے (بقرہ ۲/۲۰۵) تمام سزائیں دیئے جانے کے بعد ان کا اسی طرح قتل عام کیاجائے گا جس طرح انہوں نے کربلا میں خانوادۂ محمدؐ کا قتل عام کیا تھا۔ یہ تمام سزائیں انہیں اس لئے دی جائیں گی کہ وہ لوگ حکمران تھے اور اس طرح اپنے جرائم کی سزا سے بچ نکلے تھے مگر قرآن کا قانون عدل کہتا ہے کہ:

عدل و انصاف اور حقوق العباد کی تکمیل کے لئے اللہ کا قانون زمانہ رجعت میں نافذ کیا جائے گا۔

وَٱلَّذِينَ كَسَبُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةِۢ بِمِثۡلِهَا وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٞۖ ﴿٢٧﴾

"اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی تھیں ان کو ان کی اپنی برائیوں کے مثل بدلا دیا جائے گا اور ان پر ذلت مسلط کر دی جائے گی" (یونسؑ ۱۰/۲۷)
معلوم ہوا کہ جس نے جو کچھ کیا تھا اس کے ساتھ وہی کچھ کرنے کے بعد انہیں دوبارہ موت کے گھاٹ اتار دیاجائے گا۔ پھر انہیں دائمی عذابِ جہنم کے لئے دوسری مرتبہ پھر زندہ کیاجائے گا۔ تاکہ اب انہیں حقوق اللہ وعقائد کی سزا دی جائے اور یوں حقوق العباد اور حقوق اللہ مکمل کردیئے جائیں گے۔ اور قرآن اس دو مرتبہ مردوں کو زندہ کرنے اور دو ہی دفعہ زندوں کو موت دینے کا اقبال خود زمانۂ رجعت کے سزا یافتہ لوگوں کی زبان سے یوں بیان کرتا ہے کہ:

وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہمیں دو مرتبہ موت سے دوچار کیا اور دو ہی دفعہ مردوں میں سے زندہ کیا چنانچہ ہم باقاعدہ اپنے گناہوں سے متعارف ہوچکے کیا اب ہمارے لئے بچنے کی سبیل ہے۔ اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ ہے؟۔

قَالُواْ رَبَّنَآ أَمَتَّنَا ٱثۡنَتَيۡنِ وَأَحۡيَيۡتَنَا ٱثۡنَتَيۡنِ فَٱعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلۡ إِلَىٰ خُرُوجٖ مِّن سَبِيلٖ ﴿١١﴾ (غافر: مومن ۴۰/۱۱)

(۹) محمدؐ اور جانشینانِ محمدؐ کی بزرگ ترین فضیلت کو چھپانے کے لئے غلط ترجمہ کرتے رہنا لازم ہے۔

علامہ نے اپنی مذہبی ذمہ داری کو پورا کرنے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بلندترین مقام کو چھپانے کے لئے آیت (۷۶/۳۰) کا غلط ترجمہ کرنا ضروری سمجھا ہے۔ لہٰذا آپ علامہ کا ترجمہ اہل سنت کے قدیم وجدید ترجموں کے سامنے رکھ کر دیکھیں اور مودودی کی اس دشمنی کی گہرائی اور پختگی کو نوٹ کریں جو انہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ہے:

وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُۚ ﴿٣٠﴾ (۷۶/۳۰)

مودودی: "اور تمہارے چاہنے سے "کچھ نہیں ہوتا" جب تک کہ اللہ نہ چاہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۰۳)
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مودودی کا پیر و مرشد: "نمی خواہید مگر وقتیکہ خواہد خدا" (ترجمہ قرآن صفحہ ۷۶۵)
"تم نہیں چاہتے مگر اسی وقت جب کہ خدا چاہے" (شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ کا اُردو ترجمہ۔احسنؔ)
شاہ عبدالقادر: "اور تم نہ چاہو گے مگر جو چاہے اللہ" (ترجمہ قرآن صفحہ ۷۶۵)
اشرف علی: "اور بدون خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے" (ترجمہ صفحہ ۷۰۳)
رفیع الدینؒ: "نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ" (ترجمہ صفحہ ۶۶۰)
قارئین اور جتنے دستیاب ہوں ترجمے پڑھ جائیں لیکن کوئی متعصب ترین ترجمہ بھی مودودی کی تائید نہ کرے گا۔ اور یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اس علامہ نے سورۂ تکویر (۸۱/۲۹) میں بھی بعینہٖ یہی ترجمہ کیا ہے۔

ان ترجموں میں غور طلب باتیں :

ترجموں کو دیکھتے ہوئے یہ بات مدنظر رکھیں کہ آیت (۷۶/۳۰) میں لفظ "تَشَآءُونَ" مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اور اس کے معنی "تم چاہتے ہو یا تم چاہوگے" کے علاوہ اور کچھ ہرگز نہیں ہو سکتے لہٰذا اشرف علی کا ترجمہ غلط اور متعصبانہ ہے اس لئے کہ یہاں نہ مصدر ہے اور نہ ماضی ہے لہٰذا "چاہے" یا "چاہنے" والے دونوں ترجمے باطل ہیں۔ اور یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اس آیت (۷۶/۳۰) کے اندر لفظ "یَشَآءَ" بھی مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کے معنی بھی "چاہتا ہے" یا "چاہے گا" ہونا لازم ہیں۔ اس کے علاوہ ترجمے فری اسٹائل ہیں پھر آخری بات یہ ہے کہ مودودی نے یہ جملہ "کچھ نہیں ہوتا" بفضل شیطان لکھاہے اس کے لیئے آیت میں کوئی اشارہ تک بھی نہیں الفاظ تو کہاں ہوتے ؟

یہ سب کچھ مودودی نے اس لئے کیاہے کہ قرآن میں دوجگہ (۷۶/۳۰، ۸۱/۲۹) اللہ نے محمدؐ اور ان کے جانشینوں کو اپنی مشیۃ یامشیت سے سوفیصد مربوط قرار دیا ہے کہ ادھر اللہ ارادہ کرے تو ساتھ ساتھ وہ حضراتؑ ارادہ کریں یا ادھر یہ حضراتؑ چاہیں تو فوراً اللہ بھی وہی چاہے ۔

(۹۔الف) اللہ کو ہرانسان کے ہرجرم میں شریک کیا اور عہدرسولؐ کے اور بعد والے مجرموں کو تحفظ دیا۔

اور ایسا کر کے مودودی نے مزید دو عدد کافرانہ جرم کئے ہیں اوّل یہ کہ انہوں نے اللہ کو گناہوں اور جرائم کا مرکز بنا دیا دوم یہ کہ اس طرح انہوں نے ہر مجرم کو بے قصور ، مجبور یا قابل رحم و معافی بنا دیا یعنی اس عقیدہ کی تائید کی جس کے ماتحت یزید وشمر و ابن زیادہ و عمر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی گنجائش نکالی گئی ہے بہرحال علامہ مودودی نے مشیتِ خداوندی اور اذنِ خداوندی اور توفیقِ خداوندی کی آڑ میں بیٹھ کر یہ تصور پھیلایاہے کہ اگر اللہ نہ چاہے تو انسان ہرگز جرم وگناہ نہیں کرسکتا۔ اس تصور کو الفاظ "مشیت، اذن اور توفیق خداوندی" میں لپیٹ کر یوں لکھتے ہیں کہ :

اللہ تمام جرائم اور گناہوں میں انسان کے ساتھ کم ازکم برابر کا شریک رہتا ہے ۔

اوّل: "اس آزادی انتخاب کے بعد یہ بات کہ انسان عملاً بھی وہی کچھ کرسکے جو وہ کرنا چاہتا ہے اللہ کی "مشیت اور اس کے اذن اور اس کی توفیق" پر منحصر ہے ۔ اگر اللہ کی مشیت یہ ہو کہ انسان کو وہ کام کرنے دیا جائے جس کے کرنے کی خواہش یا ارادہ یا فیصلہ اس نے کیاہے تب ہی وہ اس کو کرسکتا ہے ورنہ وہ چاہے کتنی ہی کوشش کرلے اللہ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۷۶۔۵۷۷)

دوم : "وہ پورے علم اور پوری حکمت کے ساتھ یہ طے کرتا ہے کہ کس کو کیا توفیق دینی چاہیئے ؟ اور کیا نہ دینی چاہئے؟ کسے کیا کام کرنے دینا چاہیئے ؟ اور کیا نہ کرنے دینا چاہیئے ؟ جس حد تک وہ انسان کو موقع دیتا ہے اور اسباب اس کے لئے سازگار بناتا ہے اسی حد تک وہ اپنی خواہش کے مطابق کام کرسکتا ہے خواہ وہ اچھا کام ہو یا براکام۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۷۷)

سوم: بندے کا کوئی فعل بھی تنہا بندے کی اپنی مشیت سے ظہور میں نہیں آتا بلکہ ہر فعل اسی وقت پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے جب خدا کی مشیت بندے کی مشیت سے مل جائے یہ ایک نہایت نازک مسئلہ ہے جسے نہ سمجھنے سے انسانی فکر بکثرت ٹھوکریں کھاتی ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۵۷)

علامہ نے یہ آخری بات سوفیصد صحیح لکھی ہے واقعی علامہ نے اس مسئلہ کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر نہ معلوم کتنے خدا کے بندوں کو گمراہ کیا ہے ۔

تینوں بیانات پر تنقیدی نظر اور علامہ کی ابلہ فریبی کی نقاب کشائی ۔

علامہ کے الفاظ "اللہ کی مشیت، اذن اور توفیق کے تقدس میں الجھے بغیر ان تینوں بیانات سے جو حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی انسان میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کوئی کام کرسکے۔" اور یہ کہ "انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اللہ کی مدد سے کرتا ہے "

اس باطل عقیدہ کے لئے علامہ کی رکھی ہوئی یہ بنیاد کہ انسان ازخود کوئی کام نہیں کرسکتا نہ صرف پورے قرآن اور نظام جزا و سزا کی مخالف ہے بلکہ خود علامہ کے اپنے بیان کردہ مسلّمات اور حقیقتِ واقعی کی بھی مخالف ہے دیکھیئے کہ وہ انسان کو اس کے

اعمال و افعال میں مختار و قادر مانتے ہیں اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ ہر انسان اپنی عطا شدہ قدرت و اختیار کے استعمال میں مختار ہے تو علامہ کا یہ مسئلہ اور اس مسئلے کی بنیاد ہی مسمار ہو جائے گی چنانچہ ان کی باقاعدہ نقاب کشائی سے پہلے ان ہی کے قلم سے یہ دیکھ لیں کہ انسان کو ہر کام میں اور ہر وقت مشیتِ خداوندی اور اذنِ خداوندی اور توفیقِ خداوندی کا محتاج نہیں رکھا گیا ہے۔

مودودی انسان کو صاحبِ قدرت و اختیار بھی لکھتے ہیں۔ متضاد بیانات ؟؟

بلکہ وہ اپنے دائرہ قدرت میں ہر وقت ہر کام پر قادر و مختار پیدا کیا گیا ہے۔

(۱) ”اس کائنات میں اللہ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے صورت سے مراد انسان کا چہرہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے آدمی کو عطا کی گئی ہیں۔ ان دونوں حیثیتوں سے انسان کو زمین کی مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا گیا ہے اور اسی بنا پر وہ اس قابل ہوا کہ ان تمام موجودات پر حکمرانی کرے جو زمین اور اس کے گرد و پیش میں پائی جاتی ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۳۰)

ابھی اور سنیئے کہ اسے اپنے ہر فعل پر ذمہ دار اور جوابدہ بنایا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے اعمال و افعال میں آزاد و خود مختار تھا اور اگر چاہتا تو اپنے افعال سے باز رہ سکتا تھا یا دوسرے اعمال بجا لا سکتا تھا۔

علامہ کو غور سے سنئے ارشاد ہے کہ:

(۲) ”ظاہر بات ہے کہ جب ایسے حکیمانہ اور بامقصد نظام کائنات میں ایسی ایک با اختیار مخلوق پیدا کی گئی ہے تو حکمت کا تقاضا ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسے یہاں شتر بے مہار کی طرح غیر ذمہ دار بنا کر چھوڑ دیا جائے، بلکہ لازماً اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ با اختیار مخلوق اس ہستی کے سامنے جوابدہ ہو جس نے اسے ان اختیارات کے ساتھ اپنی کائنات میں یہ مقام و مرتبہ عطا کیا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۳۱)

آٹھ سطروں کے بعد لکھا ہے کہ:

(۳) ”انسان اپنے پورے کارنامہِ حیات کے لئے جوابدہ ہے۔ انسان ان تمام اثرات و نتائج کے لئے ذمہ دار ہے جو اسکے افعال سے دوسروں کی زندگی پر مترتب ہوئے ہوں“ (ایضاً صفحہ ۵۳۱)

(۴) ”اللہ کے ہاں انسان کی ذمہ داری اس کی مقدرت (عطا شدہ۔ احسن) کے لحاظ سے ہے ایسا ہرگز نہ ہو گا کہ بندہ ایک کام کے کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور اللہ اس سے باز پرس کرے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا۔ یا ایک چیز سے بچنا اس کی مقدرت (قدرت۔ احسن) سے باہر ہو اور اللہ اس پر مواخذہ کرے کہ تو نے اس سے پرہیز کیوں نہ کیا؟“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۲۴)

سنتے چلیئے ہم علامہ کے سارے پیچ و خم ادھیڑ کر رکھ دینا اور اس جھوٹے کو گھر تک پہنچا کر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سنتے رہیئے:

(۴) ”یہ اللہ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اس نے انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے، اسے تصرف کے اختیارات دیئے ہیں، طاعت و عصیاں کی آزادی بخشی ہے، امتحان کی مہلت عطا کی ہے اور اس کی سعی کے مطابق جزا اور سزا دینے کے لئے فیصلہ کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۳۶)

بس جناب ایک غیور انسان کے لئے اتنا بھی کافی ہے اب بتائیے کہ علامہ کے اوّلین تین بیانات میں مذکور بے بسی کہاں گئی ؟ وہاں تو علامہ یہ منوانا چاہتے تھے کہ انسان جو کچھ کرنا چاہے کر ہی نہیں سکتا جب تک اللہ اسے اجازت (اذن) نہ دے۔ توفیق نہ دے اور خود بھی نہ چاہے ؟ لیکن ان بیانات سے ثابت ہوا ہے کہ انسان کو اتنے اختیارات و قدرت عطا کر دی گئی ہے کہ وہ اس دنیا کی تمام موجودات و مخلوقات پر حکمرانی کرنے اور تصرف کرنے کی قابلیت و اہلیت رکھتا ہے یعنی وہ سارا سامان فراہم کر سکتا ہے جس سے قتل و غارت کر سکے زنا کر سکے ڈاکہ ڈال سکے مسجد بنا سکے۔ ہر برائی اور گناہ سے باز رہ سکے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ کی، مشیت و اذن و توفیق کو فریب دینے کے لئے استعمال کیا تھا اللہ کی مشیت ہی یہ ہے کہ انسان کی خود مختاری برقرار رہے اور وہ اپنی مقدرت و سعی کے دائرہ میں ہر متعلقہ چیز پر تصرف کر سکے۔ وہ دیانت یا بددیانتی سے دولت و اقتدار حاصل کر سکے نہ دولت اس کے پاس آنے سے انکار کرے اور نہ آکر بھاگ جائے، وہ تلوار و ہتھیار بنا یا خرید سکے۔ نہ لوہے کی مجال کہ انکار کر سکے نہ تلوار کو مجالِ انکار، کہ میں فلاں کا گلا نہ کاٹوں گی۔ مشیت کے معنی اللہ کا قانون ہیں۔ اسے جو جتنا استعمال کرے وہ انکار نہ کریگا اور کوشش کے برابر نتیجہ مرتب ہو کر رہے گا وہ چوری یا زنا کرنا چاہے تو اس کے

اعضائے جسم انکار نہ کریں گے البتہ اگر اللہ چاہے تو اسے باز رکھ سکتا ہے۔ لیکن وہ یوں باز رکھنے لگے تو باز رکھے جانے والے کے حق میں باز رہنے کی نیکی شمار نہ ہوگی اسے خود کو باز رہنے کی قدرت بقول مودودی دی گئی ہے خود باز رہے تو نیکی کا فعل اس کا ہوگا۔ دراصل علامہ نے اپنے اوّلین تین بیانات میں یہ کہنا چاہا ہے کہ ”فلاں فلاں صحابہ ہرگز رسوؐل کی میراث و حکومت نہ لے سکتے تھے۔ ہوا یہ کہ اللہ نے اذن دے دیا اپنی توفیق ان صحابہ کے شامل حال کردی اور چاہا (مشیت) کہ وہ لوگ حکومت لے لیں اور علیؑ کو محروم کردیں۔ بتائیے کہ اب اذن و توفیق و مشیت کے شامل ہوجانے کے بعد صحابہ کیسے حکومت و میراث لینے سے باز رہ سکتے تھے؟ جب کہ باز رہنے میں نہ اللہ کا اذن ملا نہ منشاء یا مشیت نے ساتھ دیا نہ باز رہنے کی توفیق ملی؟ اگر توفیق و اذن و مشیت ساتھ دیتی تو وہ ضرور باز رہتے۔“ لہٰذا بے قصور تھے۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ کی مشیت و راز و رموز میں دخل نہ دو ان کو غاصب و ظالم نہ کہو یقیناً اللہ کی مشیت میں بہتری تھی۔ ورنہ وہ تو چاروں یارِغار تھے دیکھو شیرِؑ خدا نے ان کے خلاف محاذِ جنگ قائم نہ کیا وہ اس مشیت کے راز کو سمجھتے تھے تم بھی چپ رہو سب کو رضی اللہ عنہم کہا کرو۔“ یہ تھی وہ ابلیسی پالیسی جسے علامہ نے اپنی تفہیم میں کئی ہزار بار دہرایا ہے لیکن قرآن میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس سے ہرگناہ اور ہرجرم میں اللہ کی شرکت ہونا ثابت ہو یہ صحیح ہے کہ اعضائے جسمانی اور سامانِ گناہ و ثواب اسی نے پیدا کیا اسی کے پیدا کردہ سامان سے انسان جرم و گناہ کرتا ہے۔ اپنا سامان تیار کرکے وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اسی خدا کی پیدا کردہ زمین پر چلتا ہے انہی اعضاء سے زنا و گناہ کرتا ہے اگر یہ سامان نہ ہوتا تو وہ واقعی کچھ بھی نہ کرسکتا تھا مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ اللہ نے اسے جرم و گناہ کی اجازت دے دی ہے۔ یہ شیطانی وسواس ہیں مسئلہ کی اسی نزاکت سے علامہ گمراہ ہوئے ہیں اوردوسروں کو گمراہ کرگئے ہیں۔ خدا ان پر لعنت کرے کہ انہوں نے مشیتِ خداوندی کا مذاق اڑایا اور محمدؐ و آل محمدؐ کے مقامِ بلند پر پردہ ڈال کر دنیا بھرکو گمراہ کرتے رہے۔

۱۰۔اسلام کو مارشل ازم میں تبدیل کرنے کیلئے قریشی علما و صحابہ نے نمازوں کو اپنی آڑ بنائے رکھا۔

مودودی نے ان تمام پالیسیوں میں پورا پورا تعاون کیا ہے جو قریش کے لیڈروں نے اسلام کو تبدیل کرکے دنیا کو لوٹ مار اور قتل و غارت کا اکھاڑہ بنانے اور اپنا تسلط جمانے کے لئے مارشل ازم میں تبدیل کرکے دنیا میں فساد ہی فساد پھیلا دیا تھا۔ انہوں نے قرآنِ کریم اور رسوؐلِ کریم کی عالم گیر تعلیمات میں سے صرف پانچ چیزیں اختیار کی تھیں تاکہ مسلمانوں کو ایک عملی فوجی نظام میں جکڑ کر رکھا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے نماز کے باقی مقاصد کو نظر انداز کرکے اسے صرف مردم شماری اور مرکزی حکومت کی اطاعت کے لئے حاضری لینے کا ذریعہ بنایا تاکہ تمام مسلمانوں کو قواعد پریڈ اور جنگی لکچروں میں ضروری مہارت فراہم کی جاسکے۔ زکوٰۃ کو ٹیکس وصول کرنے کے لئے اختیار کیا روزوں کواختیار کرنے کا مقصد یہ رکھا کہ تمام مسلمانوں کو فوجی مشقوں (MANEUVRE) اورعسکری تحریکوں کے دوران بھوک پیاس برداشت کرنے پر رضامندوخورسند رکھا جائے حج کو مرکز کے وسیع رابطے اورذاتی ملاقات کا ذریعہ بنایا گیا تاکہ دور دراز ممالک سے لوگوں کو سالانہ مرکز تک سفر کرنے اور زندگی کے تمام گناہوں اور بدکاریوں سے پاک ہوجانے کا یقین رہے۔ جہاد تو ایسی چیز تھی جس کی آڑ میں انہوں نے دنیا میں وہ کچھ کیا جو کسی بد ترین ڈاکو اور ظالم بادشاہ نے بھی نہ کیا تھا۔ چنانچہ علامہ نے جس طرح اپنی تفہیم میں شرک کے نعرے بلند کئے اور ہرصفحہ پر شرک کو الٹ کر پھیلایا ہے اسی طرح فوجی نماز کی خوب دھوم مچائی ہے چنانچہ انہوں نے اس نظام ربوبیت کو بھی فوجی پریڈ بنا لیا جوسارے قرآن میں عموماً اور سورۂ دھر، سورۂ طٰہ (۱۳۲ تا ۲۰/۱۳۰) اورسورۂ قٓ (۴۵ تا ۵۰/۴۰) میں خصوصاً بیان ہوا ہے (دیکھو دہر تشریح نمبر ۸۔ج۔د) حالانکہ وہاں (۲۰/۱۳۲) نماز کا حکم الگ رکھا گیا ہے پھر بھی سارے مضمون کو نماز بنا دیا ہے اوریہی نہیں کیا بلکہ قرآن پر یہ تہمت بھی لگائی ہے کہ:

(۱۰۔الف) مودودی کا نماز کے متعلق ایک دعویٰ تاکہ وہ اپنی عسکری نماز کو امت پر تھوپ کر حقیقت چھپالیں۔

”قرآن کا قاعدہ ہے کہ جہاں بھی کفار کے مقابلہ میں صبر وثبات کی تلقین کی گئی ہے وہاں اس کے معاًبعد اللہ کے ذکر اور نماز کا حکم دیا گیا ہے جس سے خود بخود یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دین حق کی راہ میں دشمنانِ حق کی مزاحمتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ اسی چیز (نماز۔احسن) سے حاصل ہوتی ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۰۲)

(۱۰۔ب) علامہ کا دعویٰ باطل ہے وہ جھوٹے ہیں قرآن کی آڑ میں قرآن پر تہمت لگائی گئی ہے ۔

یہ دعویٰ اس یقین پر کیا گیا ہے کہ اس کی تصدیق یا تردید کے لئے پورے قرآن کو غائر نظر سے پڑھنا پڑے گا اس لئے زحمت و محنت سے بچنے کے لئے مخالف ردوابطال کی ہمت نہ کرے گا اور معتقدین یہ کہہ کر سر جھکا لیں گے کہ ۔"اگر یہ دعویٰ سچا نہ ہوتا تو اتنے قد آور علامہ ہرگز ایسا نہ لکھتے۔لیکن ہم نے قرآن اور خود مودودی کی زبان سے ثابت کیا ہے کہ اسلام کو قد آور صحابہ اور علّاماؤں ہی نے بگاڑا ہے ۔ بحر حال آپ چند مقامات دیکھیں اور قرآن سے مودودی کے دعوے کا جھوٹا ہونا دیکھ لیں قرآن نے کہا ہے کہ :

(۱) وَٱصۡبِرۡ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَٱهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرٗا جَمِيلٗا ﴿١٠﴾(مزمل ۷۳/۱۰)
(۲) ۔وَلِرَبِّكَ فَٱصۡبِرۡ ﴿٧﴾ (مدثر ۷۴/۷)
(۳) وَٱصۡبِرُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿٤٦﴾ (انفال۔ ۸/۴٦)

(۱) "قریشی منصوبے اور اقوال پر صبر سے کام لو اور ان سے ویسی ہی دل لگتی ہجرت کرلو جیسی انہوں نے قرآن سے ہجرت کی ہوئی ہے (فرقان ۲۵/۳۰) قارئین دیکھیں کہ یہاں صبر وثبات کا حکم تو دیا گیا ہے مگر اس کے معاً بعد نماز کا حکم کہیں نہیں ہے اور اگر دس آیات کے بعد کوئی حکم ہے تو وہی قرآنی اسکیم اور تربیت کا ذکر ہے جسے ہم نے سورۂ مزمل (تشریح نمبر ۵) میں بیان کیاہے

(۲) "اور اپنے رب کے لئے صبر کرو"

یہاں صبر کا حکم تو دیا گیا ہے مگر سورت کے خاتمہ یعنی انچاس آیت (۴۹) کو ختم کرنے تک نماز کا حکم نہیں دیاہے ۔

(۳) "تم سب صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" اس کے معاً بعد تو کہاں پوری سور ہ ختم ہوگئی مگر نماز کے حکم کا کہیں پتہ نہیں ہے ۔

(۴) "سورۂ قلم میں رسوؐل کو صبر کا حکم دیا گیا (٦۸/۴۸) مگر سورۂ کے خاتمہ تک نماز کا حکم نہیں ہے ۔

(۵) سورۂ یونس میں صبر کا حکم دیا (۱۰/۱۰۹) ہے مگر سورۂ ختم ہوگئی مگر نماز نہیں ہے ۔

(٦) سورۂ ہود (۱۱/۱۱۵) نے بھی علامہ کو کاذب ثابت کیا ہے (۱۱/۴۹) نے بھی یہی کیا ہے ۔

(۷) سورۂ نحل (۱۲۷۔۱٦/۱۲٦) بھی علامہ کو جھوٹا ثابت کرکے ختم ہوجاتی ہے۔

(۸) سورۂ روم (۳۰/٦۰) نے بھی علامہ کے مکر وفریب کا بھانڈہ پھوڑا ہے ۔

(۹) سورۂ معارج (۷۰/۵) میں بھی نماز کا حکم نہیں اور صبر کی تاکید کی گئی ہے ۔

قارئین سوچیں اور علامہ کی جرأت کی داد دیں کہ وہ کس طرح دن کی روشنی میں اپنے معتقدین کے اعتماد پر ڈاکہ ڈالنے کے عادی ہیں ۔ اور کس شان سے لکھتے ہیں کہ: "قرآن کا قاعدہ ہے کہ جہاں بھی کفار کے مقابلہ میں صبر و ثبات کی تلقین کی گئی ہے وہاں اس کے معاً بعد اللہ کے ذکر اور نماز کا حکم دیا گیاہے۔"

(۱۰۔ج) مسلمانوں نے قریشی حکومتوں کے جبر سے ہمیشہ نمازیں پڑھیں لیکن اللہ نے ان کو ہمیشہ پٹوایا۔

تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو نماز کی وجہ سے اگر کفار کے مقابلہ میں طاقت دینا لازم کرلیا ہوتا تو آج یہ مسلمان کفر سے پٹتے پٹتے غیر مسلموں کے سامنے بھکاری و محتاج نہ ہوتے ۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلَاتِ

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاس (۵۰) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ

قسم ہے ان باؤں (ہواؤں) کی کہ چھوڑی گئی ہیں پھر زور کرنے والیوں کی

عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ

زور کرنے کر اور بادل اٹھانے والیوں کی بادل اٹھانے کر پھر جدا کرنے والیوں کی

نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾

مینہ کو جدا کرنے کر پھر ان فرشتوں کی کہ ڈالنے والے ہیں ذکر کو

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾

الزام دینے کو یا ڈرانے کو تحقیق جو کچھ وعدہ دیے جاتے ہو تم البتہ ہونے والا

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾

ہے پس جس وقت کہ تارے مٹائے جاویں اور جس وقت کہ آسمان کھولا جاوے

(۱) قسم ہے ان کی جو عالمی پسندیدہ سامان کے ساتھ بھیجی گئیں (۲) چنانچہ طوفانی رفتار سے مقاماتِ مطلوبہ پر پہنچیں اور پہنچنے کا حق خوب ادا کیا (۳) اور ان کی بھی قسم جنہوں نے نشرو اشاعت کی اور خوب ہی اشاعت کردی (۴) چنانچہ انہوں نے ہر ہر چیز کا فرق و امتیاز پوری طرح متعین کردیا (۵) پھر انہوں نے ایک مخصوص ذکرؔ سے ملاقات کا انتظام کردیا (۶) عذرات ختم کرنے یا برے نتائج سے ڈرادینے کے لئے اتمام حجت کردیا (۷) حقیقت یہ ہے کہ جو وعدہ تم سے کیا جا چکا ہے وہ ضرور ہی وقوع میں آ کر رہے گا (۸) چنانچہ وہ تب ہوگا جب کہ تارے روشنی چھوڑ دیں گے یا دھندلے ہوجائیں گے (۹) اور جب کہ آسمان میں راہیں یا دراڑیں پیدا ہوجائیں گی

تشریحات سورۂ مرسلات:

ا۔ آیات (۶ تا ۱ / ۷۷) کے ترجموں اور تفاسیر میں اختلاف کیا گیا لیکن آیت (۶ / ۷۷) رہنمائی کرتی ہے۔

اس سورت میں مرسلٰت سے کچھ لوگوں نے ہوائیں سمجھا ہے لیکن ہوائیں مراد لینا قرآن کے الفاظ پر قیاس آرائی سے زیادہ کچھ نہیں یہ بھی صحیح ہے کہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی چلاتی اور پھاڑتی بھی ہیں لیکن آیت میں بادلوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ تو قطعاً بکواس ہے کہ:

(۱) "ہوائیں دلوں میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۰۹) اور یہ بھی خلاف عقل ہے کہ:

(۲) ہوائیں تنذیر کرسکتی ہیں یا عذرات کا جواب بنتی ہیں" چنانچہ آیت (۶ / ۷۷) بتاتی ہے کہ ان:

آیات (۵ تا ۱ / ۷۷) میں مرسلات کے معنی وہ ہستیاں ہیں جو اللہ کی معرفت کے ساتھ ارسال (مرسل) کی گئی تھیں۔ اور یہی وہ ہستیاں ہونا چاہئیں جو طوفان سے تیز رفتاری میں زیادہ ہوں (۲ / ۷۷) اور سامانِ تنذیر کائنات میں آنا فاناً پھیلا کر رکھ دیں (۳ / ۷۷) یعنی جو نشرواشاعت کا شعور بھی رکھتی ہوں (۳ / ۷۷) اور امر و نہی معروف و منکر اچھے اور برے کا فرق الگ الگ متعین کر کے (۴ / ۷۷) تمام مخلوقات سے ذکرِ خداوندی کو متعارف کرا دیں (۵ / ۷۷) اور ان کی ایسی تنذیر و تخویف کردیں کہ کسی کا کوئی عذر باقی نہ رہنے پائے (۶ / ۷۷) اور جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے (۷ / ۷۷) اس روز انہیں نہ زبان کھولنے کا موقع دیا جانا ضروری رہے (۳۵ / ۷۷) اور نہ کسی عذر کی گنجائش رہ جائے (۳۶ / ۷۷)

ہمارے ترجمہ سے یہ بیان آخری آیت تک مسلسل اور آیات کے الفاظ کے لغوی معنی کے ماتحت ہے۔سوال البتہ باقی رہ جاتا ہے کہ ان آیات میں مذکور ذوات مقدسہ کون تھیں ؟ اس کا جواب نہ ہوائیں ہیں نہ ملائکہ ہوسکتے ہیں اس لئے کہ معروفات اور تنذیر کے لئے یہ دونوں نہ موزوں ہیں نہ قرآن نے کہیں ان کو یہ فریضہ سونپا ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ ہستیاں اللہ کے انبیا و رسل علیہم السلام ہونا چاہئیں ۔ لیکن جن رسولوں کا ذکر قرآن میں عموماً ہواہے ان میں حضرت سلیمانؑ کے تخت کی رفتار کافی تیز تھی مگر وہ ہوا کے محتاج تھے (سبا ۱۲ / ۳۴) لیکن وہ اور ان کا تخت کائنات میں وہاں نہ جا سکتے تھے جہاں ہوا نہ ہو لہٰذا وہ مقدس ہستیاں ان کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتیں جن کو اللہ نے عالمین کیلئے رحمتؐ (انبیاؑ ۱۰۷ / ۲۱) اور نذیرؐ (فرقان ۱ / ۲۵) فرمایا ہے ۔ اور ہر مخلوق کی تخلیق سے لے کر اختتام تک ہدایت کا ذریعہ ہیں (طٰہٰ ۵۰ / ۲۰) اور جو تمام جوابدہ اور ذمہ دار ہستیوں پر گواہ ہیں (نساء ۴۱ / ۴ ، نحل ۸۹ / ۱۶)

۲۔ قیامت پر اس لئے زور دیا گیاہے کہ اصلی حقیقت پر قاریوں کی توجہ ہی نہ جاسکے ۔

اور قریشی لیڈروں اور ان کی حکومتوں نے قرآن کی تفسیر کو نہ صرف اپنے خودساختہ قصوں اور کہانیوں پر ڈھالتے رہنے کو ساری دنیا میں رواج دیا بلکہ حقائق کو چھپانے کا ایک طریقہ یہ بھی جاری رکھا کہ آیتوں یا سورتوں میں آنے والے مختلف عنوانات میں سے کسی ایک موٹے سے عنوان کو لے کر اس کی شرح اور توضیح پر اتنا زور اور تفصیل خرچ کیا کہ آیت یا سورت کے باقی تمام حقائق اس زور و تفصیل میں دب کر رہ گئے ۔ اور جن موٹے موٹے عنوانات کو انہوں نے حق پوشی کے لئے عموما اختیار کیا وہ شرک اور قیامت رہے ہیں ۔ لہٰذا سورۂ مرسلات میں بھی یہی ترکیب اختیار کی ہے اور قیامت قیامت پر اتنا شوروغوغا مچایاہے کہ حق پوشی میں قیامت کرکے رکھ دی ہے لیکن یہ گفتگو بالائے طاق رکھ دی کہ اللہ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ سابقہ اونتیس (۲۹) پاروں اور چھہتر(۷۶) سورتوں میں قیامت پر مکمل اور تفصیلی بیانات دینے کے بعد بھی اس سورۂ مرسلات میں قیامت کا ذکر کیا جائے ؟ اور جب کہ اس ذکر میں نہ تو کوئی نئی اطلاع ہے نہ سابقہ بیان شدہ حالات سے زیادہ حالات ہی ہیں بلکہ جہاں تک سابقہ بیانات کی بات ہے وہ زیادہ تفصیل و تکمیل کے حامل ہیں ؟ اورسورۂ مرسلات میں نہایت معمولی اور گھٹیا ذکرہے ۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ سورۂ مرسلات کی اوّلین آیات میں یہ دیکھ لیا گیاہے کہ روز ازل سے تعلیمات و ہدایات وتنذیراتِ خداوندی جاری رہتی چلی آئی ہیں اورجن مقدس حضرؐات نے ساری کائنات میں یک لخت نشرو اشاعت کی وہ محمدؐ اور اجزائے نورِ محمدؐ صلی اللہ علیہم اجمعین تھے ۔ جنہوں نے کائنات کی ابتدا سے لے کرنزولِ قرآن تک تنذیر و تبلیغ کا ایسا حق ادا کیا کہ کسی کے لئے عذر کی گنجائش نہ رہی اور آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام اُمتوں کے سامنے اس بنیادی حقیقتؐ الذکر علیہ السلام کو پیش کردیا جسے قرآن کریم نے فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا (الذکر سے ملاقات کرنا) فرمایا ہے ۔ اوربات یہاں تک آئی کہ وہ وعدہ یاد دلایا ہے جو سابقہ اُمتوں کی طرح قریش سے بھی کیا جا رہا تھا اور کہا کہ ”تم سے کیا گیا وعدہ ضرور وقوع میں آ کر رہے گا (۷ / ۷۷)۔“ چونکہ یہ وعدہ قیامت سے متعلق تھا لہٰذا مودودی اینڈ کمپنی یہ بتانے کے بجائے کہ وہ وعدہ کیوں کیا گیا؟ اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ قیامت کے حادثات کو لے کر بیٹھ گئی اور وہ تمام گھسے پٹے واقعات دہرانے شروع کردیئے جن کی چنداں ضرورت نہ تھی ۔

(۲ ۔ الف) جس وعدہ کو بار بار دہرایا گیا اور جس کا قریش سے تذکرہ کیاوہ نزولِ قرآن کابنیادی مقصد ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کو اس کے حقیقی مقصد کے ساتھ جو شخص سمجھنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ سورۂ زخرف میں اس وعدہ کی وجہ اور بنیاد کو سمجھ کر آگے بڑھے ۔ چنانچہ مودودی کے اس بیان کوسامنے رکھیں جووہ سورۂ زخرف کی ذیل میں لکھتے ہیں:

اوّل ۔ سورۂ زخرف کا نزول اور پھر اس کا مقصد مودودی کی زبانی

”کسی معتبر روایت سے معلوم نہیں ہوسکا ہے لیکن اسکے مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورۂ بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی ہے جس میں المومن، حٰمٓ سجدہ اور الشوریٰ نازل ہوئیں یہ ایک ہی سلسلے کی سورتیں معلوم ہوتی ہیں جن کا نزول اس وقت سے شروع ہوا جب کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے ہوگئے تھے۔ شب وروز اپنی محفلوں میں بیٹھ بیٹھ کر مشورے کررہے تھے کہ آپؐ کو کس طرح ختم کیا جائے، اور ایک حملہ آپؐ کی جان پر ہو بھی

وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾

اور جس وقت کہ پہاڑ اڑائے جاویں اور جس وقت کہ پیغمبرؑ وقت مقرر پر

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾

لائے جاویں واسطے کس دن کے وعدہ دیئے گئے ہیں واسطے دن جدائی کے

(۱۰) اور جب پہاڑوں کو دھول بنادیا جائے گا۔ (۱۱) اور جب تمام رسولوں کا وقت آپہنچے گا(تو وہ وعدہ وقوع میں آجائے گا) (۱۲) اب یہ بتاؤ کہ وہ وقت (اجل) کون سے روز مقرر کیا گیاہے؟ (۱۳) اب کہہ دو کہ وہ فاصلہ اور فصل (جدائی) پیدا کر دینے والا دن ہے

چکا تھا۔ اس صورت حال کی طرف آیات ۷۹۔۸۰ میں صاف اشارہ موجود ہے (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۲۰) اور لکھا ہے کہ:
"کلام کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ تم لوگ اپنی شرارتوں کے بل بوتے پر یہ چاہتے ہو کہ اس کتاب کا نزول روک دیا جائے، مگر اللہ نے کبھی اشرار کی وجہ سے انبیاءؑ کی بعثت اور کتابوں کی تنزیل نہیں روکی ہے، بلکہ ان ظالموں کو ہلاک کر دیا ہے جو اس کی ہدایت کا راستہ روک کر کھڑے ہوئے تھے۔ یہی کچھ وہ اب بھی کرے گا۔ آگے چل کر آیات ۴۱ تا ۴۳ اور ۷۹۔۸۰ میں یہ مضمون پھر دوہرایا گیا ہے۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے تھے ان کو سناتے ہوئے حضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ "تم خواہ زندہ رہو یا نہ رہو، ان ظالموں کو ہم سزا دے کر رہیں گے۔" اور خود ان لوگوں کو صاف صاف متنبہ کر دیا گیا ہے کہ "اگر تم نے ہمارے نبیؐ کے خلاف ایک اقدام کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم بھی پھر ایک فیصلہ کن قدم اٹھائیں گے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۲۰)

دوم۔ علامہ کے ان بیانات اور مذکورہ آیات میں حقیقت حال پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

یہاں علامہ نے اس سورۂ زخرف کا نزول بلا کسی ثبوت کے حتّٰی کہ قریشی ساخت کی کوئی روایت موجود نہ ہوتے ہوئے بھی گرمیٔ محفل کے لئے متعین فرما دیا ہے اور نہایت سادگی اور پُرکاری سے اس سورہ کے حقیقی مقصد کو سامنے سے ہٹانے کے لیئے اپنی روایات کی تائید کے لیئے یہ مقصد تجویز کر دیا ہے کہ:
"قریش رسولؐ کی جان لینے یعنی قتل کر ڈالنے پر تلے ہوئے تھے تاکہ نزول قرآن بند ہوجائے اور تبلیغ دین رک جائے۔"
اور پرکاری یا مکاری یہ کی ہے کہ آیات (۴۳ تا ۴۱/۴۳) اور آیات (۸۰۔۷۹/۴۳) کا حوالہ بھی دے دیا ہے تاکہ ان کے قاری علامہ کے اعتماد پر خود ان آیات پر غائر نظر نہ ڈالیں۔ حالانکہ تمام حقیقت ان ہی آیات میں موجود ہے آیئے مودودی کی پُرکاری یا مکاری دیکھیئے:

سوم۔ مودودی کی نامبردہ آیات میں کہیں رسولؐ کو قتل کرنے کی بات موجود نہیں۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾
(زخرف ۸۰۔۷۹۔۴۳)

علامہ کا ترجمہ علامہ کے بیان کا مخالف ہے۔

"کیا ان لوگوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اچھا تو ہم بھی پھر ایک فیصلہ کئے لیتے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں سنتے نہیں ہیں؟ ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۰،۵۵۱)

قارئین دیکھیں کہ گو علامہ نے اس ترجمہ میں اپنی طرف سے رسولوں کا ترجمہ فرشتے کر دیا ہے مگر یہ جرأت نہ کر سکے کہ یہاں قتل کا یا جان لینے کا فیصلہ لکھ دیتے۔ اب ان کی تشریح بھی دیکھ لیں تاکہ ان کی مکاری پر صاف حکم لگایا جاسکے۔
علامہ کی تشریح: "اشارہ ہے ان باتوں کی طرف جو سردارانِ قریش اپنی خفیہ مجلسوں میں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لئے کر رہے تھے۔" (ایضاً صفحہ ۵۵۱ حاشیہ ۶۳)
اس تشریح سے بھی وہ بات ثابت نہیں جو مودودی نے سورۂ کے دیباچہ اور نزول و مقصد نزول میں لکھی تھی۔ یعنی "جان کے درپے ہوگئے تھے" اور "خفیہ محفلوں میں بیٹھ بیٹھ کر مشورے کر رہے تھے کہ آپؐ کو کس طرح ختم کیا جائے؟ اس صورت حال کی طرف آیات ۷۹۔۸۰ میں صاف اشارہ موجود ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۲۰)

چہارم۔ یہ صحیح ہے کہ قریش نے ایک اہم ترین فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر قتل کا نہیں جانشین بننے کا فیصلہ

یہاں یہ فیصلہ کر کے آگے بڑھیں کہ مودودی قرآن کی آیات کا رخ موڑنے اور مقصد بدلنے کے لئے ہمیشہ بے تکلف رہتے

وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ

اور کیا جانے تو کیا ہے دن جدائی کا واۓ ہے اس دن

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

واسطے جھٹلانے والوں کے کیا نہیں ہلاک کیا ہم نے پہلوں کو پھر پیچھے

(۱۴) اور تم درایتاً کیا جانو کہ فصل اور فاصلہ پیدا کرنے والا دن کیا ہے؟(۱۵) اس دن تمہاری اس تکذیب کرنے والی قوم (انعام ۶۶ / ۶) پر پھٹکار پڑے گی۔(۱۶) کیا ہم نے اوّلین تکذیب کرنے والوں کو ہلاک نہیں کیا تھا؟ (۱۷) پھر ہم ان بعدوالے قریشیوں کو ان کے پیچھے

ہیں۔ پھر قریش کا وہ فیصلہ یاد کریں جسے ہم نے خلیفہ دوم کی زبانی اور علامہ شبلی اور طبری کے قلم سے لکھا ہے کہ ”نبوت اور حکومت کو ایک خاندان میں نہ رہنے دیا جائے گا“ یعنی علیؑ کو حکومت سے محروم کرکے قومی حکومت بنائی جائے اور بنائی گئی۔

پنجم۔مودودی نے آیات (۸۰۔۷۹ / ۴۳) کی طرح آیات (۴۳ تا ۴۱ / ۴۳) میں بھی ایک اہم حقیقت کو چھپالیا ہے

جس طرح آیات (۸۰۔۷۹ / ۴۳) قتل کا نہیں بلکہ قومی حکومت بنانے کا فیصلہ تھا اسی طرح آیات (۴۴ تا ۴۱ / ۴۳) میں اللہ کا بہت اہم ترین دنیا اور آخرت کا فیصلہ اور وعدہ ہے جو سورۂ مرسلات (۷ / ۷۷) کا مرکزی نکتہ ہے اور جس کی وجہ سے ہم نے سورۂ زخرف کو سامنے رکھا ہے۔

(۲۔ب) اللہ نے فیصلہ کیا کہ قریش کو آزادی دے کر رجعت میں ہی ماخوذ کیا جائے اور انتقام لیا جائے اور قرآن کو ریکارڈ بنا دیا جائے۔

اللہ کا بیان سنیئے اور دیکھئے کہ علامہ نے اپنی پیش کردہ ان آیات میں بھی خیانت و بد دیانتی کی ہے۔ علامہ کا ترجمہ اور قرآن کے الفاظ کا مقابلہ کریں۔

”اب تو ہمیں ان کو سزا دینی ہے (مُّنتَقِمُونَ) خواہ تمہیں دنیا سے اٹھا لیں (نَذۡهَبَنَّ) یا تم کو آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ تم بہرحال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعہ سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۳۹۔۵۴۰)

فَإِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنۡهُم مُّنتَقِمُونَ O أَوۡ نُرِيَنَّكَ ٱلَّذِي وَعَدۡنَٰهُمۡ فَإِنَّا عَلَيۡهِم مُّقۡتَدِرُونَ O فَٱسۡتَمۡسِكۡ بِٱلَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيۡكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ O وَإِنَّهُۥ لَذِكۡرٞ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ ۖ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُونَ O(۴۱ تا ۴۴ / ۴۳)

اس ترجمہ میں علامہ نے کیا کچھ چھپایا اور کیا تبدیل کیا؟

ترجمہ اور قرآن کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں ان آیات میں اللہ نے سزا یا عذاب دینے کی بات نہیں کی ہے بلکہ قریش سے ضرور بالضرور انتقام لینے کا فیصلہ سنایا ہے۔ ۲۔اور یہاں ہرگز آنحضرتؐ کو ”دنیا سے اٹھانے“ یا وفات دینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ، ان سے انتقام لینے کے لئے خواہ آنحضرتؐ کو بھی ساتھ ساتھ رکھیں یا صرف آنکھوں سے انتقام کا کچھ حصہ دکھا دیں۔ علامہ نے پورا انجام سمجھا ہے۔ جو قرآن کے الفاظ بعض (ٱلَّذِي) کے خلاف ہے۔ ۳۔یہاں کتاب کو تھامے رہنے کا ہرگز ذکر نہیں ہے جس چیز پر قائم رہنا ہے وہ اُدھر تو صراط مستقیم ہے اور اِدھر وہ کوئی وحی شدہ حکم ہے جو خود ہی صراط مستقیم بھی ہے۔ جس حکم سے قریش، رسولؐ کو ہٹا دینے کا فیصلہ کئے ہوئے تھے۔ اللہ، رسولؐ کو اس پر جمے رہنے کا حکم دے رہا ہے یعنی ہرگز قومی حکومت کو منظور نہ کرنا بلکہ حکومت کو بھی اپنے خاندان میں رکھنے پر قائم رہو۔ اور صراط مستقیم حضرت علیؑ کا لقب ہے۔یہاں یہ لطیفہ بھی سامنے رہے کہ ادھر تو علامہ اینڈ کمپنی قرآن کو مکمل وجود مانتے ہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ نازل ہونے والی کتاب کہتے ہیں۔ لیکن یہاں وہ پوری وحی شدہ کتاب کو تھامنے کی بات لکھتے ہیں۔اور ۴۔ علامہ نے سورۂ زخرف کے دیباچہ میں یہ چیز چھپائی تھی کہ اللہ نے رسولؐ کی پوری قوم سے انتقام لینے کا فیصلہ اور وعدہ کیا تھا(دیکھو تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۲۰) اور ہم دکھائیں گے یہی وعدہ یہی انتقام اور قریش کا رسولؐ اور خاندان رسولؐ کے ساتھ یہی سلوک تو ہے جو پورے قرآن کا محوری نکتہ ہے جسے ”تیرا اور تیری قوم کا ذکر“ فرمایا ہے (۴۴ / ۴۳) اور جسے مودودی نے بدل کر ”شرف“ بنا دیا ہے اگر یہ

نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ	قدم بقدم پیروی کراتے ہلاکت کی طرف
چلاتے ہیں ہم پچھلوں کو اسی طرح کرتے ہیں ہم ساتھ گناہ گاروں کے وائے ہے	لے جائیں گے(۱۸)ہم تمام مجرموں (۳۱ / ۲۵)
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰	کے ساتھ وہی سلوک کیا کرتے ہیں (۱۹) چنانچہ
اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تم کو پانی حقیر سے	اس روز تکذیب کرنے والوں(انعام-۶۶ / ۶) پر
فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا	بار بار پھٹکار پڑے گی (۲۰) اے قریش کیا ہم نے
پس کیا ہم نے اس کو بیچ ایک جگہ مضبوط کے ایک وقت معلوم تک پس اندازہ کیا ہم	تمہیں ایک ناپاک و حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا
فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴	ہے؟ (۲۱) چنانچہ اسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے
نے پس اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ہم وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے	رکھا (۲۲) ایک معلوم قدرت کے اندر وہاں
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّ جَعَلْنَا	رکھا (۲۳)چنانچہ ہم نے اس میں قدرت ودیعت
کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو اور کئے ہم نے	کردی لہٰذا مانو کہ ہم ہی بہت اچھی قدرت کے
فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷ وَيْلٌ	مالک ہیں (۲۴) اس دن جھٹلانے والوں پر پھٹکار
بیچ اس کے پہاڑ بلند اور پلایا ہم نے تم کو پانی پیاس بجھانے والا وائے ہے	اور دھتکار برسے گی (۲۵) کیا ہم نے زمین کو
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹	سنبھال کر رکھنے والی نہیں بنایا ہے (۲۶) جو زندوں
اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے چلو طرف اس چیز کے کہ تھے تم اس کو جھٹلاتے	اور مردوں کو سنبھالتی ہے (۲۷) اور زمین میں ہم نے سربلند پہاڑ قائم کئے اور تمہیں ریگستان میں ہوتے ہوئے دریائے فرات سے سیراب رکھا (۲۸) اور اس روز تکذیب کرنے والے قریش کا برا حال ہوگا جب ان سے کہا جائے گا کہ (۲۹) اب تم لوگ اس چیز کا سامنا کرنے کے لئے چلو جس کو تم لوگ برابر جھٹلاتے رہے تھے

شرف ہوتا تو بازپرس اور جواب دہی کیوں ہوتی ؟ جواب دہی تو اس بات کی ہوگی کہ کیا رسولؐ نے مسلسل ایک مشرکانہ یعنی مشاورتی حکومت کی مخالفت نہیں کی ؟ کیا روز اوّل سے اپنے خاندان میں علیؑ کی وزارت خلافت اور اخوت کا اعلان نہیں کیا تھا ؟ پھر تم نے سارا قرآن پڑھا اس میں تمہاری خلافت الٰہیہ میں شرکت کی مذمت بھری پڑی ہے تم نے قوم کی شرکت یا شرک والی حکومت کیوں بنائی اور ساری دنیا میں قتل و غارت و فساد کیوں پھیلایا (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

ذکر کے معنی ہرگز شرف یا بزرگی نہیں ہوسکتے۔ علامہ نہیں چاہتے کہ قریش کی پوری قوم رسولؐ کے بالمقابل اللہ کی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے بازپرس کے لئے کھڑی ہو اس لئے اس خبیث شخص نے لفظ "ذکرٌ" کے معنی شرف کئے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۴۴ (الزخرف: ۴۴ / ۴۳)

ولی اللہ دہلوی: "وہر آئینہ قرآن پنداست تر اوقوم ترا وشما سوال کردہ خواہید شد(۶۵۳)

شاہ عبدالقادر: "اور یہ مذکور رہے گا تیرا اور تیری قوم کا اور اس کی تم سے پوچھ ہوگی "(۶۵۳)

رفیع الدینؒ: "اور تحقیق یہ ذکر ہے واسطے تیرے اور واسطے تیری قوم کے اور البتہ سوال کئے جاؤ گے تم "(صفحہ ۵۵۵)

آپ نے دیکھ لیا کہ علامہ نے قرآن کے محوری نکتہ کو بدلنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے لہٰذا بات یہ ہوئی کہ:

"اس قرآن میں مرکزی مقام دیا گیا ہے آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کی قوم کو اور سارا قرآن درحقیقت آنحضرتؐ کے اس سلوک کا بیان کرتا ہے جو رسولؐ نے اپنی نام نہاد قوم کے ساتھ کیا اور اس کے بدلے میں اس سلوک کو واضح کرتا ہے جو قریش نے رسولؐ کے ساتھ کیا تھا۔" اور باقی بیانات و مسائل ان ہی دونوں کے ذکر کی ذیل میں آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے باقی تمام مسائل سے قطع نظر کرکے قریش اور رسولؐ اور خانوادۂ رسولؐ ہی کے آپس کے عمل درآمد کی تشریحات

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّ لَا

چلو طرف سائے تین شاخوں والے کے نہ سایہ دینے والا اور نہ

يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ

کفایت کرنے والا شعلے آگ کے سے تحقیق وہ پھینکتی ہے چنگاریاں مانند

كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

محلوں کے گویا کہ وہ قطار ہیں اونٹوں زرد کی وائے ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ

واسطے جھٹلانے والوں کے یہ دن ہے کہ نہ بولیں گے اور نہ اذن دیا جائے گا ان کو

فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ

پس عذر لاویں گے وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے یہ دن ہے

الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

جدا کرنے کا اکٹھا کیا ہے ہم نے تم کو اور پہلوں کو پس اگر ہو واسطے تمہارے مکر

(۳۰) اب تم اس جگہ چلو جہاں تمہارے تینوں محافظوں کے خیمے (TENTS) تکون (مثلّث) بناتے ہیں (۳۱) جہاں نہ تو تحفظ ملے گا اور نہ ہی آگ کی لپٹوں سے بے پرواہ رہ سکو گے ان کی شامت آجائے گی۔ (۳۲) وہ آگ محل جیسے بڑے بڑے انگارے پھینکے گی (۳۳) جو اچھلتے ہوئے زرد اونٹوں کی قطار معلوم ہوں گے (۳۴) وہی دن ہے جس روز قریش کا بہت برا حال کیا جائے گا (۳۵) اسی روز تو قریش کی زبان بندی بھی کی جائے گی۔ (۳۶) اور نہ انہیں اجازت ہی ملے گی اور نہ وہ اپنے عذرات و دلائل ہی پیش کر سکیں گے (۳۷) اور اسی دن تو قریش اور تمام جھٹلانے والوں کے لئے شامتِ اعمال کا دن ہو گا (۳۸) یہی تو وہ دن ہو گا جس دن حق اور باطل میں عملی فاصلہ دکھایا جائے گا چنانچہ ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے والوں کو جمع کر دیا ہے (۳۹) اب اگر تم کو مکر وفریب پر کچھ قابو ہے یا کوئی مکر تمہارے پاس باقی رہ گیا تو تم

اپنے ذمہ لی ہیں۔ اور دکھایا ہے کہ واقعی قرآن کی ہر سورت اور ہر آیت رسولؑ اور قومِ رسولؑ ہی کا تذکرہ کرتی ہے۔ اور قریشی حکومتوں اور قریشی علما نے ان دونوں کے ذکر کو دبا کر قرآن کے دوسرے ذیلی مسائل میں اُمت کو الجھایا ہے لہٰذا سورۂ المرسلات میں بھی اسی ملعون قوم کا تذکرہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ:

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ (المرسلات: ۷ / ۷۷) "تم سے جو وعدہ کر لیا گیا ہے وہ ضرور وقوع میں آکر رہے گا۔" اور اسی سلسلے کی ذیل میں آسمان اور ستاروں اور پہاڑوں وغیرہ کی بات ہوتی ہے نہ کہ قیامت و آثارِ قیامت کو بنیاد بنانے کی بات۔ قیامت نہ صرف یہ کہ یہاں تک سینکڑوں مرتبہ تفصیل سے بیان ہو چکی اس کا ثبوت باربار اور ہربار دیا جا چکا بلکہ قیامت ایک ایسا مسلّمہ مسئلہ اور حقیقت رہتی چلی آئی ہے کہ دنیا کی ہر قوم ہر مذہب اور لامذہب بھی اسے کسی نہ کسی طرح مانتے ہیں۔ جس بات میں اختلاف ہے وہ ہے۔ا۔ قیامت کی مدت۔۲۔ قیامت کے دوران مواخذہ اور جزا وسزا کی صورت۔ چنانچہ خود مسلمان علما ان دونوں صورتوں پر وہی اختلاف کرتے چلے آئے ہیں جو انہوں نے قریش سے سیکھا ہے۔ اور سوائے چند علمائے صالحین کے، ہر جرم یا جرائم کی سزا جہنم اور ہر نیک عمل یا اعمال کی جزا جنت کہہ کر دامن جھاڑ لیتے ہیں۔ ہم تمام مسلمان علما کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن سے کوئی ایک آیت ایسی دکھائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ:

"ہم یا میں نہیں مانتا کہ جنت اور جہنم جزا و سزا کی جگہ ہیں۔" قریش ان دونوں کا انکار نہیں کرتے وہ تو تفصیلاتِ قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ رجعت میں عملی جزا وسزا کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ انکار کرنے والے منکرینِ جنت و جہنم نہیں کہلائے بلکہ انہیں "مُکَذِّبِین" کہا گیا ہے۔ یعنی وہ حقیقتِ واقعی کو من و عن نہیں مانتے بلکہ اسے مختصر صورت دے کر تفصیل کو جھٹلاتے ہیں اس لئے انہیں منکرینِ قیامت یا منکرینِ جزا و سزا یا منکرینِ جنت و جہنم نہیں فرمایا گیا بلکہ "مُکَذِّبِین" کہہ کر یاد دلایا جاتا رہا ہے۔ یاد رہے کہ کافر یا کافرین یا کافِرُون کے معنی ہرگز منکر نہیں بلکہ حق کو چھپانے کے ہیں۔ لہٰذا قیامت یا جزا و سزا یا دیگر تفصیلات کے کافر ہونے کے معنی منکر نہیں بلکہ حقیقتِ حال کو چھپانے والے کے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ سورۂ مرسلات میں باربار تکذیب کرنے والوں پر ملامت اور پھٹکار کا سلسلہ سورہ کے اختتام تک برابر جاری رکھا گیا ہے اور تعجب اس

فَكِيدُونِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۰﴾ إِنَّ

پس مکر کرلو مجھ سے وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے تحقیق

الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿۴۱﴾ وَفَوَاكِهَ

پرہیز گار بیچ سایوں کے ہیں اور چشموں کے ہیں اور میووں کے ہیں

مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۴۲﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

جس چیز سے کہ چاہیں کھاؤ اور پیؤ سہتا بدلے اس چیز کے کہ تھے تم کرتے

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

تحقیق ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو وائے ہے اس دن

رکوع ۲۱

وہ بھی میرے ساتھ کر کے دیکھ لو۔(۴۰) اس روز مکر وفریب کہاں وہ تو ان کی مصیبت کا دن ہو گا (۴۱) حقیقتاً متقی لوگ سایہ میں خیموں کے اندر اور چشموں میں قیام کریں گے (۴۲) اور جس قسم کا پھل وہ چاہیں وہ ان کے لئے موجود ہو گا۔(۴۳) چنانچہ کہا جائے گا کہ تم اطمینان اور مزے لے لے کر یہ نعمتیں کھاؤ اور پیو اس لئے کہ تم نے ایسے ہی اعمال کئے تھے جن کی یہ جزا ہے (۴۴) اور ہم تو درحقیقت احسان پیشہ لوگوں کو اسی بیان شدہ طریقہ پر جزا دیا کرتے ہیں۔ (۴۵) افسوس اور پھٹکار تو

بات پر ہے کہ علامہ نے اس سورۂ میں اس پھٹکار کو دس مرتبہ دہرانے پر کچھ نہ لکھا۔ اور نہ تکذیب کرنے والوں کا تعارف کرایا جو قرآن میں موجود ہے۔ چنانچہ دیکھئے کہ اللہ نے زیرِ گفتگو مکذبین، قریش کو فرمایا ہے اور ان کا یوں تعارف کرایا ہے۔

(۲۔ ج) مُكَذِّبِين تو ہر زمانے میں رہے ہیں لیکن سورۂ مرسلت والے مکذبین قریش ہی تھے۔

(۱)"اور حقیقت یہ ہے کہ تم ہی میں ہیں وہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں ہمیں اس کا علم ہے" پھر بات کو بالکل کھول دینے کے لئے سورۂ مزمل میں رسولؐ اللہ کو درمیان سے ہٹ جانے اور ایک دل لگتی ہجرت کرلینے کا حکم دیکر فرمایا تھا کہ: (۲)"اور ان کھاتے پیتے خوشحال مسٹنڈوں کو اور مجھے تھوڑی سی مہلت دو کہ میں ان سے نمٹ لوں۔" چنانچہ یہ وہی مہلت تھی جو قریش کو اس دن سے قبل ملی ہوئی تھی جس دن زمانہ رجعت میں ان کا برا حال کیا جانا ہے یہاں سورۂ مرسلت میں ہر سانس پر دہرایا گیا ہے اور قریش کو مخاطب کرکے اللہ نے یہ اطلاع دی تھی کہ:

(۱) وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ (الحاقہ ۴۹ / ۶۹)
(۲) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿۱۱﴾ (المزمل: ۱۱ / ۷۳)
(۳) قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿۵۱﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿۵۳﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿۵۴﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿۵۵﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿۵۶﴾ الواقعہ (۴۹ تا ۵۶ / ۵۶)

(۳) "اے رسولؐ ان قریش سے کہہ دو کہ تمہیں اور تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کو ایک روز یقیناً جمع کیا جانے والا ہے جس کا وقت معلوم ومقرر ہو چکا ہے۔ پھر اے گمراہ اور تکذیب کرنے والے قریش سنو کہ تمہیں وہاں زقوم کے درخت کی خوراک ملا کرے گی اور تم جس طرح بھی ہو سکے گا اسی غذا سے اپنے پیٹوں کو بھرا کرو گے۔ اور اوپر سے گرم پانی اس طرح پیا کرو گے جس طرح ایک گرمی کا مارا اونٹ پانی پیا کرتا ہے۔ یوں وہاں پر تمہاری مہمانی کی جائے گی جس دن ہر عمل کے نتائج مرتب کرکے دکھائے جائیں گے۔" اور سورۂ مرسلت میں قریش ہی کو مجرم قرار دے کر (۴۶ / ۷۷) وہ آخری مجرم اور جرائم کے بانی فرمایا گیا ہے جنہیں تمام اوّلین مجرموں کے ساتھ ماخوذ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ: هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿۳۸﴾ (المرسلات: ۴۰ / ۷۷) "یہی ہے وہ دن جس روز حقیقی خلیفہؑ خداوندی کے ساتھ چپکائے ہوئے باطل خلفا کو جدا اور دور کرکے تمام اوّلین و آخرین کو خَلِيفَتَهُ بِلا فَصل کے معنی سمجھائے جائیں گے۔" اسی نظارہ کو صحیح بخاری میں آنحضرتؐ کی حدیث میں یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ: "میں حوض کوثر پر ہوں گا اس وقت فرشتے میرے پاس آنے والے صحابہ کو گھیر کر دور لے جانے کے لئے ہانک رہے ہوں گے میں اللہ سے کہوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں انہیں کیوں جدا کیا جا رہا ہے اللہ فرمائے گا کہ تمہیں درایتاً (مادی ذرائع) معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کس طرح دین میں تجدید کی تھی (بخاری کی کئی حدیثیں)

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

واسطے جھٹلانے والوں کے کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑا سا تحقیق تم گناہ گار ہو

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا قِيۡلَ

وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے اور جس وقت کہا جاتا ہے

لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ

واسطے ان کے رکوع کرو نہیں رکوع کرتے وائے ہے اس دن واسطے

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع

جھٹلانے والوں کے پس ساتھ کس بات کے پیچھے اس کے ایمان لاویں گے

جھٹلانے والوں کے لئے ہی ہے (۴۶) لہٰذا کھاؤ اور مزے اڑاؤ اور تھوڑا سا اور فائدہ اٹھاتے رہو مگر سمجھ لو کہ تم حقیقی مجرم بن چکے ہو (۴۷) اُس دن ہی جھٹلانے والوں کے لئے ہر مصیبت اور پھٹکار ٹوٹ پڑے گی (۴۸) اور جب ان کو غربت و ناداری اختیار کرنے اور غربا و ناداروں کا معیار اپنانے کے لئے کہا جاتا ہے تو اسے اختیار نہیں کرتے (۴۹) افسوس و ملامت ومصیبت اس دن جھٹلانے والوں کی ہوگی (۵۰) اب یہ بتاؤ کہ بار بار دہرائی ہوئی (لعنت و ملامت اور رجعت) بات کے بعد قریش اور کون سی حدیث کو مانیں گے ؟

۳۔اگر قریشی خلفاء اور علما نے انصاف و دیانت سے کام لیا ہوتا تو آج دنیا میں رسوؐل کو مردہ نہ کہا جاتا۔

قریش کے لئے بے ایمانیاں بددیانتی اور بے انصافیاں اس لئے لازم ہوگئیں کہ انہوں نے خود کو رسوؐل کا جانشین بنا لیا۔ اور ظاہر ہے کہ جانشین ویسا ہی ہوا کرتا ہے جیسا کہ وہ شخص ہوتا ہے جس کی جانشینی اختیار کی گئی ہے ۔ ایک حکیم کا جانشین حکیم ہی ہوتا ہے لہٰذا جیسے ابوبکر وعمر و عثمان تھے ویسا ہی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ کو سمجھا اور سمجھایا گیا۔ یہ لوگ برسہا برس کافر ومشرک رہے ۔ لہٰذا رسوؐل کو بھی اور ان کے والدین و خاندان کو بھی کافر ومشرک دکھانے کا انتظام کرنا پڑا۔ وہ سب نہ صرف ممکن الخطا تھے بلکہ انہوں نے بڑے شرمناک جرائم اور گناہ کئے تھے چنانچہ آنحضرؐت کو گناہگار و خیانت کار بنانے کے لئے قصے اور کہانیاں گھڑنا ضروری تھیں ۔ یہ لوگ علومِ کائنات اور علومِ قرآن سے جاہل اور کورے تھے اس لئے لازم تھا کہ رسوؐل اللہ کو بھی علومِ کائنات اور علومِ قرآن سے جاہل ثابت کیا جائے۔ یہ لوگ کائنات کی موجودات اور دیگر مخلوقات اور ساری نوع انسان اور جنات و ملائکہ تک رسائی نہ رکھتے تھے۔ اس لئے حضوؐر کی نبوت و رسالت و تعلیم و تبلیغ کو صرف اس دنیا تک اور وہ بھی عرب تک محدود دکھانا ضروری تھا۔ انہیں کوئی مافوق الفطرت قدرت و اختیار حاصل نہ تھا۔ اس لئے رسوؐل کے لئے بھی یہ کہا گیا کہ وہ ایک عام بشر اور بشری کمزوریوں سے وابستہ شخص تھا لیکن قرآن و حدیث سے واقف لوگ قریش کو جھوٹا یعنی مُکَذِّبِین سمجھتے ہیں ۔ اور ان کی جعل سازیوں اور فریب کاریوں پر لعنت کرتے ہیں۔ اور قریشی علما کو ان کی اپنی تیار کردہ احادیث و تفاسیر سے انہیں مُکَذِّب ثابت کرتے ہیں۔ آئیے ہم ان کی بددیانتی کی لاکھوں مثالوں میں سے ایک مثال نمونے کے لئے پیش کرتے چلیں۔ آپ نے قرآن کی یہ آیت اور علامہ کا یہ ترجمہ دیکھا تھا۔

(ا) فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ (زخرف ۴۱۔۴۲ / ۴۳)

(ا) "اب تو ہمیں ان کو سزا دینا ہی ہے، خواہ تمہیں دنیا سے اٹھالیں یا تمہیں آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۳۹)

ہم نے اس ترجمہ کی خامیاں بیان کرتے ہوئے توجہ دلائی تھی کہ نَذۡهَبَنَّ بِكَ کے معنی کسی طرح "دنیا سے اٹھالیں" نہیں ہوسکتے مگر علامہ نے اس لفظ نَذۡهَبَنَّ کے معنی سورۂ کے دیباچے میں یہ بھی کئے کہ :"تم خواہ زندہ رہو یا نہ رہو"ان ظالموں کو ہم سزا دے کر رہیں گے۔

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ لفظ نَذۡهَبَنَّ کے معنی صرف "ہم لے جائیں گے "ہوتے ہیں اور علامہ نے "دنیا سے موت کے بعد اٹھا لینا" کئے ہیں ۔ اور یہ آیات سنیں جس میں اسی وعدہ کا ذکر ہے جو زیر بحث رہا ہے اور سورۂ مرسلٰت نے اس کا حوالہ دیا ہے (۷ / ۷۷) ۔

(۳۔الف) قریش سے رجعت میں انتقام لینے کا وعدہ بھی تین مرتبہ دہرایا گیا اور مودودی نے بد دیانتی بھی ہر دفعہ کی

(۲) وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ﴿٤٦﴾ الخ (یونس ۴۶ / ۱۰)
(۳) وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ (رعد ۴۰ / ۱۳)
(۴) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ (المومن ۷۷)

علامہ کے ترجمہ میں ایمان تلاش کریں:
(۲) "ان کا کوئی حصہ ہم تیرے جیتے جی دکھا دیں یا اس سے پہلے ہی تجھے اٹھا لیں، بہرحال آنا انہیں ہماری ہی طرف ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)
دو ایک مقام اور دیکھیں پھر ایک ہی ساتھ غور کریں گے۔ اللہ نے پھر فرمایا کہ:
علامہ پھر رسولؐ کے لئے صحیح ترجمہ نہیں کرتے۔

(۳) "اس کا کوئی حصہ خواہ ہم تمہارے جیتے جی دکھا دیں یا اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم تمہیں اٹھالیں، بہرحال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۵)

علامہ کے ہاتھ کی صفائیاں دیکھیں۔ (۴) "پس اے نبیؐ صبر کرو، اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اب خواہ ہم تمہارے سامنے ہی اِن کو اُن بُرے نتائج کا کچھ حصہ دکھا دیں جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں، یا (اس سے پہلے) تمہیں دنیا سے اٹھالیں پلٹ کر آنا تو انہیں ہماری ہی طرف ہے (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۲۸)

(۳۔ب) دیکھنا یہ ہے کہ مودودی نے لفظ "توفیٰ" کے وہ اصلی معنی آنحضرتؐ کے حق میں نہ کئے جو عیسیٰؑ کے لئے کئے تھے۔

آیات کی اس بھر مار میں پہلی بات یہ دیکھیں کہ قریش کے اعمال و اقدامات اور منصوبوں کو واضح کرنے میں اللہ نے اختصار سے کام نہیں لیا بلکہ طے شدہ نپے تلے الفاظ میں زمانہ رجعت کے وعدہ کو تین مرتبہ دہرایا اور علامہ نے اس پر ذرہ برابر توجہ نہ دی کہ اس کے دہرائے جانے کی وجہ بتاتے۔ دوسری بات یہ نوٹ کرلیں کہ قریش کو ایک طویل مہلت دی گئی جسے زمانہ رجعت کے مقابلے میں قلیل فرمایا گیا (۴۶ / ۷۷) (مزمل ۱۱ / ۷۳) جو لاکھوں سال کا زمانہ ہوگا۔ تیسری بات علامہ کی مسلسل بددیانتی ہے جس کو سمجھنے کے لئے ایک آیت اور اس کا ترجمہ و تشریح مودودی سے سنیئے: اللہ نے فرمایا کہ:

(۳۔ج) حضرت عیسیٰؑ کو زندہ ماننا علامہ کو لفظ توفیٰ کے صحیح معنی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴿٥٥﴾ (آل عمران ۵۵ / ۳)

علامہ کا ترجمہ: "جب اُس نے کہا کہ اے عیسیٰ اب میں "تجھے واپس لے لوں گا" اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۷-۲۵۸)

علامہ کی تشریح: نمبر ۵۱۔ "اصل میں لفظ "مُتَوَفِّيكَ" استعمال ہوا ہے توفیٰ کے اصل معنی "لینے اور "وصول کرنے" کے ہیں۔ "روح قبض کرنا" اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل لغوی معنی۔ یہاں یہ لفظ (مُتَوَفِّيكَ) انگریزی لفظ (TO RECALL) (واپس بلانا۔احسنؔ) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، یعنی "کسی عہدیدار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۷) تشریح کے آخر میں لکھا ہے کہ: "اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؑ کو واپس بلا لیا" (ایضاً صفحہ ۲۵۷)

(۳۔د) ثابت ہوا کہ علامہ نے رسولؐ اللہ سے دیانت و انصاف نہیں کیا ہے۔

لہٰذا مذکورہ بالا چاروں مقامات (۴۱ / ۴۳، ۴۶ / ۱۰، ۴۰ / ۱۳، ۷۷ / ۴۰) پر علامہ کو یہ ترجمہ کرنا چاہیئے تھا کہ:
"اے نبیؐ صبر سے کام لو ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کو قریش کا وہ انجام جس کا ہم نے باربار وعدہ کیا ہے، دکھا دیں یا تمہیں واپس بلالیں اور جب تمام اوّلین و آخرین جمع ہوں اس وقت تک ملتوی کردیں یہ ترجمہ کرتے تو رسولؐ مردہ نہ کہلاتے۔

سُوْرَۃُ النَّبَاِ

سُوْرَۃُ النَّبَأ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چالیس (۴۰) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

کس چیز سے سوال کرتے ہیں اس خبر بڑی سے کہ وہ بیچ اس کے

مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا

اختلاف کرتے ہیں ہرگز یوں نہیں شتاب جانیں گے پھر ہرگز نہیں

(۱) قریش کس معاملے میں سوالات کرتے چلے آتے ہیں؟ (۲) کیا یہ اس عظیم الشان غیبی خبر کے متعلق دریافت کرتے ہیں (۳) جس کے بارے میں وہ مختلف العقائد ہیں؟ (۴) اب ان کو بتانے کی ہرگز ضرورت نہیں رہی ہے عنقریب وہ خود ہی جان لیں گے۔ (۵) ہاں ہاں

تشریحات سورۂ نبا:

۱۔ اَلنَّبَاِ الْعَظِيْمِ کو بھی قریشی علما نے قیامت کی خبر بنا دیا ہے

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ قریشی علما نے ہر حقیقت کو کسی فربہ سی آڑ میں چھپانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ سورۂ نبا کو بھی قیامت کی چادروں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ ہم سابقہ تشریحات میں یہ بتا چکے ہیں کہ قریش بھی ساری دنیا کی طرح قیامت اور قیامت کی جزا وسزا کو مانتے تھے۔ یعنی اتنی قیامت مانتے تھے جتنی مودودی نے لکھی اور مانی ہے سنیئے:

”تیسری یہ کہ اس دنیا کا ایک روز خاتمہ ہوجائے گا۔ اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم برپا ہو گا جس میں تمام اوّلین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اسی جسم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جس میں رہ کر انہوں نے دنیا میں کام کیا تھا، پھر ان کے عقائد اور اعمال کا حساب لیا جائیگا اور اس محاسبہ میں جو لوگ مومن اور صالح ثابت ہوں گے وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں جائیں گے اور جو کافر و فاسق ہوں گے وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۰)

قیامت کے اس بیان میں علامہ نے سینکڑوں حقیقتوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ۱۔ مثلاً تمام انبیاؑ اور کتب کا قائم ہونا۔ ۲۔ شہادت کا نظام اور اس میں خصوصاً محمدؐ کا مقام۔ ۳۔ عرش و کرسی و ملائکہ اور اللہ اور رب الارض وغیرہ۔ صرف ایک ایسی بات لکھی ہے جس پر شیعہ وسنی علما کو بھی اختلاف رہا ہے۔ یعنی اسی جسم کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جانا۔ اس پر قریش میں بھی اختلاف تھا انکار نہ تھا۔ لہٰذا قریش کا اختلاف کرنا انکار کرنا نہیں۔ چنانچہ وہ زمین و نظام کے خاتمہ اور حساب و کتاب اور جزا و سزا کے قائل تھے لیکن اصلی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سی دلیل ہے جس سے نبا العظیم کا قیامت کی خبر ہونا ثابت ہوجائے؟ رہ گئے قیاسات و خودساختہ روایات وہ دلیل نہیں ہیں۔

۲۔ نبا العظیم ولایت و حکومت الٰہیہ کی غیبی خبر ہے اور علیؑ سے بڑی نہ کوئی آیت ہے نہ خبر ہے۔

سورۂ نبا کی پہلی دونوں آیات کے لئے حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے جناب ابی حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں شیعہ اس آیت کی تفسیر جاننا چاہتے ہیں ”وہ لوگ کس مسئلہ پر سوالات کرتے ہیں“ کیا وہ عظیم الشان خبر معلوم

عَنْ اَبِي حمزة، عن ابي جعفر عليه السلام قال: قُلتُ له: جَعَلْتُ فَدَاكَ اِنَّ الشِيْعَةَ يَسْأَلُوْنَكَ عَنْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَة" عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ قَالَ ذٰلِكَ

سَيَعْلَمُونَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّ الْجِبَالَ

یوں شتاب جانیں گے کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ۝٧ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ

میخیں اور پیدا کیا ہم نے تم کو جوڑے اور کیا ہم نے نیند تمہاری کو

سُبَاتًا ۝٩ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١

سبب آرام کا اور کیا ہم نے رات کو پردہ اور کیا ہم نے دن کو وقت معاش

ہرگز نہ بتانا پھر وہ خود ہی جلد معلوم کرلیں گے۔ (٦) کیا ہم ہی نے زمین کو گہوارہ وتمہید نہیں بنایا ہے؟ (٧) اور پہاڑوں کو زمین میں میخوں کی طرح نہیں گاڑ رکھا ہے (٨) اور کیا ہم نے تم کو زن و مرد کے جوڑے جوڑے نہیں بنایا ہے؟ (٩) اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے سکون کا سبب بنایا۔ (١٠) اور رات کو تمہارے لئے پردہ پوش بنایا۔ (١١) اور دن کو تمہارے لئے ہم نے روزی حاصل کرنے والا بنایا ہے۔

کرنا چاہتے ہیں۔'' امامؑ نے فرمایا اس کا جواب تو مجھ پر منحصر ہے میں چاہوں تو انہیں بتاؤں نہ چاہوں تو نہ بتاؤں۔ لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ہے۔ وہ حضرت خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''اللہ کے نزدیک نہ کوئی آیت مجھ سے بڑی ہے اور نہ کوئی خبر مجھ سے عظیم تر ہے۔''

اِلَیَّ اِنْ شِئْتُ اَخْبَرْتُهُمْ وَاِنْ شِئْتُ لَمْ اُخبرهُمْ ثُمَّ قَالَ: لٰكِنِّي اُخْبِرُكَ بِتَفْسِيْرِهَا، قُلْتُ عَمَّ يَتَسَاۤءَلُوْنَ؟ قال: فَقَالَ هِيَ فِيْ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ یقول: مَالِلّٰهِ عزّوجلّ آيَةٌ هِيَ اَكْبَرُ مِنِّيْ وَلَا لِلّٰهِ مِنْ نَبَاءٍ اَعظَمُ مِنِّيْ (کافی کتاب الحجۃ: انّ الایات الّتی ذکرھا اللہ فی کتابہ ھُمُ الائمۃ) (جلد اوّل صفحہ ۳۹۶)

(٢) اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''اَلنَّبَاِ الْعَظِيْمِ الْوِلَايَةُ وہ عظیم الشان خبر ولایت ہے'' (کافی کتاب الحجت باب نکت ونتف)
(٣) اور کتاب العیون میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ اے علیؑ تم حجت خدا ہو۔ ٢۔ تم علوم خداوندی کا دروازہ ہو۔ ٣۔ تم خدا تک پہنچنے کا راستہ ہو۔ ٤۔ تم خبر بزرگ ہو۔ ٥۔ تم صراط مستقیم ہو۔ تمؑ مثل الاعلیٰ ہو۔''
یہ وہ مقامات ہیں جن کے بغیر کوئی شخص محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جانشین اور اسلام کا سربراہ نہیں ہوسکتا۔ اور قرآن کے معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو کچھ قرآن میں ہے اس کا خود بھی عالم و عارف ہو ورنہ وہ اُمت کی عملی تعلیم سے قاصر رہے گا اور قرآن میں قرآن کے بیان کے مطابق ساری کائنات اور موجودات کی تمام تفصیلات (یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) واضح طور پر بیان ہوئی ہیں (نحل ۸۹ / ۱۶) اور ان ہی تفصیلات کے علم کا تقاضا ہے کہ محمدؐ کائنات کی تمام اُمتوں پر (چرند و پرند وغیرہ کی اُمتوں پر بھی۔ انعام ۳۸ / ۶) اور اُمتوں کے ہر ہر فرد پر حاضر و ناظر و گواہ بنائے گئے ہیں اور یہی قابلیت محمدؐ کے ہر جانشین میں ثابت ہے۔ مگر قریش! وہ اللہ رسولؐ، اور علیؑ کے دشمن تھے۔

(٢۔الف) قریش اللہ کو اس کی تمام صفات، خصوصاً موت و حیات پر قدرت کی صفات کو مانتے تھے انکار نہ کرتے تھے۔

یہاں آخری مرتبہ یہ یاد دلانا ہے کہ ہم نے باربار یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن اور مودودی اینڈ کمپنی کے بیان کی رو سے قریش اللہ کو اپنے اور اپنے نام نہاد معبودوں کے خالق و مالک کی حیثیت سے مانتے تھے۔ مختصراً یہ کہ قرآن میں کہیں بھی یہ نہ ملے گا کہ قریش اللہ کی کسی صفت یا قدرت کے منکر تھے دوسری بات یہ کہ قریش کا اعلانِ نبوّت سے پہلے جو بھی مذہب تھا اُسے انہوں نے برابر باقی رکھا بلکہ تعلیماتِ قرآنیہ اور محمدیہ سے انہوں نے اپنے سابقہ مذہب کو زیادہ مدلّل بنا کر زیادہ مضبوطی سے برپا کیا ہم نے بھی انہیں مشرک مانا ہے، لیکن شرک کے وہ معنی اختیار نہیں کئے جو قریشی حکومتوں نے ایجاد کرکے پھیلائے تھے۔ ہم نے لفظ شرک کے حقیقی یالغوی معنی کے ماتحت قریش کو نظامِ اشتراک کا معتقد کہا ہے وہ دین کے ہر معاملے میں قومی لیڈروں کی شرکت کے ماننے والے تھے جس طرح ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کو یا دوسرے الفاظ میں دوازدہ (١٢) آئمہؑ اور چہاردہ معصومین کو دین کے ہر معاملے میں حکم خداوندی سے شریک مانتے ہیں اسی طرح قریش بھی اپنے قومی لیڈروں کو شریک رکھتے تھے اور آج تک رکھتے ہیں۔ ہم دین کے ہر ہر معاملے میں شریک راہنماؤں کے لئے معصومؑ

(۱۲) اور تمہارے اوپر سات عدد مضبوط آسمان بنائے ہیں (۱۳) اور ایک نہایت روشن اور گرمی پہنچانے والا چراغ بنا دیا ہے (۱۴) اور بادلوں سے لگاتار برسنے والا پانی نازل کیا ہے۔(۱۵) تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے اناج

وَّ بَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

اور بنائے ہم نے اوپر تمہارے سات آسمان سخت اور کیا ہم نے چراغ روشن

وَّ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخۡرِجَ

اور اتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی گرتا بکثرت تو کہ نکالیں ہم

ہونے کی شرط لگاتے ہیں اور روز ازل سے اللہ کے نامزد افراد مانتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اپنے نامزد افراد کو یہ اختیار دیتے ہیں۔ ہم قریش کو ازروئے قرآن جنسی شرکت پر بھی عامل سمجھتے ہیں۔ عہد رسولؐ کے اور بعد والے قریش نے اپنے چہرے سے بدنما داغوں اور دامن سے جرائم کے دھبے چھڑانے کے لئے یہ ترکیب کی ہے کہ خود کو سابقہ مشرکین سے جدا اور مختلف دکھانے کے لئے ان کے خلاف تہمتیں تراشی ہیں۔ مثلاً یہی کہ وہ سابقہ قریش قیامت کو نہ مانتے تھے اور یہ مانتے ہیں ۔ وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے اور یہ اقرار کرتے ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ مختلف تہمتیں ۔ اسی سلسلے میں مودودی نے اس سورۂ (النبا) کی تشریحات میں ایسی آیات لکھی ہیں جن سے ایک سیدھا سادہ اور قرآن سے ناواقف مسلمان یہ یقین کرلے گا کہ سابقہ مشرکین یا قریش واقعی قیامت وغیرہ کے منکر تھے ۔ حالانکہ یہ محض تہمتوں کو پختہ کرنے کی کوشش ہے ۔

(۲۔ب) قریشی حکومتوں اور علمانے خود کو سابقہ قریش یا مشرکین سے الگ دکھانے اور صحیح مسلمان کہلانے کے لئے تہمتیں ایجاد کیں۔

ہم یہاں علامہ کی پیش کردہ آیات کو اور ان آیات سے اخذ کردہ مفہوم کو باطل ثابت کرنے کی ایک نہایت سادہ اور قرآنی ترکیب پیش کریں گے۔ آیات اور علامہ کا ترجمہ:

(۱) قریش کو قیامت کا منکر دکھانے والی آیات : (۱) إِنۡ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ (انعام ۲۹ / ۶)

(۱) "جو کچھ بھی ہے بس ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز مرنے کے بعد دوبارہ نہ اٹھائیں جائیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)

اس ترجمہ میں الفاظ "ہرگز مرنے کے بعد دوبارہ "علامہ کا اپنا اضافہ ہیں ۔ آیت میں ان الفاظ کے لئے گنجائش نہیں ہے ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ لفظ مَبۡعُوث کھڑا کرنے کو کہتے ہیں اور تمام انبیاءؑ کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے کیا ہم یہ سمجھیں کہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے نبوت کا کام لیا گیا تھا ؟ یعنی علامہ نے بات ہی دھوکے اور قرآن میں اضافے سے شروع کی ہے پھر سنیئے:

(۲) قریش کو دہریہ ثابت کرنے کے لئے :(۲) مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنۡيَا نَمُوتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَآ إِلَّا ٱلدَّهۡرُ (الجاثیہ ۲۴ / ۴۵)

(۲) "زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے یہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)

ہمیں اس ترجمہ پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ گردش ایام ہو۔ رہ گیا لفظ دھر تو اس کا ترجمہ سورۂ دھر میں لامتناہی زمانے کیا ہے ۔ پھر لفظ يُهۡلِكُ کا ترجمہ غارت کرنا اور تباہ کرنا (بقرہ ۲۰۵ / ۲) میں اور ختم ہو جانا (حاقہ ۲۹ / ۶۹) میں کئے گئے ہیں ۔ علاوہ ازیں اس آیت میں الفاظ موت و حیات کے بعد ہلاکت کے معنی مرنا نہیں ہوسکتے بلکہ تباہی و گمراہی ہی ہوں گے ۔

(۳) دوبارہ زندہ کرسکنے کا انکار قریش کے ذمہ لگایا۔ (۳) مَن يُحۡيِ ٱلۡعِظَٰمَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾ (یٰسین ۷۸ / ۳۶)

(۳) "کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)

(۲ ۔ ج) قریشی علما کا منہ بند کرنے اور فریب سازی ختم کرنے پر ہمارا بیان اور ترکیب ۔

قارئین دیکھیں کہ ان آیات میں اور اسی قسم کی آیات میں اللہ کا یا اللہ کی قدرت کا کہیں ذکر نہیں ہے یعنی جن سابقہ

بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ	اور نباتات پیدا کریں (۱۶) اور ایک دوسری سے لپٹی ہوئی
ساتھ اس کے اناج اور بوٹیاں اور باغ لپٹے ہوئے تحقیق دن جدائی کا	گھنی جنتیں پیدا کی ہیں (۱۷) بلاشبہ فاصلہ دکھانے کا دن

قریش کو اپنے سے الگ کرنے کے لئے یہ تہمتیں لگائی گئی ہیں انہوں نے یا ان کی طرف سے اللہ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ:
(۱) اللہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا'' یا یہ کہ:
(۲) ''اللہ میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ساری نوع انسان کو دوبارہ زندہ کرسکے'' یا
(۳) ''یہ اللہ کے لئے ناممکن ہے کہ وہ گلی سڑی ہڈیوں اور مٹی شدہ گوشت کھال، دل دماغ کو دوبارہ زندہ کرسکے۔''
منشا یہ ہے کہ جب تک یہ فریب ساز گروہ ایسی آیات نہ دکھائے جن میں قریش نے اللہ کی قدرت کا انکار کیا ہو ان قدیم قریش کو اس مسلم نما جدید قریش سے جدا مذہب کے لوگ نہیں کہا جاسکتا۔ لہٰذا پہلے اور بعد کے قریش کا ایک ہی مسلک و مذہب تھا۔انہیں الگ الگ سمجھنا مثلاً اُنہیں مشرک کہنا اور اِنہیں توحید پرست ماننا بہت بڑا فریب ہے اور قرآن کی واضح آیات والفاظ کے خلاف ہے۔ جس طرح قریشی حکومتیں اور ان کے علما محمدؐ و آلِ محمدؑ کی مافوق الفطرت قدرتوں کا انکار کرتے چلے آئے اسی طرح عہد رسولؐ کے اور سابقہ قریش انکار کرتے رہے ہیں۔ اور ان حضرات کی قدرتوں کے اقرار کو یہ اور وہ دونوں شرک کہتے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ پیش کردہ آیات ہوں یا اسی سلسلے کی دوسری آیات ہوں ان میں در حقیقت اس قدرت و اختیار کا انکار ہوتا ہے جو اللہ نے حضرت حجتؑ قائمؑ قیامت امامؑ دوازدہم کو عطا کی ہیں جو اپنے عہد میں نظام کائنات پر وہ اسلام نافذ کریں گے جو پہلے کبھی نافذ نہ ہوسکا یعنی دین کے ہر ہر حکم و اطلاع پر عمل کرکے دکھائیں گے زمین و آسمان اور پہاڑ ان کے حکم کی اطاعت کریں گے۔ وہی صور بجانے کا حکم دیں گے اور ان تمام لوگوں کو زندہ کریں گے جو حضرت آدمؑ سے ان کے اعلان ظہور تک دنیا میں وعدہ شدہ جزا و سزا پا نہ سکے تھے یعنی ساری نوع انسان کو قیامت کے حوالے کرنے سے پہلے مذکورہ مخصوص لوگوں کو زندہ کرکے مواخذہ کریں گے (نمل ۸۵ تا ۸۲ / ۲۷) چنانچہ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ کے ظہور کے متصل بعد مذکورہ مخصوص لوگوں کا حشر ہوگا جن کے لئے فرمایا ہے کہ: وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (نمل ۸۳) تصور کرو اس دن کا جس دن ہم سب اُمتوں کو نہیں بلکہ تمام اُمتوں میں سے ایک فوج کو محشور کریں گے ...
ایسی قدرتوں اور اختیارات سے اختلاف یا انکار پر مبنی آیات کو دھوکا دینے اور حقیقت حال کو چھپانے کے لئے سابقہ قریش کے ذمہ چپکا کر یہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ قیامت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر تھے۔ جیسا کہ سورۂ نبا (۳ / ۷۸) میں بھی لفظ مُخْتَلِفُوْنَ سے ان کا اختلاف ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یہ اختلاف ولایت علویہ سے تھا۔ چنانچہ نومسلم قریش بھی آج تک مناظرانہ سوالات و اختلافات پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور ہرگز یہ نہیں کہتے کہ عہد رسولؐ کے قریش کو علیؑ کی حکومت سے انکار یا اختلاف تھا۔ کیونکہ یہ مانتے ہی ان کی قومی حکومت منشائے خدا و رسولؐ کے خلاف ثابت ہوجاتی ہے مگر اللہ بھلا کرے خلیفہ دوم کا کہ انہوں نے قومی حکومت کے مستحکم کرچکنے کے بعد اعلان کردیا کہ: ''اے عبداللہ بن عباس تمہاری قوم نہ چاہتی تھی کہ ایک ہی خاندان میں نبوت وخلافت جمع ہوجائیں'' (طبری۔الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)
یعنی قومی حکومت بنانے اور علیؑ کو حکومت سے محروم کرنے کا فیصلہ نزول قرآن کے دوران اور ابتدا ہی میں کرلیا گیا تھا۔ اور قومی حکومت کے خلفاء قریش کے اس فیصلے میں شریک و شامل تھے یعنی انہوں نے علیؑ کو بلا فصل خلیفہ بننے سے روک کر ان کے اور رسولؐ اللہ کے درمیان تین خلفاء کا فاصلہ پیدا کرکے اسی کو خلافت راشدہ مشہور کردیا تھا لہٰذا لازم تھا کہ ایسا وقت اور دن آئے کہ حق اپنی جگہ پہنچے اور اس سے باطل کو جدا اور فاصلہ پر لاکر کھڑا کیا جائے۔

۳۔ان آیات (۱۷۔۶ / ۷۸) میں اللہ نے اپنی نعمتوں اور وسائل حیات کا ذکر کرکے يَوْمُ الْفَصْلِ کی طرف پھر متوجہ کیا ہے

چنانچہ قارئین نے سورۂ مرسلات (۳۸۔۱۴۔۱۳ / ۷۷) میں حق و باطل کو جدا کرنے والے دن (يَوْمُ الْفَصْلِ) کا حال پڑھا تھا اور وہ تمام عمل درآمد پڑھا تھا جو اس دن کے لئے پوری سورت (۵۰ تا ۷ / ۷۷) میں بیان ہوا ہے۔ اسی عمل درآمد کی

كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا ﴿١٨﴾

ھیگاوقت مقرر جس دن کہ پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس آوُ گے تم فوج فوج

وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتۡ اَبۡوَابًا ﴿١٩﴾ وَّ سُيِّرَتِ

اور کھولا جاوے گا آسمان پس ہو جاویں گے دروازے اور چلائے جاویں گے

الۡجِبَالُ فَكَانَتۡ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ﴿٢١﴾

پہاڑ پس ہو جاویں گے مانند ریت کے تحقیق دوزخ ہے گھات

لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا ﴿٢٣﴾

واسطے سرکشوں کے جگہ ہے پھر جانے کی رہیں گے بیچ اس کے قرنوں بے شمار

لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيۡمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾

نہ چکھیں گے بیچ اس کے ٹھنڈک اور نہ پینا مگر گرم پانی اور پیپ

مقررشدہ وقت والا ہی ہے ۔(۱۸) وہ وہی دن ہوگا جس روز صور پھونکا جائے گا اور صور بجتے ہی تم سب کے سب فوجوں کی صورت میں آجاؤ گے (۱۹) ساتھ ہی آسمان کو کھول دیا جائے گا اوروہ دروازوں کی صورت اختیار کرلے گا ۔ (۲۰) اور ادھر پہاڑوں کو اس طرح سیر کرائی جائے گی کہ وہ ریگستان کے سراب کی طرح ہو جائیں گے۔ (۲۱) درحقیقت جہنم تو ہر غلط کار پر نظر رکھنے کی رصد گاہ (OBSERVATORY) ہے۔ (۲۲) اور طاغوتی یعنی ذاتی قانون سازوں کے لئے واپسی کا مرکز ہے۔ (۲۳) جہاں وہ مجتہدین قانون سازی کے جرم پر مدتوں ماخوذ رکھے جائیں گے ۔(۲۴) انہیں خنکی اور ٹھنڈی پینے کی چیزوں کو چکھنے کا موقع بھی نہ ملے گا (۲۵) مگر گرم پانی اورلہو اور پیپ ہی پینا پڑے گی ۔

بات پھر یہاں سورۃ النبا (۱۷ / ۷۸) سے شروع کی گئی ہے یہاں قارئین کے غور کرنے اور سمجھنے کی چند باتیں ہیں ۔ جنہیں نہ تو بیان ہی کیا جاتا ہے اور نہ ہی قریشی علما اپنی تفاسیر و تشریحات میں کوئی ایسا پہلو سامنے آنے دیتے ہیں جس سے قرآن کا قاری چونک کر رہ جائے ۔اور چوکنا ہوکر غور کرے اور یوں اپنی کوشش سے حقیقت تک پہنچ جائے ۔ بہرحال ہم آپ کی توجہ ان حقائق کی طرف مبذول کراتے ہیں جن کو نظر انداز کرنے سے اللہ کی بات کی تہہ تک پہنچنا ناممکن ہوجاتا ہے ۔

پہلی بات علمائے قریش کس طرح توجہات کا رخ موڑتے ہیں: جہاں جہاں قرآن میں نعمتوں کی بہتات کا ذکر ہوتا ہے خواہ جنت کا ذکر ہو یا نہ ہو وہاں بلا دلیل و ثبوت کے جنت مراد لے لی جاتی ہے ۔ پھر جب جزا و سزا اور مواخذہ اور باز پرس سامنے آتی ہے کھٹ سے اسے قیامت کی باز پرس سمجھ لیا جاتا ہے ۔ جہاں عذاب و سزا کی تفصیلات دیکھتے ہیں وہاں جہنم کو سامنے رکھا جاتا ہے ۔ یعنی قرآن پڑھنے والوں کی توجہ کو جس طرح ممکن اور موزوں ہوتا ہے موڑنے کے لئے قیامت، جنت اور جہنم کو آگے رکھ دیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ الفاظ کے معنی بدل کر توجہات کو جنت ، جہنم اور قیامت پر مرکوز کر دیا جاتا ہے۔

پھر یہ لوگ آس پاس کے الفاظ کے معنی بدل کر قاری کی توجہ کا رخ قیامت و آثارِ قیامت کی طرف موڑ دیتے ہیں جیسا کہ مودودی نے يَوۡمُ الۡفَصۡلِ کے معنی سمجھ بوجھ کر اسی مقصد کے لئے فیصلے کا دن کرتے رہنا اختیار کیا ہے تاکہ قاری یہ سمجھے کہ يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ضرور قیامت کا وہ آخری دن ہوگا جس دن ساری نوع انسان کو آخری فیصلہ سنایا جائے گا لیکن لفظ فَصۡلٌ کے معنی جدا کرنا یا الگ کرنا ہوتے ہیں (دیکھو لغات القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۰) اور مودودی نہ صرف لفظ فَصۡلٌ کے معنی فیصلہ کرتے ہیں بلکہ وہ فریب دہی کے لئے لفظ حکم کے معنی بھی فیصلہ کرلیتے ہیں مثلاً :

(۱) فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ ۔ الخ (قلم ۴۸ / ۶۸)
(۲) اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ (طارق ۱۳ / ۸۶)

(۱) ”پس اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو ۔(تفہیم القرآن ۶ صفحہ ۶۷)
اور یہی علامہ اُسی لفظ فَصۡلٌ کے معنی جچی تلی بات بھی کرتے ہیں ۔یعنی :
(۲) ”یہ ایک جچی تلی بات ہے “(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۰۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ قریشی کھینچ تان کر قیامت جنت اور جہنم کو اپنی آڑ بناتے رہتے ہیں لہٰذا ان کے تراجم و تفاسیر ناقابل اعتبار ہونا لازم ہیں۔ اور یہ لفظ فَصۡلٌ تو روزانہ شیعوں کی اذان میں میناروں اور لاؤڈ اسپیکروں سے پکار کر سنایا جاتا ہے اور اعلان

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّ

بدلا دئے جاویں گے موافق تحقیق وہ تھے نہیں امید رکھتے حساب کی اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

جھٹلاتے تھے نشانیوں ہماری کو جھٹلانے کر اور ہر چیز کو گن لیا ہم نے

كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

اس کو لکھنے کر پس چکھو پس ہر گز نہ زیادہ کریں گے ہم تم کو مگر عذاب

(۲۶) انہیں ان کے اعمال کے موافق و موزوں بدلہ دیا جائے گا (۲۷) درحقیقت انہیں ایسے حساب و مواخذہ کی امید ہی نہ تھی۔ (۲۸) اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلانے کے لئے جھوٹے قصے تیار کئے تھے۔ (۲۹) اور ہم نے تفصیل سے تمام اعمال تمام خود ساختہ افسانے اور داستانیں بھی باقی تمام چیزوں کے ساتھ قرآن ایسی کتاب میں ریکارڈ کر دیئے ہیں۔ (۳۰) چنانچہ تم اپنی کرتوت کا مزہ چکھو اب ہم تم پر عذاب کے علاوہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کریں گے۔

کیا جاتا ہے کہ "علیؑ رسولؐ کے بلا فصل خلیفہ تھے" یعنی ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت باطل تھی۔ جس نے علیؑ کی جگہ خود کو داخل و شامل کر لیا تھا۔ لہٰذا يَوْمُ الْفَصْلِ وہ دن ہو گا جس میں باطل کو حق سے جدا کیا جائے گا۔ اور رسولؐ کے بعد علیؑ کو عملاً خلیفہ بنایا جائے گا۔ اور حکومت غصب کرنے والوں اور ان کے تمام ہم مسلکوں اور ہم مذہبوں کو يَوْمُ الْفَصْلِ میں سزا دی جائے گی۔ اور اسی کی اطلاع دی گئی ہے سورۂ حاقہ میں جہاں ایک خلیفہ اپنے بیان میں یہ بھی کہے گا کہ: هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ (الحاقة: ۲۹ / ۶۹) "میرا سارا اقتدار (سلطنت۔احسنؔ) ختم ہو گیا" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۷)
اس حکومت و اقتدار کے چھینے جانے کا اعلان اور واقعہ جس ماحول میں کیا گیا ہے وہ بقول علامہ اینڈ کمپنی صور پھونکنے کے بعد آسمانی اور زمینی حادثات میں عرش خداوندی اور ملائکہ کی موجودگی، اعمال ناموں کے دیئے جانے، پھلوں اور سزاؤں کی تفصیل کے دوران کیا گیا ہے (۳۳ تا ۱۳ / ۶۹) اس سورۂ کے مقابلہ میں تو سورۃ النبا کچھ بھی نہیں بتاتی۔

(۳۔ الف) نعمتوں کے ذکر سے جنت، سزاؤں کے تذکرے سے جہنم اور مواخذہ کی بات پر قیامت سمجھنا سمجھ نہیں فریب ہے۔

سورۃ النبا میں اس اصطلاحی جنت کا ذکر کہیں نہیں ہوا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور جن جنتوں کا ذکر ہوا ہے انہیں ایک دوسری میں لپٹی ہوئی (ملفوف۔ اَلْفَافًا) کہا گیا ہے جس کے معنی مسلسل ملے ہوئے ویسے ہی انگور کے باغ ہیں جیسے سورۂ کہف کی دس آیتوں (۴۲ تا ۳۳ / ۱۸) میں مکمل تفصیل دی گئی ہے اور اللہ نے انہیں بھی جنت اور جنتیں ہی فرمایا ہے۔ اور اسی طرح ان باغات کو بھی جنت کہا گیا ہے جو سورۂ سباء میں (۱۶۔۱۵ / ۳۴) مذکور ہوئے ہیں۔ لہٰذا لفظ جنت یا جنات دیکھ کر رال ٹپک پڑنا اور اسے اصطلاحی دائمی جنت سمجھنا ایک احمقانہ فریب ہے۔ رہ گیا اس سورۂ النباء (۳۲ / ۷۸) میں متقی حضرات کے لئے وہ باغات جنہیں اللہ نے خود بھی جنت نہیں فرمایا بلکہ حدائق کہا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ دورانِ مواخذہ وباز پرس متقی لوگوں کا قیام نہایت آرام دہ اور پسندیدہ حالات میں رہے گا۔ اور مجرموں کو نہایت تکلیف دہ اور بدترین حالات سے دوچار رکھا جائے گا۔ اور جیسا کہ مسئلہ رجعت کے بیان میں رجعت کا مقصد اور ضرورت بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا تھا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر ظہورِ قائم قیامت علیہ السلام تک کے ہر مجرم کو اس کے ان جرائم کی عملی اور مادی سزا دی جائے گی جن سے وہ دنیا میں کسی وجہ سے بچ نکلا تھا۔ چونکہ مجرموں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو انہوں نے اپنے جرائم کے دوران مظلوموں پر کئے تھے (یونسؑ ۲۷ / ۱۰) اور ساتھ ہی تمام مظلوموں متقیوں اور محروم الجزا لوگوں کو نہ صرف ان کی جزا عملاً دی جائے گی بلکہ ان کے روبرو ان پر ظلم و ستم کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔ اس قرآنی عمل درآمد کے لئے کم از کم اتنا ہی زمانہ درکار ہے جتنا حضرت آدمؑ سے حضرتِ حجت علیہ السلام کے ظہور تک گزرا ہو گا۔ اس کے بعد آئے گی وہ اصطلاحی و دائمی قیامت، جنت اور وہ جہنم جن میں ابدالاباد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ ملے گا۔

(۳۔ب) وہ جہنم جو عارضی سزاؤں اور مواخذہ کے دوران مجرموں اور گناہگاروں کے قیام و طعام کی نگرانی کرے گا۔

اور یہ تب ہو گا جب کسی انسان کے ذمہ کسی دوسرے انسان کا حق نہ رہ جائے گا اور صرف حقوق اللہ ان کے ذمہ رہ جائیں

گے جن کے سلسلے میں ابدی جنت اور ابدی جہنم ملے گا۔ رہ گیا وہ جہنم جس کا بیان سورۂ نبا (۲۵ تا ۲۱ / ۷۸) میں ہوا ہے وہ ابدی جہنم نہیں ہے اور اس میں ساری نوع انسان داخل نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ تو صرف طاغوتی قانون سازداروں کے لئے اورانسان ساز قوانین پر عمل کرنے والوں کے لئے ہے جو زمانۂ رجعت میں قائم کیا جائے گا۔ جس میں مواخذہ کے دوران رہنا ہو گا۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے وہ تمام عقائد و تصورات جن میں جہنم کی عارضی سزا دیئے جانے اور سزا بھگت کر جہنم سے نکال کر جنت میں جانے کا بیان ہوا ہے۔ وہ لوگ بھی اسی عارضی جہنم میں سزا پا کر واپس آئیں گے اسی لئے اس عارضی جہنم کی ذیل میں فرمایا گیاہے۔لَّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحۡقَابٗا ۝٢٣ (النبأ: ۲۳ / ۷۸) مدتوں اس میں رہیں گے "مطلب یہ کہ قیام و سزا کا زمانہ کتنا بھی دراز یا زیادہ ہو مگر وہ عارضی ہوگا دائمی نہ ہوگا۔ چونکہ یہ جہنم دائمی والا جہنم نہیں ہے لہٰذا بات واضح کرنے کے لئے ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ:

لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرۡدٗا وَلَا شَرَابًا ۝٢٤ إِلَّا حَمِيمٗا وَغَسَّاقٗا ۝٢٥ جَزَآءٗ وِفَاقًا ۝٢٦ إِنَّهُمۡ كَانُواْ لَا يَرۡجُونَ حِسَابٗا ۝٢٧ (النبأ: ۲۷ تا ۲۴ / ۷۸)

اس جہنم میں انہیں محض گرم پانی پینے کو اور لہو پیپ وغیرہ کھانے کو ملے گا وہاں عمدہ ٹھنڈی چیزیں چکھنے کو بھی نہ ملیں گی" ابدی جہنم کے لئے یہ جملے کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ وہاں تو پتھروں کی آگ کا طوفان برپا رہے گا شعلے ہی شعلے ہوگے وہاں ٹھنڈی چیزوں اور ٹھنڈ کا تصور ہی ممکن نہیں ہے۔

" یہ جہنم چونکہ حساب و مواخذہ پورا ہونے کی مدت تک محدود ہے۔ "اس لئے ان کی سزا کو "جَزَآءٗ وِفَاقًا" فرمایا گیا ہے۔ یعنی بد عملی کے موافق ومطابق جزا فرمایا ہے نہ گناہ وجرم دائماً کیا گیا تھا نہ اس جہنم میں دائمی سزا ملے گی۔ مگر عقائدوتصورات دوام رکھتے تھے اس لئے انکی سزا دائمی جہنم میں ملے گی پھر اس جہنم کو دارالخلد (ہمیشگی کا گھر) بھی نہیں فرمایا بلکہ کہا تو کہا کہ "إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادٗا ۝٢١" (النبأ: ۲۱ / ۷۸) مودودی اینڈ کمپنی نے بھی یہاں لفظ مِرۡصَادٗا کا ترجمہ "گھات میں رہنے والا" "تاک میں رہنے والا "کیاہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مجرم کو جیل سے عدالت میں لے جاتے ہیں تو جیل اور جیلر اس کی واپسی کی فکر یا تاک میں رہتے ہیں اور عدالت کے سامنے پیش ہونے تک اسے کچہری کے (LockUp) میں رکھا جاتا ہے تو یہ لاک اپ والے بھی اس کی فکر یا تاک میں رہتے ہیں اور واپسی کے بعد اس کی طرف سے بے فکر ہو جاتے ہیں۔ مگر نہ معلوم کتنے مجرم کتنی دفعہ پیشی یا جسمانی سزا کے لئے لائے جاتے رہیں گے اس لئے وہ جہنم تو سر سے پیر تک ایک مجسمہ انتظار و گھات اور تاک بن جائے گا۔ اس لئے اسے مِرۡصَادٗا کے علاوہ کچھ اور کہنا موزوں ہی نہ ہوتا۔ یہاں قارئین یہ سوچتے رہیں کہ جب نیک اور بد اعمال تولے جائیں گے تو ترازو کے پلڑے (PANS) برابر بھی ہوسکتے ہیں۔ ایک ذرا سا یا زیادہ اونچا نیچا بھی ہوسکتا ہے۔ اور جوابات کے لئے کسی مجتہد کو پکڑیں۔

(۳۔ ج) قریشی علمانے زبردستی ایک جہنم کا انکار کر دیا یا اختلاف میں دوام کے منکر ہوئے۔

آخر میں یہ بھی سن لیں کہ قریشی علما اس آیت (۲۳ / ۷۸) میں آئے ہوئے لفظ أَحۡقَابٗا میں اس طرح الجھے کہ بعض نے دائمی جہنم اور دائمی سزا کا انکار کردیا۔ اور جنہوں نے دائمی عذاب اور دائمی جہنم کے ماننے پر اصرار کیا ہے انہوں نے اس گھات میں رہنے والے جہنم کا انکار کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ دائمی جہنم کے لئے تو کسی کے گھات یا تاک میں رہنے کی ضرورت ہی نہیں نہ وہاں سے باربار نکلنا ہوگا نہ باربار داخلے ہوں گے۔ جو اندر آ گیا وہ کبھی نہ نکل سکے گا لہٰذا وہ جہنم تو بے فکری سے سلگنے، دہکنے، بھڑکنے اور دھاڑیں مارنے میں مصروف رہے گا۔ اور بس

(۳۔ د) لفظ "أَحۡقَابٗا" کے معنی اور قریشی علما کی اس لفظ سے دھینگا مشتی و زبردستی۔

اس لفظ پر قرآنی لغات کا بیان دیکھیں۔

(ا) ہزار سال قدیم لغت: "اللہ کا قول ہے کہ "وہ اس میں کئی زمانوں تک رہیں گے" کہا گیا ہے کہ احقاب حُقُبٌ کی جمع ہے یعنی زمانہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک حُقُبٌ اسی (۸۰) سال کا ہوتا ہے "(المفردات فی غریب القرآن صفحہ ۱۲۵)

قوله تعالىٰ لَّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحۡقَابٗا ۝٢٣ النبأ: قِيۡلَ جَمۡعُ الۡحُقُبِ اى الدَّهر، قِيۡلَ وَالۡحُقۡبَةُ ثَمَانُوۡنَ عَاماً"

(۲) لغات القرآن اردو مولنٰا عبدالرشید نعمانی ۔ "اَحۡقَابًا ۔ بے شمار قرن ۔ بے انتہا زمانے ۔ حُقُبٌ کی جمع حُقُبٌ ۔ بضمِّ قاف زمانہ کو کہتے ہیں۔ اور حُقۡبٌ بِسکونِ قاف زمانہ کی ایک مقررہ مدت کو کہتے ہیں۔ مگر اس مدت کی تعین میں اہل لغت (یعنی قریشی لغت سازوں۔احسنؔ) کا اختلاف ہے ۔ بعض اسی برس کی مدت کو بعض ستر برس کے زمانہ کو بعض تین سو برس بعض چالیس برس بعض تیس ہزار سال بتاتے ہیں "(جلد اوّل صفحہ ۳۷)

بہرحال لفظ حقب یا احقاب نہ مسلمانوں نے بنایا تھا نہ ان کے اختیار کردہ معنی حکمیہ صحیح ہوسکتے ہیں ۔ عربی زبان تو قریشی حکومتوں سے پہلے لکھی پڑھی اور بولی جاتی تھی ۔ چنانچہ حقب و احقاب محدود مدت کے لئے بولا جاتا تھا ۔ تفسیرِ معصومؑ بھی یہی ہے اور ضرورت دین بھی یہی ہے لامحدود کہنے والے باطل ہیں ۔

(۳ ۔ ہ) عذاب میں زیادتی اورعطیات میں اضافہ کےلئے دائمی جنت اور دائمی جہنم ضروری ہے ۔

یوم الفصل یا یوم الجزاء یا یوم الدین کی اس جزا و سزا کو جَـزَآءً وِفَـاقًا ﴿٢٦﴾ النبأ: یعنی اعمال کے موافق ومطابق بدلا فرمایا گیا ہے ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جس طرح متقین کو اس جزائے وفاق کے علاوہ حساب سے زیادہ عطیات(عطا) دینے کا وعدہ فرمایا ہے (۳۶ / ۷۸) بالکل اسی طرح مجرموں سے بھی عذاب میں اضافہ کرنے کی دھمکی دی ہے (۳۰ / ۷۸) (فَلَن نَّزِيدَكُمۡ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ النبأ:) ظاہر ہے کہ یہ اضافہ دائمی جہنم میں ہوگا ۔ اور وہ مزید عطیات بھی دائمی جنت میں ہوں گے ۔

۴۔ قریشی لیڈروں نے اللہ کی قرآنی آیات کو بھی اور مجسم بولتی چالتی آیاتؑ کو بھی ہمیشہ جھٹلایا

قریش کے مذہب کا خود ساختہ گھروندا از سر تا پا قرآن کی آیات کے معنی ومفاہیم بدلنے اور حقیقی مفاہیم کو جھٹلانے ہی سے تیار ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں محمدؐ و خانوادۂ محمدؐ کے مقامِ بلند کو قومی سطح پر اتار کر ان سب کو جھٹلایا یعنی انہیں اُمت کی نظر میں رعایا اور محکوم بنایا تھا ۔ یہ مفصل ترین حقیقت بھی اسی سورۂ نباء میں بیان کی گئی ہے ۔(۲۹۔۲۸ / ۷۸)

بالکل اسی طرح سورۂ قمر میں بھی فرمایا ہے کہ: كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا كُلِّهَا ﴿٤٢﴾ (القمر: ۴۲/۵۴) انہوں نے ہماری تمام آیات کو جھٹلایا ہے " ظاہر ہے کہ قریش نے قرآن کی آیات میں سے تو بہت سی آیات کو لفظ بلفظ مانا تھا ۔ اسی طرح تمام اقوام عالم نے ہرہر آیت کو نہیں جھٹلایا تھا ۔ جن آیات کو جھٹلایا گیا وہ انبیاؑ و آئمہؑ علیہم السلام تھے اسی لئے امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ عزّوجلّ "كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا" یعنی اَلْاَوْصِيَا كُلَّهُمْ (کافی جلداول صفحہ ۳۹۷)

" اللہ کے اس قول سے مراد تمام اوصیائے محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہیں "

۵۔ عہد رسولؐ سے ظہور حجتؑ تک کے تمام مظالم تمام فسق و فجور اور پورے کفر کا نمائندہ باربار پچھتایا ۔

سورۃ النبا شروع ہوئی تو علیؑ اور ولایت علویہ کی خبر سے ابتدا کی۔ پھر یوم الفصل میں قریش پر مواخذہ اور عارضی جہنم کے قیام کا تذکرہ کرکے محمدؐ اور ان کے بارہ جانشینوں کو جھٹلانے کا واقعہ بیان کیا اور آخر میں اس مجسمۂ کفر کے پچھتانے پر سورۃ ختم ہوگئی جسے "اَلْكَافِرُ " فرمانا تعارف کے لئے کافی سمجھا گیا ہے یعنی اَلْكَافِرُ کہنا قرآن کے ہر اس قاری کے لئے کافی تعارف ہے جس نے قرآن کو صاحبانِ قرآن علیہم السلام سے پڑھا ہو ۔ مگر آج بفضلِ شیطان پوری اُمت نے آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے رابطہ توڑے ہوئے ایک ہزار سال کا زمانہ پورا کرلیاہے ۔ اور اُمت کے نام نہاد علما نے مسلسل قرآنی حقائق کو پس پردہ چھپانے میں (کفرکرنے میں) انتہا کردی ہے ۔ مودودی جیسے عرب وعجم میں مشہور قدآور عالم نے اس اَلْكَافِرُ کے متعلق کچھ نہیں بتایا اور کہا تو یہ کہا کہ "اور کافر پکار اٹھے گا کہ کاش میں خاک ہوتا " حاشیہ ۲۷، یعنی دنیا میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا ، یا مرکر مٹی میں مل جاتا اور دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کی نوبت نہ آتی۔ "(تفہیم ۶ صفحہ ۲۳۲۔۲۳۳)

سوچیئے اور بتائیے کہ اس ترجمہ اور تشریح سے کوئی کیا سمجھے ؟ مودودی نے تو لفظ اَلْكَافِرُ کا ترجمہ بھی کوئی عام کافر کردیاہے۔ اگروہ ترجمہ مخصوص کافر کرتے یا کفر کی پوری جنس یا "کفرِ مجسم "کرتے تو قاری کم ازکم چونک تو جاتے مگر علامہ نے حروف الف اور لام کو اس طرح گھول دیا کہ وہ کفر مجسم وہ نمائندۂ کفر چھپ کررہ گیا "اس طرح حقیقت کو چھپانا علامہ کے نزدیک بھی کفر کے اصلی معنی ہیں "(تفہیم جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ

تحقیق واسطے پرہیز گاروں کے مراد پانی ہے باغ ہیں اور انگور اور نوجوانیں ہیں

اَتۡرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا ؕ﴿۳۴﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا

ہم عمر اور پیالے ہیں بھرے ہوئے نہ سنیں گے بیچ اس کے بے ہودہ

(۳۱) یقیناً متقی لوگوں کے لئے تو وہاں کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں ۔(۳۲) باغات اور انگور ہیں (۳۳) نوخیز و پسندیدہ ہم سن لڑکیاں ہیں ۔ (۳۴) چھلکتے ہوئے جام و سبو ہیں ۔ (۳۵) اور وہ متقی لوگ وہاں پر کوئی فضول اور دروغ بافی کی بات

(۵ ۔ الف) وہ مخصوص کافر کون تھا؟ قرآن سے دریافت کرکے دیکھیئے ؟

اس مخصوص کافر کو اس کی خصوصیت "الٓ" سے سورۂ فرقان میں یوں سامنے لایا گیا ہے

(ا) وہ مخصوص کافر اللہ کے دشمنوں کا مددگار رہا ہے ؟

وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَلَا يَضُرُّهُمۡ ؕ وَكَانَ الۡكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيۡرًا ﴿۵۵﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ﴿۵۶﴾ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ﴿۵۷﴾(فرقان ۵۷ تا ۵۵ / ۲۵)

"اور یہ قریش اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ بھی اس کی بے چون وچرا اطاعت (عبادت کے معنی تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۸۹، جلد ۳صفحہ ۲۴۹ میں) کرتے ہیں جو انہیں نہ فائدہ پہنچا سکتاہے نہ نقصان اور وہ مخصوص کافر اللہ کے مقابلے میں ان پجاریوں کا مددگار و پشت پناہ ہے اے رسولؐ آپ (اس مخصوص کافر سمیت) قریش سے کہہ دیں کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر تو نہیں مانگتا "(آیات ۵۷ تا ۵۵ / ۲۵)

ان تین آیات سے تین حقیقتیں ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ کہ ان آیات میں قریش مخاطب ہیں دوم یہ کہ یہ مخاطبین یعنی قریش ایک ایسے کافر کی عبادت یا بقول مودودی بے چوں و چرا اطاعت کرتے ہیں جو ان کا اللہ کے مقابلے میں پشت پناہ ومددگار ہے سوم یہ کہ یہ مخاطبین وہ لوگ نہیں جن سے اجر رسالت مانگا جاسکے (شوریٰ ۲۳ / ۴۲)

(۲)تینوں آیات (۵۷ تا ۵۵ / ۲۵) کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مخصوص حق پوشی کرنے والا قریش کا حکمران تھا۔

قارئین یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ وہ شخص یقیناً قریش کا اپنا پسندیدہ حکمران تھا جس کی بےچوں و چرا اطاعت کو انہوں نے خود اپنے اوپر واجب و لازم کررکھا تھا اس لئے قریش کو اس کے پجاری قرار دیا گیا ہے ۔ اور یہ منتخب حکمران اللہ و رسولؐ کے خلاف قریش کے قومی مفادات کا محافظ تھا ۔ اب اسی سورۂ فرقان سے یہ دیکھ لیں کہ رسولؐ کی یہ نام نہاد قوم یعنی قریش قرآنی تعلیمات کی حقیقت کو خیرباد کہہ کر اپنی خودساختہ تاویلات پر عمل کرناطے کرچکے تھے اور اللہ سے رسولؐ نے یوں اس قوم کی شکایت کی کہ: وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ﴿۳۰﴾ الفرقان

"محمدؐ رسولؐ اللہ نے شکایت کی اے میرے پروردگار میری قوم نے بلاشبہ قرآن سے اپنے خود ساختہ اسلامی تعلیم کی طرف ہجرت کرلی ہے " (فرقان ۳۰ / ۲۵)۔ اس شکایت کے جواب میں اللہ نے دوبارہ قریش اور ان کے سربراہ یا مذکورہ خود ساختہ حکمران کو دشمنانِ خدا و رسولؐ اور مجرم قرار دیاہے (فرقان ۳۱ / ۲۵)

(۳) قریش نے قومی حیثیت سے قرآنی تعلیم سے ہجرت کرکے خودساختہ قانون کا سہارا لیا۔

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ قریش نے قرآنی تعلیمات کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا تھا اور عہد رسولؐ ہی میں مذکورہ شخص کو مرکز کفر اور اپنا حکمران بنا لیا تھا۔یہی وہ فیصلہ تھا جس کی تفصیل ہم نے سورۂ مرسلات (تشریح نمبر ۲) میں بیان کی ہے۔
اور جسے بعد وفات رسولؐ قریش کے دوسرے سربراہ یاحکمران نے عبداللہ ابن عباس سے یوں ظاہر کیا تھا کہ :
"اے عبداللہ تمہاری قوم کو یہ پسند نہ تھا کہ نبوت کے بعداسلام کی سربراہی حکومت یا خلافت بھی رسولؐ کے خاندان میں رہے "(طبری ۔الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

اور نہ جھٹلانا بدلا ہے پروردگار تیرے کی طرف سے بخشش کا حساب سے

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ درمیان ان کے ہے بخشش کرنے والا

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ

نہیں اختیار دیں گے اس سے ایک بات کرنے کا اس دن کھڑی ہو گی روح

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ

اور فرشتے صف صف باندھ کر نہ بولیں گے مگر جس کو حکم دیوے

لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ

واسطے اس کے رحمٰن اور کہے گا اچھا یہ دن ہے برحق پس جو کوئی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ

چاہے پکڑے طرف پروردگار اپنے کے جگہ پھر جانے کی تحقیق ہم نے ڈرایا تم کو

نہ سنیں گے۔ (۳۶) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری یہ جزا بالکل حساب سے ہے اور عطیہ اس کے علاوہ ہے ۔(۳۷) اس رحمان کی طرف سے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک وپروردگار ہے اور جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان مخلوقات ہیں ان کا بھی پالنے والا ہے اس کے حضور میں کسی کو اس سے مخاطب ہونے کی مالکانہ حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ (۳۸) حق و باطل میں فاصلہ پیدا کرنے والے اس دن، ایک خاص روح اور ملائکہ صف باندھ کر کھڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے علاوہ کوئی بات نہ کر سکے گا جن کو بات کرنے کے لئے رحمان اجازت عطا کردے اور اجازت پانے والا بات بھی صحیح اور موزوں طریقے سے کرے ۔(۳۹) وہی دن تو ایک مخصوص برحق روز ہو گا لہٰذا جس کو پسند ہو وہ اس برحق دن کے لئے اپنے پروردگار کی طرف اپنا ٹھکانہ بنالے ۔ (۴۰) حقیقتِ تمام یہ ہے کہ ہم نے تمہیں برے اعمال کے نتیجوں پر تنبیہہ کردی اور قریب کھڑے عذاب

(۴) اللہ و رسولؐ کے مقابلہ میں قومی حکومت بنانے کے لئے اس مخصوص کافر کے طرفداروں کا گروہ ؟

یہ بات ہوچکی کہ قریش ایک ایسے شخص کے بے چوں و چرا مطیع تھے ۔ جو ان کے قومی مفاد کے تحفظ میں اللہ کے مقابلے پر ان کا مددگار تھا ۔ اسے اللہ نے سورۂ نباء (۴۰ / ۷۸) کی طرح سورۂ فرقان (۵۵ / ۲۵) میں بھی ''اَلْكَافِرُ'' فرمایا اور ساتھ ہی اسے اپنے دشمنوں اور مجرموں (۳۱ / ۲۵) کا مددگار قرار دیا ہے ۔اب یہاں اسی قسم کے مددگاروں اور اسی مددگار کے رشتہ داروں کا ایک مددگار گروہ دیکھ لیں اور خود مودودی کے ترجمہ سے دیکھ لیں :

''(اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ) نبیؐ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی ۔ پھر جب اس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کردیا ۔ اور اللہ نے نبیؐ کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی، تو نبیؐ نے اس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا ۔ پھر جب نبیؐ نے اسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی ؟ نبیؐ نے کہا'' مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے۔''

اِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِن تَظَٰهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوْلَىٰهُ وَجِبْرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ التحریم

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی رہو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل (ٹیڑھے ہوگئے۔احسن) سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، اور اگر نبیؐ کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولیٰ ہے اور اس کے بعد جبرائیل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی و مددگار ہیں'' (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۱ تا ۲۶)

(۵) اس مخصوص کافر کے ساتھ اللہ و رسولؐ کے مقابلہ میں رسولؐ اللہ کی بیویاں بھی اس کی مددگار تھیں ۔

سورۂ تحریم کی ان آیات (۴۔۳/ ۶۶) اور ان کے ترجمہ میں یہ ثابت ہوا کہ جس طرح وہ مخصوص کافر قریش کا ظَهِيرٌ تھا یعنی مددگار و پشت پناہ تھا اسی طرح قریش کے قومی مفاد میں رسولؐ کی چند بیویاں بھی ظہیر یعنی مددگار اور قریش کی پشت پناہ تھیں۔

کو بیان کر دیا چنانچہ وہی دن وہ روز ہو گا کہ متعلقہ فرد بشر وہ سارا ذخیرہ نظر کے سامنے پائے گا جو اس کے ہاتھوں نے پہلے سے کما کر جمع کیا تھا۔ اور اسے دیکھ کر ایک خاص کافر (فرقان ۲۷ تا ۲۹ / ۲۵) کہے گا کہ اے کاش کہ میں انسان کے بجائے مٹی ہوتا تو اس مواخذہ اور عذاب سے بچ جاتا۔

عَذَابًا قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ

عذاب نزدیک سے اس دن کہ دیکھ لے گا ہر مرد جو کچھ آگے بھیجا تھا

يَدَاهُ وَ يَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

ہاتھوں اس کے نے اور کہے گا کافر اے کاش کہ ہوتا میں مٹی

اور ان کے لئے ایک جتھہ بنا رکھا تھا۔ اور مددگاروں کے اس جتھے یا گروہ کے مقابلے میں اللہ، جبرائیل، صالح المومنین اور تمام فرشتے دوسرے گروہ میں تھے۔ اب یہ دیکھیں کہ وہ مخصوص کافر مخالف عورتوں کے جتھے کی رو سے رشتہ داری میں کیا لگتا تھا؟

(۶) اُس مخصوص کافر کو متعیّن اور مشخّص اور متعارف کرانے کے لئے اس کی رشتہ داری کو شناخت بنایا گیا۔

چنانچہ اللہ نے اسی سورۂ فرقان میں اس آیت سے پہلے اس مخصوص کافر کا رشتہ پہلے بتا کر پھر اسے مخصوص کافر کا خطاب دیا تھا سنیئے:

"اے رسوؐل تمہارا قدرت مآب پروردگار وہی ہے جس نے نطفہ سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس کے خسر (سسر) ہونے کی نسبت پیدا کی (فرقان ۵۴ / ۲۵)"

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ (فرقان ۵۴ / ۲۵)

یوں وہ مخصوص کافر مشخّص ہو گیا کہ وہ رسوؐل کی باغی و مخالف بیویوں کی طرف سے وہ آنحضرتؐ کا سسر یعنی ابو بکر تھا جسے قریش کی اسکیم کے مطابق اپنا واجب الاطاعت خلیفہ بنا رکھا تھا جیسا کہ اگلی آیت (۵۵ / ۲۵) میں قریش کو اس کا پجاری کہا اور پچھتانے والا الکافر قرار دیا۔ جس کی تائید پوری قوم کر رہی تھی اور قرآن کو بھی تبدیل و مہجور کر چکی تھی (۳۰ / ۲۵) اور خدا اور رسوؐل کی دشمن و مجرم قرار پائی تھی (۳۱ / ۲۵)

(۷) قریش کے پہلے خلیفہ نے یوم الفصل میں بھی پچھتا کر دوسرے سسر صاحب کی نشاندہی کر دی تھی۔

اسی سورۂ النباء میں یہ قریشی خلیفہ پشیمان ہو کر اپنی خلافت و حکومت کا راز کھولتا ہے اور جس طرح سورۂ النبا میں آگے چل کر پشیمان ہوتا ہے اور مٹی کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے اسی طرح پہلے کہہ چکا ہے کہ:

"اور مواخذہ کے دن وہ مجسمۂ ظلم اپنا ہاتھ چبا چبا کر کہے گا کہ اے کاش میں نے رسوؐل کی مقرر کردہ راہ اختیار کی ہوتی ہائے افسوس اے کاش میں نے

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا جس نے بلا شبہ مجھے ایسی حالت میں بھی رسوؐل کے مقرر کردہ راستہ سے ہٹا کر گمراہ کر دیا جب کہ وہ ذکر میرے سامنے آچکا تھا یقیناً وہ شیطان وہ یارِ غار انسان کو ذلیل ہونے کے لئے تنہا چھوڑتا رہا ہے۔"

قرآن کا بیان ہمیں عہدِ رسوؐل کے دو صحابہ کا حال سناتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے کے ایسے یار تھے کہ جن کی یاری اور خلوص کا قرآن نے ذکر کیا ہے اور بتایا کہ اپنے یارانے کی بنا پر انہوں نے ایک دوسرے کو ہموار کیا کہ وہ دونوں رسوؐل کے راستے پر نہ چلیں گے چنانچہ ان دونوں نے اپنا راستہ رسوؐل کے مقرر کردہ راستے سے الگ بنایا اور اس پر چلے یہاں تک کہ روزِ حساب ایک دوست نے وہ راز کھول دیا جسے خلیفہ دوم نے عبداللہ بن عباس سے ظاہر کیا تھا، کہ رسوؐل کے خاندان کو حکومت سے محروم کر کے اپنی قومی حکومت بنائی جائے۔ چنانچہ پشیمان ہونے والے نے نہ سر پٹخا نہ زانو پر ہاتھ مارا بلکہ وہ ہاتھ چبایا جس سے اس نے قریش سے بیعت لے کر خود کو ان کا حکمران بنایا تھا اور بے چوں و چرا اطاعت کا عہد لیا تھا۔ اور وہ یقیناً ابو بکر ہی تھا جس نے علیؑ کو درمیان سے ہٹا کر قیامت تک آنے والے تمام ہی لوگوں کو رسوؐل کے طریقے کے خلاف چلنے کی راہ نکالی اور اسی لئے اسے اَلظَّالِمُ یعنی ظلم مکمل و مجسم فرمایا گیا جسے اللہ نے پہلے اَلْکَافِرُ فرمایا تھا یعنی کفرِ مکمل و مجسم ہونے

کا اعزاز دیا تھا اور جو شخص ابو بکر کا یار تھا اسے دنیا جانتی ہے کہ وہ عمر تھا۔ اور وہ بھی ان دو باغی و مخالف ازواج رسولؐ میں سے ایک کا والد تھا۔ یوں یہ دو باپ اور دو بیٹیاں یعنی ابو بکر اور عائشہ عمر اور حفصہ قریش کے ان چار بزرگوں اور لیڈروں میں سے قرآن نے مشخص کر دیئے جنہیں قریش کے پشت پناہ گروہ یا بقول مودودی جتھے میں شمار کیا گیا ہے۔ ان چاروں نے مل کر محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا اور علیؑ و فاطمہؑ اور ان کی اولاد اطہار علیہم السلام کو رسولؐ کی حکومت اور وراثت سے محروم کیا۔ جس کے نتیجے میں خاندانِ رسولؐ کو (معاذاللہ) نہ صرف ملعون قرار دیا جاتا رہا بلکہ کربلا میں خانوادہِ رسولؐ انصارانِ آل رسولؐ کا کھلا قتل عام کیا گیا اور آج تک ان کے خلاف اعلانیہ و خفیہ منصوبے جاری ہیں۔

خلیفہ اوّل قرآن کا اَلْكَافِرُ اور اَلظَّالِمُ مرتے دم تک اپنے ظلم و کفر پر پچھتاتا رہا۔

آخر میں یہ بھی دیکھ لیں کہ قریشی حکومتوں کی کوششوں کے باوجود ہم تک خلیفہ اوّل کی وہ پشمانیاں پہنچ کر رہیں جو اسے اپنے مظالم اور حکومت الٰہیہ کو ہڑپ کرنے پر زندگی بھر دامن گیر رہیں۔ چنانچہ قریش کی سب سے زیادہ متعصب کتاب ''تاریخ الخلفاء'' ملاحظہ ہو۔

اوّل ابو بکر اپنے جانوروں کو بہتر سمجھتے ہوئے مر گئے۔

عَنْ معاذ بن جبل قال: دَخَلَ ابوبکر حَائِطًا واذا بدبسی فی ظلّ شجرة فتنفس الصعداء، ثم قال: طُوبیٰ لَكَ یاطیر! تاکل مِنَ الشجر، وتستظل بالشجر و تصیر الیٰ غیر حساب یَالَیتَ اَبَابَکر مِثْلُكَ۔

''معاذ بن جبل نے روایت کی ہے کہ ابو بکر ایک مرتبہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اچانک آپ کو درخت کے سائے میں ایک چڑیا پر نظر پڑی۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا اے چڑیا تو بڑی خوش قسمت ہے درختوں کا پھل کھاتی ہے درختوں کے سائے میں رہتی ہے۔ اور جہاں چاہتی ہے بے حساب اڑی پھرتی ہے۔ کاش کہ ابو بکر بھی تیرے ہی جیسا ہوتا'' (عربی عبارت تاریخ الخلفاء عربی نمبر ۹۷ اور ترجمہ بیان الامراء سے صفحہ ۱۰۴ مترجمہ مولوی شبیر احمد انصاری)

قارئین کرام یہاں آپ سورۂ مرسلات کی آیت اس کا ترجمہ اور مودودی کی یاد فرمائیں (تشریح نمبر ۵) اور اس کو ابو بکر کے حالات پر یوں منطبق کر لیں کہ: ''اور اَلظَّالِمُ پکار اٹھے گا کہ کاش میں چڑیا ہوتا'' یعنی دنیا میں انسان بنا کر پیدا نہ کیا گیا ہوتا کہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی نوبت نہ آتی۔'' (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۳۳) یعنی ابو بکر انسان پیدا کئے جانے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے قابل بھی نہ رہے تھے ابھی اور سنیئے کہ وہ تو مجبور ہیں کہ سورۂ النبا کی آخری آیت کی اپنے حق میں تصدیق کرنے کے بعد مریں۔ چنانچہ:

دوم ۔ قال ابوبکر وَدَدْتُ اَنِّیْ خضرة تاکلنی الدواب'' (صفحہ ۹۷)

سوم۔ ''قَالَ ابوبکر: وَاللهِ لَوَدَدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ هٰذِهِ الشجرة توکل و تعضد'' (صفحہ ۹۷)

دوم: ابو بکر نے کہا کہ ''کاش میں سبزہ (یعنی گھاس) ہوتا کہ مجھے چوپائے چر جاتے'' (صفحہ ۱۰۵) سوم: ''ابو بکر نے کہا کہ ''واللہ مجھے محبوب تھا اگر میں یہ درخت ہوتا کہ کھالیا جاتا اور کاٹ دیا جاتا'' (صفحہ ۱۰۴)

یہاں آکر آیت کی تصدیق مکمل ہوگئی۔ ابو بکر نے درحقیقت یہی چاہا تھا کہ اسے گھانس کی صورت میں چارپائے کھا کر گوبر اور مینگنیوں کی صورت میں خارج کر دیتے جو رفتہ رفتہ مٹی بن جاتا اور اب اس مٹی کو مواخذہ اور باز پرس سے نجات مل جاتی۔ اور یہی مقصد تھا یہ کہنے کا کہ:

''اور ابو بکر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا''

وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ (النبأ: ۴۰ / ۷۸)

چہارم۔ اگر ابو بکر جھوٹے تھے تب بھی بُری بات ہے اور اگر صدیق تھے تو بدترین بات ہے۔

یہاں تاریخ الخلفاء سے ایک روایت سن کر ابو بکر کے اسلام اور ایمان پر ان کا اپنا فیصلہ یا تمنا بھی سنتے چلیں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ اَحمد فِي الزُّهد عَنْ اَبِي عِمْرَان الجونی قال: قال ابوبکر لَوَدَدْتُ اَنِّي شعرة فِي جنب عَبْد مومن''
(ایضاً تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷)

''احمد نے کتاب الزہد میں روایت کی ہے کہ ابو بکر نے کہا کہ مجھے یہ محبوب تھا کہ میں مومن کے سینے کا ایک بال ہوتا'' (بیان الامرا صفحہ ۱۰۴) ابو بکر جو کچھ بھی تھے بہرحال مومن کے بال ... کے برابر بھی نہ تھے (انا للہ)۔

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ سِتٌّ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ فِیْہَا رُکُوْعَانِ

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیالیس(۴۶) آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے ‖ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّ

قسم ہے ان فرشتوں کی کہ زور سے کھینچتے ہیں جان ڈوب کر اور قسم ہے

النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲

ان فرشتوں کی کہ بند کھول دیتے ہیں جان کا بدن سے بند کھول دینے کر

(۱)قسم ہے ان مقدس افراد کی جو آپس میں گتھی ہوئی، الجھی ہوئی صورت حال کو گہرائیوں میں اتر کر سلجھاتے اور الگ الگ کرتے ہیں۔
(۲)قسم ہے ان مقدس افراد کی جو نشاط و راحت و مسرت بھی حد بھر فراہم کرتے ہیں۔

تشریحات سورۂ نازِعات :

ا۔آیات (۵ تا ۱/ ۷۹) چہاردہ معصومینؑ کے انوار کی صفات بیان کرتی ہیں۔

سورۂ نازعات کی ابتدائی پانچوں آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ نورِ محمدؐ اور اجزائے نورِ محمدؐ کی تخلیقی و تکوینی صفات ہیں ۔ جن کو نہ سمجھنے کی بنا پر یا محمدؐ وآل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی دشمنی کی وجہ سے یا ازراہِ توریہ و تقیہ ملائکہ کی صفات سمجھا اور بیان کیا گیاہے جس سے ہر اس شخص کواختلاف ہو گا جو قرآن کے الفاظ سے معنی و مطالب اخذ کرنے کی شرط لگاتا ہے ۔ ان آیات میں کہیں بھی لفظ ملائکہ نہیں ہے یہی کچھ اکثر علما نے دیگر مقامات پر مثلاً سورۂ مرسلٰت کے ساتھ کیا تھا۔ اور اس کی پرواہ نہ کی تھی کہ ہوائیں یا ملائکہ وہ عقل و بصیرت رکھتے ہی نہیں جو کیوں ،کیسے کتنا کب اور کیونکر کو سمجھ اور سمجھا سکیں ۔ وہ تو اتنا ہی سمجھتے ہیں جتنا سمجھا دیا جائے ۔ وہ انسان اور جنات کی طرح صاحبانِ اختیار مخلوق نہیں ہیں ۔ وہ کوئی ایسا کام کرسکنے کی قابلیت نہیں رکھتے جس میں خود سوچنے سمجھنے علل واسباب معلوم کرکے فیصلہ کرنے کی ضرورت ہو ان کے متعلق ہم اتنا ہی مانتے ہیں جتنا قرآن کریم نے بتایاہے ۔ اور بس ۔ اپنی عقل وفکر سے ان کے لئے راہ عمل متعین کرنے والے لوگوں میں سے ہم نہیں ہیں ان کو ایسا حافظہ دیا گیاہے جس میں بھولنے کا سامان نہیں رکھا۔ ان کو ایسی اطاعت دی گئی ہے جس میں خلاف ورزی کی گنجائش نہیں ہے ۔ نہ وہ خلاف ورزی کا یا کسی اور کام کا ارادہ ہی کرسکتے ہیں۔ ذاتی رائے اور اختیارو قدرت سے محروم رکھی گئی مخلوق اور انبیا علیہم السلام کو سجدہ ریز رہنے والے ملائکہ کو قریشی پالیسی نے انبیاء سے بڑھا کر دکھانے کی کوششیں کی ہیں ۔ آپ اتنا سمجھ لیں کہ ملائکہ مختلف قوتوں کا نام ہے اور اللہ جس قوت کو چاہتا ہے اور جس صورت میں چاہتا ہے استعمال کرتا ہے ۔ اگر چاہتا ہے کہ وہ قوتیں آدمی کی شکل میں ظاہر ہوکر کام کریں تو انہیں تعمیل حکم کرنا ہے۔مستقلاً کسی شکل میں رکھے تو رہتی ہیں اور اس نے بعض صورتوں کے نام اور کام بھی متعین کردیئے ہیں۔ ان میں سے مثلاً جبرائیل ایک مستقل صورت و قوت کا نام ہے ۔ اسے بھی وہ جب آدمی کی صورت میں ظاہر کرنا چاہے تو کرتا رہتا ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ وہ ادارۂ نبوت و امامۃ کے لئے وہ قوتیں وسائل و وسائط ہیں جن کو نظامِ کائنات میں استعمال کیاجاتا ہے۔ان کو استعمال کرنے والے کے لئے لازم وضروری ہے کہ وہ خود نظام کائنات سے کما حقۂ واقف ہو اور اس کی مختلف مخلوقات وموجودات سے اوران کے آپس کے روابط اور تعلق کے عالِم ہوں ۔ تاکہ نوع انسان کو ان سے مستفید ہونے کی راہیں اور طریقے بتا سکیں اور پورے نظامِ کائنات پر انہیں عملاً قوتِ تسخیر وقوانینِ تسخیر عطا کرسکیں ، جو انسانی فطرت

وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾

اور قسم ہے ان فرشتوں کی کہ جان کو لے کر تیرتے ہیں ہوا میں تیرنے کر

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾

پھر قسم ہے ان فرشتوں کی کہ آگے نکل جاتے ہیں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کر

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ

پھر قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تدبیر کرتے ہیں کام کی جس دن کہ کانپے گی

الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾

کانپنے والی یعنی زمین پیچھے آوے گی اس کے پیچھے آنے والی یعنی دوسری آواز صور کی

قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾ اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا

کتنے دل اس دن دھڑکنے والے ہیں آنکھیں ان کی نیچے ہیں کہتے ہیں کیا ہم

(۳) اور قسم ہے ان مقدسؑ افراد کی جو فضاؤں ، ہواؤں اور خلاؤں میں تیرنے میں بہت سریع السَّیَر ہیں ۔ (۴) پھر ان مقدسؑ افراد کی تمام یقین پر ہمہ قسمی سبقت رکھنے کی قسم کھا کرکہتے ہیں کہ (۵) وہی افراد ہیں جو حکم خداوندی کے ماتحت کائنات میں ارتقائی تدابیر انجام دیتے ہیں۔ (۶) اس دن بھی ان کی تدبیر سے زمین کو زلزلے سے ہلا کرر کھ دیاجائے گا۔ (۷) اور پے در پے زلزلے آگے پیچھے آتے چلے جائیں گے ۔ (۸) اس روز کچھ دل زور زور سے دھڑک اور لرز رہے ہوں گے۔ (۹) ان کی آنکھیں عاجز، جھکی اور سہمی ہوئی ہوں گی ۔(۱۰) قریش کہتے کہ کیا

و ضرورت پر مادی ومشہود اطلاع رکھتے ہوں اورجن سے نوع انسان استفادہ کرسکے، رابطہ رکھ سکے اور انسانی ضروریات کو محسوس کرا سکے اور جن پرخود وہ ضروریات و محسوسات عامل رہے ہوں۔اور جن سے رابطہ اللہ سے رابطہ اور جن کی بات و ہدایات اللہ کی بات و ہدایات کہلائیں جن سے ملنا اللہ سے ملاقات ہو جن کی اطاعت و نافرمانی اللہ کی اطاعت و نافرمانی ہو ۔ جن کے گھروں میں ملائکہ کی آمدورفت ہو ۔ جن کے بچوں کو جبرائیلؑ جھولا جھلائیں۔ جن کے گھر میں ملائکہ چکی پیسیں ۔ وہ ہوتے ہیں مدبرات عالم نہ کہ ملائکہ؟ ملائکہ توکارندے ہیں۔ مطیع حکم ہیں۔ جو حکم ملے بے چوں وچرا بجالاتے ہیں۔ لیکن حکم دینے والے تدبیر امر خداوندی سکھانے والے اور مدبر کائنات کہلانے والے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن سنان رضی اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفرصادق علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے ”خدایا درود بھیج اپنے برگزیدہ پر اور اپنے خلیلؑ پر اور اپنے ہمراز پر جو تیرے امر کی تدبیر کرنے والے محمدؐ ہیں۔“
(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ)

عَنۡ عَبۡدِاللہ بن سِنان عَنۡ اَبِی عبداللہ علیہ السلام قال: سَمِعۡتُہٗ یَقُوۡلُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمدٍ صَفِیِّكَ وَ خَلِیۡلِكَ وَ نَجِیِّكَ اَلۡمُدَبِّرُ لِاَمۡرِكَ (کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبی آخری حدیث نمبر ۴۰)

(ا ۔ الف) انبیاؑ، خاتم النبیینؐ اور آئمہؑ معصومین اور ملائکہ مقربینؑ اور دیگر ملائکہ کی حقیقی پوزیشن

ملائکہ اور محمدؐ مصطفیٰ اور جانشینانِ محمدؐ صلی اللہ علیہ و علیھم وآلھم کے مقامات مقدسہ کو واضح کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی ایک حدیث لکھتے ہیں ۔ تاکہ قریشی اسکیم تڑپ کردم توڑ دے ۔

”حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے نہ تو مجھ سے افضل کوئی مخلوق پیدا کی نہ مجھ سے زیادہ کسی کو مفید و معزز بنایا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کرمعلوم کیا۔ کہ حضور افضل ہیں یا جبرائیل افضل ہیں آپؐ نے جواب دیا کہ اے علیؑ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے تمام انبیاؑ مرسلین علیھم السلام کو اپنے تمام مقرب ملائکہ

عَنۡ علیؑ بن ابی طالب علیھما السلام قال: قال رسول اللہ (ص) مَا خَلَقَ اللہُ خَلۡقًا اَفضلُ مِنِّیۡ وَ لَا اکرم علیہ مِنِّی۔قال علی علیہ السلام فَقُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللہِ فَاَنۡتَ اَفۡضَلُ اَمۡ جبرائیل؟ فقال یا علی اِن اللہ تَبَارَكَ وَ تعالیٰ فَضَّلَ اَنۡبِیَاءَہُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ عَلٰی مَلَائِکَتِہِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَ فَضَّلَنِیۡ عَلٰی جَمِیۡعِ النَّبِیِّیۡنَ والمرسَلِین وَ الۡفَضۡلُ بَعۡدِیۡ

لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾

پھیرے جاویں گے بیچ حالت پہلی کے کیا جب ہو جاویں گے ہم ہڈیاں گلی ہوئی

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ

کہتے ہیں اس وقت پھر آنا ہے ٹوٹے کا پس سوائے اس کے نہیں کہ وہ ڈانٹنا ہے

وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾

ایک بار پس ناگہاں وہ بیچ روئے زمین کے ہیں کیا آئی تیرے پاس بات موسیٰ کی

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾

جب پکارا اس کو رب اس کے نے بیچ میدان پاک کے کہ جس کا نام طویٰ ہے

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ

جا طرف فرعون کی تحقیق اس نے سرکشی کی ہے پس کہہ کیا تجھ کو رغبت ہے

واقعی ہمیں چھانٹ چھانٹ کر پھر واپس لایا جائے گا۔(۱۱) کیا ایسی حالت میں بھی واپسی ہو سکے گی جب کہ ہم گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھیر ہو چکیں گے ؟ (۱۲) کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ دوبارہ زندہ ہو کر واپسی تو خالص گھاٹے کا معاملہ ہوگا۔ (۱۳) حالانکہ یہ واپسی کرا لینا تو اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ صرف ایک ہی دھمکی سے (۱۴) وہ سب فوراً کھلے میدان میں زندہ ہو کر موجود پائے جائیں گے۔ (۱۵) اے رسولؐ کیا آپؐ تک موسیٰؑ کی وہ حدیث پہنچی ہے؟ (۱۶) کہ جب موسیٰؑ کو اس کے پروردگار نے طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا۔(۱۷) اور کہا تھا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ جمہوری قانون کو حق سمجھ رہا ہے۔(۱۸) اور اس سے دریافت کرو کہ کیا

سے افضل بنایا ہے ۔ اور مجھے تمام انبیاء اور رسولوںؑ سے افضل بنایا ہے ۔ اور میرے بعد یہ بزرگی اور فضیلت تمہارے لئے ہے۔ اور تمہارے بعد والے اماموںؑ کے لئے ہے۔ دراصل ملائکہ تو ہمارے خدمت گار ہیں ۔ اور وہ ہم سے محبت کرنے والوں کے بھی خادم ہیں ۔ اے علیؑ اس لئے اللہ نے قرآن میں فرما دیا ہے کہ وہ لوگ جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور عرش کے ماحول میں رہتے ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی تسبیح ہمہ گیری کا اعلان کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے تحفظ میں مصروف رہتے ہیں جو ہماری ولایت و حکومت پر ایمان لاتے ہیں ۔ اے علیؑ اگر ہم کو یہ مقام نہ دینا ہوتا تو اللہ ہرگز نہ آدمؑ کو پیدا کرتا نہ حواؑ کو پیدا کرتا۔ اور نہ جنت و جہنم کو پیدا کرتا، نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔ چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ہم ملائکہ سے افضل نہ ہوتے ۔ حالانکہ ہم ان سے اللہ کی معرفت اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تحلیل و تقدیس میں سبقت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ نے جو مخلوق سب سے پہلے زیور تخلیق سے آراستہ کی وہ ہماری روحیں تھیں ۔ پھر اس نے ہمیں اپنی توحید اور حمد وثنا بیان کرنا سکھایا تھا۔ اور اس کے بعد کہیں ملائکہ کو پیدا کیا تھا۔ اور جب جب ملائکہ نے ہماری نورانی ارواح کو دیکھا اور اسے یکتا نور پایا تو لگے ہماری تعظیم کرنے ۔ اور ہمیں اور ہمارے اَمر کو سب کچھ سمجھنے۔ (ہم نے یہ سوچ کر کہ کہیں وہ ہمیں ہی خالق نہ سمجھ بیٹھیں) ہم نے اللہ کی تسبیح

لَكَ يَا عَلِي وَ لِلْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِكَ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَخُدَّامُنَا و خُدَّامُ مُحِبِّيْنَا يَا عَلِي "اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴿۷﴾ (مومن۷/۴۰): "بولايتنا" يَاعَلِي" لَوْلَا نَحْنُ مَا خَلَقَ اللهُ آدمَ ولا حَوَّاءَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا السَّمَآءَ وَلَا الْاَرْضَ فَكَيْفَ لَا تَكُوْنُ افضل مِنَ الملائكة وقَدْ سَبَقْنَا هُمْ اِلٰى مَعْرِفَه رَبِّنَا وَ تسبيحه و تحليله و تقديسه ، لِاَنَّ اَوّلَ مَا خَلَقَ الله عزّوجلّ خَلَقَ اَرْوَاحَنَا فَاَنْطَقَنَا بِتَوْحِيْدِه و تَحْمِيْدِه ثُمَّ خَلَقَ الْمَلائكة فَلَمَّا شَاهَدُوْا اَرْوَاحنا نُوْرًا وَاحِدًا اسْتَعْظَمُوا اَمْرَنَا فسبّحنا لِتَعلم الْمَلائكة اَنَا خَلْقٌ مَّخْلُوْقُوْنَ وَ اَنَّهٗ مُنَزَّه صِفَاتِنَا فَسَبَّحَتِ الْمَلَائكة بِتَسْبِيْحِنَا وَ نَزَّهَتْهُ عَنْ صِفَاتِنَا فَلَمَّا شَاهِدُوْا اعْظَمَ شَانَنَا هَلَّلْنَا لِتَعْلم الملائكة اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَا عَبِيْدٌ وَّلَسْنَا بِاٰلِهه يَجِبُ اَنْ نَعْبُدَ مَعَه اَوْ دُوْنِهٖ، فَقَالُوا لا اله الا الله، فَلَمَّا شَاهِدُوْا كبر محلنا كبّرنا لتعلم الملائكة اَنَّ اللهَ اكبر مِنْ اَنْ يَنَالُ عظم المحل اِلَّا بِه ، فَلَمَّا شاهدوا مَا جَعَلَهُ اللهُ لَنَا مِنَ الْعِزّه والْقُوَّةِ قُلْنَا لَا حَوْلَ لَنَا وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ ،لتعلم الملائكه ان لَا حَوْلَ لَنَا وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ فَلَمَّا شَاهِدُوا مَا اَنْعَمَ الله

اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى

طرف اس کی کہ پاک ہو تو اور راہ دکھاتاہوں میں تجھ کو طرف

رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝۱۹ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰ فَكَذَّبَ

پروردگار تیرے کی پس ڈرے تو پس دکھادی اس کو نشانی بڑی پس جھٹلایا

وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ

اور نافرمانی کی پھر پیٹھ پھیری سعی کرتے ہوئے پس اکٹھا کیا پس پکارا پس کہا

وہ آلائشوں سے پاک ہونا چاہتا ہے ؟ (۱۹) اگر ایسا ہے تو میں تجھے تیرے پروردگار کی طرف ہدایت کرتا ہوں چنانچہ تجھے عاجزی اختیار کرنا لازم ہے ۔ (۲۰) بعدہ اسے موسیٰؑ نے بڑی آیت یعنی معجزہ بھی دکھایا ۔ (۲۱) چنانچہ فرعون نے موسیٰؑ کو جھٹلایا اور نافرمانی بھی کی ۔ (۲۲) پھر اپنی کوششوں کو برسرکار لانے کے لئے ماضی کی طرف پلٹا ۔ (۲۳) چنانچہ اس نے ماہرین کو جمع کیا اور کہا کہ (۲۴) میں تمہارا

و ہمہ گیری کا اعلان شروع کیا تاکہ ملائکہ کو یہ سکھائیں کہ ہم تو اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہیں ۔ اور یہ کہ اللہ تو ہماری مخلوقانہ صفات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں رکھتا۔ یہ سن کر ملائکہ سمجھ گئے اور انہوں نے ہمارے ساتھ ساتھ اللہ کی تسبیح کی۔ اورا للہ سے ہماری مخلوقانہ صفات کی نفی سمجھی۔ اور جب ملائکہ پر ہماری عظمتِ شان غالب آنے لگی تو ہم نے اللہ کی اِلٰہیت کا اعلان کیا، تاکہ ملائکہ کو یہ سکھائیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور اللہ نہیں ہے اور یہ کہ ہم تو اس کے غلام و بندے ہیں ۔ ہم معبود نہیں ہیں ۔ ہم پر اس کی یہاں اور علیحدگی میں بھی عبادت کرنا واجب ہے ۔ چنانچہ ملائکہ نے بھی توحیدِ خداوندی کا اعلان کیا۔ پھر جب انہوں نے ہمارے مقام کی بڑائی دیکھی تو ہمیں ہی بڑا سمجھنے لگے ۔ تب ہم نے اللہ کی تکبیر شروع کر دی، تاکہ ملائکہ کو یہ تعلیم دیں کہ اللہ ہی حقیقی طور پر اکبر ہے اور کسی کو کبریائی نہیں ملتی سوائے اس کے کہ اللہ ہی عطا نہ کر دے۔ پھر جب ملائکہ نے ہمیں عطا کردہ عزت و غلبہ اور قوت ملاحظہ کی تو ہم نے فوراً کہا کہ قوت اور ہر چیز پر احاطہ ملتا ہی نہیں جب تک کہ اللہ نہ دے۔ تاکہ ہم ملائکہ کو یہ سکھائیں کہ ہمیں ہر چیز پر احاطہ اور قوت اللہ ہی کی طرف سے ملی ہے ۔ اور جب ملائکہ نے یہ دیکھا کہ اللہ نے ہم پر کیا کیا انعامات کئے ہیں اور ہم پر اپنی اطاعت فرض کی ہے ، تو ہم نے الحمد للہ کہا تاکہ فرشتوں کو یہ سکھا دیں کہ اللہ نے ہم پر اپنی نعمتوں کے لئے ذکروشکر وحمد وثنا کرنا اپنا حق بتایا ہے ۔ چنانچہ ملائکہ نے بھی حمدوثنا کی، کہ انہوں نے ہمارے وسیلے سے ہدایت پائی اور توحیدِ خداوندی پر مطلع ہوئے۔ اور اس کی تسبیح و تہلیل اور حمدوثنا اور بزرگی پر عمل کرنا سیکھے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تھا اور ان کے صُلب میں ہمیں ودیعت کیا تھا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ہماری تعظیم میں آدمؑ کو سجدہ کریں۔ تاکہ ہماری افادیت و بزرگی کا اعلان ہوجائے۔ اور ان کا

بِهٖ عَلَيْنَا وَ اَوْجَبَهٗ لَنَا مِنْ فَرضِ الطاعةِ قُلْنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لِتَعْلَم الملائكة مَا يَحِقّ لِلّٰهِ تعالىٰ ذكره علينا مِنَ الحمد علىٰ نِعمَتِهٖ. فقالتِ المَلَائكة الحمد لِلّٰه فَبِنَا اهْتَدُوْا الىٰ معرفة توحيدِ اللّٰهِ وَتسبيحه وَ تحليله و تحميده و تمجيدهٖ ،ثُمَّ اَنَّ اللّٰهَ تبارك وتعالىٰ خَلَقَ آدمَ فَاَودعنا صلبه وامر الملائكة بالسّجود له تَعْظِيْمًا لَنَا وَاِ كرَامًا وّ كَانَ سُجُودُهُمْ لِلّٰهِ عزّوَجلّ۔ عُبُودِيَةً وَلِاٰدمَ اِكرامًا وّ طاعة لِكُوْنِنَا فِي صلبه ۔ فَكَيفَ لا تكون افضل مِن الملائكة وَ قَدْ سجدوا لِاٰدم كُلّهُم اجمعون وَ اَنَّهٗ لَمَّا عرج بي اِلَى السماء اَذّنَ جبرائيل مَثْنىٰ مَثْنىٰ واقام مَثْنىٰ ، مَثْنىٰ ثُمَّ قَالَ لِيْ تَقَدَّم يا محمدؐ فَقُلْتُ لَهٗ يا جبرائيل اَتَقدّمُ عَلَيْكَ ؟ فَقَالَ نَعَمْ لِاَنَّ اللّٰه تبارك وتعالىٰ فَضّلَ انبياءَهٗ عَلىٰ مَلَائِكَتِهٖ اجمعين وَ فَضّلَكَ خَاصّةً فَتَقَدَّمْتُ فَصَلّيْتُ بِهِمْ وَلَا فَخْرَ فَلَمَّا انْتَهَيْتُ اِلىٰ حُجُبِ النور ، قال لِيْ جبرائيل تَقَدَّم يا محمدؐ و تخلّف عَنِّيْ فَقُلْتُ يا جبرائيل فِي مثل هٰذا الموضع تفارقني ؟ فقال يا محمدؐ ان انتهاءِ حدّي الّذي وَضَعَنِي اللّٰه عزّوجلّ فيه اِلىٰ هٰذَا المكانِ فَاِن تجاوزته اَحْتَرَقَتْ اجنحتي بِتَعدّي حدود رَبِّي جلّ جلاله فَزَجّ بِي فِي النّور زَجّةً حَتّىٰ انتهيت اِلىٰ حيث ما شآء اللّٰهُ مِنْ عُلُوِّ مُلْكِهٖ فَنُوْدِيْتُ يا محمدؐ فَقُلْتُ لَبَّيكَ رَبِّيْ وَسَعْدَيْكَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ، فَنُوْدِيْتُ يا محمدؐ اَنْتَ عَبْدِي و اَنَا رَبُّكَ فَاِيَّايَ فَاعْبُدْ وَعَلَيَّ فَتوكّل فَاِنّكَ نوري فِي عِبَادِيْ و رسُولِي اِلىٰ خَلْقِي وَ حُجّتِي عَلىٰ بَرِيّتِي لَكَ وَلِمَنِ اتَّبَعَكَ خَلَقتُ جَنّتِي وَلِمَنْ خَالَفَكَ خَلَقْتُ نَارِي وَلِاَ وْصِيَائِكَ اَوْجَبْتُ كرامتي وَلِشِيْعَتِهِمْ

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ

میں ہوں پروردگار تمہارا سب سے بلند پس پکڑا اس کو اللہ نے عذاب

الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

آخرت کے میں اور دنیا کے میں تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت ہے

لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾

واسطے اس شخص کے کہ ڈرتا ہے کیا تم سخت تر ہو پیدائش میں یا آسمان

سب سے بلند مرتبہ پروردگار ہوں۔ (۲۵) اس قول کی وجہ سے اللہ نے اسے دنیا اور آخرت میں نمونہ کے لئے سزا دی۔(۲۶) درحقیقت فرعون سے اس مواخذے اور حالات میں ہر اس شخص کے لئے چوکنا ہو جانے کا سامان ہے جو عاجزی کرتا ہو۔(۲۷) اے مخاطب لوگو یہ توسوچو کہ کیا تمہیں پیدا کرنا سخت کام ہے یا آسمانوں کا پیدا کرنا جسے اللہ نے بنایا ہے۔

سجدہ اللہ کے حکم کے لئے تھا تاکہ وہ اس کے عبد ہونے کا عملی ثبوت دیں اور آدمؑ کی عزت و اطاعت کو لازم سمجھیں اس لئے کہ ہم آدمؑ کے صُلب میں موجود تھے۔ چنانچہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم ہی ملائکہ سے افضل نہ ہوں؟ جب کہ ان سب نے مجموعی حیثیت سے آدمؑ کو بھی سجدہ کیا تھا۔ اور یہ دوسری دلیل ہے کہ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تھا تو جبرائیل نے ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ تم سب دو دو کی جوڑیوں میں کھڑے ہوجاؤ۔ اور وہ سب دو دو کرکے کھڑے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے کہا تھا کہ اے محمدؐ تم ہم سب کو نماز پڑھانے کے لئے امام کی جگہ آگے بڑھو۔ میں نے بات پکی کرنے کے لئے کہا کہ اے جبرائیل کیا میں تم سے بھی آگے بڑھ جاؤں ؟ تو جبرائیل نے جواب دیا کہ جناب اللہ تعالیٰ نے تو تمام اپنے نبیوںؑ کو فرشتوں پر فضیلت دی ہے۔ اور تمہیں تو مخصوص افضلیت حاصل ہے۔ اس لئے تم ہی نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان کو نماز پڑھا دی۔ اور یہ پیش نمازی میرے فضائل کے مقابلہ میں کوئی قابل فخربات نہیں تھی۔ چنانچہ جب نورانی پردوں کے قریب پہنچا تو جبرائیل نے کہا کہ بس جناب اب آپ تنہا آگے بڑھیں اور مجھے اپنے پیچھے یہیں کھڑا چھوڑ جائیں۔ میں نے کہا کہ اے جبرائیل تم مجھے ایسے مہتم بالشان مقام پر تنہا چھوڑتے ہو؟ جبرائیل نے کہا اے محمدؐ یہ مقام اللہ کی طرف سے میرے لئے انتہائی حد ہے۔ اگر میں اس حد سے تجاوز کروں

اَوْجَبْتُ ثَوَابِيْ۔ فَقُلْتُ يَارَبِّ مَنْ اَوْصِيَائِيْ؟ فنوديتُ يامحمد اوصياؤك المكتوبين عَلٰى سَاق عرشي ، فنظرتُ وَاَنَا بين يدى ربِّى جلّ جلاله اِلٰى ساق العرش فَرَأيتُ اثنى عشر نورًا فِي كُلِّ نُوْرٍ سطر اخضر عليه اسم وصى مِنْ اَوْصِيَائِىْ اَوَّلُهُمْ عَلِىٌّ بن ابى طالبؑ وَ آخِرُهُمْ مهدى اُمَّتِى فَقُلْتُ يَارَبِّ هٰؤُلَاءِ اَوْصِيَائى مِنْ بَعْدِى فنوديت يامحمدؐ هٰؤُلَاءِ اوليائى واحبائى و اصفيائى و حُجَجِى بعدك عَلٰى بريتى وهُمْ اوصياؤك و خلفاؤك وخير خَلْقِى بعدك وَعِزَّتى وجلالِي لَاَظْهَرَنَّ بِهِمْ دِيني وَلَاُعْلِيَنَّ بِهِمْ كلمتى وَلَاُطَهِّرَنَّ الارض بِآخرهِم مِنْ اَعْدَائِى وَلَاُمَكِّنَنَّهُ مشارق الارض و مَغَاربها وَلَاُسَخِّرَنَّ له الرِّيَاحَ وَلَاُذللنّ له السحاب الصعاب وَلَاُرقينه فِي الاسباب وَلَانصرنه بِجُنْدِى وَلَاُمَدَّنَّهُ بِمَلَائِكَتِى حَتّٰى تعلو دعوتى و يجتمع الخلق عَلٰى توحيدى ثم لا ديمن مُلْكُهُ وَلَاُدَاوِلَنَّ الْاَيَّامَ بَيْنَ اَوْلِيَائِى اِلٰى يَوْمِ القيامة۔

(عِلَل الشرائع صفحہ ۵)

تو حدود شکنی کی سزا میں میرے بال و پر اور قدرت جل کر راکھ ہوجائے گی۔ چنانچہ مجھے اس نور میں داخلہ دیا گیا۔ یہاں تک کہ میں وہاں پہنچا جہاں اللہ چاہتا تھا۔ اور جہاں اس کی بادشاہی پورے عروج پر تھی۔ چنانچہ مجھے پکارا کہ اے محمدؐ سنو!! میں نے عرض کیا کہ میں حاضر و متوجہ ہوں اے میرے پروردگار اور تیری بزرگیوں ، بلندیوں اور عطا کردہ سعادت مندیوں کے ساتھ حاضر ہوں۔ پھر مجھے پکارا گیا کہ اے محمدؐ تو میرا خاص بندہ ہے۔ اور میں تیرے لئے ہی پروردگاری کرنے والا بنا ہوں۔ چنانچہ صرف میری ہی اطاعت و عبادت کرنا، اور مجھ پر ہی توکل رکھنا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو میرا نور ہے میرے تمام بندوں کے لئے ہے، اور میری تمام مخلوقات کے لئے رسولؐ ہے، اور میری ساری بے عیب مخلوقات پر تو میری حجت ہے۔ جو لوگ تیرے قدم بقدم چلیں، میں نے ان کے لئے اپنی جنت پیدا کی ہے۔ اور جو تیری مخالفت کرے ان کے لئے اپنی آگ پیدا کی ہے۔ اور تیرے اوصیاء کے لئے میں نے عزت و افادیت واجب کردی ہے۔ اور ان کے طریقوں

(۲۸) اس کے گنبد نما حصہ کو بلند رکھا پھر اسے موزونیت عطا کی ہے۔(۲۹) آسمانی رات کو جُھکتی کھسکتی اور گہری ہوتے ہوئے آنے والی اور اس کے اجالے اور دھوپ کو (۳۰) اور وہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ نے زمین کو تان دیا۔(۳۱) اور پھر زمین میں ودیعت شدہ اس کا پانی باہر نکالا اور اس میں سے خوراک نکالی ۔(۳۲) اور یہ پہاڑ زمین میں گاڑ کر اسے مستحکم کر دیا ۔ (۳۳) جو تمہارے اور جانوروں کے لئے سامان حیات بنے گا ۔ (۳۴) چنانچہ جب تمہاری شامت کے لئے وہ

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ

بنایا اس کو بلند کیا ہے موٹاپا اُس کا پس برابر کیا اُس کو اور ڈھانک دیا

لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

رات اس کی کو اور نکال دیا دھوپ اس کی کو اور زمین کو پیچھے اس کے

دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ

بچھا دیا اس کو نکالا اُس میں سے پانی اُس کا اور چارہ اس کا اور پہاڑوں کو

اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا

گاڑ دیا فائدہ واسطے تمہارے اور واسطے چارپایوں تمہارے کے پس جس وقت

کی اشاعت کرنے والوں کے لئے ثواب مقرر کر رکھا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے پالنے والے بھلا میرے وہ اوصیاء کون ہیں؟ تو پکار کر فرمایا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیاء کے نام ساقِ عرش پر لکھے ہوئے ہیں ۔ پڑھ کر دیکھ لو چنانچہ میں نے اللہ کے روبرو کھڑے کھڑے ساقِ عرش پر نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ بارہ عدد نور جگمگا رہے ہیں ۔ ہر نور میں ایک سبز رنگ کی سطر ہے جس میں میرے اوصیّاء کے نام لکھے ہوئے تھے ۔ ان میں پہلا نام علیؑ کا تھا اورآخری نام میری اُمت کے مہدیؑ کا تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پروردگارا کیایہی میرے اوصیّاء ہیں جو میرے بعد میری وصیتوں کو پورا کریں گے؟ مجھے پکار کر بتایا گیا کہ اے محمدؐ یہی میری طرف سے میرے ولی و حاکم ہیں ، اور میرے محبوب ہیں اور میرے منتخب و معزز ہیں ۔ اور تیرے بعد میری تمام بے عیب مخلوق پر میری حجتیں ہیں ۔ اور نہ صرف تیرے اوصیاؑء ہی ہیں بلکہ تیرے خلفاء اور تیرے بعد میری تمام مخلوق پر با اختیار ہیں ۔ اور میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ ان اوصیّاء، خلفااور اولیا کے ہاتھوں میں اپنے دین کو مکمل طور پر نافذ کراؤں گا۔ اور ان کے ہاتھوں اپنے کلمہ کو بلند کراؤں گا۔ اور اس زمین کو ان میں کے آخری خلیفہ کے ہاتھوں اپنے دشمنوں سے پاک کراؤں گا۔ اور اسے روئے زمین کی مشرقوں اور مغربوں پر قدرت عطا کروں گا۔ اور ہواؤں کو اس کا مسخر و مطیع بناؤں گا۔ اور اس کے لئے بانجھ بادلوں کو بھی عاجز کردوں گا۔ اور یقیناً میں اس کے لئے بلند ترین ترقی کا انتظام کروں گا۔ اور تمام وسائل و اسباب اس کے حوالے کردوں گا۔ میں اپنی افواج سے اس کی نصرت کروں گا۔ میں اس کی مدد فرشتوں سے اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک میری منشا اور مقصد شہرت حاصل نہ کرلے ۔ اور میری توحید پر تمام مخلوق متفق نہ ہوجائے ۔ پھر اس کی حکومت کبھی ختم نہ ہوگی۔ اور ہم دنوں کو اس طرح گردش دیں گے کہ میرے مقرر کردہ تمام حاکم قیامت تک حکومت کریں ۔ (علل الشرائع صفحہ ۵ تا ۷) یہ تھی محمدؐ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی وہ منزلت ہے جو انہیں نہ صرف ملائکہ کا بلکہ پوری کائنات کی ہر مخلوق کا حاکم ثابت کرتی ہے ۔ اور بتاتی ہے کہ ملائکہ نے جو کچھ سیکھا وہ ان ہی حضرات سے حاصل کیا اور وہ انؑ ہی کے لئے پیدا کیۓ گئے اور ان کے ہی مشن میں ممد و مددگار بنائے گئے تھے۔ اور یہ کہ کائنات ہویا جنت یا جہنم ہو یا خود آدمؑ اور اولاد آدمؑ ہو یا تمام انبیائے مرسلینؑ ہوں، ہرگز پیدا نہ کئے جاتے اگر چہاردہ معصومینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم کو پیدا نہ کرنا ہوتا یعنی وہ حضراتؑ مقصدِ تخلیقِ کائنات ہیں اور خود اللہ کا مقصدِ اعظم ہیں وہ اوّلین مخلوق اوّلین مسلم (انعام ۱۶۴ / ۶) وعابد(۸۱ / ۴۳) ہیں ۔ قرآن کریم انہیں روز ازل سے پوری کائنات کا نذیر اور رحمت کہتا ہے جو اللہ کی رحمت کی صورت میں کائنات کی ہر ہر شے ہر ہر مخلوق وموجود تک وسعت رکھتے ہیں(اعراف ۱۵۶ / ۷) وہی ہیں وہ مقدس ہستیاں جو ہر پیچیدہ مرکب یا مفرد چیزوں کی گہرائی تک رسائی رکھتے ہیں(۱ / ۷۹) اور انہیں اصلاحی و ترقی پذیر صورت میں تبدیل کرتے ہیں(۱ / ۷۹) جو نوع انسان کو نشاط وعشرت فراہم کرتے ہیں (۲ / ۷۹) جو ساری کائنات میں بیک لحظہ آمد و رفت رکھتے ہیں(۳ / ۷۹) جن کے سامنے

بڑی آفت آکر گھیرلے گی (۳۵) تب یہ مخصوص انسان بھی اپنی تمام کوششوں اور ان کارکردگیوں کو پچھتا کر یاد کرے گا۔(۳۶) اور اسی دن اس شخص کو جو آنکھیں دکھاتا رہتا ہے۔سخت گرم قید خانہ (حاقہ ۳۱ / ۶۹) زنجیروں اور طوق کے لئے چیلنج کرے گا ۔(۳۷) چنانچہ وہی جس نے	جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا آویگی آفت تمہاری بڑی اس دن یاد کرے گا آدمی جو سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ سعی کی تھی اور ظاہر کی جاوے گی دوزخ واسطے اس شخص کے کہ دیکھتا ہے پس اے پر جس نے

یہ کائنات کف دست سے بھی چھوٹی ہے (کافی) وہی ہیں جنہیں کائنات کی ہر مخلوق حتّٰی کہ ملائکہ پر بھی سبقت حاصل ہے (۴ / ۷۹) اور وہی ہیں جن کے لئے تدبیر امور کائنات کے لئے ملائکہ ایسی قوتوں کو بھی خادم بنایا گیا ہے (۵ / ۷۹) اور وہی ہیں جو قائم قیامت کے لقب سے ملقب اور قیامت و رجعت و محشر کو برپا کرکے مواخذہ کرنے والے ہیں(۶ / ۷۹) جو ابوتراب یعنی زمین کے باپ ہیں جن کے حکم سے زمین جھنجوڑ کرر کھ دی جائے گی (۸۔۷ / ۷۹) اور نظریں جھک کر رہ جائیں گی (۹ / ۷۹) ان ہی کے حضور میں حاضری پر تعجب و طنز کیاجاتا تھا (۱۰ / ۷۹) قریش ان ہی کی ایسی قدرت کے منکرتھے جو گلی سڑی ہڈیوں کو قیامت سے پہلے رجعت میں مواخذہ کے لئے زندہ کرسکے (۱۱ / ۷۹) ورنہ وہ اللہ کے لئے تمام قسم کی قدرتوں کے قائل تھے ۔ انکار تو محمدؐ و آلِ محمدؐ کا تھا اور آخر میں کہتے تھے کہ اگربالفرض محال ایسا ہوگیا تب تو ہماری زندگی اور کاروبار بڑے گھاٹے کاسودا ہوگا ۔ ان کو بتایا گیا کہ تمہاری واپسی تو صرف ایک دھمکی دینے سے ہوجائے گی (۱۳ / ۷۹) اور تم سب آنا فاناً کھلے میدان میں سراسیمہ موجود ہو جاؤ گے (۱۴ / ۷۹) اس لئے کہ وہ دھمکی دینے والا رب الارض ہے (زمر ۶۹ / ۳۹) تم ہی نہیں اس روز تو تمام انبیاؑ اور شہدا چلے آئیں گے (۶۹ / ۳۹) وہ تو ویساؑ ہی انسان ہوگا جیسا کہ اس کا داؔدا تھا جس نے زمین کا زلزلہ روکنے کے لئے دھمکی دے کر کہا تھا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے ۔

"ایک مخصوص انسانؑ زمین سے پوچھے گا کہ یہ تجھے کیا ہوگیا ہے ؟ اور زمین تھم کر اپنی تمام خبریں سنا ڈالے گی۔"

وَقَالَ الْإِنسَٰنُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ (زلزال ۴۔۳ / ۹۹)

لہٰذا وہی زمین تمہیں بھی اپنے باقی سامان اور امانتوں کے ساتھ اچھال کرباہر پھینک دے گی (زلزال۲ / ۹۹)
پھر قریش کو فرعون کے بیان شدہ قصے کی موٹی موٹی باتیں سنا کر کہا کہ فرعون کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات میں مستقل عبرت اور تمہاری اس بات کا جواب بھی پوشیدہ ہے (۲۶ تا ۱۵ / ۷۹) یعنی جس طرح ہم نے اس کے مردہ جسم کو قیامت تک محفوظ رکھا اسی طرح تمہیں زندہ کرکے حاضر کرسکتے ہیں کہ تمہارا بھی پورا سامان ہمارے اسٹور میں محفوظ ہے ۔ پھر ان سے کہا گیا کہ تمہارا پیدا کرنا تو کچھ بھی مشکل نہیں حتّٰی کہ اب تم کوخود تمہارے ماں باپ پیدا کررہے ہیں۔ لیکن ہم نے تو آسمان و زمین اور کائنات اور چھوٹی بڑی اور محیر العقول چیزوں کو پیدا کیاہے ۔ تم ہمارے سامنے یہ کیا گھٹیا باتیں کرتے رہتے ہو (۳۳ تا۲۷ / ۷۹) ؟ کہ گلی سڑی ہڈیاں کیسے زندہ کی جائیں گی (۱۱۔۱۰ / ۷۹) اور یہ کہ وہ گھڑی یا وقت کب آئیگا (۴۲ / ۷۹) قارئین نوٹ کریں کہ یہ سورۂ نازعات بھی بلا کسی لکنت اور الجھاؤ کے مسلسل بولتی چلی گئی ہے شرط یہی ہے کہ آپ ہرسورت کا پہلا اور اوّلین خطاب قریشی لیڈروں سے بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے لیڈروں سے سمجھ کرسورتوں کو پڑھیں اور ان مجرموں پرسے نظر نہ ہٹائیں ۔ خواہ تذکرہ فرعون ہی کا کیوں نہ ہورہا ہو سوچیں کہ ضرور فرعون کے ذکر کے وقت رسوؐل کے سامنے کوئی قریشی فرعون بیٹھا ہوگا اور فرعون کا تذکرہ اسی کو مخاطب کرکے کیاجا رہا ہے ۔

۲۔ایسے کھلے خطاب کے بعد اے قارئینِ قرآن آخر تم اورکس بات کو مانو گے ؟(مرسلات ۵۰ / ۷۷)

جیسا کہ رسوؐل اسی قریشی فرعون کا ذکر فرما رہے ہیں جو تلاوتِ قرآن کے وقت رسوؐل پر نظریں گاڑے دیکھ رہا تھا اور آپؐ اس دیکھنے والے کا یوں بیان فرماتے ہیں کہ :

"اس دن یہ مخصوص شخص اپنی مخالفانہ کوششوں کو پشیمانی کے ساتھ یاد

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَٰنُ مَا سَعَىٰ ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿۳۶﴾ (النازعات:۳۶۔۳۵ / ۷۹)

طَغٰى ۝٣٧ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٣٨ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ

سرکشی کی اور اختیار کیا زندگانی دنیا کو پس تحقیق دوزخ وہی ہے جگہ

الْمَاْوٰى ۝٣٩ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ

رہنے کی اور اے پر جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے آگے پروردگار اپنے کے اور

نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١

منع کیا جی اپنے کو خواہش سے پس تحقیق بہشت وہی ہے جگہ رہنے کی

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝٤٢

سوال کرتے ہیں تجھ کو اے محمدؐ قیامت سے کب ہے وقت کھڑے ہونے اُس کے کا

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝٤٤

بیچ کس بات کے ہے تو یاد اس کی سے طرف رب تیرے کے ہے انتہا اس کی

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝٤٥

سوائے اس کے نہیں کہ تو ڈرانے والا ہے اس شخص کو کہ ڈرتا ہے اس سے

طاغوت کی پیروی اختیار کی ہے۔ (نساء ۶۰ / ۴) (۳۸) اور دین پر دنیا کو ترجیح دی ہے (بقرہ ۲۰۴ / ۲، آلِ عمران ۱۵۲ / ۳) (۳۹) یقیناً وہ جحیم والا قید خانہ ہی اس کی جائے ورود ہے۔ (۴۰) رہ گیا وہ شخص جس نے اپنی ذات سے خواہشات کو دور رہنے کا حکم دے رکھا ہے اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے۔ (۴۱) اس کے لئے تو جنت (بلکہ دو جنتیں، رحمٰن ۴۶ / ۵۵) ہی اس کی جائے ورود ہے۔ (۴۲) اے نبیؐ یہ قریشی لیڈر تم سے یہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آخر وہ گھڑی کب آ کر ٹھہرے گی (یعنی ہماری شامت کب آئے گی)؟ (۴۳) اے رسولؐ تمہیں اس گھڑی کا وقت بتانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ (۴۴) قیامت کی اس گھڑی کے شروع ہونے کے بعد انتہائی منزل تیرے رب کے آخری و انتہائی فیصلوں پر ہونا ہے۔ (۴۵) اصل بات تو اس کے سوا مطلوب ہی نہیں کہ تم تو ان لوگوں کے لئے نذیر ہو جو تنذیر سے نرم ہو بن جائیں

کریگا۔ اور اسی شخص کو جہنم چیلنج کرے گا جو (مجھے گھور گھور کر) دیکھتا ہے۔"

یقیناً تلاوت کرتے ہوئے حضورؐ کی نظریں اس لیڈر سے لڑ رہی ہوں گی اور بات آنکھ ملا کر کی جا رہی ہوگی۔ ہم یہ جانتے اور مانتے ہیں اور قرآن نے بھی کہا ہے کہ قرآن نہ صرف پوری نوع انسان کے لئے ہے بلکہ پوری کائنات کے لئے ہے۔ مگر سب سے پہلے یہ قرآن قریش کے لئے ہے۔ اس کے پہلے مخاطب قریش ہیں۔ یہ جو کچھ کہتا ہے پہلے قریش کے لئے کہتا ہے اور قریش نام کی یہ قوم دنیا کی سابقہ و آئندہ تمام اقوام کی نمائندہ ہے۔ دنیا میں اچھا یا برا نہ پہلے کوئی ایسا کام ہوا اور نہ آئندہ ممکن ہے جو قریش میں نہ ہو چکا ہو یا آئندہ ہونے والا نہ ہو۔ اور یہ بات رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش کو ٹھونک بجا کر بتائی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ قریش اس قیامت خیز گھڑی (الساعۃ) کی آمد پر سوالات پوچھتے رہتے تھے (۴۲ / ۷۹) ان کے جواب میں رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ:

عَنِ النَّبِيِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم قال "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَاْخُذَ اُمَّتِيْ بِاَخَذِ الْقُرُوْنِ قَبْلِهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ" فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَفَارِسَ والرُّوْمِ؟ قَالَ "مَنِ النَّاسُ اِلَّا اُولٰئِكَ؟" (صحیح بخاری جلد ۲ پارہ ۲۹ صفحہ ۱۰۸۸ اواخر)

(۲) عَنِ النَّبِيِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم قَالَ "لَتَتْبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَّ ذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جحر ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهم" قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى؟ قال "فَمَنْ"؟ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۸ پارہ نمبر ۲۹ اواخر)

قیامت کی وہ گھڑی اس وقت تک ہرگز نہ آئے گی جب تک کہ میری اُمت ہر وہ کام ناپ تول کر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر نہ کر گزرے جو اس سے پہلے کے زمانوں میں ہو چکے ہیں" پوچھا گیا کہ حضور کیا ایرانیوں اور رومیوں والے کام بھی آپؐ کی اُمت کرے گی؟ فرمایا کہ ان کے سوا اور کون آدمی ہو سکتے ہیں؟"

دوسری حدیث میں یہی بات اپنے قریشی صحابہ کو مخاطب کر کے دو ٹوک طریقے پر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ:

"اے قریشی مسلمانو! تم لوگ اپنے سے قبل کے لوگوں کی ضرور بالضرور بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر قدم بقدم پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر سابقہ لوگوں میں سے کوئی آدمی کسی گوہ کے سوراخ (بل، بھٹ)

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے اس کو نہ رہے تھے مگر ایک شام یا صبح اس کی

(۴۶) جس دن قریش اس گھڑی سے دوچار ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے گویا کہ وہ دنیا میں اُس گھڑی کے عرصہ کی ایک شام یا ایک صبح کے برابر موجود رہے تھے۔

میں گھسا تھا تم بھی ضرور اسی طرح ان کی پیروی میں گھسو گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی بھی کریں گے ؟ فرمایا کہ یہود و نصاریٰ ہی کی پیروی تو تم نے کرنا ہے (فمن)

(۲۔الف) اللہ قرآن میں اور رسولؐ احادیث میں قریشی لیڈروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے رہے ہیں (۳۶ / ۷۹)

یہ صرف دو احادیث نہیں ہیں۔ بلکہ بخاری میں آپ کو ایسی احادیث کا انبار ملے گا جن سے قریش کی مخالفت اور مخالفانہ منصوبوں کا پورا حال اور مقصد سامنے آجاتا ہے۔ لہٰذا یہاں (۳۶ / ۷۹) واضح الفاظ میں اس شخص کو سامنے لایا گیا جو تلاوت قرآن کے وقت رسولؐ کو نظریں جمائے دیکھ رہا تھا (۳۶ / ۷۹) اس سے زیادہ وضاحت کی نادانوں کو بھی ضرورت نہیں ہے۔ رہ گیا یہ بتانا کہ اس آیت (۳۶ / ۷۹) میں رسولؐ کی طرف دیکھنے والا قریشی لیڈر کون تھا؟

(۲ ۔ ب) رسولؐ پر نظر رکھنے والا اور آپؐ کو مارشل ازم کی ترغیب دینے والا عظیم لیڈر تھا۔

یہ وہی شخص تھا جو ہمیشہ رسولؐ کو بحث و مباحثہ میں الجھائے رکھتا تھا۔ اور جسے سورۂ بقرہ (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) میں سامنے رکھا گیا تھا اور بار بار نام و صفات کے ساتھ ہم نے اسے اور اس کی پالیسیوں کو دکھایا ہے۔ جو رسولؐ کو اپنی اسکیموں سے حیران اور بور (BORE) کرنے میں لگا رہتا تھا۔ اور جسے اللہ نے رسولؐ کا سب سے بڑا مدِّمقابل اور دشمن قرار دیا ہے (۲۰۴ / ۲) اور جس کے قائم کردہ مارشلزم نے اس دنیا کو قتل گاہ بنا کر اپنا تسلط جمایا تھا (۲۰۵ / ۲) اور جو مسلمانوں کا پیارا خلیفہ تھا اور جس کی اسکیم سے خاندان رسولؐ کا قتل عام کیا گیا تھا۔ اور جس نے علیؑ و اولاد علیؑ کو حکومت اور وراثت سے محروم کیا تھا۔ (الفاروق۔طبری)

۳۔قیامت کی ابتدا اسلام کی مکمل تنفیذ اور ظہورِ حجتؑ و رجعت سے ہو گی اور انتہا اللہ کے انتہائی احکام پر ہو گی۔

ہم قرآن کریم سے بار بار اور طرح طرح سے یہ دکھاتے چلے آرہے ہیں کہ لفظ قیامت کی پشت پر اللہ کے عظیم الشان مقاصد ہیں اور ان مقاصد کو عملی صورت دینے کے لئے لاکھوں کروڑوں سال کا زمانہ درکار ہے۔ لیکن قریشی علما نے ”قیامت“ نام رکھ لیا ہے تمام نوع انسان کے مردوں کو زندہ کرکے کھڑے کرنے کا۔ اور قیامت کا مقصد نوعِ انسان سے مواخذہ اور حساب کتاب اور پھر جنت یا جہنم میں داخلہ مشہور کردیا اور کہہ دیا کہ یہ سب کچھ آنا فانا ہوجائے گا۔ یعنی قیامت چند گھنٹوں یا ساعتوں میں مکمل ہوجائیگی۔ لیکن قیامت کے معنی اگر صرف ”مردوں کو زندہ کرکے کھڑا کردینا ہیں“ تو تمام انسانوں اور تمام موجودات کو ایک صور کی آواز سے مار ڈالنا قیامت کے معنی سے خارج ہوجائے گا۔ جو کہ حقیقتاً قیامت کے اندر ہی داخل ہے لہٰذا قیامت کے یہ معنی کرنا غلط ہوا۔ لہٰذا ”قیامت“ کے معنی اس صورت حال کا قیام ہیں جس میں اسلام کا ہر وہ حکم اور مقصد عملاً برسرِعمل آکر رہے جو آدمؑ سے لے کر قربِ قیامت تک ازراہِ مشیت و مہلت و رعایت اور اتمام حجت کی بنا پر نافذ نہ ہوا تھا۔ یعنی قیامت میں اسلام کا مکمل نفاذ (توبہ ۳۳۔۳۲ / ۹) بھی شامل ہے۔ اور یہ تکمیل قائمِ قیامت، حضرتِ حجتؑ، بارہویں محمدؐ کے ہاتھوں ہونا ہے چنانچہ اس طویل دور میں جو لوگ اسلامی سزاؤں سے بچ نکلے تھے۔ اور جزا سے محروم رہ گئے تھے ان کو جزا و سزا دے کر اسلام کے باقی ماندہ احکام پر عمل کرایا جائے گا۔ اور اس عمل درآمد کا نام رجعت ہے جس میں پوری پوری جزا دی جانا ہے سنیئے اللہ نے کہا کہ:

(۳۔ الف) قیامت کی ابتدا ”رجعت“ سے اور انتہا اللہ کے انتہائی فیصلے جنت و جہنم پر ہو گی۔

مودودی کا ترجمہ: ”اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی اور اس کی پوری جزا اس کو دی جائے گی ،اور یہ کہ آخر کار پہنچنا

تیرے رب ہی کے پاس ہے "(نجم ۴۲ تا ۳۹ / ۵۳)
مطلب یہ کہ "اللہ کے پاس" پہنچنے سے پہلے پہلے تمام ہی انسانوں کو ان کا سارا کیا دھرا آنکھوں سے دکھانے کے لئے کم ازکم اسی قدر مدت درکار ہے جو ان پر ان کے دورحیات میں گزری تھی اور یہ سب دکھانے اور اس کی جزا و سزا دینے کے بعد اب یہ آخری آیت برسرکار آئے گی جو سورۂ نجم میں مذکور ہوئی یعنی " وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلۡمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ النجم: " اور یہ کہ سعی دکھانے، جزا عطا کرنے کے بعد انتہا تیرے رب کی طرف ہوگی (۴۲ / ۵۳) جیسا کہ سورۂ نازعات میں دہرایا گیا ہے۔ کہ: إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ ﴿٤٤﴾ (النازعات: ۴۴ / ۷۹) کہ اس گھڑی کا آخری یا انتہائی دور تیرے پروردگار کے انتہائی فیصلے پر ہوجائے گا۔

(۳۔ ب) علامہ کبھی غلط ترجمانی اور فریب سازی سے باز نہیں آتے ہیں۔ چونکہ صحیح ترجمہ کرنے سے رجعت کا علم ہوجانے کا اندیشہ تھا اس لئے مودودی نے سورۂ نازعات کی آیت کے معنی بدل ڈالے۔ ذرا آپ لفظ انتہیٰ اور منتہیٰ کے معنی علامہ سے سنیں:

سورۂ نجم میں منتہیٰ کے معنی:

(۱) "وہ بیری کا درخت جو آخری یا انتہائی سرے پر واقع ہے"
(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ حاشیہ نمبر ۱۱)
(۲) "آخرکار پہنچنا تیرے رب ہی کے پاس ہے "(تفہیم ۵ صفحہ ۲۲۰)

(۱) " عِندَ سِدۡرَةِ ٱلۡمُنتَهَىٰ ﴿١٤﴾ (النجم: ۱۴ / ۵۳) "
(۲) إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلۡمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ (النجم: ۴۲ / ۵۳)
(۳) إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ ﴿٤٤﴾ (النازعات: ۴۴ / ۷۹)

سورۂ نازعات میں منتہیٰ کے معنی:۔

(۳) "اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۴۷)
قارئین قرآن کی تکذیب کرنے والوں (انعام ٦٦ / ٦) پر لعنت بھیجتے جائیں اور سوچتے جائیں کہ اس آخری آیت (۴۴ / ۷۹) میں لفظ علم کہاں سے آگیا؟ اور یہ کہ اس ملعون نے بلا قرآن کے بیان کے حضورؐ کو اس فرضی علم سے بھی جاہل ثابت کیا ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ اللہ نے سورۂ نازعات میں ان لوگوں کا حال یوں بیان کیا ہے جو رجعت میں ماخوذ و ماجور ہوں گے کہ: "گویا وہ زمانۂ رجعت یا ساعت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو رجعت یا ساعت کے ایک دن کے برابر بھی نہ سمجھیں گے بلکہ ساعت کے ایک پہر کے برابر قرار دیں گے۔" (لَمۡ يَلۡبَثُوٓاْ إِلَّا عَشِيَّةً أَوۡ ضُحَىٰهَا ﴿٤٦﴾ النازعات:) اس سے بھی ثابت ہوا کہ زمانہ رجعت ایک نہایت طویل ترین زمانہ ہوگا۔ اور اس کے بعد آخری زمانہ میں براہِ راست اللہ کے آخری و انتہائی فیصلوں کے لئے حاضر ہونا ہوگا اور وہ یوم آخر ہوگا۔ اور اس میں ابدی جنت یا ابدی جہنم کا فیصلہ صادر ہوگا۔ اور دنیا کے تمام جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔

قارئین کے لئے انتباہ:

دوسروں کے ترجموں کو دیکھتے ہوئے یہ خیال رکھیں کہ آیات (۴۶ تا ۴۲ / ۷۹) میں آخری حرف یا ضمیر واحد مونث غائب "ہا" سے ساعۃ مقصود ہے لہذا ان پانچوں آیات (۴۶ تا ۴۲ / ۷۹) کے مضامین کو ساعۃ سے وابستہ کرنا لازم ہے یعنی:

۱۔ ساعت کب قائم ہوگی (۴۲ / ۷۹)

۲۔ ساعۃ کا سوال (۴۲ / ۷۹)

۳۔ ساعۃ کا ذکر (۴۳ / ۷۹)

۴۔ ساعۃ سے ڈرانا (۴۵ / ۷۹)

۵۔ ساعت کا پچھلا یا اگلا پہر۔ یا ساعت کی صبح یا شام۔

سُوْرَةُ عَبَسَ

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اثْنَتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَاحِدٌ

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بیالیس (۴۲) آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَ مَا

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور کس چیز نے

يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ

معلوم کروایا تجھ کو شاید کہ وہ پاک ہو جاتا یا نصیحت سنتا پس فائدہ دیتی اس کو

الذِّكْرٰى ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ

نصیحت اے پر جو شخص کہ بے پرواہی کرتا ہے پس تو واسطے اس کے

تَصَدّٰى ⑥ وَ مَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦ وَ

تقید کرتا ہے اور کیا ملامت ہے اوپر تیرے یہ کہ نہ پاک ہووے وہ اور

اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ⑧ وَ هُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ

اے پر جو کوئی آیا تیرے پاس دوڑتا ہوا اور وہ ڈرتا ہے پس تو اس سے

(۱) اُس شخص نے حکومت الٰہیہ کے تصور پر تیور چڑھائے اور ولایت و حکومت و اقتدار پر قبضہ کی ٹھان لی۔ (۲) اس لئے کہ اس کے پاس ایک عقل کا اندھا وہ تصور لے کر پہنچا۔(۳) اے رسوؐل تمہیں کس مادی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ شاید وہ شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرلے گا (۴) یا یہ کہ وہ یاد دھانی کرانے کے بعد اپنی یاد سے نفع اندوز بھی ہو گا؟ (۵) رہ گیا وہ شخص جو تمہاری ہدایات سے مستغنی اور لاپرواہ ہے۔(۶) تو آپؐ اس کے مقابلہ میں ڈٹے رہتے ہیں۔(۷) باوجودیکہ اگر وہ نہ سدھرے تو آپؐ کے اوپر کوئی اعتراض قائم نہیں ہوتا ہے۔(۸) رہ گیا وہ شخص جو آپؐ کے پاس کوشش کرکے آتا ہے اور آتا رہے گا۔ (۹) اور بری باتوں سے ڈرتا ہے (۱۰) چنانچہ آپؐ اسے

تشریحات سورۂ عبس:

۱۔ سورۂ عبس کا ترجمہ وتفسیر آنحضرتؐ کی بھرپور توہین کے لئے غلط کرنا ضروری تھا۔

قریشی منصوبہ اس بنیاد پر تعمیر کیا گیا ہے کہ (معاذاللہ) رسوؐل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عام بشر تھے۔ جذبات و اعمال میں خطا بھی کرتے تھے۔ بشری کمزوریوں سے مغلوب بھی ہو جاتے تھے۔ اس بنیاد کو مستحکم کرنے کی کوششیں چودہ سو سال سے مسلسل ہوتی چلی آئی ہیں۔ چنانچہ قرآن میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے مقامات کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا ہے جہاں وہ اپنے باطل مقصد کو تقویت دینے کا موقع پاتے تھے۔ ان مواقع میں سب سے بڑا اور مفصل موقع سورۂ عبس سے اختیار کیا گیا ہے شیعہ مترجمین اور مفسرین نے پہلی آیت سے رسوؐل اللہ کو مراد نہیں لیا مگر آگے آنے والی نو (۹) آیات (۲ تا ۱۰ / ۸۰) میں رسوؐل ہی کو مراد لیا ہے رہ گئے قریشی انہوں نے تو خوب کھل کر حضورؐ کی توہین کی ہے۔ البتہ مودودی نے ذرا سجا اور سنوار کر اور منفی انداز میں رسوؐل کی وہ توہین کی ہے کہ اُدھر وہ لاجواب و بے مثل ہے اور اِدھر قاریوں کے دلوں میں جم کر رہ جانے والی ہے۔

(۱۔ الف) قارئین قرآن کو پھسلانے اور رسوؐل کی مذمت سننے کے قابل بنانے کے لئے مودودی کا منافقانہ بیان۔

چنانچہ علامہ نے رسوؐل کی منافقانہ طرف داری میں یہ لکھا ہے کہ: رسوؐل نے نہ بے رخی برتی اور نہ ان پر عتاب ہوا تھا۔

بہلا دیتے ہیں (۱۱) قارئین سنیں کہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یقیناً یہ تو ایک خاص تذکرہ ہے ۔ (۱۲) چنانچہ جو بھی چاہے اس تذکرہ کا ذکر جاری رکھے۔ (۱۳) یہ تذکرہ ایسے صحیفوں میں موجود ہے جو مفید ہیں ۔ (۱۴) بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں ۔

عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ
تغافل کرتا ہے ہر گز نہیں یوں تحقیق یہ نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے
ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾
یاد کرلے اس کو بیچ صحیفوں تعظیم کئے گیوں کے بلند کئے گئے پاک کئے گئے

"بظاہر کلام کے آغاز کا انداز بیان دیکھ کر آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ نابینا سے بے رخی برتنے اور بڑے بڑے سرداروں کی طرف توجہ کرنے کی بنا پر اس سورۂ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا گیا ہے لیکن پوری سورت پر مجموعی حیثیت سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل عتاب کفار قریش کے ان سرداروں پر کیا گیا ہے جو...."(تفہیم ۶ دیباچہ صفحہ ۲۵۱)

(۱۔ب) بے رخی رسولؐ ہی نے اختیار کی تھی اور عتاب رسولؐ پر ہوا تھا۔ قارئین یہ بیان نوٹ کرلیں اور سورۂ کی پہلی آیت کی تشریح سنیں : "اس پہلے فقرے (آیت کو عموماً فقرہ یا جملہ کہتا ہے۔احسن) کا اندازِ بیان عجیب لطف اپنے اندر رکھتا ہے اگرچہ بعد کے فقروں (یعنی آیتوں۔احسن) میں براہ راست رسولؐ اللہ کو خطاب فرمایا گیا ہے ۔ جس سے یہ بات خود ظاہر ہو جاتی ہے کہ ترش روئی اور بے رخی برتنے کا یہ فعل حضورؐ ہی سے صادر ہوا تھا"(تفہیم القرآن جلد۶ صفحہ ۲۵۳) اگلے صفحہ پر لکھا کہ:
"یہی ہے وہ نکتہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کے معاملے میں اس موقع پر نظر انداز کردیا تھا اور اسی کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ابن ام مکتوم کے ساتھ آپؐ کے طرزِ عمل پر گرفت فرمائی"(صفحہ ۲۵۴)
یہ ہے وہ فریب ساز جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے ۔ اور جس نے حضورؐ کی شان میں وہ باتیں لکھی ہیں جو کسی عقل مند مبلغ سے سرزد نہیں ہو سکتیں۔

۲۔اصل مجرم پہلی ہی آیت میں اپنی قدیم کج خلقی اور قومی حکومت سے شناخت ہوتا ہے ۔

کمال یہ ہے کہ پہلی آیت کسی واحد مذکر غائب کی ترش روئی اور ولایت یا حکومت سازی کی تصدیق کرتی ہے ۔یعنی رسولؐ کے مخاطبوں میں کوئی شخص ہے جو رسولؐ کا مدمقابل (تَصَدّٰى) (۶ / ۸۰) رہتا ہے اور یہ مدمقابل وہی ہے جس کو سورۂ بقرہ (۲۰۴ / ۲) میں دشمن اور مدمقابل حریف (اَلَدُّ الْخِصَامِ) فرمایا گیا تھا ۔ وہی تھا جو رسولؐ پر قومی حکومت اور دنیا پر تسلط کی اسکیم مسلط کرنے کی فکر میں رہتا تھا (۲۰۵ / ۲) اور جس کے لئے یہی لفظ تَوَلّٰى وہاں مذکور ہوا ہے اور علامہ رفیع الدین اور خود مودودی نے لفظ تَوَلّٰى کے معنی "حاکم" بن جانا اور "اقتدار حاصل" کر لینا کئے ہیں پھر دیکھیئے ۔

تَوَلّٰى کے معنی رفیع الدین : "اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تاکہ فساد کرے بیچ اس کے اور۔۔۔"(ترجمہ صفحہ ۳۴)

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ ﴿۲۰۵﴾ البقرۃ

مودودی کا ترجمہ : "جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔"(۲۰۵ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)
سوال یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات سورۂ عبس میں اسی لفظ "تَوَلّٰى" کے معنی کیوں صحیح نہیں کرتے ؟ جواب یہ ہے کہ قریشی اسکیم نے رفیع الدین ایسے سادہ شخص کو بھی مغالطہ میں رکھا ہے اور مودودی ایسے عیار شخص کو رسولؐ کی توہین کے مواقع کی تلاش رہی ہے ۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ اہم مقامات پر قرآن کے الفاظ کے معنی ادل بدل کر لکھے جائیں ۔
بہرحال قارئین اپنا اطمینان کرلیں کہ اللہ نے قریش کے اسی اشتہاری مجرم کو سامنے رکھا جس کا ذکر ہر سورۂ میں ادل بدل کر اور پالیسیوں کے مختلف پہلو دکھانے کے لئے ہوتا چلا آ رہا ہے ۔ اس کا حکومت کے متعلق وہ پروگرام قبول نہ کرنا اور کبیدہ خاطری اور غم و غصہ کا اظہار کرنا اپنی قوم کے فیصلے کی تائید میں ضروری تھا کہ نبوت و حکومت رسولؐ کے خاندان میں جمع نہ ہونے دی جائے گی (تاریخ طبری ۔الفاروق) لہٰذا اس نے منہ بنایا ناک بھوں چڑھائی ۔ ترش روئی اعلانیہ دکھائی ۔ اور

یہ اس لئے کہ وہ اور اس کی قوم قریش رسولؐ کو عقل کا اندھا قرار دیتی تھی(۲ / ۸۰) اور یقین کرتی تھی کہ رسولؐ اللہ ہمارے مقابلہ پر ہمارے برابر کی بددیانتی اورمکروفریب سے قاصر رہ جائیں گے اورہم قومی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ کامیاب ہوئے ۔ اور سمجھے کہ واقعی رسولؐ ہمارے مقابلہ میں عقل کا اندھا تھا ۔ یہ دوسری بات ہے کہ رسولؐ خیر الماکرین کے جانشین تھے عقلِ کل اور مجسمۂ عقل تھے۔ لیکن وہ اللہ کی مشیت و احکامِ وحی کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔ یہ دونوں آیات (۲۔۱ / ۸۰) اور چھٹی آیت (۶ / ۸۰) اور بقرہ کی (۲۰۴ / ۲) آیات بتاتی ہیں کہ وہ لیڈر یعنی عمر رسولؐ کے ساتھ بحث ومباحثہ جاری رکھتا تھا اورحضورؐ بھی اس سے دب کر نہ رہتے تھے لہٰذا جب حضورؐ نے حکومت الٰہیہ کی خدائی اسکیم پیش کی تو اس نے تیور بدلے اور رسولؐ کوپاگل سمجھ کر قومی حکومت بنانے کی ٹھان لی ۔

(۲۔ الف) کسی سچ مچ کے اندھے کی کہانی خانہ ساز ہے۔ورنہ نہ اندھادوڑ کر چلتاہے اورنہ تنہا آیا کرتا ہے۔

لہٰذا یہ سورۂ قرآن کے اسی اشتہاری مجرم کے عمل درآمد سے شروع ہوتی ہے جو پوری قوم کا چہیتا لیڈرہے رہ گیا کسی اندھے کا دوڑ کر تنہا آنا بڑی بچگانہ اور غیرفطری خودساختہ کہانی ہے۔ جوجلدی میں گھڑلی گئی تھی اورمقبول ہوجانے کے بعدروایت ہوتی چلی آئی ہے ۔ رہ گیا قریش کا رسولؐ کو پاگل مجنون مخبوط الحواس اور اندھا سمجھنا اور دھوکے دینے کی کوشش کرنا تویہ سارے قرآن میں بھرا پڑاہے ۔

(۲۔ ب) جس کو اندھا لکھا گیا اور جس کی طرف داری میں بے رخی کا الزام لگایا گیا اسے پہلے سے مسلمان مانا گیا ہے ؟

اور رہ گیا کسی اندھے کی طرف سے بے رخی کرنا تو وہ کافروں کو تبلیغ کرنے کے مقابلے میں صحیح ماننا پڑے گی ۔ اس لئے کہ اس خود ساختہ افسانے میں وہ ایسا اندھا تھا جو دوڑتا پھرتا تھا اور پہلے اسے تبلیغ کے ذریعہ سے مسلمان کرلینا اس کہانی میں مانا گیا ہے اگر کہانی سچی بھی ہوتی تو ایک مسلمان کے مقابلے میں ایک غیر مسلم کوتبلیغ میں پہلا نمبر دینا عین حکمت ہے ۔ سنیئے مودودی کیا کہتے ہیں؟
”حدیث کی جن روایات میں یہ واقعہ بیان کیا گیاہے ان میں سے بعض سے معلوم ہوتاہے کہ اس وقت وہ اسلام لاچکے تھے“ (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۵۰)

(۲۔ ج) دوڑنے والے اندھے کو ڈانٹنا اس کے لئے مفید ہے ورنہ گرکر دانت توڑلے گا۔

اس خانہ ساز قصہ کو صحیح مان کر ایسے اندھے کو ڈانٹنا ضروری ہے جو بقول مودودی بھی ”دوڑا آتا ہے “(ایضاً صفحہ ۲۵۰) اور ایسے دوڑنے والے اندھے پر ” وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ عبس: “ موزوں ہی نہیں ہے ۔ اگر وہ بری باتوں سے ڈرتا ہوتا تو نابینا ہوکرہرگز نہ دوڑتا۔ معلوم ہوا کہ قریش نے محض رسولؐ کی توہین کے لئے یہ افسانہ گھڑا تھا ۔

۳۔ آیات (۱۰تا۱ / ۸۰) میں مشہور قریشی لیڈر کی طرف آنحضرتؐ کی توجہ کا تذکرہ ہواہے اور بے توجہی کا حکم ملاہے۔

جیساکی مودودی نے منافقانہ طورپر لکھا ہے کہ اس سورہ میں آنحضرتؐ پر نہیں بلکہ سردارانِ قریش پرعتاب ہوا تھا ۔ ہم یہی فیصلہ قرآن کے الفاظ کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور پورے قرآن میں سے گزرتے اور قارئین کو ہمراہ رکھتے چلے آئے ہیں اور یہ دکھاتے رہے ہیں کہ کہیں حضورؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عتاب نہیں ہوا ہے اور عتاب کیسے ہو سکتا ہے ؟ اس لئے کہ عتاب کے معنی یہ ہوں گے کہ رسولؐ اللہ نے اللہ کی مرضی یا مشیت یا حکم کے خلاف کوئی کام کیا تھا ۔ اور ان حضرتؐ کے ایسا کرنے کا لازمی مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے غلطی سے غلط شخص کو اپنا جانشین، نمائندہ اور رسولؐ بنا دیا تھا ۔ اور قرآن میں غلطی سے آنحضرتؐ کی بے چون و چرا اطاعت واجب کر دی اور ان کی بات کو اپنی بات ان کے عمل کو اپنا عمل ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت ان کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی کہتا رہا ۔ اور بار بارپچھتاتا اور عتاب و غم وغصہ کرتا رہا ۔ اور چونکہ اللہ سے غلطی ممکن نہیں لہٰذا غلط شخص کو رسولؐ بنا دینا بھی ممکن نہیں اور نتیجتاً حضورؐسے غلطی سرزد ہوجانا بھی ممکن نہیں ۔ لہٰذا بات صرف اس قدرہے کہ حضورؐ قریش کے سب سے بڑے لیڈر کے منصوبوں (بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵ / ۲) اور پالیسیوں کو مادی طور پر مسلمانوں کے سامنے اگلوانے کے لئے اس کو اپنا ہدف اور اتمام حجت کا نشانہ بنائے ہوئے تھے (۷ تا ۱ / ۸۰) مگر

(۱۵) وہ تذکرہ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہے (۱۶) جو کہ مفید ومعزز اور نیکو کار ہیں ۔(۱۷) حقائق کو طرح طرح چھپانے کی سزا میں وہ مشہور ومعلوم آدمی قتل کا مستحق ہو گیا ہے ۔(۱۸) یہ تو دیکھو کہ اس کی تخلیقی حیثیت کیا ہے ؟ (۱۹) یہی نا کہ وہ بھی نطفہ ہی سے پیدا کیا گیا ہے

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ
بیچ ہاتھوں لکھنے والوں بزرگ نیک کاروں کے مارا جائیو آدمی کیا
اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ
ناشکر ہے کس چیز سے پیدا کیا ہے اس کو نطفے سے پیدا کیا ہے اس کو

وہ لیڈر آنحضرؐت کی پرخلوص و ہمدردانہ باتوں کو بے وقوفانہ بچگانہ اور اندھی عقیدت پر مشتمل سمجھتا تھا اور ہرگز اپنے قومی حکومت کے تصور سے ہٹنے کو تیار نہ تھا جسے اللہ جانتا تھا چنانچہ اللہ نے رسوؐل اللہ سے سوال کیا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں درایتی طور پر یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ لیڈر اپنی خباثت کو شاید چھوڑ کر اپنے آپ کو سنوار سکتا ہے ؟ (۳ / ۸۰) یا یہ کہاں سے پتہ چلا کہ اگر وہ تمہاری ہدایات پر غور کرلے تو اپنی یادداشت سے مستفیض بھی ہوسکتا ہے ؟ (۴ / ۸۰) اب حقیقت واقعی یہ ہے کہ وہ لیڈر خود کو تمہاری ہدایات و تعلیمات کا محتاج نہیں سمجھتا بلکہ خود کو ہدایت یافتہ اور مستغنی سمجھتا ہے (۵ / ۸۰) اور تم برابر اس کو اپنا مدمقابل بنائے ہوئے اس کی اصلاح پر مصر ہو (۶ / ۸۰) حالانکہ اگر وہ ہدایات قبول نہ کرے تو آپؐ سے جواب طلبی نہ ہوگی (۷ / ۸۰) اور جو شخص کوشش کرکے آپ کے پاس آتا رہتا ہے اور آئندہ آتا رہے گا (۸ / ۸۰) اور ساتھ ہی وہ برائیوں سے ڈرتا بھی ہے اور آئندہ بھی ڈرتا رہے گا (۹ / ۸۰) اسے آپؐ بہلا کر رخصت کردیتے ہو (۱۰ / ۸۰) حقیقت یہ نہیں ہے کہ تم کوئی غلط کام کررہے ہو (۱۱ / ۸۰) بلکہ یہ تو وہی ذکر ہے جو کہ مفید کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے اور جو اسی طرح روبہ کار آنا چاہیئے (۱۱ / ۸۰) تھا ۔

(۳ ۔ الف) لفظ ”کَلَّا“ قریشی بکواس اور تاویلات و اتہامات کی نفی کے لئے آتا ہے ۔

سورۂ عبس کا بیان آیات (۱۰ تا ۱ / ۸۰) میں مسلسل چلتا آیا ہے اس کے بعد گیارہویں آیت کو لفظ ”کَلَّا“ سے شروع کیا گیا ہے ۔ اور اس لفظ کے معنی ہیں ”ہرگز ہرگز ایسا (یا ویسا) نہیں“ اسی کا علامہ رفیع الدین مرحوم ”ہرگز نہیں یوں“ ترجمہ کرتے ہیں جو بالکل صحیح ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ ”کَلَّا“ کے آنے سے ہر اُس معنی کی نفی ہوجاتی ہے جو گزشتہ آیات و الفاظ سے قریش اختیار کرتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ ان تمام مطالب و مفاہیم کی نفی ہوجاتی ہے جو اللہ و رسوؐل اور اسلامی تعلیمات و مقاصد کے خلاف اخذ کئے جاسکتے ہوں چنانچہ مودودی اینڈ کمپنی کا اخذ کردہ سارا گھروندا لفظ ”کَلَّا“ فرما کر ملیا میٹ کردیا گیا اور یہ فرما کر حقیقت حال کو واضح فرمایا کہ ”درحقیقت وہ سارا بیان (۱۰ تا ۱ / ۸۰) ایک ایسا تذکرہ ہے جس کو سمجھنا اور جس پر عمل کرنا اور جس کو دوسروں کے لئے بیان کرنے کے لئے آگے بڑھاتے رہنا ہدایات خداوندی اور صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہے (مزمل ۱۹ / ۷۳) (دھر ۲۹ / ۷۶ وغیرہا) لہٰذا معلوم ہوا کہ قریش کے مذکورہ، مدمقابل حریف دشمن کی تاک میں رہنا بہت ضروری کام تھا ۔ تاکہ اس کی تخریبی کوششیں اس کی قوم قریش سے باہر نکل کر دوسری اقوام میں نہ پھیلیں۔ خواہ وہ لوگ جو ہر وقت استفادہ کرتے رہتے ہیں اور کرسکتے ہیں اور جن کو رات کو رسوؐل سے رابطہ رکھنے کی ممانعت نہیں، جو دن کی پانچوں نمازوں میں حضوؐر سے استفادہ کا موقع رکھتے ہوں ۔ ہمہ وقت یعنی چوبیس گھنٹے استفادہ نہ بھی کرایا جائے۔ لہٰذا اس شخص خاص پر مزید وقت صرف کرنے سے منع کردیا گیا اور اس پر صرف ہونے والے وقت کو مفید بنانے کا حکم ملا اور بس ۔ رہ گئے سچ مچ عقل کے اندھے اور دشمنانِ خدا ورسوؐل ان کو تو ساون کے اندھے کی طرح چاروں طرف ہرا ہی ہرا اور بُرا ہی بُرا نظر آنا چاہیئے ۔ ان کی تو فطرت و ذہنیت ہی بگڑ چکی ہے ۔

۴۔بیت النبوۃ وامامۃ میں تمام کتبہائے خداوندی اور تمام علومِ کائنات کا ریکارڈ اور ریکارڈ تیار کرنے والے موجود تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں تمام علوم کائنات اور تمام انبیاء ورسل علیہم کی کتابیں اور تعلیمات تیارو تازہ رکھنے والے صاحبانِ علم علیہم السلام

فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝۲۰ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

پھر اندازہ کیا اس کو پھر راہ آسان کی اس کی پھر مارا اس کو

فَاَقْبَرَهٗ ۝۲۱ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲ كَلَّا

پھر گاڑا اس کو پھر جب چاہے گا جِلا اٹھائے گا اس کو ہر گز نہیں یوں

لہٰذا اسے تقدیری قدرت دی گئی ہے ۔(۲۰) پھر اس کے لئے راہ حیات بھی آسان کر دی تھی ۔(۲۱) اور آخر اسے موت سے دوچار کرنا اور قبر کے حوالے ہو جانا طے کیا ۔ (۲۲) پھر جب چاہا اسے حشر و نشر کے لئے نکال لینا تجویز کر دیا۔(۲۳) اس کا حشر و نشر ہر گز نہیں ہو سکتا

موجود تھے (۱۶ تا ۱۳ / ۸۰) جن کی تلاوت کو سنتے رہنے کی تاکید ازواجِ رسولؐ کو کی گئی تھی (احزاب ۳۴ / ۳۳) اور انؑ صاحبانِ عزت و کرامت میں سے ایک حضرت علی علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں کہ :

(۴ ۔ الف) تمام کتابوں کا محمدؐ و جانشینانِ محمدؐ کے پاس ورثے میں پہنچنا۔

’’میں ہی الف لام اور میم ہوں میں ہی وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ابہام و شش و پنج نہیں ہے ۔ میں وہ اسماء الٰہیہ ہوں جن کے واسطے سے اللہ نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے (کافی فضائل و مقامات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ) میں وہی ہستی ہوں جس کے پاس انبیاؑ کی ایک ہزار کتابیں ہیں اور دنیا کی تمام زبانوں میں بات کرنے والا ہوں۔ ‘‘

اَنَا الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ ، اَنَا الْاَسْمَاءَ الَّتِي اَمَرَاللّٰهُ اَن يدعى بها ...اَنَا الَّذِىْ عِنْدِى اَلْف كتاب مِن كُتُبُ الانبياؑ اَنَا الْمُتَكَلِّم بِكُلِّ لغة فِي الدُّنيا۔ الخ (كتاب المبين)

(۲) ’’بریہ نے امام موسیٰ بن امام جعفر صادق علیہما السلام سے پوچھا کہ کیا آپؑ کے پاس توریت و انجیل اور انبیاؑ کی باقی کتابیں موجود ہیں (مطلب یہ کہ کیا صرف حافظہ سے سنا دیا ہے ؟) فرمایا کہ وہ سب ہمارے پاس وراثتاً پہنچیں ہیں۔ ہم انہیں اسی طرح ان ہی زبانوں میں پڑھتے ہیں جیسے کہ وہ پڑھا کرتے تھے اور ہم بھی ان کتابوں سے اسی طرح فیصلے کرتے ہیں جیسے وہ کرتے تھے ۔‘‘

(۲) فقال بریه : اَنّٰى لَكُم التورات والانجيل و كتب الانبياؑء قال: هِىَ عِندِنا وراثةً مِن عندهم نقرؤُهَا كَمَا قَرَءُوها وَ نَقُولها كما قالوا ۔اِنَّ اللّٰه لَا يَجْعَل حجة فِي ارضه يسال عن شيءٍ فيقول لا ادرى (كافى كتاب الحجة باب ان الآئمةؑ عند هم جميع الكتب التى نزلت من)

(۴ ۔ ب) علامہ نے آیات (۱۶ تا ۱۳ / ۸۰) میں صحف سے قرآن اور سَفَرَة سے فرشتے مراد لئے ہیں۔

ساری عربی دان دنیا جانتی ہے کہ ایک کتاب کو صحیفہ اور بہت سی کتابوں کو صحف کہا جاتا ہے ۔ اور علامہ کو معلوم ہے کہ قرآن میں تمام قائم رہنے والی کتابوں کا وجود ثابت ہے (بیّنہ ۳۔۲ / ۹۸) یعنی مسلمانوں کو یہ مان لینا چاہیئے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام سابقہ کتب الٰہیہ کے عالم تھے ان کی تلاوت کیا کرتے تھے ۔ اور وہ سب قرآن کے اندر و باہر موجود تھیں مگر علامہ تو قریشی مذہب کے مسلمان ہیں وہ قرآن کی ہر بات کو کیسے مان سکتے ہیں؟ وہ تو صرف ان باتوں کو مانتے ہیں جو ان کے اس لیڈر کے عقائد کے مطابق ہوں جس کا اس سورہ میں بھی ذکر ہو رہا ہے (۷ تا ۱ / ۸۰) اور (۱۷ / ۸۰) اور اگر اس کے عقائد و احکام کے خلاف کوئی بات قرآن میں ہو تو اس سے بچ نکلنے کے لئے وہ الفاظ کے معنی و مفاہیم بدل دیا کرتے ہیں (مائدہ ۴۱ / ۵)

(۴ ۔ ج) مودودی قرآن کے لفظ صُحُفٌ کے معنی کو چوں چوں کا مربہ بنا دیتے ہیں۔

صُحُفٌ کے معنی اعمالنامے بھی کئے ۔ (چنانچہ پہلے علامہ کے کرتب ملاحظہ ہوں ۔)

(i) وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ (تکویر ۱۰ / ۸۱)

(i) ’’اور اعمالنامے کھولے جائیں گے‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۶۴۔۲۶۷)

(ii) بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝۵۲ (مدثر ۵۲ / ۷۴)

(ii) ’’بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

(iii) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ (البینۃ ۲ / ۹۸)

(iii) ’’ایک رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۳)

جب تک کہ اس حکم کو پوری طرح نہ توڑ دے جو اسے دیا جا چکا ہے ۔(۲۴) اس آدمی کو چاہیئے کہ وہ ذرا اپنی خوراک پر ہی نگاہ ڈال کر سوچے کہ (۲۵) ہم نے خوب خوب پانی زمین پر لنڈھایا ۔ اور اس سے (۲۶) زمین کو اس طرح پھاڑا کہ وہ پانی ہضم کرلے اور پھٹتی رہے (۲۷) پھر ہم نے زمین سے اناج نباتات کی صورت میں پیدا کیا۔(۲۸) اور انگور، سبزیاں اور ترکاریاں بھی اُگائیں۔(۲۹) زیتون اور کھجوریں بھی پیدا کی ہیں ۔(۳۰) اور گھنے سرسبز باغات پیدا کئے (۳۱) اور میوے اور جانوروں کا چارہ پیدا کیا۔ جو کہ (۳۲) تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں

لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى

ابھی نہیں ادا کی وہ چیز کہ حکم کیا اس کو پس چاہیئے کہ دیکھے آدمی طرف

طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ

کھانے اپنے کی یہ کہ ڈالا ہم نے پانی ڈالنے کر پھر پھاڑا ہم نے زمین کو

شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا

پھاڑنے کر پس اگائے ہم نے بیچ اس کے اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون

وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا

اور کھجوریں اور باغ گہن کے اور میوہ اور چارہ فائدہ

علامہ قرآن کے خلاف صحف کے معنی اعمالنامے اور خطوط کرتے رہے تحریری اقبال جرم

ان ترجموں میں مودودی نے صحف کے معنی "اعمالنامے" کئے "خطوط" کئے مگر کتابیں نہیں کئے ۔ لیکن اب ان کی تحریر و تشریح سے اس لفظ صحف کے قرآنی معنی بھی دیکھ لیں اور علامہ کی مستقل بد دیانتی اور قرآن میں تحریف و تبدیل کی تصدیق کردیں:

علامہ کا اقبال جرم : "نمبر ۵۔ لغت کے اعتبار سے توصحیفوں کے معنی ہیں "لکھے ہوئے اوراق" لیکن قرآن مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیا علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لئے استعمال ہوتا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۱۴)

اب قارئین یہاں سے وہاں تک علامہ کو ایک فریب ساز مودودی سمجھ کر ان کے تینوں ترجموں میں اصلاح کرلیں اور اگر پسند آئے تو مان لیں کہ بیت النبوۃ و امامت میں تمام مُنَزَّل مِن اللہ کتابیں موجود تھیں اور یہ موجودگی مادی صورت میں اور مادی انتظام کے ماتحت تھی۔ تاکہ "جو چاہے ان مقدس حضرات سے مل کر ان مقدس صحیفوں میں اس تذکرہ کو مع تفصیلات دیکھ لے (۱۲۔۱۱ / ۸۰) اور اگر وہ تذکرہ کہیں آسمانوں میں فرشتوں کے پاس والے صحیفوں میں ہوتا تو اس طرح ذکر کرنا فضول تھا۔ اس لئے کہ نہ کوئی ان تک پہنچ سکتا تھا نہ تصدیق و تردید کر سکتا تھا۔ بہر حال علامہ کا بیان سنیں اور اس کی افادیت اور انسانوں سے یا نبیؐ سے تعلق کا پتہ لگائیں۔ ارشاد ہے۔

(iv) علامہ کا فرشتوں والا یہ بیان بھی خالص بکواس ہے۔ "کاتبوں سے مراد فرشتے ہیں جو قرآن کے ان صحیفوں کو اللہ تعالیٰ کی براہ راست ہدایت کے مطابق لکھ رہے تھے ، ان کی حفاظت کررہے تھے اور رسوؐل اللہ تک انہیں جوں کا توں پہنچا رہے تھے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۵۵)

اس بیان کے ثبوت میں علامہ کوئی دلیل لانا پسند نہیں کرتے اس لئے کہ وہ یہ کیسے ثابت کریں گے کہ آنحضرتؐ کے پاس بقول علامہ قرآن لکھے ہوئے اوراق میں جوں کا توں آیا تھا ؟ اور پھر یہ کیسے دکھائیں گے کہ ایک قرآن بہت سی نازل کردہ کتابوں کی صورت میں اللہ نے بھیجا تھا ؟ یہ بیان مخصوص شیطانی وسوسہ ہے اور کچھ نہیں ۔

۵۔ اس مخصوص مجرم انسان کا ذکر دوبارہ کیا گیا ہے جس نے قرآنی حقائق کو چھپایا تھا۔

اور جس آدمی نے قرآن کی حقیقی تعلیمات کو اپنی قومی پالیسی کے پردوں میں لپیٹنے کا وہ قومی نظام گھڑا تھا جس کو علامہ جگہ جگہ قرآن کے الفاظ کے معنی و مفاہیم بدلنے میں استعمال کرتے ہیں اس کا تذکرہ پھر شروع ہوا تو علامہ نے اس مشہور و معروف انسان (الانسان) پر پھر عمومیت کی چادر ڈال کر ہر آدمی کو لعنتی بنا دیا ہے ۔ حالانکہ اللہ نے پوری نوع انسان کی کہیں نہ مذمت کی نہ ان پر مجموعاً لعنت بھیجی بلکہ اللہ نے بنی آدمؑ کے لئے بحیثیت مجموعی جو کچھ فرمایا وہ خود مودودی کے ترجمہ میں دیکھیئے :

لَكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ؕ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ

واسطے تمہارے اور واسطے چارپایوں تمہارے کے پس جب آوے گی

الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ

کان پھوڑنے والی اس دن بھاگے گا آدمی بھائی اپنے سے اور ماں اپنی سے اور

اَبِيْهِ ۙ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ؕ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

باپ اپنے سے اور جورو اپنی سے اور بیٹوں اپنے سے واسطے ہر مرد کے ان میں سے

يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ﴿۳۸﴾

اُس دن ایک حالت ہے کہ کفایت کرتی ہے اس کو کتنے منہ اس دن روشن ہیں

کے لئے مفید بنایا گیا ہے۔ (۳۳) چنانچہ جس وقت جرائم عائد کرنے کے لئے دھماکہ خیز آواز دی جائے گی تو (۳۴) اس روز وہ مذکور و معروف مرد اپنے بھائی سے بھی دور بھاگے گا اور یارانہ کی بھی پرواہ نہ کرے گا۔ (فرقان ۲۸ / ۲۵) (۳۵) اور ماں باپ کی بھی فکر نہ کرے گا۔ (۳۶) اپنی زوجہ اور بیٹوں کو بھی وبال سمجھے گا۔ (۳۷) اس روز تو ان میں کا ہر مرد ایسی حالت میں ہوگا کہ اسے اپنے سوا کسی اور کا ہوش ہی نہ ہوگا۔ (۳۸) کچھ چہرے اس روز ہشاش و بشاش اور دمک رہے ہوں گے۔ (۳۹) ہنستے مسکراتے اور بشارت یافتہ ہوں گے۔

"ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت بخشی۔" (بنی اسرائیل ۷۰ / ۱۷) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۳۱)

اللہ کے اس اعلان اور اپنے ترجمے کے بعد بھی مودودی اپنے شیطانِ ثانی راہنما کو چھپانے کے لئے دبی زبان میں تمام انسانوں کو لعنتی بنا دیتا ہے۔ یہ آیت اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو: "لعنت ہو انسان پر، کیسا سخت منکر حق ہے یہ۔"

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ (عبس ۱۷ / ۸۰)

اگلی آیت میں چونکہ وہ صورت حال بیان ہوئی ہے جس سے ساری انسانیت کا تعلق ہے اس لئے ایک مخصوص ملعون کی جگہ ساری نوع پر لعنت جا پڑتی ہے۔ اس سے چونک کر علامہ نے ایک لنگڑا عذر پیش کیا ہے

(۵۔الف) علامہ جانتے ہیں کہ آیت (۱۷ / ۸۰) میں ایک مخصوص ملعون کا ذکر ہے لیکن ترجمہ نہیں بدلتے۔

"قرآن مجید میں ایسے تمام مقامات پر انسان سے مراد نوع انسانی کا ہر فرد نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی ناپسندیدہ صفات کی مذمت کرنا مقصود ہوتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۵۶)

یہ عذر اس لئے لنگڑا ہے کہ آیت (۱۷ / ۸۰) میں لفظ انسان نہیں بلکہ الانسان ہے الف لام کی وجہ سے اس کے معنی یا تو ساری نوع انسان ہوگی ورنہ ایک خاص انسان ہوگا ایک سے زیادہ آدمی مراد لینے کی یہاں گنجائش ہے ہی نہیں۔ اور واقعی وہ ایک ناپسندیدہ انسان ہی ہونا چاہیئے۔ لہٰذا یہ عذر غلط و فریب ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عموماً الانسان سے اچھا یا برا مخصوص انسان ہی قرآن کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ مودودی نے یہ ترجمہ کیوں نہ کیا:

"لعنت ہو اس خاص انسان پر کیسا سخت منکر حق ہے یہ۔" گو یہ ترجمہ بھی غلط ہے مگر ہم اسے برداشت کرسکتے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح وہ خاص شخص لعنتی قرار پاتا جو سورۂ عبس میں زیر تعارف چلا آرہا ہے۔

(۵۔ب) آیت (۱۷ / ۸۰) میں نہ لعنت ہے نہ انکارِ حق کا مجرم ہے ایک واجب القتل حق پوش انسان ہے۔

مگر علامہ نے لعنت کی آڑ میں اپنے ہیرو کا ایسا جرم چھپایا ہے جس کی بنا پر وہ واجب القتل قرار پا چکا تھا۔ لفظ "قتل" کے معنی لعنتی یا لعنت کرنا لعنتیوں کا فریب ہے۔ یہ تو واحد مذکر غائب ماضی مجہول کا صیغہ ہے اس کے معنی لغات القرآن میں "مارا گیا" ملیں گے۔ تفصیل سنیئے: "بددعائیہ جملے ہیں لیکن اللہ کے کلام میں بددعا کے معنی حقیقی نہیں۔ بددعا سے کلام الٰہی میں مراد ہوتا ہے "ایجادِ قتل" یعنی اللہ نے ان کے لئے "قتل کیا جانا مقرر کر دیا ہے۔" (لغات القرآن مولانا سید عبدالدائم الجلالی جلد ۵ صفحہ ۸۰)

لہٰذا علامہ اگر حق پوش یعنی کافر نہ ہوتے تو یہ ترجمہ کرتے کہ "قرآنی حقائق کو طرح طرح چھپانے کی سزا میں وہ مشہور و معروف اور معلوم انسان قتل کئے جانے کا مستحق ہوگیا ہے۔"

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾

ہنستے خوش وقت ہیں اور کتنے منہ اس دن اوپر ان کے غبار ہے

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

ڈھانکتی ہے ان کو سیاھی یہ لوگ وہی ہیں کافر بدکار

(۴۰) اور کچھ چہروں پر اس روز گردو غبار اور خاک اُڑ رہی ہوگی ۔(۴۱) اُنہیں سیاہی کے بادل گھیرے ہوئے ہوں گے ۔ (۴۲) وہ چہرے ان ہی لوگوں کے ہوں گے جو دل و جان سے حق پوشی اور بدکاری میں مبتلا رہتے تھے ۔

قارئین یہ وہی قریشی لیڈرہے جس کے لئے سورۂ مدثر (۲۰۔۱۹ / ۷۴) میں دو مرتبہ بتایا گیا تھا کہ وہ قتل کئے جانے کا مستحق ہوگیاہے۔ اور یہی وہ فرد فرید اور دشمن وحید (۱۱ / ۷۴) ہے جو سورۂ عبس کی طرح وہاں بھی تیوریاں چڑھائے اور منہ بنائے نظر آیا تھا (عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ۲۲ / ۷۴) اور اسی مخصوص آدمی کے لئے کہا جا رہا ہے کہ ”جس روز مجرموں اور مجرموں کے سرگروہ کو دھماکہ خیز آواز سے پکارا جائے گا (عبس ۳۳ / ۸۰) تو وہ معلوم ومشہورو معروف مرد اپنے اس بھائی سے بھی دور بھاگے گا (۳۴ / ۸۰) جو اس کا خلیل ہوا کرتا تھا (۲۸ / ۲۵) وہ اپنی ماں اور اپنے باپ سے بھی رشتہ توڑلے گا (۳۵ / ۸۰) اور اپنی بیوی بچوں کو بھی مصیبت سمجھے گا (۳۶ / ۸۰) اس روز اس خاندان کے مردوں کا یہ حال ہوگا کہ کسی کو اپنے سوا کسی اور کا ہوش ہی نہ رہے گا (۸۰/۳۷)

(۵ ۔ ج) یہ ایک ایسے خاندان کی حالت کا نظارہ ہے جو ہر طرح سربراہِ خاندان کا مطیع تھا۔

ان آیات (۳۷تا۳۳ / ۸۰) میں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ خاندان دنیا میں اپنے اس سربراہِ خاندان کو شفیع روزِ محشر سمجھتا ہوا دنیا سے اٹھا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اس مخصوص سربراہ یا حاکم کے تمام متعلقین اس کا سہارا لینے کے لئے اس کے پاس آنا اور رہنا چاہتے تھے لیکن وہ ان سے فرار کرکے دور سے دور رہنا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ ان آیات میں یہ چیز بھی غور طلب ہے کہ اس خاندان کی مستورات میں وہ نفسا نفسی ظاہر نہیں ہوتی جو خاندان کے مردوں کے متعلق بتائی گئی ہے (۳۷ / ۸۰)

۶۔ مودودی اینڈ کمپنی ازواج رسولؐ کو روزِ محشر برہنہ رکھنا چاہتے ہیں؟

علامہ مودودی قریشی احادیث سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ :

”آپؐ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے (بروایتِ بعض حضرت عائشہؓ نے ، اور بروایت بعض حضرت سودہؓ نے اور بروایتِ بعض ایک خاتون نے) گھبرا کر پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ کیا ہمارے ستر اس روز سب کے سامنے کھلے ہوں گے؟ حضورؐ نے یہی آیت (۳۷ / ۸۰) تلاوت فرما کر بتایا کہ ”اس روز کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہ ہو گا (نسائی ،ترمذی ابن ابی حاتم ، ابن جریر، طبرانی ابن مردویہ، بیہقی ،حاکم) تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۶۰)

یعنی ننگا محشور و ماخوذ ہونا بہرحال اٹل ہے ۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ وَّ كَذَا

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انتیس(۲۹) آیتیں ہیں اور اس میں ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَ

جس وقت کہ سورج لپیٹا جاوے اور جس وقت کہ تارے گدلے ہو جاویں اور

اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَ اِذَا الْعِشَارُ

جس وقت کہ پہاڑ چلائے جاویں اور جس وقت کہ دس مہینے کی گابھن اونٹنی بے کار

عُطِّلَتْ ④ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَ

چھٹی پھرے اور جس وقت کہ وحشی جانور ساتھ آدمیوں کے اکٹھے کئے جاویں گے اور

اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَ

جس وقت کہ دریا جھوکے جاویں اور جس وقت جانیں قسم قسم کی ملائی جاویں گی اور

(۱) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ (۲) اور جب ستارے مکدّر (دھندلے) ہو جائیں گے۔(۳) اور جب پہاڑوں کو سیر کرائی جائے گی۔(۴) اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کو بھی ان کے مالک قیمتی نہ سمجھیں گے۔(۵) اور جب جنگلی جانوروں اور وحشیوں کو بھی جمع کرلیا جائے گا۔ (۶) اور جب سمندروں میں طغیانی آ جائے گی اور وہ بھڑک اٹھیں گے (۷) اور جب اجسام اور خاص نفوس باہم ملا دیئے جائیں گے۔(۸) اور

تشریحات سورۂ تکویر:

۱۔ سورۂ تکویر (۱۴ تا ۱ / ۸۱) میں قیامت کے اوّلین مرحلے یعنی رجعت سے خبردار کیا گیا ہے۔

ہم نے سورۂ واقعہ کی تشریحات میں قیامت اور رجعت پر تفصیلی گفتگو کی ہے یہاں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قریش کو آثار قیامت بیان کرکے آنے والی زندگی اور موجودہ زندگی میں خبردار رہنے کا تقاضا کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے طرز عمل اور خودتراشیدہ عذرات پر غور کریں اور اگر چاہیں تو اپنے رویے میں تبدیلی کرسکیں۔ اس کے بعد اللہ نے قسمیہ طور پر یہ حقیقت بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت فرش سے لے کر عرش تک تمام مخلوق پر واجب ہے اور یہ کہ قرآن کریم رسوؐل کریم اور اللہ کا قول و فرمان ایک ہی چیز ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور اللہ کی ہدایات وہی ہیں جو حضوؐر کی زبان فرماتی ہے۔

۲۔آیات (۱۴ تا ۱ / ۸۱) میں چند غور کرنے اور سمجھنے کی باتیں: ان چودہ آیات میں سے پہلی چھ آیات سے مودودی اینڈ کمپنی نے قیامت کا پہلا مرحلہ سمجھا اور ٹھیک سمجھا لیکن بعد والی آیات کو دیکھ کر وہ فرماتے ہیں کہ:
"پھر سات آیتوں میں دوسرے مرحلے کا ذکر ہے۔۱۔ جب روحیں ازسرنو جسموں کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی، ۲۔نامہ اعمال کھولے جائیں گے، ۳۔ جرائم کی باز پرس ہوگی،۴۔ آسمان کے سارے پردے ہٹ جائیں گے اور۔ ۵۔جنت دوزخ سب چیزیں نگاہوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گی۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۶۲)

(۲۔ الف) جو لوگ رجعت کو نہیں مانتے انہیں پہلے مرحلے کو کھینچ تان کر دوسرا مرحلہ بنانا پڑتا ہے۔

قارئین علامہ کا یہ بیان مندرجہ بالا آیات سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ قریشی کہانیوں اور افسانوں سے یہ تصورات پیدا ہوتے ہیں۔

علامہ نے پانچ ایسی باتیں یا واقعات لکھے ہیں ۔ کہ اگر وہ صحیح ہوتے تو واقعی ہم بھی اسے دوسرے مرحلے کی باتیں یا دوسرا مرحلہ مان لیتے لیکن وہاں پوری نوع انسان کے نہ مرنے کا ذکرہوا اور نہ ان سب کے زندہ ہونے کا تذکرہ ہواہے۔ وہاں تو صرف اس قدر کہا ہے کہ : وَإِذَا ٱلنُّفُوسُ زُوِّجَتۡ ﴿٧﴾ (التکویر: ۷ / ۸۱)

ہمارا ترجمہ : "اور جب کچھ خاص نفوس (النفوس) کی جوڑیاں بنا دی جائیں گی "

علامہ کا ترجمہ: "اور جب جانیں(جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی " (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۶۴)

یہاں بھی مودودی نے سورۂ عبس (۱۷، ۳۴ / ۸۰) کی طرح لفظ "ٱلنُّفُوسُ" کا ترجمہ الف و لام کو نظر انداز کر کے کیا ہے ۔ جس سے اللہ کی بیان کردہ خصوصیت ختم ہوگئی ہے اور اس تبدیلی سے علامہ نے اپنا خود ساختہ مفہوم لکھ دیا ہے اور دکھانا یہ چاہاہے کہ "پوری نوع انسان از آدمؑ ، تا اعلان قیامت میں تمام انسان دوبارہ زندہ ہوجائیں گے "یہ مطلب اس لئے بھی غلط ہے کہ علامہ نے لفظ نفوس کا ترجمہ "انسان " نہیں کیا ہے بلکہ "دل "کیا ہے دیکھئے۔

(۲ ۔ ب) مودودی لفظ "نفوس" کا ترجمہ "انسان " نہیں کرتے "دل " کرتے ہیں ۔

رَّبُّكُمۡ أَعۡلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمۡۚ ۔۔۔ (الخ) (بنی اسرائیل ۲۵ / ۱۷)

علامہ کا ترجمہ: "تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۶۰۹۔۶۱۰)

لہٰذا آیت (۷ / ۸۱) کا مودودی ترجمہ اب یوں کیا جانا چاہیئے کہ :"اور جب "دلوں" کو جوڑ دیا جائے گا "(۷ / ۸۱)

بہرحال علامہ کے پاس کوئی قرآنی ثبوت نہیں ہے جس سے وہ آیت (۷ / ۸۱) سے تمام انسانوں کا زندہ کیا جانا ثابت کرلیں ۔

علامہ کی دوسری بات بھی غلط ہے آیت (۱۰ / ۸۱) میں اعمالنامے نہیں ہیں ۔

پھرجس آیت سے مودودی نے اعمال نامے کھولنے "کا تصور دیا ہے اس میں تو "صحیفوں"کو نشر کرنا بتایا گیا ہے۔

وَإِذَا ٱلصُّحُفُ نُشِرَتۡ ﴿١٠﴾ (التکویر: ۱۰ / ۸۱) اوریہ وہی بات ہے جو مودودی کے قلم سے سورۂ عبس(تشریح ۔۴ ۔ ج) میں لکھی گئی تھی ۔ انہوں نے کہا تھا کہ :

"لغت کے اعتبارسے توصحیفوں کے معنی ہیں "لکھے ہوئے اوراق " لیکن قرآن مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیا علیہم السلام پرنازل ہونے والی "کتابوں "کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۱۴)

معلوم ہوا کہ یہاں (۱۰ / ۸۱) میں اعمال نامے نہیں بلکہ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں کی بات ہوئی ہے تاکہ دورِ حضرتِ حجتؑ میں تمام اُمتوں کے مخصوص مجرموں پر اتمام حجت خود ان پر نازل شدہ کتابوں سے کیا جاسکے ۔ رہ گیا اعمالنامہ ، اس کا دیا جانا یوں بیان ہونا چاہیے، خود مودودی کا ترجمہ دیکھیں ۔

"پھر خیال کرو اس دن کا جب کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اس کے پیشواکے ساتھ بلائیں گے اس وقت جن لوگوں کو ان کا "نامۂ اعمال"سیدھے ہاتھ میں دیا گیا (فَمَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ) وہ اپنا کارنامہ (كِتَٰبَهُمۡ) پڑھیں گے"

(بنی اسرائیل ۷۱ / ۱۷ تفہیم ۲صفحہ ۶۳۱۔۶۳۲) لہٰذا علامہ کی دوسری دلیل بھی مغالطہ اور فریب نکلی ۔

علامہ کی تیسری بات بھی ایک باطل خیال ہے ۔یہاں (۸۔۹ / ۸۱) بازپرس عام نہیں ہے ۔

تیسری بات یوں تو اس لئے غلط ہے کہ علامہ نے قریش کا گھڑا ہوا افسانہ ان آیات (۹۔۸ / ۸۱) کے ساتھ چپکانے کے لئے ترجمہ بھی غلط کیا اور لکھا ہے کہ : وَإِذَا ٱلۡمَوۡءُۥدَةُ سُئِلَتۡ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنۢبٖ قُتِلَتۡ ﴿٩﴾ (التکویر: ۹۔۸ / ۸۱)

علامہ کا افسانوی ترجمہ:"اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھاجائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی ؟"(تفہیم القرآن ۶صفحہ ۲۶۴)

یعنی علامہ نے مانا ہے کہ اس پوری سورت (تکویر) میں صرف ایک لڑکی سے سوال کرنے کی بات ہوئی ہے تو علامہ کا ساری نوع انسان سے باز پرس کرنے والا بیان خالص بکواس وفریب ہے ۔

جب شدید بے رحمانہ اذیت سے قتل کئے جانے والی ہستیوں سے پوچھا جائے گا کہ (۹) انہیں کس چیز کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا؟ (۱۰) اور جب کتابیں سمیٹ کر ترتیب دے دی جائیں گی۔(۱۱) اور جب آسمان سامنے سے ہٹا لیا جائے گا۔ (۱۲) اور جب جہنم کی آگ والا خاص الاؤ یا بھٹی بھڑک اٹھے گی (۹۷ / ۳۷)(۱۳)اور جب باغات قریب لے آئے جائیں گے ۔ (۱۴) اس وقت وہ خاص ہستی معلوم کرلے گی کہ اس نے اپنے عملدرآمد سے آج کیا کچھ حاضر کیاہے ۔(۱۵ ۔۱۶) چنانچہ میرے لئے ضروری ہے کہ ان ہی کی قسم کھا کر اعلان کروں

اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ

جس وقت کہ جیتی گاڑی ہوئی پوچھی جاوے گی ساتھ کس گناہ کے ماری گئی اور

اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱

جس وقت کہ عمل نامے کھولے جاویں اور جس وقت کہ آسمان کی کھال اتاری

وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳

جاوے اور جس وقت کہ دوزخ دہکائی جاوے اور جس وقت کہ بہشت نزدیک کی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَاۤ اُقْسِمُ

جاوے جان لے گا ہر جی جو کچھ حاضر کیا ہے پس قسم کھاتا ہوں میں

مودودی کی چوتھی بات بھی صحیح نہیں ہے یہاں آیات (۱۳۔۱۲ / ۸۱) میں دوزخ نہیں ہے ۔

پھر یہ دیکھئے کہ مودودی اینڈ کمپنی کا کام اس وقت تک چلتا ہی نہیں جب تک وہ لوگ قرآن کے الفاظ میں تحریف و تبدل و اضافہ نہ کرلیں چنانچہ یہاں بھی اور باقی مقامات پر بھی علامہ نے قرآن کے لفظ الْجَحِیْم کا ترجمہ دوزخ یا جہنم کیا ہے ۔ لیکن قرآن کے ساتھ بددیانتی کرنے والوں کو ماخوذ کرنے کا انتظام خود قرآن کی ترتیب و تدوین و تنزیل میں کردیا گیا ہے ۔ چنانچہ یہ آیت اور اس کا ترجمہ مودودی سے سنیئے : قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ الصافات

علامہ کا ترجمہ : " انہوں نے آپس میں کہا" اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اسے دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔" (سورۂ صافات ۹۷ / ۳۷ تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۳)

الجحیم کے صحیح معنی کرنا پڑے : یہ علامہ کی مجبوری تھی کہ وہ لفظ الجحیم کا ترجمہ دوزخ یا جہنم نہ کرسکے اور صحیح ترجمہ کرنا پڑا۔ قارئین یاد رکھیں کہ قریشی اسکیم یہ ہے کہ رجعت کے واقعات کو چھپانے کے لئے جہاں بہت سے اور فریب دیئے جاتے ہیں وہیں الفاظ" الجحیم ۔۲۔ سَعِیْر ۔۳۔ نَار وغیرہ کا ترجمہ جہنم اور دوزخ کر دیا جاتا ہے ۔ تاکہ رجعت کے زمانے کی سزاؤں کو مشکوک کیا جاسکے ۔ اور یہ طریقہ اس قدر ہمہ گیری سے رواج پایا کہ خود شیعہ مترجمین و مفسرین وہی کچھ کرتے رہے جو قریشی پالیسی چاہتی تھی حالانکہ وہ رجعت کے قائل تھے ۔ چنانچہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دورانِ داد رسی اور باز پرس مجرموں کی قیامگاہ دوزخ نما مقامات ہوں گے جنہیں الجحیم و سَعِیْر وغیرہ کہا گیا ہے۔ اور مظلوموں اور مصیبت رسیدہ لوگوں کے لئے جنت نما مقامات ہوں گے نہ وہ جہنم ہوں گے اور نہ یہ حقیقی جنت ہوگی حقیقی جنت و جہنم تو دنیاوی جزا و سزا کے بعد آخری قیام گاہیں ہوں گی ۔ اور وہ صرف حقوق اللہ کے بدلے میں ملیں گی۔ شفاعت صرف حقوق اللہ ہی میں ہوگی ۔

۳۔ آیت (۱۴ / ۸۱) اور آگے والی آیات کے مطالب و مقاصد :

اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ چودھویں آیت اور اس کے بعد آنے والی آیات کے عربی الفاظ اور ان کے معنی و مفہوم پر غور فرماتے ہوئے سورۂ تکویر کے آخر تک چلیں اور دیکھیں کہ آیت (۱۴ / ۸۱) میں لفظ " نَفْسٌ " آیا ہے جو واحد (اکیلے) شخص کو ظاہر کرتا ہے مگر مترجمین کے سروں میں قیامت کا غلط تصور ایسا جم کر بیٹھا ہے کہ بڑے اطمینان سے وہ اس واحد لفظ کا ترجمہ "ہر شخص "کرکے واحد کو خود بخود جمع بنا لیتے ہیں تاکہ قرآن پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ اس آیت میں پوری اولاد آدمؑ کا ذکر ہوا ہے حالانکہ بات صرف ایک خبیث آدمی کی ہوئی ہے جس کے تیار کردہ اسلام پر عمل کرنے والوں کو رجعت میں ماخوذ کیاجائے گا اور اس کو ان لوگوں کا حال دکھایا جائے گا ۔ اور اسے اپنے عمل درآمد کا نتیجہ معلوم ہوگا ۔

بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾

پھر جانے والوں سیدھے چلنے والوں تھم رہنے والوں کی اور رات کی جب جانے لگے

وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّۃٍ

اور صبح کی جب دم لیوے تحقیق یہ کہنا پیغام پہنچانے والے بزرگ کا ہے قوت والا

عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا

نزدیک صاحب عرش کے مرتبہ والا کہا مانا گیا اس جگہ با امانت اور نہیں

جو منشائے خداوندی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے اور پلٹتے اور رک کر پوشیدہ ہوجاتے ہیں (۱۷) اور رات کی اس حالت کی قسم جب وہ جانے لگتی ہے۔(۱۸) اور صبح کی قسم جب کہ وہ سانس لے۔ (۱۹) حقیقتاً یہ قرآن اس رسولؐ کریم کا قول ہے (۲۰) جو عرش کے مالک کے نزدیک بڑی قوت والا اور عرش پر رہنے والا بھی ہے۔ (۲۱) جسؐ کی عرش پر بھی اطاعت کی جاتی ہے پھر وہ امینؐ بھی ہے ۔(۲۲) اور وہی

(۳۔ الف) آیات (۱۶۔۱۵ / ۸۱) میں محمدؐ مصطفیٰ اور آئمہؑ معصومین کی قسمیں کھائی گئی ہیں

ہماری تفسیروں میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور تاریخی اور قرآنی صورت حال بھی اسی سے مطابق ہے کہ ان حضراتؑ نے پہلے بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے ساتھ خلافت الٰہیہ کے قیام کے لئے اقدامات کئے اور اس کی تبلیغ و وضاحت میں بڑھتے چلے گئے۔ اور جب مشیتِ خداوندی کا یہ تقاضا سامنے آیا کہ قریش کو عملی آزمائش کا موقع دیا جائے (یونس ۱۴ / ۱۰) تو وہ حضرات علیہم السلام رک گئے مشیت کے سامنے سر جھکایا اور ساتھ ساتھ چلنے کا پروگرام بنانے کے لئے پیچھے ہٹ کر طویل ترین ماضی پر نظر ڈالی صبر و ضبط و تحمل اور رحم و کرم کا ایک بے نظیر مظاہرہ کرنا طے کیا اور زیر زمین پوشیدہ اور بے ضرر تبلیغی منصوبے کی ہدایت کاری اختیار کرلی۔ یہ ہے سورۂ تکویر (۱۶۔۱۵/ ۸۱) میں بیان کردہ آگے بڑھنے والوںؑ، رکنےؑ والوں اور پوشیدہ راہ عمل اختیار کرنے والوں کا پروگرام۔ جو قریش کی قومی حکومت کو خلافت الٰہیہ کی طرف لانے کے لئے جاری کیا تھا اور آج تک جاری ہے اور جس کا نتیجہ ظہورِ امام آخرالزمان علیہ السلام اور قیامِ خلافت الٰہیہ کی صورت میں سامنے آنے پر ظاہر ہوگا اور جس کو ترقی و ارتقائے انسانیت کی صبح قرار دے کر اس کی قسم کھائی گئی ہے۔ (۱۸ / ۸۱)

(۳۔ ب) آیات (۱۸۔۱۷ / ۸۱) میں دورِ غیبتِ حجتؑ کو رات سے ظہور حجت کو صبح سے تعبیر کیا ہے۔

اور زمانۂ غیبت کو اس اندھیری رات کا خاتمہ قرار دے کر اس کی قسم کھائی گئی جو قریش کے قومی منصوبے کی غرض و غایت تھی اور جسے غیبت کے پروگرام نے انسانیت پر چھا جانے سے روکے رکھا۔

(۳۔ ج) محمدؐ مصطفیٰ کے مقاماتِ بلند اور ہمہ گیر فضائل کو جبرائیلؑ کی آڑ میں چھپانا ایک احمقانہ جسارت ہے۔

آیات (۲۴ تا ۱۹/ ۸۱) میں واضح شناختوں اور قرآن میں مذکورہ صفات و القاب و الفاظ کے ساتھ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی منزلت اور وسعتِ علم و اطاعت کا بیان ہوا ہے لیکن یہ بیان اور محمدؐ مصطفیٰ کا یہ مقام قریش کے خانہ ساز تصورِ نبوت میں نہیں سماتا اس لئے ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے تمام بیانات و آیات میں جس طرح ہوسکے فرشتوں کو گھسا دیں جیسا کہ سورۂ نازعات کی اوّلین پانچ آیتوں (۵ تا ۱ / ۷۹) میں بلاکسی قرآنی دلیل و ثبوت کے اپنی طرف سے "فرشتوں" کا ہر آیت میں اضافہ کردیا گیا تھا اور یہاں آیات (۳۱ تا ۱۹ / ۸۱) میں بلا کسی دلیل کے جبرائیلؑ کو لا بٹھایا ہے حالانکہ جبرائیلؑ ان ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جو حضرت آدمؑ کی اطاعت و تعظیم و تعلیم پر مجبور و مخلوق ہوئے تھے اور جو خُدامانِ محمدؐ اور قوتِ محمدؐیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہیں (دیکھو تشریحات سورۂ نازعات) پھر جبرائیل یا کسی اور فرشتے کے لئے تعین کے ساتھ لفظ کریم کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اور کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کریم وہ ہستی ہوتی ہے جو اپنی ذات میں تخلیقی حیثیت سے نفع رسانی اور بزرگی رکھتی ہو۔ جو کریم ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ تخلیقی طور پر رؤف اور رحیم بھی ہو اور ان صفات کا خود مختارانہ استعمال بھی کرتا ہو۔ جب کہ ملائکہ مسلّمہ طور پر نہ خودمختار ہیں نہ کوئی کام اپنے ذاتی اختیار و ارادے سے کر سکتے ہیں اور جب کہ مودودی اینڈ کمپنی نے اس قرآن کو محمدؐ کا قول اور رسوؐل کریم کو محمدؐ کی صفت تسلیم بھی کیا ہے :

صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ﴿۲۳﴾

صاحب تمہارا دیوانہ اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو بیچ کنارے ظاہر کے

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ﴿۲۴﴾ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ

اور نہیں وہ اوپر غیب کی بات کے بخیل اور نہیں وہ کہنا شیطان

رَّجِيْمٍ ۙ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۲۷﴾

راندے گئے کا پس کہاں جاتے ہو نہیں یہ مگر نصیحت واسطے عالموں کے

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ﴿۲۸﴾ وَ مَا

واسطے اس شخص کے کہ چاہے تم میں سے یہ کہ سیدھی راہ چلے اور نہیں

تمہارا صاحب ہے جو ہرگز دیوانہ نہیں ہے۔ (۲۳) اور بلاشک و شبہ اسی نے اس (عالم غیب) کو واضح ترین مقام سے دیکھا ہے۔(۲۴) اور اسی لئے وہ علم غیب سکھانے میں کنجوس یا بخیل نہیں ہے۔(۲۵) اور یہ قرآن اس شیطان راندۂ درگاہِ خداوندی کا قول نہیں ہے۔(۲۶) پھر اے قریشی لیڈرو تم کون سے طریقے اور راہوں پر چلے جا رہے ہو؟(۲۷) یہ قرآن تو ساری کائنات کے لئے اس کی موجودات کی ضرورتوں کا بیان ہے۔ (۲۸) ہر اس فرد کے لئے بیان ہے جو تم میں سے بھی استقامت چاہتا ہو۔(۲۹) اور تم تو کچھ اور

مودودی قرآن کریم کو رسولؐ اللہ کا قول مانتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ (حاقہ ۴۰ / ۶۹)

"یہ ایک رسولؐ کریم کا قول ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۷۸)

علامہ کی تشریح: "یہاں رسولؐ کریم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں "(ایضاً صفحہ ۷۸)

اگر قریش جبرائیلؑ کو شاعر اور کاہن نہ کہتے تھے تو قریش نے جبرائیلؑ کو کبھی امین بھی نہیں کہا ہے۔

اسی صفحہ پر مودودی نے آنحضرتؐ کے لئے اور جبرائیلؑ کے حق میں یہ لکھا ہے کہ:

"اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں (۴۰ / ۶۹میں) قرآن کو رسولؐ کریم کا قول کہنے کے بعد فرمایا گیا کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کفار مکہ جبرائیلؑ کو نہیں بلکہ محمدؐ کو شاعر و کاہن کہتے تھے "(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۷۸) ہم قریش کے قول کو دلیل میں اس چیلنج کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ قریش نے ہرگز کبھی جبرائیلؑ کو امین نہیں کہا لہٰذا مودودی ہی کی قائم کردہ دلیل سے سورۂ تکویر (۲۱ / ۸۱) میں بھی رسولؐ کریم محمدؐ ہی ہیں نہ کہ جبرائیلؑ۔ رہ گیا اللہ کا روح الامین فرمانا(شعرا ۱۹۳ / ۲۶) یہ ایک اختلافی بحث ہے کہ آیا جبرائیل ہی روح الامین ہے؟ یا نہیں؟ رہ گیا میرا روح الامین کو جبرائیل لکھ دینا یا بعض روایات میں آئمہ معصومین علیہم السلام کا ایسا فرما دینا۔ یہ اس اصول پر ہے کہ عوام کو بلا کسی خاص وجہ کے ان کے تصورات و بے ضرر عقائد پر چیلنج نہ کیا جائے اور بتدریج حقیقت کی طرف لایا جائے۔ لیکن جہاں کسی مشہور کردہ عقیدے یا تصور سے کسی حقیقت پر ضرب پڑتی ہو وہاں اس عقیدے اور تصور کو مسمار کر دینا واجب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ، "میں قربان کیا الروح جبرائیل نہیں ہے ؟ فرمایا کہ روح تو جبرائیل سے بہت زیادہ عظمت رکھتی ہے۔ درحقیقت جبرائیل فرشتوں میں سے ہے اور یقیناً روح تو ملائکہ سے الگ اور عظیم تر مخلوق ہے۔ کیا خود اللہ نے نہیں فرمایا کہ "ملائکہ اور ارواح نازل ہوتے ہیں "مطلب کہ اگر دونوں الگ الگ مذکور ہوئے لہٰذا دونوں الگ الگ مخلوق ہیں"

قُلْتُ: جَعَلْتُ فداك الرُّوْحُ لَيْسَ هُوَ جبرائيل؟ قال الرُّوْحُ هُوَ اَعْظَمُ مِنْ جبرائيل، اِنّ جبرائيل مِنَ الملائكةِ وَاِنَّ الرُّوْحَ هُوَ خَلْقٌ اَعْظَمُ مِنَ الملائكةِ (عليهم السلام) اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللهُ تبارك وتعالىٰ: تَنَزَّلُ الملائكة والروح (قدر ۴ / ۹۷ کافی کتاب الحجۃ باب موالید آئمہ)

جبرائیل کی اطاعت قرآن میں کہیں واجب نہیں اور جبرائیلؑ کی قوت اللہ کی نظر میں کہیں مذکور نہیں ہے۔

اس بیان کے بعد بھی جبرائیل کو روح یا روح الامین سمجھا جانا سخت غلطی ہے۔ اور جبرائیل یا کسی اور فرشتے کی اطاعت کا اللہ

چاہتے ہی نہیں ہو سوائے اس کے کہ جو تم چاہتے ہو وہی اللہ عالمین کا پروردگار بھی چاہتا ہے ۔	ع ۹ ۶	تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار عالموں کا

کی طرف سے واجب ہونا یا اللہ کے نزدیک جبرائیل کی قوت و قدرت کا کوئی خاص متعین مقام ہونا اس قرآن میں تو ہے نہیں ۔ البتہ علامہ نے اپنے مذہبی قیاسات کے کافی پُل باندھے ہیں لیکن وہ صرف پُل ہیں جبرائیل نہیں ہیں۔

مودودی اللہ ورسوؐل اللہ ہی کی ہمہ گیری کے منکر نہیں بلکہ وہ قرآن کو بھی ہمہ گیر نہیں مانتے۔

ہم نے یہ دکھا دیا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں لفظ ''عالمین'' آیا ہے اور اس کا تعلق رسوؐل اللہ کی ہمہ گیری سے تھا ۔ وہاں مودودی نے عالمین کے معنی کو پوری کائنات کی جگہ صرف دنیا اور انسانوں تک محدود کر دیا ہے ۔

مودودی آنحضرؐت کو عالمین کے لئے رحمت نہیں مانتے ہیں ۔

''ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (انبیا ،۱۰۷ / ۲۱) (تفہیم القرآن جِلد ۳صفحہ ۱۹۲ حاشیہ ۱۰۰)

وہ حضوؐر کا ساری کائنات کے لئے نذیر ہونا بھی نہیں مانتا ہے ۔

''تاکہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو (فرقان ۱ / ۲۵) ''محمدؐ کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں پوری دنیا کے لئے ہے۔''(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۳۲ حاشیہ نمبر ۴)

اس شخص کی بددیانتی اور رسوؐل دشمنی کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھیں کہ یہی شخص قرآن کے سلسلے میں بھی کائنات کو ایک جہان کہتا ہے۔''یہ تو سارے جہان (جہانوں نہیں۔احسنؔ) والوں کے لئے ایک نصیحت ہے ''(۲۷ / ۸۱)(تفہیم القرآن جِلد۶صفحہ ۲۷۰)

لیکن یہی ملعون شیطان کی طرح انبیا علیہم السلام کے خلاف اللہ کے معاملے میں عالمین کو کائنات کہتا ہے ۔

جس طرح ابلیس انبیا ، کو کوئی مقام نہیں دیتا اسی طرح مودودی کے مذہب میں رسوؐل اللہ ایک خاطی اور ان کے ملعون صحابہ کے برابر آدمی تھے لیکن شیطان بھی اللہ کی عظمت و عزت کی قسم کھاتا تھا اور مودودی بھی اللہ کے معاملے میں عالمین کے معنی کائنات کرتے ہیں۔ سورۂ الحمد کا مودودی ترجمہ ہمارا گواہ ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الفاتحة

علامہ کا ترجمہ : ''تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے ''(تفہیم القرآن جِلد ۱صفحہ ۴۳)

۴۔ محمدؐ اور آئمۂ اہلبیتؑ مشیتِ خداوندی تھے ان کا ہر فعل منشائے خداوندی کے ساتھ چلتا تھا ۔

آیت (۲۹ / ۸۱) میں محمدؐ اور ان کے جانشینوؑں کو اللہ نے اپنی مشیت اور مرکزِ یشاء و رضا بنایا تھا ۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ دہر تشریح نمبر ۹۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ تِسْعُ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انیس(۱۹) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَ

جس وقت کہ آسمان پھٹ جاوے اور جس وقت کہ تارے جھڑ جاویں اور

اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾

جس وقت کہ دریا چیرے جاویں اور جس وقت کہ قبریں زندہ کر کر اٹھائی جاویں

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ

جان لے گا ہر جی جو کچھ آگے بھیجا ہے اور پیچھے چھوڑا ہے اے آدمی

(۱)جب یہ آسمانِ دنیا نئی فطرت اختیار کرلے گا۔ (۲)اور اس کے ستارے بکھیر کر نثار کردیئے جائیں گے (۳) اور جب یہ ساکن سمندر بہہ نکلیں گے اور نتیجے میں (۴)تمام مردے اور قبریں بکھر کر سامنے آجائیں گے(۵) اس حالت کو دیکھ کر اس شخص کو اور ہر شخص کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ اس نے کیا کچھ آگے بھیج کر ذخیرہ کیا تھا اور کیا کچھ پیچھے (ذمہ داریاں) چھوڑ آیا تھا۔ (۶) اے مخصوص انسان

تشریحات سورۂ انفطار:

ا۔یہاں انسانوں سے ان کی بہترین تخلیق پر اپیل کرکے انہیں یوم جزا سے خبردار کیا گیا ہے۔یوم الدین کی وضاحت کی گئی ہے۔

قیامت کے ہولناک مناظر پیش کرکے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ ایک روز یہ دنیا اور یہاں کی تمہاری خودمختاری ختم ہوجائے گی اس دنیا کو ختم کرنے اور نئی دنیا بنانے کے لئے جو کائناتی انقلاب برپا کیا جائے گا، اس سے محفوظ رہنے پر متوجہ کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ یوم الدین یا یوم جزاء وہی دن ہوگا جب کسی شخص کو کسی بھی دوسرے شخص پر غلط قدرت و اختیار باقی نہ رہے گا۔ اور اس روز صرف اور خالص حکومت خداوندی ہوگی اور تمام انسانوں کی جزوی وکلی حکومت ختم ہوجائے گی۔ (۱۹ تا ۱۷ / ۸۲)

(ا۔ الف) کیا دنیا یا کائنات میں کوئی ایسا لمحہ دن یا زمانہ فرض کیا جاسکتا ہے جب کہ اللہ کی حکومت نہ تھی ؟

قارئین نے قرآن میں جگہ جگہ دیکھا ہے اور عقائد و واقعات کی رو سے بھی یہ حقیقت ثابت ہے کہ اس کائنات میں ہر وقت اللہ کا حکم اور حکومت جاری ہے۔ البتہ اللہ نے انسانوں کو اپنے افعال میں مختار پیدا کیا ہے انہیں خود بھی قوت و ارادہ عطا کیا ہے۔اور ایسا انتظام بھی کردیا ہے کہ انسان اپنی جدوجہد اور محنت و مشقت سے اپنی سعی و کوشش کی مناسبت سے جتنی چاہے قوت و قدرت حاصل کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اگر اللہ کی مشیت میں ایسا مستحکم انتظام نہ ہوتا تو کوئی انسان نہ بادشاہ بن سکتا تھا نہ لوگوں کی موت و زیست تک کے اختیار و قدرت حاصل کرسکتا تھا چنانچہ جب سے نوع انسان کی ابتدا ہوئی یہ قانون برابر چلا آرہا ہے اور قانونِ مشیت نے بلاخاص وجوہات کے کسی کا ہاتھ پکڑ کر ترقی سے نہیں روکا۔ چنانچہ اسی قانون اور قدرت و اختیار کی بنا پر نوعِ انسان کا ہر فرد کوشاں چلا آرہا ہے۔ اسی کوشش و قدرت واختیار کی بنا پر لوگوں میں تصادم ہوتا ہے فتح و شکست ہوتی ہے۔ فتح عموماً اسے ہوتی ہے، کامیابیاں وہ حاصل کرتا ہے جو مذکورہ قانون کے فراہم

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿٦﴾

کس چیز نے فریب دیا تجھ کو ساتھ پروردگار تیرے کرم کرنے والے کے

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِيْٓ اَيِّ

جس نے پیدا کیا تجھ کو پھر تندرست کیا تجھ کو پھر برابر کیا تجھ کو بیچ جون سی

صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ

صورت کے چاہا ترکیب دی تجھ کو ہرگز نہیں یوں بلکہ یوں جھٹلاتے ہو تم

بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿١١﴾

قیامت کو اور تحقیق اوپر تمہارے نگہبان ہیں بزرگ لکھنے والے

کس چیز نے تجھے اپنے اس کرم فرما رب کے متعلق مغرور کردیا ہے ؟ (۷) جس نے تجھے پیدا کیا ، تجھے موزونیت بخشی، تیرے اجزاء میں ربط و اعتدال پیدا کیا ۔(۸) جو صورت پسند آئی اس میں تمہاری ترتیب دے دی اور انسان بنادیا۔ (۹) پھر تم نے اس موزونیت اور اعتدال اور صورت کے مطابق عمل ہرگز نہ کیا بلکہ تم نے تو الٹا پورے دین ہی کو بدل کر جھٹلانے کا کاروبار شروع کردیا ہے ۔(۱۰) درآں حالیکہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے محافظ تعینات ہیں جو کہ

کردہ زیادہ وسائل کو مجتمع کرکے اقدامات کرتا ہے ۔ کامیابیوں کے لئے لوگ اللہ کے سامان کو غلط بھی استعمال کرتے ہیں اسی عطا شدہ سامان و وسائل سے ظلم وستم کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے ۔ لیکن ایک ایسا دن ایک ایسا وقت اور زمانہ آئے گا جب انسانوں سے وہ قوت و قدرت چھین لی جائے گی جس سے وہ ظلم و ستم کرتے تھے لوگوں کے حقوق غصب کرتے تھے۔ یہی بات اس سورۂ انفطار (۱۹ / ۸۲) کے آخر میں فرمائی گئی ہے اور اس دن کو اللہ نے یوم الدین فرمایا ہے یعنی پورے یا مکمل دین کے قائم ہونے کا دن (۱۸، ۱۷، ۱۵، ۹ / ۸۲) جس کی پہچان یہ بتائی ہے کہ ”کسی بھی شخص کو کسی بھی دوسرے شخص پر قدرت و اختیار نہ رہے گا“

(ا ۔ ب) اسلام کے مخالفین سے حکومت و اقتدار چھین لیا جائے گا۔

اور حکم دینے کی قدرت اور حکومت کرنے کے مکمل اختیارات صرف اللہ کے پاس ہوں گے (۱۹ / ۸۲) اور ان تمام حاکموں ،بادشاہوں اور عوام کے اختیارات و حکومت ضبط کر لی جائے گی جو مقاصد خداوندی کے خلاف اپنے اختیار ات و قدرت کو استعمال کررہے ہوں گے جیسا کہ اللہ نے اس حکمران کا بیان پیش کیا ہے جس سے یوم الدین میں اختیارات و اقتدار اور سلطنت چھینی جائے گی ۔

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ O مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ O هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ O خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ O ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ O ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ O اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ O وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ O وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ O لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ O (الحاقہ ۳۷ تا ۲۷ / ۶۹)

(ا ۔ ج) مودودی کا ترجمہ اس ترجمہ کی رو سے جو انہوں نے آیت (صافات ۹۷ / ۳۷) میں کیا تھا۔

”کاش میری وہی حالت(جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن رہی ہوتی ۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار (سلطانیہ،سلطنت۔احسن) مجھ سے چھین لیا گیا ہے ۔ حکم ہوگا ”پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔ پھر اسے آگ کے ڈھیر سے متصل رکھو ۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج یہاں نہ اس کا کوئی یار غار وغم گسار ہے اور نہ زخموں کے دھوئن کے سوا اس کے لئے کوئی کھانا ۔ جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۷۔۷۸)

ان دس آیات سے پہلے اور بعد کی آیات قیامت کے حالا ت وحادثات کو بیان کرتی ہیں ۔صور پھونکنے کا ذکر ہے (۱۳ / ۶۹) ایک مخصوص واقعہ کے پیش آ کر رہنے کی بات ہے (۱۵ / ۶۹) اعمالناموں کے دیئے جانے اور پڑھنے کا قصہ ہے (۲۰۔۱۹ / ۶۹) (۲۶ / ۶۹) اسی قسم کی آیات وحالات میں اللہ یہ فرماتا رہا ہے کہ :

(۱۲) وہ سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ تم دین کے جھٹلانے کے لئے کرتے ہو اور کرو گے ۔(۱۳) یہ تو ایک حقیقت ہے کہ وہ مخصوص ابرارؑ نعمتوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔(۱۴) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام مخصوص لاقانون لوگ آگ کے انبار میں ہوں گے (۱۵) مکمل دین کے نافذ ہوجانے والے روز یہ ہو گا ۔ (۱۶) اور وہ مخصوص فجار آگ کے ڈھیر سے دور نہ رہ سکیں گے ۔(۱۷) اے رسولؐ آپ کو کس مادی دلیل (درایت) سے یہ پتہ لگا کہ ٱلدِّينِ کا روز

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ

جانتے ہیں جو کچھ کرتے ہو تم تحقیق نیک کام والے البتہ بیچ نعمت کے ہیں اور تحقیق

الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا

بدکار البتہ بیچ دوزخ کے ہیں داخل ہوں گے اس میں دن جزا کے اور نہیں

هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

وہ اس سے غائب ہونے والے اور کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو کیا ہے دن

(ا ۔ د) آج کے دن حکومت صرف اللہ کے لئے ہے ۔

(۱) ٱلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ﴿۵۶﴾ حج
(۲) وَيَوْمَ تَشَقَّقُ ٱلسَّمَآءُ ﴿۲۵﴾ ٱلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ ٱلْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ ﴿۲۶﴾ الفرقان
(۳) وَلِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ ﴿۲۷﴾ الجاثیة

علامہ کا ترجمہ: ا۔ اس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی اور وہ ان کے درمیان "فیصلہ کر دے گا۔ "(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۴۵) (آیت (حج ۵۶ / ۲۲)
یہاں بھی بقول علامہ قیامت کے دن کی بات ہورہی تھی۔ اور سنیئے:
علامہ کا ترجمہ: ۲۔ "...اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی۔"
(فرقان ۲۶۔۲۵ / ۲۵) (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۴۶) یہاں تو آسمانوں کے پھٹنے والی بات خود قیامت کو ظاہر کرتی ہے اور سنیئے:
علامہ کا ترجمہ: ۳۔ "زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، اور جس روز قیامت کی گھڑی آکھڑی ہو گی اس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے "(جاثیہ ۲۷ / ۴۵ تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۹۲) یہاں بھی قیامت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

(ا ۔ ہ) اس روز اللہ کی حکومت ہوگی اس لئے تمام فیصلے بھی حکمران ہی صادر کرے گا ۔

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ یوم الدین میں بادشاہت و حکومت اللہ کی ہوگی اور اب یہ دیکھیں کہ اس دن فیصلے بھی اللہ ہی کرے گا۔

(۴) إِنَّ ٱللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴿۱۷﴾ (حج ۱۷ / ۲۲)
(۵) إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴿۲۵﴾ (سجدہ ۲۵ / ۳۲)

علامہ کا ترجمہ: ۴۔ "ان سب کے درمیان اللہ قیامت کے روز فیصلہ کردے گا"
(تفہیم القرآن جِلد ۳صفحہ ۲۱۱)
ایک مقام اور دیکھ لیں تو حقیقی گفتگو سامنے لائی جائے ۔
علامہ کا ترجمہ: "یقیناً تیرا رب ہی قیامت کے روز ان باتوں کا فیصلہ کرے گا"
(تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۴۹ ، ۵۰)

(ا ۔ و) کیا اللہ واقعی بادشاہوں اور حکمرانوں کی طرح اس روز احکامات اور فیصلے نافذ کرے گا ؟

یہ تو ثابت ہوگیا کہ یوم الدین میں خالص خدائی حکومت ہوگی اور آیات کے الفاظ سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام احکام اور تمام فیصلے بھی اللہ ہی صادر کرے گا ۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیسے ؟ مثلاً کیا کسی پردے یا آڑ کے پیچھے سے احکام اور فیصلے صادر ہوں گے اور فرشتے ہر حکم سے متعلق لوگوں کو جزا و سزا دیں گے؟ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہوا تھا ؟ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور نہ فرشتوں کی ایسی قابلیت کہیں مذکور ہے ۔ اور نہ اللہ کی ذاتی حکومت صرف اس روز قائم ہوگی ۔ وہ تو یہ فرماتا ہے کہ : لَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلْأُولَىٰ وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَلَهُ ٱلْحُكْمُ ﴿۷۰﴾ القصص
علامہ کا ترجمہ: "۶۔اسی کے لئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فرمان روائی اسی کی ہے "(قصص ۷۰ /۲۸) (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۶۵۸)

اللہ کی حکومت اور حکمرانی میں تمام اختیارات اور اقتدارِ حکومت اللہ کا رہتا چلا گیا ہے ۔

قرآن میں یہ بات کہیں نہیں ہے کہ آخرت میں یا قیامت میں یوم الدین میں اللہ اپنی حکومت اور حکمرانی کا طریقہ بدل دے گا ۔ نہ یہ فرمایا گیا کہ دنیا میں اللہ محتاج و بے اختیار و مجبور رہتا چلا گیا ۔ بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ حکومتِ الٰہیہ میں

الدِّيۡنِ ۝١٧ ثُمَّ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۝١٨

جزا کا پھر کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو کیا ہے دن جزا کا

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ وَ الۡاَمۡرُ

اس دن نہ اختیار دیا جاوے گا کوئی جی کسی جی کا کچھ اور حکم

يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩

اس دن واسطے خدا کے ہے

کیا اور کیسا ہے؟ (۱۸) اے نبیؐ پھر بتادو کہ تمہیں کون سے درایت سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اَلدِّیۡنِ کا روز کیسا ہوگا؟ (۱۹) یَوۡمُ اَلدِّیۡنِ ایسا ہو گا کہ اس روز کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے لئے اللہ کی مرضی کے بغیر اختیار نہ ہو گا۔ اور تمام احکام و حکومت یَوۡمُ اَلدِّیۡنِ میں صرف اللہ کی رہ جائے گی۔

کسی کے مانگنے سے بھی حصہ و اختیار و اقتدار نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ایسے فرد کے ہاتھ میں حکومت خداوندی رکھی جاتی ہے جس کے احکام اور فیصلے اللہ کے احکام اور فیصلے ہوں (نساء ۶۰، ۶۵ / ۴) جس کی اطاعت و نافرمانی اللہ کی اطاعت و نافرمانی ہو اس کے خلاف تصورات رکھنے والے قریشی قسم کے مسلمانوں کا حال یوں ریکارڈ کیا ہے کہ (علامہ کا ترجمہ)

قریشی مسلمان حکومت الٰہیہ میں حصہ مانگتے تھے اللہ کا جواب سنیں۔ ۷۔ "یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ "اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟" ان سے کہو "اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔" دراصل یہ (قریشی مسلمان۔احسنؔ) لوگ اپنے دلوں میں جو (قومی حکومت کی۔احسنؔ) بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔"
(آل عمران ۱۵۴ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۶)

۲۔مندرجہ بالا آیات میں اور سورۂ انفطار میں یوم الدین کی حکومت محمدؐ کے ہاتھ میں ہو گی۔

ان تمام آیات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات پر روز ازل سے اللہ کی حکومت ہے اور اس سے زیادہ آیات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کی حکومت اس کے انبیاؑ و رسُل و خلفاء علیہم السلام نافذ کرتے ہیں۔ وہ خود لوگوں کے پاس تنفیذ کے لئے نہیں آتا اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس پوری کائنات کے عظیم الشان حکمران ہیں اور اللہ نے انہیں اپنی عظیم الشان حکومت و مملکت عطا فرمائی ہے (نساء ۵۴ / ۴) انہیں روز ازل سے پوری کائنات کے لئے رحمت (انبیاؑ ۱۰۷ / ۲۱) بنایا پوری کائنات کو متنبّہ رکھنے والا (فرقان ۱ / ۲۵) مقرر کیا ان کی ہر صفت و قدرت کو عالمین پر محیط کیا ہے اور ان ہی کے لئے فرمایا ہے کہ:

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ ۝٣٣ التوبة

علامہ کا ترجمہ: "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین (اَلدِّیۡنِ) پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ (غالب کرنا) کتنا ہی ناگوار ہو۔" (توبہ ۳۳۔۳۲ / ۹) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱)

(۲۔ الف) دین کے معنی مودودی سے بھی سن لیں کہ دین نظامِ حیات ہوتا ہے۔

پہلے لفظ "اَلدِّیۡنِ" کے حقیقی معنی مودودی سے بھی سن لیں تو ہم دو ٹوک اور براہ راست بات کریں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:
(۱) "متن میں "اَلدِّیۡنِ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ ہم نے "جنس دین" کیا ہے۔ دین کا لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں عربی زبان میں "اُس نظام زندگی" یا "طریق زندگی" کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مُطاع تسلیم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ حاشیہ ۳۲)

(۲) ”دین ، یعنی ”طریق زندگی “ نظام حیات “وہ آئین جس پر انسان دنیا میں اپنے پورے طرزِ فکر اور طرزِ عمل کی بنا رکھے۔“ (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴)

(۳) وہ حالت جس میں بندوں پر بندوں کی فرمانروائی ہو اَلدِّین نہیں۔

”عربی زبان میں دین کے معنی ”اطاعت “کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ ”نظام زندگی “ہے جو کسی کو بالاتر مان کر اس کے احکام و قوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔پس دین کی اس تشریح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سوسائٹی کی وہ حالت، جس میں بندوں پر بندوں کی خدائی و فرمانروائی قائم ہو، اورجس میں اللہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہے، ”فتنے کی حالت ہے “ (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۵۱)

(۴) اَلدِّینِ کی چوتھی تشریح اَلدِّینِ اللہ کا نظام زندگی ہے ۔

”یہاں ”دین “سے مراد اللہ کے متعلق وہ عقیدہ ہے جو اوپر آیت الکرسی میں بیان ہواہے،(وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴿۲۵۵﴾ البقرۃ: اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔احسن) اور وہ پورا نظامِ زندگی ہے جو اس عقیدے پر بنتا ہے۔“ (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶)

(۵) اَلدِّینِ انبیاؑ کا لایا ہوا اسلام ہے اس کو بلاکمی وبیشی نظام حیات بنا کر عمل کرنا لازم ہے ۔

”یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لئے”صرف ایک ہی نظام زندگی “اور ایک ہی ”طریقۂ حیات “ صحیح و درست ہے، اور وہ یہ ہے کہ ”انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کردےاور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ ایجاد کرے ،بلکہ اس نے اپنے پیغمبرؑوں کے ذریعے سے جو ہدایت بھیجی ہے، ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔“ اسی طرزفکروعمل کا نام ”اسلام“ ہے “(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۴۳۹۔۴۴۰)

(۶) دین اسلام کو صرف انسانوں کے لئے سمجھنا مغالطہ ہے یہ پوری کائنات اورموجودات کا دین ہے ۔

علامہ اینڈ کمپنی اسلام کو صرف انسانوں اور دنیا کے اندر محدود کرتی چلی آئی ہے ۔آنحضرؐت کو صرف دنیا اور صرف انسانوں کےلئے رحمت و نذیر ماننا ان کا مشہورومعلوم و ثابت شدہ عقیدہ ہے مگر قرآن کے دباؤ سے وہ یہاں مانتے ہیں کہ :
”یعنی تمام کائنات اور کائنات کی ہرچیز کا دین تو یہی اسلام ہے،۔۔۔۔ اب تم اس کائنات کے اندر رہتے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر اور کون سا طریقہ زندگی (اَلدِّینِ) تلاش کر رہے ہو؟“(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۲۷۰)

(۲۔ ب) قرآن نے علامہ کو مجبور کیا ہے ورنہ وہ ان تشریحات میں حقیقت حال کو قبول نہ کرتے ۔

یہاں قارئین پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ ان تشریحات میں علامہ نے جن حقائق کو تسلیم کیا ہے ان ہی پر یوم الدین کو سمجھنے کا انحصار ہے مگر یہ علامہ کا احسان یا دیانت نہیں ہے ۔بلکہ یہ ان کی مجبوری تھی اس لئے کہ یہ سب کچھ اللہ نے مندرجہ ذیل آیات میں فرمایا ہے :
(۱) بقرہ ۱۳۲ / ۲۔(۲) ۱۹۳ / ۲ (۳) ۲۵۶ / ۲ (۴) ۱۹ / ۳ آل عمران (۵) آلِ عمران ۸۳ / ۳۔

(۲۔ج) مودودی کی تشریحات سے یوم الدین وہی زمانہ ثابت ہوتا ہے جب کائنات میں محمدؐ کی حکومت غالب ہوگی۔

ان تشریحات اور آیات سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اس ساری کائنات اور اس کی تمام موجودات اور مخلوقات کا ضابطہ حیات دین اسلام ہے اور۔ ۲ ۔ یہ کہ منشائے خداوندی اور دین اسلام کا مقصد یہ تھا کہ اس پوری کائنات میں دین اسلام خالص طور پر نافذ ہوکر متعلقہ نتائج مرتب کرے ۔اور ۔ ۳۔ یہ کہ یہاں دین اسلام کبھی خالصتاً نافذ نہیں رہا بلکہ اللہ کی عطا کردہ آزادی و اختیار کی بنا پر کثرت الناس ہر زمانہ میں اپنے اپنے خود ساختہ مذاہب پر عمل کرتی رہی اور ۔ ۴۔ یہ کہ اللہ

نے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ ایک زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دین اسلام پر مکمل عمل کرا سکنے کا موقع دے گا اور ساری کائنات میں اللہ کی وہ حکومت نافذ ہوگی جس کے لئے اللہ نے انبیاء و رسلؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ لہٰذا یوم الدین وہی دن ہوگا جس روز محمدؐ کی کائناتی اور مطلق العنان حکومت حضرت قائم قیامت محمد بن حسن عسکری علیہما السلام قائم فرمائیں گے۔ اور اس دنیا کو عدلِ خداوندی سے لبریز کردیں گے۔ ظلم و جبر و ضلالت کی تمام راہیں بند کردیں گے۔ اور اللہ نے یہ وعدہ قرآن میں تین بار دہرایا ہے (سورۂ توبہ ۳۳۔۳۲ / ۹، سورۂ فتح ۲۹ تا ۲۷ / ۴۸، سورۂ الصف ۹۔۸ / ۶۱) اور سورۂ فتح میں تو اس غلبہ اور حکومت کو إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ (الفتح: ۱ / ۴۸) منہ بولتی فتح قرار دیا گیا ہے اور آگے چل کر صلح حدیبیہ والی فتح کے علاوہ ایک اور فتح کا وعدہ مستقبل قریب میں کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا تھا کہ:

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ﴿٢٩﴾ (فتح ۲۹ تا ۲۷ / ۴۸)

"چنانچہ تمہیں مستقبل میں آنے والے حالات کا علم نہ تھا مگر ہم جانتے تھے کہ ہم تمہیں سابقہ فتح کے علاوہ مستقبل قریب میں ایک اور فتح دیں گے۔ فتح دینے والا وہی اللہ تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو دینِ حق کی ہدایات دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے فتح دے کر ساری کائنات میں دین کے ہر ہر پہلو اور تمام جزئیات کو نافذ کرنے کا غلبہ فراہم کردے۔ چنانچہ اللہ کا رسولؐ اور اس کے وہ ازلی ساتھی جو جدا نہیں کئے جا سکتے یہ غلبہ اور حکومت پائیں گے وہ حق پر پردہ ڈالنے والوں کے بہت شدت سے مخالف ہیں اور آپس میں بہت رحیم و کریم ہیں۔ اے نبیؐ تم نے انہیں ہمیشہ غربت و ناداری اور بندگی کی حالت میں دیکھا ہے جو ہر وقت اللہ کے فضل و خوشنودی کے طلبگار رہتے ہیں۔ وہ اپنے چہروں پر سجدوں کے اثرات سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی مذکورہ بالا (ذَٰلِكَ) مثالیں توریت میں بھی مذکور ہیں اور انجیل میں بھی موجود ہیں۔" (فتح ۲۹ تا ۲۷ / ۴۸)

یہاں محمدؐ اور ان کے جانشینوںؑ صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم کا باقاعدہ تعیّن کردیا گیا ہے۔ اور وہ شناخت بتا دی گئی ہے جو ان کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہوسکتی۔ "وَالَّذِينَ مَعَهُ" کو اگر عام سمجھا جائے تو یہ مصیبت سامنے آئے گی کہ اس طرح تمام منافقوں اور کفار کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ مَعَهُ کو عام کردیا گیا ہے پھر توریت اور انجیل میں ان سب کی مدح و ثنا نہ ملے گی۔ پھر رُكَّعًا سُجَّدًا سے نماز کے رکوع اور سجود سمجھنا بڑی غلطی ہوگی اس لئے کہ نماز میں تو اور بہت سے ارکان ہیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا لہٰذا ایسی کوئی نماز نہیں ہوتی جس میں صرف رکوع اور سجود ہی ہوتے ہوں لہٰذا اس کے عام معنی لینا ہوں گے اور وہ غربت و افلاس و ناداری اور عاجزانہ رویہ رکھنے والے جو رُحَمَاءُ کی صفت کا تقاضا ہے اور جب کہ دوسرے لوگ وہ بھی تھے جن پر اللہ نے غنی یا مالدار و سرمایہ دار ہونے کا طنز کیا ہے (توبہ ۷۴ / ۹) اور جن پر رسولؐ کو قطع رحمی کا یقین رہا ہے (بخاری) لہٰذا "وَالَّذِينَ مَعَهُ" سے صرف وہ حضراتؑ مراد لئے جائیں گے جو روز ازل سے اجزائے محمدؐیہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہر حال میں ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ جنہیں رسولؐ نے مِنْ نُّورٍ وَّاحِدٍ فرمایا ہو اور جنہیں كُلُّنَا محمدؐ کہنا لازم ہو۔ یہی دلیل ہے اس حقیقت پر کہ يَوْمُ الدِّينِ میں حکومت بھی محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی ہوگی۔

سُوْرَةُ تَطْفِيْف

سُوْرَةُ التَّطْفِيف مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۂ تطفیف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھتیس (۳۶) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

وائے ہے واسطے کم کر دینے والوں کے وہ کہ جب ماپ لیویں اوپر لوگوں کے

يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

پورا لیویں اور جب ماپ دیویں ان کو یا تول دیویں ان کو کم دیویں

(۱) ملامت و افسوس ہے ان لوگوں پر جو غیر محسوس کمی کرتے ہیں یعنی (۲) ان لوگوں پر جو دوسروں سے لیتے ہوئے تو پوری تول اور پیمائش لینے پر اصرار کرتے ہیں۔(۳) اور جب دوسروں کو دینے کے لئے ناپتے ہیں یا تولتے ہیں تو کمی کرکے انہیں گھاٹے میں رکھتے ہیں

تشریحات سورۂ تطفیف:

ا۔سورۂ جن کے بعد جن لوگوں کا تذکرہ ہوتا رہاہے وہ غیر مسلم نہیں ہیں

یہاں تک یہ دسویں سورت ہے جن میں کہیں بھی غیر مسلموں کا تذکرہ نہیں ہواہے مثلا سورۂ جن میں فرمایا گیا کہ:

(۱) مسجدیں تو صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہیں لٰہذا مسجدوں میں اللہ کے ساتھ کسی اور سے دعا نہ کیا کرو (جن ۱۸ / ۷۲)

(۲) جب مسجد حرم میں رسولؐ اللہ ، اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو ان پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہوگئے (جن ۱۹ / ۷۲)

(۳) ان سے کہہ دو کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (جن ۲۰ / ۷۲) مطلب یہ ہے کہ سورۂ جن میں مشرکوں کا ذکر ہو رہاہے۔ مگر اس سورۂ جن کے بعد آپ یہاں تک تمام سورتوں میں تلاش کریں کہیں مشرکوں کی بات نہیں ہوئی ہے۔ جن لوگوں کا تذکرہ ہوتا چلا آیاہے وہ سب قریشی قسم کے مسلمان ہیں جو اسلام میں اپنے اجتہاد سے ایسے عقائد تیار کر رہے تھے جیسے آج تک ان میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ مودودی اور ان کے ہم مذہب قریشی مسلمان یہ نہیں مانتے کہ اس قرآن میں کائنات کی ہر چیز کی تفصیل موجود ہے (۱۱۱ / ۱۲ یوسفؑ) چنانچہ اس آیت کی تشریح میں مودودی نے لکھا ہے کہ: "بعض لوگ "ہر چیز" کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں۔ اور پھر ان کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

(ا۔ الف) کفر وتکذیب کی عملی مثالیں: یعنی اللہ نے قرآن میں یہ نہیں کہا کہ:

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝١١١ یوسف

علامہ کا صحیح ترجمہ: "بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں ان ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔" (یوسف ۱۱۱ / ۱۲) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

قارئین اس آیت ، اس ترجمہ اور تشریح کو اردو میں سامنے رکھیں اور سوچیں۔ اللہ نے فرمایا کہ: "قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے (۱۱۱ / ۱۲) ترجمہ کیا گیا کہ: "قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۟ۙ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۟ۙ	(۴) کیا ان لوگوں کو حساب کے لئے اٹھائے
کیا نہیں جانتے یہ لوگ کہ وہ اٹھائے جاویں گے واسطے ایک دن بڑے کے	جانے کا گمان تک بھی نہیں ہوا ہے؟ (۵) کہ ایک عظیم الشان دن باز پرس کے لئے مقرر ہے۔
یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ؕ كَلَّآ اِنَّ	(۶) جس روز لوگوں کو کائنات کے پالنے والے
جس دن کھڑے ہوں گے لوگ واسطے پروردگار عالموں کے ہرگز نہیں یوں تحقیق	کے لئے کھڑا ہونا ہے ۔(۷) لاقانون بدکار لوگ عام لوگوں کی طرح سے ہرگز کھڑے نہ ہوں
كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۟ؕ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا	گے دراصل ان کی کتاب تو جیل میں ہے (۸)
عمل نامہ بدکاروں کا البتہ بیچ سجین کے ہے اور کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو کیا ہے	اے نبیؐ تمہیں کون سی درایت نے یہ بتایا کہ وہ جیل کیا ہے؟ (۹) اس جیل خانہ میں تمام فاجروں
سِجِّیْنٌ ۟ؕ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۟ؕ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۟ۙ	اور بدکاروں کا لکھا ہوا ریکارڈ ہے۔(۱۰) افسوس
سجین ایک دفتر ہے لکھا ہوا وائے ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے	اور ملامت تو اس روز جھٹلانے والوں پر ہے

مفہوم یہ نکالا کہ: ”ہر ہر چیز کی تفصیل نہیں ہے مثلاً جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی “(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

(ا۔ ب) کفر و تکذیب کا فیصلہ مودودی کے بیان سے ثابت ہے ۔ زیر بحث قریشی مسلمانوں پر کفر و تکذیب کا

قرآنی فتویٰ صادر کرنے کے لئے علامہ سے کافر اور کفر کے معنی سمجھ لیں ارشاد ہے کہ:
”کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

آپ نے دیکھا کہ اللہ نے قرآن میں ہر چیز کی تفصیل کا موجود ہونا بتایا اور علامہ نے ترجمہ میں اللہ کے اس فرمان کی تصدیق کی لیکن لوگوں کو یہ بتایا کہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل نہیں یعنی مودودی نے اللہ کی اور خود اپنے ترجمہ کی تکذیب کی ،اور اس تکذیب سے اس حقیقت کو چھپا دیا کہ قرآن انسانوں کو کائنات کی ہر چیز کا علم فراہم کرتا ہے لہٰذا نہایت اطمینان سے عہد رسولؐ کے قریش کو اور آج تک کے قریشی مذہب کے پیروؤں کو کافر اور مکذب سمجھ لیں اور ساتھ یہ بھی سمجھ لیں کہ جو شخص اللہ، رسولؐ اور قرآن کی تکذیب کرتاہے ،وہ حق کو چھپانے کی بنا پر کافر ضرور ہوتا ہے ۔ چنانچہ سورۂ جن کے بعد دس سورتوں میں جن لوگوں کا تذکرہ ہورہا ہے ، وہ لوگ اللہ ،رسولؐ اور قرآن کی بیان کردہ کسی حقیقت کو چھپانے کے لئے تکذیب کرتے رہے ہیں ۔ اور اللہ، رسولؐ اور قرآن کی بتائی ہوئی حقیقت کی جگہ خود اپنی تفہیم کے مطابق کوئی دوسری صورت پیش کرنے کے مجرم بنے ہیں یعنی انہوں نے قرآن اور اسلام کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ قرآن اور اسلام کے مطالب اور حقائق کو اپنی مصلحتوں کے سانچے میں ڈھال کر اختیار کیا ہے لہٰذا وہ سب لوگ نہ منافق ہیں نہ مشرک ہیں اور نہ منکرو مخالف اسلام ہیں بلکہ پکے قریشی مسلمان ہیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے اور پروان چڑھانے کے انتظام کرنے کی بنا پر معنوی حیثیت سے منافق بھی ہیں اور اپنے لیڈروں کی اجازت کے بغیر قرآن کے حکم کو نہ ماننے کی بنا پر مشرک بھی ہیں اور اللہ و رسولؐ کے مقاصد کے خلاف کوشاں رہنے کی وجہ سے خدا ورسولؐ اور اسلام کے مخالف بھی ہیں ۔مگر ان سورتوں میں ان پر بڑے سے بڑا جرم تکذیبِ یومِ الدّین کا عائد کیا گیا ہے (۱۱ / ۸۳) یعنی قریشی مسلمان دین اسلام کے غالب آجانے والے دن کی تکذیب کرتے ہیں ۔ یعنی اس غلبہ کو کسی اپنی سمجھی ہوئی صورت میں مانتے ہیں ۔

۲۔ قریشی مسلمانوں کو بلا سمجھے منکرِ قیامت و منکرِ آخرت کہنا یا سمجھنا بہت بڑا مغالطہ ہے ۔

لہٰذا قرآن میں جہاں جہاں ان کو منکرِ قیامت اور منکرِ آخرت یا منکرِ بعثت کہا گیا ہے ۔ وہاں انہیں قیامت و آخرت اور بعثت کی تفصیلات کا منکر کہا ہے ورنہ یاد رکھیں کہ وہ سو فیصد ان کے منکر نہ تھے ۔ ورنہ قرآن ان کو مشرک یا غیر مسلم بھی قرار دیتا۔

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِؕ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا	(۱۱) یہ جھٹلانے والے وہی لوگ ہیں جو دین اسلام کے غلبہ والے روز کی تکذیب کرتے ہیں (۱۲) دین کے مکمل غلبے اور جزا وسزا کی صورت کو بدل کر حقیقت کو جھٹلانے والے لوگ سب حد سے گزر جانے والے گنہگار ہوتے ہیں (۱۳) جب اس شخص کے روبرو ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے
وہ جو جھٹلاتے ہیں دن جزا کو اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر	
كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتۡلٰى	
ہر حد سے نکل جانے والا گناہگار جس وقت پڑھی جاتی ہیں	

(۲ ۔ الف) قریش محتاط و چالاک رویے کی بنا پر مخالف و غیر مسلم نہیں کہلائے ۔

دیکھئے یہاں آیت (۱۱ / ۸۳) میں قریش کو منکرِ اسلام یا منکرِ قیامت و بعثت نہیں کہا بلکہ تکذیب کرنے والا کہا ہے اور اگلی آیت (۱۲ / ۸۳) میں اس تکذیب کے جرم پر انہیں مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ "حد سے نکل جانے والے گنہگار" قرار دیا ہے یعنی کلمہ گوئی اور اسلام سے خارج نہیں کیا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض حدود فراموشی اور گناہ انسان کو کلمہ گو نمازی، حاجی، تہجد گزار اور صحابی ہوتے ہوئے بھی جہنم واصل کر دیتے ہیں۔ اس اطلاع سے قرآن بھرا پڑا ہے (مثلاً سورہ نساء ۹۳ / ۴) ایک مومن کا قتل اگر ابدی جہنم، عذاب عظیم اور لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے تو سوچیئے کہ خانوادۂ رسولؐ کا قتل عام اور لاکھوں انسانوں کو مذہبی اختلاف کی بنا پر قتل کر ڈالنا کس جگہ لے جائے گا ؟ جہنم ان لوگوں کے لئے کافی نہیں ہے ۔ ان ہی کے لئے یوم الدّین یوم الفصل، یومِ عظیم اور رجعت کا قیام ضروری ہے تاکہ انہیں ہر قتل کے بدلے میں اسی بے رحمی سے قتل کیا جائے اور ان کے ساتھ وہی کچھ باربار کیا جائے جو انہوں نے کیا تھا ۔ (وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴿۲۷﴾ الخ یونس ۲۷ / ۱۰) اور ان تمام جرائم کی بھرپور سزاؤں کے بعد دائمی آگ میں رہ کر انہیں اطاعت اور مخالفت کا فرق معلوم ہو گا۔

قریش تو بہرحال نام نہاد مسلمان تھے قیامت و بعثت کا منکر تو ابلیس بھی نہیں ہے ۔

قارئین نوٹ کریں کہ قریش اسلام کے تمام عقائد و عبادات و معاملات کو مانتے تھے مگر ہر عقیدے، ہر عبادت اور ہر معاملے کو اپنے مجتہدانہ مصالح کے ماتحت موزوں ردو بدل کے بعد مانتے تھے ۔ اسی لئے اس پوری قوم کو قرآن سے ہجرت کر جانے والی (فرقان ۳۰ / ۲۵) قرار دیا گیا ۔ اور یہی وجہ تھی کہ پوری قوم کو بلا استثنا قرآن کی تکذیب کرنے والی قوم فرمایا گیا (انعام ۶۶ / ۶) لہٰذا کبھی نہ مانیئے کہ قریشی لوگ قیامت یا آخرت یا بعثت کے منکر تھے ۔ وہ بنیادی طور پر نظامِ اجتہاد و مشاورت پر عمل پیرا تھے اور ان تمام اصولوں پر کار بند تھے جو ابلیس نے اس نظام کے سلسلے میں سابقہ اقوام کو سکھائے تھے ۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ جس عقیدے کو ابلیس مانتا ہو اس سے اس کے پیرو انکار کریں ۔

(۲ ۔ ب) قیامت اور سزا و جزا کے لئے بعثت وغیرہ کا ابلیس نے برابر اقرار کیا اور اسی حساب سے مہلت مانگی ۔

انہوں نے زیادہ سے زیادہ جو کچھ کیا وہ اسلامی عقائد و تصورات میں ماہرانہ و قابل داد چارسوبیسی کی تھی جسے بڑے بڑے نقاد بھی سمجھ نہ سکے ۔ رہ گیا ان کا جگت گرُو ابلیس : اس نے تو اللہ سے سادہ اور صاف الفاظ میں یہ کہا تھا کہ :

ابلیس نے بعثت تک مہلت طلب کی تھی ۔ شاگرد کا ترجمہ : "بولا، " مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے ۔" فرمایا " تجھے مہلت ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳)

أَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ﴿۱۴﴾ (اعراف ۱۴ / ۷)
قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ ﴿۱۵﴾ (اعراف ۱۵ / ۷)

شیطان پر لعنت بھی یوم الدین تک ۔

قَالَ فَٱخۡرُجۡ مِنۡهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ O وَإِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلدِّينِ O قَالَ رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ O قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ O إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ O (سورۂ حجر ۳۸ تا ۳۴ / ۱۵) اور (سورۂ صٓ ۸۱ تا ۷۷ / ۳۸)

ابلیس کے شاگرد کا ترجمہ : "رب نے فرمایا" اچھا تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے، اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت ہے ۔"

اس نے عرض کیا "میرے رب، یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لئے مہلت دے جب کہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" فرمایا "اچھا، تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۶)

سورۂ حجر اور سورۂ ص میں اللہ کے الفاظ میں اختلاف نہیں مگر مودودی نے اختلاف کیا۔

ہم نے اختصار کی غرض سے اور اس لئے سورۂ صؔ کی آیات (۸۱ تا ۷۷ / ۳۸) کو نہیں لکھا کہ دونوں جگہ اللہ کے الفاظ میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے ۔ مگر علامہ نے ایک جگہ اپنے ترجمہ کو مختلف کردیا ہے جسے یہاں نوٹ کیاجاتا ہے ۔

رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ○
(حجر ۳۶ / ۱۵ ص ۷۹ / ۳۸)

مختلف ترجمے : (۱) "میرے رب، یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لئے مہلت دے جب کہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" (۳۶ / ۱۵)

(۲) "اے میرے رب یہ بات ہے تو پھر مجھے اس وقت تک کے لیئے مہلت دے دے جب یہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" (۷۹ / ۳۸) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۴۹)

آیت کا مفہوم بدلنے کے لئے معنی میں اضافہ کیا ہے۔

اس اختلاف سے آیت کے مقصد پر ضرب نہیں پڑتی مگر علامہ نے ان دونوں ترجموں میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیاہے کہ مہلت کا وقت ابلیس کو معلوم ہی نہ ہوا :

إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ ○
(۳۸ / ۱۵، ۸۱ / ۳۸)

اچھا تجھے اس روز تک کی مہلت ہے جس کا وقت مجھے معلوم ہے "
اچھا تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے "

اس آیت (۳۸ / ۱۵) یا (۸۱ / ۳۸) میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کی اردو یا ترجمہ "مجھے" یا "ہمیں" کیا جاسکے ۔ ان آیات میں وہ معنی پیدا کرنا کہ ابلیس کو وہ مقررہ وقت معلوم نہ تھا بلکہ صرف اللہ ہی کو معلوم تھا سراسر غلط اور ضرورت کے خلاف ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ابلیس کو اس کا ضرور علم تھا تاکہ وہ اطمینان سے اپنا پروگرام بنائے ۔

ان آیات میں نہ لفظ قیامت ہے نہ قیامت تک مہلت کی بات ہے۔

مگر قریشی پالیسی مودودی کو مجبور کرتی ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے آیات کا رخ موڑ کر حقیقت کو چھپایا جائے چنانچہ ان آیات کی تشریح میں اس مہلت کو خود ہی قیامت تک وسیع کردیاہے سنیئے :

مہلت کا وقت اپنے قلم سے بدل ڈالنے کی کوشش۔

"یعنی قیامت تک تو ملعون رہے گا اس کے بعد جب روز جزا قائم ہوگا تو پھر تجھے تیری نافرمانیوں کی سزادی جائے گی" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۶ حاشیہ ۲۱)

یوم قیامت تک مہلت کا دیا جانا قرآن میں واضح نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ابلیس نے یہی چاہا تھا کہ اسے قیامت کے دن تک مہلت دی جائے مگر اللہ نے اسے مندرجہ بالا آیات (۱۵ / ۷، ۳۸ / ۱۵، ۸۱ / ۳۸) کی طرح اجازت نہیں دی ہے دیکھئے سوال و جواب یوں ہیں :

ابلیس نے کہا اور جواب نہ پایا۔

لَئِنۡ أَخَّرۡتَنِ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ لَأَحۡتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلٗا ○ قَالَ ٱذۡهَبۡ فَمَن تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءٗ مَّوۡفُورٗا ○ (بنی اسرائیل ۶۲۔۶۳ / ۱۷)

مودودی کا ترجمہ : "اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اچھا تو جا، ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں، تجھ سمیت ان سب کے لئے جہنم ہی بھرپور جزا ہے۔" (بنی اسرائیل ۶۳۔۶۲ / ۱۷) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲۹۔۶۲۸)

اللہ کا جواب قیامت کے دن تک مہلت دیا جانا ثابت نہیں کرتا مگر مودودی نے اپنے اس اوّلین راہنما کو خود ہی قیامت تک مہلت دے دی ۔ ان قرآنی آیات اور مودودی کے بیانات سے ثابت ہوگیا کہ ابلیس اللہ کو اپنا رب مانتاہے ۔ قیامت اور بعثت کا اقرار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب پوری نوع انسان کو آخری بار زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اس کے بعد اس کی

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا

اوپر اس کے نشانیاں ہماری کہتا ہے کہانیاں ہیں پہلوں کی ہر گز نہیں یوں

بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

بلکہ زنگ باندھا ہے اوپر دلوں ان کے کے اس چیز نے کہ تھے وہ کماتے

تو وہ شخص کہتا ہے یہ تو وہ ریکارڈ ہے جو ابتدائی لوگوں کی طرف سے سطروں میں لکھا ہوا چلا آرہا ہے۔(۱۴) یہ جواب ہرگز دل سے نہیں نکلا حقیقت یہ ہے کہ وہ قرآن پر غالب آجانے کی خاطر آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔

مہلت ختم ہوجائے گی اور اب اس کے لیئے بھی جہنم ہی آخری سزا ہے لہٰذا یہاں یہ ماننا پڑیگا کہ قیامت اور قیامت کی حقیقت سے ابلیسی گروہ کو کبھی انکار نہیں ہوسکتا البتہ قیامت کی صورت اس کا طول و عرض اور زمانہ اور دیگر جزئیات اور تفصیلات میں اختلاف و انکار کرتے رہے ہیں اور اللہ قرآن میں قیامت اور بعثت کی جزئیات و تفصیلات بیان کرتا رہا ہے۔ اور مودودی تمام تفصیلات اور قیامت کے مختلف حالات اور جزا وسزا کے طریقوں کو سمیٹ کر یہ تصور جمانا چاہتے رہے ہیں کہ:
پہلا صور پھونکا۔تمام موجود زندہ لوگ مر گئے۔ دوسرا صور بجا تو ساری نوع انسان زندہ ہوگئی اور آناً فاناً حساب کتاب ہوا اور جنت وجہنم میں داخلہ ہوگیا۔ یہ ہے وہ قیامت جسے علامہ لوگوں کے قلوب میں راسخ کرنے کے لیئے قرآن کے الفاظ وآیات میں ہر کتربیونت اور ہر کمی و زیادتی اور ہر بددیانتی کر گزرے ہیں انہوں نے الفاظ سعیر وجحیم و نار و لظیٰ و ہاویہ کو بے تکلف جہنم بنا ڈالا۔ ہر نعمت وراحت ملنے والی جگہ کو جنت لکھتے چلے آئے۔ رجعت اور عادلانہ جزا و سزا کا تذکرہ تک نہ کیا۔ مظالم اور برائیوں کے بدلے میں وہی (مِثْلِهَا) مظالم و برائیاں ظالم پر وارد ہونے (یونس ۲۷ / ۱۰) کو ٹالتے چلے گئے۔ یعنی قیامت کی حقیقت کے چھپانے اور انکار کرنے میں مودودی تمام سابقہ شیاطین سے کئی گنا بڑھ گیا۔ لیکن ہم نے ان کے تمام کرتب اور عیاریاں واضح کردی ہیں اور جو باقی ہیں وہ اختتام تک واضح ہوجائیں گی۔

جنت اور جہنم کے تعین میں خَالِدِينَ فِيهَا ایک کنجی ہے۔ قارئین یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ ہر وہ مقام یقیناً جَنّت، جَنّٰات اور جَهَنَّم ہوگا جس کے ساتھ آیات میں لفظ "خٰلِدِیْنَ" موجود ہو۔ اگر خالدین نہیں ہے تو اس مقام یا مقامات کو جنۃ یا جہنم کہنا یقینی نہیں ہے۔

۳۔ يَوْمُ الدِّين کو يَوْمُ الْجَزَا ہونے کا ڈھول پیٹتے رہنا دین اسلام اور محمدؐ کی غلبہ کو چھپانا ہے۔

سورۂ انفطار کی تشریحات میں لفظ "دین" کائنات کی تمام مخلوقات کے لئے "ضابطہ حیات" ثابت کیا جا چکنے کے بعد "یوم الدین" کو "کائناتی ضابطہ حیات کا دن" ماننا چاہیئے تھا۔ لیکن قریشی منصوبے کے ماتحت جہاں جہاں قرآن میں یہ لفظ "یوم الدین" استعمال ہوا ہر جگہ اس کا ترجمہ "روز جزا" یا "یوم الجزا" کرتے چلے جانا دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے۔ جس میں اپنے اور پرائے سب الجھے ہیں۔ اور سب نے قریشی پالیسی پر اس قدر پابندی سے مسلسل عمل کیا ہے کہ اب یوم الدین کے حقیقی معنی پس منظر سے بھی غائب ہو گئے ہیں۔
چونکہ قریش یہ نہ چاہتے تھے کہ اس کائنات میں محمدؐ کے کسی ایسے غلبے کا پتہ چلے جس میں کائنات کی ہر مخلوق پر محمدؐ کو اقتدار و قابو حاصل ہو۔ جس میں موت و زیست اور مشرق و مغرب اور زمین وآسمان اور ستارے اور چاند سورج ان کی اطاعت کرتے ہوئے نظر آئیں۔ لہٰذا انہوں نے نہایت عیاری و پرکاری کے ساتھ یوم الدین کو یوم الجزا بنا دیا۔ اور اس کے ساتھ قیامت کا مفہوم وابستہ کردیا۔ یعنی یوم الدین کو پلٹ کر یوم القیامۃ بنا دیا تاکہ لفظ قیامت کی طرح یوم الدین ذہن میں آتے ہی فوراً صور کا بجنا پہاڑوں کا اُڑنا آسمانوں کا پھٹنا، زمین کا چکنا چور ہوجانا قبروں سے مردوں کا نکل نکل کر بے تحاشہ دوڑنا وغیرہ دھماکہ خیز نظارہ آنکھوں میں پھر جائے۔ اور پھر کسی ناقابل فہم و ناقابل بیان طریقے سے تمام نوع انسان کا حساب کتاب چٹکی بجاتے ہو جائے گا اور سب کو ہانک کر جنت یا جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔ یہ ہے وہ قیامت یا یوم الدین جسے قریشی ڈپلومیسی لوگوں کے قلوب و اذہان پر مسلط کرکے فارغ ہوجانا چاہتی ہے۔ اور تمام طریقوں اور تفصیلات کو

كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ہر گز نہیں یوں تحقیق وہ پروردگار اپنے سے اس دن البتہ حجاب میں ہیں

ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ

پھر تحقیق وہ البتہ داخل ہونے والے دوزخ میں ہے پھر کہا جاوے گا

(۱۵) وہ ہرگز غالب نہ آسکیں گے اور یقیناً دین کے غلبے والے روز وہ لوگ اپنے پروردگار سے پردے کے پیچھے چھپا کر رکھے جائیں گے۔ (۱۶) اور پھر ان سب کو بے دھڑک آگ کے انبار میں تپایا جائے گا۔ (۱۷) اور ان کو بتایا جائے گا کہ

چھپا ڈالنا چاہتی ہے ۔ جو اللہ نے تفصیل کے ساتھ اصولاً و فروعاً بیان کردیئے ہیں ۔ اور ان کا اس سے اصل مقصد یہ ہے کہ نظام عدل اور زمانہ رجعت کسی کے سامنے نہ آنے پائے ۔ حالانکہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ :

نوع انسان کے ہر ہر فرد سے الگ الگ باز پرس کی جائے گی ؟ یقیناً ان سب کو باقاعدہ شمار کرکے تمام انسانوں کی تعداد معلوم ہے لہٰذا "---- وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾ (مریم ۹۵۔۹۴ / ۱۹)

منکر کا ترجمہ: "وہ سب پر محیط ہے اور اس نے اُن کو شمار کرر کھا ہے ۔سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۸۱)

(۳ ۔ الف) گنتی گننے والا، سامنے بلانے والا، اور پھر تمام انسانوں کو بیک وقت نہ دیکھ سکنے والا کون ہے ۔

آیات میں جہاں جہاں کوئی بات علامہ کے زیغ سے مشابہ ہوتی ہے وہاں وہ اپنی تفہیم کے ورقے کالے کرنے میں سرپٹ دوڑتے ہیں اور جہاں ان کا مذہب و عقیدہ پٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے وہاں وہ چپکے سے دبے پاؤں گزر جاتے ہیں ۔یہاں ان آیات (۹۵۔۹۴ / ۱۹) میں بہت سے سوالات ابھرتے رہ گئے اور مودودی دم دبا کر آگے بڑھ گئے ۔ انہیں اپنے قارئین کو بتانا چاہئے تھا کہ وہ کون ہے جسے گنتی گننے کے بعد تعداد معلوم ہوسکتی ہو؟ وہ کون ہوگا جو سارے انسانوں کو بیک وقت نہ دیکھ سکتا ہو؟ جو ایک ایک آدمی کو اپنے سامنے بلانے پر مجبور ہو؟ اور یہ بھی بتانا تھا کہ ایک ایک فرد سے الگ الگ باز پرس کرنے میں کتنا زمانہ خرچ ہوگا ؟ کہ تمام انسانوں کا حساب ہوسکے ؟ اور اگر ایسے گننے والے کو اور ہر شخص کو الگ الگ اپنے سامنے بلانے والے کو اللہ کہا جائے ؟ تو اس سے بڑا شرک و کفر و انکار ممکن ہی نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اللہ کے سامنے یا پیچھے یا دہنے بائیں اور اوپر نیچے کہنا تو اسے قطعاً ایک محدود فانی ہستی بنا دیتا ہے ۔ یہ ہے وہ طریقہ جسے ہم نے ناقابل فہم و بیان کہا ہے انسان کی سمجھ میں آنا چاہیئے کہ حساب کیسے ہوگا ؟ گواہیاں کیسے ہوں گی ؟ گواہیاں کون کون دے گا ؟ مجرم اور گواہ کے بیانات سچ مچ کے الفاظ میں ہوں گے تو ہر بیان میں ضروری وقت کا خرچ ہونا ماننا پڑے گا اس لئے قیامت میں تمام انسانوں کا مادی حساب لینے کے لئے کروڑھا سال درکار ہوں گے پھر ان کے تمام جرائم کا بیان ان لوگوں کے سامنے ہونا چاہیئے جن پر جرائم کا اثر یا نتیجہ مرتب ہوا تھا۔ پھر انہیں ان کے مختلف جرائم کی مختلف اور مقررہ سزائیں بھی ملنا لازم ہیں تمام گناہوں کے بدلے میں جہنم میں پھینک دینا اور شرک جیسے ایک جرم کے بدلے میں بھی جہنم میں پھینک دینا عدل و انصاف نہیں بلکہ راجہ رنجیت سنگھ کی سکھا شاہی ہوگی ۔ کہ ایک شخص کو صرف شرک کی بنا پر جہنم اور دوسرے مشرک کو شرک و قتل و زنا کی سزا میں بھی جہنم ۔ جو سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ لہٰذا قریشی علما کو اس جگہ بتانا چاہیئے تھا کہ ہر مجرم کو اس کے ہر جرم کے مثل سزا دی جائے گی (یونس ۲۷ / ۱۰) اور جب تمام جرائم کی سزا مل چکے گی تو انہیں موت کے حوالے کردیا جائے گا ۔ پھر تمام بدعقیدہ لوگوں کو یعنی حقوق اللہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو زندہ کیا جائے گا ۔ اب چٹکی بجاتے حساب کتاب اور جہنم کا فیصلہ سنایا جائے گا ۔وہ دونوں مشرک صرف شرک کے لئے جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل کردیئے جائیں گے ۔ لہٰذا سو فیصد عدل کیا جائے گا ظلم کسی پر نہ ہوگا ۔

مودودی نے يَوۡمِ الدِّيۡنِ کو یوم الجزاء بنا کر تکذیب کی ہے ۔ اگر یوم الدین کو نیک نیتی سے اور حقیقی یوم الجزا یا روز جزا کہا جائے، جیسا کہ مودودی نے اس سورۂ تطفیف کی آیت (۱۱ / ۸۳) میں یوم الدین کو "روز جزا" لکھاہے ۔ تو

هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّاۤ اِنَّ

یہ ہے وہ چیز کہ تھے تم اس کو جھٹلاتے ہرگز نہیں یوں تحقیق

كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ﴿۱۸﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ

عمل نامہ نیکوں کا بیچ علیّین کے ہے اور کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو کہ

مَا عِلِّیُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

کیا ہے علیون دفتر ہے لکھا ہوا حاضر ہوتے ہیں اس پر مقرب خدا کے

یہ جحیم وہی تو ہے جس کو جھٹلانے کے لئے تم یوم الدین کی تفصیلات جھٹلا دیا کرتے تھے ۔ (۱۸) اور ابرار کے ساتھ بھی ہرگز عام سلوک نہ ہوگا درحقیقت ان کے کردار کی کتاب تو علیونؑ کی تحویل میں ہے۔ (جہاں مقامات کی بلندیاں ہی بلندیاں ہیں) (۱۹) اور اے رسولؐ آپ کو کس درایت سے معلوم ہوا ہے کہ علیون کیا ہے ؟ (۲۰) وہ بھی تمام نیک بندوں کا تحریری ریکارڈ ہے جو علیوں کے پاس ہے (۲۱) جس پر قُربت یافتہ حضرات گواہی دیتے رہتے ہیں

انہیں یہ کہنا بھی لازم تھا کہ اس روز تمام انسانوں کو ان کے تمام گناہوں اور جرائم کی وہ سزائیں دی جائیں گی جو دین اسلام میں مقرر ہیں ۔ یعنی چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا اسے نہ ملی تھی اب چور کو باقاعدہ سب متعلقین کے سامنے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی اور جس کے یہاں چوری ہوئی تھی اسے وہ تمام مال واپس دلایا جائے گا ۔ اور جتنے روز تک اس نے اس مال کے نہ ہونے کی بنا پر تکلیفیں اٹھائیں اور مزید محنت و وقت و سرمایہ اور وسائل کا نقصان اٹھایا تھا ، اتنے ہی دنوں تک اسے فائدہ اٹھانے اور تلافی مافات کرنے کا موقع دیا جانا عدل ہوگا تاکہ اس کی محرومی کامرانی سے بدل جائے اس کے بعد اسے دوسری دفعہ موت آنا چاہیئے تاکہ اب وہ اس آخری فیصلے کے لئے دوبارہ اٹھایا جائے (مومن ۱۱ / ۴۰) جس کی آڑ میں قریش اینڈ کمپنی رجعت اور یوم الدین کو غائب کرکے انہیں قیامت اور نام نہاد روزِ جزا کہتی رہتی ہے ۔ لہٰذا ہم روزِ جزا یا یوم الجزا کہنے پر راضی ہوسکتے ہیں بشرطیکہ حقیقی معنی میں یہ الفاظ استعمال کئے جائیں اور قرآنی حقائق کو بلفظہٖ تسلیم کیا جائے ۔

(۳ ۔ ب) یوم الدین اور یوم الفصل کا قرآن سے ایک نظارہ اور مندرجہ بالا تفصیلات بھی ۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے قارئین سے سورۂ صافات کی چند آیات (۳۴ تا ۱۶ / ۳۷) پڑھنے کی درخواست کریں اور انہیں اس صورت حال پر متوجہ کریں جو اللہ نے وہاں دکھانا چاہی ہے ۔ چنانچہ ہم ترجمہ لکھتے ہیں ۔

سورۂ صافات کی چند آیات کا ترجمہ پڑھیں ۔ "کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ہم مر کر گل سڑ کر مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر رہ جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں ہمیں دوبارہ صحیح سلامت زندہ اٹھایا جاسکے گا؟ اور آدمؑ کے زمانے سے قیامت تک تمام مرنے والے ہمارے آباؤ اجداد کو بھی زندہ کرلیا جائے گا ؟ ان سے کہہ دو کہ ہاں ضرور اٹھایا جائے گا اور تم بے بس و بے کس ہوکر رہ جاؤ گے ۔ اور یہ سب کچھ ایک گرم آواز کے حکم سے ہوجائے گا اور یہ سب جیتے جاگتے اور دیکھتے بھالتے نظر آئیں گے۔ اور اس وقت یہ کہیں گے کہ ہائے ہائے ہمارے حال پر افسوس ہے ارے یہ تو وہی یوم الدین اور یہ تو وہی تمام فیصلوں کا دن (یوم الفصل) ہے جس کو ہم کچھ اور کہہ کر جھٹلایا کرتے تھے ۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ ان تمام ظالموں کو اور ظلم سے متعلق تمام لوگوں کو گھیر کر جمع کرو اور ان لوگوں کو بھی حاضر کرو جن کی یہ لوگ بے چوں وچرا اطاعت کیا کرتے تھے اور اللہ کے برابر اور اللہ کے ساتھ ان کی اطاعت بھی واجب سمجھتے تھے ۔ اب ان سب کو دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر کی طرف راہنمائی کرو "(جحیم کے معنی تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۳) (صافات ۲۳ تا ۱۶ / ۳۷) سوال یہ ہے کہ یہ حکم دینے والا کون ہے ؟ اگر کہا جائے کہ اللہ ہے تو اللہ کو حکم دینے کی احتیاج ہی نہیں اس کے ارادے کے ساتھ ساتھ وہ تمام لوگ جدھر اللہ چاہے خود چلے جائیں گے۔ مگر انہیں یہ معلوم نہ ہوسکے گا کہ یہ حکم وہ حضرات دے رہے ہیں جن کو ہم جھٹلایا کرتے تھے اور یہ کہ آج دین کا اور دین لانے والوںؑ کو غلبہ حاصل ہے ۔پھر یہ بتایا جائے کہ حکم کس کو دیا جارہا ہے؟ اگر توقع کے مطابق یہ کہا جائے کہ اللہ فرشتوں کو حکم دے گا ۔ تو پہلے قرآن سے فرشتوں کو ایسی عقل و شعور ملنے کا ثبوت دینا ہوگا جس سے وہ اس بے حساب انبوہ میں سے صرف ظالموں کو تلاش کرکے لائیں اور یہ ثبوت اس قرآن میں تو ہے نہیں لہٰذا لامحالہ یہ حکم ایسے انسانوںؑ کو دیا جائے گا جو تمام جہنمیوں اور جنتیوں کو الگ الگ پہچانتے ہوں گے جس

کا ثبوت سورۂ اعراف(۴۶ / ۷) میں موجود ہے ۔ اور ان کی مدد و اطاعت البتہ ملائکہ اور دوسرے شہدا کریں گے پھر یہاں آخری آیت میں لفظ اَلْجَحِیْم آیا ہے ۔ اور مترجمین نے اس کا ترجمہ جہنم کیا ہے ۔ تو بات یہ ہوئی کہ اللہ نے مجرموں کی جانچ پڑتال اور حساب کتاب کے بعد انہیں جہنم میں لے جانے کا فیصلہ کر دیا تھا (۲۳ / ۳۷) اور جب مجرموں کو جہنم کی طرف لے کر چل دیئے تو اللہ کو خیال آیا کہ ان سے تو ابھی باز پرس کرنا باقی ہے لہٰذا حکم دیا کہ :
وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْـُٔولُونَ ﴿٢٤﴾ (الصافات: ۲۴ / ۳۷) ارے غلطی ہوگئی انہیں روکو ہم نے تو ان سے ابھی اور باز پرس کرنا ہے۔" اگر وہ اللہ تھا تو یقیناً جہنم کا فیصلہ غلط اور قبل ازوقت تھا اور یہ اللہ کے لئے اچھی صورت حال نہیں ہے ۔ لہٰذا یوں مان لیں کہ تمام مجرموں کو ایک سخت ترین گرم مقام میں محصور کیا جائے گا جسے "اَلْجَحِیْم" یہاں (۲۳ / ۳۷) اور "سِجِّیْنٍ" سورۂ تطفیف (۸۔۷ / ۸۳) میں کہا گیا ہے اور وہاں سے باری باری تمام مجرموں کو باز پرس کے لئے لایا اور لے جایا جائے گا ۔ تاکہ انہیں وہاں کے قیام میں جہنم کی تکلیفوں کا عملاً مزا ملتا رہے ۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ایسا ہی جحیم تھا جو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تیار کرایا تھا اور اسی سورۂ صافات (۹۷ / ۳۷) میں اس کا ذکر ہے اور جہاں مودودی اینڈ کمپنی مجبور ہوئی ہے اور اس کا ترجمہ جہنم نہ کر سکی لہٰذا یہ ماننا ہی پڑے گا کہ یوم الدین اور یوم الفصل کے دوران اس جحیم سے مجرموں کو لا کر عدالتوں کے فیصلوں کا اور سزا کے احکام اور باز پرس کا نظام جاری رہے گا اور ان سے متعلقہ سوال و جواب ہوتے رہیں گے مثلاً :
<u>ترجمہ :</u> "پوچھا جائے گا کہ اب تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ؟ بلکہ تم خود ہی خود کو اور متعلقین کو ججوں کے حوالے کئے جا رہے ہو۔ "(۲۶۔۲۵ / ۳۷)
"یہیں جحیم کے قیام کے دوران اور مقدمات کی سماعت کے وقت مجرموں، ان کے مددگاروں اور مظلوموں اور گواہوں کے درمیان ردّو قدح اور بحث و مباحثہ ہوگا واقعات بیان ہوں گے اعتراضات قائم کئے جائیں گے دوسرا فریق اعتراضات کے جواب دے گا۔ اپنی کوتاہیاں قبول کریں گے اور جحیم کے قیام ہی میں اپنے تمام جرائم کے اقرار پر مجبور ہو جائیں گے اور اب تعلیماتِ انبیاؑ کے صحیح ہونے کا اقرار کریں گے ۔ آخر میں اللہ نے فرمایا کہ :
"ہم وہی مذکورہ سلوک مجرموں کے ساتھ کرتے ہیں اور کریں گے "(۳۴ / ۳۷) کیا اس سارے پروگرام اور نظارے کے بعد بھی قارئین مودودی اینڈ کمپنی والی قیامت کو صحیح قرار دیں گے ؟ یا یہ مانیں گے کہ یوم الدین میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پورے دین یعنی نظامِ کائنات پر غلبہ ہوگا ۔ اور آنحضرتؐ خود بنفسِ نفیس بھی موجود ہوں گے (تطفیف ۲۴ / ۸۳) اور ابرار و فجار کو نعمتوں اور عذاب کے دوران دیکھتے اور پہچانتے ہوں گے ۔ اور کاروبارِ حکومتِ الٰہیہ بڑی دھوم سے چل رہا ہوگا ۔ اور دنیا کے معمول کے ساتھ ساتھ ایک پردے کے پیچھے (۱۵ / ۸۳) نظامِ رجعت تمام محروم الجزا و سزا لوگوں کی داد رسی اور انتقام جاری رکھے گا ۔

۴۔ سورۂ تطفیف بھی عہدِ رسولؐ کے قریشی مسلمانوں کے حالات و اقدامات سناتی ہے ۔

قارئین یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ قریش تاجر تھے سرمایہ دار و اجارہ دار تھے ۔ وہ مہاجن بھی تھے اور سودی کاروبار بھی کرتے تھے (روم ۳۹ / ۳۰) ان کی مذمت میں بتایا کہ وہ لیتے پورا ہیں مگر دیتے کم ہیں اور یوں وہ غرباء اور ضرورت مندوں کو نقصان ہی نقصان پہنچاتے ہیں (۳ تا ۱ / ۸۳) پھر بتایا کہ ان کے اعمال و اقدامات ایسے ہیں جیسا کہ انہیں رب العالمین کی خاطر باز پرس کے لئے اٹھائے جانے کا خیال و گمان تک بھی نہ ہوا ہو ۔(۶ تا ۴ / ۸۳) انہیں بتایا گیا کہ فسق و فجور میں مبتلا رہنے والوں کا ریکارڈ ایک الگ کتاب میں بھی تیار کیا جا رہا ہے اور وہ تحریری ریکارڈ اس قید خانے میں پہلے سے پہنچا دیا جائے گا جہاں تمام فجار کو باز پرس اور سزا کے لئے رکھا جانے والا ہے ۔ اگر چہ اس وقت یہ اس قید خانے اور یوم الدین کی حاضری ، باز پرس اور تفصیلات کو جھٹلا رہے ہیں ۔ مگر اس دن ان کا براحال ہوگا (۱۱ تا ۷ / ۸۳) یہ تکذیب کرنے والے غیر مسلم نہیں ہیں بلکہ اسلام میں ردو بدل کرکے حد سے بڑھ جانے والے گنہگار لوگ ہیں (۱۲ / ۸۳)

<u>(۴ ۔ الف) قریش کو حد سے بڑھانے والے لیڈر کی طرف توجہ دلائی ہے ۔</u> یکایک اس لیڈر کا ذکر کیا گیا ہے جو

قرآن کے بیانات کو قدیم زمانے کا فرسودہ تحریری ریکارڈ کہہ کر (OUT OF DATE) ٹال دینا اور ماڈرن راہوں پر چلانا چاہتا ہے (۱۳ / ۸۳) لیکن اللہ نے لفظ "رَانَ" فرما کر یہ بتایا کہ قرآن کو فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ اس لئے کہا جا رہا ہے کہ قریش اس طرح قرآنی تعلیمات کو شکست دے سکیں گے (۱۴ / ۸۳)
یہاں قریشی علما کی لفظ رَانَ کا ترجمہ "زنگ" کرکے بدترین و بعید ترین معنی اختیار کرنے اور قریش کی دُور رَس اسکیم کو ہلکا کرکے دکھانے کی سازش صاف ظاہر ہوجاتی ہے۔اس کے بعد قریش کے سامنے وہ نظارہ پیش کیا ہے جو ہم نے ابھی ابھی سورۂ صافات سے دکھایا ہے۔یعنی دین اسلام کے غلبہ کے دوران سربراہِ اسلام حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ ساتھ ایک پردہ سے اس وقت کے زندہ اور برسر کار انسانوں اور رجعت میں اٹھائے جانے والے لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ رکھ کر دونوں پروگرام ساتھ ساتھ چلائیں گے۔ تمام فجار اور مکذبین کو سِجّینِ اور جحیم میں حاضر کریں گے اور ان کے جرائم پرباز پرس اور عدالتی کارروائی جاری کریں گے (۱۶۔۱۵ / ۸۳) ادھر تمام نیکوکار و ابرار حضرات کی رہائش و راحت کا مکمل انتظام کریں گے ان کے کھانے پینے کے لئے جنت کا سامان اسی طرح فراہم کریں گے جیسا کہ مجرموں کے لئے جہنم کا سامان جحیم اور سِجّینِ میں فراہم کیا گیا تھا۔ ابرار ونیکو کار لوگوں کے لئے ٹھہرانے کا مقام ان مقدسؑ لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا جنہیں تخلیق آدمؑ کے وقت عالین فرمایا تھا (صٓ ۷۵ / ۳۸) جو پوری کائنات میں سب سے اعلیٰ درجہ کے لوگ تھے اور علیؑ کے نام سے اسی طرح منسوب کیا گیا جس طرح ان سب کو محمدؐ یا محمدؐون فرمایا گیا ہے اور یہاں سورۂ تطفیف (۱۹۔۱۸ / ۸۳) میں ان ہی کو علیّین اور علیّون فرمایا گیا ہے۔ اور بتایا گیا کہ ان کے پاس مقربینِ بارگاہِ خداوندی حاضر ہوتے ہیں اور نیکو کاروں کے اعمال و افکار پر شہادت دیتے ہیں (۲۱ / ۸۳) اور ریکارڈ تیار کرتے ہیں (۲۰ / ۸۳) نیکو کار لوگوں کے قیام پر کوئی پابندی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے کسی مستقل قیام گاہ کا نام بتانے کی ضرورت نہ تھی۔صرف یہ فرمایا گیا کہ:
" إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ (۲۲ / ۸۳) یعنی ابرار لوگ کہیں بھی رہیں کہیں بھی آئیں جائیں حتّٰی کہ سِجّینِ اور جحیم میں مجرموں کا حال دیکھنے جائیں، ان کے لئے نعمتوں کا انتظام رہنا ضروری رہے گا۔ انہیں زحمت سے کہیں اور کسی حال میں سابقہ نہ پڑے گا۔ ان کے لئے مسندیں تکئے فرش و فروش ہرجگہ فراہم رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے جانشینوں کی حکمرانی ان کے انتظامات اور اچھے اور برے لوگوں کے انجام و عواقب کو ملاحظہ فرماتے رہیں گے (۲۴ / ۸۳) یہ وہ انجام ہے یہ وہ یوم آخرت ہے یہ وہی یوم الفصل ہے اور یہ وہی یوم الدین کا نظام حیات وطریقۂ کار ہے۔

(۴۔ب) سارے انبیاؑ، تمام کتابوں، پورے قرآن اور مکمل دین کا نچوڑ حضورؐ کو دکھانا تھا۔

جسے سامنے لانے اور آنحضرتؐ کو دکھانے کا باربار وعدہ کیا گیا تھا اور چار مرتبہ تو اس صورت حال کو باقاعدہ عنوان بنا کر بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ قریشی علما نے ان چاروں مقامات پر سوتیلی ماں کی طرح سلوک کیا ہے اور اتنی اہم ترین حقیقت کو نظر انداز کیا ہے جو اللہ اور انبیا علیہم السلام کی تمام تعلیمات کا نچوڑ اور نتیجہ ہے۔ اس لئے ہم قارئین کے سامنے وہ چاروں مقامات پھر از سر نو لاتے ہیں اور مودودی ہی کے لب و لہجہ میں ان آیات کا ترجمہ ومفہوم پیش کرتے ہیں۔

(۱) ایک دو رُخا وعدہ جو آنحضرتؐ سے کیا جاتا رہا۔

چنانچہ اللہ نے بعض پیچیدہ حالات میں یہ فرمایا تھا کہ:

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ ٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ (یونس ۴۶ / ۱۰)

"اے رسولؐ قریش کے متعلق ہم نے جو وعدہ ان سے کیا ہے اس وعدہ کا کچھ حصہ تو ہم ضرور تمہیں یہیں دکھا دیں گے یا پھر تمہیں اس وعدہ کے پورا ہونے سے پہلے ہی وفات دے دیں گے۔ کیونکہ انہیں بہرحال ہماری ہی طرف رجعت کرنا ہے پھر اللہ تو ان کے عمل درآمد پر چشم دید گواہ رہنے والا ہے۔"
یہاں صرف اتنا نوٹ کرکے دوبارہ اسی آیت کو پڑھیں کہ "اللہ نے رسولؐ اللہ کو قریش کے کچھ حالات رسولؐ کی دنیاوی حیات میں اور کچھ بعد وفات دکھانے کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ نہیں بتایا کہ دکھایا کیا جائے گا؟ پھر آگے چلیں اور یہ سوچتے جائیں کہ اس آیت پر علامہ کوئی وضاحت نہیں کرتے خاموشی سے غلط ترجمہ کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾

تحقیق نیک کام والے البتہ بیچ نعمت کے ہیں اوپر تختوں کے دیکھتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ

پہچانے گا تو بیچ مونہوں ان کے کے تازگی نعمت کی پلائے جاویں گے

مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَ

شراب خالص مہر کی ہوئی میں سے کہ مہر کرنے کی چیز اس کی مشک ہے اور

(۲۲) حقیقت یہ ہے کہ تمام ابرارؔ لوگ نعمتوں میں گھرے ہوں گے (۲۳) مسندوں پر بیٹھے ہوئے جحیم اور قید خانہ کے مجرموں کا حال دیکھ رہے ہوں گے۔ (۲۴) اے محمدؐ تم ان ابرارؔ کو ان کے چہروں پر نعمتوں سے پیدا ہونے والی رونق سے شناخت کر لوگے ۔ (۲۵) انہیں انتہائی درجہ کی خوشبوؤں سے سیراب ومعطر اور معمور رکھاجائے گا (۲۶) جن کی انتہا مُشک پر ہوگی اور

(۲) وہی وعدہ دہرایا مگر یہ بھی بتایا کہ ہر دور اور ہر زمانہ کے لئے ایک کتاب موجود ہے جس میں محو واثبات ہوتا رہتا ہے۔

لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ﴿٣٩﴾ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ (رعد ۳۸ تا ۴۰ / ۱۳)

”سنو کہ ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ایک ایک تیار شدہ کتاب ہے (جیسا کہ سجّین اور علّیّین کے سلسلے میں مذکور ہوا (۱۸، ۷ / ۸۳) اور اللہ مشیت کے مطابق ان میں اصلاح کرتا رہتا ہے اور اس کے پاس ان تمام کتابوں کی بنیاد یا ماں بھی ہے اور بات یہ ہے کہ اے محمدؐ قریش کے متعلق ہم نے جو وعدہ ان سے کر رکھا ہے اس وعدہ کا کچھ حصہ تو ہم تمہیں یہیں ضرور دکھا دیں گے یا پھر تمہیں اس وعدے کے پورا ہونے سے پہلے ہی وفات دے دیں گے (کیونکہ اُنہیں بہرحال ہماری طرف رجعت کرنا ہے (۴۶ / ۱۰) لہٰذا تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم انہیں ہمارے پیغامات برابر پہنچاتے رہنا۔ اور ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم (ان کے عمل درآمد پر چشم دید گواہ رہنے کی بنا پر ۴۶ / ۱۰) ان سے ان کے کردار کا پورا پورا حساب لیں“

(۳) مودودی یہاں (۴۰ تا ۳۸ / ۱۳) اس وعدہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان آیات پر مودودی قریش کے انجام کو مذکورہ وعدہ سے وابستہ سمجھتے ہیں یعنی مانتے ہیں کہ رسوؐل کو قریش کے اعمال و کردار کا انجام دکھانے کا وعدہ کیا گیا تھا یعنی ان کے کردار کے مکمل انجام کا کچھ حصہ رسوؐل اللہ کو ان کی زندگی ہی میں دکھا دیا جائے گا اور باقی حصہ اور حساب و باز پرس بعد وفات دکھایا جانا طے ہوا تھا علامہ کا بیان سنئے اور تصدیق کیجئے :

”مطلب یہ ہے کہ تم اس فکر میں نہ پڑو کہ جن لوگوں نے تمہاری اس دعوت حق کو جھٹلا دیا ہے (انعام ۶۶ / ۶) ان کا انجام کیا ہوتا ہے ---۔ تمہارے سپرد جو کام کیا گیا ہے اسے پوری یک سوئی کے ساتھ کئے چلے جاؤ اور فیصلہ ہم پر چھوڑ دو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۵)

(۴) رسوؐل کو صبر سے اس وعدہ کا انتظار کرنے کا تیسری مرتبہ ان ہی الفاظ میں حکم ملتا ہے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ (۷۷/۴۰)

وہی وعدہ وہی الفاظ پھر فرمائے جا رہے ہیں۔ ”اے رسوؐل تم صبر سے کام لو یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے چنانچہ ہم یقیناً تمہیں قریش سے جو وعدہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ یہیں ضرور دکھائیں گے یا پھر مکمل وعدہ تمہاری وفات کے بعد دکھا دیں گے ۔ لہٰذا انہیں ہماری طرف اِسی لئے رجعت کرنا ہوگی“ (مومن ۷۷ / ۴۰)

(۵) مودودی مسلسل ایک ہی بات کا دکھانا سمجھ رہے ہیں یعنی قریش کو ان کی سرکشیوں کی سزا دیا جانا

اس آیت کی تشریح میں علامہ نے دو نوٹ لکھے ہیں۔ اوّل: ”یعنی جو لوگ جھگڑالو پن سے تمہارا مقابلہ کر رہے ہیں اور ذلیل ہتھکنڈوں سے تمہیں نیچا دکھانا چاہتے ہیں ان کی باتوں اور ان کی حرکتوں پر صبر کرو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۲۸ حاشیہ ۱۰۵)

فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ

بیچ اس کے پس چاہیئے رغبت کریں رغبت کرنے والے اور ملونی اس کی

تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

تسنیم سے ہے وہ ایک چشمہ ہے کہ پیتے ہیں اس میں سے مقرب خدا کے

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾

تحقیق وہ لوگ جو گنہگار ہیں تھے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں ہنستے

جو لوگ ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا مقابلہ کرنا چاہتے ہوں ان پر لازم ہے کہ اس مقام کو حاصل کرنے میں مقابلہ کریں جو ابرار کو حاصل ہو۔(۲۷) جن خوشبوؤں اور مشک سے ان ابرار کو سیراب کیاجائے گا ان میں خود بھی ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا جذبہ ودیعت کیا گیا ہے۔(۲۸) اور ایک ایسا چشمہ الگ سے وہاں موجود ہے جس سے صرف مقربان خدا ہی سیراب ہوں گے اور کوئی نہیں (۲۹) حقیقت یہ تھی کہ جن لوگوں نے جرائم پر کمر باندھ رکھی تھی وہ ان لوگوں کا برابر مذاق اڑاتے رہتے تھے۔

دوم: ”یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کو جس نے تمہیں زک دینے کی کوشش کی ہے اسی دنیا میں اور تمہاری زندگی ہی میں سزا دے دیں۔ یہاں کوئی سزا پائے یا نہ پائے، بہرحال وہ ہماری گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ مر کر تو اسے ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ اس وقت وہ اپنی کرتوتوں کی بھرپور سزا پالے گا (ایضاً حاشیہ ۱۰۶)

یہاں بھی علامہ قریشی مخالفت کو مانتے ہیں۔اور ان کی گرفت اور ان کی سزا کو پس انداز کرکے رجعت کے زمانہ میں تمام کرتوتوں کی بھرپور سزا کے قائل ہیں۔ اور یہی کچھ سجّین اور جحیم میں مقیم لوگوں کے ساتھ سورۂ تطفیف میں بیان کیا جا رہا ہے۔ لیکن اب علامہ اپنے قارئین کو یاد نہیں دلاتے کہ یہ سب کچھ فلاں اور فلاں وعدہ کی رو سے ہو رہا ہے اور یہ کہ یہ سب کچھ ان ہی وعدوں کے مطابق رسولؐ اللہ کے سامنے ہو رہا ہے تاکہ لفظ نُرِیَنَّكَ کا وعدہ پورا ہو جائے یعنی جتنا اللہ کو اس وعدہ پر تکرار و اصرار ہے اتنا ہی مودودی اینڈ کمپنی کو اسے چھپانے کی ضد اور اصرار ہے۔

(۶) رسولؐ اللہ کو وہ انتقام دکھانا تھا جو اللہ قریش سے لینا چاہتا تھا جو اسی وعدہ سے متعلق تھا۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ الزخرف

مگر اللہ نے اس وعدہ کو چوتھی مرتبہ الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ پھر اسی دہرے وعدے کو دھرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

”چنانچہ خواہ ہم تمہیں قریش کے سامنے سے ہٹا کر الگ لے جائیں اب تو ہمیں ان سے یقیناً انتقام لینا ہی ہے۔ یا یہ کہ ہم نے ان سے جو وعدہ کررکھا ہے اسے پورا کا پورا تمہیں دکھا دیں۔ یہ حقیقت اپنے مقام پر موجود ہے کہ ہمیں ان پر ہر حال میں قدرت و اقتدار حاصل ہے چنانچہ اس بات پر برابر جمے رہیں جو ہم نے تمہیں وحی کی ہوئی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپؐ اس معاملہ میں صراط مستقیم پر قائم ہیں اور یہ تو سارا قرآن ہی تمہارا اور تمہاری قوم کا تذکرہ ہے اور تم سب سے مستقبل بعید میں باز پرس کی جانا ہے“ (زخرف ۴۴ تا ۴۱ / ۴۳)

ان آیات میں اور اس وعدے میں جو کچھ فرمایا گیا اور جس طرح فرمایا گیا اس کی طرف ہم آپ کو ذرا دیر بعد متوجہ کریں گے۔ پہلے آپ مودودی کا وہ رویہ اور تفہیم آخری بار دیکھ لیں جو وہ اس چار مرتبہ دھرائے جانے والے وعدہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کی تشریح و تفہیم یہ ہے کہ:

(۷) مودودی کس بے تکلفی سے حقائق چھپاتے ہیں؟

”کفار مکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ان کے لئے مصیبت بنی ہوئی ہے، یہ کانٹا درمیان سے نکل جائے تو پھر سب اچھا ہو جائے گا۔ اسی گمانِ فاسد کی بنا پر وہ شب و روز بیٹھ بیٹھ کر مشورے کرتے تھے کہ آپؐ کو کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے رخ پھیر کر اپنے نبیؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارے رہنے یا نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم زندہ رہوگے تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ان کی شامت آئے گی اٹھا لئے جاؤ گے تو تمہارے پیچھے ان کی خبر لی جائے گی۔ شامتِ اعمال اب ان کی دامن گیر ہو چکی ہے جس سے یہ بچ نہیں سکتے۔“(پھر لکھا ہے کہ)

وَ اِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ ۞ وَ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا	(۳۰) اور وہ جب بھی مومنین کے پاس سے گزرتے تھے تو ان پر توہین انگیز اشارے اور آوازے کستے تھے۔ (۳۱) اور جب فارغ ہو کر اپنے اہل وعیال و متعلقین میں پلٹتے ہیں تو اپنی توہین انگیز مہم پر خوشیاں مناتے ہوئے پلٹتے ہیں۔(۳۲) اور جب قریشی مسلمان
اور جب گزرتے تھے ساتھ ان کے آنکھیں مارتے تھے اور جب پھر جاتے تھے	
اِلٰٓى اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِيۡنَ ۞ وَ اِذَا رَاَوۡهُمۡ	
طرف لوگوں اپنے کی پھر جاتے ہیں باتیں بناتے ہوئے اور جب دیکھتے تھے	

”یعنی تم اس فکر میں نہ پڑو کہ ظلم اور بے ایمانی کے ساتھ حق کی مخالفت کرنے والے اپنے کئے کی کیا اور کب سزا پاتے ہیں، نہ اس بات کی فکر کرو کہ اسلام کو تمہاری زندگی میں فروغ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ تمہارے لئے بس یہ اطمینان کافی ہے کہ تم حق پر ہو۔ لہٰذا نتائج کی فکر کئے بغیر اپنا فرض انجام دیتے چلے جاؤ اور یہ اللہ پر چھوڑ دو کہ وہ باطل کا سر تمہارے سامنے نیچا کرتا ہے یا تمہارے پیچھے۔“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۳۹ حاشیہ ۳۷، صفحہ ۵۴۰ حاشیہ ۳۸)

(۸) ان وعدوں کے متعلق علامہ کے تصورات کا حدود اربعہ اور میزان کل کرتے چلیں۔

آپ نے اس وعدہ پر نو(۹) آیات اور علامہ کے تصورات پڑھ لئے ہیں۔علامہ نے جو کچھ کہا وہ نہ صرف یہ کہ مذکورہ آیات میں آئے ہوئے نکات کو نظر انداز کرتے ہیں بلکہ ایسے فرضی تصورات لوگوں کے ذہن میں جاگزیں کرنا چاہتے ہیں جو ان کی خود ساختہ تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ان آیات میں کہیں بھی قریشی لیڈروں کے ایسے مشوروں کا ذکر نہیں جن میں وہ رسوؐل اللہ کو قتل کرڈالنے کے لئے کرتے ہوں۔اور کہیں بھی یہ بات نہیں ہے کہ قریش کو رسوؐل کے پیچھے کوئی سزا دی جائے گی۔ بلکہ یہ کہیئے کہ ان آیات میں سزا دینے یا خبر لینے یا شامت کا نہ کوئی لفظ ہے نہ مفہوم ہے۔ وہ تو رسوؐل کو ان کی زندگی میں یا بعد وفات کسی وعدے کا حال دکھانے کا ذکر کرتی ہیں۔ پھر علامہ اس آخری بیان میں تو آخرت کی بات بھی نہیں کرتے اور سابقہ آیات (۴۶ / ۱۰، اور ۷۷ / ۴۰) میں آئے ہوئے الفاظ مَرۡجِعُهُمۡ،يُرۡجَعُوۡنَ کو قطعاً نظر انداز کر کے قریش کو رسوؐل کے انتقال کے بعد ہی انؑ کے پیچھے سزا مل جانے کا تصور دیتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ رسوؐل کی وفات کے بعد آج تک بھی قریش کو کوئی ایسی سزا اللہ نے نہیں دی ہے نہ ان کی شامت آئی ہے جس کا تعلق مذکورہ وعدے یا وعدوں سے ہو۔ پھر علامہ یہ پہلو قطعاً سامنے نہیں لاتے کہ ان آیات میں مذکورہ وعدہ کیا تھا جو اللہ نے قریش سے کیا تھا؟ اور اس وعدہ کا ذکر قرآن کی کون سی آیت میں ہے؟ اور یہ کہ اللہ نے رسوؐل اللہ سے کونسا وعدہ کیا تھا جس کی تصدیق اللہ نے یہ فرما کر کی ہے کہ: فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۞ (مومن ۷۷ / ۴۰) پھر علامہ نے یہ پہلو بھی ٹال دیا کہ اگر اللہ نے رسوؐل اللہ کو قریش سے کئے ہوئے وعدے کا کچھ حصہ دکھانا ہی نہ تھا تو آیتوں میں اس کا تذکرہ ہر بار کیوں ضروری سمجھا گیا ہے؟ اور سب سے اہم اور مختلف بات کو بھی ٹال دیا گیا۔ یعنی یہ کیا بات ہے کہ اللہ نے اس وعدہ میں تین مرتبہ تو وفات کا ذکر کیا ہے مگر چوتھی بار وفات کی جگہ صرف ”لے جانا“ نَذۡهَبَنَّ بِكَ ۞ الزخرف:“ فرمایا گیا ہے۔ جس سے مرنے کا یا وفات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس دفعہ کسی وحی شدہ حکم سے وابستہ رہنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے؟ جس سے وابستگی صراط المستقیم قرار پاتا ہے؟ اور آخر میں سارا قرآن یا صرف وہی ایک حکم جس سے وابستگی صراطِ مستقیم ہے رسوؐل اللہ اور قریش کا ذکر بنا دیا گیا ہے یعنی ایک طرف پوری کائنات، تمام شریعتیں، تمام تعلیماتِ خداوندی اور تمام انبیاؑ اور ان کی اُمتیں اور ان کی قربانیاں، ساری عبادتیں اور نافرمانیاں اور مظالم کو رکھیئے اور دوسری طرف وہ اکیلا حکم برابر ہیں، یا پھر رسوؐل اور قریش کا ذکر تمام سامان کے برابر قرار پاتے ہیں؟ یہ تمام پہلو اور سوالات مودودی کا منہ تکتے رہ گئے اور وہ نہایت سہل خرامی سے آنکھ بچا کر چل دیئے اور اگر کچھ کہا تو اس قدر کہ قریش کو سزا دی جانے کا تذکرہ ہوا ہے خواہ اس کا کچھ حصہ رسوؐل اللہ کی زندگی میں انہیں دکھا دیا جائے یا ان کی وفات کے بعد یا ان کے پیچھے قریش کو سزا دی جائے۔ اور اس میں بھی یہ سوال باقی چھوڑ دیا کہ آیا وہ سزا قریش کو دی گئی یا نہیں؟ اور دی گئی تو کب؟ نہیں دی گئی تو اس اہم ترین سزا کا قیامت یا آخرت میں کیا خاص انتظام ہے؟ اور اس کا ذکر قرآن میں کس جگہ ہے؟

قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَآ اُرْسِلُوْا

ان کو کہتے تھے ان کو تحقیق یہ لوگ البتہ گمراہ ہیں اور نہیں بھیجے گئے

عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ

اوپر ان کے نگہبان پس آج وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں کافروں سے

حقیقی مومنین کو دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ یہ حقیقی مومنین ضرور گمراہ ہیں (۳۳) اور صورت حال یہ نہیں ہے کہ قریشی مسلمان ان مومنین پر ناقد و نگران بنا کر بھیجے گئے ہوں تا کہ وہ مومنین کی ہدایت و گمراہی کا فیصلہ سنائیں ؟ (۳۴) چنانچہ آج وہ دن آگیا ہے کہ یوم الدین قائم اور مجرموں کا برا حال ہے ۔

(۴۔ج) یہ وعدے یہ صراط مستقیم یہ قرآن اور اس میں رسولؐ و قریش کا ذکر خلافت الٰہیہ مرتضویہ کی بات ہے

اس تمام بحث و گفتگو میں اگر قارئین یہ ایک بات بھی سمجھ گئے ہوں کہ اللہ نے قرآن میں بڑے شدومد اور تکرار و اصرار سے قریش کا حال رسولؐ اللہ کو دکھانے کا فیصلہ کرر کھا ہے، تو ہماری محنت کا پھل ہمیں مل گیا ۔ اس کے بعد ان چاروں مقامات(یونسؑ ۴۶ / ۱۰ ، رعد ۴۰ تا ۳۸/ / ۱۳ ، مومن ۷۷ / ۴۰ زخرف ۴۴ تا ۴۱ / ۴۳) میں سے پہلے تین مقامات سے کسی خاص حالت کا دکھایا جانا معلوم نہیں ہوتا لہٰذا ان سے یہی سمجھا جائے گا کہ رسولؐ اللہ کو قریش کے تمام عام وخاص حالات دکھانے کا وعدہ ہے ۔ اور یہ وعدہ اس بات پر زیادہ زور دیتا ہے کہ وہ تمام حالات رسولؐ کو ان کی وفات کے بعد دکھائے جائیں گے ۔چنانچہ وفات کے روز سے لے کر آج تک آنحضرتؐ وہ سب کچھ دیکھتے چلے آ رہے ہیں جو کچھ عہد رسولؐ کے اور بعد کے قریشی مسلمانوں نے کیا ہے۔ چونکہ وفات رسولؐ کے وقت قریشی تاریخ کے مطابق تمام قریش مسلمان ہو چکے تھے، لہٰذا یہ ماننا ہو گا کہ وہ قریشی مسلمان کوئی خاص کردار ادا کرنیوالے تھے ۔ جسے دکھانے کے لئے اللہ نے قرآن میں بار بار چار دفعہ وعدے کئے اور ساری دنیا اور سارے ہی مسلمان جانتے ہیں اور مانتے بھی ہیں کہ: ا۔قریشی حکومتوں نے خانوادۂ رسولؐ کو رسولؐ کی حکومت سے محروم کیا ۔۲ ۔ اختلاف کرنے والے عربی مسلمانوں کا دن رات قتل عام کیا انہیں لوٹا ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام و کنیز بنایا (مالکؓ بن نویرہ کو بھلایا نہیں جاسکتا) ۳۔ پھر سارے مسلمانوں کو علیؑ و اولاد علیؑ کا دشمن بنایا ان پر سو سال تک لعنت کرنا ہر مسجد و محراب و منبر سے لازم رکھا کربلا سے پہلے، کربلا میں اور کربلا کے بعد خانوادہ رسولؐ کا قتل عام کیا اور برابر جاری رکھا ۔۴۔ اسلام میں سینکڑوں فرقے بنائے۔ الغرض وہ چار مرتبہ دہرایا جانے والا وعدہ یقیناً اس قابل تھا کہ اسے باربار دہرایا جائے ۔لہٰذا رسولؐ اللہ کے لئے یہ ماننا لازم ہے کہ آپؐ اللہ کے وعدے کے مطابق برابر قریشی مسلمانوں کا ہر ہر اقدام دیکھتے چلے آ رہے ہیں اوربرابر اس وقت تک ملاحظہ فرماتے رہیں گے جب تک چوتھے وعدے (زخرف ۴۴ تا ۴۱ / ۴۳) کے مطابق قریشی حکمرانوں لیڈروں مفتیوں فوجی کمانڈروں اور فوجوں اور عوام سے انتقام لینے کا اعلان نہ ہو جائے یعنی یوم الدین قائم نہ ہو جائے۔ جب کہ اللہ کی طرف سے پوری کائنات میں حکومتِ الٰہیہ محمدؐیہ کا غلبہ ہو جائے گا ۔یہاں وہ بات یاد آ رہی ہے کہ کربلا میں جب اولادِ رسولؐ کا قتل عام ہو چکا رسولؐ زادیاں اور ان کے بچے کھچے بچوں کو قید کر لیا گیا تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُمت کے بزرگوں نے خاک بہ سر روتا ہوا دیکھا تھا یعنی معلوم ہوا کہ رسولؐ اللہ مذکورہ وعدوں کے مطابق اپنی اُمت اور قریشی خلفاء کے حالات برابر دیکھتے چلے آرہے تھے اور ہر بُری بات سے متاثر ہوتے تھے ۔

ان وعدوں کے متعلق باقی تفصیلات آپ کو سورۂ مومن کی تشریحات میں مفصل ملیں گی یہاں تو اتنا نوٹ کر لیں کہ مندرجہ بالا چوتھے وعدہ (زخرف ۴۱ تا ۴۴ / ۴۳) کے مطابق آنحضرتؐ کی وفات کو موت قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ یہاں گزشتہ تینوں وعدوں میں مذکور ہونے والے لفظ نَتَوَفَّيَنَّكَ ﴿۷۷﴾ سورہ مومن: (ہم ضرور تجھے وفات دیں گے) کی تعریف و توضیح کے لیئے لفظ نَذْهَبَنَّ بِكَ ﴿۴۱﴾ الزخرف: (تجھے ضرور لے جائیں گے) لایا گیا ہے اور یہی قرآنی دلیل و حکم ہے جس کی بنا پر اُمت کے صالح اور محقق علمانے حضورؐ کو مردہ نہیں مانا ہے ۔

(۴ ۔ د) سورۂ تطفیف میں قیامت کا وہ دور ہی زیر مطالعہ ہے جب مجرموں سے انتقام لیا گیا ہے ۔

ہمارے قارئین نہایت سہولت سے وہ فرق دیکھ سکتے ہیں جو قیامت کے اس دور میں واقع ہو گا جب ہر ہر شخص کو اس کا

يَضۡحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى ٱلۡأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾

ہنستے ہیں اوپر تختوں کے دیکھتے ہیں

هَلۡ ثُوِّبَ ٱلۡكُفَّارُ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ﴿٣٦﴾ ع ۱ ۳۶ / ۸

کیا بدلا دئے گئے کافر اس چیز کا کہ تھے کرتے

(۱۰ / ۸۳) اور حقیقی مومنین حق پوش مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ (۳۵) اور اپنی کرسیوں اور مسندوں پر بیٹھے ہوئے مجرموں کے ساتھ گزرنے والے حالات کا مشاہدہ کررہے ہیں (۳۶) اے نبیؑ بتاؤ کہ حق پر پردہ ڈالنے والوں کو ان کے تمام منصوبوں اور اقدامات کا پورا پورا بدلا مل گیا ہے نا؟؟

اعمال نامہ اس کے داہنے یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور مواخذہ ہوگا اس کے خلاف سورۂ تطفیف میں کسی کو الگ الگ اعمالنامہ نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ قیامت کے اس دور میں تمام مجرمین ایک جگہ یعنی سجّین اور جحیم میں زیر مواخذہ ہیں (۳۴ تا ۳۶، ۱۷ تا ۱۵، ۱۱تا۶ / ۸۳) ان سب کو جرائم کے ایک مکمل ریکارڈ والی کتاب کے ماتحت عدالتوں کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ادھر تمام مظلوم ومتقی اور نیک لوگوں کو نعمتوں کے ہجوم میں رکھا گیا ہے وہ بھی ایک مکمل ریکارڈ کی کتاب کے ماتحت اپنی جزا پاتے ہوئے نظر آرہے ہیں (۱۸ تا ۲۷، ۳۴ تا ۳۵ / ۸۳) پھر سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ سورۂ تطفیف میں جن نعمتوں میں نیک لوگوں کو رکھا گیا ہے وہ، وہ اصطلاحی جنت نہیں ہے جس میں نہروں اور چشموں کی ریل پیل ہو بلکہ وہاں صرف ایک ہی چشمہ ہے جس سے صرف مخصوص مقربانِ بارگاہِ خداوندی کے سیراب ہونے کا ذکر ہے (۲۸ / ۸۳) باقی نیک حضرات کی سیرابی اور خوراک کا الگ سے انتظام کیا گیا ہے۔(۲۲ تا ۲۷ / ۸۳) جو جنت والا نہیں ہے۔

(۴۔ہ) آنحضرتؐ سے کیا ہوا ہر وعدہ پورا کیا جانا دین کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور قریش کا انجام دکھانا عدل کا تقاضا ہے۔

سورۂ تطفیف ہی میں نہیں بلکہ قرآن میں بہت سے مقامات پر قریش اور دیگر اُمتوں کا انجام آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وَ آلہ وسلم کو دکھانے کا نظارہ پیش کیا گیا ہے یہاں ہم چند مقامات کی طرف آپ کی توجہ پھر چاہتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ اگر وقت ملے تو سورۂ شوریٰ اور سورۂ حدید کی تشریحات پر بھی ایک نظر دوبارہ ڈال لیں اور یہاں چند آیات کا صرف ترجمہ پڑھ کر یہ دیکھ لیں کہ اللہ نے اپنے رسولؐ اور اپنے بار بار کئے ہوئے وعدوں کا کتنا خیال رکھا اور کیسا انتظام کیا ہے۔فرمایا کہ:

(۱) پہلا نظارہ جو آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے رجعت میں کرایا جائے گا۔

تَرَى ٱلظَّـٰلِمِينَ مُشۡفِقِينَ مِمَّا كَسَبُواْ وَهُوَ وَاقِعُۢ بِهِمۡ ﴿٢٢﴾ (شوریٰ ۲۲ / ۴۲)

(۱) ”اے رسولؐ آپؐ ظالموں کا وہ حال ضرور دیکھیں گے جس میں وہ اپنے کئے ہوئے مظالم پر پشیمان و عاجز و خوفزدہ ہوں گے اور یہ حالت ان پر واقع ہوکر رہے گی“

یہاں یہ یاد رکھیئے کہ قرآن میں لفظ ”ٱلظَّـٰلِمِينَ“ کے معنی وہ لوگ ہیں جو ”دینی احکام و فیصلے قرآن کے الفاظ میں اور قرآن سے صادر نہیں کرتے بلکہ اپنے اجتہادی احکام نافذ کرتے ہیں“ (مائدہ ۴۵ / ۵) لہٰذا رسولؐ اللہ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ آپؐ قریشی مجتہدین اور ان کے مقلدین کو اور ان کے اجتہادی فیصلوں سے صادر ہونے والے جرائم اور جرائم کی پاداش میں قائم ہونے والا مواخذہ ضرور دیکھو گے۔ اور یہ کہ وہ مواخذہ ضرور واقع ہوکر رہے گا۔ پھر اسی سورۂ شوریٰ میں آگے چل کر فرمایا ہے کہ:

(۲) دوسرا نظارہ جو رسولؐ اللہ کو مخاطب کرکے کرایا جائے گا وہ بھی رجعت ہے۔

وَتَرَى ٱلظَّـٰلِمِينَ لَمَّا رَأَوُاْ ٱلۡعَذَابَ يَقُولُونَ هَلۡ إِلَىٰ مَرَدّٖ مِّن سَبِيلٖ ٥ وَتَرَىٰهُمۡ يُعۡرَضُونَ عَلَيۡهَا خَٰشِعِينَ مِنَ ٱلذُّلِّ يَنظُرُونَ مِن طَرۡفٍ خَفِيّٖۗ وَقَالَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ وَأَهۡلِيهِمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۗ أَلَآ إِنَّ ٱلظَّـٰلِمِينَ فِي عَذَابٖ مُّقِيمٖ ٥ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنۡ أَوۡلِيَآءَ يَنصُرُونَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ٥ (شوریٰ ۴۶ تا ۴۴ / ۴۲)

”اور اے رسولؐ آپ اجتہاد کرنے والوں (ظالمین) کو اس حال میں دیکھیں گے جب کہ وہ عذاب کو اپنے سامنے پا کر کہیں گے کہ کیا اس عذاب سے بچ نکلنے کی کوئی ترکیب یا راہ ہے؟ اور اے نبیؐ آپ یہ بھی دیکھیں

گے کہ جب ان لوگوں کو رجعت کے عذاب کا سامنا کرایا جائے گا تو وہ ذلت و خواری سے دل شکستہ و دل گرفتہ ہو کر کنکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے ۔ اور مومنین ان کا یہ حال دیکھ دیکھ کر کہیں گے کہ حقیقی نقصان اور گھاٹے میں رہنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے خود کو بھی نقصان اور خسارے میں رکھا اور اپنے اہل و عیال و پیروؤں کو بھی قیامت کے دن گھاٹے میں مبتلا کیا ہے۔ خبردار رہو کہ اجتہادی فیصلے کرنے والے (ظالمین) قائم رہنے والے عذاب میں رہیں گے۔"

(۳) تیسرے نظارہ میں ساری اُمتیں سر جھکائے گھٹنوں کے بل ایک مکمل کتاب سے ماخوذ ہوں گے ۔

تیسری مرتبہ آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے بتایا گیا کہ "اور اے محمدؐ آپ دیکھیں گے کہ تمام اُمتوں کو ان کی اپنی اپنی مشترک کتابوں کے ماتحت ماخوذ کرنے کے لئے حاضر کیا جائے گا اور تمام اُمتیں گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی موجود ہوں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تم سب کو تمہارے اعمال کی جزا وہی ملے گی جو تمہارے اعمال کی صورت ہی میں ہوگی۔ اور یہ دیکھو کہ یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے اوپر تمہارے اعمالوں کی حقیقت بتاتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ تم جو کچھ کیا کرتے تھے ہم اسے ساتھ کے ساتھ لکھتے جاتے تھے رہ گئے وہ لوگ جو سچا ایمان لائے تھے اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے تھے انہیں ان کا پروردگار اپنی رحمت (یعنی محمدؐ) کے حلقہ میں داخل کرلے گا (انبیأ ۱۰۷ / ۲۱) اور وہ حقیقی مراد مندی ہے ۔ اور رہ گئے وہ لوگ جو اسلامی حقائق کو چھپایا کرتے تھے (کافر) ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ کیا تمہارے سامنے لگاتار میری آیتیں تلاوت نہ کی جاتی تھیں؟ چنانچہ تم نے خود کو ماتحتی میں رکھنے کے بجائے بڑا بن بیٹھنے اور بالا دستی اختیار کرنے کا بیڑا اٹھایا اور تم ساری کی ساری قوم قریش تو مجرمین بن کر سامنے آئے "(جاثیہ ۳۱ تا ۲۸ / ۴۵)

(۴) چوتھا نظارہ جو میدان رجعت میں مواخذہ اور معمولِ حکومتِ الٰہیہ کے درمیان پردہ کے پیچھے سے ہوگا ۔

اب آپ بھی چوتھا نظارہ کریں اور یہاں پر جس چیز کو خاص طور پر نوٹ کرنا ہوگا وہ یہ صورت حال ہے کہ جب امام آخر الزمان قائم قیامت حضرت محمد بن حسن عسکری علیہما السلام ظہور فرمائیں گے اور اس دنیا کو عدل و انصاف سے لبریز فرما دیں گے اور کارِجہاں اللہ کی منشاء کے مطابق عملاً جاری ہوجائے گا تو حضورؑ رجعت کا اعلان کریں گے اور وہ تمام لوگ باری باری زندہ کئے جائیں گے جو مشیت کے بہاؤ کی بنا پر اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے محروم رہ گئے تھے تاکہ انہیں وہ جزا و سزا دی جائے جو نیکی یا بدی کے یا جرم یا گناہ کے سرزد ہونے کے بعد دنیا کی اسلامی حکومت کی طرف سے ملنا چاہیئے تھی۔ چونکہ اس جزا و سزا کے لئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا جو اس وقت کے موجود لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرے گا لہٰذا رجعت کی تمام کارروائیاں اس طرح اور زمین کے ایسے حصے میں کی جائیں گی جہاں سے معمول کے مطابق چلنے والے انسانوں کو نظر نہ آسکے ورنہ وہ حقائق کو بالمواجہ دیکھ کر جبراً برائیوں سے باز رہیں گے جو مشیت کا مقصد نہیں ہے اور اسی مقصد کے لئے آپ نے بار بار دیکھا ہے کہ زمین پر سے پہاڑ ہٹا دئے جائیں گے (تکویر ۳ / ۸۱) زمین کو پھیلا کر لمبا اور وسیع کردیا جائے گا (۳ / ۸۴) الغرض اس نظارہ میں آپ رجعت کی کارروائیاں ایک قدرتی حجاب یا پردہ کے پیچھے سے دیکھیں گے ۔ جہاں وہی ماحول موجود ہوگا جس میں انسانوں نے جرم یا نیکی کی تھی ۔ملاحظہ ہو

"اے رسولؐ آپؐ اس روز مخصوص مومنین اور مخصوص مومنات (المومنین و المومنات) کو اس حال میں دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور دہنے بائیں جدوجہد کر رہا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے تو خوشخبریاں اور بشارتیں ہی بشارتیں ہیں کہ تم سب کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تمہیں ہمیشہ ان میں رہنا ہے ۔اور وہ عظیم الشان مرادمندی و کامیابی ہے اس دن خاص منافق مردوں اور مخصوص منافق عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مذکورہ مومنین و مومنات سے التجا کریں گے کہ ذرا ٹھہر کر ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے اس نورؑ سے مدد حاصل کرسکیں ؟ ان سے کہا جائے گا کہ تم اس نورؑ سے پیچھے ہٹ کر اپنے لئے کسی اور نور کا التماس کرو چنانچہ اس کے بعد ان کے درمیان ایک احاطہ بنا دیا جائے گا (فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُۥ بَابٌۢ بَاطِنُهُۥ فِيهِ ٱلرَّحْمَةُ وَظَٰهِرُهُۥ مِن قِبَلِهِ ٱلْعَذَابُ ﴿١٣﴾) اس احاطہ میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دروازے کے اندر کی طرف رحمت (یعنی محمدؐ (انبیأ ۱۰۷ / ۲۱) ہوں گے) اور دروازے کے باہر کی طرف سامنے کے

میدان میں عذاب و سزا کا انتظام ہو گا۔ قریشی مومنین آوازیں مار مار کر کہیں گے کہ اے بھائیو کیا ہم تمہارے ساتھ ایمان و عمل میں شریک نہ تھے (یُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ؟) مومنین کہیں گے کہ کیوں نہیں تم واقعی ہمارے ساتھی تھے مگر تم نے فتنہ پیدا کر دیا تھا اور اس فتنے میں کھل مل گئے تھے (قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ) اور تم اس انتظار میں لگے رہے کہ ہمیں ہمارے عقائد پر نقصانات ہوں چنانچہ تم اسی ادھیڑ بُن اور الجھن میں مبتلا رہتے چلے گئے تمہیں اقتدار و حکومت کی تمناؤں نے الجھائے رکھا یہاں تک کہ حکومت الٰہیہ کا اعلان ہو گیا (حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ) اور تمہیں وہ بڑا دھوکے باز شخص اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھتا رہا (وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾) چنانچہ آج وہ دن آ پہنچا کہ نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ حقائق کو چھپانے والوں سے سزا کے بدلے معاوضہ لیا جائے گا اب تمہیں آگ ہی میں پناہ ملے گی اور وہی تمہارا مولا اور حاکم ہو گی۔ اور انجام کار وہ بہت بری جگہ ہے۔ کیا یہ سب کچھ سن کر بھی اے رسولؐ ان تمہارے قریشی مومنین کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکرؑ اللہ کے سامنے اطاعت کے لئے جھک جائیں اور اس حق کو قبول کرلیں جو اللہ نے نازل کیا ہے؟ اور کہیں یہ قریشی مومنین ان لوگوں کی طرح گمراہ نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے ان کے اوپر تو ایک بہت طویل مدت گزر چکی ہے اور اسی لئے ان کے قلوب اجتہادی مذہب پر سختی سے قائم ہو گئے اور آج ان کی کثرت فاسق ہے یعنی احکامِ خداوندی کو بلا اجتہاد نافذ کرنے کی مخالف ہے (مائدہ ۴۷/۵)" (سورۂ حدید ۱۶ تا ۱۲ / ۵۷)

قارئین نے اللہ کے چار مرتبہ دہرائے ہوئے وعدوں کو پڑھا تھا۔ اور اب یہ چار دفعہ وعدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قریش کے حالات دکھانے کی تفصیل بھی دیکھ لی ہے اور اس کے علاوہ رجعت کی مزید تفصیلات متعلقہ سورتوں (شوریٰ اور حدید) میں دیکھی جا سکتی ہیں یہ یاد رکھیئے کہ ہر مجرم کو اس کے جرم کی اسلامی سزا ملنا عدل و انصاف کا تقاضا ہے اگر اُس کا جُرم اُس کے وقت کی حکومت سے چھپا رہ گیا یا یہ کہ وہ خود خلیفہ یا بادشاہ تھا اور سزا نہ مل سکی تو کائنات کے حقیقی حاکم محمدؐ سے اُس کا جرم پوشیدہ نہ تھا۔ انہوں نے مشیت کے دھارے کو بہنے دیا مگر اپنے ہمہ گیر ریکارڈ میں اسے نوٹ رکھا اور حکومتِ کُلّیہ ملتے ہی تمام ایسے مجرموں کو سزا دینے کے لئے رجعت مقرر کردی۔

سُوۡرَةُ الانۡشِقَاق

سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمۡسٌ وَ عِشۡرُوۡنَ اٰيَةً

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچیس (۲۵) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ

جس وقت کہ آسمان پھٹ جاوے اور کان رکھے واسطے پروردگار اپنے کے اور

حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا

وہ اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچی جائے اور ڈال دے جو کچھ بیچ اس کے ہے

وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

اور خالی ہو جاوے اور کان رکھے واسطے رب اپنے کے اور وہ اسی لائق ہے

(۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (۲) اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اور اس کا حق بھی تعمیل کرنا ہی ہے۔ (۳) اور جب زمین کو پھیلا کر لمبا کر دیا جائے گا۔ (۴) اور جو کچھ زمین میں ودیعت ہے وہ اسے کسی کے روبرو پیش کر کے بالکل خالی ہو جائے گی۔ (۵) اور زمین اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کا حق بھی یہی ہے کہ حکم کی تعمیل کی جائے۔

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا	اے آدمی تحقیق تو محنت کرنے والا ہے طرف رب اپنے کی خوب محنت کر
فَمُلٰقِيْهِ ۚ⑥ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ⑦	پس ملنے والا ہے اس سے پس اے پر جو کوئی دیا گیا عملنامہ اپنا
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ⑧	بیچ داہنے ہاتھ اپنے کے پس شتاب حساب کیا جاوے گا حساب کرنا آسان
وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ⑨ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ	اور پھر آوے گا طرف لوگوں اپنے کے خوش اور اے پر جو کوئی دیا گیا عملنامہ اپنا
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ⑩ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ⑪ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ⑫	پیچھے پیٹھ اپنی کے پس البتہ پکارے گا ہلاکی کو اور داخل ہو گا دوزخ میں

(۶) اے نوع انسان تمہاری ہر ہر کوشش وکدّ وکاوش تمہیں کشاں کشاں تمہارے رب کی طرف لا رہی ہے اور آخرکار تمہیں اپنے رب سے ملاقات کرنا ہی پڑے گی (۷) چنانچہ اس ملاقات پر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دھنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (۸) اسے سرسری حساب کرکے بہت جلد فارغ کردیا جائے گا۔ (۹) اور وہ حساب سے فارغ ہو کر خوش خوش اپنے اہل وعیال و متعلقین میں واپس آئے گا اور گویا خوشخبری سنائے گا۔(۱۰) اور جس شخص کو اس کا اعمالنامہ پس پشت سے پکڑایا جائے گا۔(۱۱) وہ اعمالنامہ دیکھتے ہی فوراً اپنی موت کو پکارے گا۔ (۱۲) اور دہکنے والی آگ میں تپایا جائے گا۔

تشریحات سورۂ انشقاق :

(۱) رجعت کی جزا اور سزا و باز پرس اور تفتیش و تحقیق اسی ماحول میں ہوگی جس میں جرائم اور نیکیاں کی گئی تھیں۔

قارئین ان آیات (۱۵ تا ۶ / ۸۴) کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھیں اور نمبر وار ہر پہلو پر غور کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ سوچیں کہ تمام انسانوں کو بلا کسی شرط کے ''اپنے رب'' سے ملاقات کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ اور کسی شے یا فرد سے ملاقات ہو نہیں سکتی جب تک کہ وہ شے یا فرد ایسا وجود نہ رکھتی ہو جو حواس خمسہ کی گرفت میں آسکے۔ یعنی انسانی آنکھیں اسے دیکھ سکیں وہ لمبائی چوڑائی موٹائی اور صورت رکھتی ہو۔ اور اللہ ان تمام نقائص سے مبرا ومنزہ ہے اور یہاں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس پر کسی بک بک اور فلسفیانہ بحث کی راہ نکلتی ہو۔ سادہ اور عام فہم الفاظ ہیں ''فَمُلٰقِيْهِ'' اس سے نوع انسان ملاقات کرے گی۔ لہٰذا یہ ملاقات رب العالمین سے نہیں بلکہ ''رب الارض'' یعنی ''امامؑ زمانہ'' سے ملاقات ہے (کافی) جسے اللہ نے وہ دروازہ (بابؑ) بنایاہے جس کے ذریعے اپنی مخلوق کو سامان حیات و ترقی دیتا ہے (يُؤْتِيْ مِنْهُ) (کافی کتاب الحجت) (۲) پھر اس پر غور فرمائیں کہ انسان خواہ نیکیوں اور اچھائیوں اور مفید کاموں میں کوشاں رہے یا برائیوں گناہوں اور جرائم میں مصروف رہے وہ بہرحال قدم قدم اللہ کے نظام مکافات عمل کی طرف بڑھتا اور میدان مواخذہ یا میدان حشر سے قریب ہوتا چلا جاتاہے اور اسے کوئی ایسی راہ نہیں ملتی جس سے ہو کر وہ مواخذہ سے بچ نکلے۔ (۳) اس کے بعد یہ دیکھیں کہ مجرم کو کہیں دور دراز مقام پرلے جاکر اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاتا۔ بلکہ اسے جرم کے ماحول میں رکھا جاتا ہے اس کو تفتیش و تحقیق کے دوران نظر بند یا جیل کی نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ اس سے اس کے اعزا اور طرفداروں کو ملنے دیا جاتاہے۔ اسے صفائی کا پورا موقع ملتا ہے۔ اُدھر مظلوم کو وہ تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جن سے وہ مجرم کے جرم کو ثابت کرسکے اس کے خلاف اور موافق گواہوں کو دورانِ سماعت بلا کر سنا جاتا ہے۔ آلاتِ جرم اور سامانِ جرم برآمد کئے جاتے ہیں۔ مجرم کو سزا دی جاتی ہے۔ جن لوگوں کے روبرو کسی شخص کو قوت و جبر کے زور سے ذلیل و خوار کیا جاتا ہے مارا پیٹا جاتاہے اور وہ مظلوم شخص اس ظالم و جابر کے خلاف انصاف کے لئے چارہ جوئی کرتا ہے تو منصف یا عدالتِ مجاز دو طرح اپنے انصاف و عدل کا مظاہرہ کرسکتے ہیں

(۱) ایک یوں کہ اس ظالم اور جابر کو اس ماحول سے الگ کرکے جس میں مظلوم کی پٹائی اور ذلت ورسوائی کی گئی تھی کہیں کمرہ عدالت یا جیل میں ظالم کی پٹائی اور ذلت ورسوائی کردیتی ہے۔ یا مارپیٹ اور ذلت ورسوائی کچھ نہیں کرتی بلکہ کمرہ عدالت میں چند ماہ یا سال

(۱۳) یقیناً وہ اپنے اہل وعیال اور متعلقین میں شاد کام ومسرور رہتا تھا۔(۱۴) یقیناً اس کے حساب و اجتہاد میں اسے یہ گمان تک نہ ہوا تھا کہ وہ پلٹ کر جوابدہ ہوگا۔ (۱۵) بھلاوہ جوابدہ کیسے نہ ہوتا جب کہ اس کا پروردگار اس کو ہر حال میں بدکردار دیکھتا رہا۔(۱۶) اور ضروری ہے کہ میں شفق کی قسم کھا کر تمہیں بتاؤں ۔(۱۷) اور رات کے اس حال کی قسم کھا کر بھی کہنا ہے کہ جب وہ تمام متعلقہ چیزوں کو احاطہ کرلیتی ہے ۔ (۱۸) اور چاند کی قسم جب کہ وہ ماہِ کامل بن جاتا ہے کہ (۱۹) تمہیں آج سے لے کر آئندہ ضرور ہی طبقہ واریت کا درجہ بدرجہ شکار ہوتے چلے جانا ہے۔ (۲۰) چنانچہ ان سے پوچھو کہ تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم تو مانتے ہی نہیں ہو؟ (۲۱) اور جب

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ

تحقیق وہ تھا بیچ لوگوں اپنے کے خوش تحقیق اس نے گمان کیا تھا یہ کہ

لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ

ہرگز نہ پھر آوے گا یوں نہیں تحقیق پروردگار اس کا تھا ساتھ اس کے

بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّيْلِ وَ مَا

دیکھنے والا پس قسم کھاتا ہوں میں شفق کی اور رات کی اور جس چیز کو

وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

اکٹھا کرتی ہے اور چاند کی جب پیچھے آوے البتہ سوار ہوگے تم ایک حالت پر

عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا

ایک حالت سے پس کیا ہے واسطے ان کے کہ نہیں ایمان لاتے اور جب

معانقة ۱۲

کی قید کا حکم صادر فرما کر اسے پولیس کی بند گاڑی میں جیل بھیج دیتی ہے اور وہاں وہ سب کی نظروں سے الگ چند مجرموں کے ساتھ قید کی مدت گزارتا ہے اور پھر دندناتا ہوا، مظلوم کے پڑوس میں رہنے اور مزید ستانے کی اسکیموں میں مصروف ہوجاتا ہے۔ (۲) دوسرے یوں کہ اس ظالم کو ان تمام لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار کیا جائے اور بھرپور پٹائی عمل میں لائی جائے جن کے روبرو اس نے مار پیٹ اور ذلت ورسوائی کی تھی۔ اور اسے بتایا جائے کہ اگر اس نے آئندہ مذکورہ مظلوم کی طرف یا کسی اور کمزور شخص کی طرف آنکھ یا ہاتھ اٹھایا تو اسے اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ اور اگر ایسا کرے تو اسے محروم کیا جائے۔ قریش نے پہلی قسم کے انصاف کو اختیار کیا اور اسی کو اسلام کے نام سے دنیا میں پیش کرکے مشہور کیا حالانکہ قریش سے پہلے بھی انصاف کا یہی بے انصاف نظام جاری تھا۔ اور آج تک جاری ہے گو قریش دنیا سے ملعون ومقہور ہو کر عدالت کی کرسی سے دور کردئے گئے ہیں۔ لیکن اسلامی انصاف دوسری مثال میں ہے جہاں مجرم کو اس کے جرم کی پاداش میں وہی سزائیں اور تکلیفیں دی جائیں گی جو اس نے اپنے جرم کے دوران دوسروں کو دی تھیں (شوریٰ ۴۰ / ۴۲ اور یونس ۲۷ / ۱۰) اور جس طرح مظلوم کو اور اس کے اہل و عیال کو رنج و غم اور محرومی و نقصان ہوا تھا اسی طرح مجرم اور اس کے اہل وعیال و متعلقین کو رنج و غم اور محرومی و نقصان سے گزرنا پڑے گا (انشقاق ۱۳ تا ۱۰ / ۸۴ اور تطفیف ۳۱ تا ۲۹ / ۸۳) اور مظلوم داد رسی کے بعد ہشاش بشاش اپنے اعزا اہل وعیال اور متعلقین میں خوشخبری لے آئے گا اور ان کے تمام رنج وغم اور محرومی و نقصان کو پورا کردیا جائے گا (انشقاق ۹۔۸ / ۸۴) اور سورہ تطفیف (۲۷ تا ۲۲ / ۸۳)

۲۔ نظام رجعت بازپرس اور جزا وسزا کو قائم کرنا اللہ پر واجب ہے۔ کسی مجرم کا سزا سے بچ نکلنا اور کسی مظلوم کا جزا سے محروم رہ جانا چونکہ اللہ کے نظام مشیت کے تسلسل کو برقرار رکھنے اور مجرم ومظلوم کو حقیقی سزا اور جزا کا مستحق بنانے کی وجہ سے ہے اس لئے خود اللہ کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ نظامِ رجعت قائم کرے (علق ۸۔۷ / ۹۶) (حم سجدہ ۵۰ / ۴۱) (الاعلیٰ ۸ / ۸۷) (رعد ۴۰ / ۱۳) (وغیرہ سینکڑوں آیات) اور حساب لے کر داد رسی کرے اور وہ خامی پوری کرے جو نظام مشیت کی وجہ سے رہ گئی تھی۔ تاکہ حقوق العباد کی تکمیل ہوسکے اور جنت وجہنم میں جاتے وقت کوئی دوسری جزا یا سزا کسی کے ذمہ باقی نہ رہ جائے۔ اور جو جنت یا جہنم میں جائے اپنے اپنے عقائد و حقوق اللہ کی بنا پر اطمینان سے ہمیشہ کے لئے داخل ہو۔ ان حقائق کو چھپانے کے لئے قریش نے جہنم کو عارضی بھی قرار دیا۔ یہ بھی کہا ہے کہ کچھ دن سزا کاٹنے کے بعد جہنم سے واپسی اور جنت میں داخلہ ہوجائے گا۔ یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کو کہیں برزخ میں رکھ کر ترقی کا موقع دیا جائے گا۔

قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ ۩ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

پڑھا جاتا ہے اوپر ان کے قرآن نہیں سجدہ کرتے بلکہ وہ لوگ کہ کافر ہوئے ہیں

يُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُوۡعُوۡنَ ﴿۲۳﴾

جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے اس چیز کو کہ دل میں رکھتے ہیں

فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ

پس خوشخبری دے ان کو ساتھ عذاب درد دینے والے کے مگر جو لوگ کہ

اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۲۵﴾

ایمان لائے اور کام کئے اچھے واسطے ان کے ثواب ہے نہ کاٹا گیا

ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی مطلق اطاعت یعنی سجدہ بھی نہیں کرتے ہیں۔(۲۲) حق کو چھپانے والے لوگ تو قرآن کو جھٹلانے میں لگے رہتے ہیں ۔(۲۳) اللہ ان کے دوررس اور بیخ کنی کے منصوبے کو خوب جانتا ہے ۔(۲۴) چنانچہ اے رسولؐ تم انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ (۲۵) مگر جولوگ حق پوش گروہ کے خلاف مان چکے ہیں اور اصلاحی اعمال بجالائے ہیں ان کے لئے غیر منقطع اجر برابر جاری رہے گا۔

کہیں عذابِ قبر پر طرح طرح کے من گھڑت عقائد پھیلائے ۔ صرف اس لئے کہ انہوں نے رجعت کو نہ ماننا طے کرلیا تھا مگر قارئین برابر دیکھتے چلے آئے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں جہاں بھی الفاظ ”یرجعون یا ترجعون وغیرہ استعمال فرمائے ہیں وہاں عموماً رجعت کا ذکر مطلوب ہے ۔ اِلاماشاء اللہ

(۲ ۔ الف) رجعت قیامت کا ابتدائی دور ہے جس میں جرائم اور مجرموں کا ماحول اور ان کا تعلق برقرار رہے گا۔

یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ سورۂ انشقاق (۹ / ۸۴) (۱۳ / ۸۴) میں بھی تمام عزیز و اقرباء اور متعلقین اسی طرح موجود ہیں جس طرح سورۂ عبس (۳۷ تا ۳۴ / ۸۰) میں موجود تھے اور ان کی رشتہ داریاں بدستورباقی ہیں اور باقی رکھی جائیں گی ۔

البتہ جب رجعت میں دادرسی اور باز پرس اور سزا وجزا مکمل ہوجائے گی اور انہیں دوبارہ موت کے حوالے کردیا جائے گا اور پھر آخری صور پر دوبارہ زندہ کیاجائے تو اب کسی انسان کا حسب و نسب اور رشتہ داری باقی نہ رہیں گے ہر شخص ایک منفرد حیثیت میں زندہ کیاجائے گا ۔ چنانچہ فرمایا گیاہے کہ :

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ (مومنون ۱۰۱ / ۲۳)

”چنانچہ اس روز جیسے ہی صور پھونکا جائے گا انسانوں کے درمیان رہتے چلے آنے والے نسب اور رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی اس سلسلے میں وہ کوئی سوال نہ کر سکیں گے۔“ قیامت کے آخری دور میں اور رجعت کے دور میں یہ بڑا واضح فرق ہے قارئین یہ یاد رکھیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حسب ونسب اور ان کے حقیقی رشتہ داروں کے رشتے اور تعلق برقراررہے گا(متفقہ بین المسلمین) یہ آخری دور ہی وہ دور ہے جس میں محمدؐ و آل محمدؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی ۔ اس لئے کہ حقوق العباد کی جزا و سزا تو ہرحال میں لازم ہے وہاں تو اختیارو انتظام ہی محمدؐ ہی ہو گا ۔

۳۔ قریش کا وہ منصوبہ جو خانوادہ رسولؐ کی بیخ کنی اور تباہی کے لئے بنایا گیا تھا۔

آیت (۲۳ / ۸۴) کا ترجمہ صحیح کر لیا جاتا تو آج ساری دنیا تصدیق کرچکی ہوتی کہ جو کچھ اسلامی حکومتوں نے خانوادۂ رسولؐ کے قتل عام اور تباہی کے لئے کیا وہ قرآن میں بطور پیشنگوئی ریکارڈ ہوچکا تھا مگر قرآن کو معنی بدل بدل کر مفہوم بدلنے اور حقائق قرآنی کو جھٹلانے کی پالیسی تمام مترجمین کے قلب و ذہن پر مسلط رہتی چلی آئی ہے اس لئے آیت (۲۳ / ۸۴) میں آئے ہوئے لفظ یُوۡعُوۡنَ کے معنی سب ہی نے سرسری طور پر کئے ہیں ۔ مگر ترجمہ کرچکنے کے بعد مودودی پر اس لفظ کا دباؤ پڑتا رہا تو تشریح میں لکھا کہ: ”۱۳ ۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے سینوں میں کفروعناد اور عداوت حق اور برے ارادوں اور فاسد نیتوں کی جو گندگی انہوں نے بھر رکھی ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۹۲) مگر حقیقی معنی جڑ سے اکھاڑنے کی اسکیم ہیں ۔ (لغات القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۱۲)

سُوْرَةُ الْبُرُوْج

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکے میں نازل ہوئی اور اس میں بائیس(۲۲) آیتیں ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَ شَاهِدٍ

قسم ہے آسمان برجوں والے کی اور دن وعدہ دیئے گئے کی اور حاضر ہونے والے کی

وَّ مَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ

اور دن حاضر کئے گئے کی یعنی عرفہ مارے گئے گھاٹیوں والے کہ آگ تھی

ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّ هُمْ عَلٰى

بہت ایندھن والی جس وقت کہ وہ اوپر اس کے بیٹھے تھے اور وہ اوپر

(۱) برجوں والے آسمان کی قسم کھاتا ہوں ۔ (۲) اور اس مخصوص وعدے والے مخصوص دن کی بھی قسم کھاتا ہوں ۔(۳) اور اس گواہ کی اور گواہی والےؑ کی قسم کھا کر بتاتا ہوں کہ : (۴) گڑھے کھدوانے والے صحابہ کا قتل کیا جانا واجب ہو گیا ہے ۔(۵) ان کے گڑھوں میں کافی ایندھن والی آگ تھی (۶) جب کہ ان شعلہ ور گڑھوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔(۷) اور وہ لوگ

تشریحات سورۂ بروج :

ا۔ حقیقتِ واقعی کو چھپانے کے لئے قیامت سے متعلق ہر چیز کو قیامت بنا دینے کی پالیسی۔

یہ بات بار بار ثابت ہوتی رہی ہے کہ قریشی پالیسی جہاں موقع ملتا ہے وہاں ترجموں میں اضافہ کرکے قیامت کی تفصیلات کو چھپا دیتی ہے۔یہاں آیت (۲ / ۸۵) میں يَوْمُ الْقِيٰمَةِ نہیں ہے مگر مودودی صاحب اپنی قوت بازو سے اسے یوم قیامت بنالیتے ہیں ۔ تاکہ اس وعدہ کو قاری کی نظروں سے اوجھل کر دیں جس پر ہم نے سورۂ تطفیف میں مفصل گفتگو کی ہے اور دکھایا ہے کہ قیامت کے پہلے دور میں محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے چار مرتبہ کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے گا اور حضورؐ کو پوری کائنات پر مکمل تسلط عطا کیا جائیگا اور قریش اور تمام مجرمین سے انتقام لیا جائے گا (دیکھو تشریحات سورۂ تطفیف)

(ا ۔ الف) قیامت کے ادوار میں یوں تو بہت سے شاہد اور شہادتیں پیش ہونا ہیں مگر مستقل اور ہر شاہد پر شہید محمدؐ و علیؑ ہوں گے ۔

آیت(۳ / ۸۵) میں ایک شاؔہد کی اور ایک مشہوؔد کی قسم کھا کربات کی گئی ہے اور مسلمانوں میں یہ حقیقت مشہور ہو چکی ہے کہ اس آیت میں حضرت علی علیہ السلام کو مشہود فرمایا گیا ہے اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد قرار دیا گیا ہے ۔

چنانچہ جناب عبدالرحمٰن بن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت ’’وَشَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ ‘‘کے سلسلے میں فرمایا کہ ’’شاہد‘‘ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور’’ مشہود‘‘ امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ ‘‘

(کافی کتاب الحجت باب نکت و نتف حدیث نمبر ۶۹)

(ا ۔ ب) محمدؐ کائنات کی ہر مخلوق پر شاہد و شہید ہیں اور آنحضرؐت پر اللہ و علیؑ شاہد و شہید ہیں ۔

اگر آپ قرآن و حدیث کے بیانات پر ایمان رکھتے ہیں تو محمدؐ اور ان کے نورانی اجزا حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کو تخلیق کائنات سے قبل کی اوّلین مخلوق تسلیم کرنا پڑے گا اس لئے کہ تمام نذیروں سے قبل کے نذیر تمام عالمین

مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَ مَا نَقَمُوۡا

اس چیز کے کہ کرتے تھے ساتھ مسلمانوں کے حاضر تھے اور نہیں عیب پکڑا تھا

مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۸﴾

انہوں نے ان میں سے مگر یہ کہ ایمان لائے ساتھ اللہ غالب تعریف کئے گئے کے

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ؕ﴿۹﴾

وہ جو واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے

مومنین کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے اس پر خود ہی گواہ تھے ۔(۸) اوران مومنین سے انتقام لینے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو ہرحال میں زبردست اور ہر حیثیت سے ممدوح رہا ہے جو (۹) جو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت کا مالک ہے اور اللہ تو ہر ہر چیز پر چشم دید گواہ ہے ۔(شہید کے معنی)

کے لئے رحمت و نذیر اور پوری کائنات سے پہلے اوّلین مسلم وہی ہو سکتے ہیں جن کا شعوری، نوری اور ہمہ گیر وجود کائنات کی تخلیق سے پہلے ہو اور تخلیق کائنات ان کے سامنے ہوئی ہو ۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ :

"محمد بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جناب امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تھا وہاں میں نے شیعوں کے عقائد میں اختلاف کی گفتگو شروع کی تو فرمایا کہ اے محمد یقیناً ایک خاص وقت تک اللہ تعالیٰ منفرد و یگانہ و تنہا تھا پھر اس نے محمدؐ علیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کر دیا اور اس طرح بھی ہزارہا زمانے گزر گئے ۔ پھر اس نے باقی تمام اشیا کو پیدا کیا اور ان کی تخلیق پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کو چشم دید گواہ بنایا اور ان کی اطاعت تمام مخلوق پر واجب کی اور مخلوقات کے تمام کام و احکام اِنہیں سپرد کر دیئے۔"
(اختصار کے لئے باقی حدیث ترک کر دی گئی)

عن محمد بن سنانؒ قال: كُنتُ عند ابی جعفر الثانی علیه السلام فَاَجْرَيْتُ اختلاف الشیعه : فقال: یا محمد اِنَّ اللهَ تبارك وتعالیٰ لَمۡ یَزَل منفردًا بوحدانیته ثُمَّ خَلَقَ محمدًا وعلیاًؑ و فاطمةؑ ، فَمَكَثُوْا الف دهر، ثُمَّ خَلَقَ جمیع الْاَشیاء ، فَاَشْهَدَهُمۡ خَلۡقَهَا واَجْرٰی طاعتهم عَلَیْهَا و فَوَّضَ اُمُوْرها اِلَیْهِمۡ ۔ الخ
(کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف حدیث نمبر ۵)

(۲) قرآن بھی اُن حضراتؑ کو تمام اُمتوں پر چشم دید گواہ بناتا ہے ۔

اللہ نے آنحضرتؐ سے فرمایا ہے کہ :

"اور جس روز ہم ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک چشم دید گواہ خود ان ہی کے اندر سے شہادت کے لئے کھڑا کریں گے اور تجھے ان تمام اُمتوں اور شہیدوں پر چشم دید گواہ کی پوزیشن میں ذمہ دار بنا کر لائیں گے اور یہی پوزیشن تو ہے جس کی بنا پر ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور اسلام لانے والوں کے لیئے ہدایت بھی ہے رحمت بھی اور خوشخبریاں دینے والی بھی ہے ۔

وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٖ شَهِيدًا عَلَيۡهِم مِّنۡ أَنفُسِهِمۡۖ وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِۚ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ ﴿٨٩﴾ (نحل ۸۹ / ۱۶)

(۳) محمدؐ بارہ ہیں، اُمتوں میں چرند پرند سب داخل ہیں اور اسلام ساری کائنات لائی ہے ۔

یہاں یہ نہ سمجھیں کہ صرف نوع انسان کی اُمتوں کی بات ہوئی ہے۔ بلکہ قرآن کی روسے تمام چرندو پرند اور تمام حشرات الارض بھی انسانی اُمتوں کی مثل اُمتیں ہیں (انعام ۳۸ / ۶) اور یہ ساری کائنات اور اس کی تمام مخلوقات کا ضابطہ حیات اسلام و قرآن ہے (آلِ عمران ۸۳ / ۳) اور یہ کہ محمدیؐ سلسلے کا اوّل بھی محمدؐ ہے اور آخری بھی محمدؐ ہے اور درمیان والا بھی محمدؐ ہے اور وہ سب کے سب محمدؐ ہیں۔ "(حدیث) لہٰذا وہ سب کائنات کی ہر مخلوق پر ہر لحہ چشم دید گواہ رہتے چلے آرہے ہیں ۔ چنانچہ اللہ کے وجود اور صفات پر ان سے قدیم اور کوئی گواہ نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب محمدؐ کی پوزیشن پر گواہی کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ "اور حقیقت پر پردہ ڈالنے والے لوگ کہتے ہیں

وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَسۡتَ مُرۡسَلٗاۚ قُلۡ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدَۢا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ ﴿٤٣﴾ (رعد ۴۳ / ۱۳)

اور کہتے رہیں گے کہ "تو اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ نہیں ہے۔ ان کو بتاؤ کہ میرے رسولؐ ہونے پر اللہ اور وہ شخصؑ جو الکتاب کا علم رکھتا ہے ہر طرح کافی اور چشم دید گواہ ہیں۔"

(۴) رسالت محمدؐیہ پر شہادت کے لئے علم الکتاب کی شرط کیوں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم روز ازل سے رسولؐ، نبیؐ اور نذیر للعالمین ہیں (فرقان ۱/ ۲۵) ان کی رسالت پر چشم دید شہادت اور کسی کے لئے ممکن ہی نہ تھی سوائے آئمہ معصومین علیہم السلام یا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے۔علم الکتاب کی شرط اس لئے تھی کہ اس کتاب میں کائنات کی ہر چیز کا بیان (۸۹ / ۱۶) اور ہر چیز کی تفصیل (یوسف ۱۱۱ / ۱۲) موجود ہے چنانچہ رسالت محمدؐیہ بھی اس سے باہر نہیں ہے۔ اور اس شہادت میں اللہ نے الکتاب کے عالم کو اپنے برابر کا چشم دید گواہ بنایا ہے۔ یہ اتنی عظیم الشان بزرگی ہے کہ اس کے آگے اسی وقت گنجائش ممکن ہے جب کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی اور موجود ہو۔ یعنی یہ بزرگی، بزرگی کی انتہا ہے۔

(۵) الکتاب کا عالم رسالت محمدؐیہ کو ثابت کرنے میں ہر وقت دست خداوندی ہونا لازم ٹھہرتا ہے۔

پھر یہ سوچیئے کہ دشمنان اسلام اللہ سے نہ جواب طلب کرسکتے ہیں نہ گواہی کے لیے اسے بلاسکتے ہیں مگر وہ حضرت علیؑ تک رسائی اور قدرت رکھتے ہیں۔ ان سے بات بات میں اور ہر بات میں باز پرس کرسکتے ہیں لہٰذا ان حضرتؑ کی تنہا ذمہ داری ہے کہ اپنی جگہ سے وہ تمام ضروری ثبوت فراہم کریں جو اللہ کے ذمہ عائد ہوتے ہیں مثلاً معجزانہ قوت و قدرت پیش کرکے معترضین کو عاجز کر دینا۔ یہی سبب ہے کہ اللہ نے انہیں اپنا ہاتھ (یداللہ) بنا کر اہل عرب کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ اور ان کی افرادی قوت کا سرجھکا دیا تھا۔ ان ہی وجود کی بنا پر اللہ نے عربوں کو طرح طرح للکارا اور ان کو شرمسار کرنے کے لئے طنز کئے۔ انہیں ہر موزوں طعنہ دیا۔ انہیں جاہل و احمق قرار دیتا رہا اس لئے الکتاب کا عالم ہر وقت رسولؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ اور وہ نہ علیؑ سے زیادہ کسی سے خائف تھے نہ ان سے زیادہ کسی اور کے دشمن تھے۔

(۶) اللہ خالق کی پوزیشن میں اور علیؑ مخلوق کی حیثیت میں۔ شہادت کے سلسلے میں علیؑ کا وہی مقام تسلیم کرنا پڑے گا جو اللہ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے یعنی کائنات کی ہر ہر چیز پر چشم دید گواہ ہونا (۹ / ۸۵) علم الکتاب کی بنا پر الکتاب کے عالم پر اس کائنات کی ہر مخلوق و موجود کی تفصیلات (وَتَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٍ ﴿۱۱۱﴾ ۱۱۱ / ۱۲) اور بیانات واضح ہونا لازم ہیں۔ اور رسالت محمدؐیہ پر شہید ہونا ثابت کرتا ہے کہ اللہ ایک خالق و مالک کی حیثیت سے ہر مخلوق پر شہید ہے اور علی علیہ السلام اللہ کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے اور اللہ کے فراہم کردہ وسائل کی بنا پر عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيدٌ ﴿۹﴾ (البروج: ۹ / ۸۵)

۲۔مقامات محمدؐیہ اور علویہؑ کو پبلک کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کے لئے مکروفریب ضروری ہے۔

قارئین نے آیت (۳ / ۵۸) کی تشریح میں ہمارے بیانات و آیات ملاحظہ فرمائے ہیں اور ان میں محمد و علی صلوٰۃ اللہ علیہم کی منزلت کو آیات کے الفاظ سے اپنے سامنے دیکھا ہے۔اگر ہم وہ آیات نہ بھی پیش کرتے اور صرف مذکورہ آیت (۳ / ۸۵) ہی کو سامنے رکھتے تب بھی قرآن کے قاری کے دماغ میں یہ سوال تو پیدا ہونا چاہیئے کہ انسانوں سے حساب لینے اور باز پرس کرنے اور مجرم کا جرم ثابت کرنے کے لئے لاکھوں کروڑوں نہیں بلکہ بے حدو شمار گواہوں کی موجودگی بتائی گئی ہے۔ مثلاً ہر انسان کے ساتھ رہنے والے دو فرشتے گواہ ہوں گے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے انسان پیدا ہو چکے ہوں گے ان سے دو گنا گواہوں کی تعداد ہوگی۔ پھر ہر اُمت کا نبیؐ ہر اُمت پر گواہ ہوگا۔ یعنی اگر انبیاؑ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار صحیح ہے تو اتنے ہی گواہ اور ہوں گے۔ الغرض گواہوں کا ایک ہنگامہ خیز انبوہ ہوگا۔ اور اس انبوہ اور شہادتوں کی بھر مار کی وجہ سے اس دن کا نام ہی "گواہوں کا دن" "وَيَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡأَشۡهَٰدُ" رکھ دیا گیا ہے (مومن ۵۱ / ۴۰) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شاہدوں کے ساتھ اس انبوہ میں وَمَشۡهُودٍ بھی تو ہوں گے۔ جن کے لئے یہ نظامِ شہادت قائم ہوا ہے۔ اب آپ سوچیں کہ شاہدوں اور مشہودوں کے اس بے حدوحساب اور ناقابل شمار انبوہ میں سے جس ایک شاہد اور ایک

مشہود کی قسم کھائی گئی ہے (۳ / ۸۵) وہ کون سے اور کیسے شاہد ومشہو دہوں گے ؟ کیا ان دونوں کو قیامت کے پورے ہنگامے میں سب سے بڑھ کر نہ ہونا چاہئے ؟ سوچئے کہ ان کے انتخاب کا کیا طریقہ ہونا چاہے؟ پھر یہ دیکھیئے کہ ان شاہدوں اورمشہودوں میں کچھ ایسے ہوں گے جن کی شہادت ایک ایک فرد تک محدود ہوگی ۔ بعض کی شہادت کئی افراد تک وسیع ہوگی ۔ بعض ایک قوم کے گواہ ہوں گے ۔بعض بہت سی اقوام اور اُمتوں پر گواہ ہوں گے ۔بعض پوی نوع انسان پرشاہدومشہود ہوں گے۔ بعض انسانوں اور جنات پر بھی گواہ ہوں گے بعض کی شہادت انسانوں حیوانوں جنات جانوروں چرند پرند و درند اور تمام حشرات الارض تک وسیع ہوگی جمادات و نباتات بھی ان کے دائرہ شہادت میں محصور ہوں گے ۔یہاں ٹھہرئیے اور سوچئے کہ ابلیس اور ابلیس کے معاون گروہ پر کسی شاہد کی تعیناتی کا تذکرہ کہیں نہیں کیا گیاہے۔کیا آپ کے نزدیک اس جرم وگناہ کے بانی اور ذخیرے کے اعمالناموں کی تیاری ضروری نہیں ہے ؟کیا ان کے تمام اعمال و افکار و اقدامات پر شاہد و شہادت درکار نہیں ہے ؟ بلا شبہ درکار ہے ۔لہٰذا وہ شاہد اور مشہود وہی ہونا چاہئیں جن کی شہادت میں ابلیس کی پیدائش سے لے کر انتہا تک تمام حالات بھی چشم دیدموجود ہوں ۔ بتائیے اس بیان میں کیا غلطی ہے ؟ یوں بھی محمدؐ وعلیؑ صلی اللہ علیہما ہی وہ حضرات ثابت ہوتے ہیں جن کی قسم کھائی گئی ہے (۳ / ۸۵)

(۲ ۔ الف) اس قدر اہم اور عظیم الشان حقائق کو چھپانا (کفر) کس قدر شیطانی عقل و قدرت چاہتا ہے ؟

یہ قارئین کا کام ہے کہ وہ خود سوچیں کہ قرآن میں ایسے واضح اور زبردست حقائق موجود ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کو اور دیگر انسانوں کو کیوں ان کی ہوا تک نہیں لگنے پاتی ؟ ہم نے اس سوال کا جواب باربار اورطرح طرح سے دیا ہے اور قارئین کو قرآن کے وہ تمام ہی مقامات دکھائے ہیں جہاں اللہ نے قریش کی اس پالیسی اور منصوبے کا ذکر کیا ہے جس سے قرآن کو بے اثر ومہجور کرنا طے کیا گیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) ۔

(۱) سورۃ البروج کی اہمیت اور حقیقت کو لفظ قیامت کے پردے میں لپیٹ کر فریب دیا ہے ۔

قارئین یاد کریں کہ ہم نے سورۂ تطفیف کی تشریحات میں اس مخصوص وعدے کی تفصیل پیش کی ہے جسے اللہ نے قرآن میں چار مرتبہ دہرادہرا کر آنحضرتؐ کو قریش کا انجام دکھانے کا وعدہ کیا ہے پھر ہم نے قرآن سے چار ایسے مقامات دکھائے ہیں جہاں اللہ نے ایک دن اپنا وعدہ پورا کیا ہے اور اس دن حضورؐ کو ساری کائنات پر تسلط دیا ہے اور اسلام کو غلبہ عطا کیا ہے قریش کو بھر پور سزا دینا دکھائی ہے ۔اور اسی دن کو وعدہ پورا کرنے کا دن قرار دیا ہے اور اُسے قرآن میں وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ فرمایا ہے (۲ / ۸۵) اور علامہ مودودی نے جہاں وَشَاهِدٍ وَمَشۡهُودٍ کی منزلت کو ضائع کیا ہے وہیں وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ کو بھی نظروں سے اوجھل کردیا ہے۔ ترکیب یہ کی ہے کہ" وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ اور وَشَاهِدٍ وَمَشۡهُودٍ "کو قیامت کے بڑے پردے میں لپیٹ کربات ختم کردی ہے ۔ چنانچہ انہوں نے دو حاشیے ایسے چڑھا دئے کہ محمدؐ وعلیؑ کی تصویریں سامنے سے ہٹ گئیں۔ انہوں نے آیات (۲۔۳ / ۸۵) کے متعلق لکھا کہ : اوّل ۔ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ "یعنی روز قیامت "(تفہیم القرآن جلد۶صفحہ ۲۹۵)

(۲) علامہ کے وہ کرتب جن سے محمدؐ وعلیؑ کی حقیقی پوزیشن کی طرف نظر جا ہی نہیں سکتی۔

دوم "دیکھنے والے (شَاهِدٌ) اور دیکھی جانے والی چیز (وَمَشۡهُودٍ)کے بارے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ سلسلہ کلام سے جو بات مناسبت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ دیکھنے والے (یعنی شاہد۔احسنؔ) سے مراد ہر وہ شخص ہے جو قیامت کے روز حاضر ہوگا۔اور دیکھی جانے والی چیز (یعنی وَمَشۡهُودٍ) سے مراد خود قیامت ہے جس کے ہولناک احوال کو سب دیکھنے والے دیکھیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۹۵حاشیہ ۳)

(۳) علامہ کے فریب کی نقاب کشائی اور ان کی غلطیاں اور غلطیوں میں ڈھٹائی ۔

علامہ کی ان چند سطروں میں محمدؐ اور علیؑ کے علاوہ اللہ اور قرآن پر کیا ظلم ہوا ہے؟ اسے سامنے لانے کے لئے پہلی بات یہ دیکھیں کہ ان دونوں آیات (۳۔۲ / ۸۵) میں ہی نہیں بلکہ اس پوری سورۂ (البروج) میں اللہ نے کہیں لفظ قیامت استعمال ہی نہیں کیا ہے ۔ مگر علامہ نے نہایت ڈھٹائی سے

(۱۰) یقیناً جن لوگوں نے مومنین اور مومنات میں فتنہ انگیز کارروائیاں کی ہیں اور اس کے بعد بھی فتنہ پھیلانے سے انہوں نے توبہ نہیں کی تھی تو ایسے فتنہ سازوں کے لئے اُدھر جہنم کا عذاب الگ ہے اور اِدھر ان کے لئے آگ میں	اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ تحقیق جن لوگوں نے کہ ایذا دی ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ پھر نہ توبہ کی پس واسطے ان کے عذاب ہے دوزخ کا اور واسطے ان کے

یہاں قیامت لازم قراردے دی ہے ۔ لیکن اگر ہم علامہ کے اس ابلیسی تصور اور فیصلے کو حقیقی صورت دے دیں تو قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اللہ کی زبان "لسان عربی مبین "مضحکہ بن کررہ جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ : اللہ کے الفاظ کو علامہ کے الفاظ سے بدل کر دیکھیئے۔

قول اللہ (۱) وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (۲) اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیاہے "(علامہ)

قول مودودی (۱) وَالْيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (۲) قیامت کے دن کی قسم "(علامہ)

قول اللہ (۳) وَشَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ (۴) اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی قسم (علامہ)

قول مودودی (۳) وَشَاهِدٍ وَّقِيَامَةٍ (۴) دیکھنے والوں کی اور قیامت کی قسم (علامہ)

اس دوسری بات میں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ بھی قیامت ہے اور مشہود بھی قیامت ہی ہے تو ان دونوں آیتوں کا مودودی مطلب یہ ہوا کہ: "قسم ہے قیامت کی اور قسم ہے قیامت کی "(۳۔۲/ ۸۵)

علامہ کا تصوروترجمہ اختیار کرنے سے یہ خرابی بھی پیدا ہوئی کہ گویا اللہ نے ایک ہی سانس میں ایک ہی چیز کی دو مرتبہ قسم کھائی ہے ۔ جو بلا ضرورت خلافِ عقل و حکمت و فصاحت اور ایک بیہودہ بات ہے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ: یہ پہلی جگہ ہے جہاں مودودی نے لفظ "شاہد "کے معنی "دیکھنے والا"کئے ہیں ورنہ ہر جگہ "شاہد" کے معنی "شہادت دینے والا" یا "گواہ" کرتے رہے ہیں ملاحظہ ہوں مندرجہ مقامات :

(۱) سورۂ فتح (۸ / ۴۸) تفہیم القرآن جِلد ۵صفحہ ۴۸) (۲) سورۂ مزمل (۱۵ / ۷۳) (تفہیم القرآن جِلد ۶صفحہ ۱۳۱)

(۳) سورۂ احزاب (۴۵ / ۳۳) (تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۱۰۵) (۴) (سورۂ احقاف ۱۰ / ۴۶)(تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۶۰۶)

یہاں یہ بھی دیکھتے چلیں کہ مولانا صاحب لفظ مشہود کے معنی بتاتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ:

" قُرْاٰنَ الفجر کے مشہود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے فرشتے اس کے گواہ بنتے ہیں "(تفہیم القرآن جِلد ۲صفحہ ۶۳۵)

چوتھی بات یہ ہے کہ لفظ"شاہد" تو واحد ہے اگر اس کا صحیح ترجمہ گواہ کرنا علامہ کی پالیسی کے خلاف ہے تو اپنے اصول و تحریر کے مطابق بھی اس کا ترجمہ "ایک دیکھنے والا "کرنا چاہیئے تھا۔ مگر یہ کیسے جائز ہوا کہ شاہد کے معنی و ترجمہ :

"ہر وہ شخص جو قیامت کے روز حاضر ہوگا" کیسے سمجھا گیا؟ یعنی ایک شاہد کے کروڑ درکروڑ اور بے شمار شاہد بنالئے گئے ۔

پھر چوتھی بات یہ ہے کہ علامہ نے مفسرین کے بہت سے اقوال کا موجود ہونا مان کر بھی کسی مفسر کا قول اور ان کی دلیل نہیں لکھی تاکہ ان کے قاری صرف مولانا کے ترجمہ اور تشریحات کے عادی ہوجائیں ۔ یہ ہیں قریشی علما کے وہ ہتھکنڈے جن کی وجہ سے قرآن کے تمام حقائق کو بدل کر اپنی خود ساختہ روایات اور پالیسی پر ڈھال لیا گیا ہے اور اللہ ورسولؐ جیسی عظیم الشان ہستیاں پس منظر میں دھکیل دی گئی ہیں ۔

۳۔رجعت کے دوران ملنے والی سزاؤں اور عذاب کو سمیٹ کر عذاب جہنم یا جہنم کی سزائیں بنا دیا جاتا ہے

یہ فریب ساز قریشی علما جس طرح قیامت کی مختلف تفصیلات و حالات و ادوار کو "قیامت" کہہ کر ٹال جاتے ہیں اسی طرح دورانِ رجعت ہونے والے محاسبے اور باز پُرس کی سختیوں کو قیامت کے آخری دور میں لپیٹ کر گزر جاتے ہیں اور اس ماحول کی پبلک کو ہوا تک لگنے نہیں دیتے،

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عذاب ہے جلنے کا تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱

واسطے ان کے بہشتیں ہیں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں یہ ہے مراد پانا بڑا

جلائے جانے کی سزا الگ سے ہے۔(۱۱) درحقیقت جو لوگ ایمان لائے اور حق پوشی کی جگہ اصلاحی اعمال پر کاربند رہتے چلے گئے ان کے لئے باغات ایسے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور ان کا ملنا بہت ہی بڑی مرادمندی ہے۔

جس میں اسی دنیا میں اسی آسمان کے نیچے اور معمول کے ان ہی موسموں اور ماحول کے اندر مواخذہ و داد رسی ہوگی ۔ اور جو سزائیں دورانِ سماعت و تفتیش اور فیصلوں کے بعد دی جائیں گی، ان سزاؤں کو بھی جہنم کی سزائیں بنا ڈالتے ہیں۔ کہیں لفظ "نار" آئے تو خود ہی اسے "جہنم یا دوزخ" لکھ دیتے ہیں حالانکہ جہاں جہاں اللہ نے جہنم یا جہنم کی آگ کا ذکر فرمایا ہے وہاں "نارِ جہنم" فرما کر وضاحت کردی ہے (جیسا کہ سورۂ توبہ آیات ۸۱، ۶۸، ۶۳، ۹/۳۵ وغیرہ)

اس طرح لفظ "سَعِيْر" "جَحِيْم" "وَلَظٰى وَ هَاوِيَةٌ" وغیرہ تمام الفاظ کا ترجمہ بے فکری سے جَهَنَّم کرتے رہتے ہیں تاکہ جہنم سے پہلے دوران رجعت ملنے والی تمام حقیقی سزاؤں کی طرف توجہ مبذول ہی نہ ہوسکے ۔

(۳۔ الف) جہنم کے علاوہ عذاب اور سزاؤں کا ملنا یہاں آیت (۱۰ / ۸۵) میں ثابت ہوتا ہے ۔

مگر قرآن کریم نے اس شیطانی گروہ کو جگہ جگہ مجبور کیا ہے کہ یہ جہنم کے علاوہ جہنم سے باہر کی سزاؤں اور عذاب کو تسلیم کریں چنانچہ اللہ نے فرمایا اور مودودی نے مجبور ہوکر یہ ترجمہ کیا ہے کہ :

فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ (البروج: ۱۰ / ۸۵)

مودودی ترجمہ : "یقیناً ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلائے جانے کی سزا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۹۹)

علامہ کی تشریح دیکھنے سے پہلے اس ترجمہ میں یہ تبدیلی نوٹ فرمالیں کہ یہاں اللہ نے دونوں جگہ لفظ "عذاب" فرمایا ہے ۔ مگر مودودی نے دوسری جگہ لفظ عذاب کا ترجمہ سزا کردیا ہے ۔ یعنی علامہ کے نزدیک عذاب اور سزا قطعی ایک ہی بات ہے۔ اب تشریح بھی سن لیں ارشاد ہے کہ:

علامہ کی تشریح : "جہنم کے عذاب سے الگ جلائے جانے کی سزا کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انہوں نے مظلوم لوگوں کو آگ کے گڑھے میں پھینک کر زندہ جلایا تھا۔ غالباً یہ جہنم کی عام آگ سے مختلف اور اس سے زیادہ سخت کوئی اور آگ ہوگی جس میں وہ جلائے جائیں گے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۹۹۔۳۰۰)

(۳۔ب) مودودی رجعت کی سزاؤں کو چھپانے کے لئے قرآن کے خلاف جہنم کے بعد جہنم سے سخت تر سزا کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

علامہ کے اس بیان میں قرآن اور مذاہب عالم کے خلاف جہنم انتہائی اور آخری سزا نہیں ہے بلکہ جہنم اور آتش جہنم سے زیادہ سخت سزا بھی مانی گئی ہے اور جہنم کی آگ سے زیادہ سخت آگ بھی تسلیم کی ہے ہم مودودی کو جھوٹا اور قرآن کے خلاف عقائد پھیلانے والا ثابت کرنے کے لئے چند گزارشات پیش کرتے ہیں ۔

(۱) اگر عذاب جہنم سے عَذَابَ الْحَرِيْقِ زیادہ سخت عذاب یا سزا ہے؟ تو اسے جہنم کیوں کہا؟

پہلی گزارش یہ ہے کہ علامہ تو عَذَابَ الْحَرِيْقِ کو نہ الگ سزا مانتے ہیں ۔ نہ جہنم سے سخت سزا کہتے ہیں بلکہ جہنم ہی کو عَذَابَ الْحَرِيْقِ فرماتے رہے ہیں ۔ سنئے اور علامہ کی دیانت عقائد اور قرآن سے واقفیت پر افسوس کیجئے اللہ نے فرمایا اور مودودی نے ترجمہ کیا۔

وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۱۸۱ آل عمران

مودودی جہنم ہی کو عذاب الحریق کہتے رہے ہیں۔

"ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو" (آلِ عمران ۱۸۱ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۰۷)

(۱۲) حقیقت یہ ہے کہ مجرموں کے لئے تیرے پروردگار کی گرفت ، حملہ اور جھپٹا بہت سخت ہوتا ہے۔(۱۳) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہی ہر شے کی ابتدا کرتا ہے اور وہی ہر شے کا اعادہ کرے گا۔ (۱۴) اور وہی مودّۃ اور مغفرت کا مرکز وخالق ہے ۔(۱۵) نہایت بزرگ عرش کا مالک ہے ۔(۱۶) ہمیشہ اور ہر حال میں وہی کچھ کرتا ہے جو کچھ کرنے کا ارادہ کرتا ہے ۔ یعنی غیر ارادی طور پر اس سے کوئی فعل سرزد ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ (۱۷) اے نبیؐ کیا

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ

تحقیق پکڑنا پروردگار تیرے کا البتہ سخت ہے تحقیق وہی پہلی بار

يُبْدِئُ وَ يُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَ هُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾

پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ کرے گا اور وہ ہے بخشنے دوستی کرنے والا

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ

صاحب عرش بزرگ کا کرنے والا ہے جو کچھ چاہے کیا آئی ہے

قارئین سوچیں کہ مودودی نے تفہیم القرآن لکھتے ہوئے پہلے تین سو سات (۳۰۷) صفحات لکھنے کے وقت تک عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ اور عذابِ جہنم کو ایک ہی عذاب اور ایک ہی سزا سمجھا اور لکھا مگر جب علامہ سرکار تین ہزار پانچ سو بتیس (۳۵۳۲) صفحات لکھ چکے تو نہ صرف یہ کہ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ جہنم سے الگ ایک اور ہی قسم کا عذاب بن گیا بلکہ جہنم کے عذاب سے سخت اور شدید تر عذاب قرار پا گیا بتائیے کہ عربی زبان سے ناواقف اور سیدھے سادے مسلمان قاریوں کو علامہ سے کہاں اور کیسے پناہ مل سکتی ہے ؟ وہ غریب اتنا لمبا چوڑا حساب کیسے رکھ سکتے ہیں ؟ اور جب کہ انہیں علامہ پر سو فیصد اعتبار و اعتماد بھی ہو؟ چنانچہ وہ علامہ کی ان الٹی سیدھی قلابازیوں کو نہ یاد رکھ سکتے ہیں نہ ان پر شبہ کرسکتے ہیں ۔ ابھی اور سنیئے اور سر دھنئے ۔

مودودی کو اصرار ہے کہ جہنم ہی عذاب الحریق ہے ۔

كُلَّمَآ أَرَادُوٓا۟ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا۟ فِيهَا وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ﴿٢٢﴾ (الحج: ۲۲ / ۲۲)

”جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزا۔ “(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

یہاں تک دو مرتبہ یہ طے کردیا گیا ہے کہ علامہ مودودی کے نزدیک عذابِ جہنم اور عذاب الحریق ایک ہی عذاب و سزا کے دونام ہیں اور ہمارے نزدیک یہ اور اسی قسم کی غلط بیانیاں اس لئے کی جاتی ہیں کہ زمانۂ رجعت کی سزاؤں کو جس طرح ہوسکے جہنم کی آخری سزا بنا دیا جائے ۔ ہماری دوسری گزارش یہ ہے کہ تمام مذاہب میں جہنم کو آخری سزا اور شدید ترین سزا مانا گیا ہے ۔ اور ہمارا بھی قرآن سے یہی عقیدہ ہے اور جب تک علامہ کو خطرہ نہ ہو وہ بھی یہی مانتے ہیں ۔

(۲) قرآن کریم کی رو سے جہنم ہی آخری اور شدید ترین عذاب ہے اور مودودی بھی مانتے ہیں ۔

چنانچہ ایک آیت اور مودودی کا ترجمہ پڑھ کر دیکھیں ۔

ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ (المومن ۴۶ / ۴۰)

مودودی ترجمہ: ”دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح وشام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۱۲، ۴۱۳)

مودودی بھی جہنم سے پہلے جہنم کی آگ سے عذاب و سزا دیا جانا ترمیم کے بعد مانتے ہیں ۔

اس ترجمہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نے دو باتیں مان لی ہیں اوّل یہ کہ جہنم کا عذاب آخری اور شدید ترین سزا ہے دوم یہ کہ جہنم میں داخلے سے پہلے بھی بعض مجرموں کو دوزخ کی آگ سے مگر دوزخ سے باہر عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ مندرجہ بالا آیت (۴۶ / ۴۰) کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ: ”یہ آیت (۴۶ / ۴۰) اس عذابِ برزخ کا صریح ثبوت ہے جس کا ذکر بکثرت احادیث میں عذابِ قبر کے عنوان سے آیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ یہاں صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہا ہے ، ایک کمتر درجے کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو اب دیا جا رہا ہے ،۔۔۔۔۔

اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ
تیرے پاس بات لشکروں فرعون کی اور ثمود کی بلکہ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ
جو لوگ کہ کافر ہوئے بیچ جھٹلانے کے ہیں اور اللہ پیچھے ان کے سے
مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾
گھیر رہا ہے بلکہ وہ قرآن ہے بزرگ بیچ لوح محفوظ کے

آپ تک ان فوجوں کی بات لائی گئی ہے (جو تباہ ہو گئیں) (۱۸) جو فرعون اور قوم ثمود کی افواج تھیں؟ (۱۹) بلکہ جن لوگوں نے حق پوشی اختیار کرر کھی ہے (وہ تو ان کی تباہی سے واقف ہو کر بھی) تعلیماتِ قرآن کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہیں۔(۲۰) اور اللہ بھی ان لوگوں کو اِدھر اُدھر سے گھیرے میں لاتا چلا جارہاہے۔(۲۱) بلکہ ان کو گھیرنے والا تو خود یہ بزرگ قرآن ہی ہے۔(۲۲) جس میں تبدیلی ممکن نہیں اس لئے کہ وہ تو لوح محفوظ میں موجود ہے۔

اس کے بعد جب قیامت آجائے گی تو انہیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی۔ جو ان کے لئے مقدر ہے یعنی وہ اسی دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۱۳)

مودودی مثال دے کر عذابِ جہنم کو شدید عذاب تو مان لیا مگر اس مثال سے اللہ کو ظالم ٹھہرا دیا ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ یہ وہی علامہ ہیں جنہوں نے عذاب الحریق کو جہنم کے عذاب سے شدید ترعذاب لکھا پھر جہنم کے عذاب کو اور عذابِ الحریق کو ایک ہی عذاب فرمایا اور اب وہی علامہ اپنے ترجمہ اور تشریح میں عذاب جہنم ہی کو شدید عذاب مانتے ہیں یعنی جہاں جیسا موقع ملا اسی قسم کی قلا بازی کھاتے چلے جاتے ہیں۔ پھر قارئین یہ نوٹ کریں کہ علامہ نے اپنی اسی تشریح میں اللہ پر دو الزام عائد کئے ہیں۔

زیرِ بحث آیت (مومن ۴۶ / ۴۰) میں عذاب کے نہ کسی مرحلے کا ذکر ہے نہ وہاں جہنم کا لفظ ہے۔

اوّل یہ کہ آیت (۴۶ / ۴۰) میں نہ تو لفظ جہنم ہے اور نہ ہی وہاں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر ہے اور نہ وہاں لفظ قیامت ہی استعمال ہواہے لیکن علامہ نے اپنی تشریح میں اپنی طرف سے لفظ "اَلنَّارُ" کو "دوزخ کی آگ" بنا دیاہے اور لفظ "يُعْرَضُوْنَ" وہ پیش کئے جاتے ہیں" کو عذاب دیا جانا" سمجھ لیاہے۔ اور بڑے یقین سے اللہ پر یہ تہمت عائد کی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ یہاں صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہاہے" قارئین علامہ کا ترجمہ پڑھ کر بھی عذاب کے کسی مرحلہ کا صاف الفاظ میں ذکر نہ پائیں گے۔ یہ پوری تشریح علامہ کے ذاتی قیاسات کا بنڈل ہے۔

زیرِ بحث آیت (۴۶ / ۴۰) میں کسی عذاب برزخ یاعذابِ قبر کی بات نہیں ہے۔اس لئے کہ اللہ عادل ہے ظالم نہیں۔

علامہ نے اپنی اسی تشریح میں آلِ فرعون کے ساتھ فرعون کو اپنے حکم سے شامل کیا ہے آیت میں صرف آلِ فرعون کو شدید عذاب میں داخل کرنا بتایا ہے۔(أَدْخِلُوٓاْ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ مومن) یعنی جس طرح علامہ نے اس آیت (۴۶ / ۴۰) میں لفظ جہنم، عذاب کے دو مرحلے، اور لفظ قیامت بڑھایا ہے۔ اسی طرح انہوں نے فرعون کا اضافہ بھی کردیاہے۔ بہرحال اس تشریح میں علامہ نے یہ عقیدہ اورتصور قائم کیاہے کہ مجرموں پر مرتے ہی عذاب شروع ہوجاتا ہے اور قیامت کے دن تک برابر عذاب ہوتا رہے گا۔ اور قیامت کے آتے ہی انہیں جہنم واصل کردیا جائے گا۔ اسی بنا پر انہوں نے آلِ فرعون اور فرعون پر غرقابی سے عذاب کے ہوتے رہنے کا واقعہ لکھاہے اور یہ بھی لکھاہے کہ:
"یہ معاملہ صرف فرعون اور آلِ فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ تمام مجرموں کوموت کی ساعت سے لے کر قیامت تک وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جو ان کا انتظار کررہاہے" (تفہیم القرآن جِلد ۴صفحہ ۴۱۳)

علامہ کے مذہب میں ایک ہی جرم کے مجرموں کو کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ سزا دینا جائزہے۔

قارئین علامہ کے اس تعزیری قاعدے کو سامنے رکھ کر یہ سوچیں کہ حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیلؑ

کو قتل کیا تھا۔ لہٰذا علامہ کے عقیدہ کی رو سے اسے مرنے کے بعد سے عذاب میں مبتلا رکھا چلا جا رہا ہے۔ اور قیامت کے صور تک اس پر اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا جیسا کہ بقول علامہ فرعون اور آلِ فرعون پر عذاب ہوتا چلا جائے گا۔ لہٰذا قابیل کے مبتلائے عذاب رہنے کی مدت کا شمار کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ اب اس قاتل کو لیجئے جس نے قیامت کا صور پھونکے جانے سے صرف ایک سال قبل اسی طرح کا قتل کیا تھا جیسا کہ قابیل نے کیا تھا۔ لہٰذا اسے صرف ایک سال کے قریب مبتلائے عذاب رہنا ہوگا۔ اور قیامت کے بعد دونوں کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ قارئین بتائیں کہ راجہ رنجیت سنگھ زیادہ ظالم تھا یا اللہ ؟ پھر قیامت تک صرف دو ہی قاتل یا مجرم تو نہ ہوں گے وہاں تو مجرم بھی بے حدوحساب ہوں گے اور ظلم بھی بے حدوحساب کرنا پڑے گا۔ یہ ہیں علامہ مودودی اور ان کے خودساختہ عقائد جنہیں وہ اللہ اور قرآن کے ذمہ عائد کرتے ہیں۔

(۳۔ج) آیہ مبارکہ (مومن ۴۶ / ۴۰) میں زمانہ رجعت کی سزا و عذاب کا ذکر تھا جسے چھپانے کے لئے ترجمہ غلط کیا

قارئین علامہ نے رجعت کے عقیدے اور حقیقت کو چھپانے اور قرآن پڑھنے والوں کی توجہ کا رخ موڑنے کے لئے اس آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اور اس طرح اللہ کو ظالم و جابر بنا کر رکھ دیا۔ آپ ذرا علامہ رفیع الدینؒ کا یہ ترجمہ دیکھ لیں تو بات صاف ہو جائے گی: ”وہ آگ ہے کہ حاضر کئے جاویں گے اوپر اس کے صبح اور شام اور جس دن کہ قائم ہوگی قیامت کہا جاوے گا کہ داخل کرو لوگوں فرعون کے کو سخت عذاب میں “(ترجمہ صفحہ ۵۳۲ تاج کمپنی) بات یہ ہے کہ اس آیت (۴۶ / ۴۰) میں لفظ ” يُعۡرَضُونَ “ مضارع ہے اور مضارع کے معنی میں ”حال “اور زمانہ ”استقبال “دونوں داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے علامہ نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے یہاں يُعۡرَضُونَ کے معنی زمانہ حال میں ” پیش کئے جاتے ہیں “ کر لئے اور یوں ہر مجرم پر روزانہ قیامت تک مسلسل عذاب ہوتے رہنے کی تہمت اللہ اور قرآن پر لگا دی۔ علامہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں نہ دوزخ ہے نہ دوزخ کا عذاب ہے البتہ انہوں نے بھی لفظ قیامت کا اضافہ کر لیا ہے۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ تمام مجرموں کو جہنم میں داخل کرنے سے پہلے پہلے ان کے جرائم کی وہ سزائیں دی جانا لازم ہیں جن سے وہ بچ نکلے تھے (۲۷ / ۱۰، ۴۰ / ۴۲) اور یہ سب کچھ رجعت کے دور میں ہونا ہے۔ جس کو چھپانے کے لیئے مودودی دین و دنیا دونوں برباد کر کے مر گئے اور اب وہ بھی رجعت کی سزا کے منتظر ہیں۔

۴۔ سورۃ البروج میں بھی فتنہ سازی کے مجرموں کو رجعت میں سزا دیا جانا مذکور ہے۔

اس سورۃ (البروج ۱۰ / ۸۵) میں أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ پر یہ جرم عائد کیا گیا ہے کہ انہوں نے حقیقی مومنین سے اس لئے انتقام لینے کا پروگرام بنایا تھا کہ وہ ان سے مختلف عقائد و ایمان کیوں رکھتے ہیں ؟ اور کیوں وہ عقائد اختیار نہیں کرتے جو صاحبان اقتدار نے قریش کی طرح ایجاد کر کے قوم میں پھیلائے ہیں ؟ یہ نوٹ کریں کہ اصحاب اخدود کا پھیلایا ہوا فتنہ سو فیصد وہی تھا جو قریش نے پھیلایا تھا اور جس فتنے کی وجہ سے مومنین نے مکے سے ہجرت کی تھی چنانچہ اللہ نے قریشی مسلمانوں اور حقیقی مومنین کے لئے بھی وہ جملہ استعمال کیا ہے جو کہ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ اور ان کے زمانہ کے مومنین کے لئے استعمال کیا ہے۔ سنیئے:

”یقیناً تیرا پروردگار ان لوگوں کے لئے غفور و رحیم ہے جن کو فتنے میں الجھانا چاہا تو اس کے بعد انہوں نے وطن چھوڑا ہجرت کی جہاد کیا اور صبر سے کام لیا “(نحل ۱۱۰ / ۱۶)	ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُواْ ثُمَّ جَٰهَدُواْ وَصَبَرُوٓاْ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿۱۱۰﴾ (نحل ۱۱۰ / ۱۶)

قارئین کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اصحاب الاخدود کے لئے لفظ ”فُتِنُواْ“ استعمال ہوا ہے اور قریش کے لئے بھی لفظ ”فُتِنُواْ“ ہی لایا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ نے اپنے اپنے زمانے کے مومنین کو ہجرت کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ لیکن قریش نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے ماہرین کو پوشیدہ طور سے شریک کر دیا تھا جو حقیقی مومنین میں گھل مل گئے تھے لیکن قریش نے اپنی ریشہ دوانیوں اور ڈپلومیسی سے اپنی قومی حکومت بنا لی اور أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ کے تمام طریقے استعمال کئے اور حقیقی مومنین کا قلع قمع کرتے چلے گئے اور خاندانِ رسولؐ، طرفدارانِ رسولؐ اور ہمدردانِ

رسولؐ کا قتل عام کر دیا اور أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ سے ہزاروں گنا مظالم کئے اور ان ہی کو أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ کا قصہ سنایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انہیں بھی أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ کے ساتھ آگ کے گڑھے اور مکانات بنا کر سزا دی جائے گی اور اس ''سزا کا نام ''عذاب الحریق ''(۱۰ / ۸۵) رکھا گیا ہے ۔جسے مودودی نے بلا کسی دلیل کے جہنم سے سخت عذاب قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ ویسا ہی عذاب ہے جیسا کہ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأُخۡدُودِ نے مومنین کو دیا تھا ۔ یا جیسا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جحیم میں دینا چاہا تھا (صافات ۹۷ / ۳۷) جسے یہاں (۱۰ / ۸۵) اخدود قرار دیا گیا ہے اورآیت (۵ / ۸۵) میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اخدود اور جحیم میں ایندھن جلایا جاتا ہے ۔اسی قسم کا انتظام رجعت کے زمانہ میں کیا جائے گا ۔

سُورَةُ الطَّارِقِ

سُوۡرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبۡعُ عَشۡرَةَ اٰيَةً

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں سترہ (۱۷) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی اور کیا جانے تو کیا ہے

الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا

رات کو آنے والا تارا ہے چمکتا ہوا نہیں کوئی جی مگر اوپر اس کے ہے

حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنۡ

نگہبان پس چاہیے کہ دیکھے آدمی کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے

مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَ التَّرَآئِبِ ﴿۷﴾

پانی اچھلنے والے سے نکلتا ہے ہڈیوں پیٹھ باپ کی سے اور چھاتیوں ماں کی سے

(۱) میں آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی قسم کھاتا ہوں (۲) بھلا اے رسولؐ تمہیں درایتاً کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کون ہے؟ (۳) وہ تو تمام چمکتے دمکتے ستاروں کا نمائندہ ہے ۔ (۴) کوئی ایسا ذی حیات ہے ہی نہیں جس پر ایک محافظ حفاظت نہ کر رہا ہو ۔ (۵) اس صورت حال میں اس مخصوص انسان پر لازم ہے کہ وہ یہ مد نظر رکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے ؟ (۶) وہ پیدا ہوا ہے جلدی میں انڈیلے ہوئے پانی سے ۔ (۷) جو کمر اور سینے کے ابھار سے نکلا کرتا ہے ۔

تشریحات سورۂ طارق :

۱۔عہد رسولؐ کے ایک مخصوص باغی انسان کو اس کی مذموم پیدائش پر متوجہ کرکے اس کے کردار کو سامنے رکھا جاتا رہا ہے۔

پہلے بھی عرض کیا گیا تھا کہ اللہ نے انسان کو تمام مخلوقات سے بہتر صورت و سیرت عطا کی اسے پیدا کرنے پر فخر کیا ہے اور خود کو تمام خالقوں سے بہتر خالق قرار دیا ہے (مومنون ۱۱۴ تا ۱۲ / ۲۳) اور یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان کو بہترین تقویم عطا کی ہے (التین ۴ / ۹۵) یعنی انسان سے بہتر تخلیقی نسخہ اور طریقہ ممکن ہی نہیں چھوڑا ہے ۔ ان تمام حقائق کے بعد انسانی تخلیق کی مذمت خود احسن الخالقین اللہ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص پیدا ہی مذموم و حرام طریقے سے ہوا ہو۔ اور خود بھی اس حرام و مذموم جنسی تعلقات کا قائل ہو ، ورنہ حرامکاری سے پیدا ہونے والا خود تو قصوروار نہیں ہوتا ہے۔ فعل حرام تو اس کے والد اور والدہ نے کیا تھا ۔ لیکن اگر وہ سن بلوغ تک پہنچ کر خود بھی

(۸) یقیناً اللہ اس مذموم طریقے پر پیدا ہونے والے شخص کو رجعت میں حاضر کرنے پر ضرور قادر ہے۔ (۹) جس دن تمام پوشیدہ راز و اسرار کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ (۱۰) چنانچہ رجعت پر نہ تو رازوں کو پوشیدہ رکھنے کی اس میں اپنی ہی طاقت ہوگی اور نہ اِس کے لئے اُس کا کوئی مددگار ہی ہوگا۔ (۱۱) اور قسم ہے رجعت والے آسمان کی (۱۲) اور حقائق ثابت کرنے والی زمین کی بھی قسم ہے کہ (۱۳) اس مخصوص

اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوۡمَ تُبۡلَى

تحقیق وہ اوپر پھیر لانے اس کے کے البتہ قادر ہے جس دن آزمائی جاویں گی

السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَ السَّمَآءِ

چھپی باتیں پس نہ ہوگی واسطے اس کے قوت اور نہ مدد دینے والا قسم ہے آسمان

ذَاتِ الرَّجۡعِ ﴿۱۱﴾ وَ الۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ

مینہ والے کی اور زمین پھٹنے والی کی تحقیق یہ بات البتہ بات ہے

جنسی اشتراک و آزادی کو پسند کرنے لگے تو اسے یقیناً اس کی پیدائش یاد دلائی جائے گی اور مذمت کی جائے گی۔ تاکہ لوگ حرام جنسی تعلق اور حرامی اولاد پیدا نہ کریں۔ چنانچہ قریش کو اللہ نے قرآن میں بار بار اور نئے نئے انداز میں جنسی اشتراک سے روکا ہے۔ چونکہ قریش کے متمدن اور ایڈوانس (Advance) معاشرہ میں جنسی تعلق پر فریقین کی رضامندی کے علاوہ اور کوئی پابندی نہ تھی ماں بہن اور بیٹی ایسے رشتے بھی جنسی تعلق میں روک نہ بنتے تھے اسی لئے انہیں خاص طور پر ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے جنسی تعلق یا نکاح کی ممانعت کی گئی ہے (نساء ۲۴۔۲۳ / ۴) اور آخر میں یہ فرما کر عربوں کے سابقہ بے لگام جنسی نظام کی تصدیق فرما دی کہ:

اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۲۳﴾ (النساء: ۲۳ / ۴)

مودودی کا ترجمہ: "مگر جو پہلے ہوگیا سو ہو گیا، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۳۹)

مطلب واضح ہے کہ ناجائز جنسی تعلق سے پیدا ہونے والے جو لوگ مسلمان ہوکر آئندہ اسلامی جنسی تعلق اختیار کرکے سابقہ مذموم طریقے کو چھوڑ دیں گے ان کو اللہ اپنے رحم وکرم سے ماخوذ نہ کرے گا۔ اور گزشتہ نظام پر عمل کرنے اور کرانے والوں کو معاف کر دے گا۔ اس وعدہ کے بعد جس شخص کی پیدائش پر اللہ تنقید کرے تو یقیناً وہ شخص نہ صرف یہ کہ حرامزادہ ہے بلکہ اس حرام طریقے کو پسند بھی کرتا ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ سورۂ طارق (آیت ۷ تا ۵ / ۸۶) پر غور کریں اور دیکھیں کہ یہاں اللہ ایک خاص انسان کو اس کی پیدائش پر متوجہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اپنی پیدائش پر خاص طور سے ضرور نظر ڈالے (فَلۡيَنۡظُرِ) یہاں بھی اور اسی قسم کے کئی اور مقامات پر بھی علما نے دو ترکیبیں کی ہیں اوّل یہ کہ "اَلۡاِنۡسَانُ" سے "ایک خاص انسان" سمجھنے اور سمجھانے کے بجائے انہوں نے "تمام انسان" یا "پوری نوع انسان" سمجھا اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ دوسری ترکیب یہ کی ہے کہ اس پیدائش کو لفظ "دَافِقٍ" کی موجودگی کے باوجود عام یا سب انسانوں کی پیدائش قرار دے دیا ہے۔ تاکہ وہ مخصوص آدمی چھپ کر رہ جائے۔

(ا۔ الف) یہاں عام یا سب انسان ہرگز مراد نہیں لئے جاسکتے ایک آدمی مخاطب ہے۔

اگر یہاں پوری نوع انسان سمجھی جائے تو یہ بھی سمجھنا پڑے گا کہ یہاں تمام گزشتہ و آئندہ پیدا ہونے والے انسان مخاطب اور موجود ہیں اور سب اپنی اپنی پیدائش پر نظر ڈالنے کی پوزیشن میں ہیں۔ چونکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا یہ تاویل و مراد باطل ہے۔ پھر یہاں انسانی پیدائش کی وہ ترتیب اور تفصیل بھی نہیں ہے جو تمام انسانوں کی پیدائش کے سلسلے میں اللہ نے بیان کی ہے (مثلاً حج ۵ / ۲۲ مومنون ۱۴ تا ۱۲ / ۲۳) پھر یہاں برابر آیت (۵ / ۸۶) سے لے کر آیت (۱۰ / ۸۶) تک ایک ہی شخص واحد کی ضمیریں اور ذکر ہوا ہے۔ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہی نہیں گیا ہے۔ پھر یہاں اور صرف یہاں لفظ "دَافِقٍ" استعمال کیا گیا ہے جسے تخلیق کی ترتیب اور مراحل میں کہیں اور استعمال نہیں کیا۔ اور علمانے اس لفظ دَافِقٍ کے معنی زبردستی اچھلنے والا کردیئے ہیں حالانکہ "مَّآءٍ دَافِقٍ" کے معنی "جلدی جلدی، تیزی سے پانی اونڈیلنے بہانے اور گرانے کے ہیں۔ اور یہ غلط طریقہ پر جنسی تعلق ہی میں ہوتا ہے۔ ورنہ فطری اور پسندیدہ طریقے میں جلدی جلدی ااونڈیلنے یا لنڈھانے کی

فَصۡلٌ ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ

فیصل کرنے والی اور نہیں وہ بے فائدہ تحقیق وہ مکر کرتے ہیں

كَيۡدًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيۡدُ كَيۡدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ

ایک مکر اور میں بھی مکر کرتا ہوں ایک مکرپس ڈھیل دے

الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ﴿۱۷﴾

کافروں کو ڈھیل دے ان کو ایک مدت تک

انسان کے حق میں یہ ایک جچا تلا اور فیصلہ کن قول ہے۔ (۱۴) کوئی ہنسی مذاق یا بکواس نہیں ہے۔ (۱۵) یقیناً وہ شخص اور اس کی قوم پوشیدہ مکروفریب کی خاص چال چل رہے ہیں۔ (۱۶) اور اے رسولؐ میں بھی ان کے ساتھ ایک خفیہ مکروفریب کی چال چلنے والا ہوں۔ (۱۷) تم ان حق پوشوں کو مہلت دے دو اور یہ مہلت ایک خاص مدت تک برقرار رہنا چاہیئے۔

ضرورت کیوں ہوگی؟ انہیں کوئی خطرہ نہیں ان کا ہر کام اطمینان سے ہوگا۔ یہ لفظ دَافِقٍ "سَافِحٌ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور ان دونوں (دَافِقٍ۔ سَافِحٌ) کے سادہ تصور کو لفظ "فاجر" سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ: وہ شخص "چوری چھپے جلدی جلدی نطفہ ڈال کر بھاگنے سے پیدا ہوا ہے۔" پھر اگلی آیت (۷ / ۸۶) میں اس عجلت میں چھوڑے ہوئے نطفے کا ماخذ بھی اپنی مثال آپ ہے اس لئے کہ قرآن میں یہ دونوں الفاظ "صُلب" اور "تَرَآئِب" بھی کہیں اور استعمال نہیں ہوئے ہیں۔ لفظ صلب ہی سے صُلیب یا پھانسی بنتے ہیں اور ترائب کا مادہ وہی (ت۔ر۔ب) ہے جو مٹی یا تراب کا مادہ ہے۔ آپ کوئی عمدہ اور بڑی ڈکشنری اٹھا کر ان دونوں الفاظ اور ان کے متعلقات و مشتقات کو پڑھیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ چوری چھپے جنسی تعلق کا پورا نظارہ ذہن میں بیٹھ جائے گا اور قرآن کے اس مہذب بیان پر وجد آئے گا کہ چار الفاظ (خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ) میں وہ سب کچھ کہہ دیا گیا جس کے لئے ایک ناول درکار تھا۔ پھر نویں آیت اور دسویں آیت میں بات قطعاً صاف کردی ہے کہ وہ پوشیدہ معاشقہ اور شرمناک حالات ساری متعلقہ آبادی کو وقوع میں آتے ہوئے دکھا دیئے جائیں گے۔

(ا۔ب) میدان محشر میں قریش ہی کو نہیں بلکہ پوری نوع انسان کو فلم کی طرح ان کے تمام اعمال دکھائے جائیں گے۔

يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۶﴾ (الزلزلة: ۶ / ۹۹)

چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے اور مودودی نے ترجمہ و تشریح لکھی ہے کہ:

علامہ کا ترجمہ: "اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں" (زلزال ۶ / ۹۹) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳)

علامہ کی تشریح: "اس (آیت ۶ / ۹۹) کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں، دوسرے یہ کہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے۔ اگرچہ یہ دوسرے معنی بھی لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ کے لیئے جاسکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے لِّيُرَوۡا جَزَآءَ اَعۡمَالَهُمۡ (تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے) نہیں فرمایا بلکہ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ (تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں) فرمایا ہے۔ اس لئے پہلے معنی ہی قابل ترجیح ہیں۔ علاوہ بریں زمین جب اپنے اوپر گزرے ہوئے حالات پیش کرے گی تو حق و باطل کی وہ کشمکش جو ابتدا سے برپاہے اور قیامت تک برپا رہے گی، اس کا پورا نقشہ بھی سب کے سامنے آجائے گا، اور اس میں سب ہی دیکھ لیں گے کہ حق کے لئے کام کرنے والوں نے کیا کچھ کیا، اور باطل کی حمایت کرنے والوں نے ان کے مقابلے میں کیا کیا حرکتیں کیں۔ بعید نہیں کہ ہدایت کی طرف بلانے والوں اور ضلالت پھیلانے والوں کی ساری تقریریں اور گفتگوئیں لوگ اپنے کانوں سے سُن لیں۔ دونوں طرف کی تحریروں اور لٹریچر کا پورا ریکارڈ جوں کا توں سب کے سامنے لاکر رکھ دیا جائے۔ حق پرستوں پر باطل پرستوں کے ظلم، اور دونوں گروہوں کے درمیان برپا ہونے والے معرکوں کے سارے مناظر میدان حشر کے حاضرین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳ و ۴۲۴)

(ا۔ج) آیت (۹ / ۸۶) پر علامہ کی تشریح قریش اور قریش کے اس مخصوص انسان کا راز کھول کر رکھ دیتی ہے۔

مودودی کی زیر بحث آیت (۹ / ۸۶) کی تشریح بھی دیکھ لیں تاکہ اس مخصوص انسان کی رازدارانہ پیدائش بھی منظرعام پر لانے کا پتہ چلے۔

"پوشیدہ اسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے، اور وہ معاملات بھی ہیں جو اپنی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آئے مگر ان کے پیچھے جو نیتیں اور اغراض اور خواہشات کام کر رہی تھیں، اور ان کے جو باطنی محرکات تھے ان کا حال لوگوں سے چھپا رہ گیا۔ قیامت کے روز یہ سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا اور جانچ پڑتال صرف اسی بات کی نہیں ہوگی کہ کس شخص نے کیا کچھ کیا، بلکہ اس بات کی بھی ہوگی کہ کس وجہ سے کیا، کس غرض اور کس نیت اور کس مقصد سے کیا۔ اسی طرح یہ بات بھی ساری دنیا سے، حتّٰی کہ خود ایک فعل کرنے والے انسان سے بھی مخفی رہ گئی کہ جو فعل اس نے کیا تھا اس کے کیا اثرات دنیا میں ہوئے، کہاں کہاں پہنچے، اور کتنی مدت تک چلتے رہے۔ (ان سے کس کس کو نقصان یا فائدہ ہوا۔ احسن) یہ راز بھی قیامت ہی کے روز کھلے گا اور اس کی پوری جانچ پڑتال ہوگی کہ جو بیج کوئی شخص دنیا میں بو گیا تھا اس کی فصل کس کس شکل میں کب تک کٹتی رہی اور کون کون اسے کاٹتا رہا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۰۵)

۲۔ سورۂ طارق نے قریشی لیڈر کے شجرہ نسب اور اس کی قوم کے مذہب اور منصوبوں کا راز کھولنے کا فیصلہ کُن اعلان کر دیا۔

قرآن کی یہ (آیات ۱۴ تا ۵ / ۸۶) اور مودودی کی مندرجہ بالا تشریحات سے ثابت ہوا کہ عہد رسولؐ میں ایک مخصوص لیڈر بدستور اپنے سابقہ جنسی نظام پر برقرار تھا۔ ان آیات میں اس نظام کے ساتھ ساتھ خود اس کی پیدائش کی مہذبانہ مگر بہت دور رس مذمت کی ہے۔ اسی مذمت پر بہت سی احادیث میں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی علیؑ سے بغض رکھے گا وہ یقیناً نطفۂ حرام ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ اس خاص انسان ہی نے خانوادہ محمدؐ و علیؑ کے قتلِ عام کا منصوبہ تیار کیا تھا جس کا ذکر آیت (۱۵ / ۸۶) میں کیا گیا ہے۔ اور آنحضرتؐ سے قریش کو مہلت دینے کی اللہ نے درخواست کی ہے۔

۳۔ آیات (۱۴ تا ۸ / ۸۶) اور (زلزال ۶ / ۹۹) اور مودودی کی تشریحات سے زمانہ رجعت لفظاً و معناً ثابت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ مہلت زمانہ رجعت کے اعلان پر ختم ہوگی۔ اور اللہ نے رجعت ہی کا ذکر فرمایا تھا جب یہ کہا تھا کہ: إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجۡعِهِۦ لَقَادِرٞ ﴿٨﴾ (الطارق: ۸ / ۸۶) "یقیناً اللہ اس مخصوص انسان کو رجعت میں حاضر کرنے پر ضرور قادر ہے۔" اور رجعت ہی کے میدان میں اس شخص کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ وہ ان نظاروں کو روک سکے یا کسی اپنے یار دوست اور مددگار سے رکوا سکے جن میں اس کی پیدائش اور منصوبوں کی پول کھول کر دکھائی جائے گی (۱۰ / ۸۶) اللہ نے اسی زمین و آسمان کی قسم کھائی ہے جس کے اوپر اور جس کے سائے میں رجعت وقوع میں آئے گی (وَٱلسَّمَآءِ ذَاتِ ٱلرَّجۡعِ ﴿١١﴾ الطارق ۱۱ / ۸۶) اور زمانہ رجعت ہی میں یہ زمین اپنے اوپر گزرنے والے حالات وحقائق پیش کرے گی (وَٱلۡأَرۡضِ ذَاتِ ٱلصَّدۡعِ ﴿١٢﴾ الطارق: ۱۲ / ۸۶) اور (زلزال ۴ / ۹۹)

(۳۔ الف) کیا پوری نوع انسان کے ہر ہر فرد کے اعمال و افکار و نیت و مقاصد کو الگ الگ چھو منتر سے دکھایا جانا مفید ہوگا؟

اب قارئین یہ سوچیں کہ ہر آدمی کی پوری پوری زندگی اور اس کی زندگی کے ایک ایک عمل بلکہ ذرہ ذرہ برابر اچھا یا برا خیر یا شر کا عمل (زلزال ۸۔۷ / ۹۹) دکھانے کے لئے کم از کم اتنی ہی مدت صرف ہونا چاہیئے جتنی عمر اُس کو دنیا میں رہنے کے لئے ملی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت کے اعلان تک جتنا زمانہ نوع انسان کو اس زمین پر رہتے ہوئے گزرا ہوگا اتنا ہی زمانہ میدان محشر میں نوع انسان کے اعمال و افکار و مقاصد منظرعام پر لانے کے لئے درکار ہوگا۔ اور اس مظاہرہ کے بعد ہر شخص پر باقاعدہ مقدمہ چلانے اور باز پُرس و تفتیش کرنے اور ضروری سزا یا جزا دینے کے لئے بھی کافی زمانہ درکار ہوگا۔ بلکہ علامہ تو یہ لکھتے ہیں کہ:

"قیامت کے روز ان رازوں کو کھول کر اعلانیہ سامنے رکھ دیا جائے گا اور کھلی عدالت میں جانچ پڑتال کرکے یہ دکھا دیا جائے گا کہ ان میں خیر کیا تھی اور شر کیا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳۱)

یہ تمام عمل درآمد جس دور میں ہوگا اسی کا نام یوم الدین ہے یعنی وہ دن یا وہ دور اسلام کے کائناتی غلبہ کا دن یا دور ہوگا (صف ۹۔۸ / ۶۱)

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡلٰی

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡلٰی مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ تِسۡعَ عَشۡرَۃَ اٰیَۃً

سورۂ اعلیٰ مکے میں نازل ہوئی اور اس میں انیس(۱۹) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ

پاکی بیان کر ساتھ نام پروردگار اپنے بہت بلند کے جس نے پیدا کیا

فَسَوّٰی ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَھَدٰی ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ

پس تندرست کیا اور جس نے اندازہ کیا پس راہ دکھائی اور جس نے نکالا

(۱) اے نبیؐ آپ اپنے اعلیٰ ترین پروردگار کی ہمہ گیری پھیلا دیں ۔(۲) جس نے نہایت موزوں و متناسب تخلیق کی ہے ۔(۳) اور جس نے مقدرات طے فرمائے اور پھر ان ہی کے مطابق ہدایت کا نظام قائم کردیا۔ (۴) اور جس نے نباتات اور مویشیوں

تشریحات سورۂ الاعلیٰ :

ا۔ تسبیح کے معنی وہ صورت حال نہیں جو قریشی طرز فکر نے پیدا کی ہے اور جو اہل عقل نے کبھی پسند نہیں کی۔

قریشی اسلام میں تسبیح کے عملی معنی یہ ہیں کہ آدمی موقع ملنے پر مالا جپتا رہے ۔ اور ہم نے دمشق اور دیگر عربی ہوٹلوں اور کلبوں میں بچشم خود دیکھا ہے کہ بائیں ہاتھ میں بادہ شراب ناب ہے اور دہنے میں تسبیح یعنی ایک مالا ہے ۔ یا باتیں ہو رہی ہیں اور دانے پر دانہ گررہا ہے ۔یہاں بھی بعض مقدس لوگ بسوں میں سڑکوں پر چوراہوں میں تسبیح گھماتے اور منہ چلاتے ملتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کا کام کررہے ہیں۔ قرآنی احکام کی تعمیل فرمارہے ہیں اللہ کا کوئی نام دھڑا دھڑ پاگلوں کی طرح دھراتے چلے جارہے ہیں ۔ مودودی نے اس پر اعتراض نہیں کیا مگر اس کا ذکر ضرور کیا ہے اور لکھا ہے کہ :

مالا جپنا قریشی مسلمانوں میں تسبیح کرنا بن گیا ہے ۔

”صبح و شام تسبیح کرنے سے مراد دائماً تسبیح کرتے رہنا ہے اور تسبیح کے معنی اللہ کی پاکیزگی بیان کرنے کے ہیں۔ نہ کہ محض دانوں والی تسبیح پھرانے کے۔“(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۱۰۴)

قارئین یہاں دو باتیں خاص طور پر نوٹ کریں اوّل یہ کہ جس آیت کی تشریح علامہ نے کی ہے اس کے الفاظ بھی صبح اور شام کی پابندی لگاتے ہیں یعنی (وَسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ﴿۴۲﴾ (احزاب ۴۲ / ۳۳)

علامہ کا ترجمہ: ”اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو“ (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۱۰۳،۱۰۴)

نوٹ یہ کرنا ہے کہ آیت اور ترجمہ میں صبح اورشام کی پابندی مان لینے کے باوجود علامہ نے اپنی تشریح میں ہمیشہ ہر حال میں یعنی دائماً تسبیح کرتے رہنا قبول کئے ہیں ۔ جو بالکل صحیح ترجمانی اور مفہوم ہے ۔ اور ایک دوسرے مقام پر بھی اس دائمی تسبیح کی تائید کی ہے حالانکہ وہاں بھی اللہ نے صبح و شام کے اوقات کی پابندی لگائی ہے سنیئے:

صبح وشام تسبیح کو دائماً تسبیح پھر مانتے ہیں ۔

وَتُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ﴿۹﴾ (فتح ۹ / ۴۸)

مودودی کا ترجمہ : ”اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔“(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸)

مودودی تشریح : ”صبح و شام تسبیح کرنے سے مراد صرف صبح وشام ہی نہیں بلکہ ”ہمہ وقت تسبیح کرتے رہنا ہے۔“(ایضاً حاشیہ ۱۶)

الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا	کی خوراک پیدا کی ۔ (۵) پھر اس چارے اور نباتات
چارہ پس کر دیا اس کو کوڑا سیاہ شتاب پڑھا دیں گے ہم تجھ کو پس نہ	کو مزید چیزیں بنانے کے لئے ملبہ کی صورت دے دی۔
تَنْسٰۤى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا	(۶) عنقریب ہم تم سے وہ قرأت کرا دیں گے جسے تم کبھی بھول نہ سکوگے ۔(۷) سوائے اس کے کہ اللہ ہی خود فراموش
بھولے گا تو مگر جو چاہے خدا تحقیق وہ جانتا ہے پکارنے کو اور جو	کرا دینا چاہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اعلانیہ کارروائیوں کو

یہ دونوں بیانات پڑھنے والے حضرات کے دماغ میں یقیناً یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ علامہ ان آیات میں آئے ہوئے الفاظ "بُكْرَةً وَّأَصِيلًا" کے معنی "صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک" کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ زندگی بھر بلا وقفہ بلا ناغہ ہمہ وقت اور دائماً اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے رہنا لازم ہے نہ کہ مالا جپنا یا اللہ کو تسبیح کے دانوں کی مار دینا۔ جب ہم نے علامہ کی یہ ترجمانی اور تفہیم پڑھی تھی تو بڑا تعجب ہوا تھا کہ علامہ قریشی مذہب کے مسلمان ہوتے ہوئے یہ حقیقی طریقۂ عبادت کیوں بیان کر گئے ؟ مگر جب ہم نے مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ علامہ نے گرمیٔ محفل کے لئے لکھا تھا وہ تو دراصل مارشلزم کے قائل ہیں اور موقعہ ملتے ہی اس حقیقی عبادت کو مارشل ازم کی پریڈ (Parade) یعنی نماز میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

علامہ کی قلابازی دائمی اور ہمہ وقتی تسبیح کو آخر پنجوقتہ نماز بنا ڈالا۔

سنیئے ارشاد ہوتا ہے کہ :

"رب کی حمد اور اس کی تسبیح سے مراد یہاں نماز ہے اور جس مقام پر بھی قرآن میں حمد و تسبیح کو خاص اوقات کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے وہاں اس سے مراد نماز ہی ہوتی ہے۔" (تفہیم القرآن جِلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

دیکھا آپ نے کہ علامہ نے سابقہ دونوں آیات اور اپنے دونوں بیانات کو یک لخت باطل کر کے صبح و شام کی پابندی کے باوجود نماز بنا ڈالا۔ بتائیے ایسے مترجم اور مفسر پر کیسے یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ چند صفحات کے بعد اپنے فیصلوں کو نہ بدلے گا ؟ کوئی اس علامہ سے پوچھتا کہ وہ کون سی نماز ہے جو ہمہ وقت بلا ناغہ دائمی طور پر قریشی مسلمانوں نے پڑھی تھی یا اب پڑھتے ہیں ؟ وہ تو پنج وقتہ پریڈ پر زور دیتے رہے ہیں اور بس۔

(ا۔ الف) تسبیح کے لفظ کو دن رات چودہ سو سال کے غلط استعمال سے نماز یا مالا کے دانوں کا چکر بنا دیا گیا۔

قریش کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو مہجور اور بے اثر کرنے کے لئے اس کے کلیدی الفاظ کا انتخاب کیا اور ان کو غلط مفاہیم و مطالب کے لئے استعمال کی پالیسی تمام کر دی (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور یہ غلط استعمال اتنا مشہور کیا کہ آج چودہ سو سال کے بعد ان الفاظ کے حقیقی معنی ذہنوں پر بار گزرنے لگے چنانچہ اس آیت (۱ / ۸۷) میں بھی اور بہت سے مقامات پر بھی اس لفظ "سبح" کے معنی حقیقی معنی سے اس قدر بعید ہوگئے کہ اب حقیقی و بنیادی معنی کو رائج کرنے اور ثابت کرنے کے لئے ہمیں طول طویل بیانات دینا اور سخت فکر و محنت کرنا پڑتی ہے۔ پھر ہماری یہ شرط کہ خود قریشی علما سے بھی حقیقی معنی کا ثبوت اور تصدیق قارئین کو دکھائی جائے اور بھی دقت کا باعث بنتی ہے بہرحال ہم حسبِ سابق علامہ کا ترجمہ پیش کر کے صحیح معنی کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ سنیئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ : وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ (نازعات ۳ / ۷۹)

علامہ کا ترجمہ: "اور (ان فرشتوں کی قسم جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۲۳۸)

علامہ کی تشریح: "تیزی سے تیرتے پھرنے والوں سے مراد بھی حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعود، مجاہد، سعید بن جبیر اور ابو صالح نے فرشتے ہی لئے ہیں جو احکام الٰہی کی تعمیل میں اس تیزی سے رواں دواں رہتے ہیں جیسے کہ وہ فضا میں تیر رہے ہوں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۳۸)

مودودی کے اس ترجمے اور تشریح سے کہیں نہ مالا جپنے کا پتہ چلتا ہے نہ کہیں مالا کے دانوں کا ذکر معلوم ہوتا ہے حالانکہ س۔ب۔ح کے مادہ اور مصدر سے اس آیت میں دو لفظ ایک دم نازل کئے گئے ہیں (سابحات اور سبحاً) اب سوچیئے کہ جب "سابحات" کے معنی "تیرنے والے" اور "سبحاً" کے معنی "تیرنا" ہیں تو اس مادہ اور مصدر سے نکلنے والے الفاظ کے معنی میں مالا جپنا، تسبیح گھمانا اور دانے پر دانہ پٹخنا کہاں سے اور کیوں آگئے اور سبحان کے معنی "پاک" ہے کیوں ہوگئے ؟

یَخۡفٰی ۝۷ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ۝۸

چھپاتا ہے اور آسان کریں گے ہم سمجھ تیری کو واسطے شریعت آسان کے

فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ۝۹ سَیَذَّکَّرُ

پس نصیحت کر اگر نفع دے نصیحت تیری البتہ نصیحت پکڑے گا

بھی جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو وہ لیڈر چھپاتا ہے یا آئندہ چھپائے گا۔ (۸) اور تمہاری سہولتوں کے لئے ہم تمہیں آسانیاں فراہم کرتے رہیں گے ۔(۹) چنانچہ اے رسولؐ یہ ذکر ضرور کرتے رہو بشرطیکہ یہ ذکر مفید ثابت ہوتا رہے ۔(۱۰) یقیناً عنقریب اس ذکر سے ہر وہ شخص

پھر مودودی کے بیان میں صرف "تیرنے والے" یا "تیرنا" ہی تو اس کے معنی نہیں ہیں بلکہ "کائنات میں نہایت تیزی سے تیرنا" اور ملائکہ کی سرعتِ پرواز سے تیرنا اس کے معنی ہیں ۔ لہٰذا زیر بحث آیت (۱ / ۸۷) میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ حکم ملا ہے کہ : سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۝۱ (الاعلیٰ ۱ / ۸۷)
"اے نبیؐ آپ اپنے اعلیٰ ترین پروردگار کی ہمہ گیری پوری کائنات میں نہایت سرعت سے پھیلادیں۔"
چونکہ یہ حکم ملائکہ کو نہیں بلکہ حضورؐ سرور کائناتؐ ،نذیرؐ للعالمین رحمت للعالمینؐ کو دیا جارہا ہے ۔جن کی رحمت و نذارت عالمین کو محیط ہے اس لئے اللہ کی ہمہ گیری کا پوری کائنات میں تعارف و منادی بھی آناً فاناً ہوجانا لازم تھا اس لئے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جہاں تمام انسانوں کے ہادی نذیرؐ و رسولؐ ہیں وہیں جنات و ملائکہ کے لئے بھی ہادی نذیر و رسولؐ ہیں اور ان کی ہدایت و نذارت و رسالت و رحمت بھی انسانوں حیوانوں چرند پرند و جنات و نباتات و جمادات اور ملائکہ تک وسیع ہے (اعراف ۱۵۶ / ۷) اس لئے اللہ کی ہمہ گیری اور دیگر صفات کا پوری کائنات کو عملی تعارف بھی چشم زدن میں ہوسکتا تھا، اور ہوتا چلاجارہا ہے ۔ان وسیع ترین معنی کو قریشی انتظام نے تسبیح کے دانوں کے چکر میں ڈال کر بے معنی کر دیا۔

(۱۔ب) کائنات کی ہرشے اللہ کی ہمہ گیری کا مجسم ثبوت بن کر رہ گئی ہے ۔ حالانکہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نذارت و ہدایت و رسالت کا نتیجہ ہے اور یہی مقصدِ تخلیق محمدؐ تھا۔کہ وہ ساری کائنات کو اللہ سے متعارف رکھیں ورنہ حضورؐ کی تخلیق سے پہلے اللہ ایک مخفی خزانہ تھا (کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًّا) ۔

کائناتی وسعتوں کی ایک جھلکی تاکہ رب العالمین اور رحمت للعالمینؐ کے دائرہ اثرو رسوخ کا اندازہ ہوسکے ۔

یہ دیکھنے کے لئے کہ محمدؐ کے ذریعہ سے خدا کا تعارف کہاں کہاں پہنچا اور یہ کہ رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کہاں تک اپنا اثرو رسوخ رکھتے ہیں خود علامہ کے ایک ایسے بیان سے دیکھیں جو علامہ اینڈ کمپنی کی چُرائی ہوئی معلومات ہیں ۔ جو نام نہاد مسلمان علما کی دسترس سے باہر ہیں اور جو ان لوگوں کی تحقیقات ہیں جنہیں قریشی علما وعوام کافر کہتے ہیں اور جنہیں اپنی تفہیم کو چار چاند لگانے کے لئے نقل کیا اور شکریہ تک ادا نہیں کیا ہے۔ سنیئے اور تمام مسلمان علما کو ندامت سے سر جھکانے کا حکم دے کر سنیئے اور حقیقی محققین کو داد دیجئے۔

لفظ تسبیح کے حقیقی معنی اور چاند سورج اور ستاروں پر اس لفظ کا استعمال اور کائنات :

اللہ نے فرمایاہے کہ مودودی ترجمہ: "نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جاپکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱)

لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَکُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ۝۴۰ (یٰس ۴۰ / ۳۶)

علامہ کو تشریح کے لئے ان کی کتب و حدیث و تفسیر اور صحابہ سے مدد نہ ملی تو کافروں کی تحقیق کا سہارا لیا۔

علامہ جنہیں کافر کہتے ہیں ان کی ہر تحقیق پر ایمان رکھتے اور مدد لے کر لکھتے ہیں کہ :
"۳۷ نمبر ۔ فلک کا لفظ عربی زبان میں سیاروں کے مدار (ORBIT) کے لئے استعمال ہوتاہے (علامہ اس قول میں سو فیصد کاذب و فریب ساز ہیں۔احسنؔ) اور اس کا مفہوم "سما" (آسمان) کے مفہوم سے مختلف ہے ۔(بخاری وغیرہ اور ابن عمر وغیرہم سے کوئی روایت لکھی ہوتی۔احسنؔ) یہ ارشاد کہ "سب ایک فلک میں پیر رہے ہیں" چار حقیقتوں کی نشاندہی کرتا ہے ۔ ایک

مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِیْ

جو شخص کہ ڈرتا ہے اور ایک طرف رہے گا اس سے بڑا بدبخت وہ

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝۱۳

جو داخل ہو گا آگ بڑی میں پھر نہ مرے گا بیچ اس کے اور نہ جیے گا

فائدہ اٹھائے گا اور سبق لے گا جو سرکش نہیں ہے۔ (۱۱) اور اس ذکر سے وہی اجتناب کرے گا جو ازلی بدبخت ہے ۔ (۱۲) وہی شخص جو کہ بڑی آگ میں پہنچے گا ۔ (۱۳) پھر وہ اس بڑی آگ میں نہ تو مرنے پائے گا اور نہ ہی وہ زندہ رہ سکے گا۔

یہ کہ نہ صرف سورج اور چاند بلکہ تمام تارے اور سیارے اور اجرام فلکی متحرک ہیں ۔ دوسرے یہ کہ ان میں سے ہر ایک کا فلک، یعنی ہر ایک کی حرکت کا راستہ یا مدار الگ ہے ۔ تیسرے یہ کہ افلاک تاروں کو لئے ہوئے گردش نہیں کر رہے ہیں بلکہ تارے افلاک میں گردش کر رہے ہیں ۔ اور چوتھے یہ کہ افلاک میں تاروں کی حرکت اس طرح ہو رہی ہے جیسے کسی سیال چیز میں کوئی شے تیر رہی ہو ۔ ان آیات کا اصل مقصد علم ہیئت کے حقائق بیان کرنا نہیں ہے (یہ بات علامہ کو ابلیسی وحی سے معلوم ہوئی ہو گی۔احسنؔ) بلکہ انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اس کے سامنے خدا کی ہستی اور اس کی یکتائی کے بے حد و حساب دلائل نظر آئیں گے اور کہیں کوئی ایک دلیل بھی دہریت اور شرک کے ثبوت میں نہ ملے گی۔ (اب جو کچھ علامہ لکھیں گے اس میں یہ دیکھیں کہ وہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے یا نہیں۔احسنؔ) ہماری یہ زمین (جسے علامہ نے کبھی پوری نہیں دیکھی۔احسنؔ) جس نظام شمسی میں شامل ہے اسکی عظمت کا یہ حال ہے کہ اس کا مرکز، سورج زمین سے ۳ لاکھ گنا بڑا ہے، (گویا مودودی نے خود پیمائش کی ہے۔احسنؔ) اور اس کے بعید ترین سیارے نیپچون کا فاصلہ سورج سے کم از کم ۲ ارب ۷۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے۔ (علامہ کے راہنماؤں کو یہ سب کچھ بھی معلوم نہ تھا وہ سب جہالت کی موت مر گئے۔احسنؔ) بلکہ اگر پلوٹو کو بعید ترین سیارہ مانا جائے تو وہ سورج سے ۴ ارب ۶۰ کروڑ میل دور تک پہنچ جاتا ہے ۔ اس عظمت کے باوجود یہ نظامِ شمسی ایک بہت بڑے کہکشاں کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے ۔جس کہکشاں (GALAXY) میں ہمارا یہ نظام شمسی شامل ہے اس میں تقریباً ۳ ہزار ملین (۳۔ارب) آفتاب پائے جاتے ہیں ،اور اس کا قریب ترین آفتاب ہماری زمین سے اس قدر دور ہے کہ اس کی روشنی یہاں تک پہنچنے میں ۴ سال صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہکشاں بھی پوری کائنات نہیں ہے، بلکہ اب تک کے مشاہدات کی بنا پر اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ تقریباً ۲۰ لاکھ لولبی سحابیوں (Spiral nebulaes) میں سے ایک ہے، اور ان میں سے قریب ترین سحابیے کا فاصلہ ہم سے اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی روشنی ۱۰ لاکھ سال میں ہماری زمین تک پہنچتی ہے۔ رہے بعید ترین اجرام فلکی جو ہمارے (مودودی کا منہ دیکھو۔احسنؔ) موجودہ آلات سے نظر آتے ہیں، ان کی روشنی تو زمین تک پہنچنے میں ۱۰ کروڑ سال لگ جاتے ہیں ۔ اس پر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان نے ساری کائنات دیکھ لی ہے۔ یہ خدا کی خدائی کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جو اب تک انسانی مشاہدہ میں آیا ہے۔ (یہاں مودودی اور مسلمان نام کے تمام لوگ اس انسانیت سے خارج ہیں۔احسنؔ) آگے نہیں کہا جاسکتا کہ مزید ذرائع مشاہدہ فراہم ہونے پر اور کتنی وسعتیں انسان پر (مسلمانوں پر نہیں۔احسنؔ) منکشف ہوں گی۔ "(مسلسل لکھتے ہیں کہ):

علامہ پرائے ...پر شکرا پال کر اپنی خوراک فراہم کرتے ہیں۔

"تمام معلومات جو اس وقت تک کائنات کے متعلق بہم پہنچی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پورا عالم اسی مادّے سے بنا ہوا ہے جس سے ہماری یہ چھوٹی سے ارضی دنیا بنی ہے اور اس کے اندر وہی ایک قانون کام کر رہا ہے جو ہماری زمین کی دنیا میں کارفرما ہے ، ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم اس زمین پر بیٹھے ہوئے (آنکھیں کھلی رکھنے اور عقل سے کام لینے کے باوجود۔احسنؔ) اتنی دور دراز دنیاؤں کے مشاہدے کرتے اور انکے فاصلے ناپتے اور ان کی حرکات کے حساب لگاتے۔ (لہٰذا تم پر کافروں کا احسان ہے ورنہ معاذ اللہ تمہارا تو نبی بھی یہ سب کچھ نہ جانتا تھا؟۔احسنؔ) کیا یہ اس بات کا صریحی ثبوت نہیں ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ہی خدا کی تخلیق اور ایک ہی فرمانروا کی سلطنت ہے ؟"(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲)

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَ ذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ
تحقیق بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور یاد کیا نام پروردگار اپنے کا
فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ﴿۱۶﴾ وَ
پس نماز پڑھی بلکہ اختیار کرتے ہو تم زندگانی دنیا کو اور
الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي
آخرت بہت بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی تحقیق یہ البتہ بیچ
الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ مُوۡسٰى ﴿۱۹﴾
صحیفوں پہلوں کے ہے صحیفے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے

(۱۴) یقیناً ہروہ شخص کامیاب و بامراد ہو کر رہے گا جو تزکیہ اور اصلاح حال کرے گا۔ (۱۵) اور اپنے پروردگار کے معلوم نام کا پرچار کرے گا اور ساتھ ہی نماز بھی پڑھے گا۔ (۱۶) بلکہ اے میرے مخاطب قریشی لوگو تم تو دنیاوی زندگی اور اس کے مفاد کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ (۱۷) حالانکہ آخرت بہتر ہے اور دنیا سے بہت زیادہ باقی رہنے والی بھی ہے۔ (۱۸) یہی باتیں شروع کے تمام اوّلین صحیفوں میں بھی بیان ہوتی رہی ہیں۔ (۱۹) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔

آنحضرتؐ کو اس کائنات میں اللہ نے اپنی ہمہ گیری کا تعارف کرانے کا حکم دیا تھا۔

یہ ہے اس کائنات کی جھلکی جس کو ہم نے محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیر نگیں ثابت کیا ہے اور یہ ہے اس عالمین کا ذرا سا نظارہ جس میں روز ازل سے آنحضرتؐ اللہ کے خلیفہ و حکمران رہتے چلے آئے ہیں۔ جس کی ہر چیز حضورؐ کی مسخر و مطیع ہے اور جس کی تخلیق پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور آئمہؑ اہل بیتؑ کو شاہد بنایا گیا تھا اور جس پر ان کی اطاعت واجب کی گئی تھی (دیکھو تشریحات سورۂ بروج) اور جس کے متعلق قریشی مذہب کے پاس نہ آیت ہے نہ حدیث ہے اور یہ کہ جن حقائق کو قریشی مذہب کے لیڈروں، علما اور عوام نے قرآن اور رسولؐ کے کہنے سے نہ مانا ان کو یہ ملاعین اپنے قرار دادہ کافروں کے کہنے سے سو فیصد مانتے ہیں۔

۲۔ قریشی لیڈروں کی سازش کو مخصوص اور مفید لوگوں کو پڑھ کر سنانے کی اجازت اور وعدہ پہلے سے کیا ہوا تھا۔

بہرحال قارئین یہ دیکھیں کہ سورۂ الاعلیٰ میں اللہ نے اپنے صفاتی تعارف کو ہمہ گیر بنانے کا حکم دے کر یہ فرمایا ہے کہ ”عنقریب ہم تم سے وہ قرأت کرائیں گے جسے تم بھول نہ سکو گے“ یہ بات چھٹی (۶ / ۸۷) آیت میں فرمائی گئی۔ مخالف علما نے اس آیت سے یہ مفہوم پیدا کیا ہے کہ (معاذ اللہ) ”رسولؐ اللہ کو قرآن اس طرح پڑھانے کا وعدہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ نازل شدہ آیات یا قرآن کو بھول نہ سکیں گے۔“ یہ مطلب اخذ کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی مخالفت کے علاوہ اور کوئی دلیل اس سورۂ میں یا کسی اور سورۂ میں نہیں ہے۔ ادھر یہ مطلب اخذ کرنا عقل و ضرورت کے بھی خلاف ہے۔ ذرا سوچیے کہ اگر واقعی اللہ کا منشاء یہاں (۶ / ۸۷) یہ ہوتا کہ جو کچھ نازل ہو اسے رسولؐ بھول نہ سکیں تو اللہ کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ”آئندہ ہم تمہاری قوتِ حافظہ کو ایسا قوی کر دیں گے کہ تم نازل ہوچکنے والے قرآن کو بھول نہ سکو گے۔“ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری تھا کہ قرآن سننے والے بھی بھول نہ سکیں۔ اور چونکہ قرآن کو ساتھ کے ساتھ لکھا بھی جا رہا تھا اس لئے بھول جانے کی صورت میں لکھا ہوا قرآن پڑھ کر بھول کو درست کیا جاسکتا تھا۔ پھر یہ جو فرمایا کہ: اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۷ / ۸۷) یعنی اگر اللہ چاہے گا تو نازل شدہ قرآن کو بھلا بھی دے گا اور نہ چاہے گا تو یاد رہنے دے گا۔“ قرآن کے سلسلے میں یہ مطلب بھی عقل سے بعید ہے۔ اوّل یوں کہ وہ بات نازل ہی کیوں کی جائے گی جسے بعد میں بھلانے کے لئے زور لگایا جائے؟ اللہ تو ہر وہ بات نازل کرے گا جو مفید ہو اور جس پر عمل کرنا اسے پسند ہو۔ پھر صرف رسولؐ کے حافظہ سے اس بات کو بھلانا کافی نہ ہوگا۔ بلکہ ہر اس شخص کے حافظے سے ملیا میٹ کرنا پڑے گا جس نے وہ بات سن لی ہو۔ یہی نہیں بلکہ اس بات کو ہر اس جگہ سے مٹانا بھی پڑے گا جہاں جہاں اسے لکھا جاچکا ہو۔ پھر ان آیات (۷-۶ / ۸۷) میں کوئی ایسا لفظ ہے ہی نہیں جس سے کسی طرح بھی یہ وہم پیدا ہوتا ہو کہ یہاں قرآن یا وحی یا آیت کو بھول جانے کا احتمال ہے۔ بات بالکل سیدھی

اور صاف ہے کہ جس معاملے کی ناقابل فراموش قرأت کرنے یا قرأت کرانے یا پڑھ کر سنانے کا مستقبل قریب میں وعدہ کیا گیا ہے ۔ اس کو مسلسل اگلی آیت (۷ / ۸۷) میں واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ :

یہ تو پوشیدہ سازش کو منظر خاص پر لانے کی بات فرمائی گئی ہے ۔

إِنَّهُۥ يَعْلَمُ ٱلْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ (الاعلیٰ: ۷ / ۸۷)

"یقیناً وہ علی الاعلان ظاہر بظاہر کی جانے والی کارروائیوں کو بھی جانتا ہے اور وہ سب کچھ بھی جانتا ہے جسے وہ لیڈر خفیہ رکھتا ہے یا رکھے گا" اور اسی سازش کے خلاف قرأت کرنے میں سہولت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے (۸ / ۸۷) اور اسی سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرنے میں یہ شرط لگائی کہ اس سازش کا تذکرہ ان ہی لوگوں سے کیا جائے جو اسلام کے لئے نفع بخش ہوں (۹ / ۸۷) یعنی ان لوگوں سے بالکل بات نہ کی جائے جو نقصان کا سبب بن جائیں ۔ پھر یہ اصول یاد دلایا کہ خوف خدا رکھنے والا ہر شخص اس تذکرے سے سبق حاصل کرے گا (۱۰ / ۸۷) اور وہ جو ازلی بدبخت ہے وہ تو ضرور اس سے اجتناب کرے گا (۱۱ / ۸۷) اور ایسے ہر شخص کو ایک بہت بڑی آگ میں رکھا جائے گا (۱۲ / ۸۷) جہاں وہ موت و زیست کی درمیانی حالت میں جلتا اور سلگتا رہے گا (۱۳ / ۸۷) پھر یہ فیصلہ سنایا کہ جو لوگ خوف خدا رکھتے ہوں گے (۱۰ / ۸۷) اور خود کو غلط سوسائٹی سے الگ کرلیں گے یعنی تزکیہ کریں گے اور پروردگار کے مخصوص و معلوم نام علیؑ کا پرچار جاری رکھیں گے اور نماز بجالاتے رہیں گے وہ کامیاب و فائز المرام ہوں گے (۱۵، ۱۴، ۱۰ / ۸۷) اور یہ بتا کر سورۃ الاعلیٰ کو مکمل کر دیا کہ قریش کی حالت اور ان کی سازشوں کا تذکرہ پہلی تمام کتبہائے خداوندی میں موجود رہا ہے (۱۸ / ۸۷) حتّٰی کہ حضرت ابراہیم اور جناب موسیٰ علیہما السلام کی کتابوں تک ان کا قصہ پہنچا ہے ۔ (۱۹ / ۸۷)

۳۔ ہمیشہ قائم رہنے والے جہنم میں اچھلتی کودتی چیختی چلاتی بلبلاتی زندگی ہوگی نہ کہ ادھ مرے انسان ۔

إِنَّهُۥ مَن يَأْتِ رَبَّهُۥ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُۥ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ (طٰہٰ: ۷۴ / ۲۰)

قرآن کریم نے پہلے سورۂ طٰہٰ کی آیت (۷۴ / ۲۰) میں فرمایا تھا کہ :
"حقیقت یہ ہے کہ جو مجرم بن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گا اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ جیئے گا نہ مرے گا ۔"

اس آیت کی تشریح میں مودودی نے لکھا تھا کہ :

مودودی کی تشریح : "۵۱۔ یعنی موت اور زندگی کے درمیان لٹکتا رہے گا۔ نہ موت آئے گی کہ اس کی تکلیف اور مصیبت کا خاتمہ کردے ۔ اور نہ جینے کا ہی کوئی لطف اسے حاصل ہوگا کہ زندگی کو موت پر ترجیح دے سکے ۔ زندگی سے بیزار ہو گا ، مگر موت نصیب نہ ہوگی ۔ مرنا چاہے گا مگر مر نہ سکے گا ۔ قرآن مجید میں دوزخ کے عذابوں کی جتنی تفصیلات دی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ خوفناک صورتِ عذاب یہی ہے جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۰۷۔۱۰۸)

علامہ کی یہ تشریح سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ یہاں سورۃ الاعلیٰ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ:
"جو بدبخت قریش کی سازش کے خلاف اٹھنے سے باز رہے گا اسے بڑی آگ میں رکھا جائے گا ۔ جہاں وہ موت و زیست کے درمیان لٹکتا رہے گا (۱۳۔۱۱ / ۸۷) علامہ نے اپنی تشریح میں جو کچھ لکھا ہے وہ نہ اس آیت (۷۴ / ۲۰) میں ہے نہ یہاں آیات (۱۳ تا ۱۱ / ۸۷) میں ہے ۔یعنی ان دونوں آیات میں آگ کے علاوہ کسی اور عذاب یا تکلیف کی بات ہے ہی نہیں ۔ چونکہ یہاں ادھ موا رہنے اور آگ سے ادھ مرا کرنے یا ہوجانے کے علاوہ اور کوئی تکلیف یا سزا و عذاب مذکور نہیں ہے ۔ اس لئے علامہ چونکے اور سمجھ گئے کہ یہ تو وہ سلوک ہے جو زمانہ رجعت میں مجرموں سے دوران باز پرس و مواخذہ کیا جائے گا لہٰذا حقیقت کو اندھیرے میں چھپانے کے لئے انہوں نے کوشش کرکے اسے دوزخ کے تمام عذابوں سے زیادہ ہولناک لکھ دیا۔ لیکن ایسی کوئی سزا یا عذاب لکھنے سے قاصر رہے جس سے ہول پیدا ہوتی ۔ اور جو باتیں لکھیں وہ تو اکثر اس دنیا میں لوگوں پر گزرتی ہیں جب زندگی دوبھر ہو جائے تو موت بہتر نظر آئے ۔ مجبوریوں کی بنا پر مر نہ سکے اور عیش و راحت سے محروم رہے ۔یہاں تو موت و زیست کی درمیانی صورت کا ذکر ہے جو مواخذہ کے انتظار میں ہوگی ۔

سُوۡرَةُ الۡغَاشِيَة

سُوۡرَةُ الۡغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سِتٌّ وَعِشۡرُوۡنَ اٰيَةً

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھبیس(۲۶) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ ① وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ

کیا آئی ہے تیرے پاس بات ڈھانک لینے والی کی کتنے منہ اس دن ذلیل

خَاشِعَةٌ ۙ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ ③ تَصۡلٰى نَارًا

ہونے والے ہیں عمل کرنے والے محنت کرنے والے داخل ہوں گے آگ

حَامِيَةً ۙ ④ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ ⑤ لَيۡسَ لَهُمۡ

جلتی میں پلائے جاویں گے چشمے کھولتے میں سے نہیں واسطے ان کے

(۱) اے رسولؐ کیا آپ کے روبرو پردہ ڈالنے والی کی حدیث پیش کی گئی ہے ؟ (۲) اس روز پردہ کے پیچھے کچھ لوگوں کے چہرے اداس مایوس اور خوفزدہ ہوں گے ۔(۳) سخت مشقت میں مبتلا اور تھکے ماندے ہوں گے ۔(۴) انہیں جھلسا دینے والی آگ سے تپایا جا رہا ہوگا۔(۵) انہیں گرم چشمے کا پانی پینے کو دیا جائے گا۔ (٦) کانٹوں والی خشک جھاڑیوں کے سوا ان کے لئے کوئی اور کھانے کی چیز نہ ہوگی۔

تشریحات سورۂ غاشیہ :

ا۔ یہ سورۂ جو نظارہ پیش کرتی ہے وہ آگ کے سمندر حقیقی جہنم کی شعلہ باریوں میں ممکن ہی نہیں

یہاں تک قارئین کو یقین آچکا ہوگا کہ قریشی مذہب کے علمانے یہ فیصلہ کرر کھا ہے کہ وہ کسی صورت سے بھی زمانہ رجعت اور رجعت کے مواخذے اور سزا و جزا کو تسلیم نہ کریں گے ۔ چنانچہ سورۂ غاشیہ کے ان واضح بیانات کے بعد بھی انہوں نے یہی تصور قائم رکھا ہے کہ یہ سب کچھ جہنم کے اندر وقوع میں آئے گا حالانکہ قرآن کریم جہنم کا جو نقشہ پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جہنم ایک آگ کا سمندر ہے جس کی آگ میں پتھر جل جل کر پگھلتے اور شعلہ ریز ہوتے رہیں گے ۔ جہاں آسمان بوس شعلوں کا طوفان و ہنگامہ برپا رہے گا۔ جہاں ہر لمحہ آتش فشان دھماکے ہوتے رہیں گے ۔ جہاں ہروقت آتشیں آندھیوں کے تہہ و بالا کر ڈالنے والے جھکڑ چلتے رہیں گے ۔ جہاں کی پہاڑوں سے بڑی چنگاریاں فضاؤں تک اچھلتی اور گرتی رہیں گی۔ جہاں آتشیں بگولوں کا خوفناک رقص جاری رہے گا۔ اب سوچیئے کہ ایسی جہنم میں پھینکے جانے والوں کا اس میں گرتے ہی کیا حال ہوگا ۔ جہنم کی آگ اور گرمی ان کی رطوبت اورخون کو خشک کرنے کے لئے انہیں اسی طرح بل دے گی جس طرح ایک سبز تنکا انگیٹھی کے انگاروں پر بل کھاتا ہے ۔ اور چھلے کی صورت اختیار کرتا ہے گرنے والا گرتے ہی چرمر کر دیا جائے گا ۔ رسی کی طرح بل کھائے گا اور ذرا دیر میں خود شعلہ بار بن جائے گا ۔ غور کیجیے کہ کیا آپ کو شعلے کے سوا کچھ اور نظر آئے گا؟ کیا آپ یہ دیکھ سکیں گے کہ ان کے چہرے اداس ہیں ؟ خوف زدہ اور تھکن کے آثار لئے ہوئے ہیں؟ لا واللہ آپ آدمی کی صورت اور سائز کا ایک شعلہ دیکھیں گے جو جہنم کے بڑے شعلوں میں سما جائے گا ۔ اور یہ ناممکن ہوجائے گا کہ آپ یہ بتا سکیں کہ وہ شخص جو ابھی ابھی بل کھا رہا تھا ۔ کروٹیں بدل رہا تھا موڑا توڑا اور دہرا کیا جا رہا تھا کہاں گیا ؟ ساتھ ہی قرآن کی رو سے یہ لوگ جل کر خاک نہ ہونے پائیں گے ورنہ لذت درد وسوزش بھی ختم ہوجائے گی بلکہ اللہ کا انتظام یہ ہے کہ ایک طرف سے یا سب طرف سے جسم و کھال جلنا اور شعلہ ریز ہونا شروع کرے گی تو دوسری طرف سے یاسب طرف سے نئی کھال جگہ بدلنا شروع کرے گی۔

طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ﴿۶﴾ لَّا يُسۡمِنُ وَ لَا يُغۡنِىۡ

کھانا مگر ضریع سے یعنی کانٹوں سے نہیں موٹا کرتا ہے اور نہ کفایت کرتا ہے

مِنۡ جُوۡعٍ ؕ﴿۷﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾ لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ﴿۹﴾

بھوک سے۔ کتنے منہ اس دن نعمتوں میں ہیں سعی اپنی سے راضی ہیں

(۷) یہ ایسی خوراک ہوگی جو نہ تو فربہ کرے گی اور نہ ہی بھوک مٹا کر چین دے گی۔ (۸) اس روز غاشیہ کے پیچھے کچھ لوگوں کے چہروں سے نعمتوں کی فراوانی ٹپک رہی ہو گی۔ (۹) اپنی کوششوں اور کارکردگی سے راضی و مطمئن ہوں گے۔

یعنی شعلۂ درد و سوزشِ مسلسل موجو د رہیں گے۔ ایسے عالم میں بھوک پیاس کا تصور عقل اور واقعات وضرورت کے خلاف ہو گا۔ یہ ہے حقیقی و اصطلاحی جہنم جس میں مجرم و سرکش و بے دین ظالم دائمی سزا کے لئے جھونکے جائیں گے اب جہاں جہاں جہنم میں کھانے پینے اور بھوک لگنے کی بات معلوم ہووہ یہ حقیقی و اصطلاحی جہنم نہیں بلکہ جہنم کی نمائندہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں رجعت کی سزا بھگتنے کی جگہ ہے۔ جب تک آیات میں اس جگہ کے لئے الفاظ" خَالِدِینَ فِیۡهَاۤ اَبَداً۔ یا خٰلِدُوۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَداً " نہ ہوں ہرگز حقیقی و اصطلاحی جہنم خود ہی فرض نہ کرلیں۔ مثلاً فرمایا گیا:

(ا۔ الف) مودودی ان آیات (۳۵۔۳۴ / ۹) میں مذکور لوگوں کو جہنمی اور ان سزاؤں کو جہنم کی سزا مانتے ہیں۔

مودودی کا ترجمہ سنیئے:"اے ایمان لانے والو ان اہل کتاب کے اکثر علما اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک عذاب کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

........وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾ (توبہ ۳۵۔۳۴ / ۹)

(ا۔ ب) جہنم ہی وہ جگہ ہوگی جہاں سے مختلف ضرورتوں اور سزاؤں کے لئے آگ اور تپش حاصل کی جائے گی۔

ان دونوں آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ داغ دینے اور پیشانیوں، پہلوؤں اور کمروں کو جلانے کا پورا عمل درآمد جہنم سے باہر جہنم میں داخلے سے پہلے اور دردناک عذاب و سزا نافذ کرنے کے لئے برسرکار لایا جائے گا۔ ورنہ جہنم میں تو سارا بدن جلتا رہے گا۔ وہاں خاص اعضاء کے جلانے یا داغنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ چاندی اور سونا وہی ہوگا اور اتنا ہی ہوگا جو اور جتنا جتنا لوگوں نے جمع کیا تھا پھر یہ کہ وہ سونا اور چاندی بھی جہنم سے باہر ہی ہوگی ورنہ اسے جہنم کی آگ سے گرم کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی وہاں تو وہ خود ہی انگارے کی طرح دہکتی ہوئی ہوتی۔ اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ ان لوگوں کو اسی جسم سے زندہ کرکے اٹھایا گیا ہوگا جس جسم سے سونا چاندی جمع کرنے کا جرم کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ جن اعضاء کو داغ دیا گیا ہے ان کے علاوہ باقی اعضاء صحتمند ہوں اور آگ میں جلے ہوئے نہ ہوں۔ اور یہ سب کچھ جہنم سے باہر اور داخلے سے پہلے ہی وقوع میں آنا ممکن ہے۔ اور چونکہ یہ سونا اور چاندی جمع کرنے اور غرباء پر خرچ نہ کرنے کے مجرم ہیں اور ان کو ان جرائم کی سزا دی گئی ہے۔ لہٰذا ماننا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اعلان قیامت تک کے تمام ایسے مجرموں کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو یہی سزا دی جائے گی۔ اور سزا دی نہیں جاتی جب تک پہلے عدالت کا فیصلہ صادر نہ ہو چکے اور فیصلہ صادر نہیں ہوتا ہے مجرموں اور محروموں کے بیانات وعذرات سنے بغیر۔ لہٰذا ماننا ہوگا کہ مجرموں اور محروموں کو آخری سزا اور جزا سے پہلے یعنی جنت و دوزخ میں داخلے سے پہلے اخلاقی جرائم کی جزا و سزا سے فارغ کیا جائے گا۔ اور اسی کا نام زمانۂ رجعت کا مواخذہ ہے اور یہ اعلان قیامت کے بعد قیامت کے اوّلین دور میں واقع ہونا ہے۔ (واقعہ ۳ تا ۵۶/۱) اور (حاقہ ۳۷ تا ۶۹/۱۱)

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ	(۱۰) اور اعلیٰ درجے کے باغ میں قیام کریں گے۔
بیچ بہشت بلند کے نہیں سنتے بیچ اس کے بیہودہ بیچ اس کے چشمہ ہے	(۱۱) جہاں لغویات و بکواس سننے کو نہ ملے گی۔
جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝	(۱۲) اُس باغ کے اندر ایک بہنے والا چشمہ بھی ہے۔ (۱۳) وہاں اونچی اونچی مسندیں بھی ہوں گی۔
جاری بیچ اس کے تخت ہیں بلند اور آب خورے ہیں دھرے ہوئے	(۱۴) اور اس باغ میں وضع دار ساغر بھی موجود ہوں گے۔

(۱۔ج) فریب ساز علمانے رجعت سے توجہ کو ہٹانے کے لئے لفظ "اَلْغَاشِيَة" کو قیامت بنا دیا۔

اب آپ سُوْرَةُ الْغَاشِيه پر غور فرمائیں اور پہلے یہ دیکھیں کہ اس لفظ کا مادہ اور مصدر کیا ہے ؟ چنانچہ لغاۃ القرآن میں اس کا مادہ ۔غ۔ش۔ی ہے اور مصدر اغشاء۔ غِشَاءٌ ہے ۔ اور معنی غَاشِيَة۔ گھیر لینے والی ۔ چھا جانے والی ۔ چھپا لینے والی ۔ ڈھانک دینے والی لکھے ہیں ۔ اسی مصدر و مادہ سے لفظ غِشَاوَة ہے اور سب نے اسی کے معنی پردہ یا حجاب کئے ہیں۔ اسی مادہ و مصدر سے الفاظ ۔ غَش ، غَشِي ، اَغْشَيْنَاهُمْ، ہم نے ان کو اوپر سے ڈھک دیا۔ اس مصدر کے بہت سے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں ۔ مگر کہیں بھی لفظ " اَلْغَاشِيَة " کو قیامت کے معنی میں نہیں نازل کیا گیا ہے ۔

(۱) وہ مقام جہاں لفظ غَاشِيَةٌ اور اَلسَّاعَةُ یکجا استعمال ہوئے اور غاشیۃ کے معنی بَلا کئے گئے۔

> اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (یوسف ۱۰۷/ ۱۲)

ایک آیت دیکھئے جہاں مودودی بھی غاشیۃ کا معنی قیامت نہیں کرتے ۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔
مودودی ترجمہ: "کیا یہ مطمئن ہیں کہ خدا کے عذاب کی کوئی بلا انہیں دبوچ نہ لے گی یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی اچانک ان پر نہ آجائے گی؟" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

مودودی ہر جگہ زبردستی قیامت کا تصور سروں پر مسلط کرتے ہیں۔ قارئین فی الحال یہ نوٹ کرلیں کہ اس آیت میں لفظ غَاشِيَةٌ آیا ہے مگر علامہ مجبور ہوئے کہ یہاں اس کا ترجمہ نہ تو "قیامت" کریں اور نہ چھاجانے والی آفت کریں۔ بلکہ غَاشِيَةٌ کو "کوئی بلا" بنا کر دکھائیں ۔ وہ اس لئے کہ یہاں علما کا پسندیدہ لفظ اَلسَّاعَةُ آ گیا ہے جس کے معنی ساری عربی دان دنیا میں "گھڑی" (WATCH) کئے جاتے ہیں یا "ایک گھنٹہ" سمجھا جاتا ہے ۔ یا بلامقدار کے کچھ "وقت" خیال کیا جاتا ہے ۔ مگر مودودی نے یہاں بھی جبراً اپنے پاس سے لفظ "قیامت" کا اضافہ کر ہی دیا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود یہ تحریری ثبوت دے دیا کہ لفظ "غاشیۃ" کے معنی "قیامت" نہیں بلکہ "کوئی بلا" ہوتے ہیں ۔ لیکن ذرا علامہ کی قلابازی دیکھیے کہ وہ غاشیہ کو قیامت بنا کر چھوڑتے ہیں ۔

وہی مودودی آخر غاشیہ کو الٹ پلٹ کر قیامت بنا دیتے ہیں۔

> هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ (۱ / ۸۸)

پہلی قلابازی : "کیا تمہیں اس چھا جانیوالی آفت کی خبر پہنچی ہے ؟ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۰)
دوسری قلابازی: "مراد ہے "قیامت"، یعنی وہ آفت جو سارے جہاں پر چھا جائے گی ۔ اس مقام پر یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ یہاں بحیثیت مجموعی پورے عالم آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جزا وسزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے۔ " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۰ حاشیہ ۱)

(۲) علامہ کی ہر وہ بات منظور ہے جو ان آیات میں موجود ہے ۔ ورنہ ہمیں ان کے قیاسات کا انکار ہے۔

یہ صحیح ہے کہ سورۂ غاشیہ میں عالم آخرت کا ذکر ہوا ہے ۔ مگر بحیثیت مجموعی نہیں بلکہ صرف قیامت کے پہلے دور کا ذکر ہوا اور وہ بھی مکمل نہیں جزوی تذکرہ ہے ۔ یہ شیطانی خیال ہے کہ نظامِ عالم درہم برہم کر دیا گیا ہے ۔ یہاں صور پھونکنے کی

وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ﴿۱۵﴾ وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿ؕ۱۶﴾ اَفَلَا	(۱۵) اور گاؤ تکیے قطار در قطار رکھے ہوئے ہوں گے۔
اور تکیے ہیں صف باندھے ہوئے اور مسندیں ہیں بچھائی ہوئیں کیا پس نہیں	(۱۶) اور نفیس فرش بھی وہاں نشوونما پائے ہوئے ہوں گے۔
یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿ٙ۱۷﴾ وَ اِلَی السَّمَآءِ	(۱۷) یہ قریش اگر ایسے بھولے بنتے ہیں تو کیا یہ بدّو اونٹوں کو بھی نہیں دیکھتے کہ انہیں ان کی ضروریات
دیکھتے وہ طرف اونٹوں کی کیوں کر پیدا کیے گئے ہیں اور طرف آسمان کی	کے لئے کیسا موزوں پیدا کیا گیا ہے؟ (۱۸) اور نہ آسمان کو

بات بھی نہیں ہے۔ یہاں اعمالناموں کا ذکر بھی نہیں ہے۔ یہاں شہادت قائم ہونے کی کمی ہے۔ یہاں ملائکہ اور عرش موجود نہیں۔ یہاں تمام انبیاؑ اور تمام اُمتیں بھی حاضر نہیں ہیں۔ الغرض یہاں وہ سب کچھ نہیں ہے جو قیامت کے آخری دور میں قرآن نے بیان کیا ہے۔ مگر وہ سب موجود ہو یا نہ ہو مودودی اینڈ کمپنی چاہتی ہے کہ قیامت کے اوّلین دور یعنی رجعت کو ایک قیاسی زقند لگا کر قیامت کے آخری دور کے میدان محشر میں کودا جائے۔ چنانچہ ان کے ایک ساتھی کا ترجمہ دیکھیں۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿۱﴾ الغاشیۃ

اشرف علی تھانوی: "آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے)" (ترجمہ صفحہ ۷۱۸)

یہ ہے وہ ٹولہ جس نے ترجموں کے اندر اور باہر ہر جگہ قریش کے خود ساختہ تصورات کو سیدھے سادے عربی سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا کر ایک حقیقت کبریٰ کو میدان سے ہانک کر باہر نکال دیا۔ مگر ہم بتاتے ہیں کہ ان کے کسی بھی تصور پر قرآن کی آیات و الفاظ سے تائید نہیں ملتی۔ ان کی ہر بات جھوٹ اور ہر تصور افترا اور فریب ہے۔

(۱۔د) سورۂ غاشیہ میں نہ حقیقی جنت ہے نہ جہنم ہے صرف مخصوص مجرم اور مومن ہیں اور زمانۂ رجعت کا مواخذہ ہے۔

اگر یہ بات صحیح ہے کہ جو کچھ اللہ قرآن میں فرمائے وہ من وعن قبول کرو اور قرآن کے مسلّمہ بیانات و مفاہیم کے خلاف جو بات یا تصور ہو اسے رد کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دو؟ تو صرف ہماری ترجمانی اور توجیہات و توضیحات ہی اس معیار پر سو فیصد پورا اتریں گی۔ اور باقی تمام تفہیمات و تفسیرات دریا برد کرنا پڑیں گی۔

سنیئے اور آیت یا آیات کے الفاظ سے جو بات صحیح ثابت ہو اسے قبول کر لیجیئے۔ اور جس بات کو ناپسند فرمائیں تو اپنی ناپسندیدگی پر بھی آیت یا آیات اور قرآن کے الفاظ سے دلیل قائم کر کے رد کرتے جائیں۔

(۱) سورۂ غاشیہ میں ایک لفظ جنت عالیہ آیا ہے یہ وہ جنت نہیں ہے بلکہ ایک عمدہ اعلیٰ درجے کا باغ ہے جس میں زمانہ رجعت کے مومنین کی سہولت کا سامان ہے اس کے حقیقی اور اصطلاحی جنت نہ ہونے کی کئی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس باغ میں صرف ایک چشمہ ہے اور حقیقی جنت میں نہروں اور چشموں کی بھرمار ہو گی پھر یہ چشمہ بھی نہ دودھ کا ہے نہ شہد کا ہے یہ باغ حقیقی جنت کی ہزاروں نعمتوں سے خالی ہے۔ آیت یہ ہے۔ فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ ﴿۱۲﴾ (الغاشیۃ ۱۲ / ۸۸)

رفیع الدینؒ: "بیچ اس کے چشمہ ہے جاری"

مودودی کاذب ہے:۔ "اس میں چشمے رواں ہوں گے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۱)

(۲) سورۂ غاشیہ میں نہ لفظ جہنم ہے اور نہ کسی کاذب نے "نَارًا حَامِیَةً" کا ترجمہ ہی جہنم کیا ہے۔ بہتر ہو گا کہ پہلے چند آیات کا مودودی ترجمہ دیکھ لیں۔ تاکہ ان کے ترجمہ اور الفاظ سے بھی حقیقی جہنم کی نفی ہو جائے۔

۱۔ کچھ چہرے اس روز خوفزدہ ہوں گے۔ ۲۔ سخت مشقت کر رہے ہوں گے۔ ۳۔ تھکے جاتے ہوں گے۔ ۴۔ شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے۔ ۵۔ کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا۔ ۶۔ خار دار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا اُن کے لئے نہ ہو گا۔ ۷۔ جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے" (۷ تا ۲ / ۸۸) تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۰) پہلے مودودی کو داد دیجئے کہ موقع ہوتے ہوئے انہوں نے ترجمے میں اپنے لئے جہنم کا اضافہ نہیں کیا۔ جیسا کہ اس باغ کو حقیقی جنت بنانے کے لئے ایک چشمے کی جگہ کئی ایک چشمے بنا دیئے تھے۔ اب پھر غور فرمائیں کہ جس آگ کا ذکر کیا گیا ہے وہ آگ ان لوگوں

دیکھتے ہیں کہ کیسا بلند کیا ہے ؟ (۱۹) اور نہ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں کہ کیسا جما کر کھڑا کیا ہے۔ (۲۰) اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے بچھایا گیا ہے۔ (۲۱) آپؐ تو اصرار و تکرار کے ساتھ ذکر کرنا جاری رکھیں اس لئے کہ تم تو مجسم ذکر کرنے

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَى

کیوں کر بلند کیے گئے اور طرف پہاڑوں کے کیوں کر گاڑے گئے اور طرف

الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾

زمین کی کیوں کر بچھائی گئی پس نصیحت کر سوا اس کے نہیں کہ تو نصیحت

کے بدن کو جلا نہیں رہی ہے نہ ہر طرف پھیلی ہوئی ہے ۔ وہ ویسی ہی جہنم کی آگ کا ڈھیر ہے جیسی آگ سے مجرموں کے ماتھوں وغیرہ پر داغ لگانے کا انتظام دیکھا گیا تھا (توبہ ۳۴ / ۹) اور(۳۵ / ۹) یہ لوگ اس آگ کی حرارت اور تپش سے محض جھلسے جا رہے ہیں یعنی گردو نواح میں گرمی کی انتہائی شدت ہے اگر یہ لوگ اس آگ کے اندر جل رہے ہوتے تو ان کے چہروں پر خوف نہیں بلکہ دھواں اور شعلے نظر آتے۔ اور وہ سوکھی خاردار گھاس کھانے سے پہلے ہی جل کر راکھ ہوگئے ہوتے۔ پھر حقیقی جہنم میں تو عمدہ کھانا بھی اگر ملے اور کسی ترکیب سے جہنمیوں کو کھلا بھی دیا جائے تب بھی وہاں موٹا ہونے کی گنجائش ناممکن ہے۔ مگر زیرِ بحث لوگ ایسی جگہ ہیں جہاں پیٹ بھرنے بھوک لگنے اور سیر ہونے اور فربہ ہوجانے کا موقع ہے۔ پھر جہنم میں کسی بیگاری کام یا محنت و مشقت کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش ہے اور نہ حقیقی جہنم کے سلسلے میں ایسا کہیں ذکر ہی ہوا ہے ۔ لہٰذا یہ صورت حال جو انہیں درپیش ہے رجعت کے میدان میں اور مجرم ہونے کی بنا پر پیش آرہی ہے۔ جیسے سنگین مجرموں کو جیل کے قیام میں دوران مقدمہ پیش آتی ہے ۔ جس طرح مظلوموں کو عمدہ باغ اور تمام سہولتوں سے نوازا ہے۔ اس کے خلاف ظالموں کو تکلیف دہ اور ایذا رساں قیام گاہ میں رکھا ہے۔ اور سماعت کے بعد انہیں ان کے جرم کے مطابق، چور ، قاتل ، ڈاکو ، زانی وغیرہ کی وہی سزائیں دی جائیں گی جو انہیں اسی دنیا میں ملنا چاہئیں تھیں مثلاً ہاتھ کاٹنا ، قتل کیا جانا۔ سنگسار کیا جانا (یونس ۲۷ / ۱۰، شوریٰ ۴۰ / ۴۲) اور اگر ضرورت پڑے تو سزا پوری کرنے کے لئے باربار قتل و موت کے بعد زندہ کرکرکے سزا دینا یا انعام دینا (سورۂ بقرہ ۵۷ تا ۵۵ / ۲) کے مطابق باربار اجر دینا یا سزا دینا (توبہ ۱۰۱ / ۹) اور (احزاب ۳۱۔۳۰ / ۳۳) (قصص ۵۴ / ۲۸) اور آخری فیصلہ اور دائمی عذاب کے لئے اٹھانا (مومن ۱۱ / ۴۰) قارئین ان آیات کو اور آیات میں آئے ہوئے الفاظ کو خود دیکھیں اور اس باطل تصور کو ذہن سے نکال دیں کہ جو مرگیا اسے اب کسی وقت زندہ کیا ہی نہیں جا سکتا ۔ حالانکہ بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) آدمیوں کی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا ثبوت قرآن (بقرہ ۵۷ تا ۵۵ / ۲) میں موجود ہے ۔ اور اللہ کو اور جانشینانِ خداوندی کو موت و زیست پر ہمیشہ اختیار حاصل ہے ۔

(۱۔ ہ) غاشیہ کی ضرورت اور قرآنی دلیل و مقصد ؟ قرآنی تعلیمات کے مطابق جیسے ہی آنحضرتؐ اور اسلام کو پوری کائنات پر تسلط عطا کیا جائے گا (الصف ۹۔۸ / ۶۱) یعنی یوم الدین کا اعلان کیا جائے گا تو دو کام ایک ساتھ شروع کئے جائیں گے ۔ پہلا کام یہ کہ اس دنیا میں عدل و انصاف اپنی مکمل صورت میں برسرکار لایا جائے ۔ اور جو مظالم و بے انصافیاں یہاں ہوچکی ہیں ان کا تدارک و تلافیٔ مافات کی جائے ۔ اور یہی وہ عمل درآمد ہے جو زمانۂ رجعت چاہتا ہے۔ چونکہ رجعت میں قدرتِ خداوندی سے نہایت محیر العقول کام ہوں گے جنہیں عام انسانوں کے بالمواجہ کرنے سے ان پر خوف غالب آجائے گا۔ اور ان کے اعمال میں آزادی اور بے فکری کا فقدان اور جبر کا دخل ہوجائے گا ۔ جس سے انہیں ان کے افعال کی جزا وسزا دینا بے معنی ہوکر رہ جائے گا ۔ لہٰذا قدیم سے چلے آنے والے انسانوں کی موجودہ نسل کے اور رجعت میں اٹھائے جانے والے انسانوں کے درمیان غاشیہ کو رکھا گیا ہے تاکہ دونوں قسم کے لوگ ایک دوسرے سے چھپے رہیں اور دونوں پروگرام بے روک و بے خطر جاری رہیں ۔ چنانچہ یہاں غاشیہ کا وہی مقصد ہے جو اس دیوار کا مقصد تھا جس کا مومنین اور مجرمین کے درمیان بنانے کا ذکر یوں ہوا ہے کہ: فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُۥ بَابٌۢ بَاطِنُهُۥ فِيهِ ٱلرَّحْمَةُ وَظَٰهِرُهُۥ مِن قِبَلِهِ ٱلْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ (حدید ۱۳ / ۵۷) مودودی ترجمہ : ''پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دروازہ کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب۔ ''(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۱۱۔۳۱۲) یہ دیوار یہ دروازہ اور دیوار کے اِدھر اور اُدھر عذاب و رحمت

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ	والے ہو ہی۔(یعنی قریش ذکر کی مخالفت کرتے ہیں تو کرنے دو) (۲۲) اے رسولؐ آپؐ قریش وغیرہ کے اوپر جبر کرکے منوانے والے داروغہ نہیں ہیں ۔ (۲۳) سوائے اس خاص لیڈر کے جس نے قومی ولایت و حکومت کی پالیسی اجاگر کی اور ولایت الٰہیہ کو چھپایا ہے۔ (۲۴) چنانچہ اس لیڈر کو اللہ بڑے عذاب میں مبتلا کرکے رہے گا۔ یہ سمجھ لیں کہ (۲۵) اس پوری قوم کو بلاشبہ ہمارے ہی حضور میں پلٹ کر آنا ہے ۔ (۲۶) پھر یقیناً ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ان کی تمام کارکردگی اور سازشوں پر حساب لیں ۔

کرنے والا ہے نہیں تو اوپر ان کے داروغہ مگر جس نے

تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

منہ پھیرا اور کفر کیا پس عذاب کرے گا اس کو اللہ عذاب

الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

بڑا تحقیق طرف ہماری ہے پھر آنا ان کا پھر تحقیق اوپر ہمارے

حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع

ہے حساب ان کا ۔

یعنی سزائیں اور جزائیں دینے کا تمام انتظام ایک لفظ اَلْغَاشِيَة میں سمو دیا گیا ہے اور میدانِ رجعت کو میدانِ ترقی سے جدا کر دیا ہے۔

۲۔سورۂ غاشیہ میں قریش ہی کی حالت دکھائی گئی ہے۔اور آخر میں ان کے لیڈر اور قومی ولایت کا ذکر کیا ہے۔

اب قارئین سورۂ کی آخری آیات (۲۶ تا ۲۲ / ۸۸) پر غور فرمائیں ۔ اسلام کا نہایت مشہور نہایت مفید اور پسندیدہ اصول یہ ہے کہ نہ اللہ ، نہ نبیؐ اور نہ کوئی مومن جبراً و حکماً و بلا دلیل کوئی بات منوائے گا۔ لیکن یہاں آیت (۲۳۔۲۲ / ۸۸) میں ایک استثنا بیان فرمایا ہے ۔ یعنی عمومی صورت میں تو رسولؐ مصیطر نہیں ہیں مگر جہاں ولایت و حکومتِ خداوندی کا مخالف سامنے آجائے تو رسولؐ بھی مصیطر ہیں اور اللہ بھی عذاب اکبر کے ساتھ تیار ہوجاتا ہے۔

(۲ ۔ الف) اگر یہاں مودودی صحیح ترجمہ کرتے تو ان کا عظیم لیڈر پٹ جاتا ؟؟

پھر یہ دیکھئے کہ آیت (۲۳ / ۸۸) میں علامہ نے لفظ تَوَلّٰى کے وہ معنی نہ کئے جو سورۂ بقرہ کی آیت (۲۰۵ / ۲) میں کئے تھے تاکہ قریش کے عظیم الشان لیڈر اور ان کے بزرگ ترین مذہبی راہنما اور خلیفہ کی سازش پوشیدہ رہ جائے ۔یہاں اس لفظ کے دونوں ترجموں کا فرق اور علامہ کی دیانت دیکھ لیں۔

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ﴿٢٠٥﴾ (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

(۱) مودودی صحیح ترجمہ: ”جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے ،کھیتیوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے “(تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۵۹) دوسرا مقام بھی دیکھ لیں:

(۲) إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ (الغاشیۃ: ۲۳ / ۸۸)

(۲) مودودی کا غلط ترجمہ : ”البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا (تفہیم القرآن جِلد۶ صفحہ ۳۲۲)

یہاں علامہ نے لفظ کَفَرَ کے اصلی و حقیقی معنی بھی نہیں کئے چنانچہ فرمایا تھا کہ ”کفر کے اصلی معنی ”چھپانے “کے ہیں“ (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۱۲۹) یعنی آیت ۲۳ / ۸۸ میں اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ:

”مگر جس شخص نے اقتدار کو ہڑپ کرنے اور حقیقی وارث کے حق کو چھپانے کا منصوبہ بنایا“

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیس (۳۰) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الْفَجْرِ ۝۱ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ ۝۳ وَ الَّيْلِ

قسم ہے فجر کی اور راتوں دس کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی

اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵

جب چلنے لگے کیا بیچ اس کے قسم ہے واسطے صاحبوں عقل کے

(۱) ایک خاص صبح کی قسم ہے۔ (۲) اور قسم ہے دس راتوں کی۔ (۳) اور مجسمہ شفاعت کی اور شفاعت کو متواتر کرنے والے کی قسم ہے۔ (۴) اس خاص رات کی قسم جب وہ واپس چلتی ہے یا چلے گی۔ (۵) کیا کسی صاحب عقل و ہوش کے لئے ان قسموں میں کوئی قسم قابل اعتراض ہے ؟

تشریحات سورۂ فجر :

ا۔ محمدؐ، علیؑ اور اہلؑ کربلاؑ کو نظروں سے اوجھل کرنے کے لئے پانچوں قسمیں اختلاف کی نذر کر دیں۔

قرآن کریم تکمیل کے قریب پہنچ رہا ہے مگر مودودی کی ہیرا پھیری ختم ہونے کو نہیں آتی۔ چنانچہ وہ ان پانچوں قسموں کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

(ا۔ الف) پانچ قسمیں اور مودودی۔ ’’ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے حتّٰی کہ جفت (الشفع۔احسن) اور طاق (الوتر۔احسن) کے بارے میں تو ۳۶۔اقوال ملتے ہیں۔ بعض روایات میں ان (آیات۔احسن) کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی تفسیر حضورؐ سے ثابت نہیں ہے، ورنہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ اور تابعین اور بعد کے مفسرین میں سے کوئی بھی آپؐ کی تفسیر کے بعد خود ان آیات کے معنی متعین کرنے کی جرأت کرتا۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۶)

(ا۔ب) بلا دلیل روایات کو یکسر رد کر کے اپنے خیالات کو دلیل بنانا صحابہ وغیرہ کی تفسیر سے جی چرانا ؟؟

علامہ صرف روایات کی موجودگی کا اقرار کر کے گزر گئے اور روایات میں اختلاف کہہ کر تمام روایات کو بلا کسی خارجی یا داخلی دلیل کے ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور اپنے قیاسات کی مضحکہ خیز توجیہات کو کافی سمجھا۔ اور یہ سب اس لئے کہ ان روایات کو لکھنے کے بعد ان کا رد کرنا علامہ کی پول کھول دیتا اور ساتھ ہی وہ روایات اسلامی جماعت کے قاریوں کی نظر پڑ جاتیں جن میں محمدؐ اور علیؑ اور عشرہ محرم کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ علامہ کا سب سے بڑا اور عقید تمندانہ اعتراض اور دلیل یہ ہے کہ صحابہ تابعین اور بعد کے مفسرین نے ان آیات پر ازخود تحقیق کی ہے اور ان کے معنی کا تعین کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسوؐل اللہ کی طرف سے کوئی تفسیر موجود ہی نہ تھی ورنہ صحابہ اور تابعین اور دیگر مفسرین ہرگز اپنی تفسیر و تحقیق نہ کرتے۔

(ا۔ج) مودودی کی وہ بددیانتی جو ہر شخص ڈکشنری میں (لغت) دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ بدترین معنی اختیار کرنا

حالانکہ بہت سے مقامات خود علامہ کو معلوم ہیں جہاں رسوؐل کی تفسیر یا حدیث موجود ہوتے ہوئے صحابہ وغیرہ نے اپنے اجتہادات و تحقیقات کے حاشیے چڑھائے ہیں۔ بہرحال ہمیں تو یہ عرض کرنا ہے کہ جس صبح کی اور جس رات کی قسم کھائی ہے وہ نہ عام

(۶) کیا اے رسولؐ آپؐ نے دیکھا نہیں تھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ (۷) جو کہ اونچے ستونوں اورارم والے کہلاتے ہیں۔ (۸) وہی قوم جن کی مثل کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی ۔ (۹) اور ثمود کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراش کر محلات بنائے تھے ۔(۱۰) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟ (۱۱) یہ سب وہ لوگ تھے

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۙ﴿۷﴾

کیانہ دیکھاتونے کیوں کر کیاپروردگار تیرے نے ساتھ عاد ارم ستونوں والے کے

الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۙ﴿۸﴾ وَ ثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ

وہ جو نہیں پیدا کیامانند ان کے بیچ شہروں کے اور ساتھ ثمود کے جنہوں نے

جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۙ﴿۹﴾ وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ

تراشا تھاپتھروں کوبیچ واد کے اور ساتھ فرعون میخوں والے کے یہ سب تھے

صبح ہے اور نہ عام رات ہے ۔ دونوں الف لام کی وجہ سے مخصوص ہیں پھر دس راتوں کی قسم کھائی ہے جو مسلسل ہونے کی بنا پر اپنے ساتھ آنے والے دس دنوں کو بھی شامل کرتی ہیں ۔ لہٰذا یہ بتانا لازم تھا کہ وہ کونسی ایک صبح اور رات ہے اور وہ کون سے دس رات دن ہیں جو باقی تمام راتوں دنوں اور صبحوں سے افضل و اعلیٰ ہیں تاکہ اللہ ان کی قسم کھائے؟ مفسرین نے اس سے (عشرہ محرم) پہلی رات سے دسویں رات اوردن تک مراد لیا ہے۔ حقیقی گفتگو تو تیسری اور چوتھی قسم پر ہے ۔ یعنی پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اَلشَّفۡعُ اور اَلۡوَتۡرُ کیا ہے ؟ علامہ نے اور تمام مترجمین نے اَلشَّفۡعُ کے معنی جفت اور اَلۡوَتۡرُ کے معنی طاق کئے ہیں جو نہ صرف بدترین معنی ہیں بلکہ بدترین معنی کو بھی اپنے لئے بگاڑ کر لکھا ہے ۔ دیکھیئے ہم لغات سے اَلشَّفۡعُ کے معنی لکھتے ہیں :

(ا ۔ د) اَلشَّفۡعُ کے معنی لغات کی رو سے :

سب سے پہلے ہزار سال قدیم لغت المفردات راغب اصفہانی سے سنئے :

(۱) اَلشَّفۡعُ ۔ ضَمُّ الشَّیۡءِ اِلٰی مِثۡلِهٖ (صفحہ ۲۶۴) مطلب یہ ہے اَلشَّفۡعُ کے معنی ہیں ”کسی چیز کا اپنی ہم مثل چیز میں ضم ہوجانا“ یعنی ہم مثل چیز میں گھل مل جانا ۔ چونکہ یہاں الف اور لام کا تقاضا ہے کہ ساری مخلوقات میں سے صرف دو ایسی چیزیں جو ادھر بالکل ایک دوسرے کے مثل ہوں اور پھر دونوں اس طرح ضم ہوجائیں کہ ان میں دوئی معلوم نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ: اَنَاوَعَلِیٌّ مِنۡ نُّوۡرٍ وَّاحِدٍ (میںؐ اور علیؑ ایک نور سے ہیں) یعنی دونوں ہم مثل نوری ہیں ۔ اور ضم ہونے کا مقام یہ ہے کہ: ”تیرا جسم میرا جسم ، تیرا گوشت میرا گوشت ، تیرا خون میرا خون ہے۔“ اور دونوں کا نام بھی محمدؐ ہونا ثابت ہے ۔

(۲) ”یُقَالُ “ کَانَ وَتۡرًا فَشَفَعَهٗ بِاٰخِرَ ” اَیۡ قَرَنَهٗ به (منجد ۳۹۵) کہا جاتا ہے کہ پہلے وہ وتر تھے پھر ایک دوسرے میں ضم ہوگئے دوہرے ہوگئے ۔ یعنی اُس کے قرین ہوگیا ۔ یہ معنی مندرجہ بالا بیان کے مطابق ہیں ۔

(۳) مودودی اینڈ کمپنی نے تھرڈ کلاس معنی کو کیسے بگاڑ کر لکھا ہے ؟

اب المعجم الاعظم سے معنی سنیئے :

شَفَعَ - شَفۡعًا ۔ جفت بنانا ۔ دوگنا کرنا ۔ دوہرا کرنا ۔ ۲۔حق شفعہ دینا ۔“(جلد ۳صفحہ ۱۵۴۸)

الفرائد الدریۃ سے ملاحظہ ہو ۔

شَفَعَ ۔ شَفَاعَة	(۱) کسی عدد کو دہرا یا دگنا کرنا ۔	To double (a number)
	(۲) کسی عبادت کو دہرانا	To repeat (a prayer)
	(۳) کسی شخص کو شفاعت کا اختیار دینا	To give to any one the right of Pre-emption
شفع ۔ شفاعة	(۴) کسی کی طرف سے کسی معاملے میں دخل دینے کا مجاز ہونا	To intercede for any one to
	(۵) کسی کے خلاف محاذ آرائی کے لئے دوسرے کے ساتھ شامل ہوجانا ۔	To join with another against

جنہوں نے طاغوتیت کو تمام ممالک میں پھیلا دیا تھا۔(۱۲)چنانچہ انہوں نے تمام ممالک میں فساد کثرت سے پھیلا دیا تھا(۱۳)طاغوت بن بیٹھنے اور فساد پھیلانے کی وجہ سے تیرے پروردگار نے ان کو عذاب کے کوڑوں سے مارا تھا۔(۱۴)حقیقت یہ ہے کہ تیرا پروردگار مجرموں، سرکشوں اور مفسدہ پردازوں پر رصد گاہ لگائے ہوئے ہے ۔(۱۵) رہ گیا انسانوں کا عمومی حال وہ یہ ہے کہ جب ان کا پروردگار ان میں سے کسی کو

طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَأَكْثَرُوْا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ

جنہوں نے سرکشی کی بیچ شہروں کے پس بہت کیا بیچ ان کے فساد پس ڈالا

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ

اوپر ان کے پروردگار تیرے نے کوڑا عذاب کا تحقیق پروردگار تیرا

لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ

البتہ بیچ گھات کے ہے پس اے پر جو انسان ہے جب آزماتا ہے اس

(٦) کسی کے لئے شفاعت کے اختیارات کی منظوری دینا (صفحہ ۳۷۰)

To grant to any one the right of Pre-Emption

(ا ۔ ہ) لغوی معنی پر ایک معنوی نظر: ان معنی میں شفع کا معنی کہیں بھی جفت نہیں ہیں ۔ بلکہ جفت بنانا یا دگنا یا دہرا کرنا البتہ موجود ہے ۔یہاں سے علامہ مودودی نے وہ معنی لئے ہیں جنہیں ہم نے بدترین م عنی قرار دیاہے ۔ بدترین اس لئے کہ انہی معنی میں ”شفاعت کا اختیار بھی تو ہے جن کو مودودی نے اختیار نہیں کیا ہے تاکہ اس لفظ اور قسم کی اہمیت برباد کر کے صرف جفت بنا دیا جائے لیکن قرآن میں نہ عدد کا یا اعداد کی اقسام کا ذکر ہے نہ وہاں کسی عام چیز یا اشیا کا تذکرہ ہے ۔ وہاں تو اس ذاتؐ پاک کی قسم کھائی گئی ہے جو اللہ کی طرف سے ایک ”مجسمۂ شفاعت“ ہے جسے اللہ نے شفاعت کے اختیارات دیئے ہیں اور یہی ہمارا ترجمہ ہے اور یہی معنی لغات سے ثابت ہیں اور رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن کی تفسیر بھی ہیں ۔

(ا ۔ و) اَلْوَتْرُ کے معنی کی تحقیق: ” اَلْوَتْرُ “ ایسا مصدر ہے کہ جس سے بننے والے الفاظ میں سے تَوَاتُر ہے مُتَوَاتِر ہے ۔ اور اسی سے بننے والے لفظ تَتْرًا کو قرآن نے استعمال کیا ہے۔ آیت اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے:

مودودی کا ترجمہ : ”پھر ہم نے پے درپے اپنے رسوؐل بھیجے “

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا كُلَّ ﴿۴۴﴾ الخ (المومنون ۴۴ / ۲۳)

(ا ۔ ز) اَلْوَتْرُ کے متفرق معنی جنہیں عربوں نے گھڑا مگر قرآن نے صرف ”طاق“ کو اختیار کیا۔

لہٰذا آپ الفاظ تَوَاتُر مُتَوَاتِر اور وَتِيْرَة کو ذہن میں رکھیں جو اردو میں بھی استعمال ہوتے چلے آئے ہیں اور اب وہ معنی بھی دیکھ لیں جو عربوں نے عموماً اور قریش نے خصوصاً ”قرآن کو مہجور کردو“ والے منصوبے کے ماتحت گھڑے، مشہور کئے اور پھیلائے اور پھر قرآن کے لئے ان میں سے بدترین اور جامد معنی ”طاق “کو اختیار کیا حالانکہ ان خود ساختہ معنی میں بھی آپ کو ”طاق “ نہ ملے گا بلکہ ”طاق بنانے والا“ ملے گا ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی خالق کے معنی مخلوق کرے یعنی مخلوق کو بنانے یا پیدا کرنے والے کو ہی مخلوق بنا ڈالے ۔

المعجم الاعظم سے اَلْوَتْرُ: (۱)۔(وَتَرَ ۔ يَتِرُ ۔ وَتْرًا ۔ وِتْرَةً) فُلَاناً: گھبرا دینا ۔ستانا ۔۲۔پہنچانا ۔ ۳۔ فلاناً مَالَهُ اَوْحَقَّهُ گھٹا دینا ۔۴۔ القوم ۔جفت کو طاق بنا دینا ۔۵۔ القوس ۔ تانت لگانا ۔کمان پر چلہ چڑھانا ۔یا ڈوری چڑھانا ۔٦۔ کمان کو زہ کرنا ۔ کھینچنا ۔۷۔ نفرت کرنا ۔۸۔نقصان دینا۔ ۹۔ ٹھگنا۔ ۱۰۔ رشتہ داروں کو مار کر کسی کو اکیلا کر دینا ۔

(۲)۔ (اَوْتَرَ۔ اِيْتَارًا) القوس ۔کمان کے لئے تانت بنانا یا کمان میں تانت لگانا ۔۲۔ اَلشَّیْ ۔طاق بنانا۔۳۔ بَيْنَ الْاَشْيَا۔ وقفہ دے دے کر لگاتار کرنا ۔

(۳)۔ (وَاتَرَ۔ وِتَارًاوَمُوَاتَرَةً) اَلْاَشْيَا۔ وقفہ دے دے کر لگا تار کرنا مسلسل یا تھوڑی دیر بعد کرتے رہنا ۔ متواتر کرنا۔۲۔ اَلْكُتُب۔ لگاتار بھیجنا ۔۳۔ الصّوم ۔ ایک یا دو روز کا وقفہ دے کر روزہ رکھنا ۔

آزمائش کے لئے نفع پہنچاتا اور نعمتیں دیتا ہے تو وہ بطورِ فخر اور برحق ہونے کی دلیل میں کہتا ہے کہ دیکھو مجھے میرے پروردگار نے بزرگی عطا کی ہے ۔ (۱۶) اور یہ بھی کہ جب اس کا پروردگار اس کے رزق کو فضل کے بجائے مقدر کے مطابق کرکے اسے آزماتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے میرے پروردگار نے بلاقصور ذلیل کردیا ہے ۔	رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ پروردگار اس کا پس عزت دیتا ہے اس کو اور نعمت دیتا ہے پس کہتا ہے رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رب میرے نے بزرگ کیا ہے مجھ کو اور اسے پر جب آزماتا ہے اس کو فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ پس تنگ کرتا ہے اوپر اس کے رزق اس کا پس کہتا ہے رب میرے نے ذلیل کیا مجھ کو

(۴)۔ (وَتَّرَ) القوس۔ کمان میں تانت لگانا ۔ چلہ چڑھانا ۔۔

(۵)۔ (تَوَتَّرَ) اَلْعَصَبُ وَنَحْوُهٗ ۔ پٹھے وغیرہ کا تانت کے مانند سخت ہوجانا ۔۔

(۶)۔ (تَوَاتَرَتِ) الاشیا۔ وقفہ کے ساتھ لگاتار ہونا ۔ ذرہ ذرہ سی دیر میں ایک دوسرے کے بعد آنا لگاتار آنا ۔

(۷)۔ (اَلْوَتْرُ۔ وَالْوِتْرُ) جمع ہے ۔ اَوْتَارٌ ۔ بے جوڑ طاق اکیلا ۔۲۔ بدلا یا بدلا لینے میں ظلم کرنا ۔۳۔ وتر نماز ۔

(۸)۔ (اَلْوَتَرُ) مفرد ۔ وَتَرَةٌ۔ جمع اَوْتَارٌ و وِتَارٌ، وَتَرَةٌ کی جمع ہے ۔ بمعنی تانت ۔ کمان کی ڈوری یا کمان کی تانت ۔ چِلّٰہ یازِہ ۲ ۔ سارنگی وغیرہ کی تانت ۔۳۔ رگ پٹھہ ۔

(۹)۔ (اَلْوَتَرَةُ) جمع وَتَرٌ وَوَتَيرات۔ دو انگلیوں کے درمیان کی کھال ۔ ۲۔ کان کے اوپر کے حصہ کی نرم ہڈی ۔ نتھنے کا کنارہ یا ناک کے بانسہ اور مونچھ کے درمیان کا حصہ ۔۴۔ کمان سے تیر نکلنے کی جگہ ۔۵۔ زبان کے نیچے کا پٹھہ ۔ ۶۔ مکان کا وہ حصہ جہاں ستونوں سے طاق کے مانند بنایا جائے ۔۷۔ ہر چیز کا گھیرا ۔۸ ۔ ہر چیز کا خالص حصہ ۔

(۱۰)۔(اَلْوَتِيْرَةُ) طریقہ، راستہ، راہ، ڈھنگ ۔۲۔ دیر ۔ تاخیر ۔ وقفہ ۔ سستی کوتاہی ۔ ۳۔ نیزہ بازی سیکھنے کا دائرہ ۔۴۔ قبر ۔ ۵۔ گھوڑے کی پیشانی کا گول سفید داغ ۔۶۔ بدلا یا بدلا لینے میں ظلم ۔۷۔ قید ۔ ۸ ۔ نتھنوں کے درمیان کا پردہ ۔۹۔ کان کے اوپر کے حصہ کی نرم ہڈی ۔۱۰۔ انگلیوں کے درمیان کی کھال ۔۱۱۔ ہونٹ کا حلقہ ۔۱۲۔ مکان کا وہ حصہ جو ستون سے طاق کے مانند بنایا جائے ۔۱۳۔ سفید زمین ۔۱۴۔ گلاب کا شگوفہ ۔۱۵۔ پہلی دہائی کا نام ۔ یعنی جب دس کا عدد پورا ہوتا ہے تو اس کو وَتِيْرَة کہتے ہیں ۔۱۶۔ سفید یا سرخ گلاب کا پھول ۔ ۱۷۔ انتقام بدلا۔

(۱۱) (تَتْرَى) ایک ایک کرکے ۔ اس کی اصل وَتْرَى ہے ۔ اس کے معنی ایک کے بعد ایک کا آنا ہے جیسے ”اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى“

(۱۲)۔ (اَلْمَوْتُوْر) مفعول ہے ۔ وہ شخص جو اپنے مقتول کے خون کا بدلا نہ لے سکے ۔ ۲۔ کسی ہوئی کمان ۔۳۔ مظلوم ۔

(۱۳)۔ (اَلتَّوَاتِرُ) تھوڑے تھوڑے وقفہ پر آنا ۔

(۱۴)۔(اَلْمُتَوَاتِر) تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ سے دہرایا ہوا ۔۲۔ وہ بیان جس کی تصدیق کئی اشخاص سے یکے بعد دیگرے ہوچکی ہو ۔ ۳۔ علم عروس کے ایک قافیہ کا نام ۔

(۱۵)۔ (مُتَوَاتِرٌ) مسلسل لگاتار باربار ۔ متواتر ۔ (جلد ۵ صفحہ ۳۰۶۰ ۔ ۳۰۶۱)

(۱ ۔ ح) قرآن کو مہجور و بے اثر کرنے کے لئے بڑی کدوکاوش اور تدبر سے کام لیا گیا ہے ۔

آپ یقیناً بور ہو گئے ہوں گے ۔ مگر ہم نے چاہا کہ کم از کم ایک لفظ کے تو سارے معنی لکھ دئے جائیں چنانچہ آپ نے لفظ (اَلْوَتْرُ) کی ذیل میں معنی کے پندرہ سیٹ sets دیکھے اور ہر سیٹ میں کئی کئی معنی نظر سے گزرے ۔ یعنی آپ نے تقریباً

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ	(۱۷) اے قریش تمہارا معاملہ صرف ان کے مانند نہیں ہے بلکہ تم نہ تو یتیموں کا اکرام کرتے ہو نہ آئندہ کروگے ۔(۱۸) اور نہ ہی تم نے اب تک مساکین کے کھانے پینے کے نظام کی ہمت افزائی کی ہے اور نہ تم آئندہ اس میں حصہ لوگے (مضارع کا تقاضا اور تاریخی ثبوت) (۱۹) اور تم لوگ ایک مخصوص میراث کو کھا جاؤ گے اور مسلسل کھاتے رہو گے ۔(۲۰) اور یہی نہیں تمہیں تو مال ودولت سے حد بھر محبت ہے ۔
ہر گز نہیں یوں بلکہ تم حرمت نہیں کرتے یتیم کی اور نہیں رغبت دلاتے تم	
عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾	
اوپر کھانے فقیر کے اور کھاتے ہو تم میراث کو کھانا پے درپے	
وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾	
اور دوست رکھتے ہو تم مال کو دوست رکھنا بہت	

ایک سو معنی ملاحظہ کئے جن میں بعض بار بار آئے ہیں تا کہ یہ ثابت ہوجائے کہ بنیادی لفظ ایک ہی ہے ۔بعض ایسے معنی آئے جن کا و۔ت۔ر ۔ کے مصدر سے کوئی تعلق نہیں ہے بعض ایسے معنی آئے کہ ان میں آپس کا کوئی ربط و تعلق نہیں ہے ۔ اور ان سب کے لئے عربی زبان میں مستقل الفاظ موجود ہیں ۔

(ا۔ط) اَلْوَتْرُ کے معنی میں بہت سے معنی گھسادیئے گئے۔جن کے لئے عربی میں الگ الگ مستقل الفاظ موجود ہیں۔

مثلاً ان معنی میں ایک لفظ ٹھگنا بھی ہے جس کی عربی غَدْرٌ ہے ۔ ۲۔خَدْعٌ ۔ ۳۔مُحْتَالٌ ہے ۔ پھر ایک لفظ ستانا بھی ان معنی میں لکھا گیا ہے جس کی عربی ا۔ نَكَدٌ ہے۔ ۲۔ ضَجَرٌ ہے ۔۳۔ كَدَرٌ ہے ۔ ظلم خود عربی کا مستقل لفظ ہے نفرت بھی عربی کا مستقل لفظ ہے اور اس کے لئے لفظ مَقْتٌ اور بُغْضٌ موجود ہیں ۔ لفظ نقصان کی عربی خِسَارہ اور خُسْران ہے ۔ الغرض وہ تمام الفاظ جو لفظ اَلْوَتْرُ کی اہمیت ضائع کرنے کے لئے خواہ مخواہ گھسا دیئے گئے ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک کی عربی کسی بھی عربی دان یا عالم سے پوچھو تو وہ جواب میں ہرگز ہرگز ہرگز اَلْوَتْرُ یا وَتْر نہ بتائے گا ۔ مثلاً آپ کہتے کہ ”حضور ذرا مجھے اردو کے لفظ ستانے کی جگہ عربی کا ایک لفظ بتا دیجئے۔“ اب اگر واقعی ستانے کے معنی عربی زبان میں وَتْرٌ یا اَلْوَتْرُ ہیں تو اس عالم کے منہ سے فوراً یہی لفظ اَلْوَتْرُ یا وَتْرٌ نکلنا چاہیئے لیکن وہ ہرگز یہ الفاظ استعمال نہ کرے گا اس لئے کہ اَلْوَتْرُ کے معنی میں ستانا ہے ہی نہیں یہ تو ایک سازش تھی جس کے ماتحت لغات تیار کی گئیں ۔ اور ان سے لوگ نقل کرتے چلے آئے اور جس نے جتنے فضول اور جعلی الفاظ گھسائے وہ اتنا ہی بڑا عالم کہلایا اور وہ اتنی ہی بڑی ڈکشنری کہلائی یعنی زیادہ بکواس بزرگی کا معیار بن گئی اور نتیجہ میں قرآن کی عربی بے معنی اور بے اعتبار ہوگئی ۔ لوگ آزاد ہو گئے کہ اس بکواس کے انبار میں سے وہ معنی ترجمہ میں لکھ دیں جو ان کے مسلک کی تائید کراتے ہوں ۔ اور سینکڑوں ایک دوسرے سے مختلف ترجمے گھر گھر اور مارکیٹ میں پہنچ گئے ۔ یعنی وتر ہو گئے ۔اس لئے کہ ہماری نقل کردہ بکواس میں اَلْوَتْرُ کے ایک معنی پہنچانا بھی ہیں ۔

(ا۔ی) عربی زبان بدلنے کی سازش نے قرآن مجید کی معنوی روح قبض کرکے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قرآن کو نزول قرآن ہی کے دور میں مہجور کر دیا گیا جس پر اللہ ، رسولؐ اور قرآن گواہ ہیں (فرقان ۳۰ / ۲۵) پھر یہ سازش برابر ترقی کرتی رہی ۔ علامہ پرویز کے قلم سے سنیئے :

پرویز سازش کی تصدیق کرتے ہیں ۔ ”اور تو اور اگر آپ دیکھیں تو عربی کے لغت بھی بیشتر عجمیوں ہی کے مرتب کردہ ہیں ۔ ان اثرات کے ماتحت وہ زبان جس میں قرآن نازل ہوا تھا ، اپنے ظاہری پیکروں (یعنی لفظوں) کے اعتبار سے تو وہی رہی ۔ لیکن الفاظ کے ان پیکروں کی روح یکسر بدل گئی۔ چنانچہ جنہیں آج عربی جاننے والے کہا جاتا ہے وہ بھی بالعموم یہی ”عجمی عربی “ ہی جانتے ہیں“ ۔

عربوں نے الفاظ و اشعار خود گھڑے تھے اور قدیم شعراء کے نام سے قدیم کہہ کر پیش کئے ۔ اکثر علما نے یہ اقرار کیاہے کہ مسلمان علما شعراء اور ادیبوں نے الفاظ و اشعار خود گھڑ گھڑ کر عوام میں پھیلائے اور یہ مشہور کیا کہ قدیم زمانے کے شعرا وغیرہ نے وہ اشعار وغیرہ کہے تھے ۔ (مفہوم ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ

ہر گز نہیں یوں جس وقت توڑ دی جاوے گی زمین ریزہ ریزہ اور آوے گا

رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬

پروردگار تیرا اور فرشتے صف باندھ کر اور لائی جاوے گی اس دن دوزخ

یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

اس دن نصیحت پکڑے گا آدمی اور کہاں ہے اس کو نصیحت پکڑنا

(۲۱) مگر تمہارے لئے یہ بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ تم اس وقت کا انتظار کرو جب یہ زمین توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی ۔(۲۲) اور اے رسولؐ جب تمہارا پروردگار عنانِ حکومت سنبھالنے کے لئے آجائے گا اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ (۲۳) اور اس روز جہنم کو بھی لایا جائے گا تب جاکر اس مخصوص انسان کے ہوش ٹھکانے آئیں گے اور اب وہ سمجھے گا کہ اس کے خود ساختہ اسلامی عقائد باطل تھے ۔ مگر اب اسے اس کا ہوش میں آنا کچھ مفید نہ ہوگا۔

۲۔ محمدؐ کی شفاعت کو علیؑ اور اولادؑ علیؑ نے ایک مسلسل و متواتر نظام شفاعت و نجات بنا دیا۔

ہم نے الفاظ الشفع اور اَلْوَتْرُ کے معنی کی طویل فہرست قریشی سازش کی کمینہ کوشش کا ایک پہلو دکھانے کے لئے پیش کی ہے ورنہ ہمارے لئے قرآن کافی سے زیادہ ہے یہ دکھانے کے لئے کہ محمدؐ مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ صلی اللہ علیہما و آلھما نے نوع انسان کے لئے نجات کے دروازوں کو چوپٹ کھول کر ایک مسلسل اور متواتر شفاعت کا نظام قائم کر دیا ہے۔ اُمت کا بچہ بچہ آنحضرتؐ کو شفیع المذنبین مانتا ہے دن رات ان کو شافع محشر کے لقب سے پکارتا ہے ۔ اور جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے اسلام کو بچانے اور کلمہ لاالہ الااللہ کی دوبارہ بنیاد رکھنے کے لئے علیؑ اور اولاد علی علیہم السلام نے کربلا میں کیسی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اور کیسے کیسے روح فرسا مظالم کو اُمت کی نجات کے لئے برداشت کیا پھر سرفروشان اُمت نے برابر اسوہ علیؑ و اولادؑ علیؑ پر قربانیاں پیش کرتے چلے جانے کا پروگرام بنایا اور قریش کی طاغوتی قوتوں کی تباہی و بربادی جاری رکھی اور ایک روز ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور آج دنیا میں وہ اقوام عالم کے سامنے کانسہ گدائی لئے عقل و حکمت و مال و دولت کیلئے بھیک مانگ رہے ہیں ۔ دنیا کی ہر قوم کی نظر میں وہ حقیر و ذلیل ہو کر رہ گئے ہیں۔ انہیں احسان فراموش و غدار سمجھا جاتا ہے ۔ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ اور رسولؐ کے بچوں سے غداری کی ہو ان پر کون اعتماد کرے گا ؟ یہی قریش تھے جنھوں نے قرآن کے الفاظ کا اعتماد ختم کرکے یہ چاہا کہ محمدؐ اور علیؑ اور خاندانِ رسولؐ کی نہ صرف عزت و حرمت مٹ جائے بلکہ اس غریب پرور نظام ہی کو دنیا سے ختم کر دیا جائے چنانچہ انہیں بتایا جاتا رہا کہ تم سابقہ باغی و طاغی اقوام سے بھی بڑھ جاؤ گے مگر یہ سمجھ لو کہ تم پر بھی اللہ کا نظامِ مشاہدہ نظر رکھے گا اور تمہیں بھی ان اقوام کی طرح عذاب کے کوڑے لگائے جائیں گے (۱۴ تا ۷ / ۸۹)

۳۔ قریش کو قرآن میں برابر نمرود و فرعون اور عاد و ثمود کی مانند قرار دیا جاتا رہا یہاں یہ بھی بتادیا کہ وہ غربا کا مخالف نظام جاری کریں گے ۔

پھر اس سورہ میں خاص طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ رسولؐ کے مخاطب مسلمان اس نظام کی مخالفت کرتے رہے جو آنحضرتؐ اور علیؑ مرتضیٰ اپنے بچوں تک کو بھوکا رکھ کر قائم کررہے تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا سے غربت و افلاس ختم ہوجائے ۔ اور مساکین ویتامیٰ کو ضروریات زندگی میں مستغنی و خود مکتفی بنا دیا جائے (۱۸ تا ۱۵ / ۸۹) چنانچہ قریشی حکومتوں کی اپنی تیار کردہ تاریخ بھی اس حقیقت کو چھپا نہ سکی انہوں نے دنیا میں سرمایہ داری اور اجارہ داری کا محافظ نظام جاری کیا اور آج تک انہوں نے طبقہ واریت برقرار رکھی ہے (۱۸۔۱۷ / ۸۹)

۴۔ قریش کو زمانۂ رجعت اور قیامِ قیامت تک مہلت اور رب الارض کے تشریف لانے تک ڈھیل دینے کی اطلاع دی گئی۔

آیات (۲۳ تا ۱۹ / ۸۹) میں یہ بتایا دیاگیا کہ قریش ایک خاص میراث ہڑپ کرلیں گے اور برابر اس میراث کو کھاتے چلے جائیں گے ۔ان آیات سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ان میں قریش کو اپنے آپس کی میراث کھا جانے کا مجرم کہا گیا ہے۔ لیکن یہ مطلب اس لئے غلط ہے کہ ایسا کرنے والے کو خود عزیز و اقارب اور قوم ایسا کرنے سے روک دیا کرتے ہیں۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾

کہے گا اے کاش کہ میں پہلے بھیج لیتا واسطے زندگانی اپنی کے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ

پس اس دن نہ عذاب کرے گا عذاب اس کا سا کوئی اور نہ قید کرے گا

وَ ثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ

قید کرنا اس کا سا کوئی اے جان آرام پکڑنے والی پھر جا

(۲۴) چنانچہ وہ مایوسی کے عالم میں کہے گا کہ اے کاش میں نے اپنی ابدی حیات میں سہولتوں کے لئے پہلے ہی کچھ ذخیرہ کرلیا ہوتا۔ (۲۵) پھر اس دن اللہ جیسا عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ (۲۶) اور نہ ہی اللہ کی طرح کوئی اپنا پیمان و میثاق پابندی سے پورا کرسکے گا۔ (۲۷) اے ہماری توجہات کو جذب کرلینے والے مجسمۂ اطمینان شخصِ وحید ہماری بات سن (۲۸) تو اپنے رب کے حضور میں رجوع کر

لیکن یہاں آیت (۱۹ / ۸۹) میں عام میراث خوری کا ذکر نہیں ہے بلکہ لفظ اَلتُّرَاثَ لاکر" ایک خاص میراث" کے کھانے کی بات کی گئی اور کسی ایک شخص پر میراث خوری کا الزام نہیں بلکہ سارے قریش کو اس خاص میراث کے کھانے کا مجرم قرار دیا ہے (۱۹ / ۸۹) اور وہ میراث کچھ ایسی میراث ہے جسے برابر کھاتے چلے جائیں گے (اَكْلًا لَّمًّا) چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ قریشی حکومت نے رسوؐل کی میراث پر قبضہ کرکے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام علیہا کو محروم کیا اور بعد کی آنے والی حکومتوں میں سے سوائے چند خلفاء کے باقی تمام قریشی خلفا نے مسلسل اولاد رسوؐل کو محروم رکھا اور آج تک محروم رکھے ہوئے ہیں اور زبردستی یہ ہے کہ اس غضب و نہب کا اقرار بھی کرتے رہے ہیں۔

(۴۔ الف) ملائکہ کی صف بندی اور سربراہ کائنات کی آمد تک قریش کا میراث رسوؐل پر عملاً قابض رہنا۔

بہرحال انہیں نزول قرآن (۱۹ / ۸۹) کے دوران میراث غصب کرنے کی اطلاع دے دی گئی تھی اور یہ بتا دیا گیا تھا کہ جب قریش کی مہلت ختم ہوجائے گی تو براہ راست اللہ کی حکومت الٰہیہ تسلط اختیار کریگی۔ اور خود عنان حکومت سنبھالنے کے لئے اللہ تشریف لائے گا اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے (۲۲ / ۸۹) اس آیت میں خلیفۂ خداوندی سربراہِ اسلام کی تشریف آوری کو خود اللہ کی تشریف آوری فرمایا گیا ہے جو قرآن کا معمول رہا ہے کہ وہ محمدؐ کو اللہ کی جگہ استعمال کرتا ہے (انفال۔ ۲۴، ۲۰ / ۸) (نور ۴۹، ۴۸ / ۲۴) یہی نہیں بلکہ ملائکہ کو بھی اللہ کے مقام پر استعمال کیا گیا ہے (سجدہ ۱۱ / ۳۲) اس لئے کہ محمدؐ کے افعال و اقوال خود اللہ کے اعمال و اقوال کہلاتے ہیں۔ عملی اور مادی و مشہود دنیا میں محمدؐ ہی اللہ کی جگہ نمائندگی کرنے کے لئے تعینات و مامور ہیں۔ لہٰذا محمد بن الحسن عسکری علیہما السلام کی آمد کو اللہ نے اپنا تشریف لانا فرمایا ہے۔

(۴۔ ب) قریشی علما محمدؐ کے رب کی دنیا میں آمد کے منکر ہیں حالانکہ روئیت کے قائل ہیں۔

مگر ایسے مقامات پر قریشی علما کے لئے ایک مصیبت ہوجاتی ہے اس لئے کہ وہ اس بات کو سرے سے مانتے ہی نہیں کہ اللہ کا مقرر کردہ جانشین و خلیفہ اللہ کی جگہ لے سکتا ہے۔ اور اس کے اعمال و اقوال اللہ کے افعال و اقوال ہوتے ہیں۔ اس لئے مودودی نے اس آیت کا صحیح ترجمہ کرنے کے باوجود قرآن کے الفاظ کا مجتہدانہ انکار کردیا علامہ کا ترجمہ و تشریح دیکھئے:

علامہ کا ترجمہ: "اور تمہارا رب جلوہ فرماہو گا۔ اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے (الفجر ۲۲ / ۸۹)

علامہ کی انکاریہ تشریح: "اصل الفاظ ہیں "جَآءَ رَبُّكَ" جن کا لفظی ترجمہ ہے "تیرا رب آئے گا" لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اس لئے لامحالہ اس کو ایک "تمثیلی انداز بیان" ہی سمجھنا ہوگا۔ جس سے یہ تصور دلانا مقصود ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور اس کے سلطانی و قہاری کے آثار اسی طرح ظاہر ہوں گے جیسے دنیا میں کسی بادشاہ کے تمام لشکروں اور اعیان سلطنت کی آمد سے وہ رعب طاری نہیں ہوتا جو بادشاہ کے بنفس نفیس آجانے سے طاری ہوتا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۳)

ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ اس آیت میں ہرگز اللہ کے آنے کا ذکر نہیں ہے۔ اوّل اس لئے کہ آیت میں لفظ اللہ ہے ہی نہیں دوم اس لئے کہ اللہ کے بنفس نفیس آنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ دنیا میں اس کا نمائندہ جانشینؑ، نائبؑ اور خلیفہؑ

اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِىْ

طرف پروردگار اپنے کے کہ خوش ہے تو پسند کی گئی پس داخل ہو

فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ وَ ادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾

بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے

ایسے حال میں کہ تو خود بھی خوش اور شادمان ہے۔ اور ہماری رضامندی وپسندیدگی بھی تجھے حاصل ہے ۔ (۲۹) چنانچہ تو میرے مخصوص بندوں میں داخل ہو جا۔(۳۰) اور میری جنت میں قیام کر۔

موجود ہے ۔ اور اس کا آنا اللہ ہی کا آنا ہے۔ لیکن علامہ نے خلیفۂ خداوندی کے مقام بلند کا انکار کرنے کے لئے اللہ کے کلام کو تمثیلی کہہ کر حقیقت کا انکار کر دیا۔ یعنی اللہ نے خواہ مخواہ وَجَآءَ رَبُّكَ کہہ دیا ہے حقیقت اس قول اور ان الفاظ کے خلاف ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ خود مودودی بھی اللہ کے بیانات اور کلام اللہ کو ان لوگوں کی طرح بے معنی سمجھتے ہیں جن پر یہ پھبتی کستے ہیں کہ:

مودودی دوسروں پر پھبتیاں کستے ہیں؟ حالانکہ خود اللہ کے بیانات کو غیر حقیقی قرار دیتے ہیں۔

(۱) "جو لوگ قرآن کو کلام اللہ مانتے ہیں اور پھر مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ولادت حسب معمول باپ اور ماں کے اتصال سے ہوئی تھی۔ وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اظہارِ مافی الضمیر اور بیانِ مدعا کی اتنی قدرت بھی نہیں رکھتا جتنی خود یہ حضرات رکھتے ہیں (معاذاللہ) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۲) ایک مقام اور دیکھ کر علامہ کی عادت و دیانت کا فیصلہ کریں لکھتے ہیں کہ:

(۲) "اس کے بعد جو لوگ قرآن کی آیت سے مسیح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے۔(اعاذنا اللہ من ذلك)" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۸) علامہ کے یہ دونوں اعتراضات تقاضا کرتے ہیں کہ کلام اللہ سے کوئی ایسے معنی یا مفہوم اخذ کرنا باطل اور خلاف منشائے خداوندی ہے جو قرآن کے الفاظ سے ہٹ کر اختیار کیا جائے اس لئے کہ اللہ کو اپنا مافی الضمیر اور مقصد و مدعا بہترین الفاظ میں بیان کرنا یقیناً آتا ہے ۔ لہٰذا علامہ کا اللہ کے الفاظ کو تمثیلی یا مجازی قرار دینا ایک کافرانہ جرأت ہے اور یقیناً اللہ کو اپنی پوزیشن کا تحفظ کرنا آتا ہے اور اسے ہرگز مودودی کی مدد کی احتیاج نہیں ہے بہرحال اللہ کو مودودی کی مدد کی ضرورت ہو یا نہ ہو وہ ہر حال میں اللہ کی مدد کرتے رہیں گے ۔

(۴۔ ج) مودودی رب کے آنے کے منکر ہوتے ہوئے بھی رب کے دیدار کے قائل ہیں۔ اور منکروں کو ڈانٹتے ہیں

اور جہاں جہاں اللہ نے قرآن میں ڈھیلی زبان (LOOSE LANGUAGE) میں یا ڈھیلے الفاظ میں وحی کی ہے وہاں مودودی مناسب ترجمہ کرکے ترمیم کرتے رہیں گے تاکہ اللہ کی پوزیشن بحال رہے ۔ چنانچہ ایک مقام پر اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ القیامۃ

مودودی ترجمہ : "اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے ، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے " (قیامۃ ۲۳۔۲۲ / ۷۵ تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

قارئین علامہ کی تشریح سے پہلے صرف یہ نوٹ کرلیں کہ یہاں بھی اللہ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ رب الارض کو دیکھنے کی بات ہو رہی ہے مگر مودودی نے یہاں (۲۳ / ۷۵) بھی سابقہ آیات (۲۲ / ۸۹) کی طرح لفظ "رب" کو خود اپنے علامائی اختیارات سے "اللہ" بنا لیا ہے ۔ اب آپ تشریح پڑھیں لکھتے ہیں کہ:

اللہ کے آنے کو مودودی تمثیلی کہتے تھے۔ مگر اللہ کے دیکھنے کو مجازی نہیں مانتے ۔

"۱۷۔ مفسرین میں سے بعض نے اسے (اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ احسن) مجازی معنی میں لیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی کی طرف دیکھنے کے الفاظ محاورے کے طور پر۔ ۱۔ "اس سے توقعات وابستہ کرنے" ۲۔ "اس کے فیصلے کا انتظار کرنے" ۳۔ "اس کے کرم کا امیدوار ہونے" کے معنی میں بولے جاتے ہیں، حتّٰی کہ ایک اندھا بھی یہ کہتا ہے کہ "میری نگاہیں تو فلاں شخص کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ وہ میرے لئے کیا کرتا ہے۔" لیکن بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے مکرم بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو گا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۷۳)

علامہ اپنی احمقانہ یا احمق بنانے والی بحث کے بعد آخرت کی باتوں کو عقل سے ماوڑی قرار دیتے ہیں۔

اس بیان میں ثابت ہوا کہ جن مفسرین کو مودودی ناپسند کرتے ہیں انہوں نے آیت زیر بحث "اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کو مجازی مان کر چار ایسی صورتیں پیش کی ہیں جن میں لفظ "دیکھنا" استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گو یہ چاروں صورتیں صحیح ہیں اور عموماً اردو بولنے والے دیکھنے کی ان صورتوں کو استعمال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن علامہ کو اب ضد ہے کہ وہ جس طرح بھی ہوسکے اللہ کو دیکھے جاسکنے والی چیز بنا دیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: "آخر کسی صاحب عقل و فہم انسان کو یہ سمجھنے میں کیوں مشکل پیش آتی ہے کہ آخرت میں اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار اس مخصوص شکل میں نہیں ہوگا جس میں انسان دنیا میں کسی چیز کو دیکھتا ہے، بلکہ وہاں دیکھنے کی حقیقت کچھ اور ہوگی جس کا ہم یہاں ادراک نہیں کر سکتے؟ واقعہ یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا ہمارے لئے اس سے زیادہ مشکل ہے جتنا ایک دو برس کے بچے کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ازدواجی زندگی کیا ہوتی ہے، حالانکہ جوان ہوکر اسے خود اس سے سابقہ پیش آنا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۷۴)

(۴۔ د) علامہ نے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ کو اپنا مقصد و مدعا اور مافی الضمیر بیان کرنے سے قاصر سمجھتے ہیں۔

اگر اللہ نے وہ کچھ کہہ دیا ہوتا جو مودودی نے کہا ہے تو یہ بحثیں اور بکواس سر نہ اٹھاتیں یعنی (معاذاللہ) غلطی اللہ میاں کی ہے کہ اسے صاف اور سلجھی ہوئی بات کہنا نہیں آتی۔ اور علامہ کو جگہ جگہ اللہ کی پیدا کردہ گنجلک رفع کرنا پڑتی ہے۔ کہیں یہ بتانا پڑتا ہے کہ اللہ ایسی چیز نہیں ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے اور لوگوں کے سامنے آ سکے کہیں یہ بتانا پڑتا ہے کہ اللہ بہرحال نظروں سے دیکھے جانے کی تو چیز نہیں ہے مگر کسی نا معلوم طریقے سے دکھائی دے گا۔ رہ گیا اللہ کا لفظ "نَاظِرَةٌ" کہہ دینا تو آخرت کے معاملات پر عقل سے کام لے کر انہیں سمجھنے کی کوشش کرنا بنیادی غلطی ہے۔ یہ ہے وہ سرمایۂ علم و حکمت جو قرآنی حقائق کو چھپانے کے لئے دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ استعمال کرتے رہے۔ اور جو اہل عقل و فکر کے نزدیک محض بکواس کا انبار ہے یہاں بات اس ربّ کی ہو رہی ہے جو سامنے آکر عرش الٰہی پر بیٹھے (الحاقہ ۱۷ / ۶۹) اور ملائکہ اس کے تخت کو اٹھا کر آناً فاناً جہاں حکم ملے لے جائیں (۱۷ / ۶۹) جس کے نور سے روئے زمین اور اس کی فضائیں جگمگانے لگیں اور جس کے حضور میں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام شہداً حاضر ہوسکیں (زمر ۶۹ / ۳۹) اور تمام متعلقہ فرشتے صف باندھ کر حکم کا انتظار کریں (۲۲ / ۸۹) اللہ ان تمام صورتوں اور حالات سے منزہ و مبرا ہے۔ رہ گیا لفظ "رب" کا استعمال؟ تو ہر باپ اپنی اولاد کا رب کہلایا ہے۔ اور ہر رعایا پرور بادشاہ رب کہلاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ صرف رب نہیں ہے بلکہ رب العالمین ہے۔ یعنی اس کائنات کی ہر مخلوق کا رب ہے خواہ وہ مخلوق مربوب ہو یا رب ہو۔ یعنی اللہ رب الارباب ہے۔ وہ جن کا رب ہے ان کا خالق و مالک بھی ہے۔ وہ ہر وقت ہر جگہ ہے اسے آنے جانے کی احتیاج کہاں؟ اسے حواس خمسہ یا عقل کے احاطہ میں لانا ناممکن ہے۔ (باقی تفصیلات سورۂ الواقعہ کی تشریحات میں گزر چکیں۔)

۵۔ قریش کی قومی حکومت کا پہلا سربراہ یہاں بھی نادم و نالاں و سرگرداں دکھایا گیا ہے؟

سورۂ ختم ہوتے ہوتے قریش کے اس اوّلین خلیفہ کو سامنے لاتی ہے (۲۵ تا ۲۳ / ۸۹) جسے سورۂ فرقان میں بیعت لینے والے ہاتھوں کو چباتے ہوئے اور یٰلَیْتَنِیْ اور یٰوَیْلَتٰی کہتے ہوئے دیکھا اور سنا گیا ہے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) جسے اس کے یارِ غار نے آنحضرتؐ کی حکومت پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہاں بھی اسے یٰلَیْتَنِیْ کہہ کر اپنے عقائد پر شرمسار دکھایا گیا ہے۔ اسے جہنم کے کنارے کھڑا کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ اسے ایسا عذاب دلوایا جائے گا۔ جس کی کوئی مثال و نظیر نہ ہوگی (۲۵ تا ۲۳ / ۸۹) اور اس کی شرمندگی اور توبہ بے کار ہوجائے گی۔

۶۔ وہ ذات پاک جو اپنے صبر و ضبط اور تحفظِ اسلام پر مطمئن اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہو کر اپنا دعویٰ پیش کرے گا۔

سورۃ الفجر صبح عاشور اور عشرہ محرم کی قسموں کے ساتھ شروع ہوئی تھی اور شہیدانِ کربلا علیہم السلام کے سربراہؑ کی مدح و ثنا اور دعوت جنت اور اعلانِ بشارت کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ قارئین یہ نوٹ کریں کہ جب یوم الدین یعنی حکومت الٰہیہ کا اعلان ہو چکے گا، جب ربّ

الارض کی آمد کے لئے زمین ہموار ہوچکے گی، جب تختِ حکومت بچھا دیا جائے گا، جب ملائکہ انبیاً اور شہدا حاضر ہو چکیں گے اور جب ربِّ الارض عرش خداوندی پر جلوہ افروز ہو چکے گا اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھے گی تو سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام بنائے لا الہ الا اللہ کو بلایا جائے گا۔ ان کے روبرو جنت پیش کی جائے گی اور ان کی داد رسی کا حکم ملے گا۔ اس کے بعد رجعت کا پہلا مقدمہ قائم کرنے کے لئے عہدر سوؐل کے قریش کو زندہ کرکے حاضر کیا جائے گا۔ انہیں ان کے ایمان لانے سے لے کر حکومت الہٰیہ کو قومی حکومت میں بدلنے تک پھر رسوؐل کی وراثت غصب کرنے اور خانوادۂ رسوؐل پر مظالم کرنے تک تمام اعمال و اقدامات دکھائے جائیں گے۔ ان کی سازشیں ان کے منصوبے اور خفیہ مشورے اور فیصلے سامنے لائے جائیں گے۔ اب از سرِنو محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت کا جانشین حضرت علی علیہ السلام کو بنایا جائے گا۔ اور یہ حکومت رجعت کے دائرہ اور احاطہ (حدید ۱۳ / ۵۷) کے اندر اور باہر پوری کائنات پر ہوگی اور حضرت حجتؑ امام عصر والزمان، قائمؑ قیامت کی سرپرستی میں جاری رہے گی اور اپنی فطری مدت کے بعد مسلسل گیارہؑ سربراہانؑ اسلام حکومت کریں گے اور رجعت کی دادرسی حضرت حجتؑ جاری رکھیں گے قریش کو سزائیں دینے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ والوں اور ان کے بعد والوں کو ان کے حصے کی واجب الادا جزا و سزا دیئے جانے کا دور شروع ہوگا یہاں تک دوبارہ قریش کا زمانہ آجائے اور اب بعد والے قریش کو بھگتایا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْبَلَد

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بلد مکے میں نازل ہوئی اور اس میں بیس (۲۰) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کے

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا

اور قسم ہے جنانے والے کی اور جس کو جنا البتہ تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝۴ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ

آدمی کو بیچ محنت کے کیا گمان کرتا ہے یہ کہ ہرگز نہ قادر ہوگا اوپر اس کے

اَحَدٌ ۝۵ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَيَحْسَبُ اَنْ

کوئی کہتا ہے خرچ کیا میں نے مال تہہ بر تہہ کیا گمان کرتا ہے یہ کہ

لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸

نہیں دیکھا اس کو کسی نے کیا نہیں کیں ہم نے واسطے اس کے دو آنکھیں

وقف لازم

(۱) میں اس بستی کی پریقین قسم کھا کر کہتا ہوں۔ (۲) اے نبیؐ تم ضرور اس بستی کو قانون کا پابند بنا لوگے۔ (۳) اور اس والد کی اور اس کی اولاد کی بھی قسم ہے کہ: (۴) یقیناً ہم نے اس مخصوص انسان کو کشمکش میں پڑنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ (۵) کیا اس کے حساب سے کوئی ایک شخص بھی اب اس پر قدرت و قابو نہ پا سکے گا؟ (اس لئے کہ وہ جتھا بندی کرچکا اور) (۶) کہتا ہے کہ میں نے ہجوم فراہم کرنے والا مال جھونک دیا ہے۔ (۷) کیا اس کے حساب سے اس کا یہ سازشی مال خرچ کرنا کسی نے دیکھا ہی نہیں ہے؟ (۸) کیا ہم نے اسے بھی دوسروں کی طرح دونوں دیدۂ بینا نہیں دیئے ہیں؟

وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ ۝۹ وَ هَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ۝۱۰

اور زبان اور دو ہونٹ اور راہ دکھائی ہم نے اس کو دونوں راہیں

فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ۝۱۱ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ

پس نہیں بیٹھا بیچ گھاٹی کے اور کیا جانے تو کیا ہے گھاٹی چھڑا دینا

رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِيۡ يَوۡمٍ ذِيۡ مَسۡغَبَةٍ ۝۱۴

گردن کا یا کھانا کھلانا بیچ دن بھوک والے کے

(۹) اور کیا اسے ہمیں نے یہ زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے ہیں (۱۰) اور ہم ہی نے اسے دوسروں کو عاجز کر دینا سکھایاہے۔ (۱۱) چنانچہ اس شخص نے بے چوں و چرا تمام عاقبت ساز پالیسیوں میں حصہ نہیں لیا۔ (۱۲) اور اے رسولؐ تمہیں کون سے مادی دلائل (درایت) بتاتے ہیں کہ عاقبت ساز پالیسیاں کیا ہوتی ہیں؟ (۱۳) عاقبت ساز پالیسیوں میں لوگوں کی گردنوں سے غلامی کی زنجیر نکالنا (۱۴) یا فاقوں کے دنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے لوگوں کی خوراک و پوشاک کا انتظام رکھنا تاکہ

تشریحات سورۂ بلد:

ا۔ علیؑ اور اولاد علیؑ کی کھلی قسم کھاکر پہلے ہی اللہ نے بتادیا تھاکہ قریش کو مجبور کرکے رکھ دیا جائے گا۔

سورۂ بلد میں اللہ نے قسم کھا کر آنحضرتؐ کو خبر دی ہے کہ یہ اہل مکہ آخر کار قانون کی پابندی پر مجبور ہوکر رہ جائیں گے (۲۔۱ / ۹۰) اور قریش کو مجبور کرنے والے ایک والد کی قسم کھائی گئی اور اس والد کی اولاد کو بھی قسم کا اعزاز بخشا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ والد اور اس کی اولاد برابر قوانین و قواعد کی پابندی کرانے میں ممدومعاون ثابت ہوں گے۔ قارئین عہد رسولؐ سے لے کر آج تک تاریخ میں ایک ایسا باپ تلاش کریں جس کی اولاد نے اور خود اس نے اپنی اپنی زندگیاں اسلامی قانون نافذ کرنے اور کرانے میں صرف کی ہوں اور سردھڑ کی بازی لگائے رکھی ہو۔ تن من دھن ہی نہیں بلکہ اپنا اور اپنی اولاد کا خون لاقانونیت اور ظلم و جبر کو ختم کرنے اور اسلامی قوانین نافذ کرانے میں تین سو سال تک مسلسل بہایا ہو۔ آپ کو ایسے ماں باپ علیؑ اور فاطمہؑ کے علاوہ نہیں مل سکتے اور ایسی اولاد حضراتِ حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولادؑ کے سوا کسی کی اولاد نہ ملے گی عہدرسولؐ میں جس شخص نے عربوں کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی وہ علیؑ تھے۔ وہ علیؑ تھے جن کے سامنے سے دشمنانِ اسلام کی افواج اور سورما بھیڑوں بکریوں کی طرح فرار کرتے تھے۔ جن کی حق گو زبان کے اور دشمن کُش تلوار کے زخم آج بھی دشمنان اسلام کے دلوں میں ہرے ہیں۔ وہ علیؑ ہی تھے جنہوں نے سورۂ توبہ سنائی تھی اور دشمنانِ اسلام خوف سے لرزاں تھے۔ وہ علیؑ ہی تھے جو بادشاہانِ وقت کو ان کے سامنے غاصب وغادر و خائن کہنے کی ہمت رکھتے تھے پھر اولادؑ علیؑ نے جس بے جگری سے فراعنۂ قریش کا غرور توڑا سروں کو جھکایا اس کی مثال تاریخ میں ڈھونڈے نہ ملے گی۔ لہٰذا عہدرسولؐ کے لوگوں میں اگر کوئی باپ ایسا ملتا ہے کہ اس نے اور اس کی اولاد در اولاد نے اسلام کے تحفظ اور نفوذ میں مسلسل قربانیاں دی ہوں تو اس کی نشاندہی کی جائے۔ ہمیں تو تاریخ میں قریش کے سب سے بڑے لیڈر کی اولاد یزید کے طرفداروں میں ملتی ہے اور عہد رسولؐ کے بڑے لیڈر بیت النبوۃ کو آگ لگاتے اور اولاد رسولؐ کو لوٹتے اور ستاتے ملتے ہیں۔

(۲) قریش کے مشہور و معلوم لیڈر کی خصوصیات اور قومی حکومت پر مجتمع کرنے کے لئے مال جھونکنے کا انتظام۔

سورۂ بلد میں بھی کلیدی الفاظ کے تراجم منشائے خداوندی کو بدل ڈالنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں لہٰذا جو کچھ قرآن کہتا ہے وہ ترجموں میں باقی نہیں رہتا، باقی نہیں رہتا تو قاری سمجھنے بھی نہیں پاتا اور یوں زیرِ عنوان لیڈر نظروں سے بچ کر نکل جاتا ہے اورمترجمین کی سازش بار آور ہوجاتی ہے اور قارئین محروم رہتے ہیں۔

(۲۔ الف) علیؑ، اولادِ علیؑ اور قریشی لیڈر ساتھ ساتھ مذکور ہوئے اس لئے الفاظ کے معنی بدلنا لازم ٹھہرا۔

چنانچہ مودودی نے دوسری آیت (۲ / ۹۰) کے مفہوم کا رخ بدلنے کے لئے ایک فری اسٹائل بیان دیا ہے جسے سامنے رکھے بغیر سورۂ کا منشاء ہرگز سمجھا نہیں جا سکتا چنانچہ ان کا ترجمہ اور ترجمے کا جواز دیکھ کر آگے بڑھیں اللہ نے فرمایا تھاکہ:

وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۝۲ (البلد: ۲ / ۹۰) مودودی ترجمہ: "اور حال یہ ہے کہ (اے نبیؐ) اس شہر میں تم کو حلال کرلیا گیا ہے"

(۱۵) قرابت رکھنے والے یتامیٰ کبھی فاقوں سے دوچار نہ ہونے پائیں ۔ (۱۶) اور خاک نشین گور کنارے پہنچنے والے مساکین و بے سہارا لوگوں کی فراغت مد نظر رکھی جائے ۔ (۱۷) پھر عاقبت سازی یہ تھی کہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو دل سے ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر و استقامت کی وصیت کا پروگرام جاری رکھا اور ایک دوسرے کو

یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿۱۶﴾

یتیم قرابت والے کے یا فقیر خاک افتادہ کو

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ

پھر ہوا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو

علامہ کی فریب کارانہ تشریح: "۳۔ اصل الفاظ ہیں " وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ " اس کے تین معنی مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ "آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور آپ کے مقیم ہونے سے اس کی عظمت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔"

دوسرا یہ کہ: "اگر چہ یہ شہر حرم ہے مگر ایک وقت آئے گا جب کچھ دیر کے لئے یہاں جنگ کرنا اور دشمنانِ دین کو قتل کرنا آپؐ کے لئے حلال ہو جائے گا ۔"

تیسرا یہ کہ: "اس شہر میں جنگل کے جانوروں تک کو مارنا اور درختوں تک کو کاٹنا اہل عرب کے نزدیک حرام ہے اور ہر ایک کو یہاں امن میسر ہے، لیکن حال یہ ہو گیا ہے کہ اے نبیؐ تمہیں یہاں کوئی امن نصیب نہیں ۔ تمہیں ستانا اور تمہارے قتل کی تدبیریں کرنا حلال کر لیا گیا ہے" اگرچہ الفاظ میں تینوں معنوں کی گنجائش ہے، لیکن جب ہم آگے کے مضمون پر غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ پہلے دو معنی اس سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور تیسرا مفہوم ہی اس سے میل کھاتا ہے۔ "

(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۸۔۳۳۹)

(۲۔ب) مترجمین مفسرین اور مودودی نے کوئی قانون یا قاعدہ پیش نہیں کیا جو دلیل بنتا۔ دلیل صرف ان کا حکم ہے

جس طرح علامہ نے اپنے ذاتی خیال سے پہلے دونوں مفاہیم کو رد (REJECT) کر دیا اسی طرح ہم علامہ کے بلا دلیل فیصلے کو باطل کہہ کر گزر سکتے ہیں ۔ مگر ہم اس لئے ایسا نہ کریں گے کہ قارئین کو حقیقت معلوم نہ ہو گی جس کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ ہم علامہ کے ترجمہ پر نظر ڈالیں گے اور قارئین کو صحیح معنی کا یقین دلائیں گے چنانچہ ان کے ترجمہ میں سے الفاظ "حال یہ ہے کہ " خارج کر دیں اس لئے کہ آیت میں نہ ان کی ضرورت ہے اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہو سکیں ۔ پھر دیکھیں کہ لفظ "اِس " ٹھیک ہے اس لئے کہ آیت میں لفظ ھٰذَا موجود ہے ۔ پھر لفظ "شہر" کے لئے لفظ بَلَدٌ موجود ہے ۔ رہ گیا یہ جملہ کہ "تم کو حلال کر لیا گیا ہے" اب آیت میں صرف ایک لفظ "حِلٌّ" باقی رہ گیا ہے اور حِلٌّ کے معنی ہرگز ہرگز "حلال کر لیا گیا ہے" نہیں ہوتے ہیں ۔ اور پوری سورہ کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی ذہن میں یہ تصور پیدا نہیں ہوتا کہ قریش آنحضرتؐ کو ستانے اور قتل تک کر ڈالنے کو جائز سمجھتے ہیں حتّٰی کہ مودودی کا سارا ترجمہ پڑھنے سے بھی کہیں یہ تصور سامنے نہیں آتا۔ سورۂ میں کہیں قریش کی سختیوں شرارتوں اور ظلم و ستم کا تذکرہ نہیں ہوا ہے ۔ جو یہ معنی رگڑ لیے جاتے یعنی بقول علامہ "یہ تیسرے نمبر کا مفہوم بھی سورۂ بلد سے کوئی تعلق و نسبت نہیں رکھتا۔"

لفظ حِلٌّ کے معنی

حَلَّ ۔ یَحِلّ ۔ حِلاً (حِلٌّ)	(۱) جائز ہو جانا ۔ قانون کے مطابق قرار پانا ۔	To become lawful
	(۲) حق دار ہو جانا ۔ (الفرائد الدریہ صفحہ ۱۳۷)	To become due
اَحَلَّ	(۳) احسان و سلوک کے بدلے میں احسان و سلوک کر کے آزاد ہو جانا	To become free from obligation
	(۴) مثلاً خدا کی طرف سے کسی چیز کو قانون کے مطابق بنا دینا ۔	To make a thing lawful (GOD)

آپس میں رحم و مرحمت کی وصیت کرتے ہیں۔ (۱۸) ان پروگراموں پر کاربند لوگ ہی وہ ہیں جو بابرکت دہنی جانب والے صحابہ ہیں۔ (۱۹) اور جن لوگوں نے حقائق پر پردہ ڈالا اور ہماری آیات کے مفاہیم کو چھپایا وہ شامت کے	تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا نصیحت کرتے ہیں ساتھ صبر کے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِينَ كَفَرُوا ساتھ رحم کرنے کے یہ لوگ ہیں صاحب یمین کے اور جو لوگ کافر ہوئے ساتھ نشانیوں

(۵) کسی پر احسانات کرتے چلے جانا۔ — To impose an obligation upon anyone

اَلْحِلُّ وَ الرَّبْطُ — (۶) اقتدار اعلیٰ۔انتہائی اختیارات رکھنے والا (الفرائد الدریہ صفحہ ۱۳۷) — Supreme authority

(۲۔ ج) قریشی پالیسی نے الفاظ کے معنی میں کس طرح تبدیلیاں کیں ؟ اس کی مثال :

لغات القرآن کے مصنف سے سنیئے : " حَلَّ کے معنی گرہ کھولنے کے ہیں ۔ حِلٌّ اسی (حَلَّ) سے ماخوذ (لیا ہوا۔احسن) ہے کیونکہ کسی شے کے حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ "اس کے استعمال میں کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہیں ہے۔ (مسلسل سلسلہ کا لفظ) تَحَلُّ۔ وہ اترے گی" (یہ لفظ بھی۔احسن) حُلُوْلٌ اور حَلَّ سے بمعنی "فروکش ہونے " اور "اترنے کے" اصل میں اترتے وقت جس رسی میں اسباب بندھا ہوتا ہے اس کی گرہ کھولنے کو "حَلَّ" کہتے ہیں پھر محض اترنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا "(جلد ۲ صفحہ ۹۳ مولانا عبدالرشید)
یہ ہے رسی کا سانپ بنانا ۔ کسی چیز کو دوسری چیز میں گھولنے کو بھی حَلّ کرنا کہتے ہیں۔ کسی معمے یا سوال کے جواب نکالنے کو بھی حَلّ کرنا ہی کہتے ہیں اور مشکلات کو ختم کرنے کے لئے بھی لفظ حَلّ بولا جاتا ہے ۔
مشکل کو میری حَلّ کرو یا مرتضیٰ علیؑ + آپ کو حلّالِ مشکلات مانا جاتا ہے ۔ بہرحال وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ (البلد ۲ / ۹۰) کے معنی ہیں کہ "تم ضرور اس بستی کو قانون کا پابند بنالو گے۔ "اور علامہ کی اس اردو کے لئے کہ "اس شہر میں تم کو حلال کرلیا گیا ہے "
یہ عربی درکار ہے " أَنْتَ مُحَلَّلٌ فِيْ هٰذَا الْبَلَدِ" یا یہ کہنا تھا کہ " أَنْتَ مَحْلُوْلٌ فِيْ هٰذَا الْبَلَدِ" "اس شہر میں تم کو حلال کرلیا گیا ہے۔" یعنی لفظ حِلٌّ کو مفعول کی صورت میں بدلنے کے بعد بھی علامہ کا مقصد مشکل سے پورا ہوتا ہے ۔

(۲ ۔ د) مودودی کا دوسرا لفظی چکر ایک انسان کو نوعِ انسان بنا دینا ؟

پھر دوسرا قدم یہ اٹھایا ہے کہ اللہ ایک خاص آدمی (اَلْاِنْسَان) کی بات کررہا ہے اور اس کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ وہ ۔ا۔ "کشمکش " میں مبتلا ہے (۴ / ۹۰) اور۔ ۲۔ کشمکش کرکے اس نے اپنے حساب سے وہ پوزیشن حاصل کرلی ہے کہ اب اس کے ماحول میں کوئی اس پر قابو و قدرت نہیں پا سکتا ہے (۵ / ۹۰) تیسری خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس نے اپنے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم جمع رکھنے والا مال بے دریغ جھونک دیا ہے (مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ البلد (۶ / ۹۰) اور چوتھی خصوصیت یہ کہ اس نے لوگوں کی تائید حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ نہایت خفیہ اور زیرزمین رہا ہے اور جہاں تک اس کا حساب جاتا ہے اس کے منصوبے پر کوئی مطلع نہیں ہے (۷ / ۹۰) پانچویں یہ کہ اللہ نے اسے اپنے ماحول کو عاجز کرنے اور تسلط حاصل کرنے کے لئے دوربین نگاہ اور دلوں میں اتر جانے والی زبان عطا کی ہے اور مخصوص تعلیم دی ہے (۱۰تا ۸ / ۹۰) ۔۶۔ اور یہ کہ اسی سوجھ بوجھ و بصیرت کی بنا پر وہ اندھا دھند بے چوں و چرا عاقبت ساز پالیسیوں میں حصہ نہیں لیتا(۱۱ / ۹۰) بلکہ ان کے برعکس۔۷ ۔ وہ غلاموں کی کثرت چاہتا ہے (تاریخ دیکھو) (۱۳ / ۹۰) ۸۔ وہ طبقہ واریت اور سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنے کی فکر میں رہتا ہے (غلام کے ہاتھوں قتل ہوتا ہے) ۹۔ غربا ، فقرا اور یتامیٰ و مساکین کے لئے قائم کردہ نظام کا اور ناظموں کا مخالف رہتا

بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱۵

ہماری کے یہ ہیں لوگ شامت کے اوپر ان کے آگ ہے بند کی ہوئی

مارے بائیں بازو والے صحابہ ہیں۔(۲۰) ان کو اس طرح رکھا جائے گا کہ چاروں طرف آگ سے گھرے ہوں گے۔

ہے (۱۶ تا ۱۴ / ۹۰) ۱۰۔ اور ان کے اثاثے ضبط کر کے انہیں محتاج بنا دیتا ہے۔۱۱۔ اور ان کی نسل کو فنا کرنے کی پالیسی جاری کرتا ہے۔(بقرہ ۲۰۵ / ۲) چنانچہ اللہ نے جس والد کی اور جس والد کی اولاد کی قسم کھائی اس کو اور اس کی اولاد کو تہہ تیغ کیا جانا دنیا فراموش نہ کر سکے گی۔

قارئین سوچیں اور وہ چونکہ خود بھی انسان ہیں اس لئے اپنے اندر تلاش کر کے بتائیں کہ کیا ان میں مذکورہ بالا تمام صفات یا خصوصیات موجود ہیں ؟ کیا واقعی ہر آدمی میں تخلیقی طور پر یہ سب چیزیں موجود معلوم ہوتی ہیں ؟ پھر فیصلہ کریں کہ کیا واقعی آیت(۴ / ۹۰) میں ساری نوع انسان کی بات ممکن ہے ؟ یا ایک خاص شخص مطلوب ہے ؟

(۲ ـ ہ) اَلْاِنْسَان سے نوع انسان مراد لینے میں متعلقہ صفات کا سب میں مشترک ہونا لازم ہے۔

مودودی نے مذکورہ بالا قریشی لیڈر کو اس طرح بچایا کہ انہوں نے قارئین کو یہ تصور دیا کہ "ہر انسان کو اللہ نے مشقت میں پیدا کیا ہے" اور لمبی چوڑی بے جوڑ باتیں لکھ کر آخر میں فرمایا ہے کہ :"غرض کوئی شخص بھی بے غل و غش چین کی نعمت سے بہرہ مند نہیں ہے کیونکہ انسان پیدا ہی مشقت میں کیا گیا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۹)

ہر انسان مشقت میں پیدا نہیں کیا گیا ہے ؟ علامہ کے اس خود کاشتہ بہانے یا تصور کی تردید قارئین کے مشاہدے میں روز آتی ہے اس دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جو زرنگار بستر پر پیدا ہوتے ہیں۔ چاندی سونے کے چمچوں سے گھٹی اور دودھ پیتے ہیں۔ اور مسرت کے جھولے جھولتے ہوش سنبھالتے ہیں خادموں اور نرسوں کے ہجوم میں پلتے اور تربیت پاتے ہیں۔ اور ساری زندگی محنت و مشقت سے کوسوں دور عیش ور احت سے زندگی گزارتے ہیں انہیں دھوپ سردی اور گرمی اذیت نہیں پہنچا سکتی۔ نعمتوں اور سہولتوں سے ہمیشہ ہم کنار رہتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں تو امریکہ چلے جاتے ہیں۔

علامہ مانتے ہیں کہ تمام انسان مشقت میں زندگی بسر نہیں کرتے۔

اللہ نے قرآن میں سینکڑوں آیات میں علامہ کے تصور کی تردید کی ہے چند مقامات علامہ کے قلم سے دیکھیں :
"عیاش "یہاں "مُتْرَفِيْن" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مترفین اصل میں ان لوگوں کو کہتے ہیں جو دنیوی مال و دولت کو پا کر مزے کر رہے ہوں اور خدا و خلق کے حقوق سے غافل ہوں اس لفظ کا صحیح مفہوم لفظ عیاش سے ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے صرف شہوت رانی کے معنی میں نہ لیا جائے بلکہ عیش کوشی کے وسیع تر معنی میں لیا جائے۔"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)
سوچئے کہ کیا واقعی ہر انسان محنت کشی اور مشقت کشی میں پیدا ہوا ہے ؟

(۲) محنت و مشقت سے دور لذات نفس میں منہمک : ایک دوسرا مقام علامہ کو دروغ گو کہتا ہے۔

"یعنی خوشحالی نے ان پر الٹا اثر کیا تھا اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہونے کے بجائے وہ الٹے کافرِ نعمت ہو گئے تھے اپنی لذّاتِ نفس میں منہمک ہو کر خدا کو بھول گئے تھے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۸۳) اور سنیئے :

(۳) لطف اندوزی میں منہمک رہنے والے آدمی : "کھاتے پیتے اور خوشحال طبقے اپنی دنیا بناتے اور اس سے لطف اندوز ہونے میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ حق اور باطل کی، بزعم خویش، دور از کار بحث میں سر کھپانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ان کی تن آسانی اور ذہنی کاہلی انہیں دین کے معاملے میں انتہائی بے فکر اور اس کے ساتھ قدامت پسند بنا دیتی ہے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۳۳)
یہ تھیں قرآن کی آیات میں بیان شدہ حقائق کی تشریحات جن سے مودودی کا وہ تصور بقلم خود باطل ہو گیا کہ ہر انسان محنت و مشقت میں رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور زندگی محنت و مشقت میں گزارتا ہے۔

سورۂ بلد میں اسی مخصوص لیڈر کا ذکر و بیان ہوا ہے جسے مخصوص طریقوں سے متعارف کرایا جاتا رہا ہے۔

جس قریشی لیڈر کی بات ہو رہی ہے اس کی پیدائش اور خصوصیات کو اللہ نے بار بار بیان کیا ہے۔ اور ہم نے بھی بلاناغہ اس کو قارئین کے سامنے رکھا ہے۔ لہٰذا قرآن کا ایک مقام پھر دیکھیں جہاں اللہ یہ بھی بتاتا ہے کہ سارے انسان مشقت میں پیدا نہیں کئے گئے مثلاً یہی لیڈر ہے جسے یگانہ صورت حال کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور مال و دولت و ریاست اور بیٹے عطا کئے تھے سنیئے۔

ذَرۡنِى وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلۡتُ لَهُۥ مَالًا مَّمۡدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدتُّ لَهُۥ تَمۡهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطۡمَعُ أَنۡ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّآ إِنَّهُۥ كَانَ لِأٓيَٰتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرۡهِقُهُۥ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ (مدثر ۱۸ تا ۱۱ / ۷۴)

علامہ کا محتاط و چالاک ترجمہ: ”چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا (وحید اور یگانہ) پیدا کیا، بہت سا مال اس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے، اور اس کے لئے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہر گز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۶۔۱۴۷)

گو علامہ نے اس ترجمہ میں بھی اس لیڈر کی اہمیت اور خصوصت کو ہلکا کر دیا۔ مگر وہ یہ نہ کر سکے کہ انسانوں میں مختلف حیثیات و خصوصیات کو چھپا دیں اور سب کو محنت کش بنا دیں۔ بہر حال یہ ہے سورۂ بلد والا لیڈر اور یہ ہے وہ مال جسے اس نے قومی سازش کے لئے بے دریغ جھونکا تھا۔ وہاں وہ ان پالیسیوں سے بچ کر رہتا تھا جو غربت دور کرنے کے لئے اللہ و رسولؐ جاری کر رہے تھے۔ یہاں یہ بتایا گیا کہ سورۂ بلد والی سازش دراصل حکومت پر قبضہ کرنے کی تمہید تھی۔ جس کا اللہ نے اسے موقع دیا تھا۔

پھر چند الفاظ کے معنی پر نظر باز گشت ڈالیں اور دیکھیں کہ معنوی تبدیلی کیوں کی جاتی ہے۔

آیت (۶ / ۹۰) میں اپنے بزرگ ترین راہنما صحابی اور دشمن خدا و رسولؐ کو رسولؐ اور اسلام پر حملہ کے لئے ٹوٹ پڑنے والا ہجوم تیار کرنے کے جرم سے بچانے کے لئے لفظ ”لُّبَدًا“ کے معنی ”ڈھیروں“ کر گئے (۶ / ۹۰) حالانکہ اس کے معنی حملے کے لئے ٹوٹ پڑنا کئے تھے۔ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ ٱللَّهِ يَدۡعُوهُ كَادُواْ يَكُونُونَ عَلَيۡهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ (جن ۱۹ / ۷۲)

علامہ کا صحیح ترجمہ: ”جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو گئے“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

(۲) نَّجۡدَيۡنِ کے معنی ”دونوں نمایاں راستے“ دور کی کوڑی ہے حقیقی معنی دوسروں کو عاجز کرنا ہیں۔

قارئین کسی بھی ڈکشنری یا لغت کو اٹھا کر لفظ ”نجد“ کے معنی دیکھیں تو فوراً پتہ چل جائے گا کہ قریشی علما نے زبردستی یہ معنی گھسائے ہیں ورنہ اس کے معنی ہیں۔ ۱۔ مدد کرنا۔ امداد کرنا۔ اعانت کرنا۔ ہاتھ بٹانا۔ ۲۔ غالب ہونا۔ ۳۔ دلیر ہونا۔ بہادر ہونا۔ طاقتور ہونا۔ ۴۔ دوسروں کو عاجز کر دینے والے امور کا پورا کرنے والا ہونا۔ ۵۔ واضح ہونا۔ ۶۔ کام یا گھبراہٹ سے پسینہ آنا۔ تھکا ماندہ ہونا۔ وغیرہ وغیرہ بکواس بھری ہوئی ملے گی۔ مگر دونوں راستوں کا ذکر بعض لغات میں ملے گا وہ بھی آخر میں کہیں ملے گا۔ لہٰذا معنی وہی صحیح ہیں کہ ”اور ہم ہی نے اُسے دوسروں کو عاجز کر دینا سکھایا ہے“ اور بس۔

(۲) لفظ ” اَقۡتَحَمَ “ کے معنی بھی بدل کر گئے ہیں۔ قریشی علما کے مقاصد پورا کرنے کے لئے قرآن کے الفاظ میں ہیرا پھیری کرنا ہی پڑتی ہے۔ یہ لفظ قرآن میں اسم فاعل کی صورت میں آیا تھا (صٓ ۵۹ / ۳۸) اور اس کے معنی علامہ نے ”گھسا چلا آنا“ کیئے تھے (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۴۵) مگر یہاں (۱۱ / ۹۰ میں) ”گزرنے کی ہمت نہ کی“ کیئے ہیں دیکھیئے:

فَلَا ٱقۡتَحَمَ ٱلۡعَقَبَةَ ﴿١١﴾ (البلد: ۱۱ / ۹۰) ”مگر اس نے دشوار گذار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی“ اور آیت (۵۹ / ۳۸) میں هَٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ ﴿٥٩﴾ (صٓ: ۵۹ / ۳۸) ”یہ ایک لشکر تمہارے پاس گھسا چلا آرہا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۴۵)

اَقۡتَحَمَ کے حقیقی معنی: لغات القرآن میں بھی اور ہر لغت میں اس کے معنی ہیں ”بلا غور و فکر کسی کام میں کود پڑنا“ (جلد ۵ صفحہ ۴۲۷)

چونکہ زیر بحث لیڈر اپنے زمانہ کا دین ساز یا بہترین مجتہد بھی تھا اس لئے وہ اپنی ذاتی بصیرت کے ماتحت عمل کرتا تھا اور اللہ

و رسولؐ کی اطاعت بھی جب ہی کرتا تھا جب اس کے اجتہاد میں اس کی اجازت ہوتی تھی ۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس نے اللہ و رسولؐ کی جاری کردہ عاقبت ساز پالیسیوں کو اندھا دھند اور بے چون وچرا قبول نہ کیا۔ یعنی ان کا مخالف رہا (۱۱ / ۹۰) اور یہ کہتے ہوئے سورۂ بلد مکمل ہوگئی کہ وہ قریشی لیڈر اپنی قوم سے باہر والے مومنین سے اور ان کے طرز عمل سے بھی جدا رہا ہے ۔ اور آخر اسے اور اس کی حق پوش قوم کو حزب اختلاف (LEFTIST) یا بائیں طرف والے صحابہ کا لقب دیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ انہیں مواخذہ کے لئے آگ کے حصار میں رکھاجائے گا ۔یہی صحابہ ہیں جنہیں (صحیح بخاری کے مطابق) حوض کوثر کے اور آنحضرتؐ کے پاس نہ جانے دیا جائے گا فرشتے انہیں گھیر کر ہانک کر مذکورہ بالا حصار میں بند کردیں گے۔ تاکہ پھر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تنگ نہ کریں ۔

زمانہ رجعت میں حزب اختلاف والے صحابہ کو کن اذیتوں کا سامنا ہوگا ؟ یہی وہ صحابہ ہیں جنہیں حقوق العباد کے لئے عموماً اور مذکورہ والد اور ان کی اولاد کے لئے خصوصاً ماخوذ کیا جائے گا مواخذہ کے زمانہ میں ان کو سورۂ الواقعہ کی رو سے بھی (مودودی کے ترجمے کے مطابق) "بائیں بازو والے، (صحابہ۔احسنؔ) بائیں بازو والوں کی بدنصیبی کا کیا پوچھنا۔ وہ لُو کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس انجام کو پہنچنے سے پہلے خوشحال تھے۔گناہ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔"(واقعہ ۴۶ تا ۴۱ / ۵۶) تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۸۲۔۲۸۳)

ان آیات میں اور مودودی کے اس ترجمہ میں اسی قریشی لیڈر کا اور قریش کا ذکر ہوا ہے اور واضح الفاظ میں ثابت ہے کہ وہ دار المواخذہ جہنم نہیں ہے بلکہ جہنم کی لذت فراہم کرنے کے لئے انہیں آتشیں حصار میں رکھاہے ۔(نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ البلد ۲۰ / ۹۰) اور انہیں بھاپ اور دھوئیں کی گرمی لُو کی صورت میں پہنچائی جا رہی ہے۔یہاں سے وہ عدالتوں کے سامنے لائے جایا کریں گے اوریہیں ان کو ہرجرم کی الگ الگ اسلامی سزا دی جائے گی ۔ پھر فراغت کے بعد ہر ایک کو آخری موت کے حوالے کیا جائے گا ۔ تاکہ قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے (سورۂ مومن ۱۱ / ۴۰) اور آخری یا حقوق اللہ پر مواخذہ کرکے جنت یا جہنم واصل کیا جائے گا ۔

دھنے ہاتھ والے صحابہ کا قیام جنت نما مقام میں ہوگا (واقعہ ۸ / ۵۶) سورۂ بلد میں دہنی جانب والے صحابہ کا دارالقرار بیان نہیں کیا گیا ہے اس کی تفصیل سورۂ واقعہ آیات (۴۰تا ۸ / ۵۶) میں بیان کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ ان حضرات کا قیام و انتظام بالکل جنت کے معیار پر ہوگا ۔ جہاں انہیں راحت و آرام و مسرت فراہم کرنے والی ہر چیز موجود ملے گی انہیں ان کی جزا دی جائے گی ۔ ان کے ستانے والوں سے ان کا انتقام لیاجائے گا ۔

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ شمس مکے میں نازل ہوئی اور اس میں پندرہ (۱۵)آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے
(۱) سورج اور اس کی دھوپ کی قسم (۲) اور چاند کی قسم جب کہ وہ سورج کے ساتھ اور	وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ﴿۱﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا قسم ہے سورج کی اور دھوپ اس کی کی اور قسم ہے چاند کی جب

پیچھے پیچھے رہتاہے ۔(۳) اور دن کی قسم جب کہ وہ سورج کو نمایاں پیش کردے۔ (۴) اور رات کی قسم جب کہ وہ سورج کو ڈھک لے۔ (۵) اور آسمان کی اور اس کی قسم جس نے اسے بنایا اور قائم کیا۔ (۶) اور زمین کی اور اس کی قسم جس نے اسے بچھایا ہے۔ (۷) نفسِ انسانی کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے متناسب وموزوں بنایا۔ (۸) پھر اس کی بدکاریاں بھی اور بدکاریوں سے محفوظ رہنا بھی اس پر الہام کر دیا۔ (۹) یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس سے بدکاریوں کو

تَلٰىهَا ۝۲ وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَ الَّيْلِ اِذَا

پیچھے آوے اس کے اور قسم ہے دن کی جب ظاہر کرے اس کو اور رات کی جب

يَغْشٰىهَا ۝۴ وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا ۝۵ وَ الْاَرْضِ

ڈھانک لے اس کو اور آسمان کی اور اس ذات کی کہ پیدا کیا اس کو اور قسم ہے زمین کی

وَ مَا طَحٰىهَا ۝۶ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا

اور جس نے بچھایا اس کو اور جان کی اور جس نے تندرست کیا اس کو پس جی میں

فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

ڈالی اس کے بدکاری اس کی اور پرہیز گاری اس کی تحقیق مراد کو پہنچا جس نے

تشریحات سورۂ شمس:

۱۔ خالق کائنات نے ہر مخلوق سے رابطہ برقرار رکھنے کا تخلیقی اور فطری انتظام روز اوّل سے کیا ہے۔

اس سورہ میں اللہ نے سب سے اہم بات یہ بتائی ہے کہ انسان کے اندر بھی فطری الہام وصول کرنے کی استعداد رکھی گئی ہے۔ اور جس طرح ہر مخلوق کو صورت و شکل و جسامت عطا کرتے ہی اسے منبعٔ ہدایت سے وابستہ کرکے اس کی ہدایت کا انتظام کیا ہے، اسی طرح انسان کو بھی فطری الہام کے ذریعہ سے ہدایت کے مصدر سے وابستہ کردیا تھا۔ انسان اور باقی جانداروں میں فرق کے اعتبار سے اور ان کی ضروریات کے ماتحت الہامی علم عطا کیا گیاہے۔ انسان چونکہ ایک صاحبِ ارادہ واختیار مخلوق ہے اس لئے اس کا الہامی علم سب سے زیادہ اور ہمیشہ بڑھتے رہنے والا ہے۔ اسے ترقی کی ارتقائی منازل طے کرانے اور باقی مخلوقات کو اپنی ترقی میں استعمال کرنے کے لئے اس کے پاس انبیاء علیہم السلام کو لگاتار بھیجا اور ان کو ہر زمانہ کے لئے ایک ایک کتاب بطورِ دستور العمل عطا کی تاکہ ہر دور کا انسان اپنے دور میں ترقی کی ممکنہ منازل طے کرتا چلا جائے۔ انبیا علیہم السلام نے اپنے اپنے ادوار کے انسانوں کے لئے خود کو ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ بنا کر پیش کیا تاکہ انسانوں کا فطری وازلی الہام اور تعلیماتِ کتبِ الٰہیہ ہم آہنگ اور برسرِ عمل رہتی چلی جائیں۔ اور نبیؐ کی عملی زندگی ان کے سامنے آنے والی دقتوں اور رکاوٹوں کو ہٹانے میں مددگار رہتی چلی جائے۔ اور نبیؐ کے نقش قدم پر گامزن رہنے کی بنا پر تمام غلط کاریوں اور تنزل سے محفوظ رہتے بے روک ترقی کرتے چلے جائیں۔ اور جن جن چیزوں کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ ان کے متعلق تفصیلات اور قوانین انبیا علیہم السلام سے سیکھتے رہیں تاکہ ان سب سے فائدہ اٹھائیں اور نقصانات سے محفوظ رہیں۔

۲۔ محمدؐ اور خانوادہ محمدؐ اس سورہ میں بھی روز ازل سے انسانی راہنما ہیں۔

یہ حقیقت باربار سامنے لائی جاتی رہی ہے کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کائنات کی اور کائنات کی تمام چیزوں کی تخلیق سے کہیں بہت پہلے پیدا کیا تھا اور انہیں اس قابل بنایا تھا کہ وہ حضرت اس کائنات کی ہر پیدا ہونے والی مخلوق سے اللہ کا تعارف کرائیں، عبادت سکھائیں، ان سب کے لئے رحمت و نذیر بن جائیں۔ چنانچہ یہاں سورۂ شمس میں جتنی چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ان سب کے راہنما اور ہادی حضورؐ ہی ہیں، نفسِ انسانی کو خیر وشر اور نیکی وبدی سے مطلع کرنے والے آپؐ ہی ہیں۔ اس لئے بجا طور پر سورۂ شمس کی باطنی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آفتاب اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو چاند قرار دیا گیاہے۔ چنانچہ تفسیر قمی اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی لکھا گیا ہے کہ الشمس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مراد ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ نے اپنا تعارف کرایا اور اپنے دین اسلام کو پہنچایا اور عملی صورت دلوائی اور یہ کہ القمر سے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ اور پیچھے پیچھے رہے اور آنحضرتؐ سے علوم و تعلیمات خداوندی وصول کرکے پوری کائنات میں پھیلانے کا قیامت تک کے لئے انتظام کیا اور

زَكّٰىهَا ۞ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۞ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

پاک کیا اس کو اور تحقیق نامراد ہوا جس نے گاڑ دیا اس کو جھٹلایا ثمود نے

بِطَغْوٰىهَآ ۞ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۞ فَقَالَ

بسبب سرکشی اپنی کے جب کوئی اٹھا بڑا بد بخت ان کا پس کہا تھا

لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۞

واسطے ان کے پیغمبرؑ خدا کے نے محافظت کرو اونٹنی خدا کی کو اور پانی پلانے اس

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۞ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

کے کو پس جھٹلایا اس کو پس پاؤں کاٹے اس کے پس ہلاکی ڈالی اوپر ان کے

الگ رکھا اور تقویٰ پر عمل کیا۔ (۱۰) اور بلاشبہ وہ شخص ناکام و نامراد ہوگیا جس نے اپنے نفس کی اچھائیوں کو دبا دیا۔ (۱۱) چنانچہ قوم ثمود نے اپنی طاغوتی قانون سازی کر کے تعلیمات خداوندی کو جھٹلایا۔ (۱۲) جب اس قوم کا سب سے بڑا محتاج کرنے والا بے رحم شخص بپھر کر اٹھا تھا۔ (۱۳) تب اللہ کے رسولؑ (حضرت صالحؑ) نے انہیں خبردار کرنے کے لئے کہا تھا کہ اللہ کی اس اونٹنی کو نہ ستانا اور اس کے سیر و سیراب ہونے میں رکاوٹ نہ بننا (۱۴) چنانچہ قوم ثمود نے نبیؑ کو جھوٹا ٹھہرایا لہٰذا اونٹنی کے پیر کاٹ ڈالے آخرکار ان کے متعلقات کی سزا میں ان کے

تصادم کی صورت میں قربانیاں پیش کئے جاتے رہنے کی تیاری کی اور یہ کہ النھار سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو آنحضرتؐ اور علیؑ مرتضیٰ کے علوم و دین کے وارث ہیں۔ ان کے مقاصد کے ذمہ دار ہیں کائنات سے جہالت اور بے دینی کو ختم کر دینے کا ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ اللیل سے قریشی خلفاء کی حکومتیں مراد ہیں جنہوں نے اپنے منصوبوں اور ظلم و جبر سے دین اسلام اور سربراہان اسلام کی حقیقی تعلیم کو اس طرح چھپا دیا جس طرح رات کا اندھیرا تمام چیزوں کو چھپا لیتا ہے۔ (روایت کا مفہوم یہاں ختم ہو گیا)

دوسرا تفسیری بیان: گیارہویں امام جناب حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"الشمس سے رسولؐ خدا مراد ہیں اور القمر سے علیؑ بن ابیؑ طالب مراد ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ نے نور ہدایت سے تمام عالمین کو روشن کیا اور علیؑ نے رسولؐ خدا سے کسب نور کرنے کے بعد تمام عالمین کو منور رکھنے کا انصرام کیا اور تمام امور ومقاصد میں آنحضرتؐ کی پیروی کی رسولؐ خدا نے خود بھی فرمایا تھا کہ میںؐ مثل شمس ہوں اور علیؑ مثل قمر ہیں۔"

نوٹ۔ یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ علمائے شیعہ صدیوں سے ان روایات کو لکھتے پڑھتے اور بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی پبلک کو وہ طریقہ نہ بتایا جسے قریشی حکومتوں نے اسلامی حقائق کو چھپانے کے لئے استعمال کیا تھا۔

۳۔ انسانی تخلیق میں "نفس انسانی" انسانی کردار کا منبع و مخرج و مصدر ہے۔

قارئین سورۂ فجر کے آخر میں یہ دیکھ چکے کہ اللہ نے اس دنیا کے بہترین اور مجسمہ خوش کرداری کو مخاطب کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ " يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ الفجر"

"اے ہماری توجہات کو جذب کرلینے والے مجسمۂ اطمینان نفس ہماری بات سن۔"

ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ خطاب حضرت امام حسین علیہ السلام سے کیا گیا ہے۔ اور جو "اَلنَّفْسُ" یہ مقام بلند و پسندیدہ (فجر ۸۹ / ۲۸) رکھتا ہو اس سے زیادہ اور کسی بھی نفس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خالق کائنات اس کی قسم بھی کھائے اور اسی کو تمام کائناتی نفوس کا "نمائندہ" بھی بنائے اور اس میں قائم کردہ تناسب اور موزونیت و مثال کو ثابت کرنے کے لئے آدھی درجن قسمیں کھا کر حلفیہ بیان بھی دے۔

یہ بھی نوٹ کریں کہ اللہ نے " يٰٓاَيُّهَا " کہہ کر جہاں کفار کو مخاطب کیا ہے۔ وہیں مومنین کو بھی پکارا ہے اور آنحضرتؐ کو بھی مخاطب کیا ہے۔ لوگوں کا نام لے کر بھی اچھا یا برا ذکر کیا ہے مگر "اے نفس مطمئن" کہہ کر مخاطب کرنے کی عزت صرف اس ذات والا صفات کو دی گئی ہے جس کا خدا پر اطمینان و اعتماد اور توکل کبھی کسی حالت اور کسی مقدار میں ڈگمگایا نہیں حالانکہ جن روح فرسا آزمائشوں سے وہ حضرتؑ گزرے ان کا سواں (۱۰۰ / ۱) حصہ بھی کسی انسان پر نہ گزرا تھا۔

پروردگار نے ان پر ایسی آفت ڈھائی کہ سب کو ان کے جرائم کے مطابق مساوی کر کے رکھ دیا۔(۱۵) اور ان کی عاقبت کے تباہ ہو جانے کا کوئی خوف نہ کیا۔	رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝١٤ رب ان کے نے بسبب گناہوں ان کے کے پس برابر کر دیا ان کو وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝١٥ اور نہ ڈرا پچھاڑی ان کی سے۔

حال یہ تھا کہ ساری کائنات رو رہی تھی۔ زمین کانپ رہی تھی۔ دشمن اور قاتل تک نمناک آنکھیں جھکائے ہوئے تھے۔ اللہ اور رسولؐ اپنا معاہدہ واپس لے لینے اور ان کے مقام و منزلت کو بڑھا دینے کا بار بار وعدہ کر رہے تھے مگر حسینؑ مسکرا مسکرا کر ہر آزمائش اور ہر مصیبت کو دوہرا کر کر کے ثباتِ قلب و قدم کا مظاہرہ کر کے جھوم رہے تھے۔ چہرہ مبارک دمکتا اور روشن تر ہوتا جا رہا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ زبان پر جاری تھا اور اللہ فرما رہا تھا۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝٢٧ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝٢٨ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝٢٩ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝٣٠ الفجر

ایسے حالات میں بزرگوں اور پالنے پوسنے والوں کا دل چاہا کرتا ہے کہ ایسے جواں ہمت، صابر و شاکر بیٹے کو گود میں لے کر سرو سینہ چوما جائے۔ اللہ کی جگہ فاطمہؑ علیؑ محمدؐ اور حسنؑ علیہم السلام نے بڑھ کر وہ سب کچھ کیا جس کا بیان کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور کہنا ہے کہ اس سورہ میں اللہ نے تمام انسانوں کو عموماً اور قریش کو خصوصاً خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے نفس کو نفس میں ودیعت شدہ ہر برائی سے پاک کریں۔ ایسا کرنے کے لئے تمام وسائل انسانوں کو عطا کئے گئے ہیں انہیں عقل و دانش اور وجدان سے نوازا گیا ہے قوت استدلال و استنباط بھی دی گئی ہے، قوتِ حافظہ و تمیز بھی عطا کی گئی ہے۔ تاکہ لغزشوں سے بچ کر نکل سکیں، اپنے نفع اور نقصان میں تمیز کر کے مفید کو اختیار اور مضر کو رد کر سکیں اور ان اعمال و اقدامات سے محفوظ رہنے کی فکر کریں جو پہلے سے لوگوں کو نقصان پہنچا چکے ہوں۔ تجربات اور اصلاح کے دور میں الجھنے اور ترقی و تنزل کے امکانات میں وقت ضائع کرنے کے بجائے معصومؑ راہنمائی اور بے روک و بے حد ترقی کا نظام اختیار کریں۔

سُوْرَةُ الَّيْلِ

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اِحْدٰى وَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اکیس (۲۱) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) قسم ہے رات کی جب اس کا اندھیرا چھا جائے اور ڈھک دے۔(۲) اور دن کی قسم جب کہ وہ روشن اور دمک رہا ہو۔(۳) اور اس ہستی کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ اے مخاطب قریش (غور سے سنو کہ) (۴) یقیناً تم سب کی کوششیں بکھری ہوئی ہیں بہرحال	وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَ قسم ہے رات کی جب ڈھانک لے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰٓى ۝٣ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ جن نے پیدا کیا مرد کو اور عورت کو تحقیق سعی تمہاری البتہ مختلف ہے

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝۵ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ

پس اے پر جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سچ مانا اچھی بات کو پس البتہ آسان کریں

لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝۸

گے ہم اس کو واسطے گھر آسانی کے اور اے پر جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی کی

(۵) جس نے عطیات دیتے رہنے اور برے نتائج سے بچتے رہنے پر عمل کیا۔ (۶) اور بھلائی اور اچھائی کی تصدیق بھی کرتا رہا۔ (۷) اس کو ہم زندگی کے آسان راستے پر گامزن رہنے کے لئے سہولتیں فراہم کرتے رہیں گے۔ (۸) اور رہ گیا وہ شخص جو بخیلی

تشریحات سورۂ والیل :

ا۔اس سورۂ میں ہر مذہب و ملت کے پیروؤں کو قابل عمل و پسندیدہ تعلیم دی ہے۔

جن حقائق کو اچانک سامنے لانے کے لئے نہایت زور دار طریقے سے قسمیں کھائی گئی ہیں وہ یوں ہیں کہ عموماً انسانوں کے افکار و اعمال و جدوجہد کا کوئی ایک مرکزی مقصد نہیں ہوتا پیش پا افتادہ حالات و حادثات کو اپنے سامنے رکھ کر مختلف لوگ مختلف مقاصد طے کر لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے اپنے ماحول و حالات و وسائل کے مطابق ان مختلف مقاصد کے حصول کے لئے مختلف کوششیں کرتے ہیں۔ اور توقع کے خلاف نتائج برآمد ہوجانے پر باربار فکر و عمل اور کوششوں کا رخ بدلتے جاتے ہیں۔ یوں زندگی الجھ کر رہ جاتی ہے نہ سامنے کوئی انتہائی منزل ہوتی ہے اور نہ کسی منزل کی طرف سفر حیات طے ہوتا ہے۔ انسان ہوتے ہوئے بھی کھاتے پیتے اور کھانے پینے کے لئے محنت کرتے زندگی گزر جاتی ہے اور بعد کے آنے والی نسل کو نہ کوئی سبق ملتا ہے نہ کوئی ترقی ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مفید ترقی کی طرف توجہ جاتی ہے آسودگی کی تلاش میں دوسروں کے ساتھ تصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مزید تنزل اور مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس بیان کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے آپ کسی ایسے کارخانے یا فیکٹری کا تصور سامنے لائیں جہاں موٹریں کپڑا یا کوئی اور چیز تیار ہوتی ہو اگر وہ فیکٹری روزانہ دس موٹریں تیار کرکے باہر نکالتی ہے تو ہر موٹر ساری فیکٹری کے عملے کی بولتی چالتی محنت اور تعاون و کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی اس فیکٹری کے ہر ملازم کا کام اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ صبح سے شام تک ہر شخص اپنے اپنے حصہ کا کام نہایت مہارت اور عمدگی سے انجام دیتا ہے اور نیچے سے اوپر تک ہر ملازم مرکزی مقصد یعنی موٹر کی تخلیق میں پروگرام کے مطابق حصہ لیتا ہے اور نتیجہ میں دھڑا دھڑ موٹریں نکل نکل کر گیرج کی طرف روانہ ہوتی چلی جاتی ہیں نہ کسی کی محنت و کوشش ضائع ہوتی ہے نہ آپس میں تصادم ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح اس فیکٹری کا مرکزی مقصد موٹر کی تخلیق طے کیا گیا ہے۔ اسی طرح پوری نوع انسان کا ایک مرکزی مقصد لازم ہے اور پھر تمام انسانوں کو اس مرکزی مقصد کے حصول اور تکمیل کے لئے ان کی قابلیت کے مطابق پروگرامنگ کرکے ان کو ان کے حصہ کا کام سونپنا چاہیئے تاکہ جیسے ہی لوگ اپنے اپنے حصے کا کام مکمل کرلیں۔ فوراً ایک موٹر کی طرح ان کی محنت و کوشش کا نتیجہ سامنے آکھڑا ہو یہ ہے وہ صورتحال جس کو سامنے رکھنے کے لئے اللہ نے اس ایک آیت کے تین الفاظ پر قسمیہ متوجہ کیا ہے "اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ الیل: " یقیناً تمہاری کوششیں بکھری ہوئی یا پراگندہ ہیں۔" مطلب واضح ہے کہ اللہ نہیں چاہتا کہ نوع انسان کی یا قریش کی کوششیں پراگندہ ہوکر بے نتیجہ ہوجائیں۔ قرآن کی اس آیت کو پڑھنے یا سننے والا ہر انسان چونک کر رہ جائے گا۔ وہ اپنی سعی و عمل پر نظر ڈالے گا۔ اور اپنے سامنے کوئی مرکزی مقصد نہ پاکر خود کو نقصان کی حالت میں پائے گا اور چاہے گا کہ اس کا کوئی مرکزی مقصد ہوتا جس کے حصول اور تکمیل میں اس کی تمام کوششیں ہم آہنگ ہوتیں۔ ان میں ربط و ضبط ہوتا تاکہ ہر کوشش دوسری کوشش میں معاون ہوتی اور ہر نتیجہ دوسرے نتیجہ کو جلد اور بہتر صورت میں مرتب کرتا۔ اس انقلاب انگیز تصور کو سامنے لانے کے بعد اللہ نے سعی و عمل اور فکر و کردار کے وسیع ترین و لامحدود مجموعہ میں سے ترقی کے لئے تین صورتوں پر متوجہ کیا ہے اوّل یہ کہ حق دار ضرورت مند لوگوں کو، یا مفید کاموں کے انجام دینے والے لوگوں کو اپنے پاس سے عطیات دیتے رہنا۔

دوم۔ ہر اس فکر و عمل سے اجتناب کرنا جو مفید نہ ہو یا مضر ہو۔ سوم۔ ہر اچھائی یا بھلائی کو پسند بھی کرنا اور اسے اچھا ثابت بھی کرنا۔ ان تینوں باتوں پر غور کریں۔ ا۔ عطیات۔ مالی بھی ہوتے ہیں، جانی بھی اور علمی بھی ہوتے ہیں۔ روپیہ پیسہ یا جائیداد یا مکان دینا مالی عطیات ہیں۔ بیماروں کو خون دینا، تیمار داری میں وقت، آرام اور نیند خرچ کرنا اور بڑے مقاصد کے

اختیار کر لے اور سب سے مستغنی ولاپرواہ ہو جائے ۔(۹) اور ہر اچھائی اور نیکی کو جھٹلانے لگے ۔(۱۰) ہم ایسے شخص کو تنگ دلی کی راہ چلنے میں سہولتیں دیں گے ۔(۱۱) اور آخر کار اس کا مال کسی طرح بھی اس کی مدد اس حال میں نہ کرے گا۔ جب کہ وہ خود ہی ہلاک ہو جائے گا۔ (۱۲) حقیقت یہ ہے کہ

وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾

اور جھٹلایا بات اچھی کو پس البتہ آسان کریں گے ہم اس کو واسطے سختی کے

وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اِنَّ

اور نہ کفایت کرے گا اس سے مال اس کا جب کرے گا نیچے تحقیق

لئے جان قربان کر دینا مثلاً جانی عطیات ہیں ۔ بلا معاوضہ تعلیم دینا کتابیں فراہم کرنا لیکچر و ہدایات دینا مثلاً علمی عطیات ہیں ۲۔ پھر جس شخص نے برائیوں اور مضر چیزوں سے محفوظ رہنا ہو گا اسے تمام متعلقہ اور چاروں طرف پھیلی ہوئی برائیوں اور مضرتوں پر مطلع رہنا ضروری ہے یہ اطلاعات اسے اس کا ماحول اور علمی عطیات فراہم کریں گے ۔ ۳۔ اسی طرح نیکیوں اور اچھائیوں کو پسند کرنا اور ان کو ہر کسی کے سامنے اچھا کہنا اور اچھائی ثابت کرنا بھی علمی مدد چاہتا ہے۔ اب قارئین ایک ایسی قوم یا معاشرے کو تصور میں لائیں جو ان تینوں صورتوں پر عمل پیرا ہو آپ دیکھیں گے کہ اس معاشرے میں کوئی شخص نہ جاہل ہے نہ مفلس ہے وہ سب اس راہ میں سفر کرتے ہوئے ایک دوسرے سے استفادہ کریں گے ۔ اور یوں انہیں اس راہ پر گامزن رہنا مزید آسان تر ہوتا چلا جائے گا ہر شخص ہر شخص کی ترقی اور استقلال میں مددگار بن جائے گا ۔ اور یہی مطلب ہے اگلی آیت (۷ / ۹۲) کا کہ آسان راہ پر چلنا آسان تر کر دیا جائے گا۔

(۱ ۔ الف) تباہی و تنزل کے لئے بھی صرف تین چیزیں آدمی کے لئے کافی ہیں ۔

ترقی کی سہل راہ بتانے کے بعد یہ سورہ تباہی اور تنزل کے تین کام پیش کرتی ہے اوّل یہ کہ آدمی کنجوسی یا بخیلی پر کار بند ہو جائے ۔(۸ / ۹۲) یعنی وہ کسی قسم کا کوئی عطیہ نہ دے ۔۲۔ اور اپنی فارغ البالی اور مال و دولت کو کافی سمجھ کر ہر طرف سے بے فکر و لاپرواہ ہو جائے اور مفید و مضر کے تصور کو بالائے طاق رکھ دے ۔(۸ / ۹۲) ۳۔ اچھائیوں اور نیکیوں کو جھوٹا ڈھونگ قرار دے دے ۔(۹ / ۹۲) تو اس کے معاشرہ پر ایک داخلی مصیبت ٹوٹ پڑے گی ان کی بخیلی ان کے مال اور بے فکری و لاپرواہی میں اضافہ کرے گی مال اور آسودگی میں اضافہ بخیلی میں اضافہ و استحکام پیدا کرے گا اور تنگدلی نہایت آسانی سے ان پر سوار ہو جائے گی ۔ وہاں کوئی کسی کی بیمار پرسی کر کے اپنا درد سر کیوں بڑھائے ؟ چنانچہ وہاں ضرورت مند محروم ہو جائیں گے ۔ بیماروں محتاجوں اور مظلوموں کا کوئی پرسان حال نہ رہے گا۔ ادھر تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر راہزنی اور ڈاکے پڑیں گے ۔ لوٹ مار ہو گی ادھر سرمایہ دار بخیل لوگ بیمار ہوں گے تو ان کے منہ میں پانی ٹپکانے والا کوئی نہ ہو گا ۔ بے دست و پا تڑپ تڑپ کر موت کا شکار ہو جائیں گے ہر مصیبت کئی کئی مصیبتوں کو آسانی سے ساتھ لائے گی ۔(۱۰ / ۹۲) اور یہی نتیجہ بیان ہوا ہے آیت(۱۱ / ۹۲) میں ۔ مطلب یہ ہوا کہ فریق اوّل کو آسان و خوشگوار و نتیجہ خیز راہ چلنے میں سہولت دیں گے تاکہ با مراد و لطف اندوز رہے اور فریق دوم کو دشوار گزار و ناپسندید اور نامراد رکھنے والی راہ چلنے میں سہولت دیں گے تاکہ وہ ہمیشہ نامراد و ناشاد رہتا چلا جائے ۔

۲۔ قریش کو ان کے ناپاک اغراض و مقاصد نے ان سیدھی سچی اور آزمودہ باتوں پر متوجہ نہ ہونے دیا۔

ان گیارہ آیات (۱۱ تا ۱ / ۹۲) میں کوئی بھی تو ایسی بات نہیں جس میں اللہ کی توحید کے عقیدے پر زور دیا گیا ہو یا نبیؐ کی بے چون و چرا اطاعت کا تقاضا ہو یا شرک کی مذمت ہو یا عبادت کی پابندی ہو جو متعصب قلوب پر گراں گزرے اور اللہ و رسولؐ کی اجارہ داری یا سرداری کی بو آتی ہو ۔ یہ باتیں تو ہر زمانے اور ہر قوم کے انسانوں کی پسندیدہ باتیں تھیں کوئی فلسفہ نہ تھا ۔ جسے سلجھانے کے لئے دیدہ وروں یا لیڈروں اور دانشوروں کی ضرورت پڑتی ۔ یہ تو ان پڑھ دیہاتیوں کے لئے بھی قابل فہم و عمل تھی مگر قریش تو اعلان نبوت و خلافت علیؑ کے پہلے ہی دن سے یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ میٹھی میٹھی اور دل میں اتر جانے والی باتیں پبلک کو ہمارے خلاف مجتمع کرنے اور اپنا ہمنوا بنانے کے لئے کی جارہی ہیں ۔ یہ نبوت کا دعویٰ خاندان ابوطالبؑ و عبدالمطلبؑ اور ہاشمؑ کے خاندان کا اقتدار قائم کرنے کے لئے کیا گیا ہے ۔ اور اسی لئے علیؑ کو دعوت ذوالعشیرہ میں

عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳﴾

ہمارے ذمہ ہے راہ دکھانا ان کا اور تحقیق واسطے ہمارے ہے آخرت اور دنیا

فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصۡلٰٮهَاۤ

پس ڈرایا میں نے تم کو آگ سے کہ شعلہ مارتی ہے نہ داخل ہو گا اس میں

ہدایت کرنا خود ہماری ہی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ (۱۳) اور یقیناً دنیا کی اوّلین زندگی اور آخرت کی آخری زندگی بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے ۔ (۱۴) بہر حال اے قریش میں نے تمہیں شعلہ زن آگ سے خبر دار کر دیا ہے۔ (۱۵) اس شعلہ فشاں آگ سے سب سے بڑے محتاج

اپنا بھائی وزیر اور خلیفہ بنایا گیا ہے لہٰذا اپنی زندگی میں محمدؐ نبی کی مطلق العنان حیثیت سے مسلط رہے گا اور ان کے بعد علیؑ امام و خلیفہ بن کر قریش کو ناک چنے چبوائیں گے ۔ اور ساری مخلوق پر اپنی بے چون و چرا اطاعت ٹھونسیں گے چنانچہ قریش کی پالیسی یہ تھی کہ ''سنو سب کی کرو من کی'' یعنی فی الحال جی حضور کہو ۔ ۲۔ فدا اَبِیۡ وَاُمِّیۡ (میرے ماں باپ تم پر قربان) کہہ کر بات کرنے کی عادت ڈالو۔ ۳۔ آل کو الگ رکھ کر درود پڑھو ۔ ۴۔ ہر حال میں دن رات یہ کوشش جاری رکھو کہ اگر رسولؐ کے سامنے نہ بن سکے تو ان کے مرنے کے بعد ہماری اپنی قومی حکومت بن جائے ۔ ۵۔ قرآن کی ایسی ترجمانی لوگوں کے دل نشین کردو جس میں آمریت اور شخصی مطلق العنان حکومت کی مذمت ہو آزادیٔ رائے کا احترام و مشاورت کا اہتمام ہو ۔ ۶۔ تنہا شخصی فیصلوں اور احکام میں غلطی اور غلط فہمی کے امکان کو خطرناک حدود تک اچھالو ۔ ۷۔ خود نبیؐ کو بھی دانشوروں سے مشورہ لے کر احکام نافذ کرنے پر رضامند کرو۔ انہیں بھی بشری لغزشوں سے مبرا نہ سمجھو ۔ ۸۔ ہر حکم کو مفاد عامہ اور قومی مصلحت کے ماتحت قبول کرو ۔ ۹۔ علیؑ اور اولاد علیؑ کے خلاف مہم چلاؤ۔ ۱۰۔ خاندانی اور موروثی سربراہی کی مذمت کرتے رہو اور نسلی بزرگی اور خاندانی نجابت و شرافت کو بے معنی قرار دو ۔ ۱۱۔ نکٹے ۔ حبشی اور سید کو ہم پلہ ہونے کا تصور پیدا کرو ۔ نبیؐ اور غلام کو برابر کا درجہ دو۔ ۱۲۔ صحابہ کی کثرت رائے کو دلیل شرعی اور واجب الاطاعت بنا دو۔ ''
یہ تھے وہ اصول جو قریش مکہ نے گھڑے اور آج تک قریشی مسلمانوں میں رائج ہیں اور جن پر عمل کرکے علیؑ و اولاد علیؑ کو رسولؐ کی حکومت اور وراثت سے محروم کر دیا گیا۔

(۲ ۔ الف) خلیفہ دوم قومی حکومت بنانے کا سربستہ راز رسولؐ سے پوشیدہ رکھتا رہا۔

ان اصولوں پر قریش کا گٹھ بندھن اور فیصلہ خود قریش کے سب سے بڑے راہنما اور لیڈر عمر بن الخطاب سے سن لیں۔ جنہوں نے اپنے دور خلافت پر اس راز کو کھول دیا تھا جو حیات رسولؐ میں رسولؐ سے پوشیدہ رکھا گیا تھا چنانچہ وہ عبداللہ ابن عباس سے گفتگو کے دوران سوال کرتے ہیں کہ:
''اے ابن عباس علیؑ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہ ہوئے ؟'' میں نے کہا ''مجھے معلوم نہیں '' پھر آپ نے فرمایا ''اے ابن عباس تمہارے والد رسولؐ اللہ کے چچا ہیں اور تم انؐ کے چچا زاد بھائی ہو پھر تمہاری قوم کو کس چیز نے روکا'' میں نے کہا ''مجھے معلوم نہیں'' انہوں نے کہا ''مگر مجھے معلوم ہے وہ ناپسند کرتے تھے'' میں نے کہا ''کیوں ؟ ہم تو ان کے لئے بہترین انسان تھے'' آپ نے فرمایا ''وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ''نبوت'' اور'' خلافت'' دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔'' (طبری حصہ سوم خلافت راشدہ صفحہ ۲۷۹۔۲۸۰)

نبوت اور خلافت خاندان رسالت میں جمع ہو جانا قریش کی پالیسی کے خلاف تھا۔

مکالمہ ابھی مسلسل جاری ہے اور قریشی پالیسی کو مکمل بیان کرنے کے لئے ''آپ نے فرمایا ''اے ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمدؐ کے بعد تمہاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ؟'' میں نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا اس لئے میں نے کہا ''اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیر المومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں '' آپ نے فرمایا ''وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بدسلوکی کرو اس لئے قریش نے خلافت کو اپنے لئے پسند کیا کہ ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب ہوئے'' میں نے کہا ''اے امیرالمومنین اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں؟'' آپ نے فرمایا ''اے ابن عباس تمہیں بولنے کی اجازت ہے '' میں نے کہا ''آپ نے فرمایا ہے کہ قریش نے خلافت کو اپنے لئے انتخاب کیا اور اس معاملے میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے اس بارے میں یہ عرض ہے کہ

إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَ تَوَلَّى ﴿١٦﴾ وَ

مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا اور

سَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ

البتہ ایک طرف کیا جاوے گا اس سے بڑا پرہیز گار وہ جو دیتا ہے مال اپنا

يَتَزَكَّى ﴿١٨﴾ وَ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ

پاک ہوتا ہے اور نہیں واسطے کسی کے نزدیک اس کے نعمت سے کہ

کرنے والے کے سوا اور کوئی جھلسا نہ جائے گا۔ (۱۶) جس نے حکومت الٰہیہ کو جھٹلایا اور خود قومی ولایت قائم کرلی ہے ۔ (۱۷) اور اُس کو اُس شعلہ زن آگ کے دوسری جانب کھڑا کیا جائے گا جو ہر متقی سے بڑا متقی ہے۔ (۱۸) وہی تو ہے جو اپنا سارا مال زکوۃ میں دے دیتا ہے ۔ اور وہی تو ہے (۱۹) کہ اس سب سے بڑے متقی کے ذمہ کسی کی بھی عطا کردہ کوئی نعمت یا احسان نہیں ہے جس کی

اگر قریش اپنے لئے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برترنے انہیں اختیار دیا تھا ۔ (دعوت ذوی العشیرہ کی طرف اشارہ کیا ہے) تو اس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابلِ رد اور ناقابلِ حسد ہوتا۔ " آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہوجائیں تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایاہے "یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی پسند نہیں کیا ۔ اس لئے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے ۔" (سورۂ محمدؐ ۹ / ۴۷) آپ نے فرمایا "ہائے افسوس! خدا کی قسم! اے ابن عباس مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پریقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے تمہاری قدرو منزلت میرے دل میں سے دور ہوجانے کا اندیشہ تھا۔" آپ نے فرمایا کہ "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ "انہوں نے خلافت کو ہم سے حسد اور ظلم کی رُو سے الگ کر رکھا ہے۔" میں نے کہا " آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقل مند پرظاہر ہے جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے آدمؑ پر بھی کیا تھا انہی کی اولاد ہم ہیں جن پرحسد کیا جا رہاہے۔ (ایضاً ۲۸۱۔۲۸۲ الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

یہ تھا قریش کا وہ منصوبہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جس کو انجام تک پہنچانے کے لئے ہم نے بڑے اختصار کے ساتھ وہ بارہ اصول لکھے جو قریش کے اسی لیڈر نے اپنی قوم کو دیئے تھے ۔ جس نے آخر اپنی حکومت کے دوران اس ازحد پوشیدہ منصوبے کو ظاہر کردیا اور جس کی طرف قرآن نے جگہ جگہ اور باربار راہنمائی کی ہے ۔ اور ہم نے اسے قرآن سے لفظاً و معناً ثابت کرنے کے لئے قرآن کی تشریحات لکھی ہیں اور جس کے ہیرو وہ دو مشہور یار تھے، جن کو قرآن نے رنگے ہاتھوں اور ان ہاتھوں کو چباتے دکھایاہے جن سے انہوں نے قومی حکومت کے لئے بیعت لی تھی اور ان میں سے ایک یار کا یہ قول ہم تک پہنچایاہے کہ:
"اے کاش میں نے رسوؐل اللہ کے ساتھ انؐ کے مقرر کردہ راستے کو اختیار کیاہوتاہائے میری شامت اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایاہوتا یقیناًاس نے مجھے الذکرؐسے ایسی حالت میں گمراہ کر دیاجب وہ خود میرے پاس آیا تھا۔"(فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)
عہد رسوؐل سے آج تک ان دونوں یاروں کواُمت کا بچہ بچہ جانتا ہے اور کچھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں کچھ انہیں رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ۔اور خود ابو بکر نے کہا ہے کہ "درحقیقت میں نہیں بلکہ حقیقی خلیفہ عمر ہے۔"
مطلب یہ ہے کہ ابوبکر کو عمر ہی نے پہلا خلیفہ بنایا تھا اور وہ حق دوستی ادا کرنے پر مامور تھے ۔

(۲۔ب) عبداللہ بن عباس اور عمر کے بیان سے حضرت علیؑ کا دعوت ذوی العشیرہ کے روز سے خلیفہ ہونا ثابت ہے۔

قریشی منصوبے میں خلیفہ دوم کے بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ خدا اور رسوؐل کی مرضی کے خلاف قریشی مسلمانوں نے خلافت کو غصب کیا تھا اور وہ ظالم و حاسد بھی تھے ۔ اسی بیان میں عبداللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ اللہ نے قریش کو رسوؐل اللہ کی خلافت حاصل کرنے کااختیار دیا تھا جسے قریش نے استعمال نہ کیا اور یہ بات تاریخ کی رو سے اور قرآن سے دعوت ذوی العشیرہ (شعراء ۲۱۵۔۲۱۴ / ۲۶) کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی کہ اس دعوت میں مکہ کے تمام اہل حل وعقد (UPPER TEN) جمع تھے اور رسوؐل نے پہلی مرتبہ اپنی رسالت کا مجمع عام میں اعلان کرکے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ "تم میں سے کون ہے

تُجۡزٰۤی ⑲ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ⑳	جزا یا بدلہ دینا اس پر لازم ہو۔ (۲۰) سوائے اس کے کہ وہ تو اپنے سب سے بڑے بلند مرتبہ پروردگار کی توجہ کے لئے کام کرتا ہے۔(۲۱) اور وہ مسلسل مذکور ہونے والا سب سے بڑا متقی عنقریب راضی و خوش ہو جائے گا۔
بدلا دیا جاوے گا مگر واسطے چاہنے رضامندی پروردگار اپنے بلند	
وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی ㉑	
کے البتہ شتاب راضی ہو گا۔	

جو میری رسالت کی ذمہ داریوں میں میرا ہاتھ بٹائے اور میرا بھائی، میرا خلیفہ اور وزیر بنے۔" سب نے تسلیم کیا ہے کہ ہر دفعہ علیؑ کھڑے ہوتے اور بٹھا دیئے جاتے تھے۔ آخری تیسری مرتبہ انہیں پاس بلایا اور اعلان کیا کہ "یہ علیؑ میرا بھائی میرا وزیر اور خلیفہ ہے لہٰذا اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔" قارئین پھر نوٹ کرلیں کہ عبداللہ ابن عباس نے اس واقعہ کی طرف عمر کو متوجہ کرکے بتایا کہ اگر اس اعلان کے وقت قریش نے آگے بڑھ کر رسولؐ کی اخوت، وزارت اور خلافت کو قبول کر لیا ہوتا تو کوئی قریش کو ظالم اور حاسد نہ کہہ سکتا تھا اس وقت وہ نبیؐ کی نصرت اور پورے عرب اور اقوام عالم کی مخالفت کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جب علیؑ نے اپنی ذمہ داری کو پورا کردیا، اور ہر مخالف کی عموماً اور قریشی مخالفوں کی خصوصاً کمر توڑ دی تو سازشوں کے ذریعہ خلافت پر قبضہ کرنا ظلم اور حسد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور قرآن نے اس حسد و ظلم کی اطلاع حیات رسولؐ ہی میں قرآن کے اندر ریکارڈ کردی تھی۔

قریش کے حاسد اور غاصب و ظالم ہونے کا ثبوت قرآن سے آل ابراہیمؑ کی حکومت۔ یہاں مودودی کا ترجمہ کافی ہے۔

"پھر کیا یہ (قریش۔احسن) دوسروں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟ اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیمؑ کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا"" مگر ان (قریش۔احسن) میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے منہ موڑ گیا۔(کچھ نے اس حکومت کو مان لیا اور کچھ نے اس حکومت میں رکاوٹ ڈال دی۔احسن)" (نساء ۵۵۔۵۴ / ۴ ہے)۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۰و۳۶۱) مودودی نے آیت (۵۵ / ۴) کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

۳۔ آخر کار سورۂ والیل میں بھی خلیفۂ خداوندی اور مولیٰ کا اور قومی خلیفہ کا اتقیٰ اور اشقیٰ کہہ کر تعارف کرایا ہے۔

ان تشریحات کے بعد قارئین پھر سورۂ والیل آیت (۱۱ تا ۱ / ۹۲) پر نظر ڈالیں اور یہ سمجھیں کہ آیات کے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اتنی سی بات سمجھانے کا اہتمام کیا تھا کہ: "بھلے آدمیو کیا تم میں اتنی بھی جرات نہیں کہ تم اچھی باتوں کو اچھا کہہ سکو اور انہیں جھٹلانا چھوڑ سکو۔" یہ سمجھانے کے بعد ایک دم یہ پہلو اختیار کیا کہ رسولؐ اللہ نے نہایت صبر و تحمل سے اپیلیں کیں اور تمہیں اس آگ سے بچنے کی تاکید کردی جو ہر وقت شعلہ زن رہتی ہے (۱۴ / ۹۲) اور بتا دیا کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں ہمارے ہاتھ میں ہیں (۱۳ / ۹۲) لہٰذا یہ فیصلہ سن رکھو کہ اس شعلہ زن آگ میں وہ لیڈر جھلسا جائے گا جو

خلیفہ دوم مع اپنی ولایت اور انجام کے سامنے لایا گیا

ساری کائنات میں تمام بدبختوں سے اور تمام شقیوں سے بڑا شقی ہے (۱۵ / ۹۲) اور یہ سب سے بڑا شقی وہی ہے جس نے اللہ کی قائم کردہ حکومت و ولایت کو غلط کہہ کر جھٹلایا اور اپنی ولایت و اقتدار قائم کرلیا (۱۶ / ۹۲)

(۳۔الف) حضرت علیؑ کائنات کے متقی ترین فرد، بے نظیر فضائل کے ساتھ حکومت کے غاصبوں کی سزا دیکھیں گے

اس غاصب و غادر کو جب حکومتِ الٰہیہ کو غصب کرنے پر ماخوذ کیا جائے گا تو اللہ نے یہ بتایا ہے کہ کائنات میں سب سے بڑا متقیؑ اس پر مواخذے اور سزا کا ملاحظہ کرنے کے لئے دوسری جانب کھڑا کیا جائے گا (۱۷ / ۹۲) پھر اس سب سے بڑے متقی کی ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنا مال بطور زکوٰۃ دیتا رہتا ہے (۱۸ / ۹۲) اس کی ایک اور شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے تمام فرائض ادا کر چکا ہے اور اب اس کے ذمہ کسی کے لئے بھی کوئی احسان یا سلوک واجب الادا باقی نہیں ہے (۱۹ / ۹۲) اور یہ کہ اس کے تمام اعمال اپنے پروردگار کی وجہؔ کے لئے وقف ہیں اپنی ذاتی غرض کوئی نہیں رہی ہے

(۲۰ / ۹۲)اور آخری آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ سب سے بڑا متقی یقیناً جلد اللہ سے راضی ہو جائے گا(۲۱ / ۹۲)اور جس طرح آیات (۱۶ تا ۱۴ / ۹۲) پکار کر خلیفہ دوم کا نام لیتی ہیں اسی طرح یہ آیات (۲۱ تا ۱۶ / ۹۲) حضرت علی علیہ السلام کو متعین کر دیتی ہیں۔

(۳۔ ب) یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب ان آیات (۲۱ تا ۱۴ / ۹۲) میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے تو عمر اور علیؑ کیوں مراد لئے گئے ؟

ہم نے عمر اور حضرت علی علیہ السلام کو جن مسلّمہ قواعد کے ماتحت مراد لیا ہے وہ وہی قواعد ہیں جن کی رو سے تمام قریشی اور غیر قریشی مفسرین نے بہت سے صحابہ و صحابیات کو نام کی موجودگی کے بغیر مراد لیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کی آیات و مضمون کو سامنے رکھ کر خود ساختہ روایات پر چسپاں کیا ہے۔ یعنی قرآن سے جن کو مراد لیا گیا وہ روایات ان ہی کی گھڑی ہوئی تھیں۔ اس کے برخلاف ہم نے مذکورہ قواعد کو ان کی صحیح صورت میں استعمال کیا ہے جیسا کہ برابر ذکر ہوتا چلا آیا ہے۔ جب عہدِ رسولؐ میں قرآن کی معنوی تحریف اور قرآنی مفاہیم کو تبدیل کرنے میں ایڑی چوٹی کا سارا زور لگایا جا رہا تھا تو آنحضرتؐ نے اللہ سے شکایت کی تھی اور اس شکایت کو ہم تک پہنچانے کے لئے اللہ نے اسے قرآن میں یوں ریکارڈ کرا دیا کہ: "محمدؐ رسول اللہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے (إِنَّ قَوْمِي ٱتَّخَذُواْ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ (فرقان ۳۰ / ۲۵) اس شکایت کا جواب اگلی آیت (۳۱ / ۲۵) میں اللہ نے یہ دیا کہ: "اے محمدؐ ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبیؑ کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی راہنمائی اور مدد کو کافی ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۴۷۔۴۴۸)

ہم نے رسولؐ کی قوم سے قریش مراد لیا ہے تو کیا غلطی کی ہے ؟

قارئین اگر ہم اس ترجمے کے اندر یا باہر رسولؐ کی قوم کی جگہ "قریش" نہ لکھیں یا نہ سمجھیں تو بتائیے کہ اور کیا لکھیں اور کیا سمجھیں ؟ یہ ہے ہمارے مراد لینے یا نام لکھ دینے کا طریقہ ہم نے کہیں بھی کھینچ تان کر نہ کسی کو مراد لیا ہے اور نہ کسی کا نام لکھا ہے پھر ایک جگہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

قریش نے قرآن کو مہجور بھی ایسا کیا کہ سارے قرآن کو جھٹلا دیا گیا ہے۔

وَهُوَ ٱلْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ (انعام ۶۶ / ۶)

"اور یہ بھی کہ تمہاری قوم نے اسے جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے" اس اپنی قوم کو بتا دو کہ میں تمہارے اوپر ایک وکیل کی حیثیت سے تعینات نہیں ہوں۔ یعنی تم اس قرآن کے ساتھ جو دل چاہے کرو مجھے اب پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے معاملے میں اللہ نے میری مدد اور راہنمائی کی وکالت ضمانت اور ذمہ داری لے لی ہے (فرقان ۳۱ / ۲۵) یعنی تمہارا قرآن کو مہجور کر دینا اور اس کی تکذیب کر دینا اللہ اپنے انتظام سے بے اثر اور بے نتیجہ کر دے گا اور مجھے ایسی ہدایات دے جن سے میں مومنین کو تمہاری فریب سازی اور تحریف سے محفوظ کر دوں۔

ہم نے قریش مراد لیا اور قرآن اور اسلام دین کے معاملے میں قریش کو ساقط الاعتبار کر دیا۔

ہم نے مندرجہ بالا آیات (۲۵/۳۰، ۲۵/۳۱ اور ۶/۶۶) سے رسولؐ کی قوم قریش مراد لیا اور قوم سے قوم سمجھا۔ قوم کے چند یا بعض لوگ نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ قوم چند افراد کو نہیں کہتے، اور نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا ہم پر اور قرآن کے ہر قاری پر واجب ہوا کہ ہم اور وہ اس قوم یعنی قریشیوں کو قرآن کی تکذیب اور تحریف کا مجرم سمجھ کر ان کی ان باتوں کا ہرگز اعتبار نہ کریں جو وہ قرآن یا دین اسلام کے لئے کہیں یا کہتے ہوں۔ یوں ہم نے قریشیوں کو ساقط الاعتبار قرار دیا اور یہ ہم پر اللہ نے واشگاف الفاظ میں فرض کیا تھا۔

(۳۔ج) قرآن کی عبارتیں اور الفاظ بدلنا قریش کے لئے ناممکن تھا معنوی تبدیلیوں سے انہیں اپنا مذہب چلانا پڑا۔

جیسا کہ عرض کیا جاتا رہا ہے کہ اللہ و رسولؐ کے نظام تنزیل نے وہ تمام راہیں بند کر دیں جن سے قرآن کے اندر داخلی تحریف ممکن ہو سکتی تھی۔ اس صورت میں قریش کے لئے ایک ہی راستہ کھلا تھا اور وہ تھا الفاظِ قرآن کے مفاہیم کو تبدیل کرنا اور یہ انہوں نے یہودی علما سے سیکھ لیا تھا اور معنوی تحریف کرتے رہنے کو بھی قرآن نے ہم تک پہنچا دیا ہے۔ علامہ

کے ترجمہ کے ساتھ یہ مقام دیکھیں ۔

قریش کا معنوی تحریف کرنا یہودی اجتہاد تھا۔

یُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ مِنۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِهِۦۖ يَقُولُونَ إِنۡ أُوتِيتُمۡ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَٱحۡذَرُواْۚ ﴿٤١﴾ (مائدہ ۴۱ / ۵)

مودودی کا محتاط ترجمہ: ''کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح مفہوم متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ ''اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۷۰)

اس ترجمہ میں علامہ کا آخری الفاظ کا ترجمہ ''نہیں تو نہ مانو'' غلط ہے آیت میں لفظ ''فَٱحۡذَرُواْ'' اس کے معنی ہیں بچ کر رہو۔ مطلب یہ کہ رسولؐ کا وہ حکم بے دھڑک مان لو جو ہمارے متعین کردہ مفہوم یا تحریف کے مطابق ہو۔ ورنہ انکار نہ کرنا کہ جماعت کا راز کھل جائے گا بلکہ ترکیب سے انکار کئے بغیر اس حکم سے بچ کر نکل جایا کرو اس پر سچ مچ عمل نہ کرلیا کرو۔

قریش کی اس پالیسی پر برابر آج تک عمل درآمد ہوتا رہا اور یہ عمل سورۂ والیل میں بھی جاری رہا ہے۔

سورۂ والیل میں اگر قریشی علمانے الفاظ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم پیش کردیا ہوتا تو تمام قاری وہی کچھ سمجھتے جو ہم نے اپنے ترجمہ اور تشریحات میں لکھا ہے۔ لہٰذا ہم مختصراً ان الفاظ کا ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کے غلط ترجمہ نے تمام قسم کے قاریوں کو فریب و مغالطے میں مبتلا رکھا اور عمر و علیؑ کی پوزیشن کی طرف کسی کی توجہ نہ گئی چنانچہ ہم اپنی اس گفتگو کا آغاز ایک ایسے اصول سے کرتے ہیں جس پر تمام قریشی وغیر قریشی علما متفق ہیں۔

(۳۔ د) لفظ۔ اَتۡقٰی۔ کے معنی اور اللہ کی نظر میں اتقیٰ کا مقام کیا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ﴿١٣﴾ (حجرات ۱۳ / ۴۹)

مودودی ترجمہ: ''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں ''سب سے زیادہ عزت والا ''وہ ہے جو تمہارے اندر ''سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۹۵)

(۳۔ہ) الفاظ ''اکرم'' اور اَتۡقٰی وہ الفاظ ہیں جن پر مرتضویؐ فضائل کی بنیاد اور شناخت ہے۔

مودودی کا یہ صحیح ترجمہ ایک طرف مودودی کی اس دشمنی کا پتا دیتا ہے جو انہیں علیؑ و اولاد علیؑ سے ہے اور دوسری طرف الفاظ ''اَکۡرَمَ اور اَتۡقٰی''کے صحیح معنی ثابت کردیتا ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جب لفظ ''اَتۡقٰی''کے معنی ''سب سے زیادہ پرہیز گار''ہیں تو جب اس لفظ کے ساتھ الف لام بھی لگا ہوا ہوتو اس کے معنی ہیں ''تمام گزشتہ وآئندہ اور موجودہ انسانوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار۔'' لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت (۱۷ / ۹۲) میں جس شخص کو ''ٱلۡأَتۡقَى'' فرمایا گیا ہے وہ ہستی ادھر پوری کائنات میں تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، اور قرآن کے بیان شدہ اصول (حجرات ۱۳ / ۴۹) کے مطابق پوری کائنات کی تمام مخلوقات میں ''سب سے زیادہ عزت والا'' بھی ہے۔

آیت (۱۷ / ۹۲) میں آنحضرتؐ مذکور نہیں ہیں لہٰذا پھر وہ ٱلۡأَتۡقَى علیؑ کے سوا کون ہوسکتا ہے۔

وہ مخصوص ذات پاک جو ساری کائنات کے اوّلین و آخرین اور موجودین میں سب سے زیادہ عزت والا اور سب سے زیادہ پرہیز گار ہو یعنی تمام انسانوں سے تمام جنات سے تمام ملائکہ اور ارواح سے جبرائیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ سے اور تمام انبیاؑ و رسلؑ سے افضل و اعلیٰ اور معزز ہو، نور محمدیؐ کے علاوہ اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا ہے، اور یہ لاکھوں بار ثابت شدہ ہے کہ علیؑ و محمدؐ اپنی بنیاد میں ایک ہی نور ہیں دونوں محمدؐ بھی اور دونوں علیؑ بھی ہیں۔

(۳۔و) اَلۡاَتۡقٰی کے سامنے اَلۡاَشۡقٰی کی گرفتاری عدالت اور سزا کی کارروائی۔ لہٰذا وہ شخص قریش کے "اَلۡاَشۡقٰی" کی گرفتاری، عدالت کے سامنے اس کے مقدمہ اور مظالم کی سماعت، اور آخر میں اس کی سزا یابی اور پھر سزا بھگتنے کا پورا نظارہ دیکھنے کے لئے موجود رکھا جائے گا "وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ الاَعلیٰ)

(۳۔ز) عہد رسولؐ کا وہ شخص کون تھا جو اپنا تمام مال نظام زکوٰۃ کو دے دیتا تھا؟ حضرت علیؑ کا یہ مقام بلند و بزرگ بے مثل و بے نظیر ہے اور آنحضرتؐ کے سوا کسی اور کو اس مقام پر فائز سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد اسی ذات پاک کی یہ خصوصیت بیان ہوئی ہے کہ وہ حضرت اپنا تمام مال نظام زکوٰۃ میں دے دیتے ہیں اور تاریخ و حدیث سے ایسے کسی اور شخص کا نام ونشان و وہم تک بھی نہیں ملتا جس کے پاس کچھ نہ کچھ تھوڑا یا زیادہ مال موجود نہ رہتا ہو۔ لہٰذا واقعیت یہی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام آیت (۱۸ / ۹۲) کے مصداق ہیں اور، اور کوئی نہیں ہے اور اس آیت (۱۸ / ۹۲) سے پہلے سورۂ مائدہ میں ولایت الٰہیہ کے سربراہوں کی تفصیل کی ذیل میں بتایا جاچکا ہے کہ وہ حضرات رکوع کی حالت میں یعنی ناداری اور قلاشی کی حالت میں بھی زکوۃ دیتے رہتے ہیں (وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ المائدۃ (۵۵ / ۵) یا یہ کہ نظام زکوٰۃ ہی کی کامیابی کے لئے نادار رہتے ہیں۔

نوٹ: قارئین نوٹ کریں کہ لفظ رَكَعَ۔ يَرۡكَعُ کے معنی نادار و قلاش و مفلس ہونا ہیں۔ (تشریحات سورۂ مائدہ)

(۳۔ح) علیؑ اور فاطمہؑ اور آئمہؑ معصومینؑ علیہم السلام کے علاوہ کوئی ایسی ہستی ہے ہی نہیں جس کے ذمہ کسی کا بھی احسان نہ ہو۔

چونکہ سورۂ وَالَّيۡلِ کی آیات (۲۱ تا ۱۷/ ۹۲) میں کائنات کے سب سے بڑے متقی کا تعین اور اس کی صفات اور شناخت بیان ہوئی ہے چنانچہ ناداری میں بھی اپنا تمام مال دیتے رہنے کے عمل کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اس سب سے بڑے معززو متقی شخص کا یہ حال ہے کہ اس پر نہ ماں باپ کا نہ اعزا و اقربا کا نہ قوم و قبیلے کا اور نہ رسولؐ اللہ کا اور نہ اللہ کا احسان باقی ہے نہ کوئی ایسا فرض عائد ہے جو واجب الادا رہ گیا ہو (۱۹ / ۹۲) اس کے باوجود وہ پھر بھی اللہ ورسولؐ اور اسلام اور مومنین کے لئے دن رات کام کررہا ہے اس لئے کہ وہ اپنے اعلیٰ درجے کے پروردگار کی وجہ یا رضا و خوشنودی کے لئے ہر قربانی دے رہا ہے۔(۲۰ / ۹۲) قارئین سوچیں کہ عہد رسولؐ میں کون ایسا شخص ہوسکتا ہے جس کے ذمہ اللہ کا بھی کوئی احسان باقی نہ ہو؟ یہ بھی وہ مقام ہے جہاں علی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی فردقدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ کوئی دوسرا شخص ایسا ہی مل سکتا جو صرف اور صرف خوشنودیٔ خداوندی کے لئے کام کرتا ہو۔ یعنی نہ تو اس کی کوئی ذاتی غرض ہو اور نہ اس پر فرض یا واجب ہو۔ لہٰذا یہ صفت بھی حضرت علی علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص ہے اس کی دوسری دلیل سورۂ بقرۃ (۲۰۷ / ۲) میں موجود ہے جہاں اس نے اپنی جان اللہ کے ہاتھ فروخت کر کے جان کے بدلے میں اللہ کی رضامندیاں (مرضات) خریدلی تھیں۔ اور اس خرید و فروخت کے بعد جسے بھی اللہ کی خوشنودی درکار ہو اسے علی مرتضیٰ علیہ السلام کے پروگرام پرچلنا ہوگا اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا پڑے گی۔ ورنہ خود ساختہ رضی اللہ عنہ یا عنہم کو اللہ کے حضور میں بہت شرمندہ ہونا پڑے گا۔ بہرحال اس سورہ کی آخری آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

(۳۔ط) سورۂ وَالَّيۡلِ میں آخری بات یہ کہی گئی ہے کہ زیر تشریح شخص کی قربانیاں اللہ پر دباؤ ڈالتی رہیں۔

وَلَسَوۡفَ يَرۡضٰى ﴿٢١﴾ اللیل (۲۱ / ۹۲) "اور وہ مذکورہ بالا سب سے بڑا متقی عنقریب ضرور راضی و خوش ہو جائے گا" معلوم ہوا کہ اللہ کو یہ اطلاع ہے کہ وہ سب سے بڑا عزت والا اور سب سے بڑا متقی شخص ابھی اتنا خوش نہیں ہے جتنا اللہ کے خاص بندوں کو اللہ کے رویے سے خوش ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ اپنے رویے میں تبدیلی کرنے اور اس بزرگ ترین ہستی کو جلد ہی خوش کرلینے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں بتایا کہ وہ رویے یا طریق کار میں یا نتائج میں تبدیلی کیا ہوگی؟ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے چنانچہ اگلی سورۂ ضحیٰ میں اللہ فرماتا ہے کہ:

علیؑ اور محمدؐ ہی وہ ذوات مقدسہ ہیں جن میں سے ایک کی خوشنودی دوسرے کی رضا ہے۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضَىٰٓ ۝٥ الضحیٰ (۵ / ۹۳)

اور تیرا پروردگار بہت جلد تجھے ...دے گا چنانچہ تو راضی اور خوش ہوجائے گا"

یہاں یہ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ اس چیز کا نام نہیں بتاتا **وہ چیز صیغہ راز میں رکھی گئی ہے جس کے ملنے پر محمدؐ و علیؑ خوش ہوجائیں گے۔** جس کے ملنے کے بعد محمدؐ اور علیؑ خوش ہوجائیں گے۔ اور قارئین جانتے ہیں کہ آلِ ابراہیم علیہ السلام کے بہترین افراد محمدؐ و علیؑ تھے اور ان کو کتاب و حکمت و نبوت و رسالتؑ کے ساتھ ہی ساتھ اللہ نے اپنی مکمل حکومت سونپنے کا وعدہ کیاگیا تھا (نساء ۵۵۔۵۴ / ۴) مگر جسے روکنے کے لئے قریش نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا (۵۵۔۵۴ / ۴) اور جسے اللہ نے قریش کی آزمائش کے لئے قانون مشیت کے ماتحت فی الحال قریش کو دے دیا تھا (۱۴ / ۱۰ یونس) اور آنحضرتؐ کو اپنی مکمل حکومت دینے اور آپؐ کو پوری کائنات پر تسلط دینے کو یوم الدین تک ملتوی کر دیا تھا (توبہ ۳۳ / ۹، فتح ۲۸ / ۴۸، الصف ۹۔۸ / ۶۱) یہ التوا کا طویل زمانہ قربانیوں شہادتوں اور غم و الم و صبر کا زمانہ تھا پھر مسرتوں اور جزا کا زمانہ ہوگا جس میں راضی کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

سُوۡرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اِحۡدٰی عَشۡرَةَ اٰيَةً
سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ (۱۱) آیتیں ہیں
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الضُّحٰی ۝١ وَ الَّيۡلِ اِذَا سَجٰی ۝٢ مَا وَدَّعَكَ

قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانک لیوے نہیں چھوڑ دیا تجھ کو

رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ۝٣ وَ لَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ

رب تیرے نے اور نہ ناخوش رکھا اور البتہ پچھلی حالت بہتر ہے واسطے تیرے

مِنَ الۡاُوۡلٰی ۝٤ وَ لَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی ۝٥

پہلی حالت سے اور البتہ شتاب دیوے گا تجھ کو پروردگار تیرا پس راضی ہوگا

اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰی ۝٦ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۝٧

کیا نہیں پایا تجھ کو یتیم پس جگہ دی اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ۝٨ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝٩

اور پایا تجھ کو فقیر پس غنی کیا پس جو یتیم ہو پس مت قہر کر

(۱) روز روشن کی قسم ہے (۲) اور قسم ہے رات کی جب وہ سکون پیدا کر دیتی ہے کہ (۳) نہ تو تمہارے پروردگار نے تمہیں وداع کرکے بے سہارا چھوڑ دیا ہے اور نہ ہی وہ تم سے خفا ہوا ہے۔ (۴) اور بات در حقیقت یہ ہے کہ آپ کے لئے دنیا کی اوّل زندگی سے آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی اسکیم ہے۔ (۵) اور ضروری ہوگیا ہے کہ عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں وہ...کچھ دے گا؟ چنانچہ تو راضی اور خوش ہوجائے گا (۶) ذرا سوچو کہ کیا ہم نے تمہیں یتیم و بے سہارا نہ پایا تھا؟ چنانچہ تمہیں یتیمی اور بے چارگی سے محفوظ رکھنے والی پناہ عطا کی۔ (۷) اور تجھے گمراہ پایا تھا، چنانچہ تمہاری راہنمائی کی۔ (۸) تمہیں ذمہ داریوں میں گھرا ہوا دیکھا تو مستغنی کر دیا۔ (۹) چنانچہ اے رسولؐ اب تم یتیموں پر زبردستی نہ ہونے دینا

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ﴿۱۰﴾	(۱۰) اور ہر سائل اور ضرورتمند کو جھڑکیوں سے محفوظ کرنا (۱۱) اور اپنے پروردگار کی مذکورہ نعمت و انعام کی حدیث بیان کرتے رہو۔
اور جو مانگنے والا ہو پس مت ڈانٹ	
وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ ع	
اور جو نعمت پروردگار تیرے کی ہے پس بیان کر	

تشریحات سورۂ ضحیٰ:

ا۔آیات (۵ تا ۳ / ۹۳) میں اسلام اور آنحضرتؐ کے کائناتی غلبے کو یوم الدین اور یوم الآخرت تک ملتوی کرنے کا پروگرام

سورۂ والیل کائنات کے سب سے عظیم الشان متقی علی بن ابی طالب علیہما السلام کو راضی کرلینے کا وعدہ کر کے ختم ہوئی تھی تو اس کے فوراً بعد اللہ نے قسمیہ بیان دے کر آنحضرتؐ کو اطمینان دلایا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں نظر انداز نہیں کیا نہ میں تم سے خفا رہا ہوں (۳ / ۹۳) معلوم ہو رہا ہے کہ رسولؐ اللہ نے یہ دونوں باتیں محسوس کی تھیں ۔ یعنی اللہ کی توجہات کچھ بدلی ہوئی اور رویہ کچھ غیر مانوس سا تھا ۔ لیکن اللہ نے دو قسمیں کھالیں تو معلوم ہوا کہ توجہات کا بدلا ہوا ہونا اور رویہ میں اجنبیت تو ضرور تھی ۔ اس لئے کہ حضورؐ کو غلط احساس ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر اس کی وجہ کچھ اور تھی حضورؐ سے خفگی یا بے توجہی نہ تھی ۔ مگر حضورؐ کو ملال ہے۔ انہیں اپنی مشیت سے خوش کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہم نے آخرت کی زندگی کو اس موجودہ زندگی سے بہتر بنا دینے کا کام کیا ہے (۴ / ۹۳) گویا ہم اس لئے تمہاری ذات پر زیادہ متوجہ نہ رہے بلکہ تمہارے کام میں عدیم الفرصت رہے ہیں مطلب یہ کہ ہم نے تم سے تین مرتبہ (زخرف ۴۲۔۴۱ / ۴۳ ، یونس ۴۶ / ۱۰ رعد ۴۰ / ۱۳ ، مومن ۷۷ / ۴۰) جو وعدہ کیا تھا وہ آخر میں یا آخرت میں پورا کیا جائیگا ۔اور تمہیں ساری کائنات پر تسلط اور غلبہ دے دیا جائے گا۔ (توبہ ۳۳۔۳۲ / ۹، فتح ۲۸ / ۴۸ ، الصف ۹۔۸ / ۶۱ اور تشریحات سورۂ تطفیف) اور یوں تمہاری آخرت والی زندگی اس پہلی زندگی سے بہتر ہوگی اور تمہیں وہی کچھ دے دیا جائے گا جو وعدوں میں مذکور ہوتا رہا ہے ۔اور تم ہم سے راضی اور خوش ہو جاؤ گے (۵ / ۹۳) اور اس طویل دور میں پیش آنے والے روح فرسا و جان لیوا حادثات کا رنج و الم و حزن و ملال دور ہو جائے گا ۔

۲۔آیات (۵ تا ۱ / ۹۳) میں واضح پروگرام اور اسکی وجوہات بیان ہوئی تھیں مگر مودودی اینڈ کمپنی نے ترجمہ ہی الٹ دیا۔

اللہ تو یہ فرما رہا ہے مگر قریش پرست علما آخرت کے معنی دنیا کرکے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے ہیں اورچاہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والوں کی توجہ دنیا سے ہٹ کر آخرت اور زمانہ رجعت پر نہ جاٹکے ۔لہٰذا مودودی کے دونوں تازہ ترجموں کو دیکھ کر آگے بڑھیں ۔ سورۂ والیل میں اللہ نے فرمایا تھا کہ : (۱) وَإِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَٱلۡأُولَىٰ ﴿۱۳﴾ (والیل ۱۳ / ۹۲)

(۱) مودودی کا صحیح ترجمہ: "اور درحقیقت آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔ (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۳۶۴)

سورۂ الضحیٰ میں اللہ نے فرمایا ہے ۔ (۲) وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ ٱلۡأُولَىٰ ﴿۴﴾ الضحیٰ

(۲) مودودی کا قریشی ترجمہ ؟؟؟: "اور یقیناً تمہارے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے "(تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۳۷۰)

قارئین یہ دونوں ترجمے آپ کے روبرو ہیں اور یہ پہلا موقعہ نہیں کہ اس بددیانت شخص نے غلط ترجمہ کر دیا ہو بلکہ پورا قرآن آپ کے سامنے سے گزر چکا ہے اس نے ہر کلیدی مقام پر قریشی اسکیم اور خود ساختہ تاریخ کے ماتحت قرآن کو رکھا ہے اور نہایت رکیک و رسوا کن انداز سے کلام اللہ میں اصلاحات جاری رکھی ہیں ۔

(۲۔الف) ترجمہ بگاڑ کر حیات رسوؐل کا آخری دور مراد لیا ہے جو نہایت دردناک تھا مسلمانوں کا رسوؐل سے سلوک؟

اگر ہم آنحضرت کی زندگی کے آخری دور کے دردناک حالات لکھیں تو ایک الگ اور مستقل کتاب کی ضرورت ہے صرف اس قدر کہنا ہے کہ امام محمد اسماعیل بخاری کے ریکارڈ سے ثابت ہے کہ عائشہ ، ابوبکروعمر اینڈ کمپنی نے ایسی دوا پلا پلا کر آنحضرؐت کو شہید کیا تھا جس کی ایک ایک بوند تندرست آدمی کو موت کی نیند سلا سکتی تھی۔ اور یہ کہ حضورؐ کے جنازے کو بے گوروکفن چھوڑ کر اپنی حکومت قائم کرنے کو چلے گئے تھے ۔ اور نماز جنازہ تک میں شریک نہ ہوئے تھے ۔ قریشی مسلمانوں کے حالات لکھے جا چکے ہیں ۔

(۲۔ب) ۸ ہجری میں قریشی مسلمانوں کے حالات کی صرف ایک مثال کافی ہے ۔

ان میں سے ایک مثال قرآن اور مودودی کے ترجمے سے دیکھ لیں: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔۲۔خدا سے ڈرو۔۳۔اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔۴۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو۔۵۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسوؐل کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے " (بقرہ ۲۷۹۔۲۷۸ / ۲ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۱۷)
علامہ کی تشریح: "یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۱۸)

(۲۔ج) مودودی کے بیانات سے بھی رسوؐل کی زندگی کا آخری دور مراد لینا غلط ہے بعثت کا مقصد؟

مودودی سے آنحضرؐت کی بعثت کا مقصد سنیئے اور فیصلہ کیجیئے کہ آیا وہ مقصد رسوؐل کی حیات کے کسی اوّل یا آخر دور میں پورا ہوگیا تھا؟ ارشاد ہے ۔ بعثت رسوؐل کا مقصد مودودی کے قلم سے : "بعثت رسوؐل کی غرض اس آیت (توبہ ۳۳ / ۹) میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰) اور یہ کہ :
بار دیگر سنیئے : "جو بات اللہ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد محض اس دین کی تبلیغ نہ تھا بلکہ اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام نظاماتِ زندگی پر غالب کر دینا تھا۔ "(فتح ۲۸/۴۸)(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۲۔۶۳)

"دوسرے الفاظ میں رسوؐل کی بعثت کبھی **دنیا کے تمام ادیان اور نظامہائے زندگی کو اسلام کے ماتحت کردینا۔** اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے ۔ بلکہ وہ بادشاہِ ارض و سما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے ۔ اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیئے جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظام زندگی رہتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۰) ان تینو ں بیانات کی غرض یا مقصد ہرگز عہد رسوؐل میں ایک منٹ کے لئے بھی پورا نہ ہوا ساری دنیا تو بہت بڑی ہے عہدرسوؐل میں تو روم و یونان اور ایران کی حکومتوں پر غلبہ نہ پایا گیا۔ اور خود عربوں کا جو حال تھا وہ بھی ایسا تھا کہ قریشی حکومت کو عربوں سے جنگ کرنے میں ایک سال برابر مصروف رہنا پڑا۔ نبوت کے دعوے ہوئے سارا عرب بغاوت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا ماننا ہی پڑیگا کہ آنحضرؐت سے کئیے ہوئے تمام وعدے آخرت پر ملتوی کردیئے گئے تھے جو بارہویں محمد صلی اللہ علیہ وعلی اباۂ و امہاتہ کے عہد میں شاندار طریقے پر پورے ہوں گے ۔

(۲۔د) لَسَوۡفَ یَرۡضیٰ یا لَسَوۡفَ تَرۡضیٰ سے کم ازکم قریشی علما فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ لفظ "سَوۡفَ" کے معنی "مستقبل قریب" اور "مستقبل بعید" دونوں ہوتے ہیں ۔ اور ہم نے بھی "سَوۡفَ" کا ترجمہ "عنقریب" کیا ہے مگر اس سے یہ مفہوم پیدا کرنا غلط ہے کہ آنحضرؐت کو ان کی زندگی ہی میں موعودہ رضایا خوشی حاصل ہوجائے گی ۔ سَوۡفَ تو سَوۡفَ ہے ۔ لفظ "قریب" سے بھی مولانا کا مفہوم حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ نے قریش کو بالکل

قریب آلگنے والے عذاب سے خبردار کرنے کے لئے فرمایا تھا کہ:

إِنَّآ أَنذَرْنَٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ﴿٤٠﴾ الخ (نبا ۴۰ / ۷۸)

علامہ کا ترجمہ: "ہم نے تم لوگوں کو اس عذاب سے ڈرادیا ہے جو قریب آلگا ہے"

(۲ ۔ ہ) تمام قریشی مسلمانوں کو آخرت میں عذاب کا مطلب مودودی سے: علامہ مودودی مانتے ہیں کہ گو اللہ نے قریش کو ایک قریب آلگنے والے عذاب کی دھمکی دی ہے مگر یہ عذاب آخرت یا قیامت میں دیا جائے گا۔ اور یہ کہ لفظ 'قریب" کا مطلب لاکھوں برس بھی ہوسکتا ہے سنیئے:

"بظاہر ایک آدمی یہ خیال کرسکتا ہے کہ جن لوگوں کو خطاب کرکے یہ بات کہی گئی تھی ان کو مرے ہوئے اب ۱۴ سوسال گزر چکے ہیں اور اب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قیامت آئندہ کتنے سو، کتنے ہزار، یا کتنے لاکھ برس بعد آئے گی پھر یہ بات کس معنی میں کہی گئی ہے کہ جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ قریب آلگا ہے؟ اور سورۃ کے آغاز میں یہ کیسے کہا گیا ہے کہ (كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ نبا ۵۔۴ / ۷۸) عنقریب انہیں معلوم ہوجائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "انسان کو وقت کا احساس صرف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اس دنیا میں زمان و مکان کی حدود کے اندر جسمانی طور پر زندگی بسر کررہا ہے۔ مرنے کے بعد جب صرف روح باقی رہ جائے گی، وقت کا احساس و شعور باقی نہ رہے گا، اور قیامت کے روز جب انسان دوبارہ زندہ ہوکر اٹھے گا اس وقت اسے یوں محسوس ہوگا کہ ابھی سوتے سوتے اسے کسی نے جگا دیا ہے۔ اس کو یہ احساس بالکل نہ ہوگا کہ وہ ہزارہا سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہے (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳)

یہاں یہ حقیقت ثابت اور تصدیق ہوگئی کہ آیت (۵ / ۹۳) میں لفظ "سَوْفَ" آجانے سے بھی آخرت آخرۃ ہی رہتی ہے دنیا نہیں بن جاتی ۔ اور یہ کہ علامہ غلط ترجمہ کرنے کے بعد بھی اپنی قریشی اسکیم میں ناکام رہے ہیں ۔

۳۔ اللہ نے آنحضرؐت کے پالنے والوں، تربیت و ہدایت کرنے والوں اور حفاظت کرنے والوں کے افعال کو خود سے منسوب کیا۔

سورۂ ضحیٰ کی آیات (۸ تا ۶ / ۹۳) میں اللہ نے جناب عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام کے افعال واقدامات کو اپنے افعال و اقدامات فرما کر ان کے مقامات ارفع و اعلیٰ کی نشاندہی کی ہے یہی وہ حضراتؑ ہیں جن کی شان میں اللہ نے آنحضرؐت کو واحد مخاطب کے الفاظ میں یہ حکم دیا ہے کہ:

(۳ ۔ الف) وہ حضراتؑ جن کی اطاعت و احترام و اکرام رسولؐ اللہ پر بھی واجب تھا۔ "والدین کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کے علاوہ احسان بھی کرتے رہنا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے ہی بوڑھے ہوجائیں تو ان کے حضور میں کبھی کسی بات پر اُف تک نہ کرنا۔ اور انہیں کبھی نہ ڈانٹنا اور جب بھی تو انہیں مخاطب کرے تو عزت و احترام و اکرام مدنظر رکھنا۔ اور جس طرح پرندے اپنے بچوں کے لئے پر و بازو پھیلا دیتے ہیں تم بھی بڑی عاجزی اور ذلت و انکساری سے پیش آنا اور ان کے سامنے بڑے پیار سے بچھ جایا کرو اور ہم سے یہ دعا کیا کروکہ: "اے میرے پروردگار تو ان دونوں پر اسی طرح رحم کرتا رہ جیسا کہ ان دونوں نے میرے بچپن میں میری ربوبیت کی تھی (بنی اسرائیل ۲۴۔۲۳ / ۱۷)

(۳ ۔ ب) آنحضرؐت اللہ کی طرف سے پوری کائنات کی مخلوقات کے لئے ذمہ دار ہیں مگر حضورؐ کے پالنے والے براہ راست اللہ کے ذمہ ہیں۔

یہی وہ حضراتؑ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دائرہ رسالت و ہدایت و تبلیغ سے باہر رکھے گئے ہیں اور خود حضورؐ کے راہنما مقرر کئے گئے تھے ۔اور اپنے زمانہ تک تمام انسانوں کے امام و راہنما اور بیت اللہ کے محافظ تھے ۔یہی وہ حضراتؑ ہیں جو تمام سابقہ انبیا علیہم السلام کی کتابوں اور تبرکات کے امین اور وارث تھے۔ان کے لئے آنحضرؐت کو حکم دیا گیا تھا کہ:

وَلَا تَطْرُدِ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَىْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَىْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ

"اور اے رسولؐ ان لوگوں سے تعارض نہ کرنا جو دن رات عبادت

مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓاْ أَهَـٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۗ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِٱلشَّـٰكِرِينَ ﴿٥٣﴾ انعام ۵۳۔۵۲ / ۶)

خداوندی میں مصروف رہتے ہیں اور جنہوں نے وجہ اللہ کی سربلندی کا ارادہ کررکھا ہے۔ بات یہ ہے کہ تمہارے ذمہ ان کا حساب کتاب نہیں ہے اور ان کے ذمہ تمہارا حساب نہیں ہے۔ یعنی وہ اپنے دائرہ کار میں آزاد و مختار ہیں اور تم اپنے پروگرام میں آزاد و مختار ہو۔اس حکم کے بعد بھی اگر تم اور دوسرے لوگ ان معاملات میں مداخلت اوربازپرس کروگے تو تم ظالموں میں شمار کرلئے جاؤ گے۔ لوگوں کے اعتراضات اس وجہ سے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض دوسروں کے سلسلے میں آزمائشوں میں الجھا دیا ہے تاکہ وہ ان مخصوص لوگوں کو دیکھ دیکھ کر رشک و حسد سے یہ کہیں کہ: ”کیا یہی ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان ہمیں چھوڑ کر اللہ نے منت پوری کرنے کا فضل کیا ہے ؟ (أَهَـٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم ﴿٥٣﴾ الأنعام ۵۳ / ۶) ان حاسدوں کو جواب دو کہ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو سب سے زیادہ اور بہتر طریقے پر نہیں جانتا ہے ؟

(۳۔ج) حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق جن مخصوص ترین مومنینؑ پر اللہ نے رسولؐ کی پیدائش کا احسان جتایا ہے

ان آیات (۵۳۔۵۲ / ۶) میں قریشی لیڈروں کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اللہ نے قبول کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے آباؑ واجدادؑ اور خاندانؑ پر واقعی احسان (مَنَّ) کیا گیا ہے اسی حقیقت کو ذرا تفصیل سے حضرت ابوطالبؑ کے نام والی سورۂ آل عمران میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ (آلِ عمران ۱۶۴ / ۳)

”یقیناً اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا (بقرہ ۱۲۹۔۱۲۸ / ۲) کے مطابق مخصوص مومنین (المومنین) پر اس وقت منّتی احسان کیا تھا جب اُمت مسلمۃ (۱۲۸ / ۲) کے مومنین میں مومنین ہی میں سے ایک مومن رسولؐ مبعوث کیا تھا۔جو ان مومنین کو اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے (اور سناتا رہے گا) اور ان کے اعمال میں جلا و تابندگی پیدا کرتا ہے۔(اور کرتا رہے گا) اور ان مومنین کو الکتاب کی تعلیم دیتا ہے (اور تعلیم دیتا رہے گا) اور حکمت کی مہارت بخشتا ہے (اور بخشتا رہے گا) اور وہ مخصوص مومنین کبھی بھی قابل بیان گمراہی میں مبتلا نہ تھے۔“

مودودی کی بات بھی سن لیں: قرآن کے بیانات کے ساتھ ساتھ شیخ صاحب کی بات بھی سن لیں فرماتے ہیں کہ:

”۸سال کی عمر تک آپؐ کے جد امجد نے آپؐ کو اس طرح پالا کہ انؑ کو نہ صرف آپ سے غیر معمولی محبت تھی بلکہ انؑ کو آپ پر فخر بھی تھا اور وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ ”میرا یہ بیٹا ایک دن دنیا میں بڑا نام پیدا کرے گا۔ ان کا بھی انتقال ہوگیا تو آپؐ کے حقیقی چچا ابو طالبؑ نے آپؐ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور آپ کے ساتھ ایسی محبت کا برتاؤ کیا کہ کوئی باپ بھی اس سے زیادہ نہیں کرسکتا، حتّٰی کہ نبوت کے بعد جب ساری قوم آپؐ کی دشمن ہوگئی تھی اس وقت دس سال تک وہی آپؐ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۲)

علامہ کی یہ تشریح (۶) جو انہوں نے آیت (۶ / ۹۳) کی ذیل میں ”فَاٰوٰی“ کا تعین کرنے کے لئے لکھی ہے یعنی یہ مان لیا کہ ”جناب عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب سلام اللہ علیہما ہی وہ آویٰ یا پناہ تھے جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔

(۳۔د) محفوظ پناہ دینا راہنمائی کرنا اور غنی بنانا حضرات عبدالمطلبؑ و ابو طالبؑ ہی کی ذمہ داری تھی۔

یہاں یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت نابت علیہ السلام ان کے جانشین و امام ہوئے اور ان کے بعد ان کی اولاد میں عہد امامت جاری رہا یہاں تک کہ حضرت قصیؑ جناب ہاشمؑ جناب عبدالمطلبؑ و ابوطالبؑ نسل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے آخری زمانے کے امامؑ اور وارثانِ رسالت و نبوت وامامۃ ہوئے اس طویل زمانہ میں حضرت اسماعیلؑ کے بھائیوں میں ایک ماتحت نبوت کا سلسلہ جاری رہا جو حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر آکر ختم ہوگیا۔ نبوت کا یہ سلسلہ مرکزی امامت کے ماتحت رہتا اور قوانین فراہم کرتا چلا آیا تھا۔ ادھر حضرت نابت علیہ السلام کی خاندانی حکومت مسلسل چلی آرہی

تھی ۔ جس کا آخری بادشاہ عہد خلیفہ دوم تک موجود تھا ۔ یہی وہ حکومت تھی جس کی مدد سے قبیلہ اوس و خزرج نے مدینہ کے یہودیوں سے نجات پائی تھی ۔ جس کا ذکر مودودی نے یوں کیا ہے :
''آخر کار ان کے سرداروں میں سے ایک شخص اپنے غسّانی بھائیوں سے مدد مانگنے کے لئے شام گیا اور وہاں سے ایک لشکر لا کر اس نے یہودیوں کا زور توڑ دیا ۔ اس طرح اوس و خزرج کو یثرب پر پورا غلبہ حاصل ہوگیا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۷۲)

خاندان ہاشمؑ کے علاوہ مکہ میں کوئی حضورؐ کا ہم قبیلہ و اسماعیلی نہ تھا مگر مدینہ میں اوس و خزرج اسماعیلی قبیلے اور رشتہ دار تھے ۔

جیسا کہ علامہ نے لکھا کہ اوس و خزرج قبیلہ غسان کے بھائی تھے ۔ تو یاد رکھیں کہ غسانی بھی حضرت نابتؑ بن اسماعیلؑ کی اولاد تھے ۔ یعنی مدینہ آنحضرتؐ کے ننھیالی و ددھیالی عزیزوں سے بھرا پڑا تھا۔ مگر مکے میں صرف چند لوگ ان کے خاندان کے افراد تھے کوئی عزیز و رشتے دار نہ تھا۔ جب حضرت عبد المطلبؑ کی تمام آبائی جائیداد پر قریشیوں نے قبضہ کرلیا تھا تو انہوں نے اپنی مدد کے لئے اپنے ماموں کو مدینہ ہی سے بلایا تھا حضرت عبداللہ کا انتقال بھی مدینہ ہی میں اپنی سسرال اور خاندان میں ہوا تھا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ نے آنحضرتؐ کی اور باہر سے آنے والے مسلمانوں کی جان توڑ نصرت کی تھی ۔ چونکہ حضورؐ کا خاندان مکہ کے انتظام پر مامور رہتا چلا آیا تھا اس لئے خاندانِ اسماعیل کی مرکزی شاخ کا مرکزی خاندان اور سربراہ و امام مکے میں رہا کرتا تھا ۔ لہٰذا جناب عبدالمطلبؑ اور ابوطالبؑ ہی وہ حضرات تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کو پالا ۔ انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، قدم قدم پر راہنمائی کی ، ربوبیت کے فرائض انجام دیے، ہدایت کو اس کے انتہائی مقام تک پہنچایا۔ وہ تمام کتابیں اور ریکارڈ سپرد کیا جو حضرت آدمؑ سے چلا آرہا تھا۔ اہل مکہ چونکہ اپنے صدیوں کے خود ساختہ اجتہادی اسلام پر گامزن تھے جنہیں دیکھ کر ہر دیندار خود کو گمراہ سمجھتا تھا ۔ اس لئے کہ عربوں کے اسلام میں ہر حقیقت کو اجتہادی اصولوں کی چرخی پر گھما کر الٹ دیا گیا تھا ۔ مگر جناب عبدالمطلبؑ اور ابو طالبؑ ان تمام اجتہادی مسائل کی تدریج و ارتقاء سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ کون سے حکم یا مسئلے نے بدلتے بدلتے موجودہ صورت حال اختیار کی ہے ۔ ان دونوں بزرگوارانؑ نے قریشی اسلام کی اس مسخ شدہ صورت کو آنحضرتؐ پر واضح کیا اور قریشی مجتہدین کے داؤ پیچ میں الجھنے سے محفوظ رکھا یوں بھی وہ دونوں بزرگوارؑ آنحضرتؐ کے ہادی و راہنما تھے جنہوں نے نہ صرف عربوں کی پیدا کردہ گمراہی سے حضورؐ کو محفوظ کردیا (۷ / ۹۳) بلکہ تمام الجھاؤ اور دنیاوی ضروریات سے بھی مستغنی کردیا (۸ / ۹۳) ۔

۴۔ اللہ نے اپنے اور ان بزرگوارانِ دینؑ کے مسلسل احسانات کا بدلہ دنیا سے افلاس مٹانے کی صورت میں چاہا ۔

پوری سورۃ کا نچوڑ آخری آیات (۱۱ تا ۹ / ۹۳) میں بطور اپیل پیش کیا گیا ہے اور تعلیمات اسلام کا نتیجہ یہ کہہ کر چاہا ہے کہ دیکھو تم یتامیٰ اور مساکین پر سے ہر قسم کا قہر و غلبہ دور کردینا اور ہر ضرورت مند اور سائل کو اس کی ضروریات بروقت فراہم ہوتے رہنے کا انتظام کرنا ۔ اور یہ کہ اپنے پروردگار کی نعمتوں سے پوری نوع انسان کو متعارف رہنے کا سلسلہ جاری رکھنا (۱۱ تا ۹ / ۹۳) تاکہ انسانوں کو نعمات خداوندی کے حصول کا شوق ہو اور وہ دن دونی و رات چوگنی ترقی کرتے چلے جائیں نعمتوں کے انبار لگالیں اور کبھی قناعت کرکے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھے رہیں ۔ چنانچہ آج حدیثِ رسولؐ ہی وہ تعلیم ہے جس نے اس دنیا کو کارگاہ بنا کر رکھ دیا ہے ۔ مسلمان نام کے لوگوں کے علاوہ ساری دنیا اقوالِ محمدؐیہ و علویہ پر دن رات تجربوں اور انکشافات میں منہمک ہے ۔

(۴ ۔ الف) آیت (۱۱ / ۹۳) میں واجب الذکر نعمت کا نام نہیں ہے ۔ اور سورہ میں محض آویٰ ملنے کی بات ہے ۔

سورۂ ضحیٰ کی اس آخری آیت میں جس نعمت کی تحدیث و تبلیغ کو فرض کیا گیا ہے یقیناً اس کا ذکر پہلے ہو چکنا چاہیئے تاکہ حکم ملتے ہی تعمیل ممکن ہو جائے ۔ لہٰذا جس چیز کے عطا کئے جانے کا اس سورہ میں ذکر ہے وہ ، وہ آویٰ ہے جس نے یتیمی اور بے چارگی کو دور رکھا، ہدایت کے دروازے کھول دیئے ، گمراہی کو ناممکن بنا دیا اور ہر احتیاج سے مستغنی و بے فکر کردیا۔ یقیناً اس آویٰ سے بزرگ تر اور کوئی نعمت ممکن ہی نہیں ہوسکتی ۔ اور چونکہ حضرت عبدالمطلبؑ اور ابو طالبؑ کو اللہ نے آویٰ قرار دیا ہے لہٰذا رسولؐ پر اور پھر پوری اُمت پر فرض و واجب و لازم ہے کہ وہ سب خانوادۂ رسولؐ اور بزرگان محمدؐ صلی اللہ علیہ و علیہم کا تذکرہ جاری رکھیں تاکہ وہی نعمتیں مسلسل حاصل ہوتی رہیں جو آویٰؑ سے برآمد ہوتی ہیں ۔

سُوْرَةُ الْمُنْشَرِحِ

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ

کیا نہ کھول دیا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا اور اُتار رکھا ہم نے تجھ سے

وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ

بوجھ تیرا جس نے توڑی تھی پیٹھ تیری اور بلند کیا ہم نے واسطے تیرے

ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

ذکر تیرا پس تحقیق ساتھ سختی کے آسانی ہے تحقیق ساتھ سختی کے

يُسْرًا ﴿٦﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾

آسانی ہے پس جب فارغ ہو تو پس محنت کر بیچ عبادت کے

وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾ ع

اور طرف رب اپنے کی پس رغبت کر

ع ۸ ۱۹

(۱) اے رسولؐ کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کے قلبی علوم کی تشریح اور توضیح نہیں کر دی ہے ؟ (۲) اور کیا ہم نے آپ کی ان ذمہ داریوں کے بارے میں وزارت نہیں بنا دی ہے ؟ (۳) جن کی فکر میں تمہاری پشت جھکی جا رہی تھی۔ (۴) اور اسی طرح اے نبیؐ کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلندی اور اوجِ کمال نہیں بخشا ہے ؟ (۵) البتہ یہ صحیح ہے کہ وزارت اور رَفعِ ذکر کی سختیوں میں ان کی سہولتیں بھی لپٹی ہوئی ہیں ۔ (۶) دوبارہ نوٹ کرا دیں کہ وزارتِ علویہ کی سہولتیں اس کی دقتوں کے ساتھ منسلک ہیں ۔(۷) چنانچہ جب آپؐ وزارت کے اعلان، ذکر کے فروغ اور دقتوں کو سہولتوں سے بدلنے کے بندوبست سے فارغ ہو جائیں تو وزیر و خلیفہ کو اعلانیہ قائم کر کے (۸) اپنے پروردگار سے وابستہ ہو جاؤ۔

تشریحات سورۂ الم نشرح :

ا۔ حضورؐ کے قلبی علوم کی تشریح اور آنحضرتؐ کی لامحدود کائناتی ذمہ داریوں کے لئے وزارت کا قیام۔

سابقہ سورۂ الضحیٰ میں جو پناہ (آوی) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے عطا فرمائی گئی تھی وہ کوئی عارضی اور محدود پناہ نہ تھی یہ وہ پناہ تھی جس کے لئے اللہ نے روز ازل سے ایک مربوط و مسلسل انتظام و اہتمام کیا تھا۔ اسی پناہ کے قائم رہنے اور استحکام کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ:

(ا۔الف) حضرت عبدالمطلبؑ بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح تنہا ایک مکمل اُمت تھے۔ "پروردگارا مجھےؑ اور اسماعیلؑ کو اپنے حقیقی مسلم بنا دے اور ہماری ذریت میں اپنے لئے ایک "اُمت مسلمة" پیدا کرنا اور اس اُمت مسلمة میں سے وہ رسولؐ مبعوث کرنا (۱۲۸۔۱۲۹ / ۲) چنانچہ حدیث میں بھی حضرت عبدالمطلب علیہ السلام تنہا ایک اُمت کہلاتے ہیں یہ عبدالمطلبؑ ہی تھے جنہوں نے قریش کی دشمنی ورثہ میں پائی تھی اور اپنی مدد و نصرت کے لئے مدینہ سے اپنے ماموءں کو بلایا تھا۔ وہ پہلی ذات پاک عبدالمطلبؑ ہی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ وہ عبدالمطلبؑ ہی تھے جن کی زوجیت میں شہنشاہ روم اپنی بیٹی دینا چاہتا تھا وہ عبدالمطلبؑ ہی تھے جنہوں نے اپنے گھر میں ایسے بزرگ مردوں اور خواتین کو جمع اور ہم آہنگ رکھا تھا جنہوں نے مسلسل تا قیامِ قیامت آنحضرتؐ کی اور حضورؐ کے دین و مقاصد کے لئے مستقل آوی یا پناہ بنتے اور بناتے

چلے جانا تھا۔ حضرت ابوطالبؑ علیہ السلام اور حضرت فاطمہ بنت اسد علیہما السلام نے حضورؐ کی پرورش و ربوبیت اور تربیت و ہدایت کاری کی مہم سنبھالنا تھی اور ایسے خاندان کو وجود بخشنا تھا جو محمدؐ اور اسلام پر اپنا خون چھڑکتا چلا جائے چنانچہ اسی پناہ یا عبدالمطلبؑ سے ابوطالبؑ نکلے۔ علیؑ نے ظہور کیا۔ فاطمہؑ نے نسوانی کائنات سنبھالی۔ حسنین علیہما السلام نے جنم لیا اور اس پناہ کو ہمہ گیر و جاوداں بنا دیا۔ ادھر اللہ نے اپنے اوّلین نور کو اپنے تعارف کرانے والے محمدؐ کو اپنے تمام علوم کا مرکزو خزانہ بنایا تھا۔ ان حضرتؐ کو کائنات پر شہید بنایا تھا رحمت للعالمین مقرر فرمایا تھا۔ قیامت تک وقوع میں آنے والے تمام کائناتی واقعات وحادثات کو منجمد شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب میں ودیعت کردیا تھا جن کا دباؤ مادی جسم کی قید میں آنے کے بعد برابر محسوس فرماتے رہے (أَنقَضَ ظَهْرَكَ) اس دباؤ کو بانٹنے اور کم سے کم کرنے اور خوشگوار بنانے کے لئے اللہ نے پہلے علیؑ کو اور پھر فاطمہؑ کو مادی وجود میں تبدیل کیا اور آنحضرتؐ کے قلبی علوم کو حصہ رسدی بانٹ دیا اور فرمایا کہ:

(۱۔ب) تیرہ ۱۳۔ معصومینؑ آنحضرتؐ کے قلبی علوم کی تشریح اور نمائندہ تھے۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٩﴾ (عنکبوت ۴۹۔۴۸ / ۲۹)

"اے رسولؐ آپؐ اس سے پہلے نہ تو کتاب میں سے کچھ تلاوت کرکے سناتے تھے اور نہ ہی پہلے اپنے دہنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے اگر تم نے لوگوں کے سامنے تلاوت اور کتابت کرکے دکھائی ہوتی تو باطل عقائد رکھنے والے لوگ الجھن اور شش و پنج میں پڑجاتے۔ بلکہ صورت حال یہ رکھی گئی ہے کہ جن لوگوں کو روز ازل سے مکمل علم (ٱلْعِلْمَ) دیا گیا تھا ان کے دلوں میں قرآن کو بولنے اور بیان کرنے والی آیات کی صورت میں بھی منتقل کردیا گیا ہے اور ہماری ان آیات سے تعارض وہی لوگ کریں گے جو خالص مُنَزّل مِنَ اللہ سے احکام جاری نہیں کرتے (ظالم کے معنی سورۂ مائدہ ۴۵ / ۵)

یہ تھی وہ بات جو آیت (۱ / ۹۴) میں فرمائی گئی ہے۔ اور چونکہ پہلی سورۂ (ضحیٰ) میں اللہ نے اپنی مہربانیوں کو یاد دلاتے ہوئے اپنی ازلی پناہ (آوٰی) کے نام پر دنیا سے افلاس مٹانے اور یتامیٰ و مساکین کو خود مکتفی بنانے کی اپیل کی تھی اور مزید عطیات کا وعدہ فرمایا تھا اس لئے یہاں (سورۂ الم نشرح میں) اسی آوٰی سے نکلنے والے انتظام کا ذکر فرمایا ہے اور یہ دو احسان وسلوک یاد دلائے جن سے حضورؐ کو قیامت تک چلنے والے نظام پر اطمینا ن دلایا گیا اور بتایا گیا کہ اس نظام کی ذمہ دار وہ وزارت ہے جو نبوت کی اعلانیہ تبلیغ کے پہلے دن قائم کی گئی تھی۔ اور اس ازلی و ابدی وزارت و خلافت اوروزراءؑ و خلفاءؑ کی مخالفت کرنے والوں پر اتمام حجت بھی کردیا گیا تھا۔ تاکہ وہ مستقبل میں یہ نہ کہہ سکیں کہ "اگر ہمیں موقع دیا گیا ہوتا تو ہم وزارت و امارت کی ذمہ داریاں ضرور سنبھالتے اور انجام دیتے"۔

(۱۔ج) وزارت و خلافت محمدؐیہ کا قیام کتب احادیث و تواریخ کی شہادت۔

مومنین کے لئے قرآن کے بیانات کافی ہوجاتے مگر افسوس کہ قریشی سازش نے شیعوں کے نام نہاد علما کو بھی اپنے طرزِ ترجمانی کا گرویدہ اور پیروکار بنا لیا اور وہ آنکھ بند کرکے اس راہ پر چلتے رہے جس پر قریش ساری اُمت کو چلانا چاہتے تھے۔ یوں قرآن کو بعیداز فہم کرکے رکھ دیا گیا چنانچہ وہ علمائے شیعہ جنہیں سختی سے محمدؐ و آل محمدؐ کا پیرو اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کا دشمن مانا گیا ہے، وہ قرآن کا وہی ترجمہ کرتے رہے جو قریشی نے کیا تھا۔ اور بڑے واضح الفاظ میں دعوت ذوی العشیرہ کو خاندانی دعوت مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں چنانچہ کتاب "نفس رسولؐ" معروف بہ "حضرت امیرؑ المومنین" کے مصنف کا لقب و نام یوں لکھا ہے۔

حضرت حجت اللہ الکبریٰ آیت اللہ العظمیٰ آقا مولانا سید حیدر علی طاب ثراہ (مطبوعہ اصلاح کھجوہ بہار)

یہ اللہ کی سب سے بڑی حجت اور آیت مذکورہ کتاب کے حصہ اوّل میں لکھتے ہیں کہ: "اور آیت نازل ہوئی۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ الشعراء: سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کیجیے۔ آنحضرتؐ نے اس حکم کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان والوں کو پکارا "یا معشر قریش" لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا..."(صفحہ ۱۳۹)

حجت اللہ اور آیت اللہ نے ان جملوں میں یہاں اپنا اور آیت کا مضحکہ بنا دیا ہے۔ ذرا سوچیے کہ اس تین لفظی

آیت میں پہاڑ پر چڑھ جانے کا ذکر کہاں ہے؟ لہٰذا پہاڑ پر چڑھنے کی زحمت اس حکم کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے پھر اہل خاندان تو مکان کی چاردیواری میں اور آس پاس رہتے تھے ان کو سفر کرکے کوہ صفا تک جانا اور پہاڑ پر چڑھ کر پکارنا عقلمندی بھی نہ تھا۔ پھر اگر محض رشتہ داروں اور وہ بھی قریب ترین رشتہ داروں کو بلانا تھا تو "یا معشر قریش" کہہ کر بلانا بھی آیت کے حکم کی خلاف ورزی ہے، حکم کی موافقت نہیں اس لئے کہ بقول حجت اللہ، اللہ نے صرف قریب ترین خاندان والوں کو بلوایا تھا اور دعوت سارے قریش کو دے دی تھی۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ حجت اللہ آنحضرت کو بھی قریشی ہی سمجھتے ہیں مگر وہ یہ تو جانتے ہیں کہ سارے قریش رسوؐل کے قریبی رشتہ دار نہ تھے یہ ہے وہ مذاق و حماقت جو خود ساختہ آیتوں اور حجتوں ہی کو زیب دیتی ہے۔ پھر ان خانہ ساز آیتوں اور حجتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر صرف اقربائے رسوؐل کو ڈرانا مطلوب ہوتا تو اقربین کے ساتھ عشیرۃ لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ رہ گیا عشیرۃ کے معنی کنبہ خاندان یا قبیلہ کرلینا یہی تو قریشی سازش ہے جب ہم سورۂ شعرا میں اس آیت پر آئے تھے تو ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا تھا:

"اے رسوؐل آپ قریب ترین پنچوں اور برادری والوں کو خبردار کردیں"(شعرا، ۲۱۴ / ۲۶)

یہ اس لئے کہ۔ع۔ش۔ر اس کا مادہ ہے اور اس مادہ سے بننے والے ہر لفظ میں "دس" کی تعداد ضرور پائی جانا چاہیئے۔ پھر دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ یہ دعوت اعلانیہ دعوت تھی اور اس سے پہلے چپکے چپکے عزیزوں اور دوستوں میں تبلیغ کرتے ہوئے تین سال گزر چکے اور تمام عزیز و اقارب اس پر مطلع تھے۔ یعنی ان کو اعلانیہ دعوت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ یہ دعوت تمام قریش اور تمام اہل مکہ کے سرداروں اور ہر خاندان کے کرتا دھرتا اہل حل و عقد (UPPER TEN) کو دی گئی تھی اور اگر یہ محض خاندان کے افراد تک محدود تھی تو مان لیں کہ علیؑ کی وزارت و خلافتِ بھی عام نہ تھی۔ اور یہی مقصد تھا قریش کا کہ علیؑ خاندان کے چند افراد پر خلیفہ مانے جائیں اور یہ بات ان علمائے شیعہ کے یہاں بحث کی ابتدا ہی میں مان لی جاتی ہے لہٰذا بعد کی بحثیں بکواس بن کررہ جاتی ہیں مگر قرآن نے ان تمام لوگوں کو مدعو کیاہے جو نبوت و رسالت اور نبوت و رسالت کی وزارت و خلافت کے ماتحت آنا تھے اور وزارت و خلافت رسول کی اہلیت کا دعویٰ کرسکتے تھے اس لئے کہ اس دعوت میں جو کچھ فرمایا گیا وہ نہ دین کے فرائض واحکام ہیں نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزے کا نہ حج کی بات ہے نہ زکوٰۃ کی بس صرف ایک بات ہے کہ تم میں سے کون میرا وزیر و خلیفہ بننا چاہتا ہے؟ وہ آگے بڑھے اور عہد کرے چنانچہ حضوؐر نے فرمایا کہ:

(ا۔د) دعوت ذوی العشیرہ میں رسوؐل اللہ نے کیا فرمایا تھا۔

"اِنِّی وَاللّٰہِ مَا اَعۡلَمُ شَابًا فِیۡ الۡعَرب جَآءَ قومه بِاَفضل مِمَّا قَدۡ جِئۡتُکُمۡ به۔ اِنِّی قد جِئۡتُکُمۡ بِخَیۡرِ الدُّنیا وَالاٰخرة وَقَدۡ اَمرنِی اللّٰه تعالیٰ اَنۡ اَدۡعُوۡ کُم اِلَیۡهِ فَاَیُّکُمۡ یُوَازِرُنِی عَلیٰ هٰذَا الۡاَمۡرِ عَلیٰ اَنۡ یَّکُوۡنَ اَخِیۡ وَوَصِیِّی و خَلِیۡفَتِی فِیۡکُمۡ"

"اے لوگو خدا کی قسم میں عرب میں کسی ایسے جوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس ایسی چیز لایا ہو جو میری لائی ہوئی چیز سے بڑھ کر ہوتی۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس خیر کی طرف بلاؤں۔ چنانچہ بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جو اس بھلائی کو پھیلانے میں میرا بھائی، میری وصیت پر عمل کرنے والا اور میرا وزیر میرا خلیفہ بننے کو تیار ہو؟" یہ اعلان خود بتا رہا ہے کہ اس دعوت میں اہل مکہ اور قریش کا ہر وہ فرد موجود ہو جو کل رسولؐ کی وزارت و خلافت کا دعویٰ کرے۔ اور یہ کہہ سکے کہہ جناب مجھے اگر بلایا جاتا تو میں رسولؐ کی دعوت پر لبیک کہتا۔ اور اگلی آیت (۲۱۵ / ۲۶) میں اس دعوت کے خاندانی ہونے کی یہ کہہ کر نفی کردی گئی ہے۔ کہ:

"تمہاری اس دعوت کے ماننے والوں میں سے جو تیری اتباع کرے تو اس کو دونوں ہاتھ پھیلا کر قبول کرو۔ اور اگر نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے کاروبار سے بری الذمہ ہو گیا (شعرا، ۲۱۶ / ۲۶) بہرحال ہمیں اختصار مطلوب ہے۔ اس دعوت میں آنحضرؐت نے پنچوں، قومی وملکی سرداروں کو تین موقعے دیئے۔ ہر دفعہ حضرت علیؑ خود کو پیش کرتے اور بٹھا دیئے جاتے رہے۔ آخر تیسری مرتبہ انہیں پاس بلایا۔ ہاتھ پھیلا کر گلے لگایا۔ اور مجمع میں اعلان کیا کہ:

"یہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور خلیفہ ہے ادب و احترام سے اس کا حکم سنا کرو اور اس کی اطاعت کیا کرو۔"

یہ تھا وہ آخری موقع جسے اہل مکہ اور قریشی لیڈروں نے ضائع کر دیا اور جس کا طعنہ عبداللہ ابن عباس نے خلیفہ دوم کو دیا تھا۔

اور خلیفہ جی کے پاس غصہ فرمانے کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔ تفصیلات دعوت مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھتے رہیں ہم آگے بڑھتے ہیں۔

مفسرین کی کتابیں : ۱۔(تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۶۸) ۲۔(تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۶۶۳) ۳۔(تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲) ۴۔(تفسیر ثعلبی اور تفسیر ابن حاتم)
وزارت پر حوالے: ۵۔(مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۵۳) ۶۔(خصائص نسائی مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۳۔
کتب حدیث : (۷) (ازالۃ الخفاء مقصد ۳ صفحہ ۲۵۲)
کتب تاریخ : (۸) (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۶) ۹۔(تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲) ۱۰۔(تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۱۶) ۱۱۔(حبیب السیئر جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۱۶) ۱۲۔(البدایہ والنہایہ فی تاریخ ابن کثیر شامی جلد ۳ صفحہ ۴۰) ۱۳۔(تاریخ گبن جلد ۳ صفحہ ۴۹۹ وغیرہ)

۲۔ آیت (۴/ ۹۴) میں آنحضرتؐ کے ذکر کو بلند کر دیئے جانے کی اطلاع دی گئی ہے۔ ذکر نبیؐ کو بلند کرنے والا بھی وہی گروہِ معصومینؑ ہے جس میں اللہ نے وزارت و خلافت محمدؐیہ ودیعت کی تھی یہ ان ہی آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث و تفاسیر ہیں جن سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اوّلین مخلوق ہونا، کروڑھا سال تک قربت الٰہی میں رہنا، اس کے بعد ملائکہ کی تخلیق پر شاہد ہونا، انہیں عبادت خداوندی سکھانا، عرش خداوندی پر متمکن رہنا، کائنات کی ہر چیز کی تخلیق پر حاضر وناظر گواہ ہونا ، آدمؑ کی تخلیق پر عالینؑ کی پوزیشن میں ساجد و مسجود اور ابلیس کے واقعات کا ملاحظہ کرنا، اور تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات و ہدایات کا نگران ہونا، عرش سے فرش تک ہرچیز کا ملاحظہ کرنا ثابت کیا جاتا رہا ہے ۔ انہی حضرات علیہم السلام نے آنحضرتؐ کے خلق عظیم کا مظاہرہ کیا دنیا کے مظلوموں اور بے سہارا لوگوں کے لئے اپنا تن من دھن پیش کیا ہر مذہب و ملت و ہر قوم و ملک کے افراد سے پیارا سلوک کرکے دنیا میں محمدؐ مصطفٰی سے محبت کے جذبات پھیلائے قریش کے توہین انگیز رویے کی پول کھولی ۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنے جیسا ایک خاطی و گناہ گار انسان ظالم و جابر و بے رحم حاکم مشہور کرنا چاہا اور حکومت کی پوری مشینری کو اہانت رسولؐ پر صدیوں لگائے رکھا۔ لوگوں کو قتل وغارت کیا لوٹ مار مچائی اور کہا یہ کہ یہ اللہ و رسولؐ کا حکم ہے ۔ اس طرح دنیا کی تمام اقوام و مذاہب میں اللہ محمدؐ اور مذہبِ اسلام سے نفرت اور دشمنی پیدا کر دی لیکن آئمہ اہل بیتؑ اور ان کے پیرؤوں نے دنیا کو دکھایا کہ قریش کے خودساختہ اسلام میں اور اللہ محمدؐ اور آل محمدؐ کے اسلام میں کیا فرق ہے ؟ اور یہ کہ قریش نے تو خود رسولؐ کو زہر دے کر قتل کیا تھا۔ ان کے قتل کے بعد انہوں نے رسولؐ کی بیٹی کے گھر میں آگ لگائی اور ان کو رسولؐ کی میراث سے محروم کیا۔ ان پر وہ مظالم کئے کہ وہ چند ماہ کے اندر اندر شہادت پا گئیں۔ علیؑ کو حکومت سے محروم کیا، رسولؐ کے تمام حقوق ان سے چھین لئے، ان کو ساری دنیا میں بدنام کرنے کی سرتوڑ کوشش کی ۔ خاندانِ رسولؐ کا قتل عام کیا، دختران رسولؐ کو ایک سال شدید قیدوبند میں رکھا۔ ان کے ہمدروں اور پیرؤوں کو دن رات قتل و جلا وطن کیا وہ لوگ چھپ چھپ کر دوسرے ممالک میں پہنچے اور کربلا کے واقعات اور مظالم کو تمام اقوام عالم تک پہنچایا۔ آل محمدؐ پر مظالم کو ماتم اور عزاداری کی رسومات کے ذریعے سے بچے بچے کو متعارف کیا۔ یہاں تک کہ ساری دنیا قریشی حکومت اور ان کے مذہب کی دشمن ہوگئی ۔ شیعوں نے رفتہ رفتہ قریشی حکومت کا تختہ الٹ دیا تمام ممالک قریش کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں مار پیٹ کر نہتا کر دیا۔ ان کو فتح کر کے اپنی رعایا بنایا اور آج لفظ مسلمان شرفاء میں گالی بن کر رہ گیا ہے دنیا میں چاروں طرف ان کو بھکاری کی حیثیت سے دیکھا جا رہا ہے اور وہ آج ان تمام مذاہب اور اقوام سے وسائل حیات کی بھیک مانگ رہے ہیں جنہیں وہ کافر کہتے ہیں جہنمی قرار دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قریش نے نہ صرف مسلمانوں کو تباہ کرکے رکھ دیا بلکہ انہوں نے خود اسلام کو ایک ڈھونگ اور بدنامِ زمانہ مذہب بنا کر چھوڑ دیا ہے ۔

۳۔ آیات (۴ تا ۱ / ۹۴) میں مذکور عقائد سے گھبرا کر قریشی علما نے رسولؐ کو گمراہ و گنہگار بنایا ہے ۔

سورۂ الم نشرح میں بیان شدہ فضائل محمدؐ اور خانوادۂ رسالتؐ کچھ اس انداز سے پے در پے دباؤ ڈالتے ہیں کہ قریشی علما بوکھلا کر رہ گئے اور انہوں نے حقائق کو چھپانے کے لئے جو افسانے گھڑے تھے وہ خود ان کے ہاں ناپسند کئے جانے لگے چنانچہ

علامہ مودودی نے آگے بڑھ کران احادیث کو قرآن کے خلاف قرار دے دیا جو قریشی صحابہ نے گھڑی تھیں چنانچہ انہوں نے تمام سنی مفسرین کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

(۳۔الف) قریشی صحابہ اور قدیم علما قرآن کے مفاہیم بدلنے کے لئے روایات تیار کرتے تھے۔

"بعض مفسرین نے شرح صدر کوشقِ صدر کے معنی میں لیا ہے اور اس آیت (۱ / ۹۴) کو اس معجزۂ شقِ صدر کا ثبوت قرار دیا ہے جو احادیث کی روایت میں بیان ہوا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس معجزہ کے ثبوت کا دارومدار احادیث کی روایات ہی پر ہے۔ قرآن سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش صحیح نہیں ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے شرح صدر کو کسی طرح بھی شقِ صدر کے معنی میں نہیں لیاجاسکتا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۹۔۳۸۰)

یہاں یہ ثابت ہوگیا کہ قریشی صحابہ اور ان کی حکومتیں قرآن کو اپنی پالیسی اور اپنے مذہب و عقائد پر فٹ کرنے کے لئے رسولؐ کے نام سے احادیث اور روایات گھڑتی رہیں اور یہ کہ قریشی علما و صحابہ کی احادیث قرآن کی کسی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتیں۔ اور یہ بھی کہ کسی حقیقت کو قرآنی حقیقت تب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ قرآن ہی میں اس کا ثبوت ہو۔ اس تیسری شرط پر مودودی اینڈ کمپنی کی کوئی بات قرآن سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ جب قرآن کے الفاظ کے معنی بدل دیئے جاتے ہیں تو وہ بدلے ہوئے معنی اور مفہوم اللہ کا مفہوم نہیں کہلا سکتا۔ ذرا دیر بعد آپ یہ تماشہ پھر دیکھنے والے ہیں کہ مودودی تین لفظوں والی آیت کے دو الفاظ کے معنی کو بدل کر اپنا اُلو سیدھا کرتے رہے ہیں۔

(۳۔ب) علامہ صاحب شرح صدر سے یہ سمجھے کہ آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر تک گمراہ رہے تھے:

بہرحال اب علامہ سے شرح صدر کے معنی اور مفہوم سنیئے۔
"آپؐ کو چونکہ خود یہ معلوم نہ تھا کہ راہ راست کیا ہے؟ اس لئے آپ سخت ذہنی خلجان میں مبتلا تھے۔ نبوت عطا کرکے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خلجان کو دور کردیا۔ اور وہ راہ راست کھول کر آپؐ کے سامنے رکھ دی جس سے آپؐ کو کامل اطمینان قلب حاصل ہوگیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۹)

(۳۔ج) قریش اور ان کے علمانے آنحضرتؐ کے فضائل کے بجائے ان کی رسوائی اور گمراہی کی داستانیں گھڑ کر دنیا میں پھیلائیں۔

یعنی اللہ نے شرح صدر کرکے ایک چالیس سال سے گمراہ چلے آنیوالے شخص کو نبوت عطا کی تھی۔ گویا گمراہی کا انعام نبوت ہے؟ یہ ہیں قریش جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: "اللہ نے قریشی خلفاء کے ہاتھوں آنحضرتؐ کے ذکر کو بلند (رفع) کرایا تھا" یعنی حضورؐ کو خطاکاروگناہ گار و گمراہ مشہور کرنا اور کتابوں میں لکھنا آنحضرتؐ کا ذکر خیر تھا۔ یہاں اگر یہ سوال کرلیاجائے کہ (معاذ اللہ) اللہ پر ایسی کیا مصیبت آپڑی تھی کہ اسے ایک ایسے شخص کو ساری کائنات اور پوری نوع انسان کے لئے رسولؐ نبیؐ اور نذیرو بشیر اور رحمت للعالمین وغیرہ بنانا پڑا، جو چالیس سال گمراہ رہ کر گمراہی کا عادی ہو چکا ہو، جو رسولؐ بننے کے بعد بھی غلطیوں لغزشوں اور بھول چوک اور بشری کمزوریوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتا رہا ہو؟

۴۔ وزارت مرتضویٰ تو کہاں مانتے انہوں نے تو آیت (۲ / ۹۴) سے رسولؐ کو گناہگار بنا دیا۔

اس سورۂ کی دوسری آیت (۲ / ۹۴) کے لئے علامہ کا بیان سنیئے۔ یہاں بھی علامہ قریشی مذہب کے مفسرین کو سخت غلط کار قرار دیتے ہیں "مفسرین میں سے بعض نے اس (وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ﴿٢﴾) کا مطلب یہ لیا ہے کہ نبوت سے پہلے ایام جاہلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ قصور ایسے ہوگئے تھے جن کی فکر آپؐ کو سخت گراں گزر رہی تھی اور یہ آیت (۲ / ۹۴) نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن کردیا کہ آپؐ کے وہ قصور ہم نے معاف کر دیئے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ معنی لینا سخت غلطی ہے۔ اوّل تو لفظ وِزر کے معنی لازماً گناہ ہی کے نہیں ہیں بلکہ یہ لفظ بھاری بوجھ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس کو خواہ مخواہ برے معنی میں لیا جائے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

علامہ کی چالاکی آنحضرتؐ کے گناہگار ہونے کا انکار نما اقرار غور طلب ہے۔

اس بیان میں ایک عقیدت مند قاری کو علامہ کے ہاتھ کی صفائی شاید ہی نظر آسکے

بظاہر علامہ آنحضرتؐ کو گناہگار نہیں مانتے مگر نہایت چالاکی اور پرُکاری سے یہ مان لیتے ہیں کہ ''لفظ وزر کے معنی گناہ تو ہوتے ہیں مگر یہ لازم نہیں ہوتا کہ لفظ وزر کے معنی خواہ مخواہ گناہ کئے ہی جائیں مطلب یہ کہ خواہ مخواہ برے معنی نہیں لینا چاہئیں البتہ ضروری ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ اب یہ تو وہی مفسرین بتائیں گے کہ انہوں نے یہاں وزر کے معنی خواہ مخواہ کئے ہیں یا لازم تھا کہ یہی معنی لئے جائیں ؟ اور ہم تو یہ کہیں گے کہ دنیا میں کوئی ایسا بدضمیر مترجم شائد ہی گزرا ہو۔ جو خواہ مخواہ برے معنی لے اور پھر مان بھی لے کہ میں نے خواہ مخواہ برے معنی لئے ہیں۔ پھر یہ بھی کہنا ہے کہ جب قریشی صحابہ اور قریشی حکومتیں اور قریشی مذہب چودہ سو سال پہلے سے اب تک آنحضرتؐ کو گمراہ اور گنہگار مانتا اور دنیا میں مشہور کرتا چلا آیا ہے تو اب مودودی کے انکار سے وہ بدنامی کیسے مٹے گی؟ اور جو کروڑوں انسان آنحضرتؐ کو خطاکار مانتے ہوئے جہنم واصل ہو چکے اب انہیں زندہ کر کے ایمان لانے کا موقع مودودی کیسے دیں گے ؟ پھر یہ کہنا ہے کہ مودودی نے کھل کر انکار بھی تو نہیں کیا بلکہ مان لیا کہ لفظ وزر کے معنی گناہ ہوتے ہیں اور جو دوسرے معنی بھاری بوجھ بتائے ہیں ان کو لفظ۔'' وِزرٌ '' کے معنی نہیں بتائے بلکہ ایک بڑا چالاک جملہ یوں لکھا ہے ''یہ لفظ ''بھاری بوجھ '' کے لئے بھی بولا جاتا ہے ''(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۰ سطر ۶)

(۴۔الف) قرآن کے الفاظ کا استقلال و اعتماد ختم کرنے اور الفاظ کے مختلف معنی کرنے کا رازفاش۔

علامہ کا یہ جملہ اس اسکیم کو واضح کر دیتا ہے جو قریش نے قرآن کے الفاظ کا استقلال ختم کرنے اور ایک ایک لفظ کے بہت سے غیرمصدری معنی چپکانے اور ان معنی کو لغات میں گھسا دینے کے لئے چودہ سو سال جاری رکھی اور اس طرح ایک قرآن کے بیسیوں ترجمے کرسکنے کی گنجائش اور جواز پیدا کیا چنانچہ آج تیس مختلف و متضاد ترجمے موجود ہیں۔ اس پالیسی کو مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں کھل کر اور وسعتِ قلب کے ساتھ استعمال کیا اور اپنے مذہب کی تمام سابقہ تفسیروں اور مفسرین کو مات کر دیا ہے اور ان تمام حقائق کا انکار کر دیا جو سابقہ سنی علما نے مان لئے تھے چنانچہ قارئین یہاں سے وہ الفاظ دیکھیں گے ۔جن کے معنی علامہ نے تبدیل کیے ہیں ۔

(۴ ۔ ب) مودودی نے کن الفاظ کے معنی تبدیل کرکے وزارت محمدؐیہ کو پوشیدہ کیا ہے ؟

وزارت والی آیت : وَوَضَعۡنَا۔ عَنكَ۔ وِزۡرَكَ

مودودی کا ترجمہ: ''اور تم پر سے وہ ''بھاری بوجھ '' اتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔ ''(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)
اس آیت میں کل تین الفاظ ہیں ۔ ۱۔وَضَعَ ۔۲۔ عَنكَ ۔۳۔ وِزۡرٌ ان تین الفاظ میں آخری لفظ وہ ہے۔ جس کے معنی ''گناہ '' کرنے پر مفسرین کو ''سخت خطاکار ''ہونے کا مجرم قرار دیا تھا چنانچہ یہ دیکھیے

لفظ '' وِزۡرٌ '' کے دو معنی مودودی سے : کہ علامہ درپردہ خود بھی '' وِزۡرٌ کے معنی گناہ کرتے ہیں ''

علامہ وِزۡرٌ کے معنی گناہ کرتے ہیں ۔

مَنۡ أَعۡرَضَ عَنۡهُ فَإِنَّهُۥ يَحۡمِلُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَـٰمَةِ وِزۡرًا ﴿١٠٠﴾ طٰهٰ

''جو کوئی اس سے منہ موڑے گا وہ قیامت کے روز سخت بارگناہ اٹھائے گا'' (طٰہٰ ۱۰۰ / ۲۰ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۲۱)
یہ سبب تھا کہ ہم نے علامہ کی دوسرے مفسرین پر خفگی کو انکار نما اقرار لکھا تھا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ علامہ آنحضرتؐ کو خاطی لکھتے ہیں ۔ اور وِزۡرٌ کے معنی گناہ بھی کرتے ہیں اور '' وِزۡرٌ '' کے صحیح معنی جانتے ہوئے قریشی اسکیم کے مطابق جہاں جیسا موقع ہو مختلف معنی بولتے رہتے ہیں ۔ سنیئے :

علامہ '' وِزۡرٌ '' کے تقریباً صحیح معنی بھی جانتے ہیں۔

يَقُولُ ٱلۡإِنسَـٰنُ يَوۡمَئِذٍ أَيۡنَ ٱلۡمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ (قیامت ۱۱۔۱۰ / ۷۵)

علامہ کا ترجمہ: ''اس وقت یہی انسان کہے گا ''کہاں بھاگ کر جاؤں ''؟ ہرگز نہیں وہاں ''کوئی جائے پناہ '' نہ ہوگی (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۶)

مودودی پکڑے گئے ہمارے دو اعتراض اور وضاحت : ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ علامہ نے مفسرین کو (برے معنی) کرنے پر ڈانٹا تھا۔ پھر بھی آنحضرتؐ کے حق میں لفظ "وِزۡرَ" کے معنی (جائے پناہ) کی جگہ "بھاری بوجھ" کر کے خود بھی "برے معنی" لینے کا ثبوت دیا ہے۔

ہمارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ علامہ کا لفظ وِزۡرَ کا یہ ترجمہ "جائے پناہ" اگر آیت (۲ / ۹۴) کے سابقہ ترجمہ میں رکھا جائے تو آیت کا مفہوم آنحضرتؐ کا مخالف ہوجاتا ہے۔ ذرا اس کو دیکھیں اور پھر علامہ کو ان کی دور بینی پر داد دیں۔

علامہ کا تقریباً صحیح ترجمہ بھی رسولؐ کے خلاف پڑتا ہے۔ | وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ﴿٢﴾ الم نشرح: (۲ / ۹۴) |

علامہ کا غلط ترجمہ: "اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

علامہ کا قریباً صحیح ترجمہ: "اور تم پر سے وہ "جائے پناہ" اتار دی۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶۶ کے مطابق)

یہ ترجمہ کرنے سے آیت کا مفہوم سورۂ ضحیٰ آیت ۶ کا مخالف ہوگیا جہاں اللہ نے آنحضرتؐ کو مستقل "جائے پناہ" عطا کی ہے مگر یہاں یہ مطلب ہے کہ وہ "جائے پناہ" ہٹا لی گئی ہے۔ جو ہرگز اللہ کا منشاء نہیں ہوسکتا اور مفہوم کے الٹ جانے کا سبب یہ ہے کہ علامہ نے یہاں (۲ / ۹۴ میں) لفظ "وَضَعَ" کے معنی بھی جان بوجھ کر اس لئے غلط کئے کہ اگر کوئی لفظ وِزۡرَ کے صحیح معنی کرے بھی تو گھیر کر علامہ والے معنی پر قناعت کرے۔ آیئے اور علامہ کو لفظ وَضَعَ کے لئے بھی پکڑ کر دکھائیں۔

(۴۔ج) علامہ لفظ وَضَعَ کے صحیح معنی جانتے ہیں مگر رسولؐ کی مخالفت مانع ہوئی ہے۔ یہ اللہ و رسولؐ کا انتظام ہے کہ انہوں نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ بازی گری (JUGGLERY) کرنے والوں کو گرفتار کرنے کے مواقع قرآن ہی میں فراہم کردیئے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: وَٱلۡأَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡأَنَامِ ﴿١٠﴾ (الرحمٰن ۱۰ / ۵۵)

علامہ کا صحیح ترجمہ : "زمین کو اس نے سب مخلوقات کے لئے بنایا۔"

آیت میں لفظ وضع کی تشریح ملاحظہ ہو : "۱۰۔ اصل الفاظ ہیں زمین کو "انام" کے لئے وضع کیا۔ وضع کرنے سے مراد ہے۔ ا۔ تالیف کرنا۔ ۲۔ بنانا۔ ۳۔ رکھنا۔ ۴۔ ثبت کرنا۔ ۵۔ تیار کرنا، اور انام عربی میں خلق کے لئے استعمال ہوتا ہے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۵۲)۔

(۴۔د) لفظ "وِزۡرَ" اور وَضَعَ کے ان چھپائے ہوئے معنی کے ساتھ وزارت والی آیت کو دیکھیں۔

ہماری اس محنت سے قارئین یقین فرمائیں کہ مودودی صاحب صرف ان مقامات پر غلط معنی چسپاں کرتے ہیں جہاں انہیں اپنا قریشی مذہب خطرے میں نظر آتا ہے اور جہاں آس پاس کوئی خطرہ یا اندیشہ نہیں ہوتا وہاں وہ بلا خوف صحیح معنی بھی کر جاتے ہیں۔ سورۂ الم نشرح کھل کر لفظ وزارت کا مصدر استعمال کرتی ہے اور آخری آیت میں تو قریشی عقائد پر بجلی گرا دی ہے اس لئے علامہ اینڈ کمپنی پرلازم ہے کہ حیات رسولؐ میں قرآن کے اندر کہیں خلافت و وزارت کا تصور تک نہ پیدا ہونے دیا جائے اس لئے اس تین لفظی آیت (۲ / ۹۴) کے تینوں الفاظ کے معنی بدلنا ان پر واجب ہوگیا تھا بہرحال ہم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر قارئین کے سامنے پیش کردیا ہے۔ لہٰذا پھر ان کا پہلا اور آخری اصلاح کے ساتھ ترجمہ پڑھیں۔

اللہ نے فرمایا تھا۔ علامہ نے گمراہ کن ترجمہ یوں کیا تھا۔ | وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ﴿٢﴾ الم نشرح: (۲ / ۹۴) |

"اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

جبراً کرایا ہوا مودودی کا ترجمہ: "اور تمہارے بارے میں ہم نے جائے پناہ بنائی"

(۴۔ہ) ہم نے اس ترجمے میں لفظ عَنكَ کا ترجمہ قارئین کی اطلاع کے بغیر "بارے میں" کردیا۔ اس ترجمہ میں ابھی دو عدد باتیں قابل

وضاحت ہیں اوّل یہ کہ ہم نے لفظ "عَنكَ" کے معنی "بارے میں کیوں کئے" دوم یہ کہ لفظ "وِزْرَكَ" کے معنی ابھی سو فیصد صحیح نہیں ہیں بلکہ قریب قریب صحیح ہیں یہ دونوں باتیں جلدی جلدی سن کر آگے بڑھیں۔

اللہ نے فرمایا: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٨﴾ (التکاثر ۸ / ۱۰۲)

لفظ عَنِ کا مودودی ترجمہ: "پھر ضرور اس روز تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔(التکاثر ۸ / ۱۰۲) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۴۳)۔ ایک مقام اور بھی دیکھ لیں۔

اللہ نے فرمایا: عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ﴿١﴾ عَنِ ٱلنَّبَإِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢﴾ النبأ:

لفظ عَنِ کا مودودی ترجمہ: "یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اس بڑی خبر کے بارے میں (النباء ۱-۲ / ۷۸) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۴)

ہم قارئین کو اطلاع دیں یا نہ دیں دلیل میں حوالہ لکھیں یا نہ لکھیں مگر ہم بددیانتی اور غلط ترجمانی نہ کرتے ہیں نہ کریں گے ہم نے اپنی تشریحات میں لغات اور مسلّمہ قواعد کو ہر قدم پر ملحوظ رکھا ہے اور الفاظ میں پوشیدہ تفاصیل کو قدرتی طور پر واضح کیا ہے۔

(۲) لفظ "وَزَرٌ" کے حقیقی معنی اور یہ کہ اس کے معنی جائے پناہ بھی کئے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ اب آپ لغات سے لفظ وَزَرٌ کے معنی دیکھیں اور یہ سمجھ لیں کہ اردو میں بھی لفظ "وزیر" اسی مصدر (وَزَرٌ) سے نکلتا ہے اور وزیر کے معنی بچہ بچہ جانتا ہے اور وزیر ہی وہ شخص ہوتا ہے جو کسی حکومت یا بادشاہ کی مشکلات اور مسائل کو حل کرنے کے لئے جائے پناہ ہوتا ہے۔لغت کا بیان:

عربی کے موجودہ لغات میں سب سے قدیم لغت مفردات راغب اصفہانی: (وَزَرٌ)۔ اَلْوَزَرُ۔ اَلْمَلْجَاُ الَّذِی يُلْتَجَاُ اِلَيْهِ۔ یعنی اَلْوَزَرُ مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں۔ "وہ پناہ گاہ "جس کی محفوظ رہنے کے لئے ضرورت پڑے "(صفحہ ۵۴۲)

لغات القرآن جلد ۶۔عبدالدائم۔ وَزَرَ۔ اسم منصوب "پناہ گاہ" زمخشرنے کشاف میں لکھا ہے کہ:
كُلُّ مَا الْتَجَاْتَ اِلَيْهِ مِنْ حَبَلٍ وغیرہ" یعنی لفظ وَزَرَ کا ماخذ وِزْرٌ ہے (صفحہ ۱۲۳)

المعجم الاعظم: (وَزَرَ۔ يَزِرُ۔ وَزَارَةً) وزیر بننا۔ وزیر ہونا۔ (وَازَرَ، مَوَازَرَةً) وزیر بننا۔۲۔مدد دینا۔ ہاتھ بٹانا۔ اعانت کرنا۔۳۔ تقویت دینا (تَوَزَّرَ) وزیر بننا۔ وزیر مقرر ہونا۔وزیر ہونا (جلد ۵ صفحہ ۳۱۰)

اَلْفَرَائِدُ الدّرِيَّه:

(وَزَرَ، يَزِرُ، وَزَرَّةَ۔ وتَوَزَّرَ۔ ووَازَرَہ)	۱۔وزیر ہونا یا منسٹر ہونا۔	TO BE A VIZIER OR MINISTER
	۲۔مدد کرنا کسی کا ہاتھ بٹانا	TO HELP TO ASSIST ANYONE IN
	۳۔محفوظ کرنا کسی چیز کو بطور ذخیرہ رکھنا۔ اسٹور میں محفوظ رکھنا۔	TO PRESERVE TO STORE UP A THING

یہ ہے لغات کا فیصلہ اور انہی حقائق کی بنا پر ہم نے یہ ترجمہ کیا تھا۔

(۴۔و) علامہ نے بسم اللہ ہی غلط کی تھی پہلی ہی آیت کو غلط ترجمہ سے شروع کیا تھا۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الم نشرح: "اے رسولؐ کیا ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کے قلبی علوم کی تشریح و توضیح نہیں کر دی ہے؟ اور کیا ہم نے آپؐ کی ان ذمہ داریوں کے بارے میں وزارت نہیں بنا دی ہے؟" (ہمارا ترجمہ)

دو الفاظ " شَرَحَ " اور " صَدْرٌ " کے معنی غلط کرکے رسولؐ کی توہین۔ چونکہ علامہ کے بزرگوں نے یہ روایتی افسانہ گھڑ رکھا تھا کہ جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کا آپریشن کرکے ان کا دل باہر نکالا اسے پاک کرکے دوبارہ اندر رکھا تھا اس لئے علامہ نے اسی افسانہ کو ذرا ماڈرن انداز میں پہلی آیت کے ساتھ چسپاں کرنے کے لئے یہ ترجمہ کیا تھا۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ الم نشرح (۱ / ۹۴) "اے نبیؐ کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول نہیں دیا؟"

علامہ کی تشریح کا مفہوم یہ تھا کہ: "آنحضرتؐ گمراہ تھے لہٰذا ان کا سینہ کھولنے کا مطلب انہیں ہدایت کرنا گمراہی دور کرنا اور نبیؐ بناڈالنا تھا۔

(۴۔ ز) علامہ نے لفظ صَدْرٌ کے معنی دل، اور شَرَحَ کے معنی "دل کی رضامندی" کئے ہیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ علامہ نے نہایت بددیانتی سے کام لیا اور آنحضرتؐ کی توہین کے لئے انہوں نے خود اپنے ترجموں کے خلاف ترجمہ کیا ہے۔ چند مقامات دیکھتے چلیں۔

(۱) فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ﴿٢﴾ ۔ الخ (اعراف ۲ / ۷)

علامہ کا ترجمہ: "پس اے محمدؐ "تمہارے دل میں" اس سے کوئی جھجک نہ ہو" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶)

(۲) وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ ﴿١٢﴾ ۔ الخ (ہود ۱۲ / ۱۱)

علامہ کا ترجمہ: "اور اس بات پر "تم" دل تنگ ہو" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۲۷)

یہ دو حوالے آنحضرتؐ کے لئے لفظ " صَدْرُكَ " کے معنی سینہ کی جگہ "دل "دیکھنا کافی ہے۔ ورنہ علامہ نے تقریباً بیس مقامات پر لفظ صَدْرٌ اور صدور کے معنی دل کئے ہیں جنہیں ہم اختصار کی غرض سے ترک کرتے ہیں کہنا یہ ہے کہ یہاں (۱ / ۹۴) صَدْرٌ کے معنی سینہ کرنے سے سینہ کو چاک کرنے کی گنجائش نکلتی ہے۔ لیکن صَدْرٌ کے معنی دل کرنے سے سینہ کے چیرنے کی گنجائش نہیں رہتی ہے آگے بڑھیں اور شرح کے معنی دیکھیں۔

شرح صدر کے معنی دل کی رضامندی۔ (۳) وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ﴿١٠٦﴾ (۱۶ / ۱۰۶)

علامہ کا ترجمہ: "جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے" (تفہیم ۲ صفحہ ۵۷۴)

ان دونوں ترجموں کی رو سے علامہ کی طرف سے پہلی آیت (۱ / ۹۴) کے ترجمہ کے اصلاحی صورت یہ ہوجائے گی کہ:

مودودی کے ترجمہ کو مودودی ہی کی اصلاح کے بعد یوں لکھنا ہوگا۔ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ الم نشرح: (۱ / ۹۴)

علامہ کا پہلا قریشی ترجمہ: "اے نبیؐ کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول نہیں دیا؟ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

علامہ کی اصلاح والا ترجمہ: "اے نبیؐ کیا ہم نے تمہیں تمہارے دل کی رضامندی فراہم نہیں کردی" یا "اے نبیؐ کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارے دل کا پسندیدہ نظام فراہم نہیں کردیا ہے؟

ہم یہ عرض کرتے اور ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ قریش نے قرآن کو مہجور کیا (فرقان ۳۰ / ۲۵) قریش نے قرآن کو جھٹلایا (انعام ۶۶ / ۶) قریشی مطلق العنان حکومتوں اور خلافتوں نے چارسوسال تک اسلام میں سینکڑوں فرقے اور مکاتبِ فکر پیدا کئے اپنے وظیفہ خوار علما اور عقیدت مند ہم مسلک علما سے جعلی لغات مرتب کرائیں۔ اور ایک ہی عربی لفظ کو مختلف معنی میں بول بول کر غلط معنی کو رائج کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج عربی لغات میں الفاظ کے سامنے طرح طرح کے ایسے مختلف معنی لکھے ہوئے ملتے ہیں جن کا ان الفاظ کے مادے اور مصدر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے الگ الگ مادے اور مصادر انہی لغات میں موجود ہوتے ہیں مثلاً ان سب نے تقویٰ کے معنی بھی ڈرنا کئے حالانکہ ڈرنے کے لئے عربی میں لفظ خوف موجود ہے۔ (مثالیں اور ٹیبل و جدول گزرتے رہے ہیں) بہرحال ہمیں یہ کہنا ہے کہ لفظ " شَرَحَ ، شارح ، شَارِحِين ۔ اور تشریح روزمرہ اردو زبان میں بھی بولے اور لکھے پڑھے جاتے ہیں اور کوئی اس کے معنی میں "کھولنا "داخل نہیں کرتا۔ ہم نے ہر سورہ کے بعد اس کی وضاحت کے لئے لفظ "تشریحات" لکھا ہے۔ مگر یہ قریشی مذہب کے لوگوں

کی فریب سازی ہے کہ ایک روزمرہ بولنے اور سمجھنے میں آنے والے لفظ کو بھی آنحضرتؐ کی توہین اور بے دینی کا ذریعہ بنا لیا لیکن ہم نے ان کے ڈالے ہوئے تمام پردوں کو ہٹا کر قارئین کے سامنے سورۂ الم نشرح کا یہ مقصد ومفہوم رکھا ہے کہ:

۵۔ان تمام تشریحات میں مودودی اینڈ کمپنی پر تنقیدات کا نتیجہ اور پوری سورۂ الم نشرح کا لب لباب اور ثابت شدہ مقصد یکجا دیکھیں۔

ا۔"اے رسولؐ کیا ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کے قلب میں ودیعت شدہ تمام علوم کی تشریح و وضاحت کا انتظام نہیں کر دیا ہے ؟

۲۔"اور کیا ہم نے تمہارے لئے تم ہی میں سے اس وزارت کا تقرر نہیں کر دیا ہے ؟

۳۔ جس کی لامحدود ذمہ داریوں سے تمہاری پشت جھکی جا رہی تھی ؟

۴۔ اور اسی ذیل میں تمہارے تذکرہ اور شہرہ کو آسمان بوس و عرش مکان بنانے کا نظام جاری کر دیا ہے ۔

۵۔"البتہ یہ سب کچھ صورتِ مادی میں لانے کے لئے مشکلات و شدائد پیش آنا ہیں ۔

٦۔ اور مشکلات کے ساتھ ہی سہولتیں پیدا ہونے کا نظام وابستہ رہتاہے ۔

۷۔ بس اب تم جیسے ہی اپنے حصے کے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو اپنا وزیر و خلیفہ علی الاعلان قائم کر دینا ۔

۸۔ اور اپنے پروردگار کی قربت میں چلے آنا۔ " (تمام معصوم تفاسیرواحادیث)

اس کے برعکس اگر قریشی مفہوم کو اسی طرح لکھا جائے تو ایک پاگل کی بے معنی و لایعنی اور بے جوڑ اور پٹی گھسی باتوں کے سوا اور کچھ اسی سورۂ الم نشرح سے آپ کو نہ ملے گا ۔ اور تفاسیر سامنے رکھ لی جائیں تو تضادات و اختلافات کا ایک بدبودار گٹر سامنے آجائے گا۔ لفظ "فَانْصَبْ" امر کا صیغہ ہے ۔ یعنی "اے رسولؐ تم نصب کردو "یعنی "منصب عطا کردو" اور منصب تمام اردو دان جانتے ہیں کہ "عہدہ" کو کہتے ہیں اور چونکہ وزارتِ محمدؐیہ کا تذکرہ جاری ہے لہٰذا حکم یہ ہوا کہ "عملاً وزیر و خلیفہ کا تقرر کردو " اور یہ غدیر خم پر کردیا گیا تھا ۔ جہاں خلیفہ دوم نے "بَخٍّ بَخٍّ یَا عَلِیُّ" کہہ کر مبارک باد دی تھی اور پھر لفظ "مولیٰ"کے معنی کو تبدیل کرنے کی پالیسی جاری کی تھی چنانچہ تمام شیعہ سنی علما نے مولیٰ کے معنی کرنے میں عمری پالیسی کو اختیار کئے رکھا ہے ۔ اور آج تک لاکھوں مرتبہ مولیٰ کے معنی غلام بھی لکھتے رہے ۔ بہر حال حجۃ الوداع میں حضرت علی علیہ السلام کے منصب ولایت و خلافت کا اعلان یہ کہہ کر فرمایا تھا کہ:

"جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولیٰ ہے ۔" خدایا جو اس کو اپنا والی سمجھے (وَالَاہُ) تو اسے اس کی رعایا سمجھنا اور جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھنا۔ " اس سے ایک سال پہلے حضرت علیؑ نے رسولؐ کے منصب سے سورہ برأت (سورہ توبہ) بیان کرکے تمام مسلمانوں اور مخالفوں کو خبردار کیا تھا اوراب غدیر خم پر خود رسولؐ نے ان کو اپنا عملی جانشین بنا کر دکھایا الگ خیمہ لگوا کر تمام حاضرین کو ان سے بیعت کرنے و مبارک باد دینے پر عمل کرایا تھا۔ پھر لفظ منصب عام لفظ نہیں ہے ۔ بلکہ اہم ترین انتظامی عہدوں کے لئے استعمال ہوتا چلا آیا ہے ۔ چنانچہ مودودی بھی لفظ منصب کو یوں استعمال کرتے ہیں "نوع انسان کو اتنی بہتر ساخت عطا کی گئی ہے کہ اس کے اندر نبوت جیسے بلند ترین منصب کے حامل لوگ پیدا ہوئے جس سے اونچا منصب خدا کی کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہوا "۔ (تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۳۸۴)

لہٰذا اس منصب کی بزرگی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ آیت (۸۔۷ / ۹۴) کا منشا اور معنی صرف یہ ہوں کہ:

"اے محمدؐ جب تم تبلیغ و تنفیذِ رسالت سے فارغ ہو جاؤ تو اپنی جگہ قیامت تک چلنے والے منصبِ وزارت پر علیؑ کا عملی و اعلانیہ تقرر کرکے اپنے پروردگار سے آملو۔ "

سُوْرَةُ التِّیْنِ

سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانُ اٰیَاتٍ

سورۂ تین مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ ھٰذَا الۡبَلَدِ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون اور طور سینین کی اور اس شہر

الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾

امن والے کی البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی ترکیب کے

ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

پھر پھیر دیا ہم نے اس کو نیچے سب نیچوں کے مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ

کئے اچھے پس واسطے ان کے ثواب ہے نہ کاٹا گیا پس کیا چیز جھٹلاتی ہے تجھ کو پیچھے

بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ٪﴿۸﴾

اس کے بیچ جزا کے کیا نہیں اللہ خوب حکم کرنے والا سب حکم کرنے والوں سے

(۱) قسم ہے ایک خاص انجیر کی اور ایک خاص زیتون کی (۲) اور قسم ہے طور سینا کی۔ (۳) اور رسولؐ امین کے اس شہر کی قسم ہے کہ: (۴) بلاشبہ ہم نے اس خاص انسان کو بھی بہترین ساخت دے کر پیدا کیا تھا۔ (۵) پھر ہم نے اسے تمام نچلے طبقہ کے انسانوں سے نچلے والے طبقے میں مردود قرار دے دیا۔ (۶) ان کے علاوہ جو لوگ حکومتِ الٰہیہ پر ایمان لائے اور اس سلسلہ میں اصلاحی اعمال بجالاتے رہے ان کے لئے ایسا اجر مقرر ہے جو مسلسل اور بلاناغہ اور بلا احسان جتائے جاری رہے گا۔ (۷) اے رسولؐ اس کے بعد نظامِ حکومت کو کیسے جھٹلائے گا؟ (۸) کیا تکذیب کرنے والے کے نزدیک اللہ تمام حکمرانوں پر سب سے بڑا حکمران نہیں ہے؟

تشریحات سورۂ تین:

ا۔ یہ سورہ پھر اسی خاص انسان پر توجہات کو مرکوز کراتی ہے جو حکومت الٰہیہ کی تکذیب میں تباہ ہوا تھا۔

اس سورۂ کی ظاہری و باطنی تفسیر میں شیعہ و سنی علما نے بہت کچھ لکھا اور علامہ مودودی نے بھی اپنی جزا و سزا کا چکر چلایا ہے۔ ہم تو اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اس سورہ میں جس حقیقت کو ابھار کر قارئین کی توجہ کا مرکز بنایا ہے وہ تخلیق انسانی ہے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آیا یہاں (۴ / ۹۵) لفظ اَلۡاِنۡسَانَ سے پوری نوع انسان کی تخلیق مطلوب ہے؟ یا کسی ایک خاص انسان کی بات ہو رہی ہے؟ مودودی اینڈ کمپنی نے اَلۡاِنۡسَانَ سے پوری اولاد آدمؑ کو مراد لیا ہے۔ لیکن ہم قریش کے مشہور و معروف لیڈر کو مراد لیتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت (۵ / ۹۵) میں جس کو اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کی حالت میں رد کرنا بتایا گیا ہے وہ ایک شخص ہے اگر وہ ایک سے زیادہ ہوتے تو رَدَدۡنٰہُ نہ کہا جاتا بلکہ رَدَدۡنٰھُمۡ فرمایا جاتا۔ اور اگر یہاں نوع انسان کو واحد مان کر اس کے لئے واحد مذکر غائب کے صیغے کو صحیح مان لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ: "پھر پوری نوع انسان کو ہم نے سب نیچے والوں سے نیچا یا نیچ کر دیا" (۵ / ۹۵) یعنی بلا استثنا ساری نوع انسان کو نیچے سے نیچا کئے جانے والا ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اگلی آیت (۶ / ۹۵) مومنین و صالحین کو مستثنیٰ کر رہی ہے۔ لہٰذا چپ چاپ مان جائیں کہ صرف ایک خاص انسان کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا کہ اس کو بھی احسن تقویم ہی میں پیدا کیا گیا تھا۔ جیسے ساری نوع انسان کے لئے فرمایا ہے کہ:

(ا۔ الف) مودودی بھی تمام نوع انسان کو فطرت اسلام پر پیدا ہونے والا مانتے ہیں اور لفظ ”دین“ کو بجنسہٖ مانتے ہیں۔

”پس(اے نبیؐ اور نبیؐ کے پیروو) یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہوجاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۵۲ و ۷۵۳) (ایک دوسرا ترجمہ اس آیت کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:”اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی نہ کی جائے۔“ یعنی اللہ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے اس کو بگاڑنا اور مسخ کرنا درست نہیں۔ حاشیہ ۴۶ صفحہ ۷۵۳)

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ (روم ۳۰ / ۳۰)

اس ترجمے میں علامہ نے لفظ خَلق کا ترجمہ بھی ساخت کیا ہے اور آیت (۴ / ۹۵) میں تقویم کے معنی بھی ساخت ہی کئے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہاں (۴ / ۹۵) میں اللہ نے اسی عام قانون کو دہرایا ہے کہ جس کے ماتحت ہر انسان پیدا ہوتا ہے یعنی اس خاص انسان یا اس خاص قریشی لیڈر کو بھی اسی قانون عام کے ماتحت پیدا کیا تھا۔ مگر پھر اسے وہ راہ اختیار کرنے کی بنا پر جو صالح مومنین کے خلاف تھی، أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ کی طرف رد کردیا۔ یہاں یہ مطلب خود بخود نکلتا ہے کہ جو شخص بھی اس کی راہ اختیار کرے گا اس کا انجام بھی أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ ہی ہو گا۔ لہٰذا اس سورہ میں دو گروہوں کا ذکر ہوا ہے ایک وہ مومنین صالحین ہیں جو آیت (۶ / ۹۵) میں مذکور ہوئے اور جن کو بلا کوئی احسان جتائے اجر ملتا چلا جائے گا۔ اور دوسرے گروہ کے لیڈر کا تذکرہ کر دینا کافی تھا (۵۔۴ / ۹۵) جسے مع اس کے پیرؤوں کے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ میں رد کیا جائے گا۔

(ا۔ ب) مودودی کے نزدیک بڑھاپا تمام انسانوں کے ہوش وحواس و عقل وشعور کو بگاڑ دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ سے یہ مطلب لیا تھا کہ صالح مومنین عالم پیری میں بھی اپنے عقل و ہوش بحال رکھتے ہیں لیکن غیر صالح لوگوں کی عقل ماری جاتی ہے علامہ ان کو یہ کہہ کر غلط ثابت کرتے ہیں کہ:

”بڑھاپے کی حالت اچھے اور برے دونوں قسم کے لوگوں پر طاری ہوتی ہے اور کسی کا اس حالت کو پہنچنا کوئی سزا نہیں جو اسے اس کے اعمال پر دی جاتی ہو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۸)

علامہ کا مطلب واضح ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ ضعیفی یا حالت پیری میں ہرگز مدد نہیں کرتے۔ یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے اسی کے ماتحت بعض قریش نے یہ بھی کہا تھا کہ (معاذاللہ) رسولؐ اللہ ہذیان بک رہے ہیں لہٰذا وہ اپنے ہوش وحواس ہی میں نہیں تو کاغذ اور قلم دوات لانے سے کیا ہو گا۔ نہ معلوم کیا لکھ دیں گے؟ مطلب یہ تھا کہ اس آخری وقت میں ان کی کوئی بات یا تحریر قابل اعتبار نہیں ہوسکتی اور اسی عقیدے کے ماتحت خلیفہ دوم نے کہا تھا کہ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ حَسْبُنَا كِتَابَ اللهِ“

(ا۔ ج) مودودی ان مفسرین کو بھی غلط قرار دیتے ہیں جو أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ سے جہنم مراد لیتے ہیں۔

علامہ دوسری قسم کے مفسرین کے لئے فرماتے ہیں کہ:

”جو مفسرین أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ کی طرف پھیرے جانے کا مطلب جہنم کے ادنیٰ ترین درجے میں پھینک دیا جانا لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ”ایمان لاکر اعمال صالح کرنے والے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ اس درجے کی طرف نہیں پھیرے جائیں گے، بلکہ ان کو وہ اجر ملے گا، جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔“(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۹)

۲۔علامہ نے تمام ممکنہ معنی و مطالب کا انکار اس لئے کیا ہے کہ اس سورہ میں جزا وسزا پر استدلال ہے۔

مندرجہ بالا دونوں تفسیروں کا انکار کرتے ہوئے علامہ نے لکھا ہے کہ:

ا۔”سورہ کا مقصود جزا وسزا کے برحق ہونے پر استدلال کرنا ہے“ ۲۔”آخرت ہی کی جزا و سزا کا قائل کرنے کے لئے یہ سارا استدلال کیا جا رہا ہے۔ ۳۔”لیکن یہ دونوں معنی اس استدلال سے مناسبت نہیں رکھتے جو جزا وسزا کے برحق ہونے پر اس سورت میں کیا گیا ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۸۔۳۸۹)

(۲۔ الف) مرغ کی دوسری ٹانگ یعنی پہلی ٹانگ یہ تھی کہ ہر اہم ترین حقیقت کو شرک کی راگنی بنایا جاتا رہا اور اب جزا و سزا کا راگ الاپنا ہے۔

علامہ نے تقریباً ۲۷ پاروں میں ہر حقیقت کو چھپانے کے لئے شرک اور قریشی توحید پر لمبے لمبے بیان دے کر قارئین کو چکر دیئے تھے۔ اب آخری دو پاروں میں وہ جزا و سزا کا چکر دے کر اپنے شیاطین کو چھپا دینا چاہتے ہیں ہم عرض کرتے ہیں کہ اس سورہ میں ہرگز کہیں لفظ جزا نہیں ہے۔ اور نہ کسی لفظ کے معنی سزا ہو سکتے ہیں جس لفظ کی آڑ میں علامہ چھپنا چاہتے ہیں۔

(۲۔ب) علامہ لفظ "دین" کی آڑ میں فریب دینا چاہتے ہیں یعنی انہوں نے دین کو بدل دیا ہے

وہ آیت (۷ / ۹۵) میں آیا ہوا لفظ "ٱلدِّينَ" ہے۔ جس کے معنی مودودی نے "جزا اور سزا" کرنا شروع کئے ہیں لہٰذا اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِٱلدِّينِ ۝٧ التین: (۷ / ۹۵)

علامہ کا قریشی خانہ ساز ترجمہ: "پس (اے نبیؐ) اس کے بعد کون جزا و سزا کے معاملے میں تم کو جھٹلا سکتا ہے؟ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸۸)

اس ترجمہ پر سرسری نظر ڈال کر تجزیہ کرلیں: اوّل۔ يُكَذِّبُ کے معنی "جھٹلا سکتا" غلط ہیں اس کے معنی "جھٹلاتا ہے" یا "جھٹلائے گا" ہوتے ہیں۔ دوم۔ دین کے معنی اپنے مسلّمہ معنی کے خلاف کئے ہیں۔

(۲۔ ج) "دین" کے معنی علامہ کے قلم سے کیا ہیں۔

چنانچہ ضروری ہوگیا کہ علامہ کی پول ایک مرتبہ پھر کھولی جائے سنیئے اور لطف اندوز ہوجیئے۔

يَـٰبَنِىَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ ---- ۝١٣٢ البقرة

علامہ کا ترجمہ: "میرے بچو اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے۔" (بقرہ ۱۳۲ / ۲۔ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳)

علامہ کی توضیح: "دین" یعنی طریق زندگی، نظام حیات، وہ آئین جس پر انسان دنیا میں اپنے پورے طرز فکر اور طرز عمل کی بنا رکھے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳) جھوٹوں کو گھر پہنچا کر چھوڑیئے۔

وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِ ۝١٩٣ (بقرہ ۱۹۳ / ۲)

۲۔ علامہ کا ترجمہ: "اور دین اللہ کے لئے ہوجائے (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۱)

علامہ کی توضیح: "عربی زبان میں "دین" کے معنی "اطاعت" کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ نظام زندگی ہے جو کسی کو بالاتر مان کر اس کے احکام و قوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۱)

لَآ إِكْرَاهَ فِى ٱلدِّينِ ۝٢٥٦ البقرة: (۲۵۶ / ۲)

۳۔ علامہ کا ترجمہ: "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۹۵ جلد ۱)

علامہ کی توضیح: "یہاں دین سے مراد اللہ کے متعلق وہ عقیدہ ہے جو اوپر آیت الکرسی میں بیان ہوا ہے، اور وہ پورا نظامِ زندگی ہے جو اس عقیدے پر بنتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسا جا سکتا۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۹۶)

(۲۔ د) دین کے معنی جزا اور سزا کرنا خالص قریشیت یعنی بکواس ہے۔

ہم ایسے پچاس مقام جانتے ہیں جہاں مودودی صاحب دین کے معنی صحیح کرتے رہے ہیں لیکن اب تیسویں پارے میں ان پر یہ قریشی دورہ پڑا ہے اب وہ دین کو جزا اور سزا بنائے بغیر اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتے بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ سورۂ تین میں ہرگز جزا و سزا کی بات نہیں ہے یہاں تو یہ بتایا گیا ہے کہ:

سورۂ تین کا مقصد حکومت الٰہیہ کو قومی حکومت کے نام پر جھٹلانے والے سے تعارف کرانا ہے۔ اللہ نے چار قسمیں کھا کر یہ حلفیہ بیان دیا ہے کہ ایک خاص انسان موجود ہے جسے باقی انسانوں کی طرح عقل و ہوش اور بہترین اعضا اور شکل و صورت دے کر پیدا کیا ہے یعنی وہ کوئی پاگل یا ناقص العقل شخص نہیں تھا جو یہ کہا جاسکتا کہ وہ حقائق کو ٹھیک سے سمجھنے سے قاصر رہا اس لئے اس نے وہ طرز عمل اختیار نہیں کیا ہے جو باقی مومنین نے اختیار کیا تھا لہٰذا اس نے پوری سوجھ بوجھ کے ساتھ

مخالفانہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے اور آنحضرتؐ کے پیش کردہ دین کی تکذیب کرتا ہے (۷ / ۹۵) اسی سے اللہ کا یہ سوال کرنا کہ کیا تمہارے نزدیک اللہ تمام حاکموں اور حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے ؟ (۸ / ۹۵) بتاتا ہے کہ وہ اللہ کو تو سب سے بڑا حاکم مانتا ہے مگر یہ نہیں مانتا کہ انسانوں میں سے کسی ایک شخص کو اللہ اپنے ایسا مطلق العنان حاکم بنا سکتا ہے اس لئے وہ مخصوص لیڈر رسولؐ کے پیش کردہ نظامِ حیات (دین) کو جھٹلا کر اپنے خود فہمیدہ نظام حیات کو پیش کرتا ہے (۷ / ۹۵) اس شخص کو اللہ نے دوسرے مقام پر رسول کا سب سے بڑا حریف اور بے رحم دشمن قرار دیا تھا (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور یہ وہی شخص ہے جس نے اقتدار وحکومت کی اسکیم پیش کی تھی اور ساری دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے قومی ولایت بنا لی تھی (۲۰۵ / ۲)

(۲۔ ہ) زیر بحث اس خاص انسان کو بہترین ساخت کے ساتھ ساتھ علم القرآن بھی عطا ہوا تھا۔

اپنے قریشی دوستوں کے اطمینان کی خاطر مذکورہ شخص کی شناخت کرانے کے لئے قرآن کا ایک اور مقام پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کی خصوصیات پر بھرپور روشنی پڑے اور اس کا دمکتا ہوا چہرہ پہچان لیا جائے۔ آیات دیکھنے سے پہلے اس شخص کو نظروں میں رکھیں۔ جس کے لئے قریشی ریکارڈ میں یہ مشہور ہے کہ اس کی رائے وحی کی صورت میں نازل ہوا کرتی ہے۔ اور یہ کہ وہ تمام صحابہ میں قرآن کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اور یہ کہ بعد میں پیدا ہونے والے اہل سنت کے چاروں فرقے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی اسی شخص کی تقلید میں بنے ہیں۔ شبلی اور ولی اللہ سے سنیئے :

اس شخص کی تیار کردہ فقہ پر چاروں مذاہب کا دارومدار ہے۔

"فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر سے براویت صحیحہ منقول ہیں ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچی ہے ان میں سے تقریباً ایک ہزار مسئلے ایسے ہیں جو فقہ کے مقدم اور اہم مسائل ہیں اور ان تمام مسائل میں آئمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے۔شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ہم چنیں مجتہدین دردرس مسائل فقہ تابع مذہب فاروق اعظم انداویں قریب ہزار مسئلہ باشد" (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲) اور یہ بھی نہ بھولئے کہ اس شخص کی ساخت و پرداخت کے لئے قرآن نے أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ التین: (۴ / ۹۵) کی شاندار خصوصیت بیان کی ہے۔ اب قرآن سنیئے :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۔۔۔ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٧٧﴾ (اعراف ۱۷۷۔۱۷۵ / ۷)

مودودی ترجمہ: "اور اے محمدؐ، تم ان (قریش۔احسنؔ) کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت اس کتے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اگر اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ تم (اے رسولؐ۔احسنؔ) یہ حکایات اِن (قریش۔احسنؔ) کو سناتے رہو، شاید کہ یہ کچھ غورو فکر کریں۔بڑی ہی بُری مثال ہے ایسے لوگوں کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، اور وہ آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱)

اس ترجمہ میں سے علامہ کی ہیرا پھیری اور پردہ داری نکال دیں تو حقیقت ابھر کر سامنے آجائے گی؟

قرآن کی ان آیات کے اواخر میں دومرتبہ لفظ "قوم" آیا ہے لیکن علامہ نے ترجمہ میں یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اللہ ایک ایسی قوم کی مثال دے رہا ہے جس کے تمام لوگوں (الَّذِينَ) نے اللہ کی آیات کی تکذیب پر کمر باندھے رکھی اور انہیں جھٹلا کر چھوڑا۔ یہ اس لئے کہ قریش کا پردہ فاش نہ ہو جن کے لئے اللہ نے رسولؐ سے کہا تھا کہ :

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ (انعام ۶۶ / ۶) اور اے نبیؐ تیری قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا

ہے حالانکہ وہ مکمل حق ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔'' یعنی تمہارے مقدمہ میں تمہاری وکالت نہ کروں گا۔ معلوم ہوا کہ رسولؐ کی اپنی قوم قریش کو یہ دونوں آیات بطورِ مثال سنائی گئیں تاکہ قصے کے پیرائے میں انہیں ان کی قرآن دشمنی سنا کر یہ امید کی جائے کہ شاید وہ غور و فکر کرکے آئندہ تکذیب بند کر دیں۔ یا کم ازکم اتنا نوٹ کرلیں کہ ان کی پوری سازش اللہ و رسولؐ کے علم میں ہے۔ اور اس طرح وہ آئندہ ہوشیار رہیں۔

۲۔ اب یہ دیکھیئے کہ ان آیات میں آنحضرتؐ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایک ایسے خاص شخص کے پردۂ غیب میں پوشیدہ حالات (نبا۔ نبیؐ غیبی اطلاع اور غیبی خبریں دینے والا) کی تلاوت کرکے سنائیں جسے اللہ نے خاص طور پر آیات اورآیات کا علم دیا تھا۔ اور جس نے ان آیات کی کینچلی یا چھلکا اتار کر (مغز و مقصد کو چھوڑ کر۔ اِنۡسَلَخَ کے معنی) اس پر اپنے ارضی منصوبے کی تیاری شروع کردی تھی۔ اور اپنے اجتہادات (هَوَىٰهُ) سے زمینی اسکیم پر دائمی (أَخْلَدَ) طورسے کاربند ہوگیا تھا۔ اورتمام مخالف قواعد وضوابط مرتب کرلئے تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی عطا کردہ آیات اور آیات کے علم سے اخذ کیا تھا۔ یعنی وہ مسلمان تھا، مگر آیات کی تشریح و تاویل اپنے اجتہاد کے ماتحت کرتا تھا۔ اور اس شان سے اجتہاد کرتا تھا کہ ابلیس نے بھی اس کی اتباع یعنی پیروی قبول کرلی (فَأَتۡبَعَهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ) یعنی اسے بالکل اپنے برابر کا مقام دے دیا یعنی وہ خاص لیڈر قریش کا شیطان ثانی قرارپا گیا۔ اب قارئین یادکریں کہ سورۂ تین والے خاص شخص کو أَسۡفَلَ سَٰفِلِينَ میں مردود کرنے کی بات ہوئی تھی تو یہاں أَخۡلَدَ إِلَى ٱلۡأَرۡضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہاں نیچے سے نیچے کہا گیا تھا اور یہاں زمین کی گہرائیوں میں دائمی طور پر گھس جانا فرمایا گیاہے۔ سوچیۓ کہ کیا یہ ایک ہی شخص اور ایک ہی شخص کی پالیسی کی باتیں نہیں ہیں ؟ وہاں اسی شخص کو حکومت الٰہیہ اورنظام حیات کی تکذیب کرنے والا کہا تھا اسی کو اور اسی کی وجہ سے اس کی قوم کو آیات کی تکذیب کرنے والا بتایا گیا۔ اسے منکرِ قرآن یا منکرِ آیات نہیں کہا بلکہ آیات کے مغز ومقصد کو چھوڑنے والا اور چھلکا یا کھال اتار کر اپنے اجتہادات پرفٹ کرنے کا مجرم کہا گیاہے۔ پھر یہ سوچیں کہ اللہ نے اسے ان ہی آیات پر صحیح ایمان و عمل سے رفعت و بلندی مراتب دینا تھی لیکن اس نے اپنے طرزِ فکر وعمل سے صورتِ حال کو الٹ لیا یعنی وہ رفعت و بلندی کی جگہ پستی یا أَسۡفَلَ سَٰفِلِينَ میں چلا گیا۔ قارئین کرام بتائیں کہ اس سے زیادہ وضاحت و نشاندہی اورکیا ہوسکتی ہے ؟ اور تاریخ سے پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ عہدرسولؐ کے جس عالم قرآن نے اللہ سے رفعت و بزرگی حاصل کرنے کے بجائے دنیاوی زندگی اور زمینی اقتدار وسلطنت پر قناعت کرلی تھی اور ساری دنیا پرتسلط حاصل کرنے کا پلان بنایا تھا (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اور آیات کی کھال اتار اتار کر ہزاروں مجتہدانہ اصول و قواعد ومسائل و احکام و اصول فقہ وشریعت تیار کی تھی وہ خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب تھا جسے مخصوص ساخت کے ساتھ پیدا کیاگیا (۴ / ۹۵) اور جسے آیات کا علم دیا گیا (اعراف ۱۷۵ / ۷) جو تخلیق میں وحید و فرید تھا جسے دور دورتک پھیلا ہوا مال و دولت دی گئی (مدثر ۱۲۔۱۱ / ۷۴) یہی شخص تھا جسے اللہ نے أَسۡفَلَ سَٰفِلِينَ میں مردود و ملعون قراردیا ہے (۵ / ۹۵) اور جس کی نقاب کشائی کا قرآنی سہرا صرف ہمارے سر پر ہے اور جس طرح اللہ کے نزدیک ابلیس کا وجودضروری تھا اسی طرح ابلیس ثانی بھی لازم تھا۔

سُوْرَةُ الْعَلَق

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ آيَةً

سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اونیس(۱۹) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

پڑھ ساتھ نام پروردگار اپنے کے جس نے پیدا کیا پیدا کیا

مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِيْ

آدمی جمے ہوئے لہو سے پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم کرنے والا ہے جس نے

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۞ كَلَّآ

سکھایا ساتھ قلم کے سکھایا آدمی کو جو کچھ نہیں جانتا تھا ہرگز نہیں

(۱) اے نبیؐ آپ اپنے اس پروردگار کے نام سے کتاب کی قرأت کریں جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ (۲) جس نے آدمیوں کو جمے ہوئے خون سے بھی پیدا کرنا شروع کیا۔(۳) کتاب پڑھو اور آپ کا پروردگار سب کرم کرنے والوں سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔ (۴) جس نے اپنے کرم کی بنا پر خاص قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔(۵) اپنے کرم ہی سے اس نے ایک خاص انسان کو وہ سب کچھ تعلیم کر دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔(۶) ہرگز نہیں

تشریحات سورۂ علق:

(۱) ہم ان تمام قریش سازافسانوں کا یا افسانوں کے ان پہلوؤں کا انکار کرتے ہیں جو حضورؐ کی توہین کریں۔

اس سورہ کے ساتھ قریش نے بہت سے خانہ ساز افسانے گھڑ کر چپکائے اور انہیں ان کی حکومت کے خلفاء، عہدیداروں، قاضیوں، مفتیوں، کوتوالوں، وزراء و امراء، علما اور مفتیوں اور مجتہدین نے اپنی مملکتوں میں پھیلایا، شہرت دی اور زبان زد عوام کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے بعض افسانوں کو ان لوگوں نے بھی اپنے ریکارڈ میں نقل کر لیا جو قریش اور قریشی اسلام اور قریشی حکومتوں سے باغی اور دشمن تھے۔ چنانچہ یہ بات مشہور اور مسلمات میں سے مانی جاتی ہے کہ آنحضرتؐ پر سب سے پہلے سورۂ علق پوری یا اس کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ اور یہ کہ اس سے پہلے چالیس سال کی عمر تک آپ (معاذاللہ) قرآن سے قطعاً ناواقف تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ قریش نے حضورؐ کو چالیس سال تک گمراہ مانا اور لکھا ہے۔(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۷۹)

(۲) ہم جبرائیلؑ کے آسمانوں میں کرتب دکھانے اور آنحضرتؐ کے ڈر کر بھاگ آنے کے بھی منکر ہیں۔ پھر رسولؐ کو تین مرتبہ سینے سے لگا کر دم گھٹنے تک بھینچنے کے بھی منکر ہیں۔ رسولؐ کا یہ کہنا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا اور جبرائیلؑ کا اصرار کہ پڑھو، احمقانہ باتیں ہیں۔ ہم نہیں مانتے کہ جبرائیلؑ بولتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ سنتے اور دہراتے جاتے تھے۔ یہ بھی بکواس مبین ہے کہ رسولؐ اللہ ہانپتے کانپتے آئے اور کہا کہ مجھے اڑھاؤ مجھے اڑھاؤ اور لپٹ سپٹ کر لیٹ گئے۔ ہوش آیا تو کہا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اور یہ کہ خدیجہ علیہا السلام نے اور ورقہ نے ڈھارس بندھائی اور بتایا کہ وہ جبرائیلؑ تھا۔

(۱۔الف) قریشی افسانوں سے مودودی نے آنحضرتؐ کو اچانک بطورِ حادثہ نبوت کا مل جانا حضورؐ کا بے خبر رہنا لکھا ہے۔

ہم مودودی کی یہ باتیں بھی نہیں مانتے ہیں کہ "یہ قصہ خود اپنے منہ سے بول رہا ہے کہ فرشتے کی آمد سے ایک لمحہ پہلے تک بھی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خالی الذہن تھے کہ آپؐ نبیؐ بنائے جانے والے ہیں۔ اس چیز کا طالب

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۙ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ	بلکہ ایک مخالف مدمقابل انسان اپنا قانون جاری کرتا ہے ۔ (۷) اس لئے کہ وہ اپنے قانون کے نتیجہ میں خود کو تمام پابندیوں سے بے نیاز پاتا ہے۔ (۸) اور حقیقت یہ ہے کہ اسے بھی تیرے پروردگار کے حضور رجعت میں آنا ہے ۔ (۹) اے رسولؐ کیا آپؐ نے اس مذکورہ شخص کو غور سے دیکھا ہے جو منع کرتا ہے (۱۰) ایک بندے کو ایسے وقت جب کہ وہ صلوٰۃ قائم کرتا ہے ۔ (۱۱) کیا آپؐ نے غور کیا
یوں تحقیق آدمی البتہ سرکشی کرتا ہے اس سے کہ دیکھتا ہے اپنے تئیں بے پرواہ	
اسْتَغْنٰى ۝۷ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸ؕ اَرَءَيْتَ	
اور غنی ہوا تحقیق طرف پروردگار تیرے کی ہے پھر جانا کیا دیکھا تو نے	
الَّذِىْ يَنْهٰى ۙ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ؕ اَرَءَيْتَ	
اس شخص کو کہ منع کرتا ہے بندے کو جب نماز پڑھتا ہے کیا دیکھا تو نے	

یا متوقع ہونا تو درکنار، آپ کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ ایسا کوئی معاملہ آپؐ کے ساتھ پیش آئے گا۔ وحی کا نزول اور فرشتے کا اس طرح سامنے آنا آپؐ کے لئے اچانک ایک حادثہ تھا ۔ جس کا پہلا تاثر آپؐ کے اوپر وہی ہوا جو ایک حادثہ کے پیش آنے سے فطری طور پر ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ اسلام کی دعوت لے کر اٹھے تو مکے کے لوگوں نے آپ پر ہر طرح کے اعتراضات کئے، مگر ان میں سے کوئی بھی یہ کہنے والا نہ تھا کہ ہم کو تو پہلے ہی یہ خطرہ تھا کہ آپؐ کوئی دعویٰ کرنے والے ہیں کیونکہ آپؐ ایک مدت سے نبیؐ بننے کی تیاریاں کر رہے تھے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۹۳۔۳۹۴)

(۱۔ ب) جن باتوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ان تمام توہین انگیز باتوں کو حضورؐ کے لئے ماننا غلط ہے ۔

سابقہ تباہ شدہ لوگوں کی طرح قریش بھی رسولؐ کو ایک عام جاہل و غافل و خاطی آدمی ماننا چاہتے تھے ۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسولؐ میں کوئی ایسی صفت ثابت ہو جائے جو اس رسولؐ کو مافوق البشر بناتی ہو ۔ یا اسے پوری نوع انسان سے یا پوری قوم کی مجموعی بصیرت سے بڑھانے والی ہو ۔ لہٰذا قریش کے دانشوروں نے تلاوت قرآن کے دوران ہر آیت اور ہر سورت کے لئے ایسے مفاہیم تجویز کر کے قوم میں پھیلائے جن پر نظام اجتہاد و مشاورت کی فلک بوس عمارت کھڑی کی جا سکے ۔ ہر تلاوت کی جانے والی آیت یا سورت کو اسی وقت نازل ہونے والی کہنے کا طریقہ جاری کیا اور ہر آیت و سورت کی شان نزول پر ایسی حکایتیں اور واقعات گھڑے گئے جو انہیں قریشی پالیسی کے اندر محدود رکھیں قرآن کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر ہی رسولؐ نے اللہ سے شکایت کی تھی اور اللہ نے اس شکایت کو بھی قرآن میں ریکارڈ کراتے ہوئے رسولؐ کی زبانی فرمایا کہ :

"محمدؐ رسولؐ اللہ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے"

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰ (فرقان ۳۰ / ۲۵)

لہٰذا قرآن کی آیات اور سورتوں کی تفسیر کا دارو مدار ہی ان خانہ ساز افسانوں حکایتوں اور روایتوں پر رہا ہے جو قریش کے اختیار کردہ اسلام کی تائید کے لئے بڑے سوچ بچار کے ساتھ تیار کی گئی تھیں جن پر ان ہزاروں مسائل و احکام کو تیار کیا گیا تھا۔ جن کا تذکرہ علامہ شبلی اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا ہے ۔(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲۔اور تشریحات سورۃ التین ۲ ۔ ۵)

اور جن پر اعتماد کر کے مودودی نے بڑے اطمینان سے لکھا ہے کہ :"یہ قصہ خود اپنے منہ سے بول رہا ہے کہ ..."

علامہ مودودی کو بتاؤ کہ جناب "یہ قصہ" صرف "قصہ" ہے قرآن کی آیت نہیں ہے ۔ اور یہ کہ یہ قصہ اور اس قصہ کا منہ بنانے والے وہی صحابہ تھے جن پر قرآن کی تحریف کا جرم عائد کیا گیا ہے اور یہ کہ اس قصہ کے پس منظر میں شیطان اوّل یا شیطان دوم (اعراف ۱۷۵ / ۷) بول رہا ہے ۔ اور یہ بھی کہ یہ قصہ گھڑا ہی اس لئے گیا تھا کہ قریشی پالیسی کی تائید میں بولتا رہے ۔ رہ گیا علامہ کا یہ کہنا کہ مخالفین نے اعتراض نہیں کیا ۔ اس کا جواب فطری اور تاریخی ہے ۔ یعنی وفاتِ رسولؐ کے فوراً بعد سے صدیوں تک قریشی حکومت مسلط رہی اور اس نے اپنے بے مہار تسلط کے دوران جو چاہا جس طرح چاہا اور جتنا چاہا حقائق

کو مسخ کیا تاریخیں تفسیریں سوانح عمریاں لکھوائیں۔ حدیث کے نام پر خانہ ساز روایات گھڑوائیں تاکہ قریش، قریشی حکومتیں قریشی مذہب اور قریشی پالیسیاں حقیقی اسلام کے عین مطابق نظر آئیں ۔ اور اسی کا ذکر ہو رہا ہے سورۂ علق (۱۹ تا ۶ / ۹۶) میں ۔ لہٰذا ہر وہ بات تاریخ و تفسیر وروایات میں نہیں آنے دی گئی جو قریشی اسلام کے خلاف جاتی تھی ۔ چنانچہ اگر علامہ والا اعتراض کبھی ہوا بھی تھا تو اسے غائب کرجانا کیوں اور کیسے مشکل ہوجاتا ۔ اس لئے ہم سے جو بات رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق منوانی ہو اسے قرآن کی آیت سے اور آیت کے الفاظ کے معنی تبدیل کئے بغیر ہمارے سامنے رکھا جائے ۔ ورنہ یہ افسانے یہ قریش کے اساطیر و دساتیر، شیطان اوّل یا شیطان دوم کو مبارک ہمیں قرآن کافی ہے ۔

(ا۔ج) آنحضرتؐ توروزازل سے بھی قبل پیدا کی جانے والی کائنات کے لئے رحمت ہادی ونذیر اور مجسم لوح محفوظ تھے۔

اور ہم نے بار بار قرآن کی آیات کے نمبر لکھ لکھ کر وہ سب کچھ ثابت کردیا ہے جس کا قریشی صحابہ اور علما کو انکار ہے ملائکہ کو توحید و عبادت سکھانے والا ہر لمحہ ملائکہ سے خدمت لینے والا جبرائیلؑ سے ڈر کر بھاگ کھڑا ہو ؟ یہ بات ابلیسی گروہ ہی مان سکتا ہے ملائکہ جن کے گھر میں چکی پیستے ہوں بچوں کو جھولے جھلاتے ہوں ان کے توخادم بھی فرشتوں سے نہیں ڈرتے جس کی نبوت و رسالت و امامت و وزارت وخلافت کی پیشنگوئیوں سے تمام کتبہائے خداوندی لبریز ہوں جس کی آمد پر تمام انبیاؑ نے اپنی اپنی اُمتوں کو تفصیلات دی ہوں انؐ کا حلیہ خدوخال چہرہ مہرہ اور قد وقامت تک بیان کردیا ہو ، جن کے نور سے ہر وہ پیشانی دمکتی اور لوگوں کو مخاطب کرتی چلی آئی ہو جو حاملانِ نور محمدیؐ تھے۔ جن کے نور کو حاصل کرنے کے لئے شہنشاہِ روم حضرت عبدالمطلبؑ علیہ السلام کے روبرو اپنی دختر پیش کرے ، جن کے تحفظ کے لئے اللہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عبداللہ علیہما السلام کو قربانی سے بچائے ۔ جن کے خاندان تک کو تمام علمائے یہود و نصاریٰ جانتے اور اس طرح پہچانتے ہوں جیسے اپنے بچوں کو پہچانتے تھے۔ (انعام ۲۰ / ۶) افسوس ہے کہ قریشی علما کے نزدیک وہ ذات پاک خود ہی اپنے مقام بلند سے جاہل تھی ، جس کے انتظار میں ساری دنیا کی اُمتیں عموماً اور یہود ونصاریٰ اور اہل عرب خصوصاً دن گن رہے تھے ۔

(ا ۔ د) قرآن مودودی کو اقرار پر مجبور کرتا ہے تحریری بیان : وہ آنے والا رسوؐل کیسے غافل رہے گا اور اسے چالیس سال کی عمر ہوجانے تک بھی وہ باتیں معلوم نہ ہوں گی جو ساری دنیا کو معلوم تھیں ؟ بہرحال قرآن کی آیت کا ترجمہ اور مودودی کی وضاحت ملاحظہ کرلیں :

"باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، مگر جب وہ چیز آگئی، جسے وہ پہچان بھی گئے، تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا خدا کی لعنت ان منکرین پر "(ترجمہ میں انکار اور منکرین غلط ہے۔احسن) تشریح سنیں۔

علامہ کی توضیح :" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے یہودی بے چینی کے ساتھ اس نبیؐ کے منتظر تھے جس کی بعثت کی پیشنگوئیاں ان کے انبیاؑ نے کی تھیں۔ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کفار کا غلبہ مٹے اور پھر ہمارے عروج کا دور شروع ہو۔ خود اہل مدینہ اس بات کے شاہد تھے کہ بعثت محمدیؐ سے پہلے یہی ان کے ہمسایہ یہودی آنے والے نبیؐ کی امید پر جیا کرتے تھے اور ان کا آئے دن کا تکیۂ کلام یہی تھا کہ "اچھا، اب تو جس جس کا دل چاہے ہم پر ظلم کرلے، جب وہ نبیؐ آئے گا تو ہم ان سب ظالموں کو دیکھ لیں گے۔" اہل مدینہ یہ باتیں سنے ہوئے تھے، اس لئے جب انہیں نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ دیکھنا، کہیں یہ یہودی تم سے بازی نہ لے جائیں۔ چلو، پہلے ہم ہی اس نبیؐ پر ایمان لے آئیں۔ مگر ان کے لئے یہ عجب ماجرا تھا کہ وہی یہودی، جو آنے والے نبیؐ کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے تھے، اس کے آنے پر سب سے بڑھ کر اس کے مخالف بن گئے۔" (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۹۳)

قارئین یہ حضرات ان حالات میں بھی یہ امید کرتے رہے کہ لوگ یہ مان لیں گے کہ خود آنحضرتؐ نے ان میں سے ایک بات بھی نہ سنی تھی ۔ جب کہ اللہ کی سنت قرآن میں یہ ہے کہ کسی نبیؐ کو کام کرنے کے لئے اس وقت تک حکم نہیں دیا جاتا جب تک کہ اسے اس سے پہلے کی تمام کتابوں کی تعلیمات میں ماسٹری عطا نہ کر دی جائے اور اسے اس کی تمام ذمہ داریاں رُودررُو نہ دکھا دی جائیں یہ بات بھی قرآن اور مودودی ہی سے سنیئے۔ قرآن حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ :

ہر نبی کار نبوت شروع کرنے سے پہلے اپنی اور تمام سابقہ کتابوں کا عالم ہوتا ہے حقائق کو بے حجاب دیکھتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿٤٩﴾ (آلِ عمران ۴۹ - ۴۸ / ۳)

مودودی ترجمہ: ”اور اللہ اسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، توریت و انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔ (تفہیم القرآن جِلد اوّل صفحہ ۲۵۲)

غور فرمائیں کہ قریش یہ چاہتے ہیں کہ محمدؐ کو نہ توریت و زبور و انجیل کا علم دیا جائے اور نہ قرآن ہی کے درشن کرائے جائیں ۔ بلکہ دو دو چار چار آیات کرکے تیئس (۲۳) سال میں قرآن دیا جائے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کو پہلے ان کی اپنی کتاب اور تبلیغی حکمت کی تعلیم دینے اور پھر توریت کا علم دینے کا ذکر موجود ہے ۔ اور اس تعلیم کے بعد انہیں فریضہ رسالت ادا کرنے کے لئے بھیجنے کی بات سامنے ہے ۔ یہ کیا غضب ہے کہ تمام نبیوںؑ کا نبیؐ اور سردار جہالت کی حالت میں زبردستی پکڑ کر نبیؐ بنا دیا جائے ؟ اسی لئے تاکہ قدم قدم پر غلطیوں کا بہانہ ملے ؟

انبیاؑ کو پہلے پوری کائنات بے حجابانہ دکھائی جاتی ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں پہلے سے اسے دیکھے بھالے ہوتے ہیں ۔

مودودی کا ایک اور بیان سن کر سورۂ علق کی آیت پر فیصلہ کن نظر ڈالیں لکھتے ہیں ”انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منصب کی مناسبت سے ملکوت السماوات وارض کا مشاہدہ کرایاہے اور مادی حجابات بیچ سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے، تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیز ہوجائے “(تفہیم ۲صفحہ ۵۹۰)

۲۔ آنحضرتؐ اعلان بعثت سے پہلے ہی تمام زبانوں میں بولنا لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے ۔

سورۂ علق کی ابتدا ہی اَقْرَأْ کے حکم سے کی گئی ہے اور بتاتی ہے کہ حضورؐ لکھی ہوئی باتیں پڑھنے کی تعلیم بھی اللہ سے پا چکے تھے اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو اللہ کی طرف سے پڑھنے کا حکم ہرگز نہ دیا جاسکتا تھا۔ یہ قریشی اسلام کا فرضی اللہ اور جبرائیل ہی ہوسکتا ہے جو ان پڑھ اور پڑھے لکھے آدمیوں میں تمیز نہ کرسکے اورجو پڑھنا جانتا ہی نہ ہو اسے پڑھنے کا حکم دے ۔ اور بقول قریشی علما یہ سن کر بھی کہ وہ شخص پڑھنا نہیں جانتا پھر بھی نہ سمجھیں اور باربار پڑھنے کو کہتے ہیں ۔ اور جب کسی طرح وہ پڑھ ہی نہ سکے تو اسے دھر رگڑیں اور زبردستی پڑھوا کربھی سو فیصد ان پڑھ چھوڑ کر کھسک جائیں ۔مودودی کی ایک بات اور سن لیں ۔

(۲ ۔ الف) پہلی آیت اَقْرَأْ کی تشریح میں ایک مذاق اور اَقْرَأْ کے معنی :

”جیسا کہ ہم نے (سورہ کے۔احسنؔ) دیباچہ میں بیان کیا ہے کہ فرشتے نے جب حضورؐ سے کہا کہ ”پڑھو“ تو حضورؐ نے جواب دیا کہ ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نے وحی کے یہ الفاظ لکھی ہوئی صورت میں آپؐ کے سامنے پیش کئے تھے اور انہیں پڑھنے کے لئے کہا تھا ۔ کیونکہ اگر فرشتے کی بات کا مطلب یہ ہوتا کہ جس طرح میں بولتا جاؤں آپؐ اسی طرح پڑھتے جائیں، تو حضورؐ کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ (تفہیم القرآن جِلد ۶صفحہ ۳۹۶)

قریشی افسانہ یہاں گول کردیا جاتا ہے ابھی یہ بتانا تھا کہ پھر وہ پرچہ کیا ہوا جس پر آیات لکھی ہوئی تھیں ؟ اور یہ کہ وہ پرچہ کس نے لکھا تھا ؟ کیا جبرائیل لکھنا پڑھنا جانتا تھا ؟ جانتا تھا تو کون سی آیت سے ثابت ہے؟ بہرحال یہ سارا من گھڑت قصہ ہے ورنہ قرآن میں بھی اس کا تذکرہ ہوتا ۔ موسیٰؑ سانپ سمجھ کر بھاگے قرآن نے بیان کیا ۔ رسولؐ اللہ ڈر کر بھاگتے تو قرآن ضرور بتاتا ۔ موسیٰؑ کو اللہ نے روکا تسلی دی اور خوف دور کردیا ۔ رسولؐ اللہ کی طرف پلٹ کر دیکھا بھی نہیں اور وہ سرپٹ دوڑتے زوجہ کی پناہ میں آئے اور اللہ ٹس سے مس نہ ہوا ۔ یہ باتیں اور حکائیتیں ایسی بکواس ہیں کہ کوئی اور سنجیدہ قوم سننے کو بھی تیار نہ ہوتی ۔ اور مسلمانوں کے علما اس بکواس کو منبروں اور محرابوں سے بیان کرتے ہیں اور ذرہ برابر شرماتے نہیں ہیں ۔

۳۔ دوسری آیت میں الانسان سے مخصوص لوگ مراد ہیں تمام انسان علقہ سے پیدا نہیں ہوئے ۔

آیت (۲ / ۹۶) میں لفظ الانسان سے انسانوں میں سے کچھ لوگ مراد ہیں ۔ نہ کہ سارے انسان اس لئے کہ بعض انسان ایسے بھی گزرے ہیں جو علقہ سے پیدا نہیں ہوئے مثلاً حضرت آدمؑ اور حضرت حوا علیہا السلام ۔

۴۔ رسولؐ اللہ کو رسولؐ اللہ پر گزرا ہوا واقعہ سنایا جا رہا ہے نہ کہ کسی دوسرے شخص کی بات ہوئی ہے ۔

سورۂ علق کو سمجھنے کے لئے آیت (۱۰۔۹/ ۹۶) کا ترجمہ اور تشریح مودودی سے سن لیں تا کہ ان کے تسلیم کردہ اصول کو اختیار کرنے پر چون و چرا کی کوئی گنجائش نہ رہے اور بات کسی الجھن کے بغیر ذہن نشین ہو جائے ۔

نماز یا صلوٰۃ ادا کرنے سے رسولؐ کو روکا گیا تھا۔

أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ ﴿١٠﴾ العلق (۱۰۔۹ / ۹۶)

مودودی کا ترجمہ : ”تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۹۷۔۳۹۸) یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے کسی نمازی کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور رسولؐ اللہ سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ کیا تم نے اس نمازی کو اور نماز سے روکنے والے دونوں اشخاص کو دیکھا تھا ؟ لیکن ایسا ہے نہیں بلکہ خود رسولؐ اللہ کو نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا۔

مودودی کی تشریح : علامہ نے لکھا ہے کہ ”بندے (عَبْدًا) سے مراد خود رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس طریقے سے حضورؐ کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے مثلاً :

سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ﴿١﴾ الإسراء (بنی اسرائیل پہلی آیت) پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف ” ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ (الکھف ۔۱) تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔ ”وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبْدُ ٱللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا۟ يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ (الجن ۱۹) اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہوگئے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص محبت کا انداز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتا ہے۔ علاوہ بریں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب پر سرفراز فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کا طریقے سکھا دیا تھا ۔ اس طریقے کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے کہ اے نبیؐ تم اس طرح نماز پڑھا کرو۔ لہٰذا یہ اس امر کا ایک اور ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف وہی وحی نازل نہیں ہوتی تھی جو قرآن میں درج ہے، بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپ کو ایسی باتوں کی تعلیم دی جاتی تھی جو قرآن میں درج نہیں ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۹۸)

مودودی نے اپنے معاملات کو سیدھا رکھنے کے لئے بہت کچھ لکھا اور ہم نے نقل بھی کر دیا۔ لیکن ہمارا تعلق صرف اس قدر تھا کہ اللہ خود رسولؐ اللہ کا حال رسولؐ کو اس طرح سناتا ہے کہ گویا کسی اور کا تذکرہ ہو رہا ہے بس یہ بات سمجھ لینے کے بعد دیکھیں کہ :

(۴ ۔ الف) آنحضرتؐ کو اللہ نے بعثت سے کہیں پہلے قلم کے ذریعہ سے ہمہ گیر و لامحدود تعلیم دے دی تھی ۔

سورۂ علق کی تیسری چوتھی اور پانچویں آیات میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ خاص انسان (الانسان) خود رسولؐ اللہ ہیں جس پر اللہ نے اپنے اکرم ہونے کی تمام گنجائشیں ختم کر دی تھیں اور انہیںؐ اس بے حد وحساب کرم فرمائی سے بے حدوحساب علم عطا فرما دیا تھا۔ علم عطا کرنے کے ذریعے کا نام القلم بتایا گیا ہے (۴ / ۹۶) اور حضورؐ کے علم کی وسعت یہ بتائی ہے کہ آنحضرتؐ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ جان گئے یعنی آپؐ سے لاعلمی، ناواقفیت اور جہالت کی نفی کر دی تھی (۵ / ۹۶) دوسرے الفاظ میں آپ سر سے پیر تک اور اپنی لمبائی چوڑائی میں اندر باہر علم ہی علم تھے اس لئے حدیث میں حضورؐ کو ذخیرہ علوم الٰہی

فرمایا گیا مرکز وحی اور خزینہ دار علوم خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ پھر قرآن نے سورۂ رحمان کو یہ کہتے ہوئے شروع کیا ہے کہ:

(۴۔ ب) اللہ نے اپنی صفت رحمانیت کو آنحضرتؐ کی تخلیق و تعلیم و تبئین کے لئے وقف کر دیا تھا۔

> اَلرَّحۡمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ﴿۷﴾ (رحمٰن ۷ تا ۱ / ۵۵)

یعنی رحمان کی مخصوص صفت رحمانیت (اَلرَّحۡمٰنُ) کا کمال یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کی تعلیم اس طرح دی کہ نتیجہ میں ایک خاص انسان مجسم قرآن بن کر وجود میں آ گیا جسے البیان کی تعلیم دی گئی یعنی جو کچھ چاہے، جس زبان میں چاہے اور جب چاہے بیان کر سکے اس تعلیم و تخلیق و تبئین کے نتیجہ میں چاند سورج ظہور میں آ کر قانون و قواعد کے ماتحت کام کرنے لگے اور ان کے ساتھ ہی باقی ستارے اور شجر پیدا ہو کر سجدہ ریز ہو گئے۔ فضائیں آسمان اور خلائیں بلند ہو کر انتہائی میزان اختیار کر گئیں۔

ان آیات سے بھی حضورؐ کا مجسمۂ علم خداوندی ہونا معلوم ہوا یعنی اللہ نے تعلیم قرآن کو ایک مکمل انسان کی صورت میں بدل دیا (۳۔۲ / ۵۵) تھا۔ تاکہ وہ اپنے خالق کی ذات و صفات و کمالات کو کائنات کی تمام مخلوقات سے ان کی زبان میں بیان کرتا رہے (۴ / ۵۵)

سورۂ رحمان کی یہ آیات اس حقیقت کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہیں کہ سورۂ علق میں جس مخصوص انسان کے لئے ہر اس چیز کی تعلیم دے دیئے جانا جو اسے معلوم نہ تھی مذکور ہے وہ وہی انسان ہونا چاہئے جو سورۂ رحمان میں مذکور ہوا ہے۔ اس لئے کہ جو انسان علوم خداوندی کا مجسمہ اور مظہر ہو وہی کائنات کی ہر چیز کا عالم ہو سکتا ہے اب قرآن سے یہ دیکھیں کہ یہ سورۂ رحمٰن اور سورۂ علق میں مذکور ہستی محمد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۴۔ ج) مجسمۂ علم خداوندی اور مظہرِ علومِ خداوندی و صفاتِ خداوندی آنحضرت محمدؐ رسولؐ اللہ ہیں۔

> وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡكَ وَمَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا یَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَیۡءٍ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا ﴿۱۱۳﴾ (نساء ۱۱۳ / ۴)

"اے رسولؐ اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو قریشی لیڈروں کی ایک پارٹی نے آپ کو گمراہ کرنے کی ہمت کر رکھی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی اسکیموں کے نتیجے میں وہ خود ہی گمراہ ہوتے جا رہے تھے اور تمہیں کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا سکتے تھے اللہ نے تم پر الکتب اور الحکمۃ یعنی مکمل یا ہر قسم کی تمام کتابیں اور مکمل یا ہر قسم کی حکمت اتار دی ہیں۔ اور تمہیں ان تمام چیزوں کی تعلیم دے دی ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور تمہارے اوپر اللہ کا عظیم ترین فضل رہتا چلا آیا ہے۔"

(۱) اللہ کا لامحدود علم و حکمت اور لامحدود فضل آنحضرتؐ سے وابستہ ہے۔ قریشی لیڈر حق کو باطل میں تبدیل کر رہے تھے۔

سورۂ نساء کی یہ آیت (۱۱۳ / ۴) آیت سورۂ رحمان (۴ تا ۱ / ۵۵) اور سورۂ علق (۳۔۲ / ۹۶) کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں متعین کر دیتی ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ قریش آنحضرتؐ کو اپنے مذہب پر چلانے یعنی اسلامی راستہ کو اپنے عقائد کا راستہ بنانے میں کوشاں تھے اور اسی کوشش کا دوسرا نام قرآن کو مہجور کرنا تھا لہٰذا اگر قریشی علما آنحضرتؐ کے لامحدود علوم کے منکر ہوں تو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

(۲) آنحضرتؐ نے وہ علماؐ تیار کر دیئے تھے جن سے جہالت کی نفی ہو گئی تھی۔

حالانکہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف تمام علوم خداوندی کا ذخیرہ تھے۔ بلکہ وہ تمام مخاطبین کو لامحدود علوم سے مالا مال کرنے میں زندگی بھر مصروف رہے اور لازم تھا کہ رسولؐ کے زیر تعلیم حضرات میں سے ایسے علما تیار ہو گئے ہوں

جوخود آنحضرتؐ کی طرح کائنات کی ہر ہر چیز کے عالم ہوں۔ اور آنحضرتؐ کے بعد قیامت تک آنے والے انسانوں کو کائناتی تعلیم دیتے رہیں اور ان کی علمی مشکلات و سوالات کو حل کرتے رہیں ۔ چنانچہ قرآن میں اللہ نے بھی واضح کر دیا ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف لامحدود و لاانتہا علومِ خداوندی کے عالم تھے بلکہ وہ صاحبانِ ظرف لوگوں کو لامحدود علمی قابلیت عطا کرنے میں معلم بھی تھے ۔ سنیئے :

”جیسا کہ ہم نے تم میں سے تمہارے اندر ایک رسولؐ بھیجا جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور تمہارے نفوس کو پاک کرتا ہے اور تمہیں تمام کتابوں کی اور تمام حکمتوں کی مکمل تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سب کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُواْ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ (بقرہ ۱۵۱ / ۲)

(۳) یہاں تک آنحضرتؐ کی سرکردگی میں اس پوری کائنات کی تعلیم و ارتقاء کا نظام سامنے آ گیا۔

ان تمام آیات کو دیکھ لینے کے بعد یہ سمجھنا ذرّہ برابر مشکل نہیں ہے کہ اللہ نے آنحضرتؐ کو اس کائنات کی تعلیم و ارتقا کے لئے وجود بخشا ۔ اور چاہا تھا کہ حضورؐ اللہ کی صفات و علوم و قدرت سے پوری کائنات کو عموماً اور نوع انسان کو خصوصاً مالا مال کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس ذمہ داری کو پورا کرنے اور جاری رکھنے کے لئے عملاً بھی ایسے حضرات تیار کر دیئے جو قیامِ قیامت تک ساری کائنات اور نوع انسان کے ہر سوال و احتیاج کو حل کرتے رہیں اور اسی انتظام کے بھروسے پر یہ فرمایا گیا کہ :

فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ الأنبياء: ٧

”تم لوگ جو بات نہیں جانتے اور جاننا چاہتے ہو اس کو اہلُ الذکر (رسولؐ اور قرآن کے اہل (نحل ۴۳ / ۱۶) سے معلوم کرلیا کرو (انبیاؑ ۷ / ۲۱) یہی وہ حضرات علیہم السلام ہیں جن کا ذکر ابھی آیت (۱۵۱ / ۲) میں گزرا ہے اور جنہیں وہ سب کچھ آنحضرتؐ نے بھی عملاً تعلیم کر دیا تھا جو انہیں عملاً معلوم نہ تھا۔ یعنی ان سے لاعلمی کی نفی کر دی تھی اور اگر اس آیت (۱۵۱ / ۲) کے یہ معنی نہ ہوتے تو اللہ نے ہر گز قیامت تک آنے والے اور تمام موجودہ انسانوں کو ان (اہل رسولؐ) سے ہر سوال کرنے اور لاعلمی کو علم میں بدلنے کا تقاضا نہ کیا ہوتا اور یہی وہ حضرات علیہم السلام ہیں جن کے سینہ میں اللہ نے تخلیق کے ساتھ ہی قرآن محفوظ کر دیا تھا۔

بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٩﴾ (عنکبوت ۴۹ / ۲۹)

”بلکہ قرآن تو ان لوگوں کے سینوں میں منہ بولتی آیات کی صورت میں محفوظ ہے جنہیں اللہ نے خود علم عطا کیا ہوا ہے اور مذکورہ آیات کا سمجھا بوجھا انکار تو اور کوئی کرتا ہی نہیں سوائے ان لوگوں کے جو الظالم ہیں۔“ (یعنی جو خالص قرآن کے احکام نافذ نہیں کرتے) یہاں تک سورۂ علق کی آیت (۵ تا ۱ / ۹۶) کی تشریحات سامنے آ چکی ہیں اب اس سورہ کا دوسرا حصہ سامنے لایا جاتا ہے ۔

۵۔ قریش کا مشہورومعروف لیڈراسلامی قوانین کواپنے اجتہادی نظام کے ماتحت رکھتا ہے

قارئین یہاں سے اب آیات (۱۹ تا ۶ / ۹۶) پر ایک مسلسل و مربوط معنوی نظر ڈالیں گے اور دیکھیں گے کہ اللہ ہمیں کیا بتانا چاہتا ہے ؟ لہٰذا آیت (۶ / ۹۶) پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس میں بھی ایک ایسے خاص انسان کا ذکر ہوا ہے جو نہ صرف یہ کہ مخصوص انسان (ٱلْإِنسَٰنَ) ہے ۔ بلکہ وہ سابقہ پانچ آیات کا مخالف ہے اور اسی مخالفت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ نے اس چھٹی آیت (۶ / ۹۶) کو لفظ كَلَّآ سے شروع کیا یعنی اس شخص کے لئے ان پانچ آیات میں مذکورہ حقائق وہ معنی اور اہمیت نہیں رکھتے جو بظاہر نظر معلوم ہوتے ہیں یعنی وہ آنحضرتؐ کے لاانتہا علم کا قائل نہیں ہے بلکہ اس تمام اسکیم کے خلاف ہے جو ان آیات کے الفاظ میں موجود ہے ۔ اور اس مخالفت کی تفصیل کے لئے ایک مخصوص و غور طلب لفظ ”لَيَطْغَىٰٓ“ لایا گیاہے اور یہ لفظ اور اس کی بنیاد و مصدر کو اگر ٹھیک ٹھیک سمجھا نہ جائے تو دنیا کا سب سے بڑا قانون دان اور

اسلام کا سب سے بڑا مجرم چھپ کر رہ جاتا ہے اور ہم نے صرف اس کی رونمائی اور نقاب کشائی کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے ۔ لہٰذا پہلے یہ دیکھئے کہ مودودی اس لفظ لَيَطْغَىٰ کے معنی کیا کرتے ہیں۔

قَالَا رَبَّنَآ إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَآ أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿٤٥﴾ (طٰہٰ ۴۵ / ۲۰)

(۵ ۔ الف) لفظ يَطْغَىٰ کے معنی میں مودودی صاحب کی ہیرا پھیری ۔

مودودی: "پروردگار، ہمیں (موسیٰ وہارونؑ کو۔ احسنؔ) اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون۔ احسنؔ) ہم پر زیادتی کرے گا یا "پل پڑے گا۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۵) یہاں مودودی نے لفظ يَطْغَىٰ کے معنی "پل پڑنا" کئے ہیں اور یہی معنی علامہ نے لفظ "لِبَدًا" کے کیے تھے۔ دیکھئے:

وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبْدُ ٱللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا۟ يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ الجن: (۱۹ / ۷۲)

آنحضرتؐ کو نماز سے روکنے والی پارٹی اسی لیڈر کی پارٹی تھی ۔

مودودی ترجمہ : "اور یہ کہ جب اللہ کا بندہؐ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔" (سورۂ جن ۱۹ / ۷۲) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۱۹ صفحہ ۳۹۸)

یہاں پہلی بات تو یہ نوٹ کر رکھیں کہ سورۂ علق کی آیت (۱۰۔۹ / ۹۶) میں رسولؐ اللہ کو نماز سے روکنے والا وہی لیڈر ہے جس کی پارٹی سورۂ جن میں (۱۹ / ۷۲) رسولؐ اللہ پر دوران نماز حملہ کرنا چاہتی تھی پھر یہ دیکھیں کہ مودودی نے زیر تشریح سورۂ علق میں لفظ يَطْغَىٰ کے معنی بدل دیئے ۔

كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ﴿٦﴾ العلق: (۶ / ۹۶)

مودودی ترجمہ: "ہرگز نہیں انسان سرکشی کرتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۹۷)

یعنی تیسری جلد اور بیسویں سورہ میں لفظ يَطْغَىٰ کے معنی پل پڑنا تھے مگر چھٹی جلد اور چھیانویں سورہ میں اسی لفظ کے معنی سرکشی ہوگئے ہیں لہٰذا قارئین آپ اس آیت (۶ / ۹۶) میں بھی وہی معنی اختیار کرکے دیکھیں تو مفہوم ذرا سا بدل کر حق کی طرف منہ کرلیتا ہے ۔

مودودی کا مودودی سے اصلاح یافتہ ترجمہ: "ہرگز نہیں انسان پل پڑنے والا ہے" بہرحال اس ایک ہی لفظ کے معنی بدلنے سے اتنا پتہ تو چل ہی گیا کہ علامہ اس لفظ سے خائف ہیں بہرحال ہم علامہ ہی کے قلم سے اس لفظ پر پوری روشنی ڈالتے ہیں اور قرآن کے الفاظ سے اور مودودی کی تشریحات سے اس لفظ کے حقیقی اور قرآنی معانی کا تعین کرتے ہیں سنیئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۵ ۔ ب) طاغوت اللہ و رسولؐ کی حکمرانی کے مقابلے میں اپنی قانونی حکمرانی چاہتا ہے ۔

ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَوْلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِ ۗ ﴿٢٥٧﴾ (بقرہ ۲۵۷ / ۲)

مودودی کا ترجمہ: "جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا حامی و مددگار (ولی۔ احسنؔ) اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی ومددگار (اولیا۔ احسنؔ) طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنیوں سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں ۔
(تفہیم اوّل صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

علامہ نے اس ترجمہ میں حسب عادت و ضرورت چار الفاظ کے معنی کو بگاڑا ہے اوّل لفظ ولی کو دوم لفظ اولیا کو جو ولی کی جمع ہے (اور جو ولایت خداوندی کے حاکم کے لئے استعمال ہوا ہے) اور سوم لفظ نور کے گھٹیا معنی کئے ہیں حالانکہ وہ اصطلاح ہے ۔ اور چہارم لفظ کفر کے جس کے معنی حق پوشی ہیں ۔

(أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ (نساء ۶۱۔۶۰ / ۴)

بہرحال آپ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ لفظ "ولی" کے مقابلے میں لفظ "طاغوت" استعمال کیا گیا ہے۔ اب ایک دوسرا مقام دیکھیں جہاں طاغوت اور ولی کے معنی خود بخود کھل کر سامنے آجائیں گے سنیئے:

ولی اور طاغوت کے معنی کو چھپا جانا قرآن میں ناممکن ہے ۔

مودودی کا ترجمہ : "اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں کہ ان لوگوں

اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ؕ﴿۱۲﴾

اگر ہو وہ شخص اوپر ہدایت کے یا حکم کرے ساتھ پرہیز گاری کے

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾

کیا دیکھا تو نے یہ کہ جھٹلایا اور منہ پھیرا کیا نہ جانا اس نے یہ کہ اللہ دیکھتا ہے

كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ۬ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾

ہرگز نہیں یوں اگر نہ باز رہے گا البتہ گھسیٹیں گے ہم اس کو ساتھ پیشانی کے

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾

وہ پیشانی کہ جھوٹی ہے خطاکار پس چاہیئے کہ بلاوے مجلس اپنی کو

سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ

شتاب ہم بلاویں گے فرشتوں دوزخ کے کو ہرگز نہیں یوں مت کہا مان اس کا

وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ﴿۱۹﴾ السجدۃ ۱۴ ع ۱۹/۲۱

اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

ہے کہ اگر مذکورہ شخص برسرہدایت ہوتا۔ (۱۲) یا وہ اپنی قوم کو ذمہ دار و پرہیز گار رہنے کا حکم دیا کرتا (۱۳) اور کیا تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس نے حقیقی ولایت کی تکذیب کرکے خود ولایت بنا لی ہے (۱۴) کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ (۱۵) صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ اگر وہ شخص باز نہ آیا تو یقیناً ہم اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ (۱۶) اُس پیشانی کو رگڑ دیں گے جو جھوٹ سے لبریز اور خطاؤں سے بھری ہے۔ (۱۷) اسے چاہیئے کہ وہ اپنی مجلس مشاورت کو مدد کے لئے بلا لے۔ (۱۸) ہم بھی نگراں دستے کو بلا لیں گے۔ (۱۹) تم ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا اور سجدہ کرو اور قریب تر ہو جاؤ۔

کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئیں تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسوؐل کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

قارئین دیکھیں کہ اللہ و رسوؐل وہی مذکورہ ولی و حاکم ہیں اور طاغوت مد مقابل حاکم ہے۔

ان دونوں آیتوں میں صاف طور پر مسلمانوں کے دو گروہ نظر آرہے دونوں کا عقیدہ وایمان اعلانیہ طور پر۔۱۔ اللہ۔۲۔رسوؐل اللہ ۳۔ قرآن اور۔۴۔ سابقہ کتابوں پر ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک گروہ اللہ ورسوؐل کو اپنا حاکم اور فیصلے کرنے کا مجاز مانتا ہے۔ مگر دوسرا گروہ رسوؐل کے ایسے فیصلوں کو بھی نہیں مانتا جو سوفیصد قرآن سے کئے جائیں یعنی اس گروہ کو اس کے اعلان کے مطابق قرآنی فیصلوں کا انکار نہیں ہے بلکہ وہ رسوؐل کی قرآنی بصیرت کا منکر ہے اور تنہا رسوؐل کی بصیرت سے قرآن کا فیصلہ بھی ماننے کو تیار نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کا وہ خاص گروہ رسوؐل کو اپنا مطلق العنان حکم یا فیصلہ کرنے والا حاکم یا سابقہ آیت(۲۵۷ / ۲ بقرہ) والا ولی نہیں مانتے بلکہ وہ طاغوت کو اپنا ولی اور حاکم مانتے ہیں حالانکہ اللہ نے انہیں طاغوت کی حاکمیت و ولایت کا کافر رہنے کا حکم دیا ہوا ہے۔یہاں تک یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسوؐل کے مقابلے میں طاغوت ایک ایسا حاکم اور ولی ہوتا ہے جو قرآن اور سابقہ کتبہائے خداوندی سے مسلمانوں کے ایک مکتب فکر کے نزدیک صحیح اور واجب التعمیل فیصلے کرنے کا صحیح حقدار ہوتا ہے اور رسوؐل کے فیصلے کتبہائے خداوندی سے اخذ کئے جانے کے باوجود انہیں پسند نہیں ہوتے اب علامہ کی تشریح ملاحظہ ہو۔

(۵۔ج) طاغوت کی تشریح علامہ مودودی کے نزدیک: "۹۱۔ یہاں صریح طور پر "طاغوت" سے مراد وہ "حاکم ہے" جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق

فیصلہ کرتا ہو اور وہ "نظام عدالت" ہے جو نہ اللہ کے اقتدار اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔"
(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۶۷)

بس قارئین ہمیں مودودی سے اتنا لکھوانا کافی ہے اور لفظ طاغوت اور اس کا مادہ۔ط۔غ۔و اور ط۔غ۔ی۔ اور ان سے نکلنے والے تمام الفاظ کے معنی صرف "سرکش" کرنا کھلا کھلا فریب ہے۔ ان الفاظ کے معنی میں ہمیشہ "جان بوجھ کر قانونی سرکشی" یا "پہلے سے متعین راہ عمل" یا" قواعد و قوانین کی حدود شکنی" شامل رکھنا لازم ہے لہٰذا اب زیر تشریح سورہ کی چھٹی اور ساتویں آیت کا صحیح ترجمہ دیکھیں۔

اللہ نے آنحضرتؐ کا مقام بلند اور مقصد بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ:

كَلَّآ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَيَطۡغَىٰٓ ﴿٦﴾ أَن رَّءَاهُ ٱسۡتَغۡنَىٰٓ ﴿٧﴾ (علق ۷۔۶ / ۹۶)

ہمہ قسمی تصدیق والا ترجمہ: "ہرگز اتنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک مدمقابل خاص انسان طاغوتی نظام اس لئے جاری کرنا چاہتا ہے کہ یوں اسے اپنے قانون کے ماتحت تمام پابندیوں سے بے نیازی حاصل ہوجاتی ہے۔"

اللہ نے اس قریشی لیڈر کو آزادی دے کر زمانۂ رجعت تک مہلت دے دی۔

اگلی آیت میں (۸ / ۹۶) یہ بتا دیا گیا کہ قریش کے مذکورہ خاص انسان کو زمانۂ رجعت تک مہلت دے دی تھی پھر رسولؐ اللہ کی توجہ اس واقعہ کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جب آنحضرتؐ کو اسی شخص نے نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (۱۰۔۹ / ۹۶)

(۵ ۔ د) وہ طاغوت ہدایات خداوندی کے خلاف اپنے اجتہاد سے قومی ولایت بنانا چاہتا تھا۔

پھر برابر رسولؐ اللہ کو غور و فکر کرنے کا تقاضا جاری رکھتے ہوئے اس طاغوتی لیڈر کی گمراہی کے ثبوت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ برسرِ ہدایت ہوتا یا لوگوں کو ذمہ داریاں سنبھالنے اور تقویٰ پر کاربند رہنے کا حکم دیتا ہوتا (۱۲۔۱۱ / ۹۶) تو کیا یوں اسے حقیقی ولایت کی تکذیب کرکے قومی ولایت بنا لینا چاہیئے تھی ؟ (۱۳ / ۹۶) ظاہر ہے کہ وہ لیڈر مسلمانوں کے اسی طبقہ کا راہنما تھا جو طاغوت کے فیصلوں کو آخری مقام دیتا تھا (نساء ۶۱۔۶۰ / ۴) اور وہ شخص جس نے قومی ولایت بنائی تھی (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور جس نے رسولؐ اللہ سے اپنی طرز حکومت کی تفصیل بیان کی تھی (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور ایک دن خلیفہ بن کر ساری دنیا کو تہہ وبالا کردیا تھا وہ عمر بن الخطاب ہی تھا (بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور یہی وہ شخص ہے جو رسولؐ کو اپنی اجتہادی ڈوری پر لگانا چاہتا تھا (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور اپنی اس تفہیم پر اللہ کو اپنا گواہ قرار دیتا تھا یعنی وہ اپنے تمام طرز فکر و طرز عمل پر اللہ کو حاضر و ناظر سمجھتا تھا (۲۰۴ / ۲) اسی لئے اللہ نے آنحضرتؐ سے فرمایا ہے کہ :

أَلَمۡ يَعۡلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾ العلق:(۱۴ / ۹۶)

"اے رسولؐ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ اس کے تمام اعمال و افکار کو دیکھتا ہے ؟ مطلب یہ کہ:

(۵ ۔ ہ) قومی ولایت سے باز نہ آنے کی صورت میں اس لیڈر کی رجعت میں ذلت و رسوائی کا اعلان۔

وہ ضرور جانتا ہے مگر سمجھتا یہ ہے کہ وہ تمام اقدامات دین کے مطابق کر رہا ہے چنانچہ آیات (۱۸ تا ۱۵ / ۹۶) میں بتا دیا گیا کہ اگر وہ لیڈر اپنی خلافت سازی کی مہم سے باز نہیں آجاتا تو اسے رجعت کے منتظمین اور نگران لوگ پیشانی کے بالوں سے گھسیٹ کر حاضر کریں گے ۔

(۵ ۔ و) مجلس مشاورت کو مدد کے لئے بلانے کا طعنہ اور رسولؐ کا سجدہ قربت : اس کا وہ ماتھا رگڑا جائے گا جس میں جھوٹ اور خطا کارانہ نظام محفوظ تھا یہاں خاص بات یہ نوٹ کریں کہ اس قریشی لیڈر کو اس کی مدد کے لئے پکارنے کا طعنہ بھی دیا گیا ہے اور رسولؐ کو نظام اجتہاد کی اطاعت نہ کرنے کے ساتھ ساتھ سجدۂ قربتِ خداوندی کا حکم بھی ملا ہے ۔

سُوْرَۃُ الْقَدْرِ

سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ (۵) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتاہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ① وَ مَآ اَدْرٰىکَ

تحقیق نازل کیا ہم نے قرآن کو بیچ رات قدر کے اور کیا جانے تو کہ

مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ② لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ③

کیا ہے رات قدر کی رات قدر کی بہتر ہے ہزار مہینے سے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ

اترتے ہیں فرشتے اور ارواح پاک بیچ اس کے ساتھ حکم پروردگار اپنے کے

مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

واسطے ہر کام کے سلامتی ہے وہ یہاں تک کہ طلوع ہو فجر

وقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — معانقۃ ۱۸ الثالثۃ — ع ۲۲

(۱) یقیناً ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا تھا۔(۲) اور آپ کو کون سے مادی دلائل (درایت) نے بتایا ہے کہ وہ شب قدر کیا ہے؟ (۳) شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔(۴) اس لئے کہ اس رات میں ملائکہ اور ارواح اپنے پروردگار کے حکم سے تمام کائنات کے لئے تمام احکام خداوندی لے کرنازل ہوتے ہیں۔(۵) صبح ہونے تک یہ ملائکہ اور ارواح سلام، سلام کرتے ہوئے احکام پیش کرتے رہتے ہیں۔

تشریحات سورۂ قدر :

۱۔ قرآن کریم الفاظ کی صورت میں بھی مکمل طور پر شب قدر میں نازل کر دیا گیا تھا۔

سورۂ قدر بہت سی قریشی بحثوں کا فیصلہ کن جواب پیش کرتی ہے چنانچہ اس کی پہلی آیت ہی قریش کے خودساختہ اسلام کی فلک بوس عمارت کومسمار کر دیتی ہے ۔ اور ثابت کر دیتی ہے کہ رسوؐل اللہ روز اوّل سے پورے قرآن کے عالم تھے لہٰذا قریش کا پیدا کردہ یہ تصور ایک فریب ہے کہ قرآن تیئیں (۲۳) سال میں رفتہ رفتہ رسوؐل اللہ کو پہنچایا گیا تھا اور آپؐ (معاذاللہ) اعلان بعثت کے بعد تیئیس سال تک پورے قرآن کے عالم نہ تھے یہ فریب اس لئے دیا گیا تھا کہ آنحضرتؐ کو اور قریشی صحابہ کو علوم قرآن میں برابر رکھا جاسکے یعنی جتنی آیات نازل ہوتی جاتیں تھیں وہ سب کو یاد ہو جاتی تھیں ۔ اور جب تک دوسری کھیپ نازل ہو، رسوؐل اور قرآن سنتے رہنے والوں کا علم برابر رہتا تھا اور برابر برابر رہتا چلا گیا حتّٰی کہ پورا قرآن نازل ہو گیا تب بھی صحابہ اور رسوؐل کا علم برابر رہا اور اس فریب کو مان لینے سے یہ بھی ماننا ہو گا (معاذ اللہ) آنحضرتؐ کا کوئی حکم ایسا نہ تھا جو قرآن کے پورے علم یا تعلیمات قرآن کی پوری روشنی میں دیا گیا ہو تا یعنی احکام رسوؐل میں کوئی قرآنی ربط نہ تھا اس سے یہ فائدہ اٹھایا گیا کہ رسوؐل کے جس حکم کو چاہا ناقابل عمل قرار دے دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ صحابہ نے پوری تعلیمات قرآن کو مدنظر رکھ کر احکام نافذ کئے تھے اور رسوؐل کا حکم ایک خاص محدود حالت کے لئے تھا مستقل حکم نہ تھا۔ بہرحال یہ سورہ قریش کے خانہ ساز مذہب

۲۔ قرآن ماہ رمضان میں رات کو نازل ہوا تھا۔لیلۃ القدر ہی مبارک رات ہے۔

کی دھجیاں اڑانے کے لئے کافی ہے اور قرآن کے مکمل نازل ہونے پر سورۂ بقرہ (۱۸۵ / ۲) اور سورۂ دخان (۶ تا ۱ / ۴۴) کی تفسیر کرتی ہے ۔ وہاں فرمایا گیا تھا کہ :

شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ ٱلۡقُرۡءَانُ ﴿۱۸۵﴾ البقرة: (۱۸۵ / ۲)
حٰمٓ ﴿۱﴾ وَٱلۡكِتَـٰبِ ٱلۡمُبِینِ ﴿۲﴾ إِنَّآ أَنزَلۡنَـٰهُ فِی لَیۡلَةٍ مُّبَـٰرَكَةٍ ﴿۳﴾ (الدخان: ۱ تا ۳ / ۴۴)

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں القرآن نازل کیا گیا ہے" اور یہ کہ: "ح۔م قسم ہے اس مکمل منہ بولتی کتاب کی کہ یقیناً ہم نے اسے ایک مبارک رات میں نازل کیا تھا" وہی مبارک رات سورۃ القدر میں "شب قدر یا لیلۃ القدر کے نام سے یاد کی گئی ہے۔ یعنی قرآن کریم ماہ رمضان کی شب قدر میں نازل کر دیا گیا تھا۔

(۲۔الف) مکمل قرآن ایک دم نازل کیا جانا ایسی حقیقت ہے کہ اس کو مشکوک کرنے کے لئے فرضی روایات بھی کافی نہ ہوئیں۔

قریشی پالیسی ہمیشہ خانہ ساز روایات کے سہارے چلا کرتی ہے۔ مگر علامہ مودودی ان روایات کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اس رات میں قرآن نازل کرنے کا مطلب بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ نزول قرآن کا سلسلہ اس رات شروع ہوا۔ اور بعض مفسرین اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس میں پورا قرآن ام الکتاب سے منتقل کر کے حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر وہ حالات و وقائع کے مطابق حسب ضرورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال تک نازل کیا جاتا رہا۔ صحیح صورت معاملہ کیا ہے، اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۹)

(۲۔ب) علامہ حضور صحیح صورت حال سمجھ گئے ہیں مگر قریشی صحابہ کی لاج رکھنا ان پر واجب ہے۔

علامہ کا یہ آخری جملہ بتاتا ہے کہ نہ تو علامہ قریشی مفسرین کی تفسیروں سے صحیح صورتِ معاملہ سمجھے اور نہ اللہ کا قرآنی بیان انہیں صحیح صورتِ معاملہ سمجھا سکا حالانکہ علامہ اپنے قارئین کو یہ یقین دلاتے رہے ہیں کہ قرآن کا ہر بیان نہایت واضح اور سمجھنے کے لئے آسان ہوتا ہے۔

قرآن کا ہر بیان علامہ پوری طرح سمجھتے ہیں۔ "اس میں اینچ پینچ کی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ عام آدمی کے لئے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئے۔ بلکہ صاف صاف سیدھی بات کہی گئی ہے جس سے ہر آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کتاب (قرآن۔احسن) کس چیز کو غلط کہتی ہے اور کیوں، کس چیز کو صحیح کہتی ہے اور کس بنا پر، کیا منوانا چاہتی ہے اور کس چیز کا انکار کرانا چاہتی ہے، کن کاموں کا حکم دیتی ہے اور کن کاموں سے روکتی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۶۹۔۳۷۰) اور سنیئے۔

قرآن کی کسی بات کو نہ سمجھنے کا عذر باطل و ناقابل قبول ہے۔ ۲۔"اس میں کوئی بات گنجلک اور پیچیدہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اس بنا پر اسے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دے کہ اس کی سمجھ میں اس کتاب کے مضامین آتے ہی نہیں ہیں۔ اس میں تو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، صحیح عقائد کون سے ہیں اور غلط عقائد کون سے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۴۰) یہ بیانات دو سو فیصد برحق اور مطابق واقعہ ہیں اور ان سے ہر عام آدمی اتنا ضرور سمجھ سکتا ہے کہ علامہ چار سو فیصد جھوٹے ہیں اور ان کو ان کے ترجمے بھی کاذب اور فریب ساز ثابت کرتے ہیں۔

کیا صحیح ترجمہ کرنے والا بھی صحیح صورت معاملہ نہیں سمجھتا۔ اللہ نے پورے قرآن کو یک لخت نازل کر چکنے کی اطلاع نہایت سادہ اور عام فہم الفاظ ہی میں نہیں دی بلکہ یہ اطلاع تین مرتبہ اور تین الگ الگ سورتوں میں دی ہے اور علامہ نے ہر مرتبہ صحیح ترجمہ کیا ہے دیکھیئے مانتے اور لکھتے ہیں کہ: "یہاں (قدر ۱ / ۹۷) فرمایا گیا ہے کہ "ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔" اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔

"شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ ٱلۡقُرۡءَانُ ﴿۱۸۵﴾ البقرة:"

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا (البقرہ ۱۸۵ / ۲) سورۂ دخان میں اسی کو مبارک رات فرمایا گیا ہے۔

إِنَّآ أَنزَلۡنَـٰهُ فِی لَیۡلَةٍ مُّبَـٰرَكَةٍ ﴿۳﴾ الدخان

"ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے"

اللہ نے کہا اور علامہ نے مانا کہ : ۱۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا" ۲۔ قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے " ۳۔ قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔"

پھر بھی علامہ نے فرمایا کہ : "صحیح صورت معاملہ کیا ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے"؟ یعنی قریشی صحابہ کی خود ساختہ روایات کی لاج رکھنا قرآن سے زیادہ عزیز ہے ؟

علامہ کے دل میں پوشیدہ حقیقت کسی طرح نوک قلم سے ٹپک گئی۔

کہتے ہیں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ سنیئے اور نفسیاتی بے چینیوں کا اندازہ لگایئے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ :

إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۝٦ (دخان ۶ / ۴۴)

مودودی کا ترجمہ: "ہم ایک رسول بھیجنے والے تھے، تیرے رب کی رحمت کے طور پر۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۹)

علامہ کی راز دارانہ تشریح زورِ حق: " ۴" یعنی یہ کتاب دے کر ایک رسولؐ کو بھیجنا نہ صرف حکمت کا تقاضا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا بھی تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۶۰)

قارئین دیکھ لیں کہ اللہ نے مودودی کے ہاتھ سے لکھوا دیا کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو کتاب دے کر مبعوث کیا تھا لیکن قریش کا خود ساختہ اسلام نہیں چاہتا کہ: ۱۔ بعثت سے پہلے آنحضرتؐ پورے قرآن کے عالم ہوں اور ۲۔ قرآن اپنی مکمل ملفوظی و مُنزل صورت میں موجود ہو۔ ۳۔ رسولؐ کا ہر حکم پوری تعلیمات الٰہیہ کی روشنی میں اور مستقل غیر متبدل ہو۔ ۴۔ رسولؐ اور جانشینانِ رسولؐ معصوم اور علوم خداوندی کے عالم و محافظ تھے۔ ۵۔ اور مرکز احکام خداوندی ہوں اور مختلف الملائکہ ہوں۔

۳۔ شبِ قدر میں مرکزِ احکامِ خداوندی پر احکامِ خداوندی لے کر ملائکہ اور ارواح کا نزول وسلام۔

سورۂ قدر وہ تمام بحثیں باطل کر دیتی ہے جو قریشی گروہ نے رسولؐ کے بعد خلافت و خلیفہ کے سلسلہ میں چودہ سو سال سے جاری رکھی ہوئی ہیں۔ اور جن میں ایسے پیچ در پیچ چکر ہیں کہ کسی فیصلے پر پہنچے بغیر شیعہ وسنی دونوں خود کو حق پر سمجھتے چلے آرہے ہیں لیکن سورۃ القدر سورۂ دخان کی تفسیر کرتی ہوئی بتاتی ہے کہ ۔۱۔شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس لئے کہ شب قدر میں ملائکہ اور ارواح اللہ کے حکم سے اللہ کے تمام احکامات لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور شام سے طلوعِ فجر تک سلام، سلام اور سلام کہتے رہتے ہیں۔" (۵ تا ۳ / ۹۷)

(۳۔ الف) احکامِ خداوندی کا نزول و اجراء ہر سال ماہ رمضان میں لازم و واجب ہے۔

قارئین اتنی سی بات اور نوٹ کرلیں کہ ملائکہ کے نزول کو اللہ نے دائمی رکھنے کے لئے لفظ "تَنَزَّلُ" مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے جو حال اور زمانہ استقبال دونوں کو اپنے اندر رکھتا ہے یعنی "ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ملائکہ نازل ہوتے رہیں گے۔"

(۳۔ب) لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں وہ تفصیل شامل کرلیں جو سورۂ دخان کی لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ میں ہے تو مقصد معلوم ہو گا۔

لہٰذا اب یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کے تمام احکام لے کر ملائکہ اور ارواح کہاں نازل ہوتے ہیں اور اس نزول کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ دخان میں فرمایا گیا تھا کہ:

مودودی کے ترجمے سے احکام خداوندی اور ملائکہ اور ارواح کے نزول کا مقام ومخاطبؐ

"ح۔م قسم ہے اس کتابِ مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر وبرکت والی رات میں نازل کیا ہے، کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔ ہم ایک رسولؐ بھیجنے والے تھے، تیرے رب کی رحمت کے طور پر یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کا رب اور ہر اس چیز کا رب جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اگر تم واقعی یقین رکھنے والے ہو۔"(دخان ۷ تا ۱ / ۴۴) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۹ تا ۵۶۱)

پہلے اس ترجمہ کی خامیاں نوٹ کرلیں پھر نتیجہ نکالیں۔ علامہ نے آیت إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ الدخان: کا ترجمہ خواہ مخواہ پر تکلف بنا دیا ہے ان تین الفاظ میں کہیں بھی "لوگوں کو" اور "ارادہ رکھتے تھے" کی گنجائش نہیں ہے علامہ نے "لوگوں" کہہ کر اللہ کی "تنذیر" کو انسانوں تک محدود کردیا ہے حالانکہ اللہ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ "ہم یقیناً تنذیر کرنے والے تھے" یعنی اللہ کی تنذیر یا تنبیہہ ہراس مقام پر پہنچنا ہے جہاں تک اللہ کے حکیمانہ احکام پہنچنا چاہئیں اور اس لامحدود کائنات میں ایک تل کے برابر بھی ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں احکام الٰہی کی احتیاج یا رسائی نہ ہو۔ اور اسی کو واضح کرنے کے لئے ساتویں آیت میں رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ﴿٧﴾ الدخان: (۷ / ۴۴) فرمایا گیا یعنی جہاں جہاں تک اللہ کی ربوبیت کی وسعت ہے وہاں وہاں تک اللہ کے احکام وتنذیر کی ضرورت ہے پھر سورۂ القدر کی طرح یہاں بھی تمام احکامات اور فیصلوں کے صادر کرنے کی اطلاع دی گئی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ شب قدر کی بابرکت رات میں اللہ کے تمام احکامات کو لے کر ملائکہ اور ارواح اس رسولؐ پر نازل ہوتے ہیں جسے اللہ نے اپنی رحمت کے طور پر رسالت سونپی تھی (أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ﴿٦﴾ الدخان: ۶۔۵ / ۴۴) اور جس پر تمام احکام نازل کرنا تھے اور جسے ساری کائنات کے لئے نذیر (فرقان ۱ / ۲۵) بلکہ اوّلین نذیر (رحمٰن ۵۶ / ۵۳) اور رحمت للعالمین بنایا تھا (انبیاً ۱۰۷ / ۲۱)

(۳۔ج) سورۂ القدر اور سورۂ دخان کی سات آیات سے ثابت ہوا کہ ہر سال کے احکام آنحضرتؐ پر نازل ہوا کرتے تھے۔

قارئین جہاں تک قرآن کے الفاظ و آیات سے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ اللہ نے اپنے تنذیری اور رسالت کے منصوبے کے لئے روز ازل سے آنحضرتؐ کو مرکز بنا کر کائناتی ہدایت وتنذیر پر وسیلہ بنایا۔ ان پر ملائکہ و ارواح کی معرفت احکام و ہدایات نازل کیں جنہوں نے ان احکامات و ہدایات کو کائنات میں نافذ کرنے کا نظام چلایا۔ ان ہی کی معرفت انبیا و رسل علیہم السلام کو بھی متعلقہ تعلیمات پہنچتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضوؐر کو مادی جسم میں مبعوث کیا گیا۔ اس دوران بھی ہر سال سال بھر کے کائناتی احکام حضوؐر پر نازل ہوتے اور نفوذ اختیار کرتے رہے۔ اور حضور کے انتقال کے بعد بھی شب قدر کے احکام کا نزول جاری رہا اور قیامت تک جاری رہے گا لہٰذا آنحضرتؐ کے بعد حکومت کو قریش نے قابو میں کرلیا تھا لیکن ان میں سے نہ کوئی اس قابل تھا نہ ان میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا کہ شب قدر میں اللہ کے احکام لے کر ملائکہ اس پر نازل ہوئے۔ یہ شرف ان ہی حضراتؑ کا حق اور حصہ تھا جن کو اللہ و رسوؐل نے اپنا خلیفہ بنایا تھا یہاں احادیث کے انبار میں سے ایک مختصر سا مقام دیکھ لیں اور سوچیں کہ جو کچھ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اسی کو عام فہم زبان میں امام معصوؑم نے واضح کردیا ہے۔

(۳۔د) سورۂ قدر کی معصوؑم وضاحت: "امام جعفرؑ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام فرمایا کرتے تھے کہ "إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾" اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے کہ قرآن شب قدر میں نازل کر دیا گیا تھا (وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾؟) رسوؐل خدا نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا اللہ نے فرمایا کہ شب قدر ایسے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔ اللہ نے دریافت کیا کہ تمہیں یہ علم ہے کہ شب قدر کیوں ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے؟ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے اللہ نے فرمایا کہ صرف اس لئے کہ شب قدر میں ملائکہ اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے تمام احکام لے کر نازل ہوتے ہیں اور جس چیز کا حکم خدا دیتا ہے اسے پسند بھی کرتے ہیں۔ (سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾) اور میرے ملائکہ اور ارواح شب قدر میں صبح ہونے تک تم پر میرا سلام پیش کرتے ہیں۔ (کافی کتاب الحجت باب فی شان انا انزلنہ)

۲۔"امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ شیعہ تم لوگ اپنے مخالفوں پر سورۃ القدر سے حجت قائم کیا کرو تاکہ کامیابی حاصل کرسکو یہ سورہ آنحضرتؐ کے بعد تمام لوگوں پر ایک حجت ہے۔ وہ تمہارے لئے باعث مسرت اور تمہارے دین کی سردار اور ہمارے علم کی انتہا بیان کرتی ہے۔ اے گروہ شیعہ تم سورۂ دخان کی اوّلین آیات کو بھی حجت میں پیش کیا کرو اس لئے کہ ان سے بھی حقیقی جانشینانِ محمدؐ کی شان واضح ہوتی ہے "(ایضاً کافی) قارئین یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اگلے باب میں احادیث یہ بتاتی ہیں کہ ہر شب جمعہ کو موجودہ، زندہ، سربراہؑ اسلام اور سابقہ تمام سربراہانِؑ اسلام عرش اعظم پر جمع ہوتے ہیں۔

(۳۔ ہ) سال بھر کے احکام کی عملی تفصیلات ہر جمعہ کی شب میں عرش اعظم پر دی جاتی ہیں۔

اور موجودہ سربراہِ اسلام سب کو نماز پڑھاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ ان سب کو آنے والے ہفتہ (سات دن) کا پروگرام بتاتا ہے تاکہ سالانہ پروگرام کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ نئی ارتقائی حالت کا علم بھی سب کو ہو جائے اس کے بعد وہ سب اپنے اپنے مقررہ مقامات پر واپس چلے جاتے ہیں اور زندہ سربراہؐ اسلام جمعہ کی نماز کے خطبوں میں یہ تازہ پروگرام پبلک کو سکھا دیتا ہے یوں نوع انسان بے روک ترقی کرنے کا موقع پاتی ہے۔

(۳۔ و) قرآن کی رو سے ملائکہ اور ارواح انبیاؑ پر نازل ہوتے ہیں۔ قریشی علما نے یہ تاثر دیا ہے کہ ملائکہ خود ہی ساری کائنات میں اللہ کے احکام پر عمل کراتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ (نحل ۲ / ۱۶) "اللہ ملائکہ کو روح کی ہمراہی میں اپنے جس بندے پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ تاکہ وہ تنذیر کردے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ چنانچہ تم سب میرے سامنے ذمہ دارانہ زندگی بسر کرو۔" اور تنذیر کا کام انبیاؑ ہی کرتے ہیں۔ لہٰذا ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا انبیاؑ کے اوپر ماننا پڑے گا۔

سُورَةُ البَيِّنَةِ

سُوۡرَۃُ الۡبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانُ اٰیَاتٍ

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ

نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک

مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ

باز رہنے والے یہاں تک کہ آوے ان کے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کی طرف

یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ﴿۲﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ﴿۳﴾ وَ مَا

سے کہ پڑھتا ہو صحیفہ پاکیزہ بیچ اس کے ہیں کتابیں ثابت رکھنے والی دین کو اور نہ

تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ

متفرق ہوئے وہ لوگ کہ دیئے گئے تھے کتاب مگر پیچھے اس کے کہ آئی تھی ان کے

الۡبَیِّنَۃُ ؕ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ

پاس دلیل ظاہر اور نہیں حکم کئے گئے مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کو خالص کر کر

لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ

واسطے اس کے دین کو بطور ابراہیمؑ حنیف کے اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو

(۱) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ قرآنی حقائق کو چھپا رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں سے ہرگز جدا و منقطع نہ ہوں گے جب تک اُن کے پاس اُن کی حقیقی پوزیشن بیان کرنے والی ہستی نہ آجائے گی۔(۲) یہ بات وہ رسولؐ کہتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایسے پاکیزہ صحیفوں اور کتابوں کی تلاوت کرتا ہے (اور کرتا رہے گا۔) (۳) جن میں ہمیشہ قائم رہنے والی تمام کتابیں ہیں۔ (۴) اور قریش ہی کی طرح اہل کتاب نے بھی تعلیمات خداوندی میں ایسی حالت میں تفرقہ پیدا کیا تھا کہ اُن کے پاس اُن کے لئے حقیقی بیانات دینے والی ہستی آکر دین کو واضح کر چکی تھی۔(۵) اور اُن اہل کتاب کو خاص طور پر یہ حکم دیا گیا تھا کہ دین کو خالص اللہ کے لئے کرکے اور یکسوئی سے اس کی عبادت کرتے رہیں اور نماز کو باقاعدہ قائم رکھیں اور یہ کہ وہ زکوٰۃ مسلسل ادا کرتے رہیں

وَ ذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

اور یہ ہے دین لوگوں قائم رہنے والوں کا تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے

مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ

اھل کتاب سے اور مشرک ہیں بیچ دوزخ کے ہمیش رھنے والے

اور وہی ہے دین قائم رہنے والا اور رکھنے والا۔ (۶) یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے اور مشرکوں میں سے حقائق کو بدلنے اور چھپاتے رہنے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ وہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہا

تشریحات سُورۂ بیّنہ :

(۱) تمام مشرکین کافر نہ تھے اور مشرکین نے مجتہدین یہود کی مدد سے قرآن میں تحریف و تبدیلی کی تھی؟

یہ تذکرہ برابر ہوتا چلا آیا ہے کہ قریشی ماہرین مذہبیات و سیاسیات نے یہودی مذہب کے مجتہدین کی مدد سے قرآن کو مہجور کیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) یعنی قرآنی الفاظ کو اجتہادی قانون کے ماتحت تبدیل کیا تھا۔ سورۂ بینہ اُسی مجتہد گروہ کا ذکر کرتے ہوئے شروع ہوتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ کچھ لوگ مشرکوں میں سے اور کچھ افراد یہود میں سے اسلام کے خلاف مجتمع ہوئے اور مسلمانوں میں اس طرح گھل مل گئے کہ جب تک ایک ایسی ہستی اُن پر قابو نہ پالے جو انہیں اُن کی پوری سازش اور کارکردگی ثابت کرکے دکھا دے، وہ دونوں گروہ مسلمانوں سے جدا نہ ہوں گے۔ اور اُن کے ایک جُزولاینفک (اَٹوٹ انگ) کی طرح اُن سے وابستہ رہتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت بن کر رہ گئی کہ مسلمانوں میں روز اوّل سے مجتہدین شامل رہتے اور تعداد و قابلیت میں روز افزوں ترقی کرتے چلے آئے ہیں اور انہیں مسلمانوں نے اپنی دینی راہنمائی کی باگ ڈور سونپے رکھی ہے۔ انہیں اپنا ہادی ونجات دہندہ اور پیرومرشد سمجھا ہے۔ رفتہ رفتہ اُن کا جاری کردہ نظام اجتہاد اتنا مقبول ہوا کہ اُن لوگوں نے بھی نظام اجتہاد اختیار کرلیا جو عہد رسولؐ سے چارسو سال بعد تک اجتہاد اور اجتہادی مسائل کو حرام سمجھتے اور لکھتے آئے تھے۔ اور شیعہ علما کو تو نظام اجتہاد نے دولت وعزت و جاہ کے مالک بنا دیا۔ قریشی مسلمانوں کے یہاں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب بنالینے کے بعد مزید اجتہاد بند کر دیا لیکن شیعہ مجتہدین آج تک اجتہاد کرتے رہے اور قیامت تک اُسے جائز اور جاری سمجھتے ہیں۔ لہٰذا سورۂ بینہ کی تائید و تصدیق برابر ہوتی چلی آئی ہے۔

اس آیت میں دوسری بات یہ ہے کہ قریشی علما یہ تو مانتے ہیں کہ: ''کُفر'' کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔'' (تفہیم القران جِلد اوّل صفحہ ۱۲۹) مگر قرآن میں جہاں جہاں لفظ کفر، کفار، کافر وغیرہ آئے ہیں تو ان لوگوں نے اُن کے معنی انکار ومنکر کئے ہیں اور اس سے قریشی اسکیم کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ وہ اس طرح کہ قریشی مسلمانوں اور اُن کے مسلمان علما کو جہاں کہیں حقائق چھپانے پر کافر وغیرہ کہاہے وہاں کافر کا ترجمہ منکر کرتے ہی دھیان غیر مسلموں اور مخالفوں کی طرف مڑ جاتا ہے اور اس طرح وہ قریشی مجتہد چھپنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جو مسلمان ہوتے ہوئے داخلی تخریب کر رہے تھے۔ مگر یہاں آیت (۱ / ۹۸) میں اللہ نے ''مشرکوں میں سے اور یہود ونصاریٰ میں سے کچھ کافروں'' کا ذکر کیا ہے۔

(اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱﴾ البينة: (۱ / ۹۸)

آپ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اہل کتاب کو نہ اللہ نے منکردین قرار دیا ہے نہ اُمت کے علما نے انہیں اپنے فتوؤں میں کافر کہا۔ بلکہ اُن کا ذبیحہ اورعورتیں مسلمانوں پر اسی طرح حلال کی ہیں جس طرح مسلمانوں کی عورتیں حلال ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں لفظ '' اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا '' کے معنی ''منکردین'' یا منکر خداوندی'' نہیں۔ بلکہ حقائق اسلامی کو چھپانے والے کرنا پڑیں گے۔ پھر مشرکین تو پکے منکر دین اور مخالف اسلام مانے گئے ہیں۔ اُن میں سے بعض کو اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا کہنے کے معنی بھی وہی '' حق پوشی '' کرنا پڑیں گے۔ ورنہ یہ ماننا ہوگا کہ بعض مشرک اسلام یا دین کے یا خدا کے منکر تھے اور بعض نہ تھے۔ جو واقعات اور پورے قرآن کے خلاف ہے وہ تو ازسرتا پا سب کے سب منکر تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآنی حقائق کو چھپا کر روایات وافسانوں سے دوسرے واقعات قرآن سے چسپاں کرنے کا کام مشرکوں اور اہل کتاب کے لیڈر یا علما یا مجتہد حضرات کررہے تھے۔ اور جاہل عوام اطاعت کررہے تھے۔

فِيهَا ۭ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ	کریں گے ۔وہی حق پوش لوگ درحقیقت تمام مخلوقات
بیچ اس کے یہ لوگ وہ ہیں بدتر خلق کے تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور	خداوندی میں سب سے زیادہ شر پھیلانے والے تھے۔
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ أُولَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَآؤُهُمْ	(۷) اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اصلاح پر کاربند رہے ہیں وہ صرف وہی ہیں جو پیدا ہی ساری
کام کئے اچھے یہ لوگ وہ ہیں بہتر خلق کے بدلا ان کا نزدیک پروردگار	مخلوق سے بہتر ہوئے ہیں ۔ (۸) جو لوگ روز ازل سے تمام

(۲) پہلی آیت دیکھ کرتمام قریشی علما بوکھلا گئے اور گھبرا کر آنحضرتؐ کو آیت میں مذکور بینہ قراردے دیا۔

سُورۂ بینہ نے قریشی اسکیم کو اور قریشی علما کو دوہری مار دی ہے ۔ پہلی مار تو یہی کہ نظام اجتہاد اور داخلی تخریب اور تحریف قرآن اور حقائق کو چھپانے کی پول کھول دی دوسری مار یہ کہ علما نے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کو وہ اَلْبَيِّنَةُ بنا ڈالا جس کا اس آیت نے ذکر کیا ہے ۔ جب کہ آنحضرتؐ نے وہ مقصد پورا نہیں کیا جو اللہ نے اَلْبَيِّنَةُ کی آمد کا مقرر کیا ہے ۔ آئیے دونوں کے ترجموں سے اَلْبَيِّنَةُ کا جو مقصد ہو اُسے پہلے متعین کرلیجئے : اللہ نے فرمایا ہے کہ :

(۲۔الف) اَلْبَيِّنَةُ کی آمد پر کیا ہونا چاہیئے تھا؟ کیا وہ مقصد رسولؐ نے پورا کردیا تھا۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ البینۃ:

مودودی ترجمہ: ”اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے“ (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ اُن کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔(یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کرسنائے جن میں بالکل راست و درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں“ (۳تا۱ / ۹۸) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۲)

علامہ نے اپنے ترجمہ میں کئی ایک چور دروازے رکھے ہیں ۔ جن پر باقاعدہ تنقید کا وقت نہیں ہے ۔ ایک سرسری نگاہ ڈال کر قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ علامہ نے ”اَلَّذِينَ كَفَرُوا“ کے معنی میں چکر دیا ہے ۔

علامہ صاحب کے ترجمے : ” جو لوگ کافر تھے “ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۲)

پہلی جلد میں وہی جملہ (۲) : ”اَلَّذِينَ كَفَرُوا “ (بقرہ ۳۹ / ۲) ”جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے “ (ایضاً جلد اوّل صفحہ ۶۹)

دوسری جلد وہی جملہ (۳): اَلَّذِينَ كَفَرُوا (انفال ۱۵ / ۸) ” حق کا انکار کرنے والوں “ (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

تیسری جلد وہی جملہ (۴): اَلَّذِينَ كَفَرُوا (کہف ۱۰۲ / ۱۸) ” جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے “ (ایضاً جلد ۳ صفحہ ۴۸)

چوتھی جلد وہی جملہ (۵) : اَلَّذِينَ كَفَرُوا ۔ (سبا ۷ / ۳۴) ”منکرین“ (ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۷۶)

پانچویں جلد وہی جملہ (۶) : اَلَّذِينَ كَفَرُوا (محمدؐ ۸ / ۴۷) ” وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے “ (ایضاً جلد ۵ صفحہ ۱۹)

علامہ ایک سادہ ترین جملے کے معنی غلط ہوں یا صحیح مگر مستقل نہیں کرتے اور جب کہ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ :

”کفر کے اصلی معنی ”چھپانے “ کے ہیں “ (ایضاً جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

لیکن ہم آنکھوں دیکھی بات کہتے ہیں کہ اس علامہ نے قرآن میں کہیں بھی اصلی معنی نہیں کئے ہیں ۔ بہرحال علامہ نے آیت (۱ / ۹۸) کے ترجمہ میں جو کچھ فرمایا ہے اُسے ہمارے قلم سے دیکھیں :

(۱) ” آنحضرتؐ کے اعلان نبوت کرنے سے پہلے نہ سارے اہل کتاب کافر تھے نہ تمام مشرک کافر تھے “

یہ ایسا تصورہے جس کو کوئی بھی عقل مند آدمی قبول نہ کرے گا اور بلاخوفِ تردید کہدے گا کہ علامہ نے جھوٹ بولا ہے ، قرآن کے خلاف اور خود اپنے خلاف لکھا ہے ۔

(۲) ” اہل کتاب میں سے اور مشرکوں میں سے جو لوگ کافر تھے وہ رسولؐ اللہ نہ آتے تو ہرگز وہ لوگ کفر سے باز نہ آتے۔“ یعنی:

(۳) ” رسولؐ اللہ اُن کے پاس پہنچے تو رسولؐ کے پہنچتے ہی وہ لوگ کفر سے باز آگئے۔ “

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

ان کے کے بہشتیں ہیں ہمیش رہنے والی چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ ؕ

ھمیش رہنے والے بیچ ان کے ہمیشہ راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس

مخلوقات سے بہتر ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کی مقرر کردہ جزا وہ دائمی قیام والی جنتیں ہیں جن کے نیچے ہمیشہ نہریں جاری رہتی ہیں۔وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے۔ان سے اللہ راضی ہوچکا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں

یہ بھی بکواس مبین ہے۔رسولؐ اللہ کے پہنچتے ہی تو الگ وہ تو ۱۳ سال کی تبلیغ کے بعد بھی باز نہ آئے۔اور اگر کفر کے اصلی معنی یعنی چھپانا کرلئے جائیں تو وہ آج تک بھی باز نہیں آئے اور قرآن کے اصلی معنی برابر چھپاتے چلے آ رہے ہیں چنانچہ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کے معنی پھر دیکھ لیں بہرحال جن لوگوں کی بات ہو رہی ہے وہ حقائق قرآنیہ کو چھپایا کرتے تھے اور انہوں نے قرآن کو پاژند بنا کر چھوڑا تھا۔اور علامہ اُن کے ہی مذہب و مسلک کے پیرو ہیں۔

(۳) آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف قرآن ہی کی تلاوت نہ کرتے تھے بلکہ اُن کے پاس تمام انبیاءؑ کا تحریری ریکارڈ تھا۔

اس سورہ کی (۲۔۳) دوسری اور تیسری آیات اُن تمام بیانات اور عقائد کو باطل کرتی ہیں جن میں رسولؐ کو سو فیصد ان پڑھ کہا گیا۔لکھنے پڑھنے کی قدرت سے عاری قرار دیا گیا۔اور اچانک پکڑ کر نبیؐ بنا ڈالنے کی تہمت لگائی گئی ہے۔اور جبرائیل کا دو۔دو (۲۔۲) چار چار (۴۔۴) آیات لانا اور لائے ہوئے الفاظ کو رسولؐ اللہ کو رَٹوا کر چلے جانا وغیرہ تمام باتیں بکواس سے زیادہ کچھ نہیں۔یہ آیات بتاتی ہیں کہ آنحضرتؐ واقعی تمام علوم وتعلیمات خداوندی کا ذخیرہ تھے۔انہیں اللہ نے مجسمۂ علم یعنی نور بنایا تھا۔انہیں اللہ کے علاوہ کسی تعلیم دینے والے یا بتانے والے کی احتیاج نہ تھی۔رہ گئے حضرت جبرائیل اور روح القدس! اُن کی حقیقت یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نورانی آلات و وسائط ہیں نہ کہ آنحضرتؐ کے معلم یا اطلاعات فراہم کرنے والے۔جس ذات والا صفات میں جہالت اور لاعلمی کا وجود ہی نہ ہو اُسے کچھ بتانے، سکھانے یا تعلیم دینے کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ جو کچھ بتایا گیا، یا سکھایا گیا یا تعلیم دیا گیا وہ پہلے کہیں اللہ کے علاوہ اس کائنات میں موجود تھا اور حضورؐ اُس سے نابلد تھے۔اس پوزیشن کو سمجھنے کے لئے دوباتیں پہلے سمجھ لیں۔اوّل یہ ہے کہ مثلاً، اس کائنات میں پانی کا ذخیرہ ہمارے سمندروں کی صورت میں موجود ہے۔وہیں سے پانی لے کر بارشیں ہوتی ہیں، وہیں سے ان چشموں میں دریاؤں میں، اور زمین میں، جھیلوں میں، ندی نالوں میں پانی آتا جاتا ہے بارشیں ہونے سے یا دریاؤں کے سمندر میں گرنے سے سمندر کے پانی کی مقدار میں اضافہ نہیں ہوتا۔اسی طرح آپ فی الحال حضورؐ کو عقل وعلم و دانش و حکمت اور تمام اچھی صفات و اخلاق کا ذخیرہ مان لیں اور سمجھ لیں کہ اس کائنات کی کسی چیز یا حالت سے حضورؐ کے وجود میں اضافہ نہیں ہوتا۔البتہ اللہ تعالیٰ جہاں ہر چیز کا خالق ہے وہ علم وعقل و دانش و حکمت کا بھی خالق ہے وہ اپنی قدرت و خالقیت و علمیت کے ماتحت آنحضرتؐ کی مختلف صفات میں کائناتی ضرورت کے لئے اضافہ کرتا چلا جارہا ہے۔یعنی حضورؐ کے علم میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔یا یوں سمجھیئے کہ آنحضرتؐ کو اللہ نے ایک بنیادی اور ہمہ گیر حیثیت دے کر اس طرح پیدا کیا کہ پوری کائنات اور کائنات کی تمام موجودات کو اُن ہی سے اُن ہی کے لئے پیدا کرنا تھا۔ہروہ چیز جس کی کائنات میں کسی مخلوق کو ضرورت ہوتی ہے وہ آنحضرتؐ کے وجودی ذخیرے میں شامل کردی جاتی ہے اور وہاں سے تمام مخلوقات کو ملتی رہتی ہے۔یہ پوری صورت حال اور آنحضرتؐ کی پوزیشن احادیث سے بھی دکھائی جا چکی ہے۔ایسی حالت میں آنحضرتؐ میں علم کی جگہ جہالت ماننا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہوتا ہے۔تمام مسلمان جانتے اور مانتے ہیں کہ ملائکہ کو آنحضرتؐ کے نوری پسینے سے پیدا کیا گیا تھا۔ذرا سوچیئے کہ کیاملائکہ آنحضرتؐ کے علم میں کسی طرح اضافہ کر سکتے ہیں؟ ملائکہ وہی تو ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام نے تعلیم دی تھی۔اور جنہوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا تھا۔قریشی لیڈروں اور علما نے اُمت کو جاہل رکھا تاکہ وہ آنحضرتؐ کی جگہ پر قبضہ کرکے سربراہان اسلام، خلفائے خداوندی اور اللہ کے نائب بن بیٹھیں حالانکہ وہ

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۸
سے یہ واسطے اس کے ہے کہ ڈرتا ہے پروردگار اپنے سے

وہ جزا ان کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے نرم رَو رہا۔

علومِ خداوندی تو بڑی بات ہے خود اپنی ذات اور تخلیق سے ناواقف و جاہل تھے ۔ اور آج اُن کی وجہ سے ساری اُمت جاہل اور غیر مسلموں کی محتاج ہے ۔

(۳۔ الف) علامہ اینڈ کمپنی نے مجبور ہو کر حقیقت کا ایک پہلو مانا اور کئی ایک کو چھپانے کے لئے ترجمہ غلط کیا۔

رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۲ البینۃ:

دوسری آیت میں آنحضرتؐ کے متعلق اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ :
" اللہ کی طرف سے ایک رسولؐ ہے جو پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرتا ہے "

علامہ کی تشریح صحیفوں سے کتبہائے خداوندی مراد ہیں ۔ علامہ نے تشریح کرتے ہوئے مانا ہے کہ :

" لغت کے اعتبار سے تو صحیفوں کے معنی ہیں " لکھے ہوئے اوراق " لیکن قرآن مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اور پاک صحیفوں سے مراد ہیں ایسے صحیفے جن میں کسی قسم کے باطل، کسی طرح کی گمراہی و ضلالت ، اور کسی اخلاقی گندگی کی آمیزش نہ ہو۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۴)

(۳۔ ب) انبیاؑ پر نازل شدہ لکھی ہوئی کتابوں یا صحیفوں کی تلاوت کرنا مان لیا تو کتابوں کا وجود ثابت ہو گیا۔

اس تشریح سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس وہ تمام کتابیں لکھی ہوئی اور اپنی حقیقی پاکیزہ صورت میں موجود تھیں ، جو نبیوںؑ پر نازل ہوئیں ۔ اور علامہ نے اپنے دیباچہ میں سورۃ البینۃ کے مکی اور تیسرے نمبر پر نازل ہونے والی پر زور دیا ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اعلان بعثت ہی کے وقت خانوادۂ رسولؐ میں انبیاؑء پر نازل ہونے والی کتابیں موجود تھیں ورنہ لکھی ہوئی کتابوں کا پڑھنا ناممکن تھا ۔ یہاں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ رسولؐ کے پاس نبیوںؑ کی کتنی کتابیں تھیں ؟ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن سمیت کل چار کتابیں، توریت ، زبور اور انجیل تھیں۔ لہٰذا رسولؐ کے پاس کل تین کتابیں ہونا چاہئیں ۔ لیکن قرآن نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ اللہ کی طرف سے کل چار کتابیں نازل ہوئی تھیں ۔ یہ بھی قریشی روایات میں گھڑی ہوئی بات ہے ۔ ورنہ قرآن نے تو یہ کہا ہے کہ :
(۱) " تمام انبیاؑ کے ساتھ ساتھ اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔" (بقرہ ۲۱۳ / ۲)
(۲) " تمام رسولوںؑ کے ساتھ ساتھ اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔ " (حدید ۲۵ / ۵۷)
حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑ و رسلؑ مبعوث ہوئے تھے تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تحویل میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کتابیں موجود تھیں ۔ اور یہ ایک مادی و محسوس صورت حال ہے کہ کتابوں کی اس تعداد کا ذخیرہ خانوادۂ رسالت کے گھروں میں رہنا ناممکن تھا ۔ چنانچہ یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تمام کتابیں رکھنے کا کوئی خدائی انتظام موجود رہنا چاہیئے تاکہ جس کتاب کی ضرورت ہو وہ فوراً حاضر ہو جائے ۔ یہی وہ انتظام ہے جس میں جبرائیل اور ملائکہ علیہم السلام کا وجود ضروری ہے اور اسی انتظام سے متعلق ہیں نازل کرنے اور نازل ہونے کے الفاظ ، اور احکام الٰہی کے اُترنے چڑھنے کی باتیں بھی اسی انتظام کے سلسلے میں بولے جاتے رہے ہیں ۔ اور ملائکہ و ارواح خانوادۂ رسالتؑ کے ساتھ مل کر خدائی ریکارڈ تیار رکھیں، اسی ذمہ داری کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ :

كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۱۱ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهٗ ۱۲ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۱۳ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۱۴ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۱۵ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۱۶ عبس:

(۳۔ ج) خانوادۂ رسالت خدائی کتابوں پر مطلع تھا اور اُن کو لکھنے اور تیار رکھنے کا کام کرتا چلا آیا تھا۔

مودودی ترجمہ: " ہرگز نہیں ، یہ تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اُسے قبول کرے ۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے

اعلان رسالت سے پہلے سے مذکورہ صحیفوں کو لکھا اور ترتیب دیا جا رہا تھا۔

جو مکرم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

قارئین دیکھ لیں کہ جن صحیفوں کی تلاوت کا تذکرہ سورۂ بینہ (۲ / ۹۸) میں ہوا ہے وہی صحیفے ہیں جن کی تحویل و ترتیب اور تحریر کا نظام آنحضرتؐ کے گھرمیں قائم چلا آ رہا ہے۔ اور جن لکھنے والوں کی مدح وثنا کی گئی ہے وہ کاتب حضرات آنحضرتؐ کے مشیر ونصیر و وزیر اور اسلامی سربراہی کے ذمہ دار حضراتؑ ہی ہیں۔ ان حضرات میں ملائکہ اور روح القدس بھی شامل تھے مگر جن کی بات ہو رہی ہے وہ انسان ہیں، خاندان رسالت کے وہ افراد ہیں جن کو یہاں کِرَامٍ بَرَرَةٍ نہایت معزز اورنیکوکار (۱۶ / ۸۰) فرمایا گیا ہے اور سورۂ بینہ میں اُن ہی کو أُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ ٱلۡبَرِيَّةِ ۝٧ البینۃ: اور وہی ساری مخلوق سے بہتر حضرات ہیں (۷ / ۹۸) قرار دیا گیا ہے۔ وہی حضرات ہیں جو قدیم ترین ریکارڈ کو لکھوانے کے لئے تلاوت کرتے جاتے ہیں اور لکھنے والے لکھتے جاتے ہیں اُن ہی کی تلاوت کو سننے اوریاد کرنے کی تاکید ازواج رسولؐ کو کی گئی تھی (احزاب ۳۴ / ۳۳) اور جو آنحضرتؐ کی تلاوت کے لئے اُس زمانے کا ریکارڈ بھی لکھتے ہیں جب نوِشت و خواند کا لوگوں کو علم نہ تھا۔ اُن ہی کے سینوں میں، اور اسی غرض کے لئے آیات و علم خداوندی ودیعت کر دیا گیا تھا (عنکبوت ۴۹ / ۲۹) جو روز ازل سے قَآئِمَۢا بِٱلۡقِسۡطِۚ ہیں (آلِ عمران ۱۸ / ۳) جن سے ظلم وزیادتی اور بے جا انصافی سرزد ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس سلسلے میں احادیث معصومینؑ پوری وضاحت کرتی ہیں جن کو پیش کیا جاتا رہا ہے۔

(۳-د) دینِ اسلام اور دینِ اسلام کی تعلیمات کا ہمیشہ باقی رہنا بھی قرآنی حقیقت ہے۔

آیت نمبر (۳ / ۹۸) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ جو صحیفے پڑھ کرسناتے ہیں اُن میں وہ تمام کتابیں بھی موجود و شامل ہیں جو برابر قائم رہتی اور دین اسلام کو ثابت کرتی چلی جائیں گی۔ اور یہی صفت دین اسلام کی آیت (۵ / ۹۸) میں بیان کی ہے کہ دین اسلام بھی ہمیشہ قائم و ثابت رہتا چلا جائے گا۔ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ۝٥ البینۃ:

(۳-ہ) تمام قدیم ترین کتب الٰہیہ کا لکھی ہوئی موجود ہونا قریش کے اوّلین اقوال سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

قریش کے لیڈروں نے شروع شروع میں اپنی لاعلمی کی بنا پر چند ایسے بیانات دے دئیے تھے جو بعد میں اُن کی پالیسیوں اور خودساختہ اسلامی عقائد کے خلاف پڑتے رہے۔ مثلاً انہوں نے آنحضرتؐ کی قرأت و تلاوت اور بیانات سن کر ابتدا میں یہ جملہ باربار بولا کہ:

إِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ۝١٣ المطففین:
(۲) فَيَقُولُ مَا هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ۝١٧ الاحقاف:
(۳) وَقَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٱكۡتَتَبَهَا فَهِيَ تُمۡلَىٰ عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَأَصِيلًا ۝٥ الفرقان:

ایک قریشی لیڈر کے ریمارکس: ہمارا ترجمہ: "جب بھی اس شخص کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس نے یہی کہا کہ: " یہ تو اوّلین لوگوں کی سطریں ہیں"

مودودی کا اصلاحی غلط ترجمہ تاکہ قدامت ختم ہوجائے۔

" اُسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے " یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۸۱، سورۂ مطففین ۱۳ / ۸۳، سورۂ قلم ۱۵ / ۶۸)

دوسرے انداز میں ریمارکس: مودودی کا غلط مگر بدلتا ہوا ترجمہ؟

(۲) " مگر وہ کہتا ہے " یہ سب اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔ " (احقاف ۱۷ / ۴۶، تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۶۱۲)

لیڈروں کے نعرہ کو قوم نے اپنا لیا تھا۔ مودودی کا تقریباً صحیح ترجمہ: (۳) " کہتے ہیں یہ پُرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اُسے صبح شام سنائی جاتی ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

ہر دفعہ لفظ "أَسَٰطِيرُ" آتا ہے مگر علامہ اُس کا ترجمہ سطریں یا سطور نہیں کرتے۔ یہاں لفظ اِمْلَا بھی ہے۔ یہ علامہ کی

احتیاط کی حد ہے کہ وہ لفظ " أَسَـٰطِيرُ " کے صحیح معنی "سطریں " نہیں کریں گے ۔ ورنہ آنحضرتؐ کا لکھی ہوئی عبارتوں کو پڑھ سکنا ثابت ہوجائے گا اور قریشی پالیسی حضورؐ کو کورا اَن پڑھ رکھنے کی تھی ۔ یہاں دوسرا اہم لفظ "تُمۡلَىٰ" جس کے معنی ہیں مذکورہ سطروں کو اِملَا کرانا یعنی ایک شخص کا بلند آواز سے ٹھہر ٹھہر کر تھوڑا تھوڑا بولنا اور دوسرے کا سنتے اور لکھتے جانا (Dictation) جیسا کہ ہم نے سابقاً لکھا ہے کہ خانوادۂ رسولؐ میں برابر لکھوانے کے لئے تلاوت ہوتی رہتی تھی اور دوسرے حضرات لکھتے رہتے تھے (یُتۡلَىٰ ۳۴ / ۳۳) اور اُن سے سن کر رسولؐ کی بیویوں کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا (احزاب ۳۴ / ۳۳) ۔

یہ وہی تعلیمات ہیں جو پہلے دی جاتی رہی ہیں ۔

(۴) لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَءَابَآؤُنَا هَـٰذَا مِن قَبۡلُ إِنۡ هَـٰذَآ إِلَّآ أَسَـٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾ المومنون:

مودودی ترجمہ نئے انداز میں: "ہم نے بھی یہ وعدے بہت سنے ہیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی سنتے رہے ہیں، یہ محض افسانہائے پارینہ ہیں۔" (سورۂ مومنون ۸۳ / ۲۳ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

لوگوں کو روکنے کے لئے آوٹ آف ڈیٹ (Out of Date) تعلیمات قرار دینا؟

(۵) وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمۡ قَالُوٓاْ أَسَـٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ النحل:
(۶) وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتُنَا قَالُواْ قَدۡ سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هَـٰذَآ إِنۡ هَـٰذَآ إِلَّآ أَسَـٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ الأنفال:
(۷) يَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنۡ هَـٰذَآ إِلَّآ أَسَـٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ الأنعام:

مودودی کا توہین انگیز پُرمذاق ترجمہ : (۵) " اور جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ تمہارے رب نے یہ کیا چیز نازل کی ہے، تو کہتے ہیں " اجی وہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۳۴)

یہ تعلیمات قدیم اور قریش کو معلوم تھیں وہ خود رسولؐ کو سنا سکتے تھے ۔

مودودی کا لب و لہجہ نوٹ کریں: (۶) " جب اُن کو ہماری آیات سنائی جاتی تھیں تو کہتے تھے کہ : " ہاں سن لیا ہم نے ، ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں ۔ یہ تو وہی پرانی کہانیاں ہیں جو پہلے سے لوگ کہتے چلے آ رہے ہیں۔" (انفال ۳۱ / ۸) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)

حقیقت قرآنی کو چھپانے والوں نے ہی قرآن کو دقیانوسی تعلیم قرار دینا چاہا تھا۔

مودودی کا آخری ترجمہ: "(۷) جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کرلیا ہے (وہ ساری باتیں سننے کے بعد) یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستانِ پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔" (انعام ۲۵ / ۶) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۳۱)

(۳۔ و) قریشی علمانے تسلیم کیا کہ قریش نے قرآنی تعلیمات کو قدیم ترین تحریری دینی ریکارڈ کہا۔

ہمارے لئے یہ بات کافی ہے کہ قریشی علمانے یہ حقیقت تسلیم کرلی ہے کہ قریشی لیڈروں نے قرآن کو ایک قدیم سے چلے آنے والا تحریری ریکارڈ قرار دیا تھا اور یہ بات مختلف الفاظ میں مختلف طریقوں سے نومرتبہ کہی ہے ۔ اور قریشی علما نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو ایک قدیم اور تحریری ریکارڈ ماننے سے اُن کے اختیار کردہ خودساختہ مذہب کی بنیاد ہی مسمار ہوجاتی ہے تو اُنہوں نے اس قول کے لئے تحریف والا حربہ استعمال کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اسی ضرورت کے ماتحت تمام مترجمین برابر لفظ "أَسَـٰطِيرُ" کے معنی "کہانیاں" اور "فرسودہ" کہانیاں یا "پرانی کہانیاں" اور "داستان پارینہ" کرتے چلے آئے ہیں ۔ تاکہ قرآن لکھے ہوئے ریکارڈ کی صورت میں پہلے سے موجود ثابت نہ ہوسکے اور خود رسولؐ میں لکھنے پڑھنے کی قدرت نہ ماننا پڑے۔ لیکن یہ انکار بہت بودا اور بچگانہ ہے ۔ اس لئے کہ خود مودودی کا اپنا بیان (مذکورہ بالا نمبر ۳) کہتا ہے کہ :

(۱) ہزار سال پرانی اور سب سے قدیم لغت قصہ گو علما کو جھوٹا، فریب ساز و دغاباز ثابت کرتی ہے۔

" کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اُسے صبح شام سنائی جاتی ہیں " (فرقان ۵ / ۲۵) (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

آیت کے اس بیان نے علامہ کو مجبور کیا کہ اب وہ اپنے ترجمہ میں قصہ گوئی کی بکواس کو ترک کرکے "پُرانے لوگوں کی لکھی

ہوئی چیزیں " لکھ مریں تاکہ نو (۹) ترجموں میں سے ایک ترجمہ تو تمہیں غلط کار و فریب ثابت کرنے میں مدومعاون بنے۔ لہٰذا اللہ نے مودودی کے قلم سے کہانیوں کو باطل ثابت کرا دیا۔ پھر علامہ راغب اصفہانی ایک ہزار سال پہلے یہ لکھ گئے کہ:

راغب اصفہانی اور مسلمان ہزار سال پہلے تک کیا سمجھتے تھے ؟

" (سطر) اَلسَّطْرُ ، وَالسَّطْرُ الصَّفُ مِنَ الْكِتَابَةِ ...و سَطَّرَ فُلَانٌ كَذَا كَتَبَ سَطْرًا اسَطْرًا قَالَ تعالىٰ نٓ وَٱلْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝١ القلم: وقال تعالىٰ وَٱلطُّورِ ۝١ وَكِتَـٰبٍ مَّسْطُورٍ ۝٢ (سورۃ الطور: ۱ - ۲ / ۵۲) وَقَوْلُه تعالىٰ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوٓا۟ أَسَـٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ۝٢٤ النحل: لِى شَيْءٍ كَتَبُوْهُ۔ الخ (مفردات راغب صفحہ ۲۳۱)

علامہ راغب نے لکھا کہ: " سطر کے معنی وہ لائن یا صف ہیں جو لکھتے ہوئے بنتی جاتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ فلاں شخص نے سطریں بنائیں یہی کہنا ہے کہ فلاں شخص نے لکھتے ہوئے ایک سطر کے بعد دوسری سطر لکھی .... اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: " طور کی قسم اور سطروں میں لکھی ہوئی کتاب کی قسم (سورۃ طور ۱۔۲ / ۵۲) اور اللہ کا یہ فرمان کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے ؟ تو کہتے ہیں کہ اساطیر الاوّلین۔ یعنی " وہ چیز جو پہلے لوگوں نے بھی لکھی تھی " (نحل ۲۴ / ۱۶) قارئین نوٹ کریں کہ علامہ راغب اصفہانی کے زمانہ تک اساطیر کے معنی " کہانیاں " نہیں تھے۔ یہ بکواس بعد میں شروع کی گئی تھی۔
لغت المنجد کا بیان: " سطر، سَطَرَهُ: كَتَبَهُ ۔سَطَّرَ اَلَّفَ اَلاَسَاطِيْرَ" (صفحہ ۳۳۲) یعنی " سَطَرَ ماضی ہے يَسْطُرُ اس کا مضارع ہے اور سَطَرَاهُ کے معنی ہیں اس نے لکھا اور سَطَّرَ کے معنی ہیں کہ اس نے سطروں میں تالیف کی۔ (کتاب مُرتّب کی) "

(۲) خانوادۂ رسالت میں قدیم دینی ریکارڈ مرتب کئے جانے اور لکھنے والوں کا تذکرہ قرآن میں باربار ہوا ہے۔

یہاں تک یہ حقیقت باربار واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سورۂ بینہ (۳۔۲ / ۹۸) کے مطابق قریش کے سامنے تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتابیں بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ کہ حضرت محمدؐ اُن تمام کتابوں کے حامل تھے جو انبیاؑ و رسلؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور قرآن کے علاوہ خود قریش نے تسلیم کیا ہے کہ حضورؐ جوکچھ تلاوت کرتے ہیں وہ قدیم الایام سے لکھی ہوئی چلے آنے والی تعلیمات ہیں جنہیں قریش نے اور اُن کے اباؤاجداد نے بھی سُنا تھا۔ یہ سب کچھ ثابت ہوجانے کے بعد اب یہ بھی دیکھ لیں کہ قرآن اور سابقہ انبیاؑ کی کتابوں کا خاندانِ رسولؐ میں سطروں یا اساطیر کی صورت میں ترتیب دیا جانا کیا مقام رکھتا ہے؟ چنانچہ آپ نے علامہ راغب کے بیان میں وہ آیت دیکھی ہے جس میں اللہ نے ایک لکھی ہوئی مکمل کتاب (یعنی الکتاب) کے موجود ہونے کی قسم کھائی ہے (سورۂ طور ۲ / ۵۲) دوسرا مقام یہ کہتا ہے کہ:

(۲) نٓ وَٱلْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝١ ....(۲) القلم:
(۳) كَانَ ذَٰلِكَ فِى ٱلْكِتَـٰبِ مَسْطُورًا ۝٥٨ الإسراء:
(۴) كَانَ ذَٰلِكَ فِى ٱلْكِتَـٰبِ مَسْطُورًا ۝٦ الاحزاب:
(۵) وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوهُ فِى ٱلزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝٥٣ القمر:

(۲) " جو قلم لکھ رہے ہیں اُن کی اور لکھنے والوں کی اور جو کچھ سطروں کی صورت میں لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا اس کی قسم کہ تم اللہ کے فضل کرم سے مجنون نہیں ہو۔ (۲۔۱ / ۶۸) (۳) " وہ سب کچھ الکتاب کے اندرسطروں میں لکھا ہوا موجود ہے " (۴) " ازواج رسولؐ کا اُمت کی مائیں ہونا اور آل رسولؐ کا تمام مہاجرین و انصارسے افضل ہونا وغیرہ سب کچھ الکتاب میں سطروں کی صورت میں لکھا ہوا ہے " (۵) " اُنہوں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ کتابوں میں ریکارڈ کیا ہوا ہے اور اُن کتابوں میں ہر چھوٹی اور بڑی چیزسطروں میں لکھی ہوئی ہے "

(۴) ۔سورۂ البینۃ والے کافرمشرکین پر دوبارہ نظر ڈالنا ضروری ہوگیا ہے ۔(۷۔۱ / ۹۸)

اب قارئین یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس سورہ کو اُن کافر ومشرکوں اور کافر اہل کتاب کے ذکرسے کیوں شروع کیا گیا تھا جو ہمیشہ مسلمان بن کر مسلمانوں سے لپٹے چلے آنے والے تھے ؟ اور جزولاینفک کی طرح کسی طرح جُدا ہونے والے نہ تھے؟ جن کو صرف اَلْبَيِّنَة کی تشریف آوری ہی مسلمانوں سے کاٹ کر جدا کرے گی (۱ / ۹۸) اور جن کا آخری ٹھکانہ جہنم کی آگ،

دائمی طور پر جلتے رہنا ہو گا۔ اور جنہیں تمام مخلوقات سے زیادہ شر پھیلانے والے قرار دیا گیا ہے (۷ / ۹۸) یہاں پھر سوچئے کہ کیا باقی مشرکین اور وہ اہلِ کتاب جو آنحضرتؐ پر ایمان نہیں لائے جہنم میں نہیں جائیں گے ؟ پھر اُن دونوں قسم کے مشرکوں اور دونوں قسم کے اہلِ کتاب میں فرق کیا ہوا ؟ یعنی ایک تو وہ مشرک اور وہ اہلِ کتاب تھے جو کافر نہ تھے اور دوسرے وہ جو کافر تھے ؟ لہٰذا یہ دونوں آیات (۱ / ۹۸ اور ۷ / ۹۸) یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہاں کافر ان لوگوں کو فرمایا گیا ہے جو حقائق قرآنیہ کو چھپا کر اُن کے معنی بدل کر اپنی پالیسیوں کی تائید والے معنی چپکانے میں ماہر تھے ۔ اُن کا ذکر پہلے کرکے اس سورہ کے اندر ہی یہ بتایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام علوم وکتب ہائے خداوندی کے عالم تھے اور اُن کے اہلبیتؑ کی تحویل میں سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام کی کتابیں موجود تھیں ۔ جنہیں اِدھر آنحضرتؐ پڑھ کرسنایا کرتے تھے اور اُدھر خانوادہ اہلبیتؑ میں اُن کتابوں کو ترتیب وار لکھا جاتا رہتا تھا۔ مگر مشرکوں اور اہل کتاب کے ماہرین اُن حقائق کو چھپا کر یہ تصور آگے بڑھائیں گے کہ آنحضرتؐ قطعاً اَن پڑھ تھے ۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے ۔ اُن کو کسی سابقہ کتاب کا آخر عمر تک کوئی علم نہ تھا۔ خود قرآن سے ناواقف تھے اور ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کرکے جبرائیل کے توسّط سے قرآن حاصل کیا تھا۔ چونکہ اُن لوگوں نے یہ تصور ساری اُمت اور دنیا کی ساری اقوام میں پھیلایا اور مشہور کیا تھا ۔ اس لئے اُن کا ذکرخاص طور پر کیا گیا ہے ۔ رہ گئے باقی مشرک اور اہلِ کتاب انہیں اُن کے ایمان و اعمال کے مطابق محشور کیا جائے گا ۔ اگر وہ اوّل الذکر یعنی کافر مشرکوں اور کافر اہل کتاب کی تائید کرتے رہے تھے ؟ تو وہ بھی جہنم میں جائیں گے اور اُن کے تمام نیک اعمال ضائع ہو چکیں گے ۔ ورنہ ایمان و عمل کے ماتحت جزا و سزا کے حق دار ہوں گے ۔ چنانچہ وہ تمام مترجمین جنہوں نے قریش کی تائید میں قرآن کے الفاظ کے معنی تبدیل کئے سب کے سب جہنمی ہیں خواہ وہ نمازی و پرہیز گار تھے حاجی و مجاہد تھے وہ تمام لوگ مشرکوں کے ساتھ جہنم واصل ہوں گے ۔ صرف اس لئے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رسولؐ اور نبیؐ تو مانا اور ماننے کا اعلان بھی کیا۔ مگر اُن کو وہ مقام نہ دیا جو قرآن کریم میں اللہ نے دیا تھا۔ انہیں اپنے جیسا بشر بھی مانا ان کے خطا کار ہونے کا اعلان بھی کیا۔ اُن کی فرضی خطاؤں کی فہرست شائع کی، اُن کی حکومت اور میراث کو غصب کیا۔ اسلام میں اختلاف اور تفرقہ ڈالا، سینکڑوں فرقے بنائے، اولادِ رسولؐ کا قتلِ عام کیا، اُن پر لعنت کرائی، لاکھوں حق پرستوں کا خون بہایا اور آج تک دوستدارانِ آلِ محمدؐ اور شیعہ مذہب کے ساتھ دشمنی اور تعصب جاری رکھے ہوئے ہیں ۔

۵۔ خیرالبریۃ اور جن سے اللہ مستقلاً راضی ہو وہ کُفر و شرک میں کبھی ملوث نہ تھے ۔

یہ نوٹ کریں کہ کفر وشرک کو ترک کرکے حقیقی ایمان وعمل والے مومنین کے لئے بلند ترین مقام و فضائل اور جنت لازم ہے لیکن جولوگ کسی وقت بھی اسلام سے الگ رہے ہوں اُن کو خیرالبریۃ نہیں کہاجاسکتا یہ مقام صرف اُن لوگوں کا ہے جومستقلاً ساری مخلوقات سے بہتر رہے ہوں۔ کبھی بُری حالت سے دوچارہونے والے لوگ خارج ہیں ۔

سُوْرَةُ الزَّلْزَلَةِ

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ(۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ

جس وقت ہلائی جاوے گی زمین بھونچال اپنے سے اور نکال ڈالے گی

الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ

زمین بوجھ اپنے اور کہے گا آدمی کیا ہوا اس کو اس دن کہے گی زمین

تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾

باتیں اپنی بسبب اس کے کہ پروردگار تیرے نے حکم بھیجا اس کو

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾

اس دن پھر آویں لوگ متفرق تو کہ دکھلائے جاویں عمل ان کے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾

پس جو کوئی کرے گا برابر بھنگے کے بھلائی دیکھے گا اُس کو

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع

اور جو کوئی کرے گا برابر بھنگے کے برائی دیکھے گا اس کو

(۱) جب زمین اپنے اندرونی زلزلے سے ہلا دی جائے گی ۔ (۲) اور وہ اپنے تمام ودیعت شدہ برداشتہ اور پروردہ سامان کو باہر نکال دے گی۔ (۳) اور ایک خاص انسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہوگیا ہے؟ (۴) اس سوال پر اس دن زمین اپنی خبریں بیان کردے گی۔ (۵) اس لئے کہ اسے اپنی خبریں سنانے کے لئے آپؐ کا پروردگار وحی کردے گا۔ (۶) وہی دن تو ہے جس دن لوگ یکے بعد دیگرے منتشر حالت میں صادر ہوتے رہیں گے تاکہ انہیں ان کے کئے ہوئے اعمال باری باری اور مختلف طور پر دکھائے جاسکیں ۔ (۷) چنانچہ جس نے ذرہ برابر بھی بھلائی کی ہوگی اور جزا نہ ملی ہوگی تو وہ اس نیکی اور جزا کو پائے گا۔ (۸) اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اور سزا نہ ملی ہوگی وہ اس ذرہ برابر برائی کی سزا بھی پا کر رہے گا۔

تشریح سورۂ زلزال:

ا۔ یہ سورہ زمانۂ رجعت اور ظہور حجتؑ کے مواخذہ اور حالات پر چند اصول بیان کرتی ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کو پڑھتے ہوئے یہ بات سامنے رکھنا ہے کہ اس سورہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے یہ وہم تک ہو سکے کہ یہ سورہ قیامت کا تذکرہ کر رہی ہے ۔ دنیا میں زلزلے آتے ہی رہتے ہیں اور کوئی آدمی ایسا نہیں گزرتا جو زمین کے زلزلے سے قطعاً ناواقف مرگیا ہو۔ ہر شخص کم ازکم ایک ہلکا یا شدید زلزلہ دیکھ کر مرتا ہے ۔ہم نے یہ بات اس لئے عرض کی ہے کہ قریشی علما ہر اُس بات کو قیامت میں واقع ہونے والی بات کہتے رہے ہیں جو زمانۂ رجعت اور تفصیلی جزاء اور سزا کو ثابت کرتی ہو۔ اور جب قرآن قیامت کا نام لے کر کچھ بتاتا ہے تو اُسے قیامت کے آخری دور میں واقع ہونے والی بات کہہ کر حقائق کو قارئین کی نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرات یہاں بھی چوُکنے والے نہ تھے ۔ اور اگرچہ اُن کے بعض علما نے اس زلزلے کو قیامت کے پہلے دور میں شمار کیا ہے جو کسی قدر غنیمت تھا۔

(ا ۔ الف) اگر علامہ کی بات مان لی جائے تو یہ زلزلہ ہی ممکن نہیں رہتا۔ مگر علامہ مودودی بالکل سرپٹ دوڑے اور اُسے قیامت کا دوسرا مرحلہ یا دور قرار دے دیا لہٰذا فرمایا ہے کہ :

" بعض مفسرین نے اس زلزلے سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیاہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہو گا یعنی جب ساری مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا ، لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جس سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا ۔ یعنی جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھیں گے۔یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے ۔کیوں کہ بعد کا سارا مضمون اسی پر دلالت کرتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۰)

(ا ۔ ب) جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو زمین کون سے مرُدوں کو نکال کر باہر ڈالے گی ؟

قارئین اس بیان کو سامنے رکھیں اور سوچیں کہ مودودی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: (وَأَخۡرَجَتِ ٱلۡأَرۡضُ أَثۡقَالَهَا) " یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ انشقاق آیت نمبر ۴ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ۔(وَأَلۡقَتۡ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتۡ ﴿٤﴾ الانشقاق:) "اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی" اِس کے کئی مطلب ہیں ۔ ایک یہ کہ مرے ہوئے انسان زمین کے اندر جہاں جہاں جس شکل اور جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے اُن سب کو وہ باہر نکال کر ڈال دے گی...دوسرا مطلب یہ ہے کہ صرف مرے ہوئے انسانوں ہی کو وہ باہر نکال پھینکنے ہی پر اکتفانہ کرے گی، بلکہ اُن کی پہلی زندگی کے افعال و اقوال وحرکات وسکنات کی شہادتوں کا جو انبار اُن کی تہوں میں دبا پڑا ہے اُس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۰۔۴۲۱)

بتائیے کہ جب سارے اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اب زمین کو زلزلے سے ہلایا گیا تو وہ مردے کہاں سے لائے گی ؟ اور جب اس میں کوئی اگلا پچھلا مُردہ ہے ہی نہیں تو وہ کون سے مُردوں کو باہر پھینکے گی ؟ یعنی علامہ نے ان دونوں بیانات میں ایسی ۴۲۰ کی ہے کہ اس سورہ کا زلزلہ ہی بے کار ہو کر رہ گیا ۔ حالانکہ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ :

"یہی دوسرے مرحلہ والی تفسیر زیادہ صحیح ہے کیوں کہ بعد کا سارا مضمون اِسی پر دلالت کرتا ہے۔" (صفحہ ۴۲۰)

غور کیجیے کہ وہاں زلزلہ ہی بے مقصد ہوگیا تو بعد کا مضمون کیسے دلالت کرے گا؟ یہ ہیں وہ بے سروپا تفسیریں جن پر قریشی مذہب کا دارومدار ہے ۔

(ا ۔ ج) دوسری ۴۲۰ یہ ہے کہ الفاظ " وَأَلۡقَتۡ اور وَأَخۡرَجَتِ کو ہم معنی کردیا۔ أَثۡقَالَهَا کو سب کچھ بنا دیا۔

قرآن کے سیدھے سادے اورعربی سے ناواقف قاریوں کو یہ پتہ کیسے چل سکتا تھا کہ الفاظ وَأَلۡقَتۡ اور وَأَخۡرَجَتِ کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق خود علامہ کے اپنے ترجموں سے ثابت ہے ۔ ہم صرف یہ بتا دینا کافی سمجھتے ہیں کہ لفظ وَأَلۡقَتۡ کی بنیاد یا مادہ ل ۔ ق۔ ی ہے اور یہی بنیاد یا مادہ ہے جس سے لفظ ملاقات بنتا ہے اور لفظ وَأَخۡرَجَتِ کا مادہ خ۔ ر۔ ج ہے جس سے ملاقات کا کوئی رشتہ نہیں ہے ۔ پھر سورۂ زلزال میں یہ نہیں کہا گیا کہ : " زمین کے اندر جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ نکال دے گی بلکہ صرف "اثقال" کو نکالنے کی بات ہے اور اَثقال ہر چیز کو نہیں کہتے ہیں دیکھئے آیت کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ سنیئے جس میں لفظ اثقال تین مرتبہ آیا ہے ۔

"ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔" (وَلَيَحۡمِلُنَّ أَثۡقَالَهُمۡ وَأَثۡقَالٗا مَّعَ أَثۡقَالِهِمۡ ﴿١٣﴾ سورۂ عنکبوت ۱۳ / ۲۹، تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۸۳) (اگر اثقال کے معنی واقعی بوجھ مان لئے جائیں تو آیت (۲ / ۹۹) کے معنی یہ ہوں گے کہ "زمین اپنے بوجھ نکال دے گی" لہٰذا جو چیزیں بارِ زمین ہوں گی وہ اُن کو نکال کر پھینکے گی نہ کہ ہر چیز کو؟ مثلاً شہدا کی اور خود رسولؐ اللہ کی لاش ہر گز ہر گز زمین پر بار یا بوجھ نہیں ہوسکتی ۔ پھر علامہ تو سرتاپا ۴۲۰ ہیں۔ اثقال کے معنی ہر گز بوجھ یاوزن یا بار نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ اُن کے لئے عربی میں خود لفظ وزن موجود ہے ۔ پھر علامہ جانتے ہیں کہ لفظ ثقل وہی تو ہے جو کششِ ثقل میں آتا ہے ۔ اور جو حدیث نبوی میں استعمال ہوا ہے ۔ یعنی:

یہاں قرآن ایک ثقل ہے اور آلِ محمدؐ دوسرا ثقل ہے ۔ (اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ۔ الخ)

(ا۔د) علامہ نے حقیقتاً زلزلے اور زلزلے کے مقصد کو ضائع کیا اور آیات (۴۔۳/۹۹) کے معنی بھی تبدیل کر دیئے۔

علامہ نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ سورۂ زلزال کے معنی اور پورے تصور کو بدل کر چھوڑیں گے ۔ چنانچہ انہوں نے آیت (۳ / ۹۹) میں آئے ہوئے لفظ الانسان کو پہلے ساری نوع انسان بنایا پھر منکرین قیامت لوگ بتایا اور اس طرح پھر ایک دفعہ زلزلے سے نکلنے والے اپنے مُردوں کا انکار کر دیا سنیئے : ''انسان'' سے مراد ہر انسان بھی ہو سکتا ہے ۔ کیوں کہ زندہ ہو کر ہوش میں آتے ہی پہلا تاثر ہر شخص پر یہی ہو گا کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے، بعد میں اُس پر یہ بات کھلے گی کہ یہ روزِ حشر ہے ۔ اور انسان سے مراد آخرت کا منکر انسان بھی ہو سکتا ہے ، کیوں کہ جس چیز کو وہ غیر ممکن سمجھتا تھا وہ اس کے سامنے برپا ہو رہی ہو گی اور وہ اس پر حیران و پریشان ہو گا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۱)

مودودی اپنے قارئین کو عقل و فکر سے بالکل خالی اور کورا سمجھتے رہے ہیں ۔ علامہ سو فیصد مطمئن رہے ہیں کہ اُن کے عقیدتمند لوگ ہرگز یہ نہ سوچیں گے کہ زمین کو ہلتے دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ جائے گا کہ یہ زلزلہ ویسا ہی زلزلہ ہے جیسا اس نے خود بھی دیکھا اور سُنا تھا ۔ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھنے کے لئے کہ زمین کیوں ہل رہی ہے یہ سوال نہیں کر سکتا کہ : ''یہ اِس کو کیا ہو رہا ہے'' اور اگر زمین شدت کے ساتھ ہِل رہی ہو گی تو لوگوں کو ایسی باتیں کرنے اور جواب لینے اور دینے کا ہوش ہی نہ رہے گا ۔ لہٰذا مذکورہ سوال پیدا ہی نہ ہو گا ۔ پھر علامہ نے دوبارہ یہ تصور دیا ہے کہ :
'' تمام اگلے پچھلے انسان زندہ ہو کر جب ہوش میں آجائیں گے تب وہ زمین کو زلزلے کی حالت میں دیکھیں گے اور پوچھ گچھ کریں گے '' لہٰذا تمام اگلے پچھلے انسان کھڑے یا بیٹھے زمین کے زلزلے کو دیکھ رہے ہوں گے اور زمین اُن مُردوں کو باہر پھینک رہی ہو گی جو اولاد آدمؑ کے علاوہ کسی خنّاس کمپنی کی نسل سے ہوں گے ؟؟

۲۔ قریشی سازش کو نظر انداز کر کے قرآن کے الفاظ میں سورۂ زلزال کا حقیقی مقصد و منشا ملاحظہ ہو۔

یہاں بھی یہ دیکھ لیا گیا کہ قریشی علما نے سورۂ زلزال کا حقیقی مدعا چھپانے کی بڑی گھٹیا کوشش تک کی ہے اور ہرگز نہیں سوچا کہ کوئی اُن پر شک یا تنقید بھی کر سکتا ہے ۔ بہرحال ہمارے قارئین اس سورۂ میں صرف اُسی حد تک جائیں جہاں تک سورہ کے الفاظ کا تقاضا ہو ۔ چنانچہ یہاں زمین کو زلزلے سے دوچار کرنے کی بات ہو رہی ہے ۔ پوری زمین شدید ترین حرکت میں ہے ۔ نہ کوئی حشر ہو رہا ہے ۔ نہ مُردوں کے نکلنے کی بات ہے ۔ مردوں کو زمین سے نکالنے کے لئے تو یہ فرمایا گیا تھا کہ :

(۲۔الف) حشر و نشر اور مردوں کو قبروں سے نکالنے پر خود مودودی ترجمہ سنیئے۔

'' جس دن سب لوگ آوازۂ حشر کو ٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے، وہ زمین سے مُردوں کے نکلنے کا دن ہو گا ۔۔۔جب زمین پھٹے گی اور لوگ اُس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے ۔ یہ حشر ہمارے لئے بہت آسان ہے۔'' (سورۂ قٓ ۴۴ تا ۴۲ / ۵۰) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۲۷)

قارئین اِن آیات میں قیامت کے حشر و نشر اور مُردوں کو نکالنے کے لئے زمین کے پھٹنے کی بات ہوئی ہے ۔ تاکہ معلوم ہو کہ زمین سے مُردوں کو نکالنے کے لئے قرآن کریم زمین کو پھاڑنے کی بات تو کرتا ہے ۔ مگر کہیں اُس نے یہ نہیں کہا کہ ''زمین کو ہلا کر مُردے نکالے جائیں گے۔'' بہرحال قرآن یہ بتاتا ہے کہ زمین کو تیز حرکت دے کر اُس کی کشش ثقل (Gravitational Force) کو معطل کر کے مرکز سے باہر نکلنے والی قوت (Centrifugal Force) کی مدد سے وہ تمام ضروری سامان زمین سے باہر نکال لیا جائے جو مُدتہائے دراز سے اللہ نے زمین کے اندر اپنی داخلی تخلیق سے پیدا کیا ہے ۔ مثلاً سونا چاندی ، لوہا ، ہیرے وغیرہ اور وہ سامان جو لوگوں نے بطور دفینہ پوشیدہ کر کے رکھا تھا۔ تاکہ اس سامان کو جانشینِ خداوندی مستحق انسانوں کو دے سکے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُس زمانہ کا سربراہِ اسلام علیہ السلام اللہ کی اس اسکیم سے مطلع ہو اور وہ اس زلزلے کے دوران تمام متعلقہ اشیا کو ترتیب سے رکھنے اور ذخیرہ کرنے کا انتظام رکھے ۔ چنانچہ اللہ سے یہ سوال

اُس زمانہ کے سربراہؑ کی طرف سے ہوگا اور سوال ہوگا کہ : | وَقَالَ ٱلۡإِنسَٰنُ مَا لَهَا ۝٣ الزلزلۃ:

"خاص انسان یعنی خلیفۂ خداوندی دریافت کرے گا کہ اس زمین کو کیا ہوگیا ہے ؟ یہ کیسا زلزلہ ہے ؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور میری ذمہ داری کیاہے ؟
ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب نائب خداوندی کو اللہ کی طرف سے دیا جانا چاہیئے ۔ چنانچہ زمین میں وحی کا مطلب زمین کو اور خلیفۃ الارض کو دونوں کی ذمہ داریاں بتانا ہی ہے ۔ (۵ / ۹۹) اور دونوں کو ہم کلام ہونے اور پوری اسکیم پر عمل کر سکنے کے قابل بنانا بھی ہے ۔(۴ / ۹۹) چنانچہ زمین تمام ضروری اور اپنے متعلقہ حالات آنحضرؐت کو سنائے گی اور حضوؐر اُسی کے مطابق انتظام فرمائیں گے ۔ (تفصیلات سورۂ زمر کی تشریحات (نمبر ۱۳ وغیرہ) میں ملاحظہ فرمائیں ۔

(۲۔ب) زمین حضرت علیؑ سے باتیں کرے گی جو باقی آئمہؑ و انبیاؑ کے ساتھ اِمام عصرؑ کی نصرت کریں گے ۔

قرآن کریم کا بیان اور علما کا اقبال یہ بات ثابت کرتا ہے کہ زمین کا وہ زلزلہ نہایت شدید ہوگا ۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہلکا سا زلزلہ بھی دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ لوگوں کے حواس خراب ہوجاتے ہیں، چلنا پھرنا دُو بھر ہوجاتا ہے، لوگ مکانوں سے باہر میدانوں میں نکل آتے ہیں ، تاکہ وہ چھتوں اور دیواروں کے نیچے دب کر نہ مرجائیں ۔ ایسے عالم میں مخصوص انسان وہی ہوسکتاہے جسے زلزلے سے کوئی گزند نہ پہنچ سکتا ہو اور جو زمین کے زلزلے کو روک سکتا ہو ۔ چنانچہ احادیث معصومین علیہم السلام میں وہ شخص جو زمین سے محاسبہ کرے گا اور تمام متعلقہ حالات معلوم کرے گا وہ جناب ابو تراب علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جو زمانۂ رجعت میں تمام انبیاء و آئمہ علیہم السلام کے ساتھ حضرت امام آخرالزمان قائم قیامت صلوٰۃ اللہ علیہ کی نصرت کے لئے موجود رہیں گے اور اپنی اپنی اُمتوں کا محاسبہ اور جزا وسزا کو بچشم خود دیکھیں گے اور جہاں ضرورت ہوگی شہادت دیں گے اور تصدیق کریں گے ۔

(۲ ۔ ج) زمین کے اندر پوشیدہ اثقال یا گراں بہا چیزیں نکالنے کا مقصد اورضرورت کیا ہے ؟

یہاں یہ بات بھی غورطلب ہے کہ جب قیامت میں اس زمین کو چوُر چوُر کردیا جانا ہے (إِذَا دُكَّتِ ٱلۡأَرۡضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١ الفجر:) اور نیا آسمان و زمین بنائے جانا ہیں ۔ (يَوۡمَ تُبَدَّلُ ٱلۡأَرۡضُ غَيۡرَ ٱلۡأَرۡضِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ ۝٤٨ اِبراھیم:) تو زمین میں سے اس کے دفینے اور خزانے نکالنے کی کیا ضرورت ہے ؟؟ چونکہ یہ سب کچھ تو اُس وقت ہو گا جب انسانوں کو صرف حساب کے لئے جمع کیا جائے گا ، اور فیصلہ سناتے ہی انہیں جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا ۔ اور زمین سے نکالے ہوئے سامان کی نہ کسی کو ضرورت ہوگی اور نہ کسی کو وہ سامان لینے کی فرصت ہی ہوگی نہ وہ سامان انہیں دیا جائے گا ۔ معلوم ہوا کہ وہ زلزلہ قیامت کا زلزلہ نہیں ہے ۔ اور زمین سے نکالا ہوا سامان ضروری ہے کہ انسانوں کے استعمال میں آئے ۔ مثلاً بادشاہوں یا سرمایہ داروں نے انسانوں کا حق مار کر استحصال کرکے دولت جمع کی تھی جیسے فرعون وشداد کے خزانے یا قارون کے دفینے (قصص ۷۶ / ۲۸) اب ضروری ہے کہ اُن تمام سرمایہ داروں کو حاضر کیا جائے اور اُن کی مدفون دولت کوسامنے لایا جائے ۔ ساتھ ہی تمام حقداروں اور اس دولت سے محروم لوگوں کو بھی جمع کیا جائے اور دونوں فریق کو جزاوسزا دی جائے اور ہرزمانے کے محروم لوگوں کو اُس مال سے استفادہ کا موقع دیا جائے اور یہی زمانۂ رجعت کا مقصد و مدعا ہے ۔ لہٰذا زمین سے مال و دولت اور دیگر ذخائر نکالنے کا وقت قیامت نہیں بلکہ رجعت کا زمانہ ہے تاکہ نوع انسان کو اُس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جائے ۔ چنانچہ حدیث کے یہ چند جملے پڑھیئے ۔ اور دیکھئے کہ ظہور حضرت حجۃ علیہ السلام کے بعد انسانوں کو کس طرح مستغنی کیا جائے گا ۔

"امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ امام آخرالزمانؑ لوگوں کو ہر سال میں دومرتبہ عطیات دیا کریں گے اور ہر مہینہ میں دو مرتبہ ضرورت

عن ابی جعفر علیہ السلام فی حدیث "ویعطی الناس عطایا مَرّتین فِی السَّنَۃِ و یرزقھم فی الشھرِ رزقَیْنِ یَسَوّی بین الناس حتّٰی لاَ تری محتاجاً اِلیَ الزکوٰۃ ویجئ اصحاب الزکوٰۃ بزکوٰتھم اِلیٰ محاویج فَلاَ یقبلونھا .... تجتمع اِلیہ اموال اھل الدنیا کُلّھاَ مِنْ بَطنِ الارض و ظھرھا ... تظھر الارض کنوزھا و تبدی

کا تمام سامان فراہم کرتے رہیں گے ۔ اور تمام انسانوں کے مابین مساوات قائم کر دیں گے ۔ یہاں تک کہ تمہیں کوئی شخص زکوٰۃ و خیرات کا محتاج نہ ملے گا۔

بر کاتھا ولا تجد الرجل منکم یؤذِ موضعاً لِّصدقه ۔ الخ (کتاب العوالم)

زکوٰۃ دینے والے لوگ رقومات لئے لئے پھریں گے اور کوئی شخص اُن رقومات کو قبول کرنے والا نہ ہوگا... آنحضرتؐ کے پاس زمین کے اندر اور باہر کی ساری دولت جمع ہو جائے گی ۔ زمین اپنے تمام دفینے اور برکتیں پیش کردے گی۔ اور تم میں سے کوئی شخص صدقہ و خیرات لینے کی پوزیشن میں نہ رہے گا۔" (کتاب العوالم)

(۲ ۔ د) ظہورِ حضرتِ حجۃ اور قیامِ رجعت پر احادیث کی رُو سے بھی زمین و آسمان کی دولت حاضر ہوگی۔

یہ حقیقت کہ ظہورِ حضرت حجۃ علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر ساری کائنات اپنا تعاون اور ذخائر پیش کرے گی قرآن و احادیث میں تفصیل سے ثابت ہے ۔ چونکہ حضورؐ نے سابقہ زمانوں کے تمام مجرموں اور مظلوموں کو اُن کی مقررہ جزا سے مالا مال کرنا ہے اور اپنے زمانے کے تمام انسانوں کو حکومتِ الٰہیہ کی برکات سے نوازنا ہے اور تمام سابقہ مجرموں کو وہ سزائیں دینا ہیں جن سے وہ بچ نکلے تھے ۔ اس لئے ضروری ہوگا کہ زمین و آسمان اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپؑ سے تعاون کرے۔ اور حسبِ ضرورت وہ تمام سامان حاضر کردیں جس کی امامؑ کو نوع انسان کے لئے ضرورت پیش آتی جائے۔ چنانچہ زمین کو ایسی حرکت وگردش میں لایا جائے گا کہ وہ اپنے اندر دفن شدہ اور خود پیدا کردہ سامان کو ڈھیلا چھوڑنے کی تیاری کرے ۔ زمین کی یہ جنبش براہِ راست زمین کے مرکز و لنگر یعنی حضرت ابو تراب علیہ السلام پر وارد ہوگی اور وہؑ استفسارِ حال فرمائیں گے تاکہ زمین اپنی امانتیں امام زمانہ علیہ السلام کے لئے اُگل دے۔ چنانچہ وہ متعلقہ مُردوں کو رجعت کے لئے اور سامان کو متعلقہ لوگوں کے لئے نکالتی چلی جائے گی۔ اور جن مُردوں کو باہر نکالے گی وہ زندہ ہوہو کرباری باری اور الگ الگ (اَشْتَاتاً) امامؑ کے حضور حاضر ہوتے اور اپنی اپنی جزاوسزا پاتے جائیں گے۔ ہر اُمت کے نبیؑ اور تمام گواہ (شہداء) آتے جائیں گے (زمر ۶۹ / ۳۹) زمین امامؑ زمانہ رَبُّ الارض کے نور سے چمک رہی ہوگی۔ برحق فیصلے نافذ ہورہے ہوں گے ۔ کسی کی حق تلفی نہ ہوسکے گی (۶۹ / ۳۹) ہر کسی کے اعمال کی جزا وسزا کی کمی پوری کی جائے گی (۷۰ / ۳۹) مجرم لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے (جاثیہ ۲۷ / ۴۵) اُمتیں آتی اور گھٹنوں کے بل بیٹھتی جائیں گی اُن کی کتاب بول رہی ہوگی ۔ ریکارڈ سنا سنا کر اور اعمال دکھا دکھا کر انہیں بدلا دیا جا رہا ہوگا۔ (۲۹۔۲۸ / ۴۵، ۶ / ۹۹) (تفصیلات سورۂ زمر کی تشریحات میں گزر چکی ہیں)

۳۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے فکر و عمل کی جزا وسزا دینے کے اعلان کے باوجود قریش کا انکار

قارئین سورۂ زلزال کی آخری دونوں آیات (۸۔۷ / ۹۹) بڑے سادہ الفاظ میں اور بڑے واضح انداز میں ذرہ ذرہ برابر اعمال کے سامنے لانے کی بات کرتی ہیں اور مودودی اینڈ کمپنی بھی ترجمہ صحیح اور سادہ الفاظ میں یوں کرتی ہے کہ: " پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (۸۔۷ / ۹۹) (تفہیم القرآن جلد۶ صفحہ ۴۲۴)

یہ ترجمہ کرنے کے بعد علامہ دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں آیات اُن کی خودساختہ قیامت اور جزا وسزا کے مجتہدانہ فلسفہ کو مسمار کردیتی ہیں ۔ اور ساتھ ہی اِن آیات میں الفاظ بھی ایسے نہیں جن کے معنی بدل کر اپنا فلسفہ درست کرلیا جائے لہٰذا وہ آیتوں کے مفہوم ومقصد کو تبدیل کرنے کے لئے مسلمانوں کو یوں چکر دیتے ہیں کہ :

(۳۔ الف) رجعت سے توجہ ہٹانے کے لئے مودودی آیات کا مقصد ومفہوم بدلتے ہیں۔

" اگر دیکھنے سے مراد اُس کی جزا وسزا دیکھنا لیاجائے تو اس کا یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے کہ آخرت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی جزا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی بدی کی سزا ہر شخص کو دی جائے گی، اور کوئی شخص بھی وہاں اپنی کسی نیکی کی جزا اور کسی بدی کی سزا پانے سے نہ بچے گا۔ کیوں کہ اوّل تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک ایک بُرے عمل کی سزا، اور ایک ایک اچھے عمل کی جزا الگ الگ دی جائے گی۔ دوسرے اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا صالح مومن بھی کسی چھوٹے سے چھوٹے قصور کی سزا پانے سے نہ بچے گا اور کوئی بدترین کافر اور بدکار انسان کسی چھوٹے سے چھوٹے اچھے فعل کا اجر پائے بغیر نہ رہے گا۔ یہ دونوں معنی قرآن وحدیث کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں،

اور عقل بھی اُسے نہیں مانتی کہ یہ تقاضائے انصاف ہے۔ عقل کے لحاظ سے دیکھئے تو یہ بات کیسے سمجھ میں آنے کے قابل ہے کہ آپ کا کوئی خادم نہایت وفادار اور خدمت گزار ہو، لیکن آپ اس کے کسی چھوٹے سے قصور کو بھی معاف نہ کریں، اور اس کی ایک ایک خدمت کا اجروانعام دینے کے ساتھ اس کے ایک ایک قصور کو گن گن کر ہر ایک کی سزا بھی اُسے دے ڈالیں۔ اسی طرح یہ بھی عقلاً ناقابل فہم ہے کہ آپ کا پروردہ کوئی شخص جس پر آپ کے بے شمار احسانات ہوں، وہ آپ سے غداری اور بے وفائی کرے اور آپ کے احسانات کا جواب ہمیشہ نمک حرامی ہی سے دیتا رہے، مگر آپ اس کے مجموعی رویے کو نظر انداز کر کے اس کی ایک ایک غداری کی الگ سزا اور اس کی ایک ایک خدمت کی، خواہ وہ کسی وقت پانی لا کردے دینے یا پنکھا جھَل دینے ہی کی خدمت ہو، الگ جزا دیں۔ اب رہے قرآن وحدیث تو وہ وضاحت کے ساتھ مومن، منافق، کافر، مومنِ صالح، مومنِ خطاکار، مومنِ ظالم و فاسق، محض کافر اور کافرِ مفسدو ظالم وغیرہ مختلف قسم کے لوگوں کی جزا و سزا کا ایک مفصل قانون بیان کرتے ہیں اور یہ جزا و سزا دنیا سے آخرت تک انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔ (زلزال ۸ / ۹۹ تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۴ حاشیہ نمبر ۷)

نوٹ: اس سے آگے علامہ نے رجعت کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اَحَدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ(۱۱) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾

قسم ہے گھوڑوں دوڑنے والوں کی ہانپ کر پھر آگ نکالنے والوں کی

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ

پتھر جھاڑ کر پس گاؤں مارنے والوں کی صبح کے وقت پس اٹھاتے ہیں

بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ

ساتھ اس کے غبار کو پس بیٹھ جاتے ہیں اس وقت جماعت میں تحقیق آدمی

لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

واسطے رب اپنے کے البتہ ناشکر ہے اور تحقیق وہ اوپر اس بات کے

لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ

البتہ شاہد ہے اور تحقیق وہ واسطے محبت مال کے البتہ سخت ہے کیا پس نہیں جانتا

(۱) قسم ہے پھنکارے مارتے ہوئے سرپٹ دوڑنے والوں کی، (۲) پھر قسم ہے ان کی جن کے سموں کی ٹاپوں سے چنگاریاں جھڑتی ہیں۔ (۳) پھر قسم ہے ان کی جو رات بھر کی تگ و تاز کے بعد علی الصباح شبخون مارتے ہیں۔ (۴) پھر اس موقع پر گردوغبار اُڑاتے ہیں۔ (۵) اور اسی حالت میں کثیر تعداد میں گھس جاتے ہیں۔ (۶) حقیقت یہ ہے کہ وہ معلوم و مخصوص انسان اپنے پروردگار کے مقابلہ پر ضروربرسرِبغاوت ہے۔ (۷) اور یقیناً وہ شخص اپنی ان باغیانہ سرگرمیوں پر ایک جیتا جاگتا باخبر گواہ بھی ہے۔ (۸) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ نظامِ خیر و فلاح سے انتہائی محبت رکھتا ہے۔ (۹) کیا اسے یہ علم نہیں ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کہ

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا

جب اٹھایا جاوے گا جو کچھ بیچ قبروں کے ہے اور حاصل کیا جاوے گا جو کچھ

فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

بیچ سینوں کے ہے تحقیق پروردگار ان کا ساتھ ان کے اس دن البتہ خبردار ہے

قبروں کو الٹ کر جو کچھ ان میں ہے وہ بکھیر دیا جائے گا۔ (۱۰) اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ قلوب و اذھان اور سینوں میں پوشیدہ ہے وہ سب حاصل کر لیا جائے گا۔ (۱۱) اور ان کا پروردگار ان تمام حالات سے باخبر ہے جو ان پر اس روز گزرنے والے ہیں۔

تشریحات سورۂ عادیات:

۱۔ زمانہ رجعت میں افواج یزید و محلات حکومت پر جوابی غارتگرانہ تاخت و حملے؟

سورۂ "عادیات" کے معنی ہی وہ سورت ہیں جس میں "مقررہ حدود سے تجاوز کرنا" قابلِ فخر و قابلِ قسم و محترم ٹھہرایا گیاہے۔ اور مقررہ حدود سے تجاوز سوائے مظلوم کے کسی اور کے لئے، کسی صورت اور کسی مقدار میں جائز نہیں ہے۔ تجاوز ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام ہے اور دائمی جہنم اس کی سزا ہے (نساء ۱۴ / ۴)۔

(۱۔الف) تمام مترجمین و مفسرین نے آیات (۵ تا ۱ / ۱۰۰) سے عام قتل و غارت شب خون اور غارتگری مراد لیا ہے۔

مگر مفسرین و مترجمین کی عظیم کثرت نے ان آیات سے عام قتل و غارت تاخت و تاراج اور شبخون مراد لیا ہے چنانچہ قریش نے اپنی غارتگری اور قتل عام کو ان ہی آیات سے جائز قرار دیا تھا۔ یہاں اس پر دو ایک فخریہ جملے دیکھ لیں:

شاہ عبدالقادر کی تفسیر: "یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر" (مترجمہ قرآن رفیع الدین صفحہ ۷۲۷)

محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی: "۲۔مراد ان سے غازیوں کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے آوازیں نکلتی ہیں" (قرآن صفحہ ۸۷۷)

معلوم ہوا کہ قریشی اسلام میں شبخون مارنا دشمنوں کو غفلت کے عالم میں سوتے ہوئے تہہ تیغ کر ڈالنا بھی جہاد ہی میں داخل ہے۔

(۱۔ب) اللہ رسولؐ اور قرآن ہر قسم کی تعدّی اور تجاوز کو حرام قرار دیتے ہیں۔

اللہ، رسولؐ اور قرآن قریش کے اس مسلک کو حرام قرار دیتے ہیں چنانچہ چند آیات کا ترجمہ اور تشریحات مودودی ہی سے سنتے چلیں۔

انتقام یا بدلا لینے کے اسلامی قوانین "اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔" (سورۂ شوریٰ ۴۲ تا ۳۹ / ۴۲) تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۸ تا ۵۱۲)

ظلم و زیادتی قتل و غارت اور شبخون حرام ہے۔ مودودی۔

ان آیات کی اور اپنے ترجمے کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

"۶۵۔یہ پہلا اصولی قاعدہ ہے جسے بدلہ لینے میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بدلے کی جائز حد یہ ہے کہ "جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی، ہو اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ کر لے، اس سے زیادہ برائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا۔" (ایضاً صفحہ ۵۱۱) اسی اصول کے ماتحت علامہ نے سورۂ عادیات کا مقصدیہ بتایا ہے کہ شبخون مار کر قتل و غارت گری کرنا اس سورہ میں منع کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اس سورہ کی پہلی پانچ آیات (۵ تا ۱ / ۱۰۰) عربوں کی قتل و غارت کی مذمت کرتی ہیں۔

سورۂ عادیات کی پانچ آیات مدح نہیں بلکہ شبخون مارنے والوں کی مذمت کرتی ہیں۔

سنیئے ارشاد ہے کہ: "اس مقصد کے لئے عرب میں پھیلی ہوئی اس عام بد امنی کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے سارا ملک تنگ آیا ہوا تھا۔ ہر طرف کشت و خون برپا تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ قبیلوں پر قبیلے چھاپے مار رہے تھے۔ اور کوئی شخص بھی رات چین

سے نہیں گزار سکتا تھا۔ کیونکہ ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کب کوئی دشمن صبح سویرے اس کی بستی پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ایک ایسی حالت تھی جسے عرب کے سارے ہی لوگ جانتے تھے اور اس کی قباحت کو محسوس کرتے تھے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۸)

عربوں کا قاعدہ تھا کہ دھوکہ دے کر لوٹ مار اور غارتگری کریں۔

علامہ عربوں کو انتہائی کمینہ اور دھوکہ باز ظالم قرار دیتے ہیں سنیئے۔

"اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کسی بستی پر انہیں چھاپہ مارنا ہوتا تو رات کے اندھیرے میں چل کر جاتے تاکہ دشمن خبر دار نہ ہوسکے، اور صبح سویرے اچانک اس پر ٹوٹ پڑتے تھے تاکہ صبح کی روشنی میں ہر چیز نظر آسکے، اور دن اتنا زیادہ روشن بھی نہ ہو کہ دشمن دور سے ان کو آتا دیکھ لے اور مقابلے کے لئے تیار ہوجائے۔" (ایضاً صفحہ ۴۲۹)

اللہ نے شبخون مارنے والوں اور قتل و غارتگری کرنے والوں کے گھوڑوں کی طرح طرح قسمیں کھائیں ہیں۔

اب کھل کر سن لیں کہ علامہ مودودی کے نزدیک اللہ نے ظالموں قاتلوں لٹیروں اور سفاکوں کے گھوڑوں کی، گھوڑوں کے دوڑنے کی، گھوڑوں کی زبردست ٹاپوں کی اور بے خبر سوتے ہوئے لوگوں پر ٹوٹ پڑنے کی قسمیں کھائی ہیں۔ سنیئے:

"لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس سورۂ (عادیات) کی ابتدائی پانچ آیات میں جو قسمیں کھائی گئی ہیں ان کا اشارہ دراصل اس عام کشت وخون اور غارت گری کی طرف ہے جو عرب میں اس وقت برپا تھی۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳۰)

(ا۔ج) مودودی اور دیگر قریشی مترجمین ومفسرین کی تفہیم متضاد و باطل اور اللہ کی مخالف ہے۔

سورۂ عادیات میں اللہ نے نہ تو عرب کے لٹیرے اور ننگ انسانیت غارت گروں کو پسند کیا ہے اور نہ ان کی اور نہ ان گھوڑوں کی اور نہ ان کی تگ و تاز کی قسمیں کھائی ہیں اور نہ ہی عہد رسولؐ کے مجاہدین اور ان کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی ہیں اس لئے کہ لٹیروں اور شبخون اور قتل و غارت کو اللہ ناپسند کرتا ہے اور انہیں عذاب الیم کا مستحق کہتا ہے (شوریٰ ۴۲ تا ۳۹ / ۴۲) اور اس لئے کہ جہاد میں بھی شبخون مارنے اور بے خبر و بے بس لوگوں پر غارت گرانہ حملوں کی اجازت نہیں ہے اس کے باوجود اللہ نے سورۂ عادیات میں جن لوگوں کی اور جن حملہ آوروں کے گھوڑوں کی اور جن کے بے دردانہ حملوں اور کشت و خون کی قسمیں کھائی ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔

(ا۔د) جن کی قسمیں کھائی ہیں وہ سب پسندیدہ لوگ ہیں۔

اور ان کی تمام تگ وتاز عین اسلام و قرآن کی اطاعت و تعمیل میں ہے مگر فرق یہ ہے کہ حملہ آوروں کا وہ گروہ زمانہ رجعت میں شہدائے کربلا اور اسیرانِ اہل حرم کا انتقام لینے پر تعینات ہے اور اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ یزید و حرمِ یزید اور اہل کاران یزید اور افواج و سرداران یزید پر اسی بے دردی و بے رحمی سے جبر وستم و مظالم توڑے جس طرح انہوں نے خاندان رسولؐ پر مظالم کئے تھے۔ اور اس کا جواز قرآن نے یہ کہہ کر بتایا تھا کہ:

۱۔ "برائی کی جزا میں ویسی ہی برائی کی جائے گی۔"
۲۔ "جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں ان کو انہی کی برائیوں کی صورت میں جزا دی جائے گی اور انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔"

> ۱۔ وَجَزَٰٓؤُاْ سَيِّئَةٖ سَيِّئَةٞ مِّثۡلُهَا ﴿٤٠﴾ (شوریٰ ۴۰ / ۴۲) ۲۔ وَٱلَّذِينَ كَسَبُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةِۭ بِمِثۡلِهَا وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٞۖ ﴿٢٧﴾ (یونسؑ ۲۷ / ۱۰)

ان آیات کی رو سے ان دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ ہر وہ سلوک کیا جائے گا جو انہوں نے حسینؑ، انصارانِ حسینؑ اور رسولؐ زادیوںؑ اور خاندانِ رسولؐ کے بچوں کے ساتھ کیا تھا۔ انہیں بھوکا پیاسا رکھنا، ترسا ترسا کر ان کے سامنے زمین پر پانی بہانا، ان کے جسم پر برچھیوں کے کچوکے دینا، تڑپا تڑپا کر چھوڑتے رہنا ان کے ہاتھ پیر کاٹ کر چھوڑ دینا۔ ان کی بوٹیاں کاٹنا، ان کے سامنے ان کے بچوں اور عورتوں پر مظالم کرنا وغیرہ سب جائز اور ان کی صحیح جزا ہے۔ ایسے بے درد و بے رحم و کشت و خون کرنے والے لوگوں کی اور ان کے گھوڑوں اور سامان تاخت و تاراج کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ اور یہ گروہ اللہ

کو انتہائی درجہ تک پسند ہے اس لئے کہ یہ لوگ اس انسان کا انتقام لیں گے جو مجسم اسلام ہے جو بنائے لا الہ الا اللہ ہے۔ قریشی علما چونکہ رجعت کے منکر ہیں اس لئے لوگوں کو فریب دینے کے لئے کبھی ان آیات (۵ تا ۱ / ۱۰۰) کو عہد رسولؐ کے مجاہدین پرفٹ کرتے ہیں ۔ کبھی غارت گرانِ عرب کو ان سے مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک ملاعین تھے ۔ رہ گئے مجاہد تو ان کے پاس بدر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ (علیؑ) اور یہ آیات ان کی شان میں نہیں (علیؑ) یہاں مودودی اینڈ کمپنی کو چیلنج کردو کہ قرآن میں اللہ نے صرف ان چیزوں کی قسم کھائی ہے جو اسے پسند و مفید ہیں۔ عرب کے ملعونوں کی اور کسی ناپسندیدہ چیز کی کہیں قسم نہیں کھائی ہے ۔ اب قرآن اس سب سے بڑے ملعون کا ذکر کرتا ہے جس نے اپنے خالق و مالک وپروردگار سے بغاوت اختیار کی تھی (لَكَنُودٌ ۶ / ۱۰۰) یعنی جسے قرآن کے لفظ بلفظ احکام پسند نہ تھے (مائدہ ۴۷ تا ۴۵ / ۵) بلکہ جسے فلاح عامہ اور قومی مصالح کو مد نظر رکھ کر قرآن کے احکام نافذ کرنے میں خیر وفلاح نظر آتی تھی (۸ / ۱۰۰) اور جس نے عمداً سوچ سمجھ کر نظام اجتہاد کو اسلام کی تنفیذ میں لازم سمجھا تھا (۷ / ۱۰۰)۔

۲۔ پھر وہی مشہورومعروف قریشی لیڈر مذکور ہوا ہے جو رسولؐ کی قرآن فہمی میں خیر نہیں سمجھتا تھا ۔

جس نے رسولؐ اللہ کی تفہیم قرآن اور بصیرت کو کبھی مفید نہ سمجھا اور حضورؐ پر اپنی مجتہدانہ پالیسیاں مسلط کرنے کی فکر میں رہتا تھا (بقرہ ۲۰۴ / ۲، ۲۰۵ / ۲) جسے ان ہی آیات میں اللہ نے رسولؐ کا سب سے کمینہ مدمقابل و حریف (أَلَدُّ الْخِصَامِ ۲۰۴ / ۲) قرار دیا اورجو اپنی فکرو بصیرت ہی کو صحیح اسلام اور اللہ کی منشاء کے مطابق سمجھتا تھا اور اللہ کو اپنے فیصلوں کی صحت پر گواہ بناتا تھا (۲۰۴ / ۲) جس نے اسلام کو ایک مارشل نظام کی صورت دی اور ساری دنیا پر تسلط اور غلبہ حاصل کرنے کا پروگرام تیار کیا تھا اور اللہ نے قرآن میں بتایا تھا کہ جب وہ شخص ولایت پر قبضہ کرلے گا تو اپنی حکومت کے زمانہ میں قتل و غارت اور فساد پھیلا دے گا کھیتوں اور آبادیوں کو تباہ کردے گا تمام نسلوں کو عموماً اور ایک خاص نسل کو خصوصاً موت کے گھاٹ اتار دے گا ۔ یہ خاص نسل ، نسلِ رسولؐ تھی جس کو فنا کرنے کے لئے اس نے اللہ و رسولؐ سے وہ مقابلہ شروع کیا جسے لفظ لَكَنُودٌ سے ظاہر کیا گیا ہے اور پوری قوم (قریش) میں علیؑ و اولادِ علیؑ کے خلاف نفرت پھیلا دی اور ایسی پالیسیاں قوم میں جاری کیں کہ ۶۱ ہجری تک وہ تمام انقلاب رونما ہو گیا جو وہ لیڈر چاہتا تھا ۔ لہٰذا عرب کے لٹیرے اور سفاک مسلمانوں کی افواج نے خاندانِ رسولؐ کو تہہ تیغ کردیا اور رسولؐ زادیوں اور ان کے بچوں کو جیل میں ڈال دیا اور مسلسل صدیوں تک اس خاندان کے ہرفرد کو اور ان کے ہمدردوں کو تلوار کے گھاٹ اتارتے رہے ۔ ان تمام حالات کے محرک اور پلاننگ کرنے والے شخص کو کَنُود کہا گیا (۶ / ۱۰۰) اس کے سوچے سمجھے منصوبے کی گہرائی کی طرف متوجہ کیا (۷ / ۱۰۰) ۔ اور یہ ریمارک دیا کہ یہ تمام پلاننگ اور برآمد ہونے والے نتائج اس کے نزدیک الْخَيْرِ تھے یعنی سراسر نیکیاں اور بھلائیاں ہی تھے (۸ / ۱۰۰) اور اسے آنحضرتؐ کے بیان کردہ مسائل کے مقابلہ میں اپنے اجتہادی مسائل و نتائج سے زیادہ شفقت اور محبت تھی (۸ / ۱۰۰) اس کی بغاوت، شہادت اور نظامِ حکومت کا ذکر کرکے یہ فرمایا گیا کہ کیا: ”اُسے اس کا علم نہیں ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب قبروں کو الٹ کرجو کچھ ان میں ہے بکھیر دیا جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ قلوب و اذہان اور سینوں میں پوشیدہ ہے وہ سب حاصل کرلیا جائے گا اور ان کا پروردگار ان تمام حالات سے باخبرہے جو اُن پر اس روز گزرنے والے ہیں۔ (۱۱ تا ۹ / ۱۰۰)

(۲ ۔ الف) موقع شناس لوگ الْخَيْرِ کے معنی مال ودولت کرتے رہے ۔

قارئین ہمارے ترجمہ اور تشریحات میں آپ کو کہیں کوئی بے ربطی اور جھٹکا محسوس نہ ہو گا ۔ اور ہر لفظ کے وہی معنی ملیں گے جو اس کے مصدری یا وضعی معنی ہیں ۔ لیکن قریشی علما کے ترجمہ میں وہ مصدری معنی کرنے سے کلام کا ربط و ضبط ٹوٹا ہوا نظر آئے گا ۔ اور لفظ ” الْخَيْرِ “ کے معنی مودودی ایسے عالم نے بھی ”مال ودولت “کرکے کام چلایا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ قریشی علما اس چکر میں پھنس گئے کہ بقول ان کے جو شخص اللہ کے سامنے کنود ہو اور جو اپنی پختہ کارانہ کنودیت پر ایک مستحکم شہید بھی ہووہ اچھائیوں اور نیکیوں کی محبت میں شدید کیسے ہوسکتا ہے؟ اسے تو لامحالہ برا آدمی ہونا چاہیئے لہٰذا وہ مجبور ہوئے کہ اس آدمی کو برا آدمی ثابت کرنے کے لئے لفظ ” الْخَيْرِ “ کے معنی ”مال ودولت “ کرکے اس لیڈر کو محفوظ کرلیا۔

ورنہ انہیں یہ ماننا پڑتا کہ ایک اللہ کا کھلا مخالف دشمن شخص بھی نیکیوں اور بھلائیوں سے انتہائی شدت کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اور اس کا حل یہی ہے کہ وہ مخالف شخص اپنے نیکی اور بھلائی کے نظریہ میں اللہ کا مخالف ہے۔ اور نیکی یا بھلائی سے محبت کرنے والا یہ بھی گوارا نہیں کرسکتا کہ وہ اللہ کا کسی حیثیت سے بھی مخالف ہو یا کہلائے۔ تو اس کا حل یہ ہے کہ اس کی مخالفت اللہ سے نہیں بلکہ رسوؐل کے نظریات سے مخالفت ہے۔ جسے وہ شخص مخالفت نہیں سمجھتا لیکن اللہ رسوؐل کی مخالفت کو اپنی مخالفت کہتا ہے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ لہٰذا فیصلے کی بات یہ ہے کہ قرآن کے احکام کو سامنے رکھ کر وہ لیڈر بھی ایک نتیجہ اخذ کرتا ہے اور رسوؐل بھی ایک حکم دیتا ہے وہ لیڈر اس حکم کو ایک خاطی انسان کا اجتہاد سمجھ کر اختیار نہیں کرتا بلکہ اس حکم کے مقابلے میں اپنے حکم کو اہمیت دیتا ہے اور یوں اللہ اسے الکنود قرار دیتا ہے۔" اور یہی حال ہے تمام مجتہدین کا کہ اللہ کی مخالفت کرتے (مائدہ ۴۷ تا ۴۵ / ۵) ہیں مگر اسے مخالفت سمجھتے نہیں ۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ (۱۱) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا

ٹھونکنے والی کیا ہے ٹھونکنے والی اور کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو کیا ہے

الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

ٹھونکنے والی جس دن ہو جاویں گے آدمی مانند ٹڈیوں

الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾

پراگندہ کے اور ہو جاویں گے پہاڑ مانند پشم دھنی ہوئی کے

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

پس اے پر جو کوئی کہ بھاری ہو تول اس کی پس وہ بیچ زندگانی

رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ

خوش کے ہے اور اے پر جو کوئی کہ ہلکی ہو تول اس کی پس جائے اس کی

هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ع

ھاویہ ہے اور کیا جانے تو کیا ہے وہ ھاویہ آگ ہے جلتی ہوئی

ع ۱/۱ ۲۶

(۱) کھڑکانے اور جھنجوڑ ڈالنے والی۔ (۲) کیا ہی کھڑکا کھڑکا کر جھنجوڑنے والی ہے وہ ۔ (۳) اور تمہیں کس طرح ادراک ہوا کہ وہ کھڑکانے اور جھنجوڑنے والی کیا ہے؟ (۴) وہ اسی زمانہ والی ہے جب مخصوص لوگ نشوونما دیئے ہوئے فرش کی مانند پائے جائیں گے (۵) اور پہاڑ بھی دُھنکی ہوئی روئی کی طرح کے ڈھیر ہو جائیں گے یعنی ہٹائے جانے اور اثقال نکالنے کے لئے تیار ہو جائیں گے ۔ (۶) اب ہر وہ شخص جس کے تمام اقوال واعمال وافکار کی میزانیں وزن دار ہوں گی وہ اپنی پسندیدہ زندگی گزارے گا۔ (۸) اور رہ گیا وہ شخص جس کے تمام اعمال و افکار و اقوال اور عقائد کی میزانیں خفیف اور کھوکھلی ہوں (۹) اس کا ٹھکانہ نفسانی خواہشوں والی خندق میں ہو گا۔ (۱۰) اور تمہیں کیسے ادراک ہوا کہ وہ کیا ہے؟ (۱۱) وہ خندق جھلسنے والی آگ سے بھری ہے ۔

تشریحات سورۃ قارعہ:

ا۔ اس سورۂ میں باقاعدہ حساب لینے اور میزان دیکھ دیکھ کر فیصلے کرنے کی اطلاع ہے۔

سب سے پہلے قارئین اس سورہ میں یہ دیکھیں گے کہ یہاں کہیں لفظ قیامت نہ ہونے کے باوجود تمام مترجمین اور مفسرین نے اس سورت سے قیامت مرادلی ہے ۔ حالانکہ یہاں نہ صور پھونکنے کا ذکر ہے نہ کسی ایک شخص یا جماعت یا اُمت یا پوری نوع انسان کے مرنے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا تذکرہ ہے نہ کسی کے جہنم یا جنت میں جانے کی بات ہوئی ہے ۔ البتہ دو باتیں ایسی ہیں جن سے کسی اغوا شدہ دماغ میں قیامت کا خیال آ سکتا ہے ۔ اوّل پہاڑوں کا حال دوم انسانوں کاحال ۔ لیکن نہ یہاں تمام پہاڑوں کی تصریح ہے نہ ساری نوع انسان کی تصریح ہے ۔ رہ گیا کچھ پہاڑوں کا دھماکہ سے یا کسی اور طرح اڑا دینا اور کچھ انسانوں کا دیوانہ وارحیران وپریشان دوڑتے پھرنا اس سے ہرگز قیامت مراد لینے کی گنجائش نہیں نکلتی ۔ علاوہ ازیں الفاظ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ کے وہ معنی ہی نہیں ہیں جو یہاں سے وہاں تک تمام ہی قریشی علمانے اختیار کئے ہیں اور اختیار ہی اس لئے کئے ہیں کہ وہ زمانہ رجعت کو لوگوں کی توجہ کامرکز نہ بننے دیں اور جہاں جہاں زمانہ رجعت کی بات ہو وہاں جلدی سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر قیامت پر لگا دی جائے۔پھریہ وہی لوگ ہیں یا ان لوگوں کے ہم مسلک ہیں جن پر قرآن کی تکذیب کرنے (انعام ٦٦ / ٦) اور اسے مہجور کرنے (فرقان ۳۰ / ۲۵) کا جرم عائد ہے جن کے معنی ومطالب ہمارے نزدیک سند و دلیل نہیں بنتے ۔

(ا ۔ الف) سورۂ قارعہ زمانۂ رجعت کا ہلکا سا نظارہ سامنے لاتی ہے ۔ لہٰذا یہاں قارئین زمانۂ رجعت میں گزرنے والے حالات کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ سورہ میں مذکور تمام چیزیں سو فیصد رجعت میں گزرنے والے حالات میں فٹ ہوتے ہیں یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ ”جن کی تمام میزانیں اٹل ہوں گی وہ سب (فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ) اعلیٰ درجہ کی جنت میں رہیں گے (غاشیہ ١٠ / ٨٨) (حاقہ ٢٢ / ٦٩) بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ ”وہ سب پسندیدہ زندگی گزاریں گے (فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ٧ / ١٠١، حاقہ٢١ / ٦٩) یہاں پسندیدہ زندگی وہی ہے جو جزا سے محروم نہ رہنے کی بنا پر ان لوگوں کو دنیا میں حاصل ہونے کی امید دلائی گئی تھی ۔یعنی وہ بامراد وشاد و کامیاب رکھے جانا چاہئیں تھے ۔مگر مشیتی پروگرام کی تائید میں محروم رہ گئے اور رنج والم و ناکامی کی زندگی بسر کی ۔مثلاً اہل بیتؑ محمدؐ کوقریش کے انتہائی باغیانہ رویہ کو ثابت کرنے کے لئے وراثتِ محمدیؐہ اور حکومت الٰہیہ سے محروم رہنا پڑا اور رنج و الم وظلم و ستم برداشت کرنا پڑے ورنہ اگر وہ وراثت و حکومت پاتے تو خود بھی اور ساری دنیا بھی بامراد شاد و کامیاب اور پسندیدہ زندگی گزارتے اور یہ ہر نیک و متقی انسان کا حق تھا جسے زمانہ رجعت میں وفا اور ادا کیا جانے والا ہے اس لئے فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٧ / ١٠١) وہ سب اپنی اپنی پسند کی زندگی اپنے اعمال کے مطابق گزاریں گے (٧ / ١٠١) اور ان کے اعمال کے ہر ذرہ کا اجر وہاں مل جائے گا (٧ / ١٠١) جو مودودی کو منظور نہیں لہٰذا انہیں اور ان کے ہم مذہب لوگوں کو هَاوِيَةٌ میں رہنا ہوگا ۔

۲۔ الفاظ کے مسلّمہ معنی کو بدل کر زمانۂ رجعت کو قیامت بنا لیا گیا ہے ۔ اب یہ دیکھئے کہ مودودی اینڈ کمپنی نے چوتھی آیت میں آئے ہوئے دو الفاظ ” اَلْفَرَاش اور اَلْمَبْثُوث کے معنی کیسے تبدیل کئے ہیں لہٰذا قارئین کو ایک مرتبہ پھر صبر کے ساتھ حق و باطل کافیصلہ کرنا پڑے گا ۔ اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے چند معنوی منزلیں طے کرنا پڑیں گی لہٰذا ۔ پہلے لغات القرآن سنیں: ۔

ا۔فِرَاشٌ واحد ہے اس کی جمع ”فُرُشٌ “ ہے اور فرش کے معنی اردو دان جانتے ہیں ۔

فِرَاشاً :”فرش جس کوبچھایا جاتاہے۔یعنی بستر اس کی جمع فُرُش ہے (٣ / ١) “ اور سنئے ” فُرُش “جمع ہے۔ فرش واحد ہے فرش،بستر (١٣۔١٤ / ٢٧) “ (لغات القرآن مولانا سید عبدالدائم جلد ۵صفحہ ۴۴)

۲۔ ان تینوں الفاظ ”فرش ۔فُرشُ اور فراش “ کے معنی مودودی کے قلم سے ؟؟

اب ہم قرآن کی آیات میں ان الفاظ کا استعمال اورمودودی کا ترجمہ پیش کریں گے ۔

(الف) فرش کے معنی بگاڑنے کے لئے علامہ کا مضحکہ خیز ترجمہ اور تشریح :

مودودی ترجمہ : ”مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کئے جن سے سواری و بار برداری کا کام لیا جاتاہے ۔اور وہ بھی جو کھانے اور بچھانے کے کام آتے ہیں۔“اس کی تشریح بھی سن لیں :

وَمِنَ ٱلْأَنْعَـٰمِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ ﴿١٤٢﴾ (انعام ۱۴۲ / ۶)

علامہ کی تشریح: ”۱۱۷۔ اصل میں لفظ ”فرش“ استعمال ہوا ہے ۔ جانوروں کو فرش کہنا یاتو اس رعایت سے ہے کہ وہ چھوٹے قد کے ہوتے ہیں اور زمین سے لگے ہوئے چلتے ہیں۔(خوب۔احسن) یا اس رعایت سے کہ وہ ذبح کے لئے زمین پر لٹائے جاتے ہیں، یا اس رعایت سے کہ ان کی کھالوں اور ان کے بالوں سے فرش بنائے جاتے ہیں۔“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۹۰)
علامہ کی یہ تشریح ایک لطیفہ ہے یا نہیں اس سے قطع نظر کر کے آخری جملہ میں فرش کے معنی فرش نوٹ کرلیں ۔

(ب) لفظ فرش کے صحیح معنی : مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ فُرُشٍۭ ﴿٥٤﴾ (رحمٰن ۵۴ / ۵۵)

مودودی ترجمہ : ”ایسے فرشوں پر تکیہ لگا کے بیٹھیں گے “(تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۲۶۸)

(ج) اب اسی لفظ فرش کے معنی نشست گاہوں کر دیئے: وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ (واقعہ ۳۴ / ۵۶)

مودودی ترجمہ : اور اونچی نشست گاہوں“(ایضاً۵صفحہ ۲۸۱)

قارئین نوٹ کریں کہ فرش پر بیٹھتے بھی ہیں مگر فرش کو ہرگز نشست گاہ نہیں کہا جاتا ۔ کیوں کہ نشست گاہ کہنے سے کسی کے سرمیں فرش کا تصور نہ آئے گا کیونکہ فرش پر بٹھانے کو زمین ہی پر بٹھانا کہا جاتا ہے ۔

(د) فرش کے پھر صحیح معنی : ” ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا ﴿٢٢﴾ البقرۃ: (۲۲ / ۲)

مودودی ترجمہ : ”وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۷)

یہاں یہ نوٹ کریں کہ فرش الگ ایک چیز ہے اور بچھانا ۔ یا بچھایا۔ الگ ایک کام ہے اور اس لفظ ” فِرَٰشًا “کے معنی کو نوٹ کرکے دوبارہ دیکھیں ۔

(ہ) فِرَٰشًا کو پھر دیکھیں ۔ وَٱلْأَرْضَ فَرَشْنَـٰهَا ﴿٤٨﴾ (ذاریات ۴۸ / ۵۱)

مودودی ترجمہ : ”زمین کو ہم نے بچھایا ہے “(تفہیم القرآن جِلد ۵صفحہ ۱۵۰۔۱۵۱)

یہاں علامہ نے فرش کے معنی بچھایا کر دیئے ۔ حالانکہ اللہ نے وہی بات فرمائی ہے جو سابقہ آیت (۲۲ / ۲) میں کہی تھی یعنی ”ہم نے زمین کو فرش بنایا ہے “

(و) اب آتے ہیں وہ معنی جو ان پانچوں معنی کے مخالف اور رجعت کو قیامت بنانے کے سلسلے میں ایجاد کئے ہیں ۔سنئے:

يَوْمَ يَكُونُ ٱلنَّاسُ كَٱلْفَرَاشِ ٱلْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ القارعة: (۴ / ۱۰۱)

مودودی کا اپنے ترجموں کے اورحقیقت کے خلاف ترجمہ : ”وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے“ (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۴۳۵)

یہاں دو باتیں نوٹ کریں اوّل یہ کہ لغات القرآن کے اور حقیقت کے مطابق لفظ ”فراش“واحد ہے یعنی اس کا غلط ترجمہ بھی ”ایک پروانہ “کرنا چاہیئے تھانہ کہ ”پروانوں“ جس کے لئے لفظ فراش کی جمع فرش ہونا چاہیئے جو آیت میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ لوگوں کو فرش کی جگہ پروانوں کا اژدھام بنا کر میدان حشر کا تصور پیدا کردیا جائے ۔ اور وہ ڈھول جو اس اژدھام کی دوڑ بھاگ سے اڑے گی لوگوں کی آنکھوں میں جھونک کر اس سورہ کا مقصد و منشاء بدل دیا جائے۔ لیکن مودودی اینڈ کمپنی کو یہ معلوم نہ تھا کہ قرآن کے ساتھ خانہ نشین و گوشہ نشین متبعینِ معصومین ان کی پول کھولنے کے لیئے ہرزمانہ میں موجودرہیں گے۔

(۲ ۔ الف) لفظ مَبْثُوث اور قریشی علما کے ترجموں کافراڈ ؟ آپ نے دیکھا کہ علامہ نے اور ان کے ہم جماعت علما نے لفظ ” مَبْثُوث “کا ترجمہ ”بکھرے ہوئے “کیا ہے۔ تاکہ پروانوں کے ساتھ بکھرے ہوئے لگا کر ایک ایسا انبوہ سامنے لایا جاسکے جوحیران و پریشان و خوفزدگی کی حالت میں مبتلا ہو اور اس طرح قیامت کا نظارہ دلوں میں بٹھایا جاسکے ۔ مگر اب

ہم اس لفظ کے معنی متعین کرنے میں علامہ کو ماخوذ کریں گے اور دکھائیں گے کہ انہوں نے لوگوں کو فریب دیا ہے چنانچہ قرآن اور مودودی سے اس لفظ کے صحیح معنی سننے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ "مبثوث" کا مادہ یا بنیاد "ب۔ث۔ث" ہے اور اس کا مصدر بثٌّ ہے اور اس کے معنی ہیں "نشو ونما" یعنی کسی چیز کو عدم سے وجود عطا کرنا پھر اسے ترقی کی راہوں پر چلانا چنانچہ لغات القرآن جلد دوم صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے: "بَثَّ سے مراد اللہ تعالیٰ کا ان جانوروں کو پیدا کرنا ہے جو پہلے موجود نہ تھے" اب آیات پڑھیئے علامہ کا ترجمہ دیکھئے: (۱) وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ﴿١٠﴾ (لقمٰن ۱۰ / ۳۱)

مودودی ترجمہ: (۱) "اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیئے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۱)

قارئین نوٹ کریں کہ لفظ مبثوث کے معنی بکھیرنا کئے گئے تھے لیکن یہاں اسی مصدر سے نکلنے والے لفظ کے معنی بکھیرنا کی جگہ پھیلانا کر لیئے ہیں پھیلانا کو باقاعدہ پختہ کرنے کے لیئے ایک دو مقام اور دیکھ لیں۔

(۲) خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ﴿١﴾ النساء: (۱ / ۴)

مودودی ترجمہ: (۲) "تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۱۹) یہاں بھی بَثَّ کے معنی پھیلانا کر دیئے ہیں۔

مودودی قرآن کے الفاظ و مطالب سے کھیلتے اور معنی بدلتے رہے ہیں۔

اب یہ دیکھیئے کہ مودودی نے قرآن کے الفاظ کو تماشہ بنا کر چھوڑا ہے:
(۳) وَهُوَ ٱلَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ ﴿٧٩﴾ : (مومن ۷۹ / ۲۳)

لفظ ذَرَاءَ کے معنی بھی پھیلانا کئے ہیں۔

مودودی: (۳) "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۴)

قارئین ہمیں بتائیں کہ کیا ان دونوں الفاظ بَثَّ اور ذَرَاءَ کے معنی پھیلانا ہیں؟ اور سنیں:
(۴) قُلْ هُوَ ٱلَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ ﴿٢٤﴾ (الملک ۲۴ / ۶۷)

مودودی مطمئن ہیں: (۴) "ان سے کہو کہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۱)

علامہ ہر فریب پر مطمئن ہیں۔

پھیلنے کے لئے ایک ایسا مقام جہاں نہ مودودی شرمائے اور نہ ان کے قاری چونکے۔ دیکھیئے:
(۵) وَهُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ مِنۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوا۟ وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُۥ ۚ وَهُوَ ٱلْوَلِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ خَلْقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٍ ۚ ﴿٢٩﴾ (شوریٰ ۲۹۔۲۸ / ۴۲)

(۵) "وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا اور وہی قابل تعریف ولی ہے۔ اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ زمین اور آسمان کی پیدائش اور یہ جاندار مخلوق جو اس نے دونوں جگہ پھیلا رکھی ہیں۔" (تفہیم ۴ صفحہ ۵۰۴) آپ کے سامنے دو مسلسل آیات ہیں اور دونوں میں دو مختلف المصدر الفاظ (وَيَنشُرُ اور بَثَّ) آئے ہیں۔ مگر مودودی کی ڈھٹائی اور اپنے مریدوں کی عقیدت پر اعتماد کی حد یہ ہے کہ تین مختلف المصدر و مختلف المعنی الفاظ کے معنی پھیلانا کر دیئے۔ اور ذرہ برابر پرواہ نہ کی کہ کوئی اعتراض کرے گا یا وجہ معلوم کرے گا تو وہ کیا جواب دیں گے؟ یعنی انہیں یقین کامل تھا کہ ان سے کوئی معارضہ نہیں کر سکتا۔

وہ الفاظ جن کے معنی واقعی پھیلنا کرنا چاہئیں ان کا مادہ "ن۔ش۔ر" ہے اسی سے لفظ منتشر بنتا ہے انتشار بنتا ہے اور اوپر کی مثال میں وَيَنشُرُ بھی اسی سے تھا۔ سورۂ جمعۃ میں فرمایا ہے کہ:
(۶) فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ﴿١٠﴾ الجمعۃ: (۱۰ / ۶۲)

مودودی کے لئے سب برابر ہے: (۶) ”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ“(تفہیم القرآن جلد۵صفحہ ۴۹۷)

مودودی قرآن کے الفاظ سے بازی گری میں یگانہ ہیں :

اور ایک مقام یہ بھی دیکھیں: وَٱلنَّٰشِرَٰتِ نَشۡرٗا ﴿۳﴾ (مرسلت۳/۷۷) ”اور اٹھا کر پھیلاتی ہیں“(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۰۹)
ان سات مثالوں میں قریشی علما کا وہ عمل درآمد پھر واضح ہوگیا جس کی وجہ سے ان پر قرآن کو مہجور کرنے کا جرم عائد ہوا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور جس کے ذریعہ سے انہوں نے معانی و مفاہیم بدل بدل کر قرآن کے حقائق کو جھٹلایا تھا۔ (انعام ۶۶ / ۶)

سورۃ القارعۃ نے کیا بتایا ہے ؟

قریش کو قومی ولایت و حکومت اور نظام مشاورت و اجتہاد کے نتیجے پر متنبہ کرتے ہوئے ان سے کہا گیا کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب تمہیں تمہارے دروازوں کو کھڑکا کر باہر نکالا جائے گا اور جھنجھوڑ کر رکھ دیا جائے گا (۳ تا ۱ / ۱۰۱) اور تمہارے کفن پوش جنازے اور اس طرح نشوونما دے کر رکھے ہوئے ملیں گے کہ یہاں سے وہاں تک ایک فرش معلوم ہوں گے (۴ / ۱۰۱) اور جنازوں کو نکالنے اور نشوونما دینے کے نتیجے میں متعلقہ پہاڑ اور چٹانیں نہایت نرم دھنکی ہوئی روئی یا اون کے ڈھیر بن کر رہ جائیں گے (۵ / ۱۰۱) اس کے بعد تم سے باقاعدہ حساب لے کر میزانیں قائم کی جائیں گی ۔ اور ان موازین کی روشنی میں جزا اور سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (۶ / ۱۰۱) (موازین خود انبیا و اوصیا علیہم السلام ہیں۔ کافی کتاب الحجت باب نکت و نتف حدیث نمبر ۳۶) چنانچہ وہ لوگ جو بے داغ نکلیں گے ان کو عمدہ اور پسندیدہ زندگی عطا کی جائے گی (۷ / ۱۰۱) اور وہ لوگ جو میزانوں میں نہ آسکیں گے (۸ / ۱۰۱) ان کو ایک ایسے پست ترین مقام میں رکھا جائے گا جو آگ سے لبریز خندق کے حصار میں ہوگا (۱۰۔۱۱ / ۱۰۱) جس کی تپش ایسی ہوگی کہ حصار کے اندر والے لوگ گویا کہ خندق کے اندر ہوں گے یہ فرق نوٹ کریں کہ جو لوگ براہ راست آگ کے گڑھے یا آگ کی خندق میں پھینک دیئے جائیں گے ان کے لئے دوباتیں مستقلاً سمجھ لیں ۔ اوّل یہ کہ وہ خندق یا کھائی (ھاویہ) جہنم نہیں ہے مگر آگ اس میں دنیاوی بھی ہوسکتی ہے جیسے نمرودنے حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ سے لبریز گڑھا بنوایا تھا جسے قرآن میں جحیم بتایا گیاہے (صافات ۹۷ / ۳۷) اس میں اسی دنیا کی آگ تھی۔ اسی طرح زمانۂ رجعت میں دنیاوی آگ بھی استعمال ہوگی اور جہنم کی آگ سے بھی کام لیا جائے گا چنانچہ جن لوگوں کو جلانے کی سزا دی جائے گی وہ جہنم کی طرح کے گڑھوں جحیم ،سعیر یا ہاویہ میں جلائے جائیں گے ۔ دوم یہ فرق نوٹ کریں کہ جرائم کی تحقیق و تفتیش کے دوران مجرموں کو اذیت خیز مقامات میں رکھا جائے گا ۔ وہ مقامات بھی جہنم نہیں ہوں گے جیسا کہ اس سورہ میں هَاوِيَه جہنم نہیں ہے وہاں آگ سے جلانا مقصود نہیں بلکہ اذیت سے رکھنا مطلوب ہے اس کی تفصیل(سورۂ واقعہ ۴۴ تا ۴۲ / ۵۶) میں گزری ہے ۔جہاں مخالف گروہ (اصحاب الشمال)کے ساتھ یہ سلوک بتایا ہے کہ : ”انہیں لُو کی لپٹوں میں رکھا جائے گا (فِي سَمُومٖ وَحَمِيمٖ ﴿۴۲﴾) کھولتے پانی کی بھانپ (STEAM) (وَظِلّٖ مِّن يَحۡمُومٖ ﴿۴۳﴾) اور کالا دھواں ان پر چھوڑا جائے گا (لَّا بَارِدٖ وَلَا كَرِيمٍ ﴿۴۴﴾) یہ سب کچھ نہ ٹھنڈ پہنچائے گا نہ کرم کرے گا۔“
لیکن جب مقدمات مکمل ہوجائیں گے اورجرم عائد کردیا جائے گا تو ان کو متعلقہ سزائیں دی جائیں گی ۔ یہاں تک کہ موت واقع ہو جائے پھر قیامت کے صور پر اٹھائے جانے تک زمین کو سپرد کر دیا جائے گا ۔ یہ رجعت کا دور کہلاتا ہے ۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲

غافل کیا تم کو چاہ بہتات کی نے یہاں تک کہ ملو تم قبروں سے

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴

ہر گز نہ یوں البتہ جانو گے تم پھر ہر گز نہ یوں شتاب جانو گے

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ

ہر گز نہ یوں کاش کہ جانو تم جاننا یقین کا البتہ دیکھو گے تم

الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷

دوزخ کو پھر البتہ دیکھو گے تم اس کو دیکھنا یقین کا

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

ع ۸ / ۲۷

پھر البتہ پوچھے جاؤ گے تم اس دن نعمتوں سے

(۱) تمہیں آسودہ حال کرنے والی ہر چیز کی کثرت کے حصول نے اپنے اندر ایسا منہمک کر رکھا ہے ۔(۲) کہ قبرستان کی زیارت کرنے اور مرُدوں میں شامل ہونے سے پہلے تمہیں اور کچھ نہیں سوجھتا۔ (۳) یہ رویہ ہر گز برقرار نہ رہے گا عنقریب تمہیں اس کا خمیازہ معلوم ہونے والا ہے ۔ (۴) پھر سنو کہ تمہارا عملدرآمد چلنے والا نہیں عنقریب تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ (۵) تمہارے مفروضے کے مطابق ہر گز نہیں اگر تم نے علم الیقین سے معلوم کیا ہوتا تو ۔(۶) تم، ضروری تھا کہ آگ سے لبریز دھکتے ہوئے گڑھے کو بھی دیکھ چکے ہوتے (۷) پھر یہ بھی سن لو کہ تم جحیم کو اپنی ان آنکھوں سے ضرور دیکھو گے اور وہاں کے قیام میں عین الیقین حاصل ہونا ہی ہے ۔ (۸) پھر یہ بھی سمجھ رکھو کہ اس دن وہاں تمہیں مواخذہ کے دوران مخصوص نعمتوں پر بھی جوابدہ ہونا پڑے گا۔

تشریحات سورۂ تکاثر :

ا۔ پہلی ہی آیت کے دو الفاظ قریش کے تمام مقاصد اور ظاہری و باطنی رویہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ قریش تازیست، نسلاً بعد نسل، ہر اس چیز کی کثرت حاصل کرنے میں منہمک وغرق رہیں گے جو ان کے عیش و آسودہ حالی میں دن دونا رات چوگنا اضافہ کرتی چلی جائے مثلاً مال و دولت، وسائلِ قوت و اقتدار، افرادی طاقت یعنی افواج، افواج کے لئے اسلحہ و سامان جنگ، اونٹ گھوڑے، گاڑیاں راشن اور وردی تاکہ سورۂ بقرہ (۲۰۵ - ۲۰۴ / ۲) میں مذکوران کی پالیسی پروان چڑھتی چلی جائے اور ایک دن پوری دنیا پر انہیں تسلط حاصل ہوجائے اور دنیا کی تمام اقوام و مذاہب ان کے زیر نگین آ کر ان کے اشاروں پر ناچتی رہیں ۔ پہلے انہوں نے چاہا کہ رسولؐ اللہ اسلام کی اس تعبیر پر متفق ہو جائیں جو قریش کا عظیم الشان لیڈر رسولؐ کے سامنے بیان کرتا رہتا تھا اور جس پر وہ اللہ کو گواہ کرکے رسولؐ کو یقین دلانا چاہتا تھا ۔ اور آنحضرتؐ بھی اس کی تعبیرات کو پسند فرمانے لگے تھے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) مگر اللہ نے اس لیڈر کی پالیسی اور مقصد کو واضح کرکے رسولؐ اللہ کو منع کر دیا (۲۰۵ / ۲) اس کے بعد قریش نے رسولؐ کی حکومت اور دین پر قبضہ کرنے کی پالیسی بنالی اور عہد رسولؐ ہی میں قوم کو ایسی راہوں پر چلایا کہ حضورؐ کے انتقال پر اسلام اور مسلمانوں کے سربراہ و خلیفہ بن بیٹھے ۔ اور دنیا میں قرآن کی پیشنگوئی (۲۰۵ / ۲) کے مطابق قتل وغارت اورلوٹ مار کرکے

وہ تمام سامان جمع کرلیا جسے اللہ نے یہاں اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ فرمایا ہے۔ قریش کو قرآن میں باربار دنیا پرست کہا گیا یہ بھی کہا گیا کہ تم نے تو اسلام اختیار ہی اس لئے کیا ہے کہ تمہیں ساری دنیا مل جائے (مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا. سورہ آل عمران ۱۵۲ / ۳) چنانچہ وفات رسولؐ کے بعد ابھی دس بارہ سال بھی نہ گزرے تھے کہ قریش میں کروڑ پتی لوگوں کی کثرت موجود تھی۔ وہ نماز پڑھتے تھے تو دولت کے لئے روزے رکھتے تھے تو بچت کے لئے اور جہاد کرتے تھے تو لوٹ مار اور مال غنیمت کے لئے۔ مال غنیمت اور لوٹ مار سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کی بھی فکر نہ رہتی تھی (وَعَصَيْتُم مِّنۢ بَعۡدِ مَآ أَرَىٰكُم مَّا تُحِبُّونَ. آل عمران: ۱۵۲ / ۳) ان سے کہا جا رہا ہے کہ (مودودی کا ترجمہ) ”تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۴۲) (التکاثر ۱ / ۱۰۲)

۲۔ قریش کو خاص طور پر ایک باز پرس سے دوچار ہونے اور اسی دنیا میں جحیم میں مبتلا ہونے کی خبر دیدی گئی۔

قریش کے خود ساختہ مذہبی نتائج کو غلط قرار دیتے ہوئے انہیں یہ بتایا گیا کہ دنیا کے اموال و وسائل کا حاصل کرلینا اسلام کی غرض و غایت نہیں ہے تمہیں اپنے اس عقیدے اور تصور کی غلطی بہت جلد معلوم ہوجائے گی (۴۔۳ / ۱۰۲) پھر ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اسلام کے نتائج اور اعمال کی جزا کا پتہ علم الیقین کے ذریعہ سے لگایا ہوتا تو تمہیں وہ آگ سے لبریز گڑھا ضرور نظر آجاتا جو تمہارے ایسے عقائد و اعمال والے لوگوں کی آؤ بھگت کیلئے تیار کیا ہوا ہے (۶۔۵ / ۱۰۲) بہرحال تم اپنے طریقہ پر چلتے رہو تم کو جحیم سے دوچار ہونا ہی پڑے گا اور وہاں کے قیام میں تمہیں تجربہ سے عین الیقین حاصل ہوجائے گا (۷ / ۱۰۲) اور اسی قیام کے دوران تم سے مخصوص نعمتوں کے متعلق بھی ضرور سوالات و باز پرس اور مواخذہ ہوگا۔

(۲۔ الف) قریش سے زمانہ رجعت میں باز پرس اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حقوق غصب کرنے پر سزا کا ثبوت۔

یہ سورہ درحقیقت قریش کو زمانۂ رجعت کے مواخذہ اور سزا سے ڈرا کر غلط کاری سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ اور آخری دو آیات (۸۔۷ / ۱۰۲) میں لفظ ثُمَّ (پھر اس کے بعد) یہ ثابت کرتا ہے کہ قریش جحیم کو عین الیقین کی حد تک بھگتیں گے۔ یعنی اس کی تپش اور شدت میں رہیں گے پھر اس رہائش کے بعد مواخذہ و بازپرس وقوع میں آئے گی۔ اس سے دونوں حقیقتیں ثابت ہوجاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جحیم جہنم نہیں ہے بلکہ ویسا ہی آگ کا گڑھا ہے جیسا کہ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے تیار کرایا تھا (صافات ۹۷ / ۳۷) دوم یہ کہ یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں پہلے باز پرس ہوگی اس کے بعد جہنم میں داخلہ ہوگا لیکن یہاں پہلے جحیم میں داخلہ اور وہاں کا تجربہ کرنا ہے پھر مواخذہ ہونا ہے (۸۔۷ / ۱۰۲) چنانچہ آیت کے اس لفظ ثُمَّ کو مودودی نے اپنے عقائد کے لئے خطرہ سمجھا اور بروقت وخوب سمجھا۔ لہٰذا اس لفظ ”ثُمَّ“ کے مقام وقوع اور اس کے نتیجے کا انکار خود ساختہ روایات کے سہارے یوں کیا کہ: ”اس فقرے (۸ / ۱۰۲) میں ”پھر“ کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے کہ ”دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جواب طلبی کی جائے گی۔“ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ”پھر یہ خبر بھی ہم تمہیں دیئے دیتے ہیں کہ تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا“ اور ظاہر ہے کہ یہ سوال عدالت الٰہی میں حساب لینے کے وقت ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ متعدد احادیث میں ...“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۴۴)

(۲۔ ب) مودودی نے تقریباً ہمارے ترجمہ اور تشریح کا اقرار کرلیا ہے؟؟

علامہ کے اس انکار کا سبب صاف دکھائی دیتا ہے۔ وہ چونکہ قریشی پالیسی کے ماتحت زمانۂ رجعت اور رجعت میں مواخذہ اور جزاو سزا کو نہیں مانتے اس لئے وہ جحیم و سعیر وغیرہ کو بلا قرآن کی دلیل کے جہنم کہتے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے آیت (۷ / ۱۰۲) سے یہ مان لیا کہ متعلقہ لوگ پہلے جحیم میں یعنی بقول ان کے جہنم میں داخل ہوچکیں گے اور جہنم میں داخلے کے بعد واقعی کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اس لئے انہیں یہ کہنا پڑا کہ اس ”پھر“ یعنی ثُمَّ کا مطلب یہ نہیں کہ جہنم میں داخلہ کے بعد مواخذہ ہوگا۔ لیکن جب قرآنی دلیل (صافات ۹۷ / ۳۷) سے یہ ثابت ہے کہ جحیم جہنم نہیں ہے تو علامہ کا مغالطہ واضح ہوگیا۔ یعنی بات جہنم میں داخلے کے بعد مواخذہ کی نہیں ہے بلکہ جحیم میں داخلہ کے بعد مواخذہ کی بات ہو رہی ہے لہٰذا اس ”پھر“ کا یا

ثُمَّ کا یہی مطلب ہے کہ قریش کو پہلے جحیم میں قیام کرایا جائے گا تاکہ وہ جہنم کی لذت کو محسوس کریں اور اسی قیام کے دوران ان سے باز پرس ہوگی اور عدالت الٰہیہ میں مقدمہ کی سماعت ہوگی اور سماعت ایسی ہستی کرے گی جو گواہوں کے، مدعی اور مدعا علیہ کے سامنے موجود ہو اور ظاہر ہے کہ وہ امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے جو قائم مقام و نائبِ خداوندی ہیں۔ اور جن کی عدالت اور فیصلے اللہ کی عدالت اور فیصلے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سورۂ تکاثر رجعت پر حکم لگاتی ہے۔

(۲۔ ج) معصومینؑ کی تفسیر و احادیث سے بھی ہماری تشریحات ثابت ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس سورہ میں دو مرتبہ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے آنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا تھا کہ:

"تمہیں ایک مرتبہ زمانۂ رجعت میں یقین حاصل ہو گا اور دوسری دفعہ قیامت میں۔"

احادیث کی تفصیلات کو اس اصول کے ماتحت رکھ کر بات سمجھ لیں کہ آیت (۸ / ۱۰۲) میں جن نعمتوں پر سوال اور مواخذہ ہو گا وہ ان نعمتوں سے متعلق نہیں ہوسکتا جو اللہ نے اپنے فضل وکرم و ضروریات زندگی کے لئے پیدا کی ہیں مثلاً ہوا، پانی، زمین، آسمان دریا سمندر بارشیں موسمیں اور غذائیں وغیرہ وغیرہ اور اس کی دلیل خود آیت میں لفظ "النَّعِيْمِ" ہے یعنی تمام نعمتوں پر مواخذہ نہیں بلکہ خاص نعمتوں پر مواخذہ اور جزا و سزا ہونا ہے اور وہ نعمتیں محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم اور ان حضرات کی تعلیمات اور ان کا وجود ہیں (کتب احادیث) اور یہی بات امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام اعظم ابو حنیفہ کے جواب میں بھی فرمائی تھی۔ اگر مترجمین قرآن کے الفاظ کی پابندی سے ترجمہ کردیتے تو کسی بھی تشریح کی ضرورت نہ رہتی۔ آپ کسی بھی عربی دان کو روک کر دریافت کریں کہ ۱۔ نَعِيْم اور النَّعِيْمِ میں کیا فرق ہے۔ ۲۔ انسانٌ اور الْاِنْسَانَ کے معنی بتائیے؟ ہر شخص صحیح جواب دے گا لیکن جیسے ہی قرآن کی بات ہوگی۔ فوراً اپنے مذہب و مسلک کی عمارت کو گرنے سے بچانے کے لئے وہی صحیح معنی بدل دیں گے۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین (۳) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَ الْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِيْنَ

قسم ہے عصر کی تحقیق آدمی البتہ بیچ زیان کے ہے مگر جو لوگ کہ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا

ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں

بِالْحَقِّ ۙ۵ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ع

ساتھ حق کے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں ساتھ صبر کے

ع ۲۸

(۱) قسم ہے ایک خاص زمانے کی۔ (۲) یقیناً انسانوں کا یہ خاص گروہ ضرور خسارہ میں رہے گا۔ (۳) سوائے ان لوگوں کے جو اُس خاص زمانے کو مانتے ہیں اور متعلقہ اصلاحی اعمال بجا لاتے ہیں اور یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کو مجسم حق اور مجسم صبر کی تائید کی وصیت کرتے ہیں۔

تشریحات سورۂ عصر:

ا۔ یہ سورہ سیدھے سادے الفاظ میں عصر و صاحبُ العصر اور ان کے ماننے والوں پر دلیل ہے۔

جیسا کہ بار بار عرض کیا جاتا رہا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور ان کی فطری ترتیب یا نحو کو الٹ پلٹ کئے بغیر اگر معنی کئے جائیں تو قرآن کریم سے خالص حق برآمد ہونا لازم ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ قریشی حکمت عملی قریشی مذہب اور اس کی خود ساختہ تاریخ و روایات آڑے آجاتی ہے اور مترجم کو اپنا مذہب خطرے میں نظر آنے لگتا ہے۔ لہٰذا وہ ادھر ادھر دیکھ کر چپکے سے معنی بدلتا ہے مقاصد و مراد میں الٹ پھیر کرتا ہے۔ اور قرآن سے وہ کچھ کر دکھاتا ہے جس کا اللہ و رسولؐ اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ یار لوگوں نے لفظ والعصر سے نمازِ عصر کی قسم بھی مراد لی ہے۔ مودودی نے اس سے ہر ہر زمانے کی قسم مراد لیا ہے۔ یعنی لفظ عصر اور العصر میں فرق کو غائب کرکے ان کا کام چلتا ہے۔ بہرحال اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ:

”وہ تمام انسان خسارہ سے محفوظ رہتے ہیں جو ایمان لائیں اعمال صالحہ بجا لائیں اور الحق اور الصبر کی وصیت کریں۔“

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ ”وہی ایمان لانا ہے“ جو منافقوں کے لئے بھی قرآن میں مذکور ہوا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ (سورۂ نسا ۱۳۶ / ۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سورہ میں نہ ایمان لانے کی کوئی خصوصیت ہے نہ کسی خاص قسم کے اعمال کا ذکر ہے نہ کسی حق کی تخصیص ہے نہ صبر کی خصوصیت یا مقدار کی شرط ہے یعنی ہر قسم کا مومن ہر قسم کا صالح شخص اور کسی بھی حق اور صبر کی وصیت کرنے والے لوگ کبھی بھی گھاٹے یا خسارے میں نہ رہیں گے اور یہ بات اتنی غلط ہے کہ اس پر کسی بحث اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے سارے علما و عوام ایمان و عمل صالح اور حق و صبر کے دعویدار ہیں اور تمام مسلمان کھلے کھلے خسارے پستی ذلت ناکامیوں اور نامرادیوں میں مبتلا ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مسلمان دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب کے سامنے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ اور سب کی سرپرستی اور مدد کے محتاج ہیں۔ یعنی لفظ وَٱلۡعَصۡرِ کو صحیح مقام نہ دینے سے سورہ کا دعویٰ غلط ثابت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھ لیں کہ اللہ نے ایک خاص زمانہ کی قسم کھائی ہے نہ کہ ہرزمانے کی۔ پھر جس طرح اللہ نے فرمایا تھا کہ:

”نٓ ۚ وَٱلۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُونَ ۝١ (القلم ۱ / ۶۸)“

”قسم ہے مخصوص قلموں کی اور اس سامان کی جو وہ سطروں کی صورت میں لکھتے ہیں۔“یہاں در حقیقت قسم ان لوگوں کی کھائی گئی ہے جو ان قلموں سے عبارت نگاری کرتے ہیں۔ یہی بات یہاں والعصر میں موجود ہے کہ قسم اس ہستی کی بھی کھائی گئی ہے جو اس خاص زمانہ کا صاحبؑ یا سربرؔاہ ہے یعنی قسم کھائی گئی ہے حضرت حجت امام العصر و الزمان قائم قیامت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور اس زمانہ کی جو ۳۲۹ ہجری سے شروع ہو کر زمانۂ غیبت، زمانۂ ظہور، زمانۂ رجعت اور قیامت پر مشتمل ہے۔ چنانچہ ان کی غیبت خود ایک عظیم الشان نقصان ہے اور خسارہ ہے۔ جولوگ اللہ کی نظر میں نقصان اورخسارہ میں نہیں ہیں وہ، وہ لوگ ہیں جو امام العصر والزمان علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور زمانۂ غیبت سے متعلق اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور مرنے سے پہلے اگلی نسل میں وصیت کو جاری کرتے رہتے ہیں۔ اور ظہورِ حضرت حجت علیہ السلام کے انتظار میں ہر قربانی کرتے رہنے پر کاربند رہتے ہیں۔ اور خسارہ میں وہ لوگ ہیں جو یا تو غیبت اور امامؑ آخر الزمان کو مانتے ہی نہیں یا مانتے تو ہیں مگر غیبت کے متعلق فرائض سے واقفیت حاصل نہیں کرتے اور نہ اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور صرف برائے نام ایک زیارت پڑھ کر فارغ ہوجاتے ہیں۔ زندگی کے پورے پروگرام میں اور رسوم و رواج حتّٰی کہ دینی اعمال میں بھی کہیں امامؑ آخر الزمان کا نہ ذکر ہے نہ کوئی گنجائش رکھی ہے۔ نماز روزہ اور حج اور دیگر تمام عبادات کو امامؑ آخر الزمان کے وسیلے کے بغیر مکمل اور قابل قبول سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ ان سے بھی بدتر ہیں جو سرے سے غیبت و امامؑ زمانہ کو نہیں مانتے۔ ہم ان دونوں گروہوں سے برأت کا اعلانیہ اظہار کرتے ہیں۔

سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃِ

سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ تِسۡعُ اٰیَاتٍ

سورۂ ھُمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں نو (۹) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۙ ﴿۱﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ

وائے ہے واسطے ہر عیب کرنے والے کے جس نے اکٹھا کیا مال اور

عَدَّدَہٗ ﴿۲﴾ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ﴿۳﴾ کَلَّا

گنا کیا اس کو جانتا ہے یہ کہ مال اس کا ہمیش رکھے گا اس کو ہر گز نہیں

لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ﴿۵﴾ نَارُ

یوں البتہ ڈالا جاوے گا بیچ حطمہ کے اور کیا جانے تو کیا ہے حطمہ آگ ہے

اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ﴿۶﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ﴿۷﴾ اِنَّہَا

اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جو چڑھ آتی ہے اوپر دلوں کے تحقیق وہ

عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ﴿۸﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾

اوپر ان کے دروازے بند کی ہوئی بیچ ستونوں کھنچے ہوئے کے

ع ۹ / ۲۹

(۱) بربادی ہے اس کی جو طعن و طنز سے اُبھارنے اور پس پشت عیب جوئی سے اہانت کرنے کا خُوگر ہے۔ (۲) جس نے مال و دولت جمع کی اور گن گن کر رکھتا رہا۔ (۳) اس نے یہ حساب لگایا ہے کہ اس کا مال و دولت اسے دنیا میں ہمیشہ نیک نام رکھیں گے۔ (۴) معاملہ اس کے حساب کے مطابق نہ ہوگا بلکہ ہم تو انہیں روند ڈالنے والی کے اندر پھینک دیں گے۔(۵) اور آپؐ کو کس دلیل سے معلوم ہو گیا کہ حطمہ کیا ہے ؟(وچہ چیز مطلع ساخت تُرا کہ چیست حطمہ؟ ولی اللہ) (۶) وہ جگہ جہاں اللہ کی سلگائی ہوئی ایسی آگ ہے (۷) جو کہ مجرموں کے دل ودماغ و روح پر طلوع رہتی ہے۔(۸) یقیناوہ آگ مجرموں کے لئے ڈھک کر بندرکھی ہوئی ہے۔(۹) بہت اونچے اونچے ستونوں سے گھرے ہوئے ہوں گے۔

تشریحات سورۂ ھُمزہ:

ا۔ آیات (۳تا۱/ ۱۰۴) میں قریش کے لیڈروں کی اجتماعیت کا راز بتا کر ان کی ہوسِ مال و زر کی مذمت کی گئی ہے۔

سابقہ سورت میں یہ بتایا تھا کہ قریش ساری دنیا کے مالی وسائل و اقتدار سمیٹنے میں کوشاں رہیں گے۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ دنیا میں نیک نامی اور مستقل عزت کا معیار اموال کو سمجھتے تھے یعنی جس کے پاس جتنا زیادہ مال ہو گا اس کے چاروں طرف دعا دینے والوں اور مدح و ثنا کرنے والوں کا اتنا ہی بڑا مجمع رہے گا اور یوں اس کو عالمی شہرت ملے گی اور اس کا نام زندہ رہے گا۔

(۱۔ الف) قریش طعن وطنز و تشنیع اور عیب جوئی سے اتحادواتفاق اورعداوت و انتشار پھیلاتے تھے۔

پہلی ہی آیت یہ بتاتی ہے کہ قریشی دانشور اور ان کے سرمایہ دار آپس کے قومی اتحاد و یک جہتی کو بحال رکھنے کے لئے بھی اور دوسری اقوام میں پھوٹ ڈالنے انتشار پھیلانے اور لوگوں کو آپس میں لڑانے کے لئے بھی طعن و طنز و تشنیع اورعیب جوئی کے حربے استعمال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قریشی مومنین سے علامہ مودودی کے ترجمہ کی رو سے یہ کہا گیا تھا کہ:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ(مرد مذاق اڑانے والوں سے۔احسنؔ) ان

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا

سے بہتر ہوں ، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں ۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو (لَا تَلۡمِزُوٓا۟) اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو"(حجرات ۱۱ / ۴۹ تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۸۴-۸۵)

مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرًا مِّنۡهُنَّ وَلَا تَلۡمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلۡأَلۡقَٰبِ ﴿١١﴾ الحجرات: (۱۱ / ۴۹)

(۱۔ب) قریشی علما و لیڈر اسلام لانے کے بعد مومن ہو کر کلمہ کفر کہنا اور مسلمانوں اور رسولؐ کو چڑانا جائز سمجھتے تھے

سورۂ توبہ کی آیات ۷۴ تا ۷۹ پڑھیں جس میں آپ کو قریش کے اسلام اور ایمان کی قسم کا پتہ چلے گا اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوگا کہ قریشی لیڈر ان لوگوں کو بد دل کرنے کے لئے طعن و تشنیع کا حربہ استعمال کیا کرتے تھے جو رسولؐ کی سو فیصد اطاعت کرتے تھے علامہ کا ترجمہ کافی ہوگا ۔ سنیئے :

"جو برضا و رغبت دینے والے مومنین کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہ خدا میں دینے کے اس کے سوا کچھ نہیں جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کرکے دیتے ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

ٱلَّذِينَ يَلۡمِزُونَ ٱلۡمُطَّوِّعِينَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ فِى ٱلصَّدَقَٰتِ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهۡدَهُمۡ ﴿٧٩﴾ التوبۃ:(۷۹ / ۹)

اور قریشی لیڈر خود رسولؐ پر بھی طعن و طنز کرتے رہتے تھے ۔

وَمِنۡهُم مَّن يَلۡمِزُكَ فِى ٱلصَّدَقَٰتِ ﴿٥٨﴾ التوبۃ: (۵۸ / ۹)

مودودی: "اے نبیؐ ان میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں تم پر اعتراضات کرتے ہیں"(ایضاً صفحہ ۲۰۳)

قارئین یہ دیکھیں کہ سورۂ ھمزہ کی پہلی آیت کا دوسرا لفظ لُّمَزَةٍ ہے اور یہاں تک تین آیتوں سے (۱۱ / ۴۹ ، ۷۹ / ۹ ، ۵۸ / ۹) سے ثابت ہوا کہ طعن و طنز وغیرہ قریشی مسلمانوں کی عادت تھی ۔ ان تینوں آیات میں اسی لفظ کو استعمال کیا گیا ہے یہ ہم نے اس لئے دکھانا ضروری سمجھا ہے کہ قارئین یہ یقین کرلیں کہ اس سورہ میں بھی قریشی مسلمانوں کا ذکر ہو رہا ہے ۔ رہ گیا پہلی آیت کا پہلا لفظ ھمزۃ اس کے معنی کے متعلق قریشی بکواس سے قطع نظر کرکے یہ سمجھ لیں کہ اس کے معنی ہیں "کسی کام پر ابھارنا، اکسانا، انگیخت کرنا" چنانچہ قرآن کا صرف ایک مقام کافی ہے سنئے :

مودودی ترجمہ: "اور دعا کرو کہ پروردگارا میں شیاطین کی اکساہٹ سے تیری پناہ مانگتا ہوں "(مومنون ۹۷ / ۲۳) تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنۡ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٩٧﴾

لفظ ھمزۃ کے صحیح معنی معلوم ہو جانے کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قریش لوگوں کو کسی کام پر ابھارنے یا اکسانے کے لئے طعن و طنز و عیب جوئی سے کام لیا کرتے تھے اور اللہ نے سورۂ ھمزۃ میں ان کی بربادی کا ذکر کیا ہے پھر ان کے دولت بٹورنے اور ذخیرہ کرنے کی بات ہوئی ہے اور آخر انہیں بتا یا گیا کہ وہ سب ٱلۡحُطَمَةِ میں پھینکے جائیں گے ۔

۲۔ آیات (۹ تا ۴ / ۱۰۴) میں قریش کی قیام گاہ کی تفصیلات اور دلوں کے اندر تپش پہنچانے کا ذکر ہے ۔

جن حضرات کی نظر ہماری تشریحات پر جمی ہوئی ہے وہ تو بلا کسی الجھن کے یہ سمجھ جائیں گے کہ یہاں قریش کے ساتھ اس سلوک کا ذکر ہو رہا ہے جو زمانۂ رجعت میں ان کے ساتھ ہونا ہے۔ لیکن جو حضرات اچانک اسی سورہ کو پڑھیں گے وہ اپنے سابقہ تصورات کو سامنے رکھ کر الجھ جائیں گے ۔یہاں جو چیز راہ میں رکاوٹ بنے گی وہ لفظ ٱلۡحُطَمَةِ کا قریشی خود ساختہ ترجمہ ہے۔

(۲ ۔ الف) قریشی علما کو جہنم بہت پیارا ہے حقائق کو چھپانے کے لیئے حطمہ کو زبردستی جہنم بنالیا گیاہے ۔

چنانچہ مودودی صاحب نے حُطَمَة کے صحیح معنی جانتے ہوئے اسے جہنم بنا کر قرآن پڑھنے والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کی توجہ رجعت کے مواخذے اور جزا و سزا سے ہٹا دی ہے دیکھئے : "اصل میں لفظ حُطَمَة استعمال کیا گیا ہے "جو حطم "سے ہے اور حطم کے معنی "توڑنے ، کچل دینے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے" کے ہیں۔ جہنم کا یہ نام (حُطَمَة) اس لئے رکھا گیا ہے کہ جو چیز بھی اس میں پھینکی جائے گی اسے وہ اپنی گہرائی اور اپنی آگ کی وجہ سے توڑ کر رکھ دے گی۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۵۹)

(۲۔ب) قرآن نے کہیں بھی جہنم کا نام حطمہ نہیں رکھا ہے۔ جہنم میں ہر چیز کا چورا ہو جانا قرآن سے ثابت نہیں۔

علامہ کا یہ بیان ایک قیاسِ باطل ہے پورے قرآن میں یہاں سے وہاں تک ایک بھی آیت ایسی نہ ملے گی جس میں۔ ا۔ جہنم میں داخل ہونیوالی ہر چیز کا چورا ہو جانا دکھایا جاسکے یا۔ ۲۔ جس میں یہ کہا گیا ہو کہ جہنم کو حُطَمَۃ بھی کہتے ہیں یا یہ کہ جہنم کا ایک نام حطمہ بھی ہے۔ اور جب قرآن مودودی کا ماخذ نہیں تو یقیناً شیطان ان کا ماخذ ہو گا۔

حطمۃ کے معنی صرف روندنا ہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا یا توڑنا حطمہ کے معنی ہرگز نہیں۔

بہرحال یہ بھی نوٹ کرلیں کہ علامہ نے حطمہ کے دو معنی غلط اور تقریباً صحیح یا صحیح کے قریب قریب بتائے ہیں۔ لیکن سو فیصد صحیح معنی ہیں روندنے والی۔ اس لئے کہ توڑنا اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہاتھوں کا کام ہوتا ہے۔ اور روندنا پیروں سے کیا جاتا ہے آیت سنیئے اور دیکھئے کہ وہاں حطمہ کے مصدر سے مضارع استعمال ہوا ہے۔

قَالَتۡ نَمۡلَةٌ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّمۡلُ ٱدۡخُلُواْ مَسَـٰكِنَكُمۡ لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمَـٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ﴿۱۸﴾ (النمل ۱۸ / ۲۷)

"ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو تم اپنے اپنے ٹھکانوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کی فوجیں تمہیں روندتی چلی جائیں اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔"

لہٰذا معلوم وثابت ہوا کہ قریشی گروہ کو کسی روندنے والی جگہ میں رکھا جائے گا۔"(۴ / ۱۰۴)

رسولؐ اللہ سے ایسا سوال جس میں "وَمَآ أَدۡرَىٰكَ" استعمال ہوا ہے ان کے فطری علم کا پتہ دیتا ہے۔

قریش کے قیام کی جگہ ٱلۡحُطَمَةِ بتاتے ہی وضاحت کے لئے آنحضرتؐ سے وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا ٱلۡحُطَمَةُ ﴿۵﴾؟ (۵ / ۱۰۴)
سوال ہوا کہ: "اور آپؐ کو ٱلۡحُطَمَةُ کا ادراک کیسے ہو گیا"؟

مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ ٱلۡحُطَمَةُ کو جانتے ہیں اس لئے سوال یہ ہے کہ۔ وہ کون سی دلیل یا وسیلہ یا ذریعہ ہے جس کے ذریعہ سے تمہیں معلوم ہوا ہے؟ یہی مطلب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے فارسی ترجمے میں لکھا ہے کہ "چہ چیز مطلع ساخت ترا..." یعنی "وہ کون سی چیز ہے جس نے تمہیں مطلع کیا؟" وہ مترجمین دشمنان محمدؐ ہیں جو ایسے سوالات کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ "اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ؟ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۵۸)
یعنی ترجمہ اس انداز سے کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ معاذ اللہ جاہل معلوم ہوں۔

ٱلۡحُطَمَةُ کیسی جگہ ہے؟ اس کے اندرونی حالات؟

رسولؐ سے سوال کے بعد لوگوں کو بتایا گیا کہ ٱلۡحُطَمَةُ ایسی جگہ ہے جہاں پر بلند ستونوں پر ایک عمارت ہے جس کے اندر اللہ کی اپنی سلگائی اور بھڑکائی ہوئی آگ بند کرکے رکھی گئی ہے۔ تاکہ اس آگ سے مجرمین کو اذیت پہنچتی رہے اور اس آگ کی تپش سارے بدن کے اندر عموماً اور اعضائے رئیسہ، قلب و ذہن تک سرایت کرتی رہے۔ یہی کچھ مودودی کے ترجمے سے ثابت ہوتا ہے ان کا ترجمہ پڑھیئے:

مودودی کا ترجمہ بھی حطمہ کو جہنم نہیں بنا سکتا ہے۔

"اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۵۸ آیات ۶ تا ۹)

قرآن کے الفاظ اور ترجموں سے ٱلۡحُطَمَةُ جہنم نہیں ہے۔

جہنم کو قرآن میں بلند ستونوں پر قائم جگہ ہرگز نہیں کہا گیا ہے۔ پھر جہنم میں کسی چھت یا گنبد دار جگہ کا کہیں ذکر نہیں ہوا ہے۔ اور ٱلۡحُطَمَةُ میں استعمال ہونے والی آگ کو کہیں بھی جہنم والی آگ نہیں فرمایا ہے۔ "نار اللہ" کہنے سے صاف واضح ہے کہ یہ آگ اللہ کی آگ ہے اور اللہ نے خود سلگائی اور بھڑکائی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ آگ سلگانے اور اس کو شعلہ ور کرنے سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ لہٰذا یہ کام اللہ کا نائب یعنی امام العصر والزمان علیہ السلام اپنے انتظام سے اسی

طرح کریں گے جس طرح نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کرایا تھا فرق یہ ہو گا کہ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو براہ راست آگ میں پھنکوایا تھا۔ جیسا کہ جہنم میں مجرموں کو پھینکا جائے گا۔ مگر اَلْحُطَمَةُ میں کسی مجرم کو براہ راست آگ میں نہ پھینکا جائے گا۔ بلکہ بند اور ڈھکی ہوئی آگ کے ستونوں سے انہیں گھیر دیا جائے گا تاکہ چاروں طرف سے اس آگ کی دلسوز تپش انہیں جھلستی رہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اَلْحُطَمَةُ جہنم نہیں ہے بلکہ جہنم نما ایک انتہائی گرم مقام ہے۔

اَلْحُطَمَةُ کی مزید تشریح قرآن کے دیگر مقامات سے : اَلْحُطَمَةُ کے میناروں اور ستونوں میں بھری ہوئی ڈھکی ہوئی

بند آگ اور اس کے آسمان بوس شعلوں ہی کے لئے فرمایا تھا کہ:

لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ ٱلنَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ ٱللَّهُ بِهِۦ عِبَادَهُۥ ﴿١٦﴾ (زمر ۱۶ / ۳۹)

”ان پر آگ کے سائے اوپر سے چھائے ہوئے ہوں گے اور نیچے سے بھی آگ کے سائے ہوں گے وہی صورت حال تو ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو خوفزدہ رکھنا چاہتا ہے۔“

یہ سائے مستقل صورت میں برقرار رکھنے ہی کے لئے تو اَلْحُطَمَةُ کی ستون نما چمنیاں بنائی گئی ہیں۔

یہاں بھی قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ یہ آگ کے سایوں کا سروں پر منڈلانا جہنم کی بات نہیں ہے وہاں تو آگ کا سمندر ہو گا مجرم اس میں جل رہے ہوں گے۔ نئی کھال ساتھ کے ساتھ پیدا ہوتی اور جلتی چلی جائے گی۔

وہاں آگ کے سائے نہیں شعلے اور دہکتے ہوئے انگارے ہوں گے۔ یہ تو اَلْحُطَمَةُ کی بات ہے جہاں دل و دماغ و جسم صحیح و سالم ہو گا مگر اللہ کی وہ خاص آگ قلب و ذہن و روح کو اندر سے جھلس رہی ہو گی۔ آخر میں اس آگ کے متعلق مودودی کا ایک جملہ پڑھ کر سورہ کو مکمل کرلیں۔

جلانے والی آگ نہیں گرمانے ستانے اور تڑپانے والی آگ اور علامہ مودودی : ” دلوں تک اس آگ کے پہنچنے

کا ایک مطلب یہ ہے کہ یہ آگ اس جگہ تک پہنچے گی جو انسان کے برے خیالات، فاسد عقائد، ناپاک خواہشات و جذبات، خبیث نیتوں اور ارادوں کا مرکز ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۵۹) یعنی رجعت کے مواخذے کے دورانِ قیام، جسم جلایا نہ جائے گا بلکہ عدالتی کارروائی کے دوران شدید تکلیف کا بندوبست کیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمْسُ آيَاتٍ
سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ (۵) آیتیں ہیں
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) اے نبیؐ کیا آپؐ نے نہیں دیکھا تھا کہ آپ کے پروردگار نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ (۲) کیا اس نے ہاتھی والوں کی چال اور مکر کو بے راہ اور بے کار و بے نتیجہ نہیں کر دیا تھا؟ (۳) اور ان پر حملے کے لئے ابابیل

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿١﴾ اَلَمْ

کیا نہ دیکھا تو نے کیوں کر کیا پروردگار تیرے نے ساتھ ہاتھیوں والوں کے کیا نہ

يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿٢﴾ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿٣﴾

کر دیا مکر ان کا بیچ گمراہی کے اور بھیجے اوپر ان کے پرند جانور جماعت جماعت

تَرۡمِيۡهِمۡ	بِحِجَارَةٍ	مِّنۡ	سِجِّيۡلٍ ۝۴
پھینکتے تھے	پتھر	کنکر	سے
فَجَعَلَهُمۡ	كَعَصۡفٍ	مَّاۡكُوۡلٍ ۝۵	
پس کر دیا ان کو	مانند بھس	کھائے ہوئے کے	

ع ۵ ۳۰

پرندوں کو مسلط ہو جانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور وہ ابابیل (۴) پرندے ہاتھیوں والوں پر پکّی مٹی کے پتھر برسا رہے تھے ۔ (۵) انہیں ایسی ماردی گئی کہ وہ جگالی کے لئے تیار کئے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے ۔

تشریحات سورۂ الفیل:

ا۔اللہ اصرار و تکرار سے آنحضرتؐ کا واقعاتِ عالم کو دیکھتے چلے آنا بیان کرتا رہا اور مودودی انکار کرتے رہے

سورۂ فیل کی پہلی دونوں آیات (۲۔۱ / ۱۰۵) میں یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی مادی و ظاہری پیدائش سے پہلے بھی عالمی و کائناتی واقعات و حالات پر چشم دید گواہ رہتے چلے آئے ہیں۔ یعنی یہ دونوں آیتیں ان آیات کی تصدیق کرتی ہیں جن میں فرمایا گیا تھا کہ (سورۂ نحل ۸۹ / ۱۶ اور نساء ۴۱ / ۴) ''اور جس روز ہم ہر اُمت میں سے ایک ایک چشم دید گواہ کھڑا کریں گے اور تمہیں ان چشم دید گواہوں اور اُمتوں پر چشم دید گواہ قائم کریں گے اور اسی وجہ سے ہم نے تمہارے اوپر ہر چیز کو بیان کرنے والی کتاب نازل کی ہے جو مسلمانوں کے لئے ہدایت بھی ہے رحمت بھی اور خوشخبریاں سنانے والی بھی۔'' کائنات کی تخلیق سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک تمام اُمتوں کے تمام افراد پر جس نے چشم دید حیثیت سے شہادت دینا ہو اس ہی سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا تم نے ہاتھیوں والی فوج کا حشر نہیں دیکھا تھا ؟ جہاں ہم نے تقریباً ایک لاکھ تیغ زن سورماؤں کا چورا کرکے رکھ دیا تھا۔ یہ سورۂ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہاتھیوں والی فوج کا مکمل حال دیکھا ہوا تھا یہ دوسری بات ہے کہ قریشی علما نے قرآن کے معانی ومفاہیم کو تبدیل کر کے جسے اپنا ہادی اور رسولؐ مانا اسے معاذ اللہ جاہل اور غافل اور خطاکار بنا کر رسولؐ مانا۔اور نتیجہ میں پوری اُمت کو جاہل اور کفار ویہودی و نصاریٰ اور بے دینوں کا محتاج بنا کر چھوڑا ہے ۔ لیکن اللہ نے قرآن میں بار بار نہایت سادہ اور عام فہم زبان میں یہ اعلانات کیئے کہ :

> (۱) أَلَمۡ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ بَدَّلُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ كُفۡرٗا ۝۲۸ الخ (ابراہیمؑ ۲۸ / ۱۴)
> (۲) أَلَمۡ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ بِٱلۡحَقِّۚ ۝۱۹ (ابراہیمؑ ۱۹ / ۱۴)
> (۳) أَلَمۡ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَسۡجُدُ لَهُۥ ۝۱۸ (حج ۱۸ / ۲۲) (۴) أَلَمۡ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ ۝۶۵ (حج ۶۵ / ۲۲) (۵) أَلَمۡ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يُزۡجِي سَحَابٗا ۝۴۳ (نور ۴۳ / ۲۴)

(۱) ''اے رسولؐ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو حق پوشی کی غرض سے تبدیل کرلیا اور اپنی پوری قوم کے لئے جہنم کو حلال و واجب کرلیا''؟

یہاں ان قومی لیڈروں کا ذکر ہوا ہے جنہوں نے حکومت الٰہیہ اور حقیقی نائب خداوندی کی جگہ اپنی قومی حکومت اور حاکم خود گھڑ کر اسے حقیقی خلافت مشہور کرنے کی کوشش کی تھی ۔ اور سنیئے: (۲) ''اے نبیؐ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا تھا'' یعنی حضورؐ تخلیق کائنات پر بھی چشم دید گواہ ہیں ۔ (۳) کیا آپؐ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ کو وہ تمام ہستیاں سجدہ کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں یا زمینوں میں ہوں ۔ سورج بھی چاند بھی ستارے بھی درخت و پہاڑ بھی چوپائے بھی اور انسانوں کی کثرت بھی سجدہ کرتی ہے اور یہ کہ ان کی تعداد بھی کثیر ہے جن پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔'' اور سنیں : (۴) ''اے رسولؐ کیا آپؐ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے آپؐ کے لئے وہ سب کچھ مطیع و فرمانبردار بنا دیا ہے جو زمینوں میں ہے اور یہ کہ سمندر میں کشتیاں اسی کے حکم سے چلتی ہیں اور اسی نے آسمان کو زمین پر واقع ہونے سے روکا ہوا ہے '' یعنی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نظام کائنات پر بھی مطلع تھے ۔ (۵) کیا آپؐ

نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو مہیا کرتا ہے ان کو آپس میں مربوط کرتا ہے اس کی تہیں مرتب کرتا ہے ۔ یہاں بارش کا پورا نظام باد و برق وباراں ۔ دن رات کا پیدا ہونا الغرض تمام نظام پر مطلع رہنے کا ثبوت موجود ہے ۔ (۶) سورۂ فاطر (۲۷ / ۳۵) میں بارش سے پھلوں کے پیدا ہونے اور پکنے کا حال پہاڑوں کے متعلق پیداوار وغیرہ پر معلومات کا ثبوت ہے (۷) سورۂ الزمر (۲۱ / ۳۹) میں دریافت کیا گیا کہ : ''کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے بارشیں نازل کرتا ہے اور اسی کو زمین میں جمع کرکے چشمے جاری کرتا ہے اور اسی سے کھیتی پیدا کرتا ہے اسے پکاتا ہے ...''

یاد رہے کہ الفاظ کے معنی و مفہوم کو بدلے بغیر یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ ہاتھی والوں کے لشکر اور اس کے انجام ہی سے نہیں بلکہ آنحضرتؐ کو کائنات کے چپے چپے سے واقفیت حاصل تھی ورنہ ایسے سوالات ہرگز ان سے نہ کئے جاتے ۔

۲۔سورۂ فیل آنحضرتؐ کے اباؤ اجداد کے فضائل اور مقبول بارگاہ ہونے پر دلیل ہے ۔

ہم نے ان ہاتھی والوں یعنی ابرہہ کے حملے کی مکمل تفصیلات اپنی کتاب ''مرکز انسانیت '' میں لکھ دی ہیں ۔یہاں اتنا سمجھ لیں کہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام اپنے زمانے کے امام تھے مستجاب الدعوات تھے ۔ مقبولِ بارگاہِ خداوندی اور سردارِ مکہ ہونے کا اقرار تمام تواریخ و تفاسیر میں کیا گیا ہے ۔ اور مانا گیا ہے کہ آنجنابؑ کو یقین کامل تھا کہ اللہ خود بیت اللہ کی حفاظت کرے گا ۔ چنانچہ آپؑ جب بادشاہ ابرہہ کے پاس پہنچے اور اس سے کعبہ کے متعلق کوئی بات نہ کی تو اس نے ازخود دریافت کیا کہ تم نے اپنے دوسو اونٹوں کو طلب کیا مگر کعبہ کو مسمار ہونے سے بچانے کے لئے کوئی سفارش نہ کی ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اونٹوں کا میں مالک ہوں لہٰذا ان کو بچا لیا ۔ کعبہ کا مالک اللہ ہے وہ خود اس کی حفاظت کرلے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ میں کعبہ کو مسمار کئے بغیر نہ چھوڑوں گا ۔حضورؑ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس نے آج تک کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا ہے اور میں اس کے لئے تیار ہوں کہ آپ کو آپ کا آنے جانے کا خرچہ دیدوں۔ مگر ابرہہ نے انکار کر دیا اور حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس آگئے۔ شہر میں پہنچے تو شہر کے تمام باشندے پہاڑوں میں جا کر چھپ چکے تھے۔ آپ نے اپنے اہل خانہ کو لیا اور کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر فی البدیہ نظم میں دعا مانگی ۔

(۲ ۔ الف) حضرت عبدالمطلبؑ کی دعا اشعار میں ۔

چند اشعار جنہیں ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ میں اور مودودی نے تفہیم القرآن میں نقل کیا ہے سن لیں ۔

لَاهُمَّ الْعَبْدُ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَاَمْنَع حِلَالَكَ	خدایا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔
لَا يَغْلِبَنَّ صليبهم ومحالهم غدوا محالك	کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے ۔
اِنْ كُنْتَ تاركهم وقِبْلَتنا فامر مابدالك	اگر تو ان کو اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر ۔
وَانْصُرْنَا عَلٰى آلِ صليب وعابديه اليوم آلِك	صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما۔
يارَبِّ لاارجولهم سواكا يارَبِّ فامنع منهم حماكا	اے میرے رب تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اے میرے رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت کر ۔
اِنَّ عدوّ البيت مَن عادا كا امنعهم ان يخربوا قراكا	اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک دے (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۶)

(۲ ۔ ب) مورخین اور مودودی کے مسلّمہ چند جملے اور حضرت علیؑ کی اسلامی سربراہی ۔

ان اشعار کو تمام قریش اور غیر قریش نے سنا، یاد کیا، یاد رکھا اور عربی و عجمی ریکارڈ میں لکھ کر محفوظ کیا اور آج ڈیڑھ ہزار سال بعد بھی مودودی جیسے علما نے مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا مگر اس چیختی ہوئی حقیقت کو دیکھ کر بھی کہا جاتا ہے کہ (معاذاللہ) آنحضرتؐ کے اباؤ اجداد اسلام پر ایمان نہ رکھتے تھے ۔ پھر ان اشعار میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ اللہ کی آل ہیں ۔ اور سارے عرب نے انہیں نہ صرف آل اللہ مانا بلکہ انہیں اپنا حاکم اور سردار بھی تسلیم کیا لہٰذا چند جملے مودودی سے سنیئے :

ابرہہ نے مکہ کے سب سے بڑے سردار کو بات چیت کی دعوت دی ۔

"اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہئیں تو ان کے سردار کو میرے پاس لے آنا ۔ مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلبؑ تھے ۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۵)

حضرت عبدالمطلب علیہ السلام عرب کے عموماً اور مکے کے خصوصاً سردار تھے ۔ ان کے بعد ان کی جانشینی کے لئے حضرت ابوطالبؑ مقرر کئے گئے تھے ۔ اور ان کا تقرر خود حضرت عبدالمطلبؑ نے کیا تھا ۔ اب حضرت ابوطالبؑ کے بعد ان کا جانشین قدرتی طور پر ، نسلی طریقے سے اور اہل مکہ کے مسلّمہ اصول کے مطابق حضرت علی علیہ السلام ہی سردار مکہ اور آل اللہ ہو سکتے ہیں ۔ اور اگر عربوں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کو آڑ نہ بنایا ہوتا تو سارا مکہ اور عرب اپنا سردار حضرت علیؑ کو مانتا ۔ یعنی حضرت علیؑ کی سرداری اور حاکمیت کسی کی رہین منت نہیں ہے ۔ یعنی خواہ نبوت بیچ میں آتی یا نہ آتی حضرت علی علیہ السلام مکہ اور سارے عرب کے حاکم تھے ۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں غلط اور محض پراپیگنڈا ہیں کہ :

(۱) "بنی ہاشم کو اقتدار دلانے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔" اور یہ کہ :

(۲) "رسولؐ کی وجہ سے علیؑ اپنے حاکم ہونے کا حق جتاتے تھے۔"

یاد رکھو کہ حضرت علیؑ عرب اور عجم اور اہل مکہ اور بنی اسماعیلؑ کے مسلّمہ قوانین اور عمل درآمد کی رو سے سربراہِ عرب و عجم تھے ۔ اس میں نبوّت کسی قسم کی تبدیلی نہ کرسکتی تھی ۔ اور اسی بنا پر اللہ ، رسولؐ اور قرآن نے حضرت علیؑ علیہ السلام کو ان کا یہ حق دینے کا اعلان کیا ہے ۔ اور قرآن میں یہ اعلان دو مرتبہ کیا گیا ہے ۔ اور ایک اعلان میں تو آنحضرتؐ کو وہ اطاعت اور بے چون و چرا فرمانبرداری اور عاجزی یاد دلائی گئی جو اُن پر اپنے بزرگ ترین ومقدس آباؤ اجداد کی واجب تھی چنانچہ انؐ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ :

"تیرے پروردگار نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت نہ کرنا اور یہ کہ تم اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ احسان کرتے رہنا ۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی بوڑھے ہوجائیں تو ان کی کسی بھی بات پر ناگواری کے اظہار کے لئے اُف تک نہ کرنا انہیں ہرگز نہ جھڑکنا بلکہ ان کے حضور میں اپنی قوت اور بازوؤں کو بڑے رحم وکرم اور عاجزی و ذلت کے عالم میں پھیلائے رکھنا ۔ اور ان کے لئے ہم سے یہ کہہ کر درخواست کرتے رہنا کہ اے میرے پالنے والے میرے ان والدین پر اپنا رحم و کرم رکھ اسی طرح کا ان سے سلوک کر جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری ربوبیت کی تھی ۔ اے رسولؐ تمہارا پروردگار تمہارے نفوس کے اندر جو جو تقاضے ہیں انہیں خوب جانتا ہے اگر تم صالح رہتے رہے تو یقیناً تمہارا رب اپنی طرف متوجہ رہنے والوں کے لئے تحفظ فرمانے والا ہے۔ اور اب جبکہ اباؤ اجداد نہیں ہیں تو تم ان سے قریب ترین شخص کو اس کا مذکورہ حق دے دو اور بے سہارا لوگوں کو اور راہ ہائے خداوندی کے محافظوں کو بھی شامل رکھو اور حقوق کی جگہ محض لکچر ہی نہ دیتے رہا کرو سنو کہ باتوں ہی باتوں سے پیٹ بھر دینے والے شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔" (بنی اسرائیل ۲۷ تا ۲۳ / ۱۷)

یہ پانچ آیات یہ بات واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آنحضرتؐ پر جن حضرات کی بے چون و چرا اطاعت واجب تھی وہ سب دنیا سے رخصت ہوچکے تھے ان کی اطاعت کو اس شدومد اور تقاضے سے بیان کرنا بتاتا ہے کہ اب بھی وہ حضرت علیؑ کی صورت میں موجود ہیں اور آنحضرتؐ کو وہ حق حضرت علیؑ کو دینا ہے یعنی اسے سربراہ و حاکم تسلیم کرکے بے چوں چرا

اطاعت خود بھی کرنا ہے اور دوسروں کو بھی حکم دینا ہے ۔ اور یہ اعلان رسولؐ نے دعوت ذوی العشیرہ میں کر دیا تھا کہ : ”تم علیؑ کا حکم ادب سے سنو اور اس کی اطاعت کرو چنانچہ حضرت علیؑ کی سرداری و حکومت ڈھائی ہزار سال سے برابر چلی آ رہی تھی اور یہاں رسولؐ کی قائم کردہ حکومت کو بھی اللہ علیؑ کی طرف پلٹانے کا حکم دے چکا ہے ۔

سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَکِّیَّۃٌ وَّ هِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ
سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چار (۴) آیتیں ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَۃَ

واسطے الفت دلانے قریش کے واسطے الفت دلانے ان کے کے آتے ہیں بیچ

الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۝۲ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝۳

سفر جاڑے کے اور گرمی کے پس چاہیئے کہ عبادت کریں پروردگار اس گھر کے

الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

کو جس نے کھلایا اُن کو بھوک سے اور امن دیا ان کو ڈر سے

ع ۱ / ۳۱

(۱) قریش کو آپس میں نتھی کرنے کے بدلے میں اور (۲) سردی اور گرمی کے ان تجارتی سفروں کو دلچسپ بنانے کے بدلے میں ، (۳) قریش پر لازم ہے کہ وہ اس گھر (کعبہ) کے پروردگار کی عبادت کریں ۔ (۴) جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا ہے ۔ اور قتل و غارت اور لوٹے جانے کے خوف سے بچائے رکھنے کے لئے امن دیا۔

تشریحات سورۂ قریش :

۱۔ قریش نے اور ان کی حکومتوں نے پانچ سو سال تک اپنی لفظی معنوی اور نسلی مرمت کی مگر باطل باطل ہی رہا۔

ہم نے قریش کی قرآنی پوزیشن اللہ کے اس فرمان کے متعلق واضح کی ہے ۔ ”اگر ہم آپؐ کو دنیا سے لے بھی جائیں تب بھی حقیقت یہ ہے کہ ہم قریش سے ضرور انتقام لے کر رہیں گے ۔ یا جو کچھ ہم نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے وہ تمہیں تمہاری آنکھوں سے ضرور دکھائیں گے۔ اور ہم ان دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ قرآن حقیقتاً آپؐ کا اور آپؐ کی قوم کا تذکرہ ہے اور تم دونوں سے جلد ہی باز پرس ہونا ہے ۔ (۴۴تا۴۱/۴۳)

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۴۴ (زخرف ۴۴ / ۴۳)

اب یہ سورہ قریش کا نام لے کر ان پر اللہ کے احسانات اور ان کی ناشکری بیان کر رہی ہے ۔ اس لئے ضروری ہوگیا ہے کہ قریش کے متعلق چند بنیادی باتوں کا ذکر کر دیا جائے ۔ چنانچہ پہلے یہ سن لیں کہ یہ لفظ ”قریش“ اور اس نام کی قوم نے آج جو تصور لوگوں کے ذہن میں راسخ کیا ہوا ہے یہ ان کی پانچ سوسالہ حکومتوں کی کوششوں اور پانی کی طرح دولت بہانے کا نتیجہ ہے ۔ ورنہ یہ لفظ ”قریش“ بھی مشکوک یا گھڑنت ہے اور وہ قوم بھی حقیقتاً چوں چوں کا مربہ ہے ۔ اس لئے کہ جب حضرت قصیؑ بن کلاب نے بنی خزاعہ کو بزور شمشیر شکست دے کر کعبہ اور مکہ سے ان کا غاصبانہ قبضہ ختم کیا تو ان کے چلے جانے کے بعد مکے کے مکانات خالی ہوگئے انہیں آباد کرنے کے لئے جناب قصیؑ نے ان مختلف خانہ بدوش قبائل کے لوگوں کو مکہ میں آباد کر دیا جو مکہ کے گردونواح

اور پہاڑوں میں خیمے لگائے پڑے تھے اور ان کے اندر یک جہتی پیدا کر کے انہیں تجارت کے لئے قافلوں کی صورت میں منظم کیا اور نزدیک و دور کے ممالک میں ان کے لئے تجارتی اور سفر کی سہولتیں حاصل کیں اور یوں انہیں مالا مال ہوجانے کا موقع فراہم کیا۔ چنانچہ قبائل کی اس کھچڑی کا نام قریش اور جناب قصیؑ کا لقب مجمع (جمع کرنے والا) پڑگیا۔ لہٰذا قریش وہ قبیلہ ہے جس میں کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا تھا اور جسے بھان متی کی طرح جناب قصیؑ نے ایک کنبے کی صورت میں جوڑا تھا۔ اس جوڑنے یا آپس میں نتھی کرنے کو اللہ نے "ایلاف" فرمایا ہے۔ اور حضرت قصیؑ کے اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے۔ اور ان کو روزی فراہم کرنے اور بے خوف وخطر عرب و عجم میں تجارت کرسکنے کے انتظام کو بھی اپنے سے منسوب کیا ہے۔ جس طرح بعد میں حضرت ابوطالب کے افعال کو اپنے افعال فرمایا ہے اور رسوؐل پر احسان جتایا ہے کہ ہم نے تمہیں جائے پناہ دی اور ہم نے تمہیں غنی کر دیا (ضحیٰ ۸ تا ۶ / ۹۳) (تفاصیل و ثبوت کتاب مرکز انسانیت میں دیکھیں)

(ا۔ الف) حکومت کی سطح سے کوششوں کے باوجود قریش کا صحیح تعین اور ثبوت ندارد ہے۔

یہاں ہم چند مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں جو ہمارے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق کے لئے کافی ہوں گے۔

(۱) جناب علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ: "قریش دنیا کی تاریخ میں کب ظاہر ہوئے؟ اور اس خاص خاندان کی کب بنا پڑی؟ تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں ہے"(تاریخ ارض القرآن صفحہ ۱۰۱ جلد دوم)

(۲) بے خوف وخطر تجارت حضرت ہاشم علیہ السلام کی نظرعنایت۔

علامہ نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ:

"یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تجارت اور سوداگری عرب کا قدیم پیشہ ہے لیکن چونکہ اسلام سے سو سوا سو برس پہلے یمن اور شام کے ممالک میں سیاسی انقلابات پے در پے ہو رہے تھے، اس لئے قریش کے خاندان میں جب قصیؑ و ہاشمؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے قریش کے کاروانِ تجارت کو منظم کیا، اہل حبش یمن پر قابض ہوگئے تھے، شام بہت پہلے سے رومیوں کے ہاتھ میں تھا، ہاشم نے نجاشی اور قیصر (بادشاہوں۔احسن) سے فرمان حاصل کئے کہ قریش کو ان ملکوں میں بے روک ٹوک آمدورفت کی اجازت رہے، سال میں دو فصلیں مقرر کیں، (رحلۃ الشّتاء والصّیف۔احسن) جاڑا اور گرمی، جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام، بلکہ ایشیائے کوچک تک قریشی سوداگر جاتے تھے۔"(ارض القرآن صفحہ ۱۲۴ جلد ۲)

(۳) قریش کون تھا؟ علامہ شبلی نعمانی سے سنیئے۔

"جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا وہ نضر بن کنانہ تھے۔ بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا"(سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۱۶۳)

(۴) یہ بات ہی مشکوک ہے کہ قریش کون اور کب سے تھا؟

"چنانچہ عقد الفرید میں تصریح کی ہے کہ قصیؑ نے اس قدر شہرت اور اعتبار حاصل کیا کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قریش کا لقب اوّل ان ہی کو ملا چنانچہ علامہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں بھی لکھا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کرکے کعبہ کے آس پاس بسایا اس لئے ان کو قریش کہتے ہیں۔ کیونکہ تقریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ اسی بنا پر ان کو مجمع بھی کہتے ہیں چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

قصی ابُو کُم مَنۡ یُّسمیٰ مجمعاً ۔ بِہٖ جمع اللّٰہ القبائل مِنۡ فھر "(سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۱۶۴۔ ۱۶۵)

(۵) بیرونی ممالک کی حکومتوں سے رابطہ اور قریش کے لئے بلا ٹیکس تجارت:

قریشی ڈھونگ کو اس کی گہرائی تک سمجھنا ہو تو کتاب مرکز انسانیت کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۶) قریش کہلانے والی قوم پر علیؑ و محمدؐ کے مقدس آباؑ و اجدادؑ کے احسانات یعنی اللہ کے احسانات:

خانوادۂ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ان احسانات کو تمام مورخین نے لکھا ہے جن کو اللہ نے اپنے احسانات فرمایا ہے اور ان کے بدلے اپنی عبادت کا تقاضا کیا ہے۔ علامہ شبلی سے سنیئے:

"ہاشم نے اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا حجاج کو نہایت سیر چشمی سے کھانا کھلاتے تھے چرمی (چمڑے کے) حوضوں میں پانی

بھروا کر زمزم اور منیٰ کے پاس سبیل رکھتے تھے ۔ تجارت کو نہایت ترقی دی قیصر روم سے خط و کتابت کرکے فرمان لکھوایا کہ: ''قریش جب اس کے ملک میں اسباب تجارت لے کر جائیں تو ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے ۔ حبش کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ چنانچہ اہل عرب جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام اور ایشائے کوچک تک تجارت کے لئے جایا کرتے تھے ۔ اس زمانہ میں انگوریہ (انقرہ) جو ایشیائے کوچک کا مشہور شہر ہے قیصر کا پایہ تخت تھا تجار قریش انگوریہ میں جاتے تو قیصر نہایت عزت وحرمت سے خیر مقدم کرتا تھا'' (سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶)

(۷) علیؑ و محمدؐ کے آباؤ اجدادؑ نے حاجیوں کی خدمت اور عرب کے دورے کرکے قریش کی عزت بڑھائی۔

عرب کے بدو اور راہزن بھی قریش کا احترام کرنے لگے تھے ۔ یہ بھی شبلی ہی سے سنیئے :

''عرب میں راستے محفوظ نہ تھے ۔ ہاشمؑ نے مختلف قبائل میں دورے کرکے قبائل سے یہ معاہدہ کیا کہ: ''قریش کے کاروانِ تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے جس کے صلے میں کاروان قریش ان قبائل میں ان کی ضرورت کی چیزیں خود لے کر جائے گا ۔ اور ان سے خرید وفروخت کرے گا۔'' یہ سبب تھا کہ عرب میں باوجود عام لوٹ مار کے قریش کا قافلہ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا۔''(سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۱۶۶)

(۱۔ب) قریشی حکومتوں نے کس طرح خود کو نسل ابراہیمؑ اور خانوادہ رسالتؐ میں شریک و شامل کیا ؟

ان بیانات کے بعد بھی آپ ساری عمر قریش کے متعلق تحقیق و تفتیش کرتے رہیئے آپ کو ناکامی و مایوسی سے دو چار رہنا ہوگا۔ اور کوئی ایسا ثبوت یا ذریعہ نہ ملے گا جس سے اس قریش کے اباؤ اجدادو نسل و قبیلے کا صحیح تعین ہوسکے جو عہد رسالت کے بعد قریشی حکومتوں نے ہمارے سامنے بڑے طمطراق اور ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ ہم نے ان کی باقاعدہ پول کھولی ہے ۔یہاں اس قدر بتا دیں کہ اس قریشی سازش میں ان لوگوں کو خانوادہ رسالت کے افراد کہہ دیا گیا ہے جو لاوارث تھے اور اس مقدس خاندان کی کفالت میں زیر سرپرستی رہتے تھے ۔ یا جن بے سہارا بچوں کو بچپن سے پال پوس کر اپنے بچوں کی طرح جوان کیا تھا اور خود بھی انہیں بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور لوگ بھی انہیں ان کا ہی بیٹا سمجھتے تھے اور ان کی شادیاں بھی خود ہی کی تھیں ۔ اس کی مثال خود قرآن سے ثابت ہے (احزاب ۴۰ / ۳۳) اور اس کا نام بھی قرآن میں مذکور ہے (احزاب ۳۷-۳۸) خانوادۂ رسالت ہمیشہ سے غربا و مساکین ویتامیٰ کی پرورش کرتا چلا آیا تھا۔ ان میں سے بعض نمک حرام و نافرجام لوگوں نے از خود یا دشمنوں کے اشارے اور مدد سے خاندان رسالتؐ کی ہمسری کی راہ نکالی اور خود کو رشتہ دار اور خاندان کا فرد کہنا بھی شروع کردیا تھا۔ چنانچہ نہ عباس رسولؐ کے چچا تھے نہ ابولہب عبدالمطلبؑ کے بیٹے تھے یہ سب قریشی حکومتوں کے تیار کرائے ہوئے رشتے ہیں۔ یہ قریشی فراڈ ہے یہ اسی طرح کا قصہ ہے جس کی مثال علامہ مودودی نے یوں لکھی ہے ۔

قوموں کے بدلنے، دوسری اقوام میں ضم ہو کر غلط نام سے مشہور ہو جانے کے واقعات برابر ہوتے چلے آئے ہیں۔

''اس موقع پر ایک طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل جب مصر میں داخل ہوئے تو حضرت یوسفؑ سمیت ان کی تعداد اڑسٹھ (۶۸) تھی۔ اور جب تقریباً پانچ سو سال کے بعد وہ مصر سے نکلے تو وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے ۔ بائبل کی روایت ہے کہ خروج کے بعد دوسرے سال بیابان سینا میں حضرت موسیٰؑ نے ان کی جو مردم شماری کرائی تھی تو اس میں صرف قابل جنگ مردوں کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس تھی(۶۰۳۵۵۰)۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت، مرد، بچے، سب ملا کر کم ازکم بیس لاکھ ہوں گے کیا کسی حساب سے پانچ سوسال میں ۶۸ آدمیوں کی اتنی اولاد ہو سکتی ہے ؟ مصر کی کل آبادی اگر اس زمانے میں ۲ کروڑ فرض کی (جائے جو یقیناً بہت مبالغہ آمیز اندازہ ہوگا) تو اس کے معنی یہ ہیں کہ صرف بنی اسرائیل وہاں دس فیصدی تھے، کیا ایک خاندان محض تناسل کے ذریعہ سے اتنا بڑھ سکتا ہے ؟ اس سوال پر غور کرنے سے ایک اہم حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پانچ سو برس میں ایک خاندان تو اتنا نہیں بڑھ سکتا۔ لیکن بنی اسرائیل پیغمبرؑوں کی اولاد تھے۔ ان کے لیڈر حضرت یوسفؑ، جن کی بدولت مصر میں ان کے قدم جمے، خود پیغمبرؑ تھے۔ ان کے بعد چار پانچ صدی تک ملک

کا اقتدار انہی لوگوں کے ہاتھ میں رہا۔ اس دوران میں یقیناً انہوں نے مصر میں اسلام کی خوب تبلیغ کی ہوگی۔ اہل مصر میں سے جو جو لوگ اسلام لائے ہوں گے ان کا مذہب ہی نہیں بلکہ ان کا تمدن اور پورا طریق زندگی غیر مسلم مصریوں سے الگ اور بنی اسرائیل سے ہم رنگ ہوگیا ہوگا ۔ مصریوں نے ان سب کو اسی طرح اجنبی ٹھیرایا ہوگا جس طرح ہندوستان میں ہندوؤں نے ہندوستانی مسلمانوں کو ٹھیرایا۔ ان کے اوپر اسرائیلی کا لفظ اس طرح چسپاں کر دیا گیا ہوگا جس طرح غیر عرب مسلمانوں پر ''محمڈن'' کا لفظ آج چسپاں کیا جاتا ہے ۔ اور وہ خود بھی دینی و تہذیبی روابط اور شادی بیاہ کے تعلقات کی وجہ سے غیر مسلم مصریوں سے الگ اور بنی اسرائیل سے وابستہ ہو کر رہ گئے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مصر میں قوم پرستی کا طوفان اٹھا تو مظالم صرف بنی اسرائیل ہی پر نہیں ہوئے بلکہ مصری مسلمان بھی ان کے ساتھ یکساں لپیٹ لئے گئے۔ اور جب بنی اسرائیل نے ملک چھوڑا تو مصری مسلمان بھی ان کے ساتھ ہی نکلے اور ان سب کا شمار اسرائیلیوں ہی میں ہونے لگا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۰)

اس بیان سے وہ طریقے صاف سمجھ میں آجانا چاہئیں جن کے استعمال سے یا جن کی بنا پر لوگ کسی قبیلے یا قوم میں شامل ہوسکتے ہیں یا ہوجاتے ہیں ۔ اسی قسم کی ایک اور مثال اور واقعہ یوں بیان کیا ہے :

(۲) قریش قومی مدوجزر پر مطلع تھے وہ نہایت آسانی سے ابراہیمؑ کی اولاد بن گئے ۔

''اہل مدین کے متعلق ایک اور ضروری بات جس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے، یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں جو اُن کی تیسری بیوی قطورا کے بطن سے تھے ۔ قدیم زمانے کے قاعدے کے مطابق جو لوگ کسی بڑے آدمی کے ساتھ وابستہ ہوجاتے تھے وہ رفتہ رفتہ اسی کی آل اولاد میں شمار ہوکر بنی فلاں کہلانے لگتے تھے ۔ اسی قاعدے پر عرب کی آبادی کا بڑا حصہ بنی اسمٰعیل کہلایا۔ اور اولاد یعقوبؑ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہونے والے لوگ سب کے سب بنی اسرائیل کے جامع نام کے تحت کھپ گئے ۔ اسی طرح مدین کے علاقے کی ساری آبادی بھی جو مدیان بن ابراہیمؑ علیہ السلام کے زیر اثر آئی، بنی مدیان کہلائی اور ان کے ملک کا نام ہی مَدیَن یا مَدیان مشہور ہوگیا۔ اس تاریخی حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ اس قوم کو دینِ حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ درحقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداءً وہ بھی مسلمان ہی تھے اور شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی سی تھی جیسی ظہورِ موسیٰ علیہ السلام کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ (یا جیسی حضرت محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظہور کے وقت قریش کی حالت تھی ۔احسن) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۔۵۵)

یہ ہیں وہ تاریخی حقائق جو قریش نام کی قوم کو ایک مجہول اور خودرو قوم ثابت کرتے ہیں اور خانوادۂ رسولؐ کو اس گندگی سے الگ اور پاک رکھتے ہیں۔اور اس سازشی عمارت کو مسمار کر دیتے ہیں جسے قریشی حکومتوں نے کئی صدیوں میں تعمیر کر کے کھڑا کیا تھا۔

(۲۔الف) محمدؐ و علیؑ اور ان کے آباؤاجداد کا مقام اور قریش اور اہل عرب سے ان کا سلوک اور قریش کی نمک حرامیاں

خانوادۂ رسولؐ وہ خاندان ہے کہ جس کے ساتھ قریش کا ذکر یا تصور کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عطر کے ساتھ گندگی کا تذکرہ چھیڑنا یا حلال کے ساتھ حرام کی بات کرنا یا نور کے ساتھ ظلمت اور روشنی کے ساتھ اندھیرے کا قصہ چھیڑنا۔ یعنی یہ دونوں قطعاً متضاد ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی تمیز کے لئے لازم و ملزوم ہیں ۔ یعنی اگر کسی نے اندھیرا دیکھا ہی نہ ہو تو وہ روشنی کی قدرو قیمت نہیں جان سکتا ۔ اور نہ اسے روشنی اور اندھیرے میں فرق معلوم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یہ مجبوری ہے کہ پاک کے ساتھ ناپاک کا ذکر کرنا پڑتا ہے ۔ بہرحال قارئین پہلے یہ دیکھیں کہ محمدؐ و علیؑ جن حضرات کی اولاد ہیں ان کا اس دنیا میں یہ مقام تھا کہ ان کے خط کو پڑھ کر بادشاہان دنیا ان کی ہربات بلا چون وچرا مانتے تھے اور اس ملک کے باشندوں تک کا احترام وخیر مقدم کرتے تھے جہاں محمدؐ و علیؑ کے بزرگ رہتے تھے ۔ یعنی محمدؐ و علیؑ کو اگر ہم شاہزادے کہیں تو دنیاوی عزت کے لئے یہ سب سے بڑا اعزاز ہے ۔ ادھر قریش ان لوگوں کی اولاد تھے جن کا دنیا میں کہیں نشان نہیں ملتا ۔ اور یہ محمدؐ و علیؑ کے آباؤ اجداد کا صدقہ تھا کہ وہ بادشاہان عالم کی نظروں میں ممتاز ہوگئے تھے لیکن قریش وہ کمینہ لوگ تھے جنہوں نے قصیؑ اور ہاشمؑ کے دلائے ہوئے اعزاز کو خود ان کی اولاد کے خلاف استعمال کیا یعنی وہ ملاعین بادشاہ حبش کے دربار میں جن حضرات

کے صدقے میں پہنچے ان ہی کے خلاف یہ کوشش کی کہ بادشاہ حبش مہاجرین کو گرفتار کرکے ان کے حوالے کردے ۔ قارئین نوٹ کریں کہ جب کبھی کوئی قریش کی کوئی بزرگی، کوئی اچھائی یا کوئی کارنامہ بطور مدح و ثنا سنائے اس کو ٹوک کر یاد دلاؤ کہ قریش نے محمدؐ وعلیؑ کے اباؤ اجداؑد کے سہارے وجود حاصل کیا ۔ ان ہی کی کوششوں سے عرب وعجم میں عزت واحترام ملا ۔ پھر ان کے حقوق و حکومت کو غضب کرکے دنیا میں حکومت و حکمرانی کا تاج پہنا ۔ یاد رکھو کہ مذہب ونبوت کے بغیر ہی محمدؐ وعلیؑ اس دنیا کے بادشاہ تھے اور قریش اپنی ذات و وجود میں ان حضراؑت کے رہینِ منت ہیں ۔

۳۔ محمدؐ وعلیؑ ہی کے نہیں بلکہ ان کے تمام اباؤ اجداؑد کے تمام افعال بھی اللہ کے افعال تھے ۔

دنیاوی عزت و اقتدار کے ساتھ ان کی عزت اللہ کے یہاں بھی انتہا درجہ کی تھی لہٰذا اس سے ارفع و اعلیٰ مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کے اعمال و رویے کو اپنے اعمال و رویے کی حیثیت سے پیش کرکے قریش کو تنبیہ کرے کہ تم قصیؑ و ہاشمؑ کے احسانات کی بنا پر میری ہی عبادت کیا کرو ۔ تم جنگلوں میں بھوکوں مرتے تھے تمہیں رزق و روزی اور مکان فراہم کئے تمہیں جانی و مالی خطرات سے محفوظ کیا ملک کے اندر اور بیرونی ممالک و اقوام میں تمہارا احترام لازم کیا ۔

سُوۡرَۃُ الۡمَاعُوۡنِ

سُوۡرَۃُ الۡمَاعُوۡنِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ سَبۡعُ اٰیَاتٍ
سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں سات(۷) آیتیں ہیں
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ

کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ جھٹلاتا ہے دن جزا کو پس یہ وہ شخص ہے جو

یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾

دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں رغبت دلاتا اوپر کھانا دینے فقیر کے

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾

پس وائے ہے واسطے ان نماز پڑھنے والوں کے جو نماز اپنی سے بے خبر ہیں

الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾ ع ۳۳

وہ جو دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز کو

(۱) اے رسولؐ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھ لیا ہے جو پورے دین اسلام کی تکذیب کئے دے رہا ہے؟ (۲) وہ وہی شخص تو ہے جو ایک خاص یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔ (یا یہ کہ وہ تمام ہی بے سہارا لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے ۔) (۳) اور مساکین کو نہ خود ان کا کھانا دیتا ہے نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے ۔ (۴) چنانچہ ایسے نمازیوں کے لئے تباہی ہے ۔ (۵) جو اپنی نماز کی مذکورہ بنیادوں کو نظر انداز کرکے نماز پڑھتے ہیں ۔ (۶) وہ وہی لوگ ہیں جو سہولت اور استعمال کی چیزوں کی نمائش کرتے ہیں مگر (۷) دوسروں کو اپنی چیزوں کے استعمال سے منع کردیتے ہیں

تشریحات سورۂ ماعون :

۱۔ یہ سورۂ مبارکہ ان تمام لوگوں کو بے دین قرار دیتی ہے جو غربا و مساکین ویتامیٰ کو غریب و مسکین ویتیم رہنے دیتے ہیں ۔

سورۂ ماعون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دنیا سے غربت و افلاس و احتیاج کو مٹا دیا جائے ۔ لہٰذا بڑے واضح الفاظ میں ان تمام لوگوں کو دین کا جھٹلانے والا فرمایا گیا ہے جو مساکین ویتامیٰ کے مستقل خوردونوش کا

انتظام نہیں کرتے یا انہیں دھکے دیتے ہیں یا دھکے کھانے کی حالت میں رہنے دیتے ہیں ایسے لوگوں کے ایمان وعبادات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے لئے تباہی کی اطلاع دی ہے ۔ اور چاہا یہ ہے کہ تمام مخاطب مسلمان ہر اس چیز کو تمام ضرورت مند لوگوں کے استعمال کےلئے تیار رکھیں جس کی کسی کو ضرورت پڑتی ہو ۔ مختصراً یہ کہ سب لوگ اس طرح مل جل کر رہیں جیسے ماں باپ کے ساتھ ان کے بچے یا خاندان رہتا ہے ۔

(ا ۔ الف) سورہ میں غور طلب مقامات: بعض مقامات اس سورہ میں ایسے ہیں جہاں قریشی علما نے سورہ کے مذکورہ بالا مقصد کو الٹنے کی راہ نکالی ہے ۔مثلاً پہلی آیت میں ہی نہیں بلکہ پوری سورہ میں کہیں بھی نہ آخرت اور قیامت کا ذکر ہے نہ جزا و سزا کی بات ہے لیکن قریشی پالیسی کے ماتحت یہاں لفظ اَلدِّیۡنِ سے بلا کسی دلیل و ضرورت کے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ:

''تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ ''(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۸۱)

علامہ نے یہاں دوجرم کرنا ضروری سمجھا تاکہ قاری کی نظر قیامت اور آخرت پر مرکوز رہے اور وہ یہ نہ سوچے کہ اس کی ہر ہر ضرورت کے لئے پورا اسلامی معاشرہ ذمہ دار ہے اور اسے حق ہے کہ اپنی ضرورت کی جو چیز چاہے اور جہاں سے چاہے اور جتنی چاہے لے سکتا ہے ۔ چونکہ قریش نے قرآنی نظام حیات کو کبھی اختیار نہیں کیا ۔ اس لئے ان کے تمام علما کا قومی فریضہ ہے کہ وہ قرآن کے ترجموں میں اضافہ کرکے، یا کمی و زیادتی کرکے، یا الفاظ کے معنی بدل کر، جس طرح بھی ہو قرآن کے پڑھنے والوں کو غلط اورمطلوبہ راہ پر لے جائیں ۔ چنانچہ علامہ نے خود اپنے اختیار کردہ معنی کے خلاف یہاں ''اَلدِّیۡنِ'' کے معنی غلط کئے ہیں اور غلط بھی غلط اضافہ کرکے کئے ہیں ۔ اور آج تمام مسلمان بالکل ان ہی نمازیوں والی نماز پڑھتے ہیں جن کو اس سورہ میں تباہی کی اطلاع دی گئی تھی ۔ جو آج بھی مسلمانوں پر صادق آتی ہے اور آج ان سے زیادہ تباہ حال دنیا میں کوئی اور قوم نہیں ہے ۔

(۲) دوسری اور تیسری آیات میں یہ بات غور طلب ہے کہ وہاں الفاظ ''اَلۡیَتِیۡمَ '' اور ''اَلۡمِسۡکِیۡنِ'' آئے ہیں جن کے اوّلین معنی تو ''کوئی خاص یتیم '' اور ''کوئی خاص مسکین'' ہوتے ہیں اور دوسرے درجے میں تمام یتیم اور تمام مساکین ہوتے ہیں ۔ اور ان دوسرے درجے کے معنی کو مد نظر رکھنے سے وہ نظام قائم کرنے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور جس سے قریش اور تمام سرمایہ دار گھبراتے اور بھاگتے ہیں اور جو انہوں نے آج تک قائم نہ کیا اور جس کے قیام کا لالچ دیکر آج کمیونسٹ اور سوشلسٹ اپنا مشن چلا رہے ہیں ۔ لیکن ہمارا اس نظام کو مراد لینا اس وقت تک باقاعدگی اختیار نہیں کرتا جب تک اس نظام کا اوّلین فرد متعین نہ ہو اور جو اس نظام کے لئے بطور مستقل وغیر متزلزل نمونہ نہ بنایا جاسکے ۔ یہی سبب ہے کہ زیر بحث آیات میں یتامیٰ اور مساکین کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے اس لئے کہ جمع سے واحد اختیار کرنا غلط ہوجاتا لیکن یتیم اور مسکین کو معرفہ کی صورت میں استعمال کرنے سے ایک خاص یتیم و مسکین بھی مراد لیا جاسکتا ہے اورجمع بھی اور دونوں بھی مراد لینا صحیح ہے ۔ یہ بات سمجھ لینے کے بعد اس خاص یتیم کا پتہ لگانا ضروری ہے جس کو نظر انداز کردینے سے سارا ایمان و عبادات اور دین کے تمام دیگر فرائض و واجبات ضائع ہوجاتے ہیں اور بے دین اور مکذبِ دین ہونے کا جرم عائد ہوجاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسا ایک یتیم جس کی دیکھ بھال پر پورے دین کا دارو مدار ہو عہد رسوؐل کا نہایت اہم فرد ہونا چاہیئے یاد کیجیئے کہ سورۂ قریش میں جن مقدس حضراؑت کا تذکرہ ہوا وہ حضرت قصیؑ و ہاشمؑ تھے ۔ ان کے جانشین حضرت عبدالمطلبؑ تھے اور ان کے سامنے جوان تھے ۔ پھر جناب عبدالمطلبؑ نے جناب ابوطالبؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور جانشینی کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے یتیم پوتے یعنی حضرت عبدؑاللہ کے بیٹے جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی بھی بنایا ان کی تربیت و حفاظت اور پروان چڑھانے کی ذمہ داری بھی سونپی اور اس ذمہ داری کو ابوطالبؑ کے ساتھ اللہ نے بھی اس یتیم کی ذمہ داری سنبھالی اور بعد میں بتایاتھا کہ ہم نے تمہیں یتیم پایا تھا تو تمہیں ابوطالبؑ ایسے چاہنے والے جان نثار کی پناہ میں دے دیا تھا (ضحیٰ ۶ / ۹۳) اور ان ہی کے زیر پرورش و انتظام تمہیں غنی کردیا تھا (۸ / ۹۳) لہٰذا ان حضرات کا یہ یتیم بچہ جوان ہوا ۔ اس کی شادی کی گئی اسے نبوّت کے مقام بلند پر فائز اور کاروبار نبوت چلاتے ہوئے چھوڑ کر جناب ابوطالبؑ نے دنیا سے رحلت کی اور اپنے بعد اپنا جانشینؑ علیؑ کو چھوڑا جو ابھی جوان نہ تھے ۔ اور ظاہر ہے

کہ آنحضرتؐ اس یتیم بچے کی پرورش و تربیت وغیرہ کے ذمہ دار تھے یہ ہے وہ ایلیتیم جس کو سچ مچ دھکے بھی دیئے گئے اور اس کا حق بھی چھین لیا گیا اور طے کرلیا گیا کہ اس کی نسل کو منقطع کر دیا جائے گا (بقرہ ۲۰۵ /۲) چنانچہ اسکے پورے خاندان ، تمام احباب اورطرفداروں کا قتل عام کیا گیا اور برابر کیا جاتا رہا ۔ یہ ہے وہ ایلیتیم جو بچپن سے یعنی مہد سے لے کر لحد تک فقیروں اور مسکینوں کی زندگی جیا ۔ جو فقراء و مساکین و یتامیٰ کا ملجا و ماویٰ تھا جس نے کبھی ایک گھٹیا درجے کے جوڑے یعنی کرتے پاجامے کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ رکھا۔ جس نے مذکورہ نظام کو چلانے کے لئے ہمیشہ روکھی سوکھی جو کی روٹی کھائی۔ جو اس لئے حکومت و وراثت سے محروم کیا گیا کہ وہ مساوات کو نافذ کر رہا تھا۔ بہرحال یہ ہے وہ یتیم جو عرب و عجم کے محسنوں کا، اور دنیاکے تمام بادشاہوں کے لئے باعثِ فخر و مقدس بزرگوں کا جانشین ہے جسے فطری طورپر رسمی طور پر اور قانونی حیثیت سے جناب قصیؑ و ہاشمؑ و عبدالمطلبؑ و ابوطالبؑ کا ورثہ ملنا چاہیئے۔ یعنی پورے عرب و مکہ کی حکومت اس کا پیدائشی و اکتسابی حق تھا جس کا دلانا خود رسولؐ پر واجب تھا۔ قوم و ملک پر واجب تھا (بنی اسرائیل ۲۳ تا ۲۷ / ۱۷) اس کے ساتھ کیا ہوا ؟ یہ قریش کی تاریخوں میں بھی موجود ہے یہ وہ داستان الم ہے جسے ہر سال تین مہینے سنا اور سنایا جاتا ہے اور قیامت تک یہ داستان رنج و محن جاری رہے گی اور آخر اس ہی کا ایک بیٹاؑ اس دنیا کو رشک جنت بنائے گا تمام ظالموں سے انتقام لے گا ۔ اور سارے مسلمان اور کافر مانتے ہیں کہ ایک دن وہ نظامِ حیات قائم ہوگا جس میں طبقہ واریت نہ ہوگی ۔ جس میں ظلم و زیادتی کا شائبہ تک ناممکن ہوگا ۔ جس میں حضرت آدمؑ سے ان حضرتؑ کے ظہور تک ہونے والی حق تلفیاں اور مظالم کی داد رسی ہوگی کوئی شخص محروم الجزا نہ رہنے پائے گا اور ہر مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا ۔

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُ آيَاتٍ

سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین (۳) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

تحقیق دی ہم نے تجھ کو کوثر پس نماز پڑھ واسطے پروردگار اپنے کے

وَ انْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ ع

اور قربانی کر تحقیق دشمن تیرا وہی ہے بے نسل

ع ۲۳

(۱) اے نبیؐ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ہمہ قسمی کثرت دے دی ہے ۔ (۲) چنانچہ آپؐ اپنے پروردگار کے لئے صلوٰۃ اور قربانی کا اٹل نظام قائم کردیں ۔ (۳) حقیقت یہ ہے کہ جو بھی آپؐ کا دشمن ہوگا وہی ابتری کا شکار ہو کر رہے گا۔

تشریحات سورۂ کوثر :

ا۔الکوثر میں کائنات کی تمام بھلائیوں اچھائیوں نیکیوں پسندیدہ چیزوں اور حالات کی کثرت داخل ہے ۔

سورۂ کوثر جس ماحول اور جن حالات میں تلاوت کی گئی ہے وہ حالات آخری آیت (۱۰۸/۳) سے ظاہر ہیں ۔ کیونکہ یہ آیت بطور جواب اور پیشنگوئی کی تکمیل میں ہے جواب یہ دیا گیاہے کہ :"یقیناً تمہارا ہر دشمن ابتری کا شکار ہو کر رہے گا۔" یہ جواب بتاتا ہے کہ دشمنوں نے حضورؐ کو ابتر قرار دیا تھا۔ اللہ نے دشمنوں سے کہہ دیا کہ تم نے جھوٹ کہا آنحضرتؐ نہیں بلکہ تم اور ہر دشمن ابتر رہے گا ۔ یہ سورہ اور تاریخی حالات بتاتے ہیں کہ جب دشمنانِ اسلام کو پورا یقین ہوگیا کہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مشن ناکام ہو کر رہ گیا ہے تب انہوں نے حضورؐ کو چیلنج کر دیا تھا کہ تم نہ صرف ناکام و نامراد رہو گے بلکہ بے خانماں اور بے نام و نشان بھی مرو گے ۔ یعنی کوئی ایسی قابلِ فہم و مادی دلیل نہ تھی جس کے سہارے آنحضرتؐ کی کامیابی کا خیال ذہن میں آ سکے ایسے عالم میں یہ اعلان کرنا کہ :

"اے نبیؐ بلا شک و شبہ ہم نے تمہیں کائنات کی ہر کثرت عطا کر دی ہے ۔ اور تمہارے تمام دشمن مغلوب و ناکام و نامراد اور تباہ ہو کر بے نام و نشان مریں گے۔"

دنیا نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کے تمام دشمن مقہور و مغلوب ہو کر سر جھکائے ہوئے سامنے کھڑے تھے اور آنحضرتؐ نے دریافت کیا تھا کہ اے سردارانِ قریش تمہیں مجھ سے کس قسم کے سلوک کی امید ہے ؟ قریش کی طرف سے سوچا سمجھا ایسا جواب ملا تھا کہ آنحضرتؐ کو انہیں معاف کرنا پڑا تھا ۔ قریش نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ ہمیں رحم وکرم کی امید ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہمیں اسی سلوک کی امید ہے جیسی ایک رسولؐ سے ہونا چاہیئے ۔ بلکہ ان کا جواب نہ صرف نہایت چالاک و ماہرانہ تھا بلکہ ان کا جواب بتاتا ہے کہ انہیں قرآن پر عبور حاصل تھا انہوں نے کہا تھا کہ :

"ہمیں آپ سے اسی سلوک کی امید ہے جو ایک بھائی کی طرف سے بھائیوں کو ہونا چاہیئے۔"

اس جواب میں چالاکی یہ ہے کہ سردارانِ قریش نے ابھی تک آنحضرتؐ کو نہ رسولؐ مانا ہے اور نہ انہیں ایک بھائی سے زیادہ مرتبہ و مقام دیا ہے اور :

اس جواب میں مہارت اور قرآنی معلومات پر عبور یوں ثابت ہے کہ قریش نے اس سلوک کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے اپنے ستانے والے بھائیوں سے کیا تھا ۔(یوسف ۹۱۔۹۰ / ۱۲)

اس میں چالاکی یہ تھی کہ انہوں نے آنحضرتؐ کو حضرت یوسفؑ کا مدمقابل کر دیا تاکہ آپؐ کو حضرت یوسفؑ سے بڑھ جانے کا خیال آئے اور یوں قریش کو تمام جرائم و مظالم سے معافی مل جائے ۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آنحضرتؐ کو بھی قرآن میں استعمال شدہ حضرت یوسفؑ کا جملہ اپنے اعلان میں شامل کرنا پڑا اور فرمایا کہ : لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (۱۲/۹۲) وَاَنْتُمُ الطلقآء "تم پر بھی آج کوئی ملامت و باز پرس نہیں ہے ۔جاؤ تمہیں آزاد کیا جاتا ہے۔"

چنانچہ یہ سورۂ کوثر آنحضرتؐ کی نبوت کا بزرگ ترین ثبوت ہے اور پیشنگوئیوں کے ذریعہ نبوت اور رسالت کا ثبوت بہت سی آیات میں موجود ہے مثلاً فرمایا تھا کہ :

"جب اللہ کی نصرت اور فتح آئے گی تو تم دیکھو گے کہ دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے۔"(النصر ۲۔۱ / ۱۱۰)

(ا ۔ الف) الکوثر کے معنی پر مودودی کا بیان ہمارے ساتھ متفق ہے ۔

علامہ مودودی نے لفظ الکوثر کے متعلق لکھا ہے کہ :"کوثر کا لفظ یہاں جس طرح استعمال کیا گیا ہے اس کا پورا مفہوم ہماری زبان تو درکنار، شاید دنیا کی کسی زبان میں بھی ایک لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ کثرت سے مبالغے کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی تو بے انتہا کثرت کے ہیں ، مگر جس موقع پر اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے اس میں محض کثرت کا نہیں بلکہ خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت، اور ایسی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے جو اِفراط و فراوانی کی حد کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس سے مراد کسی ایک خیر یا بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۹۲)

(ا۔ب) آنحضرتؐ کو ملنے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت ان کی جسمانی اولاد صرف فاطمہؑ سے دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

مودودی صاحب نے اولاد فاطمہؑ کا ذکر کیا ہے مگر حضرت فاطمہؑ پر نہ سلام لکھا نہ درود نہ رضؓ بنایا۔ "اولاد نرینہ سے محروم ہو جانے کی بنا پر دشمن تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ کا نام و نشان دنیا سے مٹ جائے گا، لیکن اللہ نے صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی صورت میں آپؐ کو وہ روحانی اولاد عطا فرمائی جو قیامت تک تمام روئے زمین پر آپؐ کا نام روشن کرنے والی ہے، بلکہ آپؐ کی صرف ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے آپؐ کو وہ جسمانی اولاد بھی عطا کی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۹۳)

یہاں علامہ کو اپنی تین اور فرضی بیٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے شرم آئی ہے ۔

۲۔ کوثر نام کا ایک حوض اور ایک نہر بھی ملے گی۔ مودودی نے مانا ہے کہ:

"ایک حوض کوثر جو قیامت کے روز میدان حشر میں آپؐ کو ملے گا۔ دوسرے نہر کوثر جو جنت میں آپؐ کو عطا فرمائی جائے گی۔ ان دونوں کے متعلق اس کثرت سے احادیث حضورؐ سے منقول ہوئی ہیں اور اتنے کثیر راویوں نے ان کو روایت کیا ہے کہ ان کی صحت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۹۳)

(۲۔ الف) آپؐ کے حوض کے متعلق علامہ جی کے قلم سے چند احادیث پہلے دیکھیں۔

علامہ مودودی نے چند ایسی احادیث بھی لکھ دی ہیں جو خود ان کے عقائد اور مسلّمات کے خلاف ہیں مثلاً وہ آنحضرتؐ میں ایسی کوئی قدرت و صفت تسلیم نہیں کرتے جو باقی انسانوں میں نہ ہو۔ مگر انہوں نے مانا ہے کہ:

(۱) آنحضرتؐ کی نظریں مدینے سے حوض کوثر دیکھ سکتی تھیں۔

اِنِّی فرط لکم وانَا شَھِیدٌ عَلَیکُم وَاِنِّیْ وَاللّٰہ لَاَنْظُرُ حَوْضِی الْاٰنِ

"میں تم سے آگے پہنچنے والا ہوں، اور تم پر گواہی دوں گا اور خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اِس وقت دیکھ رہا ہوں" (بخاری کتاب الجنائز، کتاب المغازی، کتاب الرقاق۔ (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۹۳)

علامہ نے یہاں لفظ "شہید کے معنی ایک عام گواہ کر لئے حالانکہ حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پوری کائنات کے ہر ہر زمانہ میں ہر ایک چیز پر چشم دید گواہی دینے والے ہیں (نساء ۴۱ / ۴، نحل ۸۹ / ۱۶) بہر حال یہاں یہ مان لیا کہ حضورؐ کو حوض کوثر اسی طرح دکھائی دیتا تھا جیسے ہمیں ہمارے چاروں طرف کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قریش کے مظالم پر مطلع تھے انصار کو صبر کی تلقین فرمائی تھی۔ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

اِنَّکُمْ سَتُلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرۃ فَاَصْبِرُوا حتّٰی تلقونی علی الحوض۔

"میرے بعد تم کو خود غرضیوں سے اور اقربا نوازیوں سے پالا پڑے گا اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آکر حوض پر ملو" (بخاری کتاب مناقب الانصار و کتاب المغازی۔ مسلم، کتاب الامارۃ، ترمذی کتاب الفتن) (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۹۳)

ظاہر ہے کہ عہد رسولؐ کے انصار کو قریشی حکومتوں کے سلوک پر صبر کرنے کی تاکید کی گئی تھی یہ تاریخی حقیقت ہے کہ خاندانِ علی مرتضیٰ علیہم السلام کو، انصار کو اور مؤلفۃ القلوب کو حکومت میں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔ اور وجہ معلوم ہے کہ یہ تینوں گروہ قریش کے مخالف تھے۔ اور قریش کا غاصب ہونا ثابت ہوگیا۔

(۳) رسولؐ کے قریشی صحابہ رسولؐ کی شفاعت اور حوض کوثر سے محروم علامہ نے نمونہ کے لئے صحابہ کے حوض کوثر سے ہٹائے جانے کی ایک ہلکی سی حدیث چھانٹ کر لکھی ہے سنیئے: "اس کے بارے میں حضورؐ نے بار بار اپنے زمانے کے لوگوں کو خبردار کیا کہ میرے بعد تم میں سے جو لوگ بھی میرے طریقے کو بدلیں گے ان کو اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا اور اس پر انہیں نہ آنے دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپؐ کو نہیں معلوم کہ آپؐ کے بعد انہوں نے کیا کیا ہے؟ پھر میں بھی ان کو دفع کروں گا اور کہوں گا کہ دور ہو۔ یہ مضمون بھی بکثرت روایات میں بیان ہوا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق، کتاب الفتن۔ مسلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الفضائل۔۔۔")(تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۹۴)

(۴) مودودی نے تکلف کے باوجود بھی اپنے صحابہ اور مجتہدین کا ستیاناس مان لیا ہے۔ علامہ کے یہ گول گول بیانات بھی یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں کہ علامہ کی اختیار کردہ مندرجہ بالا حدیث اور اسی مضمون کی بکثرت روایات ان تمام لوگوں کو رسولؐ کے طریقے سے خارج کرتی ہیں جنہوں نے اسلامی مسائل میں اختلاف پیدا کرکے بہت سے فرقے بنائے۔ اور ان لوگوں میں وہی صحابہ اور تابعی و تبع تابعین شامل ہوسکتے ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ اس لئے کہ مجتہد سے کم درجے کے لوگوں کی تبدیلی کو عوام ہرگز قبول نہ کرسکتے تھے۔ عوام ہمیشہ لیڈروں ہی کی بات مانتے ہیں

اور لیڈر و علما ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو دینی احکام میں مین میخ نکال کر انہیں دل پسند بنانے کی قابلیت رکھتے ہیں چنانچہ علامہ کا ایک آخری بیان سن لیں جس میں وہ قیامت تک آنے والے مجتہدین کا ستیاناس کرتے ہیں ۔ ارشاد ہے کہ :
"اسی طرح حضورؐ نے اپنے دور کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بھی خبردار کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میرے طریقے سے ہٹ کر چلیں گے اور اس میں ردوبدل کریں گے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا ، میں کہوں گا کہ اے رب یہ تو میرے ہیں ، میری اُمت کے لوگ ہیں ۔ جواب ملے گا آپ کو نہیں معلوم کہ اِنہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تغیرات کئے اور الٹے ہی پھرتے چلے گئے ۔ پھر میں بھی ان کو دفع کروں گا اور حوض پر نہ آنے دوں گا ۔ اس مضمون کی بہت سی روایات احادیث میں ہیں ۔ (بخاری، کتاب المساقات ،کتاب الرقاق ،کتاب الفتن، مسلم، کتاب الطھارۃ ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الفضائل۔) (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۹۵)
ان بیانات میں حق گوئی معلوم ہوتی ہے مگر علامہ بڑی سادگی سے ان میں بھی اپنے محبوب اور راہنما صحابہ کو بچا کر نکل گئے ہیں لیکن ہم قارئین کو یاد دلائیں کہ ان روایات اور بیانات میں صحابہ کے الفاظ ہیں اور صحابہ بھی وہ جن کو خود رسولؐ اپنے صحابہ فرمائیں لہٰذا یہاں یہ بہانہ اور تاویل غلط ہوگی کہ وہ منافق صحابہ کی بات کی گئی ہے پھر یہ کہ منافقوں کی تبدیلیوں کو کوئی قبول نہ کرسکتا تھا ۔

(۵) حوض کوثر کا رقبہ یا وسعت لمبائی چوڑائی ۔ حقیقت یہ ہے کہ حوض کوثر کے متعلق بھی محمدؐ و آل محمدؐ نے اپنے مخاطبین کی علمی وعقلی پوزیشن کے مطابق باتیں کی ہیں جن کو جمع کرنے سے بیانات میں اختلاف نظر آنا ہی چاہیئے۔ لیکن ان حضرات علیہم السلام نے ہر عنوان و موضوع پر کچھ فیصلہ کن بیانات بھی دیئے ہیں جن سے حقیقت کا آسانی سے پتہ لگایا جاسکتاہے چنانچہ حوض کوثر کی وسعت کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے یہ بیان اور حدیث سن لیں:
"اس کی کیفیت حضورؐ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا پانی دودھ سے (بعض روایات میں ہے چاندی سے اور بعض میں برف سے) زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا ، شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا، اس کی تہہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی، اس پر اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان میں تارے ہیں۔"(تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۴۹۴)
آسمان میں تارے بے شماروبے حساب ہیں ۔ اور قیامت میں حوض کوثر سے پانی پینے والے بھی بے شمار و بے حساب ہیں لہٰذا حوض کی لمبائی چوڑائی اور وسعت بھی بے حد و بے حساب ہونا اور ضرورت کے لئے کافی ہونا لازم ہے ۔

(۶) ساقیؑ کوثر بھی بے شماروبے حدوحساب قدرت رکھتا ہے ۔ پھر حوض پر حضرت علی علیہ السلام ساقی ہوں گے اور ظاہر ہے کہ بے شمار و بے حّد و حساب افراد کو پانی پلانا، بے شمار و بے حّد و حساب ساقی درکار ہوں گے ۔ اور یہ معلوم ہے کہ حوض کوثر کے ساقی کی حیثیت سے کسی اور کا ذکر نہیں ہوا ہے لہٰذا حضرت علیؑ کی پہنچ اور وسعت بھی فطری طورپر بے شمار و بے حّدوحساب ہونا لازم ہے ۔ تاکہ دورسے دور کھڑے ہوئے پیاسوں کو گلاس پہنچا سکیں ۔ اور بیک وقت ہر شخص سے مخاطب ہو سکیں ۔ اور یہ فضیلت تھی بیک وقت چالیس جگہ مہمان رہنے سے بے حد و شمار بڑی ہے ۔

۳۔ سورۂ کوثر والی ہی کثرت تھی جسے سورۂ تکاثر میں قریش کے لئے حرام کیا تھا۔ قارئین کو چاہیئے کہ سورۂ تکاثر پر نظر ڈال کر اب یہ بات سمجھیں کہ قریشی لیڈر کون سی کثرت کے حصول میں دین و دنیا سے غافل ہوگئے تھے ؟ انہوں نے درحقیقت سورۂ کوثر کے وعدے میں شرکت کی کوششیں کرنے پر سارا زور لگا دیا تھا اور اپنے اختیار کردہ نظامِ اسلام سے یہ امید کی تھی کہ یہ وہ طریق حیات ہوگا جو انہیں دنیا و آخرت میں وہ تمام نعمتیں عطا کرے گا جن کا وعدہ سورۂ کوثر میں کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے اجتہاد کے ماتحت نمازوں کو بڑی پابندی سے اختیار کیا اور آج تک اپنے خیال میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ پر عمل کر رہے ہیں پھر انہوں نے حج اور قربانی (وَٱنۡحَرۡ) کو بھی بڑی سختی سے اختیار کیا تھا اور آج تک اس کے پابند ہیں مگر نتیجہ میں انہیں شروع سے اب تک برابر لعنت و ملامت اور ذلت ہی ملتی چلی آئی ہے ۔اس لئے کہ جس نماز کو انہوں نے اختیار کیا وہ منفی تھی اس میں سے نماز کی روح یعنی ولایّت و امامّت کی نفی کر دی گئی تھی اور صرف اللہ اور

نبوت کو رکھا گیا تھا۔جو بلا ولایت کے ہمیشہ نقصان پہنچاتے ہیں۔پھر ان لوگوں نے جس رسمی قربانی اور حج کو اختیار کیا اس میں سے بھی فلسفۂ حج و قربانی اور نتیجۂ قربانی اور باعثِ قربانی کو خارج رکھا گیا ہے اس لئے انہیں حج و قربانی نے فائدہ نہ پہنچایا بلکہ انہیں غریب سے غریب تر کرتے چلے جانے کا مستقل پروگرام بنائے رکھا ہے اور رفتہ رفتہ انہیں محتاج و قلاش و اقوامِ عالم کا بھکاری بنا کر چھوڑا ہے۔

(۳۔ الف) آنحضرتؐ نے کون سی نماز اور کون سی قربانی کا نظام قائم کیا؟

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ نے جس نماز اور جس قربانی کے نظام کا بندوبست کیا تھا وہ ۶۱ ہجری میں اپنی مکمل صورت میں دیکھا گیا تھا۔ انہوں نے علیؑ اور اولاد علیؑ کو مجسم نماز بن جانے کی راہیں بتائیں اور اپنے حقوق کو اسلام کی سربلندی اور اللہ کی رضامندی کے لئے قربان کرتے چلے جانے کی ہدایت کی۔ جبراً تو الگ، خوشی سے دینے پر بھی اپنے مخصوص حقوق کو واپس نہ لینے کی تاکید کی۔ چنانچہ جہاں آئمہ اہلؑ بیت کی نماز مثال و نمونہ بن گئی وہیں نماز اور امامؑ کے تحفظ میں سینہ کھول کر تیروں کی بوچھاڑ میں قلب وجگر و جان قربان کردینا بھی بے نظیر بن کر رہ گیا۔ تمام شیعہ حضرات اور شیعہ کہلانے والے لوگ آج تک برابر اپنے روزگار، روزی کی ترقی کی نیک نامی کی قربانی دیتے اور اپنے حقوق انسانی سے محروم رہتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن لفظ شیعہ کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور ان رعایتوں کی پرواہ نہیں کرتے جو انہیں شیعہ نہ رہنے کی صورت میں ملنا اور ملتے رہنا یقینی ہے، شیعہ برے ہوں یا اچھے، حقیقی شیعہ ہوں یا برائے نام شیعہ ہوں، وہ مخالف گروہوں اور حکومت کا ہدف بنے رہتے ہیں۔ اور دن رات، چلتے پھرتے، دورانِ کار اور گلی کوچوں میں مخالفین کے طعن و طنز سنتے ہیں۔ اپنی راہوں میں رکاوٹیں دیکھتے ہیں مگر لفظ شیعہ کے تحفظ میں ہمہ قسمی قربانی کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے دشمنوں کی نسلیں فنا ہو چکیں آج کے تمام دعویدار مصنوعی اور فرضی ہیں۔

ان کے برعکس سنی کہلانے سے، یا عثمانی، فاروقی اور صدیقی کا لیبل رکھنے سے، حکومتوں کی طرف سے، قوموں کی طرف سے، محلہ داروں اور پڑوسیوں کی طرف سے اور سرمایہ داروں کی طرف سے ہر رعایت ملتی ہے۔ اور شیعہ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دشمنانِ محمدؐ و آلؐ محمدؐ کی نسلیں مٹ چکی ہیں ہر نومسلم شیخ بن کر آتا ہے۔ لیکن اصلی شیخ دنیا سے فنا ہوچکے ہیں فرضی اور مصنوعی صدیقی و فاروقی وعثمانی بنائے جا رہے ہیں۔ دشمنی کے اظہار کے لئے یزید و معاویہ نام رکھ کر یہ دکھایا جا رہا ہے کہ نسلِ یزید و معاویہ نہ سہی ہم خود ان کی نسل بنے جاتے ہیں۔ ادھر دن رات قتل عام کے باوجود نسلِ رسولؐ اور ان کی نسل کے پیروؤں کی تعداد دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی چلی آئی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ تمام نام رکھنا بھی ترک کیا جاتا رہا ہے جو عہد رسولؐ میں قریش کے نام ہوا کرتے تھے۔ آج ابوطالبؑ اور طالبؑ اور ہاشمؑ کے نام اپنوں اور غیروں میں موجود ہیں۔لیکن آپ کو کوئی قحافہ نہ ملے گا، کوئی خطاب نظر نہ آئے گا عفان کا نام و نشان نہ ملے گا۔ وہ تو وہ، اب لاکھوں میں کوئی ایک عمر یا ابوبکر یا عثمان پایا جائے گا۔ کروڑوں میں عائشہ دو ایک ہی ملیں گی، حفصہ نام کوئی نہیں رکھتا۔ یہ سب لوگ ابتر اور بے نام و نشان ہوکر رہ گئے اور اگر کوئی کہیں پوشیدہ رہ گیا ہے وہ بھی جلد فنا ہوجائے گا اور ایک دن "إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ" سو فیصد صادق آجائے گا۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْن

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھ (۶) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾

کہہ اے کافرو نہیں عبادت کرتا میں اس چیز کو کہ عبادت کرتے ہو تم

وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾

اور نہیں تم عبادت کرنے والے اس چیز کی کہ عبادت کرتا ہوں میں

وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾

اور نہیں میں عبادت کرنے والا اس چیز کی کہ عبادت کرتے ہو تم

وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾

اور نہیں تم عبادت کرنے والے اس چیز کی کہ عبادت کرتا ہوں میں

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ۠﴿۶﴾

واسطے تمہارے دین تمہارا اور واسطے میرے دین میرا

ع ۶ ۳۴

(۱) اے رسولؐ ان سے کہو کہ اے حقیقتِ عبادت و اطاعت کو چھپانے والو۔ (۲) میں اس کی عبادت و اطاعت نہ کرتا ہوں نہ کروں گا جس کی تم عبادت و اطاعت کرتے ہو۔ (۳) اور نہ ہی تم اس کی عبادت و اطاعت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ (۴) اور نہ ہی میں اس کی عبادت و اطاعت کرنے والا ہوں جس کی عبادت اور اطاعت تم نے کی ہے۔ (۵) اور نہ ہی تم اس کی عبادت اور اطاعت کرنے والے ہو جس کی عبادت و اطاعت میں کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ (۶) تمہارے لئے تمہارا دین تو ضرور ماننے کے قابل ہونا چاہیئے اور میرے لئے میرا دین میری سند و دلیل ہے۔

تشریحات سورۂ کافرون:

۱۔ اس سورت کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں جو کسی بھی حقیقت کو چھپائیں۔

جیسا کہ مسلسل واضح کیا جاتا رہا ہے کہ قریشی علما اور حکومتوں نے قرآن کی ہر سورت ہر آیت اور ہر لفظ کا مقصد و معنی بدلنے اور اپنے خود ساختہ اسلام اور قومی حکمت عملی پرفٹ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور حقیقی اسلام کو ایک طاغوتی مذہب اور مارشل ازم بنا کر ساری دنیا میں پھیلایا اور مشہور کیا ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں قریشی اسلام سے ساری دنیا کی اقوام متنفر رہتی چلی آئی ہیں۔ اور محمدؐ و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وعلیھم سے سوائے مجتہدین اور لیڈرانِ قوم کے ساری دنیا کی اقوام محبت اور احترام کا سلوک کرتی رہی ہیں اور آج بھی ہم اور ہمارا نظام اپنی قدرو قیمت کی نظیر و مثال نہیں رکھتا۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہم ہرمذہب کے انسان کی عزت و حرمت و خدمت کرنا اپنے اوپر حقیقی اسلام کی طرف سے فرض سمجھتے ہیں۔ ہماری تبلیغ میں وہ بکواس ہوتی ہی نہیں جس سے کوئی غیر مسلم چڑ جائے۔ ہم صرف قریشی مجتہدین کی مذمت کرتے ہیں یا ان کی مذمت کرتے ہیں جو مذہب کے نام پر انسانوں میں نفرت انگیزی اور پھوٹ ڈالتے ہیں۔ اور مذہب میں افتراق و انتشار کے ذریعہ روزی کماتے ہیں یہ پوری تفسیر پڑھ جائیے کہیں آپ کو عوام کی مذمت نہ ملے گی کہیں غیر مسلم شخص کے دل میں نفرت پیدا ہونے کا سامان نہ ملے گا۔ البتہ قریش کے لئے ہم نے اس میں کہیں کلمہ خیر نہ کہا ہوگا اور اگر کہیں ایسا ہوا ہو

گا تو اس کی وجہ وہیں لکھی ہوئی مل جائے گی ۔ پھر کسی غیر مسلم کو ہماری اس تفسیر میں اختلاف کا موقع نہ ملے گا ۔ اور کسی بات سے انکار کی گنجائش نہ ملے گی ۔ یہ سب کچھ ہم نے اس لئے عرض کیا ہے کہ اپنے دستور کے مطابق مودودی نے اس سورت کے مخاطبین کو محدود کر دیا ہے حالانکہ اس کے مخاطب خود مسلمان بھی ہیں ۔ اور ہر وہ شخص مخاطب ہے جو کافر ہو یعنی جو کسی بھی حقیقت کو جان بوجھ کر چھپاتا ہو ۔ لہٰذا کسی حق پوش کو حق پوشی کرنے والا کہہ کر مخاطب کرنا اور اسے اس کی حق پوشی پر مطلع کرنا روزانہ کا معمول ہے لیکن کسی کو منکرِ حق کہنا یا منکرِ دین قرار دینا اور یہ بھی نہ بتانا کہ وہ حق کیا ہے اور وہ دین کون سا ہے ؟ دنیا کا سب سے بڑا چیلنج ہے کسی کو چڑانے کے لئے اس سے بڑا نہ کوئی طعنہ ہے نہ کوئی گالی ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی دین کا پابند ہوتا ہے اور جس دین کا وہ ماننے والا ہوتا ہے اسی کو وہ برحق اور صحیح دین سمجھتا ہے اور اپنے دین کے خلاف کوئی بری بات سننے کو تیار نہیں ہوتا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس سورہ کی آخری آیت ہر شخص کو اس کے دین کے معاملے میں آزادی دیتی ہے۔اور دین کے معاملے میں ہر ناگواری اور زبردستی کو اللہ نے منع فرمایا ہے(بقرہ ۲۵۶ / ۲) لہٰذا اس سورہ میں بھی اور کسی سورہ میں بھی کسی کے دین کی مذمت نہیں کی گئی ہے البتہ اشخاص کی دینی غلط کاری وہ بھی عمداً غلط کاری کی مذمت کی گئی ہے۔

۲۔ قریشی سازش نے اس سورہ کو چیلنج اور گالی بنا کر اسلام سے متنفر کیا ہے ۔

علامہ مودودی نے پہلے تو یہ فرمایا کہ:

”کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں ہے جو اس آیت کے مخاطبوں کو دی گئی ہو “ یعنی علامہ کو احساس ہوا تھا کہ یہ طرز تخاطب اچھا نہیں ہے اس لئے فرمایا کہ لفظ کافر گالی یعنی بری بات نہیں ہے مگر ذرا سنبھلنے کے بعد علامہ نے صاف صاف گالیوں سے بھی بدتر باتیں لکھ دی ہیں وہ کہتے ہیں کہ :

”منکرین کو ”اے کافرو“ کہہ کر خطاب کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہم کچھ لوگوں کو ”اے دشمنو، یا اے مخالفو“ کہہ کر مخاطب کریں۔ “ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۰۳۔۵۰۴)

قارئین ذرا سوچیں کہ اگر ہم آج تمام غیر مسلموں کو ”اپنے دشمن“ سمجھیں اور انہیں ”اے دشمنو“ کہہ کر مخاطب کیا کریں تو کیا یہ خطاب ان کو پسند آئے گا ؟ اور کیا یہ خطاب ہمارے لئے اور ہماری تبلیغ کے لئے مفید ہو گا ؟ کیا اللہ اس خطاب کو پسند کرے گا ؟ ہرگز نہیں ۔ ہر شخص ایسے خطاب کرنے والے سے دست و گریبان ہو جائے گا یا کم از کم ہمیشہ کے لئے متنفر ہو جائے گا اور ضد میں صحیح بات بھی نہ مانے گا ۔

(۲۔الف) قریش کے مذہب میں بددیانتی بھی جائز و حلال ہے کافر کے صحیح معنی کرنے کے باوجود فریب دیا گیا ہے

علامہ نے اپنی تفہیم القرآن کی پہلی جلد میں کفرو کافر کے صحیح اور اصلی معنی یوں لکھے تھے :

”کفر“ کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

علامہ کے اس اقرار کے بعد کافرں کے اصلی معنی ”چھپانے والے “ ہوئے لہٰذا ہمارا ترجمہ دیکھ لیں اور وہ یہ ہے کہ :

”اے رسوؐل ان سے کہو کہ ”اے حقیقتِ عبادت و اطاعت کو چھپانے والو؟“

جسے علامہ نے یوں رنگ دیا کہ: ”ان سے کہو کہ اے کافرو اے مخالفو اے دشمنوں“

(۲ ۔ ب) علامہ کے قلم سے کافر کے معنی پھر دیکھیں۔

۱۔”کفر“ کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں ۔“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

۲۔”عربی زبان میں ”کافر“ کے معنی انکار کرنے والے اور نہ ماننے والے کے ہیں“(ایضاً جلد ۶ صفحہ ۵۰۳) اور یہ ایسا ہی ہے کہ :

۳۔ ”اے دشمن “ اور ۴۔ ”اے مخالف“ (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۵۰۴)

یعنی پہلے ”کافر“ کے معنی اور تصور کو بدل ڈالا اور پھر سورۂ کافرون کو ایک نفرت خیز کلام کی حیثیت سے پیش کیا حالانکہ اللہ نے اس سورہ میں نہ غیر مسلموں کو مخاطب کیا نہ کوئی ایسا لفظ ہی استعمال کیا جس سے یہ وہم پیدا ہو سکے کہ اس سورہ کے مخاطب اسلام کے یا رسوؐل کے یا اللہ کے یا قرآن کے منکر اور نہ ماننے والے ہیں ۔یہاں تو ہر مذہب وملت کے وہ تمام

لوگ مخاطب ہیں جو کسی بھی حقیقت کو جان بوجھ کر چھپاتے ہوں چنانچہ اگلی آیات (۵ تا ۶ / ۱۰۹) واضح کرتی ہیں کہ جس حقیقت کو چھپانے کی بات ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ عبادت کس کی کی جائے ؟ اور کس کی نہ کی جائے ؟ محمدؐ مصطفیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ میں جس کی عبادت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا تم بھی اُسے برحق مانتے ہو لیکن اُس برحق کو چھپاتے ہو ۔ لہٰذا پہلی آیت کے وہی معنی ہوئے جو ہم نے ترجمہ میں لکھے ہیں یعنی :

”اے رسوؐل ان سے کہو کہ ”اے حقیقتِ عبادت و اطاعت کو چھپانے والو۔“

آگے چل کر دوہرا دوہرا رخ بدل بدل کر سمجھا دیا کہ ان لوگوں نے نظام عبادت و اطاعت کو تبدیل کر رکھا ہے اور ان کی عبادت و اطاعت بالکل آنحضرتؐ والی نہیں ہے ۔ دونوں کی عبادت و اطاعت قطعاً میل نہیں کھاتیں پھر آخری آیت میں یہ بتا دیا کہ عبادت و اطاعت کے فرق کی بنا پر آنحضرتؐ کا دین اور ہے اور عبادت و اطاعت کی حقیقت کو چھپانے اور خلافِ حقیقت عبادت و اطاعت کرنے سے مخاطب لوگوں کا دین جداگانہ ہے اب پہلی آیت کا ترجمہ یوں کیاجا سکتا ہے کہ :

”اے رسوؐل ان سے کہہ دو کہ اے عبادت و اطاعت کی حقیقت کو چھپا کر اور خودساختہ اطاعت و عبادت کو جاری کر کے حقیقی دین کو یا میرے دین کو یا دین اسلام کو بدل ڈالنے والو۔“

معلوم ہوا کہ مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجتہدانہ ردو بدل سے حقیقی دین کو اپنی مصلحتوں پر فٹ کرلیاتھا ۔ اور اس طرح وہ ایک نیا اور خود ساختہ دین بن کر رہ گیا تھا ۔

(۲ ۔ ج) لفظ کافر کے صحیح معنی کرنے سے سورہ کا صحیح ہدف قریشی مجتہدین اور قریش کا خود ساختہ اسلام ہوگیا۔

لہٰذا سورہ کے اوّلین مخاطب قریشی لیڈر اور مجتہدین ہیں اور ان کے بعد قیامت تک آنے والے دین ساز علما ہیں جنہوں نے بقول شبلی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خلیفہ دوم عمر کے ساختہ پرداختہ اصولوں کی روشنی میں حنفی مالکی شافعی اور حنبلی وغیرہ مذاہب ایجاد کئے اور آج بھی ایران و پاکستان میں اسلام کی دو اصلاح یافتہ قسطیں یامذاہب تیارکئے جارہے ہیں جب ہمارا اس سورہ کے متعلق یہ بیان غیرمسلم پڑھیں گے تو وہ بھی قریشی سازش پر لعنت بھیجیں گے ۔

(۲ ۔ د) اس سورہ میں عبادت سے نماز روزہ اور حج وغیرہ مراد لینا بہت بڑی غلطی ہے ۔

اب قارئین یہ سوچیں گے کہ اس سورۂ میں یہ بات تو واضح ہوگئی کہ رسوؐل کی عبادت دین بدل ڈالنے والوں کی عبادت سے مختلف تھی یعنی دونوں عبادتوں میں دینداری اور بے دینی کا فرق تھا مگر یہ بات صاف نہیں ہوئی کہ عبادت سے مراد کیا ہے؟ یعنی رسوؐل کی عبادت کیا تھی اور قریشی مجتہدین کی عبادت کیا تھی؟ اگر یہاں عبادت سے مقصود نماز ہوتی تو نماز کا ذکر کرنے سے اللہ کبھی تکلف نہیں کرتا ۔ یہاں پھر ایک دفعہ یہ نوٹ کریں کہ قریشی حکومتوں علما اور مجتہدین نے لفظ عبادت میں بھی خیانت کی ہے اور لوگوں کے سروں میں لفظ عبادت پڑھتے یا سنتے ہی ایک دم اللہ کی عبادت روزہ نماز وغیرہ کا تصور آجاتا ہے ۔ اور اس کے سوا اور کچھ ذہن میں آتا ہی نہیں ہے ۔ یعنی ان لوگوں نے مسلمانوں کے قلوب و اذہان پر تالے ڈال دیئے سوچنے اور غور کرنے کی راہیں بند کردیں ۔ اور دین کی ہر بات کوالٹ کر رکھ دیا ۔

(۲ ۔ ہ) عبادت کے لغوی معنی لغات اور علما کے قبرستان میں دفن رہ گئے ۔

بہرحال یہ ہماری ضرورت بھی ہے اور ذمہ داری بھی ہے کہ علما کے سروں اور لغات کے قبرستانوں سے لفظ عبادت کے وہ معنی بھی کھود کر نکالے جائیں جنہیں قریشی پالیسی سامنے لانا نہیں چاہتی ۔لہٰذا آپ لغات القرآن کی چوتھی جلد سے مندرجہ ذیل بیانات پڑھیں ۔” عِبَادَۃِ : عبادت ، بندگی ، پرستش عَبَدَ ۔یَعۡبُدُ کا مصدر ہے ۔ جس کے معنی پوچنے اور عبادت کرنے کے ہیں اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے ۔ امام راغب (اصفہانی) لکھتے ہیں : ۔

” عَبُوۡدِیَۃِ : اظہار فروتنی کا نام ہے اور عِبَادَۃٌ اس سے بھی بلیغ ترہے کیونکہ اس کے معنی انتہائی فروتنی کے ہیں“
قاموس میں ”عبادت“ کے معنی ”طاعت “ کے بیان کئے ہیں لیکن ابن الاثیر کے نہایہ (لغت) میں یہ الفاظ ہیں ۔

اَلْعِبَادَۃُ فِی اللُّغَۃِ الطَّاعَۃُ مَعَ الْخُضُوْعِ۔ یعنی لغت میں عبادت کانام ہے اطاعت کا جو عاجزی کے ساتھ ہو۔
قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے عبادت کی شرعی تعریف ان لفظوں میں نقل کی ہے۔
وَفِی الشَّرْعِ عِبَادَۃُ عِبَادَۃٌ عما یجمع کمال المحبۃ والخضوع والخوف"اور شرع میں عبادت وہ ہے جو انتہائی محبت فروتنی اور خوف پر مشتمل ہو"(لغات القرآن جلد چہارم صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۲ مولفہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی ندوۃ المصنفین دہلی)

مودودی کو بھی سنتے چلیں: (۱) "بلکہ "عبادت" کو بھی اگر "پرستش" کے بجائے "بندگی" کے وسیع ترمفہوم میں لیا جائے تو مدعا سے قریب تر ہو گا۔"(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۴۹) اور یہ بھی سنیں کہ:
(۲) "اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے احکام کی بے چون و چرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی "عبادت" ہے، اور جو شخص اس طرح کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل اس کی عبادت بجا لاتا ہے۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۹۸)
بس جناب اب کسی تمہید اور بحث و ثبوت کے بغیر سورۂ کافرون کا ترجمہ دوبارہ سنیں :
(۱) اے رسولؐ آپؐ ان قریشی مجتہدین سے کہہ دیں کہ اے وہ لوگو جنہوں نے حقیقی اطاعت کو چھپایا ہوا ہے کہ :
(۲) میں اس اطاعت کو نہ تسلیم کرتا ہوں اور نہ کبھی مانوں گا جو اطاعت تم کرتے ہو اور کرتے رہو گے۔
(۳) اور نہ ہی تم وہ اطاعت اختیار کرنے والے ہو جو اطاعت میں کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔
(۴) اور نہ ہی میں وہ اطاعت اختیار کرنے والا ہوں جو اطاعت تم نے اختیار کئے رکھی ہے
(۵) اور نہ ہی تم وہ اطاعت کرنے والے ہو جو اطاعت میں کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ چنانچہ سنو کہ :
(۶) تم اپنے خود ساختہ دین کے لئے ذمہ دار ہو اور میں اپنے خدا داد دین کا ذمہ دار ہوں"
قارئین ہمارے اس ترجمہ کو آخری اور مکمل ترجمہ سمجھیں سابقہ ترجمہ مرحلہ وار حقیقت کی طرف قدم قدم بڑھانے کے لئے تھا۔

۳۔ عبادت کے مذکورہ معنی پر ایک جملہ معترضہ اور مزید وضاحت: آپ نے عبادت کے معنی کئی ایک عربی ماہرین اور مفسرین سے سن لئے اور وہ ہیں "نہایت عاجزانہ اطاعت" اور بقول مودودی "بے چون وچرا اطاعت۔" دوسرے الفاظ میں یہ کہیئے کہ "کسی فرد کا حقیقی معنی میں بندہ یا عبد رہنا" عبادت ہے۔ ایسے شخص کو "عابد" کہا جائے گا۔ اور جس کے سامنے وہ عابد "عبدیت" یا "عبد" کی حالت میں رہتا ہے وہ اس عابد کا معبود ہوتا ہے۔ اب سوچیئے کہ اللہ نے غلام کو عبدؐ اور غلاموں کو عباد فرمایا ہے (سورۂ نور ۳۲ / ۲۴) سنیئے:

(۳۔ الف) عرب میں لاکھوں معبودوں کی عبادت اللہ کی رضامندی سے ہوتی تھی۔

> وَأَنكِحُواْ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ﴿٣٢﴾(نور ۳۲/۲۴)

مودودی کا رسمی ترجمہ: "تم میں سے جو مجرد ہوں اور تمہارے "لونڈی غلاموں" میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کردو۔"(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۳۹۷)
حقیقی معنی کے ساتھ ہمارا ترجمہ: "تم میں سے جو غیر شادی ہوں اور تمہارے "بندوں اور بندیوں"میں سے جو شادی کے لئے فٹ(صحتمند) ہوں ان کے نکاح کردو۔"
یہاں اللہ نے کچھ انسانوں کو دوسرے انسانوں کا عبد یا بندہ فرمایا یعنی اللہ نے کچھ انسانوں کو "عبد" مانا ہے اور کچھ انسانوں کو معبود قرار دیا ہے۔
اور یہ حقیقت ساری دنیا کو معلوم ہے کہ عرب میں لاکھوں عباد یا بندے تھے اور ہزارہا معبود تھے۔ اور یہ عبدیت اور معبودیت اللہ کی طرف سے جائز تھی ؟ اور اسی جواز کے ماتحت آج بھی سعودی عرب میں ہزاروں عباد اور بندے اور ان کے معبود بستے ہیں اور شاہی خاندان تو معبودوں کا خاندان ہے جس کی سارا ملک عبادت کرتا ہے۔
یہ ہے وہ صورت حال جسے عرب یا قریش یا قریشی علما پسند نہیں کرتے اور الفاظ کے حقیقی معنی کو ایسی صورت حال میں پھنس جانے سے بچنے کے لئے ترک کردیتے ہیں۔

(۳۔ ب) پھر سورۂ کافرون کے مخاطب حضرات کی حالت پر غور فرمائیے۔ بہر حال آپ پھر سورہ اور سورہ کے مخاطبین پر توجہ دیجئے اور سوچئے کہ قریشی دین سازوں نے کسی ایسی اطاعت پر پردہ ڈالا ہے جس کی وجہ سے اللہ و رسولؐ قریش کو اپنے دین سے خارج کرتے ہیں اور اُن کو اُن کی اس اطاعت کی بنا پر ایک باطل دین پر عامل قرار دیتے ہیں جس اطاعت کو انہوں نے لازم سمجھا تھا۔ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ تمام عرب اللہ کو واجب الاطاعت مانتے تھے۔ ادھر آنحضرتؐ خود بھی قائل تھے اور قریش کو بھی اللہ ہی کی بے چون و چرا اطاعت کا حکم دیتے تھے پھر اطاعت میں یہ اختلاف کیوں اور کیسا تھا؟ ہم نے اس تفسیر میں برابر اور بار بار اس سوال کا جواب دیا ہے قریش کے عقائد و اصول بیان کئے ہیں یہاں بلا ثبوت یہ کہہ کر گزر جانا چاہتے ہیں کہ اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی بے چون و چرا اطاعت واجب کی ہے۔ رسولؐ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔ ان کے ہر ہر حکم کو دل کی گہرائی کے ساتھ قبول کرنا اور تعمیل کرنا مومن ہونے کی شناخت بتایا ہے اور اپنی جگہ رسولؐ کو ہر معاملے میں مختار بنایا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضورؐ کی انتہائی تعظیم و تکریم کی جائے دل میں ذرا سا برا خیال آجائے تو تمام نیک اعمال و عبادات کا ضائع و برباد ہوجانا لازم قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس قریش رسولؐ کی ہر ہر حال میں اور ہر معاملے میں بے چون وچرا اطاعت کے منکر ہیں۔ وہ احکام کی تنفیذ قریشی مجتہدین کی صوابدید کے ماتحت رکھتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ کافرون میں یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ:

۱۔ قریش ہرگز ہرگز رسولؐ کی بے چون چرا اطاعت نہ کرتے تھے۔

۲۔ اور مستقبل میں بھی کبھی قریش کے متعلق یہ ممکن نہیں کہ وہ اسلام کے حقیقی نظام کو اختیار کریں اور

۳۔ قریش کا دین عہد رسولؐ سے لے کر قیامت تک کبھی اسلام نہ ہوگا۔

یعنی قریش جس دین پر عہد رسولؐ سے پہلے تھے رسولؐ پر ایمان لا کر بھی اسی دین پر برقرار رہے اور قرآن کو اپنے سابقہ دین پر فٹ کرلیا (۳۰ / ۲۵)

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ
سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین (۳) آیتیں ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝۱ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ

جب آوے مدد خدا کی اور فتح ہو مکہ اور دیکھے تو لوگوں کو

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ

داخل ہوتے ہیں بیچ دین اللہ کے فوج فوج پس پاکی بیان کر

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳ ع ۳۵

ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور بخشش مانگ اس سے تحقیق وہ ہے پھر آنے والا

(۱) اے نبیؐ آپؐ اس یقین پر اپنا مشن جاری رکھیں کہ جیسے ہی اللہ کی مدد اور فتح پہنچے گی تو، (۲) آپؐ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ (۳) چنانچہ آپ برابر اپنے پروردگار کی حمد وثنا کو ہمہ گیر بنانے میں اور اس سے تحفظ چاہنے میں مصروف رہیں وہ تو درحقیقت اصلاح حال کے لئے بار بار متوجہ ہونے والا ہے۔

تشریحات سورۂ النصر :

۱۔ اس سورہ کو مدنی اور آخری بنانے کے لئے بہت سے افسانے گھڑے گئے۔

یہ سورہ بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اطمینانِ قلب کا سبب بتاتی ہے اور قریشی محاذ کی ہمت شکنی کرتی ہے۔ اور کلام الٰہی پر اٹل ایمان قائم کرتی ہے۔ یعنی جن حالات میں اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کی گئی تھی ان حالات میں عالم الغیب اور قادر مطلق اللہ کے سوا یہ پیشن گوئی کوئی نہ کرسکتا تھا کہ:

۱۔ یقیناً ہم تمہیں ہر قسم کی کثرت دیں گے اور تمہارے برا چاہنے والوں کی نسل منقطع کردیں گے (کوثر ۳۔۱ / ۱۰۸) اور
۲۔ تمہیں فتح و نصرت عطا کرکے لوگوں کی فوجوں کو تمہارے دین میں داخل کریں گے ۔
۳۔ بس تم اتنا کرو کہ قربانی اور نماز کا نظام قائم کردو (۲ / ۱۰۸) اور اپنے نظام کے لئے تحفظ طلبی اور حمدِ خداوندی کو جہاں گیر بنانے میں لگے رہو ساری دنیا نے دیکھا کہ جو کچھ اللہ نے فرمایا تھا وہ اصولی صورت میں ظہور پذیر ہوکر رہا اور بعد میں قریشی علما کو بھی "اپنی غرض باؤلی" کے اصول پر یہ ماننا پڑا کہ وعدۂ خداوندی حیاتِ رسولؐ میں سو فیصد پورا ہوگیا تھا چنانچہ ان سب نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ممالک سے لوگوں کے وفود کے آنے کو آیت میں آئے ہوئے لفظ "أَفْوَاجًا" سے تعبیر کرلیا۔ لیکن ہمیں احادیث اور آیات کی قوت سے ان لوگوں سے اختلاف ہے اسی لئے ہم نے وعدہ کو اصولی صورت میں پورا ہونا مانا ہے ورنہ آیت کے الفاظ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا میں مذکور وعدہ ابھی لفظ بلفظ پورا نہیں کیا گیا ہے ۔ اس لئے کہ لفظ فوج اور افواج مسلح اور جنگ کے لئے تیار کی ہوئی منظم جماعتوں کو کہتے ہیں ۔ اور افواج کا مذکورہ طورپر داخلہ دو صورتوں میں صادق آتا ہے ۔ اوّل یہ کہ جنگ میں ہزیمت کے بعد ہتھیار ڈال کر ہار و شکست مان کر داخلہ۔ دوم یہ کہ اپنے بادشاہ یا سردارو کمانڈر کی مرضی کے خلاف آکر شامل ہوجانا ۔ یہ دونوں صورتیں ظہورِ حضرت حجتؑ قائم قیامت جناب امام حسنؑ عسکری کے فرزند سلام اللہ علیہ کے لئے محفوظ ہیں اور وہی زمانہ ہوگا جب دین کو مکمل غلبہ حاصل ہوگا اور اسی کو يَوْمِ الدِّينِ فرمایا گیا ہے (توبہ ۳۳ / ۹) فتح ۲۹۔۲۸ / ۴۸) صف ۹۔۸ / ۶۱) وہی حضرتؑ اِتمام نورؐ کرنے والے ہیں اور وہی نظامِ مشاورت کے شرک سے اسلام کو پاک کرنے کے لئے مامور ہیں ۔ لہٰذا اس سورہ کا رخ، مقصد اور نزول بدلنے والی تمام روایات قریشی فیکٹری میں مینوفیکچر شدہ ہیں۔ یہ سورہ مکہ میں اس زمانہ میں پڑھ کر سنائی گئی تھی جب قریشی لیڈر حضورؐ کو اور ان کے مشن کو ایک ناکام کوشش سمجھتے اور کہتے تھے اور سورۂ کوثر اور سورۂ نصر کی قسم کی پیشنگویوں ہی کی بنا پر وہ ملاعین آنحضرتؐ کو دیوانہ اور سر پھرا قرار دیتے تھے ۔ اس لئے کہ وہ ان پیشن گویوں کے پورا ہوسکنے کا امکان ہی نہ سمجھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اولاد ہاشمؑ و عبدالمطلبؑ کے یہ چند افراد قریش کی مدد اور تعاون کے بغیر چند ماہ زندہ بھی نہیں رہ سکتے چہ جائیکہ افواج آ آکر ان کے حضورؐ میں سجدۂ اطاعت بجالائیں ۔ پھر انہیں مزید تنگ پکڑنے کی خاطر یہ بھی ان وعدوں میں کہا گیا ہے کہ:

خواہ حق پوش گروہ کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اقتدار حکومت میں شرکت چاہنے والے لوگوں کو برا ہی کیوں نہ لگے ۔

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (التوبۃ: ۳۳ - ۳۲ / ۹)

۲۔ سورۂ نصر کو آخری سورہ بنانے کی کوشش کیوں ؟ کیوں نہ سورۂ الم نشرح کو آخری سورہ کہا گیا ؟؟؟

جیسا کہ سابقہ عنوان میں کہا گیا اور جیسا کہ قارئین تمام ترجموں اور تفاسیر میں دیکھیں گے کہ قریشی پالیسی یہ چاہتی تھی کہ سورۂ نصر کو قرآن کی آخری سورت منوایا جائے چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چند افسانوی روایات تیار کرکے پھیلائی گئیں اور وہ تمام سامان اور انتظام بروئے کار لایا گیا جس سے یہ سورۂ آخری بن کر لوگوں کے ذہنوں پر مسلط ہوگئی ۔ ہم قریشی علما کے لئے ایک مستقل مصیبت ہیں اس لئے کہ ہم ان کے بیان کردہ شان نزول اور نزول کے سرے سے منکر ہیں اور ایسے منکر کو یقین دلانے کے لئے انہیں داخلی دلیل دینا پڑتی ہے ۔ اور وہ انہیں اس قرآن کی کسی سورہ میں ملتی نہیں ۔یعنی کسی سورت نے یہ نہیں کہا کہ میں مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں یا سفر میں یا رات میں یا دن میں لہٰذا وہ لوگ ہمارے انکار سے زچ ہوکر اور چاروں طرف سے گھر کر رہ جاتے ہیں اس گھیراؤ کے بعد ان کو کسی سورہ کے بعض دل لگتے (یعنی زیغ سے مشابہ الفاظ آلِ عمران ۷ / ۳) الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے جو قیاسی ہونے کی بنا پر بہت کمزور سہارا ہوتا ہے اور جسے ہم خود قرآن

کی مار دے کر توڑ دیتے ہیں ۔ چنانچہ سورۂ نصر میں بھی یہ سہارا لیا گیا ہے۔ اور آیت کے ان الفاظ کو دلیل بنایا گیا ہے کہ:

مودودی ترجمہ: ”تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۱۶)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ﴿٣﴾ النصر: (۳ / ۱۱۰)

اس ترجمہ سے تو یہ سورہ قرآن کی آخری سورہ بنتی نہیں لہٰذا علامہ کو اپنی زنبیل سے کچھ سامان بطور تشریح شامل کرکے اپنا مقصد حاصل کرنا پڑا چنانچہ لکھا ہے کہ :

علامہ کی فریب کارانہ تشریح:

ا۔”حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کرنا بھی ہے اور اس کا شکر ادا کرنا بھی ۔ ۲۔ اور تسبیح سے مراد اللہ تعالیٰ کو ہر لحاظ سے پاک اور منزہ قرار دینا ہے ۔ ۳۔ اس موقع پر یہ ارشاد کہ: ”اپنے رب کی قدرت کا یہ کرشمہ جب تم دیکھ لو تو“ ۴۔ ”اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو“ ۵۔ ”اس میں حمد کا مطلب یہ ہے کہ اس عظیم کامیابی کے متعلق تمہارے دل میں کبھی اس خیال کا کوئی شائبہ تک نہ آئے کہ یہ تمہارے اپنے کمال کا نتیجہ ہے“ ۶۔ بلکہ اس کو سراسر اللہ کا فضل و کرم سمجھو ۔ ۷۔ اِس پر اُس کا شکر ادا کرو ۔ ۸۔ اور قلب وزبان سے اس امر کا اعتراف کرو کہ اس کامیابی کی ساری تعریف اللہ ہی کو پہنچتی ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۵۱۷)

اس تشریح میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اگلی تشریح میں پڑھ لیں ۔ ” یعنی اپنے رب سے دعا مانگو کہ جو خدمت اس نے تمہیں سپرد کی تھی۔ اس کو انجام دینے میں تم سے جو بھول چوک یا کوتاہی بھی ہوتی ہو اس سے چشم پوشی اور درگزر فرمائے۔ ۲۔ یہ ہے وہ ادب جو اسلام میں بندے کو سکھایا گیا ہے ۔“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۱۷)

(۲۔ الف) یہاں علامہ کے عقید تمند حضرات نے علامہ کے وہ جذبات دیکھ لئے جو وہ اللہ کی طرف سے ظاہر کرتے ہیں۔

یہاں ہم تمام قارئین سے عموماً اور اسلامی جماعت سے اور علامہ کے عقیدتمندوں سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس آیت (۳ / ۱۱۰) کو اور علامہ کے ترجمہ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ علامہ نے جو کچھ اپنی ان دونوں تشریحات میں لکھا ہے وہ اس آیت(۳ / ۱۱۰) اور اس ترجمہ میں داخل کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ خصوصا جملہ نمبر ۳ تا نمبر ۸ کو دیکھیں اور بتائیں کہ وہ کونسی علمی گنجائش ہے جس کی رو سے ان جملوں (نمبر ۳۔۸) کو اللہ کا فرمان یا اللہ کی منشاء مان لیں ؟ بہرحال ہم علامہ کے ان جملوں کو ان کے ذاتی جذبات سمجھتے ہیں جن میں انہوں نے اپنے مذہبی عقائد و تصورات بیان کئے ہیں اور آیت میں جو کچھ نہ تھا وہ شامل کرکے کمی پوری کی ہے اور اللہ کو یہ بتایا ہے کہ اسے اس آیت میں کیا کچھ کہنا چاہیئے تھا ؟ یہ تمام کوشش بھی سورۂ نصر کو آخری سورۃ نہ بنا سکی ۔

یہاں یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اس سورۂ (نصر) کو آخری سورہ اس لئے بنانا چاہتے تھے کہ اس میں آنحضرؐت کو اپنے بعد کسی کو جانشین بنانے کا ذکر نہیں اور اس لئے کہ اس کی آخری آیت (۳ / ۱۱۰) میں مودودی ایسے علما کے لئے یہ گنجائش ہے کہ رسوؐل کو بھول چوک اور کوتاہیوں پر شرمندہ اور معافی مانگتے ہوئے دکھایا جا سکے ۔ اور لوگ خود ہی سمجھ لیں کہ جو نبیؐ (معاذاللہ) بھول چوک اور کوتاہیوں سے وابستہ ہو وہ اگر اپنا جانشین مقرر بھی کر دیتا تب بھی یہ تقرر کمزور و مشکوک ہوتا۔ اس تقرر میں بھی اس سے غلطی اور کوتاہی ہو سکتی تھی ۔ لہٰذا تقرر نہ کرنا بہتر تھا۔

(۲۔ ب) اگر حمد کے ساتھ تسبیح اور مغفرت کی دعا کرنا دلیل ہے تو پھر کئی ایک سورتیں آخری سورتیں ماننا پڑیں گی۔

علامہ نے دراصل یہ سہارا لیا تھا کہ سورۂ نصر میں (۳ / ۱۱۰) اللہ نے آنحضرؐت کو یہ حکم دیا ہے کہ :

مودودی ترجمہ : ”اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو “(تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۵۱۶)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ﴿٣﴾ النصر

اور اسی آیت پر علامہ نے مذکورہ آٹھ دس جملوں کا اضافہ کرکے اس سورہ کو آخری سورہ بنا لیا تھا۔ لیکن قرآن کریم علامہ اینڈ کمپنی کے اس تصور کو بار بار اور طرح طرح سے باطل قرار دیتا ہے دیکھیئے کہ اللہ ، آنحضرؐت کو مرتے دم تک حمد و تسبیح کا حکم دے رہا ہے۔

ا۔ سورۂ الحجر کو آخری سورہ کہنا بہت مناسب ہوتا جہاں مرتے دم تک حمد و تسبیح کا حکم دیا گیا ہے۔ علامہ کے ترجمے کے ساتھ دیکھیئے:

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ﴿٩٩﴾ (حجر ۹۹۔۹۸ / ۱۵)

مودودی کا ترجمہ: "اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کی جناب میں سجدہ بجا لاؤ، اور اُس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۹)

علامہ کا وہ تمام سامان یہاں موجود ہے جس پر سورۂ نصر میں اضافہ کیا گیا تھا چنانچہ یہاں (۹۹۔۹۸ / ۱۵) وہی اضافہ کرکے سورۂ حجر کو بھی آخری سورہ بنایا جا سکتا تھا اور سنیئے:

۲۔ یہاں حمد و تسبیح بھی ہے اور مغفرت طلبی کا حکم بھی ہے مگر سورۂ مومن آخری نہیں۔

فَٱصۡبِرۡ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۢبِكَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ بِٱلۡعَشِيِّ وَٱلۡإِبۡكَٰرِ ﴿٥٥﴾ مومن: ۵۵

علامہ کا ترجمہ: "پس اے نبیؐ صبر کرو اللہ کا وعدہ برحق ہے اپنے قصور کی معافی چاہو اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو۔" (مومن ۵۵ / ۴۰)

قارئین انصاف کریں اور سوچیں کہ کیا یہاں سورۂ نصر سے زیادہ موزوں الفاظ اور علامہ کے مذہب کے مطابق قصور واری اور دعائے مغفرت موجود نہیں ہے؟ اگر ہے؟ تو یہ سورۃ المومن کیوں آخری سورہ ہونے سے محروم کی گئی ہے؟ بہرحال یہاں تک علامہ دو مرتبہ قرآن کے مخالف ثابت ہو چکے ہیں۔ اور بیسیوں ایسے ہی مقامات قرآن میں موجود ہیں جو علامہ اینڈ کمپنی کو دروغ گو اور فریب ساز ثابت کرتے ہیں اب ایک تیسرا مقام بھی دیکھ لیں جہاں یہ ثابت ہے کہ اب آنحضرتؐ کا کام مکمل ہو چکا ہے اور حضورؐ کو فراغت کے بعد واپسی کا حکم بھی مل چکا ہے۔

۳۔ وہ سورہ جسے آخری سورہ ماننے کا طریق کار خود اسی میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ:

فَإِذَا فَرَغۡتَ فَٱنصَبۡ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَٱرۡغَب ﴿٨﴾ (الم نشرح ۸۔۷ / ۹۴)

"چنانچہ فارغ ہوتے ہی اپنی جگہ اپنے منصب پر نصب کردو اور اپنے پروردگار کی طرف راغب ہوجاؤ۔"

سُوۡرَةُ اللَّھَبِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمۡسُ اٰيَاتٍ
سورۂ لھب مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ (۵) آیتیں ہیں
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ

ہلاک ہو جیو ہاتھ ابی لھب کے اور ہلاک ہو وہ نہ کفایت کیا اس کو مال

مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ؕ﴿۲﴾ سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ﴿۳﴾

اس کے نے اور جو کچھ کمایا تھا شتاب داخل ہو گا آگ شعلہ والی میں

(۱) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ناکارہ ہو گئے اور وہ خود بھی برباد ہو چکا۔ (۲) اس کا مال و اولاد اور عمر بھر کی کمائی بھی اس کے کام نہ آسکی۔ (یعنی وہ ہر طرح ناکام و نامراد ہوگیا) (۳) عنقریب اسے شعلہ زن آگ میں بھونا جائے گا۔

(۴) اور اس کی زوجہ کو بھی جو کہ آگ کے لئے ایندھن لکڑیاں سر پر اٹھا کر لایا کرے گی۔ (۵) جس کی زیور سے مرصع گردن میں کھجور سے بنائی ہوئی رسی ہوگی۔

وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ۝۴

اور جورو اس کی اٹھانے والی لکڑیوں کی

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع

بیچ گردن اس کی کے رسی ہے پوست کھجور کی سے

تشریحات سورۂ لَھَب :

ا۔ابولہب ہو یا ابو بکر ہمیں قرآن میں بیان کردہ ہر بات قبول ہے مگر قریشی افسانے بلا دلیل قبول نہیں ۔ا۔۵

ابولہب کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں اور مانتے ہیں اس میں سے یہ بھی ہے کہ اس شخص کا نام عبدالعزیٰ تھا اپنے چمکدار سرخ رنگ کی وجہ سے بچپن ہی میں ابولہب (شعلہ رو) کہلانے لگا تھا۔ یہ خاندانی طور پر رئیس و سرمایہ دار شخص تھا اس زمانہ میں قریش کے اندر اس سے زیادہ مال و دولت کسی کے پاس نہ تھی۔ یہ دس بارہ سیر سونے کا مالک تھا جو آج کل کروڑوں روپے مالیت کا بنتا ہے۔ اس کے پاس اس وقت کی دنیا کا تمام سامانِ عیش و راحت موجود تھا۔ بہت ہی عدیم الفرصت شخص تھا جب تک کوئی معاملہ قومی و ملکی سطح تک نہیں آجاتا تھا وہ گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔یہی شخص تھا جس نے دعوت ذولعشیرہ پر حضرت ابوطالب علیہ السلام کو طعنہ دیا تھا کہ:"اب تم اپنے بیٹے علیؑ کی بات ادب سے سنا کرنا اور جو حکم وہ دے اس کی بے چون و چرا اطاعت کیا کرنا۔" قریشی سازش کو پروان چڑھانے کے لئے جب تک زندہ رہا بے دریغ مال خرچ کرتا رہا۔ اس کی زوجہ کا نام اروٰی اور کنیت اُم جمیل تھی وہ بھی ابولہب کی طرح آنحضرتؐ کو ناپسند کرتی تھی یہ عورت ابوسفیان کی حقیقی بہن تھی اس لئے بھی اسے حضورؐ سے دشمنی تھی۔ چنانچہ سورہ میں اس کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ عورت سر سے پیر تک بیش قیمت زیورات میں ملبوس رہا کرتی تھی۔

۲۔ آنحضرتؐ سے ابولہب اور اس کے خاندان کا کوئی رشتہ و تعلق نہ تھا۔ یہ سازش واضح کی جاچکی ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت پر قبضہ کرچکنے کے بعد قریش نے پہلے خود کو اولادِ اسماعیل میں شامل کرنے کا اور پھر آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار بن جانے کا ڈھونگ رچایا اور اس سلسلے میں ہر قسم کی قدیم وجدید روایات تیار کرا کے انہیں حکومتوں کی سطح سے پبلک میں پھیلایا اور تاریخ و احادیث و تفاسیر کی کتابوں میں انہیں مناسب جگہ دلوائی۔ اس طرح جہاں عباس کو عبدالمطلب کا بیٹا دکھایا گیا وہیں اس ابولہب کو بھی حضورؐ کا چچا بنا دیا گیا تھا۔ اور آج غیر تو غیر ہیں خود شیعہ علما بھی قریش کے تیارکردہ شجروں اور رشتوں کو مانتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

۳۔ سورۂ اللھب زمانہ رجعت کی جزا اور سزا کو واضح کرتی ہے۔ اس سورہ میں ابولہب کو زمانہ رجعت میں شعلہ خیز آگ میں جھلسنے یا بھوننے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کی زوجہ کو اس آگ کے لئے لکڑیاں یا ایندھن فراہم کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔مودودی نے بھی یہ جملہ لکھا ہے کہ " ایک اور مطلب مفسرین نے اس کا یہ بھی بیان کیا ہے کہ:"یہ آخرت میں اس کا حال ہوگا یعنی وہ لکڑیاں لا لا کر اس آگ میں ڈالے گی جس میں ابولہب جل رہا ہوگا۔" (تفہیم القرآن جِلد ۶ صفحہ ۵۲۷)

۴۔ رسولؐ اللہ جب چاہتے تھے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجاتے تھے۔ مودودی نے یہ بھی مانا ہے کہ۔

" ابوبکر نے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپؐ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کرے گی۔حضورؐ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے موجود ہوتے ہوئے وہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۲۷)

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چار (۴) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ یَلِدْ ۞

کہہ اے محمدؐ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے احتیاج ہے نہیں جنا اس نے

وَ لَمْ یُوْلَدْ ۞ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۞

اور نہ جنا گیا اور نہیں ہے واسطے اس کے برابری کرنے والا کوئی

(۱) اے نبیؐ کہہ دو کہ وہ اللہ ہے یکتا و یگانہ ہے۔ (۲) اللہ بے نیاز ہے۔ اور کوئی بے نیاز نہیں ہے۔(۳) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے۔ (۴) اور ایک بھی ایسی ہستی نہیں ہے جو اس کی ہمسر و ہم پلہ ہو۔

تشریحات سورۂ اخلاص:

۱۔ قریش اللہ پر ایمان رکھتے تھے انبیاؑ اور کتب الٰہیہ کو مانتے تھے مگر اپنے اجتہاد سے عقائد کی صورت بدل لی تھی

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت یہود و نصاریٰ و قریش اور تمام دیگر مذاہب کے پیرو دین اسلام کی تمام بنیادی باتوں اور عقائد و اصول کو جانتے تھے اور لفظ اللہ ، رب قیامت ،رسالت، وحی اور الہام پر مطلع تھے یہی نہیں بلکہ قریش تو دینِ ابراہیمیؑ یعنی اسلام کے پیرو ہونے کے دعویدار بھی تھے۔ دعویدار ہی نہ تھے بلکہ ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ ساری دنیا کے مذاہب میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ قرآن سے سنیئے۔

(۱۔ الف) قریش دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونے کے دعویدار تھے ؟

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾
(فاطر ۴۳۔۴۲ / ۳۵)

"اور اے رسولؐ یہ قریشی لیڈر بڑی جدوجہد سے کئے ہوئے معاہدوں کو مد نظر رکھ کر اللہ کی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نذیر آیا تو وہ ہمیں تمام اُمتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ پائے گا۔"
چنانچہ جب آپؐ ایک نذیر کی حیثیت سے قریش کے پاس آگئے تو ان میں نفرت کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہ ہوا۔ ان لوگوں نے دنیا میں اور زیادہ تکبر (بڑا بن جانا) اختیار کرلیا اور بڑا بن جانے کے لئے بُری سے بُری چالیں چلنے لگے۔حالانکہ بُری چالیں تو چالیں چلنے والوں ہی کو گھیر لیا کرتی ہیں۔ اب کیا یہ لوگ اس کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو پہلی اقوام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو آپؐ اللہ کے سلوک اور قانون میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے اور تم کبھی ایسا نہ پاؤ گے کہ اللہ کا سلوک اور قانون کسی اور کی تحویل میں چلا گیا ہے۔"

(۱۔ب) قریش دنیا میں کبریائی اپنا حق سمجھتے تھے اور کسی کو بزرگ تر ماننے کو تیار نہ تھے۔ یہ دونوں آیات یہ نہیں

کہتی ہیں کہ قریش گمراہ تھے یا اپنے دعوے میں جھوٹے تھے ۔ بلکہ ان کی گمراہی کا سبب بتاتی ہیں کہ وہ "ساری دنیا پر اپنی بزرگی یا کبریائی مسلط کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہ اپنی کبریائی مسلط کرنے میں ہر بُری چال ومکر کو جائز سمجھتے تھے یہ ان کا اجتہاد تھا مثلاً کسی شخص کو اس کے حق سے محروم کرنا گناہ اور جرم ہے لیکن اگر ملکی یا قومی مفاد کا تقاضا ہو تو مجتہدین حق تلفی کو جائز سمجھتے ہیں یعنی وہ بُری بات کو بُری بات مانتے ہیں ۔ مگر اجتہادی اصول یہ ہے کہ ضرورت کی شدت اور مقدار بُری بات کو جائز کردیتی ہے مطلب یہ ہوا کہ قریش کے اصولی عقائد صحیح تھے مگر ان عقائد کی عملی تنفیذ میں انہیں نذیر سے یعنی خود رسوؐل اللہ سے بھی اختلاف تھا ۔ اور نفرت میں اضافہ اس لئے ہوا کہ نذیر یعنی رسوؐل اللہ ہر بُری بات کو اجتہاد کی رو سے بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور قرآن کے احکام کی لفظ بلفظ پابندی چاہتے تھے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) اور قریش قرآن کے الفاظ و عقائد کو ملکی وقومی مصلحتوں کے ماتحت رکھتے تھے ۔۱۔ مثلاً اللہ نے اپنی تمام کتابوں میں بھی اور قرآن میں بھی ہر انسان کو اس کے ماں باپ کا وارث بنایا ہے اور تمام انبیاؑ بھی اپنے ماں باپ کے وارث ہوئے ہیں ۔ لیکن قومی و ملکی مفاد کی خاطر جناب علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کو ان کے ماں باپ کے ورثہ سے محروم کردیا گیا ۔ ۲۔ قرآن نے مؤلفۃ القلوب کو ان کا حصہ دینا فرض کیا ہے ۔ لیکن قومی مصالح کی بنا پر انہیں محروم کردیا گیا تھا ۔ چونکہ رسوؐل اللہ ، اللہ کے احکام و عقائد میں انسانی عقل و مصلحت سے مداخلت حرام سمجھتے تھے اور قرآن ایسا دخل دینے والوں کو کافر و ظالم و فاسق قرار دیتا ہے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قریش ظہورِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے بھی مسلمان تھے اور بعد میں بھی مسلمان رہے مگر انہوں نے نظامِ اجتہاد و مشاورت کو کبھی اور کسی حال میں نہ چھوڑا ۔ یہاں سورۂ اخلاص میں قریش کا سوال کیا ہے ؟ وہ آیات میں مذکور نہیں ہے لیکن جواب یہ بتاتا ہے کہ وہ سوال اللہ کے کسی صفاتی نام اور اس صفت کے ماتحت اللہ کے کام سے متعلق تھا اور یہ کہ اگر قریش کو اسی صفاتی نام اور صفت کے متعلق جواب دیا گیا ہوتا تو مجتہدین آنحضرتؐ کو الجھانے اور بحث کو طول دینے کی کوشش کرتے ۔ لہٰذا آنحضرتؐ نے ان کو تنگ پکڑنے کے لئے جزئیات سے قطع نظر کرکے بحث کو اللہ کے اسم ذات پر مرکوز کردیا ۔ اور یہ وہ مقام تھا کہ جہاں باقاعدگی سے گفتگو کرنا مجتہدین کے لئے ہمیشہ کٹھن رہتا چلا آیا ہے ۔ وہ لوگ الٰہیات پر بحث سے ہمیشہ کتراتے ہیں اور ان کی سب سے بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ اور صرف اس لئے مانتے ہیں کہ:

۲۔ اللہ کے متعلق قریشی مجتہدین کے عقائد، وہ اللہ کو اس لئے اور اتنا مانتے ہیں کہ انہیں تسلط کا جواز ملے۔

وہ خلیفۃ اللہ فی الارض بن کر بنی نوع انسان پر مسلط رہ سکیں اور نوع انسان کا جس طرح چاہیں اور جب چاہیں استحصال کرسکیں۔ اس مقصد کے لئے انہیں مندرجہ ذیل چیزیں ماننا پڑیں :

۱۔ وہ اپنا خالق اللہ ہی کو مانتے تھے (سورۂ زخرف ۸۷ / ۴۳)

۲۔ آسمانوں اور زمینوں کا خالق چاند سورج پر قدرت بارش برسانا مردہ زمین کو زندہ کرنا۔ صرف اللہ کے اختیار میں (۶۳ تا ۶۱ / ۲۹)

۳۔ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی اللہ کی ہے ۔ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک اللہ ہے ہر ہر چیز پر اللہ کو قدرت حاصل ہے وہی پناہ دینے والا اور تحفظ کرنے والا ہے ۔ اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے (مومنون ۸۹ تا ۸۴ / ۲۳)

۴۔ آسمانوں میں سے اللہ ہی رزق دیتا ہے سننے اور دیکھنے وغیرہ کی قوتیں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں زندوں کو مردوں میں سے اور مردوں کو زندوں میں سے پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے ۔ وہی پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے ۔ (یونس ۳۱ / ۱۰)

۵۔ مایوسیوں میں آخری سہارا اللہ ہی ہے (۲۳۔۲۲ / ۱۰) (بنی اسرائیل ۶۷ / ۱۷)

یہ چند مقامات دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ قریش نے اللہ کے متعلق وہ تمام بنیادی باتیں مان رکھی تھیں جن سے انہیں مجبور کیا جاسکتا تھا کہ وہ قرآن کے ان تمام عقائد کو تسلیم کریں جو ان کے اپنے مسلّمات کا تقاضا تھا مثلاً جب یہ مان لیا کہ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے تو خود بخود یہ ماننا لازم ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا محافظ بھی ہے ہر چیز کی ضروریات کا علم رکھتا ہے ضرورت کی ہر چیز انہیں فراہم کرتا ہے ۔ ہر چیز کے ہر وقت کے حالات پر مطلع ہے ایسا نہیں ہونے پاتا کہ ایک مخلوق کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور اللہ کو پتہ نہ چلے یا پتہ لیٹ چلے اور یوں ضرورت کی چیز کسی کو نہ ملے یا لیٹ ملے ۔ گویا اللہ کو خالق کائنات مانتے ہی رازق و حیؐ و قیوم وعالم الغیب و قادر وسمیع وبصیر وغیرہ ماننا عقلاً واجب ہوجاتا ہے ۔ لہٰذا قریش

سے کہا گیا کہ جو کچھ تم جاننا چاہتے ہو اس کا فیصلہ کن جواب "اللہ" ہے۔ جو یکتا و یگانہ ہے۔ یعنی کسی صورت اور کسی حال میں یہ فرض بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس ایسا کوئی اور بھی ہے یا ہوسکتا ہے۔ اس کی یکتائی اس بات کی ضامن ہے کہ اس جیسا نہ کوئی خالق ممکن ہے نہ رازق نہ رب۔ ایسے کروڑوں خالق و رازق اور رب ہوسکتے ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ سامان کو استعمال کرکے خالق و رازق و رب کا مقام حاصل کرلیں۔ لیکن ایسا خالق و رازق و رب کوئی نہیں ہوسکتا جو اللہ کا محتاج نہ۔ ہو جسے اللہ کے پیدا کردہ سامان کی ضرورت ہی نہ ہو۔ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں اللہ کی محتاج ہے۔ پھر اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور ترقی کرنے میں اللہ کی محتاج ہے یعنی اللہ کے پیدا کردہ سامان کی ہر آن اسے ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اللہ یکتا و یگانہ بھی ہے اور وہ الصمد بھی ہے یعنی وہ کسی اور کا محتاج و نیازمند و رہین منت نہیں اس کا وجود دوسری چیزوں سے نہیں بنا ہے۔ یعنی دوسری چیزوں نے اسے پیدا نہیں کیا ہے۔ اسی کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا" لَمْ يُولَدْ " مطلب یہ ہے کہ اللہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے جیسے ایک بچہ ماں باپ سے پیدا ہوجاتا ہے یا جیسے آنکھ سے بینائی صادر ہوتی ہے۔ اسی طرح کائنات کی کوئی چیز اللہ سے پیدا نہیں ہوئی ہے یعنی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اللہ نے اپنے وجود میں سے کچھ کمی کرکے فرشتے بنا دیئے ہوں۔ اور کچھ اور کمی کرکے زمین وآسمان پیدا کر دیئے ہوں اور یوں رفتہ رفتہ کائنات کی موجودات و مخلوقات میں تقسیم ہوگیا ہو۔ اور یہ کہا جا سکے کہ "ہمہ اُوست" یہ سب چیزیں اللہ ہی ہیں یا ہمہ اَزُوست یہ سب کچھ اسی سے وجود میں آیا ہے یعنی یہ سب اللہ ہی کا ظہور و وجود ہیں۔ اس مطلب کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے " لَمْ يَلِدْ " اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس نے کسی کو اولاد کی طرح جنم نہیں دیا ہے۔ یعنی کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود کو اللہ سے اس طرح سے منسوب کرے جیسے ایک بیٹا خود کو اپنے باپ سے منسوب کرتا ہے۔ یعنی کسی مخلوق میں اللہ کی ذات میں سے کچھ حصہ موجود نہیں ہے یعنی وہ ایسا خالق نہیں ہے جیسا لوہار یا بڑھئی ہوتا ہے کہ لوہا لکڑی آگ اوزار وغیرہ نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ یعنی اللہ "پرم آتما" (پرماتما) کی طرح نہیں جو "پرکرتی" (مادہ) نہ ہو تو کچھ بھی نہ بنا سکے۔ یعنی اسلام میں تین چیزیں (پرماتما) (آتما) (پرکرتی) لازم وملزوم اور قدیم نہیں ہیں۔ اسلام میں صرف ایک اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یعنی اللہ روح اور مادہ کا محتاج نہیں ہے۔ وہ روح کا بھی خالق ہے اور مادہ کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ وہ دونوں طرح کا خالق ہے یعنی وہ امر سے بھی پیدا کرتا ہے اور مادہ سے بھی۔ اسی کو عالمِ امر اور عالمِ خلق و تکوین کہا گیا ہے۔ اس نے آدمؑ کو پیدا کیا اس تخلیق میں اس نے عناصر سے کام لیا۔ پھر آدمؑ سے حوّاؑ کو وجود بخشا اور ان دونوں میں اپنی مثل پیدا کرنے کی قدرت اور سامان رکھ دیا چنانچہ وہ اپنا ہم مثل اپنے اندر سے پیدا کرنے پر قادر ہو گئے۔ یعنی اللہ نے انسانوں کو اپنا ہم مثل پیدا کرنے والا خالق بنا دیا اور چند متعلقہ قوانین اور دست قدرت ان کی مدد ونگرانی پر لگا دیا۔ انسانوں میں یہ تخلیق جاری ہے پھر انسانوں کو عناصر پر قدرت عطا کی اور مادہ سے تخلیق کرنے کے لئے قوانین و قدرت عطا کی چنانچہ انسان روزانہ تخلیق میں مصروف ہے۔ یوں اللہ نے کائنات کی تمام موجودات و مخلوقات کو مربوط بنایا انہیں ایک دوسرے کے لیئے مدد و معاون قرار دیا۔ وہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ہوا نہ ہو تو جاندار ختم ہوجائیں یہ سب کچھ اللہ نے کیا ہے اور ایسا کرنے میں وہ کسی کا محتاج نہ تھا مجبور نہ تھا چنانچہ کوئی بھی اس کا ہمسر و ہم پلہ نہیں ہے، نہیں تھا اور نہ ہوسکتا ہے وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ۔ (مزید تفصیلات کلام مرتضویؑ نہج البلاغہ میں دیکھیں)

سُوۡرَةُ الۡفَلَق

سُوۡرَةُ الۡفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمۡسُ اٰيَاتٍ

سورہ فلق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ(۵) آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمن و رحیم ہے

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا

کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار صبح کے برائی اس چیز کی سے کہ

خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾

پیدا کیا ہے اور برائی اندھیرا کرنے والی کی سے جس وقت چھپ جاوے

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾

اور برائی پھونکنے والیوں کی سے بیچ گرہوں کے

وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور برائی حسد کرنے والے کی سے جب حسد کرے

ع ۵ ۳۸

(۱) اے رسولؐ ان قریش سے کہہ دو کہ میں پناہ مانگتا ہوں تخلیق کی راہیں کھولنے والے پروردگار کی ۔(۲) ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے ۔(۳) اور اندھیرے کے شر سے جب کہ وہ چھاجائے۔ (۴) اورکلام پڑھ پڑھ کر گرہ گرہ پر الگ الگ پھونک مارنے والوں کے شر سے (یعنی دَم کرنے والوں کے شر سے) (۵) اور ہر قسم کے حسد کرنے والوں کے شر سے جب کہ وہ حسد پر تُل جائیں ۔

تشریحات سورہ فلق اور سورۃ الناس :

۱۔سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے ساتھ بہت سے افسانے لگا کر آنحضرتؐ کو الجھایا گیا

یہ دونوں سورتیں تمام مصائب اور مشکلات میں وہ طریقہ سکھاتی ہیں جس سے انسان خود کو اللہ کی ضمانت اور پناہ میں دے کر ہر آفت اور خطرے سے محفوظ ہوسکتاہے اوراپنے جائز پروگرام کو اطمینان سے جاری رکھ سکتا ہے۔

۲۔ فرعون، موسیٰؑ کو قتل وقید نہ کرسکا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی پناہ لے لی تھی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت بے بسی و بے کسی کے عالم میں فرعون کے اقتدار و قاہرانہ فیصلے سے خود کو محفوظ کرنے کے لئے خود کو اللہ کی پناہ میں دے دیا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ فرعون جب اپنی تمام کوششیں کرچکا اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اپنے مشن سے باز نہ آئے تو فرعون نے اپنی مجلس مشاورت کا اجلاس بلایا اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور کافی ردو بدل اور گفت و شنید کے بعد جو اعلان کیا وہ قرآن کی زبان سے سنیئے:

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ذَرُوۡنِيۡۤ أَقۡتُلۡ مُوۡسٰى وَلۡيَدۡعُ رَبَّهٗ ۚ إِنِّيۡۤ أَخَافُ أَنۡ يُّبَدِّلَ دِيۡنَكُمۡ أَوۡ أَنۡ يُّظۡهِرَ فِي الۡأَرۡضِ الۡفَسَادَ ﴿۲۶﴾ غافر:(مومن ۲۶ / ۴۰)

اور فرعون نے اعلان کیا کہ مجھے یہ خطرہ سامنے کھڑا نظر آ رہا ہے کہ یا تو یہ موسیٰ تمہارے دین کو بدل کر رکھ دے گا یا وہ ساری دنیا میں فساد برپا کر کے رہے گا ۔ اس لئے اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر تم مجھے موقع دے دو تو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں تاکہ وہ اپنی حفاظت کے لئے اپنے پروردگار کو بھی بلاسکے۔"

یہ اعلان سنتے ہی حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے وہیں دربار میں اعلان کیا کہ :

سُوْرَةُ النَّاسِ

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورہ الناس مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھ(۶) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمن و رحیم ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ

کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار لوگوں کے بادشاہ لوگوں کے معبود

النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ

لوگوں کے برائی وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والی کی سے وہ جو

يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینہ لوگوں کے جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے

ع ۶ ۳۹

(۱) اے رسولؐ قریش سے کہہ دیں کہ میں انسانوں کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں۔ (۲) انسانوں کے بادشاہ کی پناہ لیتا ہوں ۔ (۳) انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں ، (۴) پناہ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار وسوسہ ڈالتا ہے ۔ (۵) جو لوگوں کے سینے میں وسوسے بھر دیتا ہے (۶) خواہ وسوسہ ڈالنے والا جنوں میں سے کوئی ہو یا انسانوں میں سے کوئی ہو۔

"اور موسیٰ نے فرعون کے جواب میں کہا کہ میں ہر اس مغرور اور سرکش کے مقابلہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں جو اللہ کے روبرو حساب اور مواخذہ کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾
غافر:(مومن ۲۷ / ۴۰)

یہ تھا وہ طریقہ جو دنیا کے سب سے بڑے مغرور و متکبر انسان اور سب سے بڑے سلطان کے فیصلے کو ہوا میں اڑا دیتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے بھرے ہوئے دربار میں چیلنج کر کے محفوظ رہتے ہیں اور ایک کامیاب و کامران لاکھوں انسانوں کے ساتھ مصر سے روانہ ہوتے ہیں ۔ اس طریقۂ تحفظ کو قرآن میں مکمل شکل دے کر ہمیں سکھایا گیا جو کھنچی ہوئی تلواروں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جو خفیہ سازشوں سے بچاتا ہے ۔ رات کے اندھیروں میں چھپ کر حملہ کرنے والوں کو ناکام کرتا ہے۔ جادو اور سفلی تعویذوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے ۔ خطرات میں گھرے ہوئے مومنین بیمار و مایوس لوگ ان دونوں سورتوں کے ذریعے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں یہ دونوں سورتیں ہر ایماندار شخص کے لئے کھلے نسخے ہیں مخصوص حالات و شرائط کے ساتھ قرآن کی رو سے سینکڑوں آیات تحفظِ جان و مال ترقی درجات اور رزق و برکت و بہتات کے لئے مخصوصین کو تعلیم کی گئی ہیں ۔ یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ دوا ہو یا دعا ، تعویذ ہوں یا عملیات ان میں تاثیر امام عصر علیہ السلام کی رضامندی کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں وہ ضرور وقوع میں آ جائے گا ۔ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ دین کو روزی اور دولت کمانے کا ذریعہ بنانا حرام ہے ۔

۳۔ قریش نے آنحضرتؐ پر جادو کئے جانے اور جادو سے حضورؐ کے متاثر رہنے پر زور دیا ہے ۔

قریش کی معتبر ترین کتب حدیث میں ایسی روایتوں اور افسانوں کا انبار موجود ہے جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ پر ایک یہودی لبید بن اعصم اور اس کی دو بہنوں سے جادو کرایا گیا تھا ۔ جادو سے کیا ہوا تھا؟ مودودی سے سنیئے لکھتے ہیں کہ:

(۳۔ الف) مودودی نے جادو کئے جانے کی روایات کو صحیح اور واقعہ مانا ہے ۔ "اس جادو کا اثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا ۔ دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا ۔ آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے ۔ مگر اس کا زیادہ سے زیادہ اثر جو حضورؐ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپ گھلتے چلے جا رہے تھے کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے ۔ اور بعض اوقات آپؐ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا ۔ یہ تمام تاثرات آپؐ کی ذات تک محدود رہے " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۵۴)

مطلب یہ ہے کہ علامہ مودودی نے نہ صرف یہ مانا کہ رسولؐ اللہ پر کارگر جادو ہوا بلکہ علامہ نے اپنی پوری قابلیت ان روایات کے صحیح ہونے پر صرف کر دی ہے اور جو لوگ جادو اور جادو کے اثر کے منکر ہوئے ہیں ان کے لیئے یہ فرمایا ہے کہ:

(۳۔ب) اگر حضورؐ پر جادو کا اثر ہونے والی روایات غلط ہیں تو پھر تاریخ و حدیث کی کوئی بات صحیح نہیں ہے۔(مودودی)

"جہاں تک تاریخی حیثیت کا تعلق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کا واقعہ قطعی طور پر ثابت ہے ۔ اور علمی تنقید سے اس کو اگر غلط ثابت کیا جاسکتاہے تو پھر دنیا (دنیا کا کیوں ؟ قریشی تاریخ۔احسن) کا کوئی تاریخی واقعہ بھی صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔ اسے حضرت عائشہ ، حضرت زید بن ارقم اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ، بخاری، مسلم، نسائی ،ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل ، عبدالرزاق حمیدی ، بیہقی ، طبرانی ، ابن سعد ، ابن مردویہ ، ابن ابی شیبہ ، حاکم ، عبد بن حمید وغیرہ محدثین نے اتنی مختلف اورکثیر التعداد سندوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا نفس مضمون تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۵۳)

یہ ہیں وہ افسانہ نویس اور افسانوں کا ریکارڈ تیار کرانے والے مقدس حضرات جن کو ہم نے کہیں کوئی وقعت نہیں دی ہے البتہ اللہ ، رسولؐ اور قرآن کے حق میں بات گھٹیا سے گھٹیا آدمی کی بھی منظور کی ہے ۔یہی حضرات تو ہیں جنہوں نے قرآن کو مہجور کرنے کی اسکیم کو سجا کر افسانوں کو حدیث کی شکل میں تبدیل کیا پھر انہیں راویوں کی فہرستوں کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کیا۔ البتہ ہم یہ مانتے ہیں یہ بڑے صاحب کمال لوگ تھے اور یہ کہ انہوں نے ساری زندگی اور اپنا دین قریشی مشن کی تائید میں کھپا دیا۔ مگر ایک سازش کو حقیقت کی صورت میں اس شان سے پیش کیا کہ خود شیعہ مترجمین و مفسرین نے ان کی تحریروں پر اعتماد کرکے خود بھی وہی کچھ مان لیا جو دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ منوانا چاہتے تھے ۔ چنانچہ جادو کا افسانہ شیعہ ترجموں اور تفاسیر میں بھی لکھا ہوا ملے گا حالانکہ رسولؐ تو رسولؐ ہیں جو ہر لمحہ ملائکہ کے نرغہ میں رہتے تھے جادو تو کسی دوستدارِ محمدؐ و آل محمدؐ پر بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا بہرحال یہ دونوں سورتیں پڑھنے والوں پر کسی جادو کا اثر نہیں ہوسکتا۔ جبکہ محمدؐ اور اجزائے نور محمدؐ مجسم قرآن تھے ۔ ان پر جادو کا اثر ہونا وہی لوگ مان سکتے ہیں جو انہیں اپنے ایسا بشر مانتے ہوں۔ یا جو یہ مانتے ہوں کہ اللہ کو بھی دھوکا دیا جاسکتا ہے ۔

(۳ ۔ ج) مودودی کے حساب سے مخالفوں نے اللہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی تھی ۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا تھا کہ : وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴿٤٨﴾ (طور ۴۸/ ۵۲)

علامہ کا ترجمہ : " اے نبیؐ، اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو ، تم ہماری نگاہ میں ہو۔"

علامہ کی تشریح : "یعنی ہم تمہاری نگہبانی کررہے ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۸۴)

۴۔مودودی صحابہ کے قول و فعل کو غلطی اور خطا سے مبرا سمجھنے والوں کو غلط کار کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کی نگہبانی کے دوران حضورؐ پر جادو کارگر ہو گیا تھا ۔ یہ ہے قریش کا اللہ ۔جس کی نگہبانی کے دوران اس کے رسولؐ پر جادو کر دیا گیا۔ پھر اسے ایک سال تک یہ توفیق بھی نہ ہوئی کہ اپنے رسولؐ کو جادو کی اذیت سے نکالے ۔ پھر ثابت ہوا کہ قریش اسلامی عقائد کو اپنے اجتہاد کے ماتحت مانتے تھے لفظ بلفظ قبول نہ کرتے تھے اس لئے ان کا اللہ بھی بگڑ گیا تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قریش نے قرآن کو مشکوک کرنے کے لیئے جوجو جتن کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بعض صحابہ یہ کہتے رہیں کہ فلاں سورہ یا فلاں آیت قرآن کا جز نہیں ہے ۔ چنانچہ ابن مسعود نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو قرآن کی سورتیں نہیں مانا ۔ یہ شخص

ان عظیم الشان صحابہ میں سے ایک بتایا گیا ہے جو قریشی تاریخ میں ان حافظانِ قرآن میں شمار کیا گیا ہے جو عہد رسولؐ میں نزول قرآن کے ساتھ ساتھ بلفظہٖ قرآن لکھ لیا کرتے تھے ۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے پاس نزولِ کے ساتھ کے ساتھ لکھا جانے والا پورا قرآن موجود تھا مگر زیر بحث دونوں آخری سورتیں اس میں نہیں لکھی تھیں وہ انہیں جزو قرآن نہ مانتے تھے مودودی صاحب نے بڑی ردوکد اور بحث کے بعد بہت سی روایات سے ثابت کیا ہے کہ ابن مسعود کا فیصلہ غلط تھا اور اس کے بعد لکھا ہے کہ صحابہ کو غلطی اور خطا سے محفوظ سمجھنے والے تمام لوگ خود بھی غلط کار و خطا کے مجرم ہیں فرماتے ہیں کہ: ’’اس مقام پر اگر آدمی کچھ غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ سکتی ہے کہ صحابہ کرام کو بے خطا سمجھنا اور ان کی کسی بات کے لئے غلط کا لفظ سنتے ہی توہین صحابہ کا شور مچا دینا کس قدر بے جا حرکت ہے۔ یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی سے قرآن کی دو سورتوں کے بارے میں کتنی بڑی چوک ہوگئی ۔ ایسی چوک اگر اتنے عظیم المرتبہ صحابی سے ہوسکتی ہے تو دوسروں سے بھی کوئی چوک ہو جانا ممکن ہے۔ ہم علمی تحقیق کے لئے اس کی چھان بین بھی کرسکتے ہیں اور کسی صحابی کی کوئی بات یا چند باتیں غلط ہوں تو انہیں غلط بھی کہہ سکتے ہیں۔ ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۵۲)

اور ہم نے اس تفسیر میں دکھایا ہی صرف یہ ہے کہ صحابیوں نے بھول چوک سے نہیں بلکہ ایک قومی منصوبے کو پروان چڑھانے کے لئے دین اسلام کو بدلا (نساء ۱۵۱۔۱۵۰ / ۴) اور ایک درمیانی راہ نکالی جو آنحضرتؐ کی تعلیمات کے خلاف تھی (فرقان ۲۷ / ۲۵) یہاں مودودی صاحب سے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر مسلمانوں کی کثرت میں یہ جذبہ کس شیطان نے پیدا کیا ہے کہ صحابہ کی صحیح غلطی ثابت کرنے والے کے خلاف شور مچا دیتے ہیں؟ علامہ کو یہ ماننا چاہیئے تھا کہ ان کے ہم مسلک عوام اور خواص اور خود صحابہ نے ایسے لاکھوں مومنین کو قتل کیا تھا جو تمہارے صحابہ کو غلط کار مانتے تھے اور ان کی غلط کاریاں اور مظالم قرآن سے ثابت کرتے تھے ۔

۵۔ قرآن کا افتتاح و اختتام آپس میں مربوط و مسلسل ہے ۔ یہاں پھر یاد دلائیں کہ قرآن کی یہ موجودہ ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے ۔ قریش نے اس ترتیب کو الٹنے اور مشکوک کرنے کی جو کوششیں کی ہیں وہ مِن وعَن ان کی کتب و حدیث کی تفسیر میں ریکارڈ کی گئی ہیں ۔ تینوں خلفانے زید بن ثابت سے جو کچھ کرانا چاہا تھا جب وہ نہ ہو سکا تو حضرت علی علیہ السلام کی مدد سے آخر موجودہ ترتیب دی گئی تھی ۔ جو ترتیب نزولی سے قطعاً مختلف ہے لیکن سورہ فاتحہ کو قرآن کی ابتدا میں رکھنے اور معوذتین (فلق ۔الناس) کو ایک سو گیارہ (۱۱۱) سورتوں کے بعد رکھنے سے بھی وہ ربط برقرار ہے جو تینوں سورتوں کو مسلسل لکھنے اور رکھنے سے معلوم ہوتا۔ سورہ الحمد کا لب لباب یہ ہے کہ ہم اللہ کی عظمت بیان کرتے جاتے ہیں ۔ اپنی ضرورتوں اور احتیاج وتمناؤں کو ذہن میں لئے ہوئے اس کی رحیمی اور کریمی کی اپیل کرتے ہیں ۔ اور اس کی ملکیت ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور صرف اس کے مطیع ہونے اور اسی کی عبادت کرتے رہنے کا حق جتا کر اسے متوجہ کرتے ہیں ۔ اور ہر پیش آنے والے معاملے میں اس سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اور ہر حال میں صراط مستقیم کی راہنمائی کی التجا کرتے ہیں ۔ اور چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں اس صراط مستقیم پر چلاتا رہے جس پر چلنے والےؑ نہ کبھی گمراہ ہوئے نہ انہوںؑ نے اللہ کو غصہ کرنے کا موقع دیا ۔ اور صرف انعام ہی انعام پاتے رہے ۔ اور پھر عرض کرتے ہیں کہ تو ساری انسانیت کا پروردگار ہے ان کا بادشاہ و حاکم ہے ان کا معبود ہے تو ہی ہر قسم کی تخلیق کی راہیں کھولتا ہے ۔ لہٰذا تو ہماری ربوبیت بھی کرہمیں بھی اپنی رعایا میں شمار فرما۔ ہمارے لئے بھی تخلیق کی راہیں کھول دے ہمیں ہر قسم کے وسوسوں سے اور وسوسہ ڈالنے والوں سے اندھیروں میں پھنس جانے سے جادو کرنے والوں اور جادو سے اور حاسدوں کے حسد اور مخلوق کے شر سے محفوظ کرکے اپنی پناہ میں رکھتا چلا جائے ۔آمین۔ ‘‘

یہ ہے وہ سب کچھ جس کے لئے اسلامی تعلیمات بھیجی گئی تھیں اور یہ ہیں وہ راہنمایانِ دین علیہم السلام جو ہماری اس دعا اور مقصد کے لئے ہر لمحہ ذمہ دار ہیں ۔

والسلام ۔ احسنؔ

۱۸ جون ۱۹۸۰ء